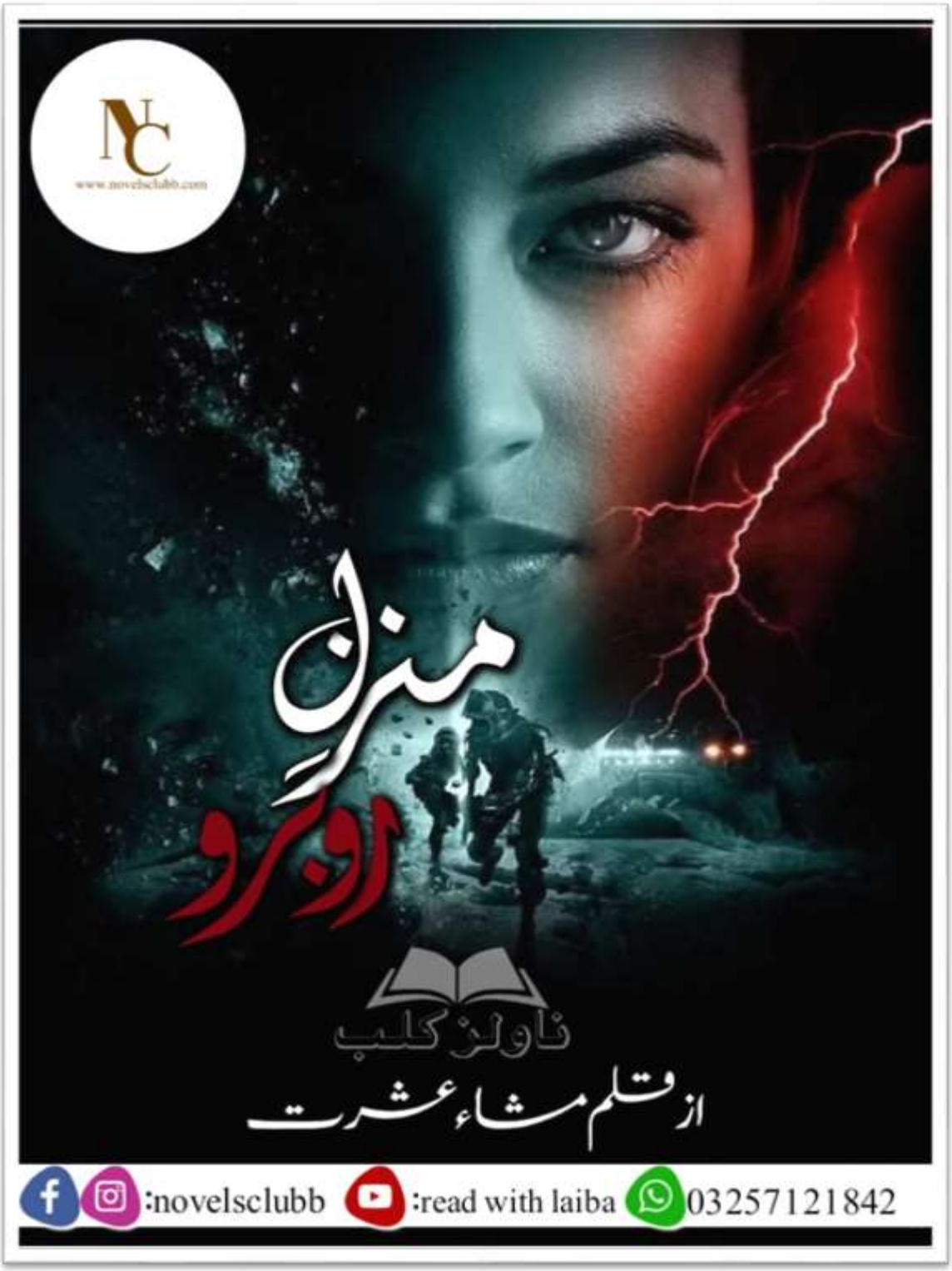
منزلِ روبرو
ناولز کلب
از قلم مشاء عشرت
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

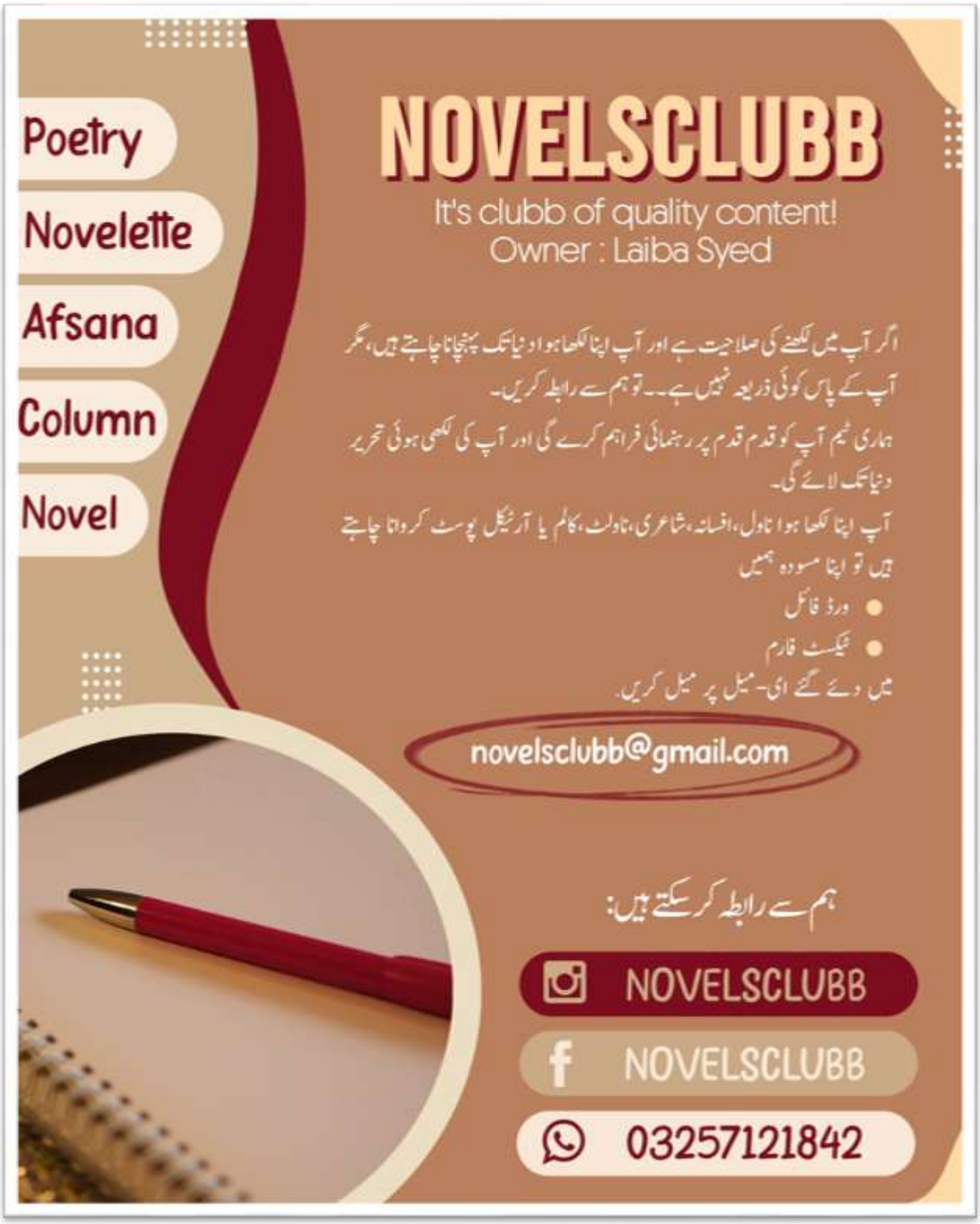
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای۔میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

منزلِ روبرو

از قلم

میشا عشرت

www.novelsclubb.com

پہلا باب:

قسط نمبر 1:

بارش گویا قریبی قبرستان کی وحشت زدہ خاموشی سے مقابلے پر برس رہی تھی۔ بارش کے شور میں پولیس کی گاڑی کے سائرن کی آواز سنی جاسکتی تھی۔

سڑک پر گرے ایک لفافے سے سرخ گلاب کی پتیاں نکل پر ارد گرد پھیل گئی تھیں۔ انہی پتیوں کے قریب پڑا ایک بے حس و حرکت وجود شاید بے جان ہو چکا تھا۔

اس وجود کے ہاتھ میں سفید پتھروں والی تسبیح ابھی بھی موجود تھی۔ جو ہاتھ سے بہنے والے خون کے باعث سرخ ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور ان بند آنکھوں سے بہنے والے آخری آنسوؤں کو بارش نے اپنے قطروں میں گُم کر دیا تھا!

-◇◇◇-

موجودہ وقت

4 نومبر 2017ء، اسلام آباد۔

بالوں کو بے ترتیبی سے باندھے، گردن کے گرد دوپٹے کا ہالہ بنائے، تکیے سے ٹیک لگا کر وہ لیپ ٹاپ کھولے فیس بک پر آج کی پوسٹ ٹائپ کرنے میں مگن تھی۔ لمبی نازک انگلیاں لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر چلتے چلتے رکتیں، پھر چند لمحوں بعد دوبارہ حرکت کرنے لگتی تھیں۔

"ہر انسانی وجود میں بہت سی کہانیاں دفن ہوتی ہیں۔ ہر شخص اپنے اندر کی آوازوں سے لڑ رہا ہوتا ہے۔ ہر انسان کسی نہ کسی طرح سے کسی دوسرے انسان کے سکون کا قرض دار ہوتا ہے۔ ہماری زبان سے نکلنے والا ہر وہ لفظ جو کسی کے لئے گھاؤ بن جائے، ہمارے لئے بہت مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ خدا نے نرمی اور خوش اخلاقی کو یونہی نہیں اتنا مقام دے رکھا، اس ایک عمل سے

ہمارے بہت سے اعمال جڑے ہیں۔اگر یہاں اور وہاں کی دنیا میں سکون کا کوئی ذریعہ ہے، تو وہ ہے نرم مزاجی اور خوش اخلاقی کی مٹھاس۔۔۔"

پانچ منٹ اسی طرح گزر جانے کے بعد اس نے ایک آہ بھری اور ایک سرسری نگاہ اپنے ٹائپ کیے ہوئے پیرا گراف پر ڈالنے لگی۔پھر ہمیشہ کی طرح تحریر کے اختتام پر ہیش ٹیگ زونہ لکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔اسی لمحے خالہ کمرے میں داخل ہوئیں۔

"تم اچانک ہی چلی آئیں، میں نے آواز بھی دی مگر شاید تم نے سنا نہیں"

خالہ نے بیڈ کے قریب موجود کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔وہ اپنی بڑھتی عمر کے باوجود صحت اور زندگی سے بھرپور تھیں۔بہت دعاؤں اور دواؤں کے بعد بھی انھیں اولاد کی نعمت نصیب نہ ہو سکی۔مگر انھوں نے کبھی شکوہ نہیں کیا تھا۔وہ رب کی رضا میں راضی رہنے والی آمنہ خاتون تھیں۔احسان خالو بھی انہی کے جیسے تھے، نیک اور ملنسار! ریٹائر ہو چکے تھے۔ان کی پینشن سے دونوں میاں بیوی کا اچھا گزر بسر ہو جاتا تھا۔

"خالہ وہ صائمہ آنٹی کی باتیں مجھ سے برداشت نہیں ہوئیں۔ وہ گمان کر بیٹھی ہیں کہ میں مغرور اور خود پرست ہوں یا مجھے کوئی عشق وشق کا روگ لگا ہے۔ حالانکہ میں بس کم گو ہوں اور کم گو ہونا گناہ تو نہیں ہے نا۔ سب انسان ایک جیسے تھوڑی ہوتے ہیں۔ میں بس انہیں کوئی جواب نہیں دینا چاہتی تھی، اس لئے چپ چاپ یہاں آگئی"

"ارے بیٹا اس کی عادت ہے ہر کسی کے بارے میں بدگمانی کرنے کی۔ مانا کہ بہت بری عادت ہے۔ ہمسائی ہے، میں باتوں باتوں میں اسے سمجھانے کی سعی کرتی رہتی ہوں۔ لیکن دیکھو بیٹا، ہمیں لوگوں کی ان باتوں کو اعلی ظرفی سے نظر انداز کر دینا چاہیئے جو ہمیں تکلیف دیتی ہیں"

خالہ اسے سمجھانے لگیں لیکن شاید وہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی سو لیپ ٹاپ بند کر کے بیڈ سے اٹھنے لگی۔

"اچھا چھوڑیں یہ سب باتیں، چلیں ہم واک کرنے چلتے ہیں"

www.novelsclubb.com

"نہیں۔ تم جاؤ۔ تمہارے خالو کسی کام سے نکلے ہیں، آتے ہی ہوں گے۔ ویسے بھی میرا پاؤں زیادہ چلنے سے دکھنے لگتا ہے۔" انھوں نے ہفتہ بھر قبل پاؤں میں لگنے والی چوٹ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر آپ آرام کریں۔ میں آدھے گھنٹے تک آجاؤں گی انشاءاللہ"

اس نے یہ کہتے ہوئے اپنا سیاہ لانگ کوٹ اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔

-◇◇◇-

کمرہ کافی خوبصورتی سے ترتیب دیا گیا تھا۔ عین درمیان میں ڈبل بیڈ تھا جس کے بائیں جانب زرا فاصلے پر کھڑکی کے ساتھ رائیٹنگ ٹیبل موجود تھی جہاں سے باہر کا منظر باآسانی دیکھا جاسکتا تھا۔ جبکہ بیڈ کی دائیں جانب بیرونی دروازہ تھا۔ سامنے دیوار میں چُنی ہوئی ہلکے سرمئی رنگ کی الماری، جس کے وسط میں لمبا آئینہ، آئینے کے ساتھ کئی مختلف اقسام کے پرفیوم رکھے گئے تھے۔ جو اس کمرے میں رہنے والے کے ذوق و شوق کا پتہ دیتے تھے۔

الماری سے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹا دروازہ تھا جو غالباً بیت الخلا کا تھا۔ کمرے کی چھت کے وسط میں جلتے بلب کی روشنی میں جلیبی جیسے گھنگریالے بالوں والا، ڈھیلی ڈھالی سی رنگ برنگی شرٹ ٹراؤزر میں ملبوس لڑکا کھڑکی کے پاس موجود کرسی پر براجمان کھڑکی کے اس پار دیکھتے ہوئے بائیاں ہاتھ اپنے داڑھی نما خط پر پھیرنے اور دائیں ہاتھ سے اپنے سامنے موجود رائٹنگ ٹیبل پر رکھے نمکو کے لفافے میں سے نمکو نکال کر کھانے میں مگن تھا۔ سڑک کے دونوں اطراف لگی سٹریٹ لائٹ کی روشنی نے باہر کا سارا منظر واضح کر رکھا تھا۔ رائٹنگ ٹیبل کے دوسری جانب دوسرا سفید اور سیاہ چیک والے نائٹ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس شخص ٹیبل پر جھکا کھڑا تھا جو اپنی ہلکی بھوری آنکھوں میں ڈھیر ساری تھکن لئے ہوئے تھا، مختلف کتابیں اور نوٹس سمیٹ کر میز پر ترتیب سے رکھنے کے بعد بوجھل طبیعت کے ساتھ اب اپنے بستر کی طرف بڑھ گیا۔

"اوئے۔ وہ دیکھ!"

جیسے ہی کرسی پر بیٹھے اس گھنگریالے بالوں والے شخص کی نظر باہر سڑک پر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی کسی سوچ میں گم سم، حجاب میں لپٹی لڑکی پر پڑی، اس نے یک دم پُرجوش ہو کر دوسرے شخص کو پکارا جو ابھی ابھی اپنے سب کام نمٹا کر بستر میں گُھسا تھا۔

"کیا ہے یار علی! آرام کرنے دو نا کچھ دیر۔ سر میں بہت درد ہے میرے۔" اس کے انداز میں بے زاری تھی۔

"ارے محد، میری جان سر درد کو گولی مار اور یہ دیکھ، تیرے انتظار کی گھڑیاں ختم! آج پورے چھ۔۔۔ نہیں سات دن بعد آخر وہ نظر آ ہی گئی"

علی نے اپنی انگلیوں کے پوروں پر دن گنتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر اصرار کیا تو آنکھوں پر بازو رکھے بستر پر لیٹے محد نے اسی لمحے بازو آنکھوں سے ہٹا کر اسے دیکھا اور اُٹھ بیٹھا۔

"علی اگر یہ مذاق ہوا تو میرے ہاتھوں بچو گے نہیں تم!" یہ کہتے ہوئے محد تیزی سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف بڑھا تھا۔ کھڑکی سے باہر کا منظر واقعی واضح تھا۔

گاجری رنگ کا سکارف اس کے چہرے کا احاطہ کیئے ہوئے تھا، جو اسٹریٹ لائیٹ کی مدھم روشنی میں بہت بھلا لگ رہا تھا۔ کالے لانگ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دنیا و مافیھا سے بے خبر وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی تھی۔

"ویسے محد۔اس لڑکی میں کیا ایسی بات ہے جو تم اس کے یہاں آنے پہ اتنے پُر جوش ہوئے ہو؟ عجیب پراسرار سی لگتی ہے مجھے تو۔ کہیں کوئی ڈائن تو نہیں؟ کوئی چڑیل؟ جو دنیا سے بے خبر، سوچوں میں گم؛ بالکل اکیلی، رات کے اس پہر، نظریں جھکائے چلتی جاتی ہے۔ایسا لگتا ہے کوئی سامنے آئے گا تو اس پہ اچانک حملہ۔۔۔۔"

آخری جملہ ابھی آدھا علی کے منہ میں ہی تھا کہ محد کو نا جانے کیا سوجھی، وہ اپنی سیاہ لیدر کی ہوڈی جیکٹ اوڑھتا ہوا اچانک باہر کی طرف دوڑ گیا۔

"ارے محد! کہاں جا رہے ہو؟ تمہارے تو سر میں درد تھا ناں۔اوئے!" علی اسے پکارتا رہ گیا مگر محد کہاں سُننے والا تھا!

-◇◇◇-

وہ ہاسٹل کا داخلی دروازہ عبور کر رہا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ موبائل کی اسکرین پر "کنگ کالنگ" کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔ جو دیکھ کر اس کا چہرہ بھی خوشی سے جگمگایا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

"اسلام و علیکم! کیسے مزاج ہیں ابو؟ ماں جی کیسی ہیں؟ اور بھائی؟"

اس نے فون کان سے لگائے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کئی سوال ایک ساتھ ہی کر ڈالے۔

"وعلیکم السلام۔ فہد میاں زرا آرام سے حوصلے سے، سکون سے، باری باری سوالات کرو۔ میرا مطلب ہے سانس تو لو۔ شروع ہی ہو جاتے ہو تم تو"

رضا احمد جو اس وقت اپنے آفس میں موجود تھے، اپنے سامنے پڑی ٹیبل پر سے فائلیں اکھٹی کرتے ہوئے ایک ہاتھ سے فون کان سے لگائے کہہ رہے تھے۔ ان کی بات پر وہ ہنسا تھا۔

"ابو دراصل مجھے توقع نہیں تھی اس وقت آپ کے فون کی اور پھر کئی دنوں سے آپ سے بات بھی نہیں ہو پائی تھی۔ تو بس اسی لئے میں تھوڑا، وہ کیا کہتے ہیں؟ شدتِ جذبات میں کہتا چلا گیا"

وہ اپنے کمرے کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور بیگ کندھے سے اتار کر اپنے بیڈ پر اچھال دیا۔ پھر خود بھی وہیں بیٹھ گیا۔

"اوہ ہاں فہد! تم تو اکیڈمی ہو گے ناں اس وقت، مجھے خیال ہی نہیں رہا"

"میں بس ابھی ابھی اکیڈمی سے واپس ہاسٹل پہنچا ہوں۔ آپ بتائیں سب خیر خیریت ہے؟"

اب وہ اپنے جوتوں کے تسمے کھول رہا تھا۔

"برخوردار! ہم سب یہاں خیریت سے ہیں۔ تم نے رابطہ ہی نہیں کیا ہفتہ ہونے کو ہے۔ اب میں دفتر کے کاموں سے فراغت ملتے ہی تمہاری ماں جان کے حکم پہ تمہیں فون کر رہا ہوں"

"بس ابو آجکل ٹیسٹ سیشن چل رہا ہے تو دن کافی مصروف گزرتا ہے۔ فون کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ لیکن رابطہ نہ کر سکنے کے لئے اس بندۂ ناچیز کی معذرت قبول کیجئے بادشاہ سلامت"

اس نے ان کی شکوے بھری بات پر شرارتاً کہا تھا۔

"دیکھیئے ولی عہد دوم! یہ معذرت شعذرت تو آپ اپنی اماں حضور سے ہی کیجیئے گا۔ یہ بتایئے کہ گھر کب آ رہے ہیں آپ؟" انہوں نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"اس ویک اینڈ پر تو مشکل ہو جائے گا۔اگلے ہفتے انشاءاللہ دو، تین چھٹیاں آ رہی ہیں۔ پھر لگا سکتا ہوں چکر۔ ویسے سب خیر ہے نا؟"

"ہاں ہاں۔ سب ٹھیک ہے۔ کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں کچھ ہلّا گلّا ہونا چاہیئے۔ عمارہ تو اپنے کالج کے ٹرپ کے ساتھ گئی ہوئی ہے اور ہمارے جناب ولی عہد اول صاحب اپنے فائنل ائیر کے امتحانات کی تیاری میں ہمیں بھولے بیٹھے ہیں۔ بس یوں سمجھو کہ بہت مصروف مگر بور سی روٹین ہو گئی ہے سب کی۔ تمہاری امی بھی بہت یاد کرتی ہیں تمہیں"

"جی کہہ تو آپ بالکل ٹھیک رہے ہیں۔ لیکن آپ اگلے ہفتے کی تیاری رکھیں، انشاءاللہ آپ کی بوریت دور کرتے ہیں"

"چلو اچھا ہے۔ بیٹا خوب پڑھو اور خیر خیریت سے گھر آؤ۔ مغرب کا وقت ہو رہا ہے۔ ملاقات ہو گی اگلے ہفتے انشاءاللہ۔

"جی ٹھیک ہے ابو۔ اللہ حافظ"

www.novelsclubb.com

انھوں نے فون بند کر کے فائلیں ایک طرف ترتیب سے رکھیں، گاڑی کی چابی اٹھائی اور مسجد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

-◇◇◇-

"یہ دنیا کبھی کبھی بہت تلخی دکھاتی ہے۔اور زندگی بہت عجیب ہو جاتی ہے۔ سمجھ میں ہی نہیں آتی۔یا شاید میں خود ہی عجیب ہوں۔پتا نہیں میں ایسی کیوں ہوں۔بس مجھے خاموش رہنا اچھا لگتا ہے۔اب ہر کسی سے بے تکلف نہیں ہوا جاتا ناں مجھ سے۔آخر ہر انسان کی اپنی فطرت ہوتی ہے۔سب کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے۔پھر آج وہ صائمہ آنٹی ایسے کیوں کہہ رہی تھیں بھلا۔کہ میں مغرور ہوں۔کیا واقعی میں شکل سے مغرور لگتی ہوں!؟نہیں شاید مزاج سے۔۔۔اف پتہ نہیں!لوگ تو بہت کچھ کہہ دیتے ہیں، بغیر یہ سوچے کہ ان کے الفاظ سے دوسروں پر کیا گزرتی ہے۔خالہ ٹھیک کہتی ہیں کہ نظر انداز کر دینا چاہیئے۔مگر کس قدر مشکل ہے نظر انداز کرنا بھی"

وہ جو زہن کو ہلکا کرنے کی نیت سے چہل قدمی کے لئے نکلی تھی، خود ہی خود سے سوچ کر زہن مزید ہلکان کرتی چلی جا رہی تھی کہ کسی ان چاہے احساس نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔اسے

لگا کہ جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہو۔ ہر قسم کی سوچ یکدم اس کے مصروف ذہن سے فرار ہوئی اور ذہن ماؤف ہونے لگا۔ چلتے چلتے اس کے قدم ایک پل کو رکے اور پھر یکدم تیز ہو گئے۔ قدموں کے تیز ہونے کی دیر تھی کہ ذہن نے دوبارہ اپنا کام شروع کیا اور وہ بے ربط سوچوں میں الجھنے لگی۔

"اللہ! میں تو بالکل اکیلی ہوں۔ کوئی بھی نظر نہیں آ رہا آس پاس اور۔۔۔اور یہ بے دھیانی میں کتنی دور آ گئی ہوں میں" اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو اسی لمحے اسے اپنے خالہ کے گھر کی حدود سے دور نکل آنے کا احساس ہوا تھا۔ وہ بھاگنے کی رفتار سے بڑھتے قدموں کے ساتھ دائیں بائیں متلاشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہائے اللہ! اگر کسی نے مجھے اغوا کر لیا تو؟ کتنا خوفناک ہے یوں اغوا ہونا۔ رات بھی کتنی ہے۔ ہیں بھی سردیاں۔ کوئی میری طرح پاگل تھوڑی ہے جو اس وقت سڑکوں پر نکل آیا ہو اور میری مدد کو آ جائے!" اس نے کوٹ کی جیب سے ہاتھ نکال کر ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے اور اپنے کب کاٹتے ہوئے سوچا۔

"ادھر ہی کسی گھر میں گھُس جاؤں کیا؟ نہیں نہیں۔ واپسی کے لئے مڑ جاتی ہوں۔ لیکن نہیں! پیچھے بھی نہیں مڑنا چاہتی میں۔ اگر واقعی کوئی میرے پیچھے ہوا تو اور اگر اس کے پاس کوئی ہتھیار ہوا تو۔۔۔!؟ اور اس نے فوراً سے مجھے مار دیا تو۔۔۔!؟ نہیں۔ میں اپنی لاش کو اس طرح سڑکوں پر رُلتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ کروں تو کیا کروووں!"

وسوسوں نے اسے مزید ڈرایا۔ اسی بدحواسی کے عالم میں صحیح، غلط، الٹے، سیدھے، ہر طرح کے خیالات اس کے ذہن میں آتے چلے گئے۔ اتنی ڈرپوک تو وہ کبھی نہیں تھی! لیکن شاید تھوڑی بیوقوف ضرور واقع ہوئی تھی۔

"علیشہ!" بے ساختہ اس کے لبوں نے سرگوشی کی۔ دوست کا خیال آتے ہی اس نے کوٹ کی جیب سے موبائل نکالا اور ٹائپ کرنے لگی

"یار!"

"علیشہ کہاں ہو؟"

"کہاں غائب ہو؟"

www.novelsclubb.com

"؟"

"علیشہ؟؟"

ایک ہی لمحے میں بہت سے پیغامات بھیجے جا چکے تھے۔ لیکن پانچ منٹ گزر جانے کے بعد بھی علیشہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

"کتنی پاگل ہوں میں۔ علیشہ نے جواب دے بھی دیا تو فیصل آباد بیٹھ کر وہ میری مدد تھوڑی کر سکے گی" اس کے زہن نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔ وہ دماغ پر زور ڈالنے لگی۔

"خالو۔ ہاں خالو کو فون کرتی ہوں"۔ اب وہ موبائل کی کونٹکٹ لسٹ میں سے خالو کا نمبر نکال رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"لیکن نہیں، خالو تو لیٹ گئے ہوں گے اور بہت پریشان بھی ہو جائیں گے۔۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن میں کیا کروں میں بھی تو پریشان ہوں" اس نے احسان خالو کا نمبر پہ اپنی انگلی رکھ دی۔

"معزز صارف، آپ کا بیلنس اس کال کے لئے ناکافی ہے۔۔۔۔" یہ دلکش آواز اس کے خوف میں دس گناہ اضافہ کر گئی تھی۔ "اُف خدایا!" اس کے منہ سے نکلا تھا۔ اس کی دھڑکن، اس کے قدموں کے مقابلے میں تیز ہونے لگی تھی۔

-◇◇◇-

اسٹریٹ لائٹ کی زرین روشنی میں بحریہ ٹاؤن کے بلاک بی کا یہ گھر جس کے باہر 'ثُبیتہ ہاؤس' کی تختی لگی تھی، باہر سے ہی اپنے جمال کا بھرپور نظارہ پیش کر رہا تھا۔ گھر کے کالے مرکزی دروازے کے اس پار ایک چھوٹی راہداری پورچ میں لے جاتی تھی جبکہ پورچ کے دائیں جانب وسیع لان پر سبز گھاس کا قالین بچھا ہوا تھا۔ جو آسمان پر چمکتے ستاروں کے ساتھ چمک رہا تھا۔ پورچ کے وسط میں ٹف ٹائل سے بنایا گیا راستہ ایک جالی دار دروازے تک لے جاتا تھا جو ایک قدرے لمبی راہداری میں کھلتا تھا اور راہداری کے بعد لاؤنج شروع ہوتا تھا

راہداری کی بائیں دیوار پر تین کینوس ساتھ جوڑ کر سیاہ رنگ پرست رنگی آڑی ترچھی بے شمار لکیریں بڑی مہارت سے پینٹ کی گئی تھیں، لکیروں کے بیچ کہیں کہیں چمکدار ستارے تھے اور

کہیں پانی کے بلبلے۔اس پینٹنگ کی کشش نے اس جگہ کو ایک الگ سی خوبصورتی دے رکھی تھی۔

راہداری ختم ہوتے ہی داہنی رُخ پر کچن تھا جس کا دروازہ لاؤنج میں کُھلتا تھا۔لاؤنج گویا پورے گھر کی عین درمیانی جگہ تھی۔

مسز رضا یعنی طاہرہ بیگم کافی کے مگ ٹرے میں سجائے کچن سے نکل کر لاؤنج میں آرہی تھیں کہ سامنے سے اپنے گھنگریالے بال لہراتے علی کو انہی کی جانب آتا دیکھ کر رک گئیں۔

"ارے علی اچھا کیا یہیں آگئے۔میں تم لوگوں کے پاس ہی آرہی تھی۔" یہ کہہ کر انھوں نے ٹرے وہیں لاؤنج کے درمیان میں پڑے چکور میز پر رکھ دی جس کے چاروں اطراف صوفے ترتیب سے رکھے گئے تھے۔صوفوں کے بعد خوبصورت سیڑھیاں تھیں،جو گول گھومتی ہوئی اوپر کی منزل کو جاتی تھیں۔سیڑھیوں سے آگے زرا فاصلے پر محد کا کمرہ تھا،اس کمرے کے ساتھ ایک اور کمرہ تھا جو یقیناً گھر کے سربراہ رضا احمد کا تھا۔گول گھومتی ہوئی سیڑھیوں کے نیچے بیسمنٹ کی سیڑھیاں تھیں۔

اگر راہداری کی سیدھ میں کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو سامنے صوفے، صوفوں کے بائیں جانب سیڑھیاں، دائیں جانب کچن اور عین سامنے کی دیوار پر ٹی وی سیٹ کیا گیا تھا۔

"نہیں پھوپھو نہیں۔ میں تو واپس پنڈی جا رہا ہوں۔ میں اب مزید یہاں ایک منٹ نہیں رک سکتا۔ آپ کو معلوم ہے؟ میں نے ابھی ابھی ایک خوبرو جوان کو ایک اجنبی دوشیزہ کے پیچھے گھر سے فرار ہوتے دیکھا ہے۔ میں اب اس کو اسی دوشیزہ کے لئے خوار ہوتے نہیں دیکھ سکتا"

علی نے اپنے انداز کو زبردستی جذباتی بناتے ہوئے کہا اور کافی کا مگ اٹھا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی بات نے مسز رضا یعنی طاہرہ رضا احمد کے چہرے کے تاثرات بھی بدل دیئے تھے۔

"ہائیں! کیا بول رہے ہو؟ کس کی بات کر رہے ہو علی؟" وہ ناسمجھی کے عالم میں پوچھنے لگیں۔

"پھوپھو میں آپ کے جگر کے ٹوٹے مسٹر محمد رضا کی بات کر رہا ہوں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک لڑکی کے پیچھے گئے ہیں موصوف"

"تم کیوں اس قسم کے مذاق کرتے رہتے ہو؟ سیدھی طرح بات کیوں نہیں بتا دیتے؟" انہوں نے منہ بنایا۔

"السلام و علیکم ! کیا باتیں ہو رہی ہیں جناب ؟"

ان دونوں کی گفتگو جاری تھی کہ رضا احمد ہاتھ میں ایک چھوٹا دفتری بیگ تھامے لاؤنج کی جانب چلے آئے"

"وعلیکم السلام پھوپھا جان۔ آئیں آئیں، بیٹھیں۔ آپ ہی کا انتظار تھا۔ ویسے آج تو آپ نے بہت دیر نہیں کر دی؟" علی نے کلائی پر باندھی گھڑی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں یار بس آفس سے فارغ ہو کر مغرب پڑھ کے گھر ہی آ رہا تھا کہ وہ میرے دوست ہیں نا کمال صاحب، وہ مل گئے۔ زبردستی اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ کھانا وہیں کھانا پڑا پھر"

ان کی اس بات پر علی نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے طاہرہ رضا کی طرف اشارہ کیا جیسے کسی خطرے سے انہیں باخبر کر رہا ہو۔

"فکر نہ کرو، تمہاری پھوپھو سے اجازت لے لی تھی میں نے فون کر کے" وہ علی کی آنکھوں کا اشارہ سمجھ کر مسکراتے ہوئے بولے اور وہیں ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئے۔

"توبہ ہے آپ لوگوں سے تو۔مجھے ہٹلر ہی سمجھ لیا ہے،اب ایسی تو سختی نہیں کرتی میں" وہ بات سمجھ آجانے پر کہہ اٹھیں علی ہنسنے لگا۔

"ارے یہ محد نظر نہیں آرہا؟سو تو نہیں گیا؟"

انھوں نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی انہیں کچھ بتاتا،دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ محد گھر میں داخل ہوا تھا۔

-◇◇◇-

"ہو سکتا ہے میرا وہم ہو۔ہاں وہم ہی ہو گا۔بھلا یہاں کوئی اغوا کیوں کرے گا۔اور اغوا کر بھی کیسے سکتا ہے،سیکورٹی تو ہوتی ہے ناہر ٹاؤن میں۔اگر کچھ غلط ہوا بھی تو میں شور مچادوں گی۔اف میں بھی کتنی پاگل ہوں۔"

بلا آخر بے شمار منفی سوچوں اور وسوسوں کے بعد اس کے ذہن نے کچھ مثبت سوچنے کی جسارت کی تھی۔

"زونیشہ یہ صرف تمہارا وہم ہے۔بس اب واپس پلٹو!"

اس نے خود کلامی کی اور بلا آخر ہمت کر کے آہستہ سے پلٹی۔اس کے پیچھے دور دور تک کوئی نہیں تھا۔اس کی جان میں جان آئی تو جتنی دعائیں یاد تھیں،سب اس کے لبوں تک آنے لگیں۔اور وہ واپسی کے رستے پر تیز رفتاری سے چل دی۔واپسی کے پورے راستے وہاں کوئی نہیں تھا مگر وہ عجیب سا احساس اسے مسلسل اپنے حصار میں لئے ہوئے تھا۔

-◇◇◇-

رضا احمد بحریہ ٹاؤن اسلام آباد میں رہنے والے کامیاب بزنس مین تھے۔بڑا تئیس سالہ بیٹا محدبی ڈی ایس کے آخری سال میں تھا۔ہلکی بھوری آنکھوں والا بظاہر سنجیدہ، قابل، بے حد نفیس اور فرمانبردار، جسے پیار سے رضا احمد ولی عہد اول کہا کرتے تھے۔اس کے بعد بیٹی اکیس سالہ عمارہ جس کی آنکھیں بالکل محد جیسی تھیں مگر فطرت محد سے خاصی الگ تھی، بے حد شرارتی، پڑھائی سے ہمیشہ دور بھاگنے والی لیکن بلا کی ذہین، آرٹس کے شعبے میں گریجویشن کے دوسرے

سال میں تھی۔ جبکہ انیس سالہ ادبی کتابوں کا شوقین، رضا احمد کا ولی عہد دوم فہد جس کی اپنی الگ ہی شخصیت تھی، ایف ایس سی کا طالب علم تھا۔

علی، ہنس مکھ اور زندہ دل! طاہرہ رضا کے راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے اکلوتے مرحوم بھائی کا بیٹا تھا۔ جو عمر میں محد سے ایک ڈیڑھ سال بڑا تھا، ایم بی اے مکمل کر لینے کے بعد اب اپنا ذاتی بزنس شروع کرنا چاہتا تھا۔ اسی سلسلے میں اس نے ایک ماہ قبل اپنے پھوپھا رضا احمد سے مدد لینا چاہی تو انھوں نے اسے اپنے پاس ہی بلا لیا تھا۔

محد سیاہ ہوڈی میں اپنا سر چھپائے گھر میں داخل ہوا

"بیٹا خیریت؟ اس وقت کہاں گئے تھے" صوفے پر براجمان کافی پیتے ہوئے رضا احمد نے اسے اس حلیے میں دیکھ کر پوچھا۔

"ویسے ہی بس چہل قدمی کے لئے نکل گیا تھا ابو۔ طبعیت بوجھل سی تھی اور دل نہیں لگ رہا تھا تو۔۔۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ہڈ میں سے سر نکالتے ہوئے بات بنائی۔

اس زندہ دل آدمی کی صحبت میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا تمہارا؟ یہ تو سب کا دل لگا کے رکھتا ہے"

رضا احمد نے علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ارے! تعریف کا شکریہ پھوپھا جان۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس کو میری قدر نہیں۔ پتہ نہیں کس دنیا میں رہتا ہے آج کل" علی نے کن اکھیوں سے محد کو دیکھا۔

"ابو اس کو نظر انداز کریں آپ۔ یہ تو ایسے ہی الٹے سیدھے مذاق کرتا رہتا ہے" محد نے یہ کہتے ہوئے علی کو آنکھیں دکھائیں۔ یہ راز کو راز رکھے رکھنے کا اشارہ تھا۔

"دیکھ لیا پھوپھا آپ نے۔ اس کو واقعی میری قدر نہیں۔ جب چلا جاؤں گا نا، پھر یاد آیا کرے گی بلکہ ستایا کرے گی!" علی بھی کہاں باز آنے والا تھا۔

"ماں میں سونے جا رہا ہوں۔" محد نے علی کو مکمل طور پر نظر انداز کیا تھا۔

"کافی تو پی لو بیٹا"

"نہیں ماں! آج موڈ نہیں ہے" محد تھکے تھکے انداز میں کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"عجیب لڑکا ہے!" مسز رضا اس کو کمرے کی طرف جاتا دیکھ کر سوچنے لگیں۔

"اوہ ہاں، طاہرہ تمہارے لاڈلے کو فون کیا تھا آج میں نے۔ اگلے ہفتے آنے کا کہہ رہا تھا"

"واقعی؟ چلیں اچھا ہو گیا یہ تو۔ عمارہ بھی کل آ جائے گی۔ خوب رونق لگے گی۔ اللہ خیر رکھے۔

"اچھا پھوپھو میں بھی سونے جا رہا ہوں"

علی محد کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ دو قدم چلا، پھر رکا اور پلٹ گیا "اور، شکریہ پھوپھو، کافی بہت مزیدار تھی ہمیشہ کی طرح" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

-◇◇◇-

وہ بغیر کسی آہٹ کے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی کوشش تھی کہ دروازے کی آہٹ سے خالہ کی نیند خراب نہ ہو۔ گھر کی ایک چابی تو پہلے دن سے خالہ اسے دے چکی تھیں۔ پورچ عبور کر کے جیسے ہی اس نے اندرونی دروازہ کھولا، ٹھٹک کر رک گئی۔ سامنے خالہ کھڑی تھیں۔

"اف خالہ! آپ نے تو ڈرا ہی دیا۔ آپ سوئی کیوں نہیں ابھی تک؟"

"تم کہاں رہ گئی تھی زونی؟ میں پریشان ہو گئی تھی۔ اتنی دیر کہاں لگا دی"

"خالہ۔۔۔ میں آج بے دھیانی میں زیادہ آگے نکل گئی تھی واک کرتے کرتے۔ اس لئے دیر ہو گئی"

اس نے اپنی چند لمحوں پہلے والی ذہنی کیفیت کو بہتر کرتے ہوئے مناسب الفاظ میں جواب دیا۔ وہ انہیں یہ بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ سارے راستے کیا محسوس کرتی رہی ہے۔

خالہ کے گھر کا اندرونی دروازہ کھلتے ہی کشادہ لاؤنج تھا جہاں بائیں طرف صوفے اور دائیں طرف ڈائننگ ٹیبل تھا، جس کے سامنے ہی جدید طرز کا باورچی خانہ تھا جسے اوپن کچن کہا جاتا ہے۔ سامنے ہی ساتھ ساتھ گولائی میں تین کمرے تھے۔ اس نے وہاں صوفے پر اپنا کوٹ گرایا اور حجاب کھول کر اب جوتے اتارنے لگی۔

"زیادہ دور مت جایا کرو میرا بچہ۔ مجھے فکر رہتی ہے تمہاری"

"سوری خالہ۔آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔آپ کا پاؤں کیسا ہے؟"وہ خالہ کو اپنے لئے پریشان دیکھ کر واقعی شرمندہ ہوئی تھی۔

"میرا پاؤں ٹھیک ہے، تم فکر مند مت ہوا کرو"آمنہ خالہ نے خوشدلی سے کہا

"چلیں گُڈ،ماشااللہ۔اور خالو سو گئے"

"ہاں بھئی وہ تو کتابیں پڑھتے پڑھتے کب کے سو چکے"

ان کی بات پہ وہ مسکرائی تھی۔

"خالو کو یہ بُک ریڈنگ کا شوق کب سے ہے خالہ؟"

"معلوم نہیں۔جب سے میں نے ان کو جانا ہے، ہمیشہ کتابوں میں ہی ملے ہیں مجھے تو"خالہ نے بے ساختہ کیا تھا۔

"ہاہاہا،واقعی؟وہ کھلکھلائی۔خالہ کی باتیں اس کو مسکرانے پر مجبور کر دیا کرتی تھیں۔اور یہ بات اسے بہت اچھی لگتی تھی۔

"اچھا خالہ اب آپ سو جائیں۔ میں بھی اپنے کمرے میں جا رہی ہوں"

"ہاں ٹھیک ہے۔ وقت پہ سو جانا۔ تم بھی کتابیں ہی مت پڑھتی رہنا اپنے خالو کی طرح۔"

"جی خالہ۔ شب بخیر" اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

خالہ کے کمرے میں چلے جانے کے بعد وہ اٹھی۔ اپنے کوٹ کو اسٹینڈ ہر لٹکایا۔ اور کچن میں گھس گئی۔ اس کو سر میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہو رہا تھا۔ جس کو دور کرنے کے لئے چائے سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی دوا نہ تھی۔ پتہ نہیں یہ درد سردی کی وجہ سے تھا یا اس کے ان چاہے انجانے خوف کی وجہ سے۔ چائے بنا کر اپنے کمرے میں آئی تو ہیٹر کی تپش سے گرم ہوا کمرہ اس کی ساری سردی دور کر گیا۔

"خالہ!" اس کے لب ایک بار پھر مسکرائے تھے۔

خالہ اس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ بیٹیوں سے بڑھ کر انہوں نے اسے پیار دیا تھا۔ شاید یہ ہی وجہ تھی کہ جب بھی اسے وقت ملتا، اسلام آباد چلی آتی تھی۔ اب بھی آخری سال کے امتحانات

www.novelsclubb.com

کے فوراً بعد خالہ کی طبیعت کی خرابی کے باعث وہ ان کے پاس چلی آئی تھی حالانکہ ابھی اسکی انٹرن شپ باقی تھی۔

اس نے چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور خود بیڈ پر تکیہ ٹکا کر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ سائیڈ ٹیبل کے دراز میں موجود ڈائری کا خیال آیا تو اس نے دراز کھولی، ایک سرخ ڈائری نکالی اور اس کے ورق پلٹنے لگی۔ اگلے ہی لمحے ڈائری کا وہ صفحہ ہمیشہ کی طرح اس کے سامنے تھا جس پر ایک پرانا کاغذ چسپاں تھا کاغذ پر بنے اسکیچ کی سیاہی اب خاصی مدھم ہو چکی تھی۔ اسکیچ میں طویل ویران سڑک کے عین درمیاں ایک سکول کی عمارت کے پاس ایک لڑکی سیاہ پھول تھامے کھڑی تھی۔ اسی کاغذ کے کنارے پر انگریزی میں کسی کا نام لکھا تھا جو آدھا مٹ کر فقط 'زر' رہ گیا تھا

www.novelsclubb.com

اسے دیکھ کر اس نے ایک آہ بھری تھی۔ پھر ڈائری وہیں سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر چائے کا کپ اٹھا لیا اور کپ سے نکلتی بھاپ کو اپنے چہرے پر محسوس کرنے لگی۔ ابھی وہ چائے کا گھونٹ لینے ہی والی تھی کہ فون بجنے لگا۔

"علیشہ کالنگ"

وہ تو جیسے اسی انتظار میں تھی۔اس نے کپ واپس سائیڈ ٹیبل پر رکھا،تکیے کی ٹیک چھوڑ کر جھٹ سے فون اٹھایااور پھٹ پڑی۔

"تو آگیا محترمہ کو ہمارا خیال،ہیں!!جب ضرورت ہوتی ہے تمہاری تب تم اللہ جانے کہاں غائب ہو جاتی ہو"

"اسلام و علیکم مِس زونی"

"اوہ!و علیکم السلام،ہاں اب دو جواب مجھے،کہاں تھی تم؟"

"تم اُوورری ایکٹ کرو،ضرور کرو۔لیکن رسمی سلام دعا کے بعد میری جان!اگلے بندے کو حملہ کرنے سے پہلے ذہنی طور پہ تیار تو ہونے دیا کرو نا یار۔میں زرا مصروف تھی جب تمہارے میسجز آئے۔تم کال کر لیتیں اگر کوئی ایمرجنسی تھی تو۔"

"یار اس وقت خیال نہیں آیا کہ تمہیں کال کروں۔اور ویسے میرے پاس کریڈٹ بھی نہیں تھا اور اس ردِ عمل کے لئے معذرت"

"واہ! کیا بات ہے آپ کی! دماغ ضرورت کے وقت آپ کا کام نہیں کرتا اور برہم آپ مجھ معصوم پہ ہو رہی ہیں؟ کتنی غلط بات ہے یہ زونی"

علیشہ نے اسے تنگ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

"دیکھو ایسی کوئی بات نہیں ہے اچھا۔ دماغ نے کام کیا تھا تبھی تو فوراً تمہیں میسیج کیا میں نے"

پوری دنیا میں علیشہ ان چند لوگوں میں سے ایک تھی جن کے ساتھ وہ ہر طرح کی بات بلا جھجک کر لیا کرتی تھی۔ جن پر وہ اپنا حق جتانا چاہتی تھی۔ جنہیں وہ عزیز تر سمجھتی تھی۔

"اچھا جی۔ خیر یہ بتاؤ ہوا کیا تھا؟"

"اوہ ہاں، تمہیں میں نے بتایا تھا نا کہ میں اکثر شام کے وقت یا رات میں واک کے لئے نکل جاتی ہوں۔ سڑکیں خالی ہوتی ہیں، مجھے اچھا لگتا ہے اس طرح اکیلے ٹہلنا۔ کیوں کہ یہاں دن تو کام کاج میں گزر جاتا ہے۔ لیکن مغرب کے بعد کافی بوریت ہوتی ہے۔"

"یہ سب میں جانتی ہوں زونی صاحبہ کہ آپ اپنی بوریت بھگانے کے بہانے ستاروں سے باتیں کرنے بلکہ سچ کہوں تو سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے گھر سے فرار ہو جاتی ہیں۔۔۔اب کام کی بات کرو!"علیشہ سے صبر نہ ہوا۔

"بتا رہی ہوں نا، کیا جلدی ہے۔۔۔تو ہوا یہ کہ پچھلے ہفتے خالہ گر گئیں تھیں۔ان کے پاؤں میں موچ آگئی۔تو میں بھی واک کرنے نہیں گئی۔بلکہ گھر سے نکلی ہی نہیں۔انھیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی ناں۔آج تقریباً ایک ہفتے بعد میں واک کے لئے نکلی اور جب میں واک کر رہی تھی تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میرا پیچھا کر رہا ہو۔اس وقت میں حیرت انگیز طور پر کافی ڈر گئی تھی"

"ہاہاہا واقعی!؟دوسروں کو ڈرانے والی ایک چڑیل خود ڈر گئی وہ بھی اتنی زرا سی بات پہ؟مجھے یقین نہیں آتا"علیشہ ہنسی تھی۔

"ہنسو مت علیشہ، میں واقعی بہت پریشان ہو گئی تھی۔مجھے لگا کہ کوئی مجھے اغوا کر لے گا"

"تو کیا وہاں کوئی تھا؟"زونیشہ کی بات سن کر علیشہ نے سنجیدہ ہونا مناسب سمجھا۔

"معلوم نہیں۔وہاں مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا۔لیکن گھر آنے تک میں یہی محسوس کرتی رہی کہ میرے پیچھے کوئی ہے"

وہ ہر چند لمحوں بعد چائے کا ایک گھونٹ بھرتی۔

"یار اکون پاگل تمہیں اغوا کرے گا۔اور ویسے یہ تمہیں پیچھا کیے جانے یا اغوا ہونے کا اتنا خوف کیوں رہتا ہے زونی؟ مجھے یاد ہے بچپن میں ایک بار ٹروتھ اینڈ ڈیئر کھیلتے ہوئے تم سے جب ہم نے تمہارا سب سے بڑا خوف پوچھا تھا تو تم نے یہ ہی بتایا تھا۔میں حیران ہوں کہ تم اچھی خاصی بہادر ہو کر بھی اس بات سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو جاتی ہو۔کیا زر۔۔۔"وہ کہتے کہتے رُکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پتہ نہیں یار۔مجھے نہیں معلوم، یہ ہمارا اس وقت کا ٹاپِک (موضوع) نہیں ہے۔مجھے بتاؤ اگر واقعی کوئی میرا پیچھا کر رہا ہو تو!؟"

"بالکل پاگل ہو تم۔تم نے خود ہی کہا کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔تمہیں وہم ہوا تھا،بس اتنی سی بات ہے"

"ہمم۔شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔میرا وہم ہی ہو گا"

زونیشہ نے اپنی ہر سوچ کو مسترد کر کے کہا۔

"زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے اب۔وقت دیکھو، بارہ بج رہے ہیں، وہ بھی سردیوں کی رات کے۔سو جاؤ"

"ہاں سونے لگی ہوں۔پھر بات ہو گی انشاءاللہ"

"اوکے اپنا خیال رکھنا۔اللہ حافظ"

فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ کہ وہ کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی۔ٹھنڈی ہوتی چائے کے چند گھونٹ بھرے اور لیٹ گئی۔سر درد سے آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔چائے کبھی اس کی نیند کے لئے رکاوٹ نہیں رہی تھی سو چند لمحوں بعد ہی وہ نیند کی وادیوں میں کھو چکی تھی۔

◇◇◇-

"تم اگر چند سیکنڈ مزید لیٹ ہو جاتے تو آج پھوپھا کو میں سب کچھ بتا چکا ہوتا۔" علی بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا کہہ رہا تھا۔

"تم سے اور کوئی امید ہے بھی نہیں مجھے"

محد کا موڈ شدید خراب تھا۔ وجہ شاید وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"چلو یہ تو اچھی بات ہے کہ میں تمہاری امید پر پورا اترا۔ یہ بتاؤ کہ، ملے اس سے؟ کوئی گپ شپ ہوئی تھوڑی بہت؟"

"نہیں یار"

"کیا مطلب ہے اس نہیں کا؟" علی نے محد کی بات پر اپنا تکیے پر رکھا سر اٹھایا۔

"میں اس سے ملنے تھوڑی گیا تھا، پاگل ہو کیا" وہ چڑ سا گیا۔

"تو پھر کرنے کیا گئے تھے؟ تم اتنے جذباتی ہو کر گھر سے نکلے تھے، مجھے لگا آج تو نام وغیرہ پتا چل ہی گیا ہو گا"

"یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں کہ کیا کرنے گیا تھا"

"چالو جی! یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ یار تم بہت عجیب ہوتے جا رہے ہے سچ میں"

"عجیب ہونے کی بات نہیں ہے۔ مجھے مناسب نہیں لگا ایسے راہ چلتے اس سے بات کرنا۔ اور میں بات کرنے کی نیت سے نہیں گیا تھا۔ بس معلوم نہیں، بلاوجہ ہی اس کے پیچھے چل پڑا۔ اور ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے، میں نے اسے بس دو ماہ پہلے اپنے ٹاؤن میں دیکھا ہے۔ پتا نہیں کہاں سے آئی ہے، کون ہے، کیسے مزاج کی ہے۔ مجھے لگتا ہے میں اس سے بات کرنا چاہوں گا تو وہ برا مان سکتی ہے اور پتہ نہیں وہ مجھے کیا سمجھے کہ میں کوئی آوارہ سا لڑکا اس کا پیچھا کر رہا ہوں، یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔ آئی مین، میں نہیں چاہتا میری وجہ سے اسے یا کسی بھی لڑکی کو کوئی نقصان ہو یا کوئی تکلیف پہنچے" محد نے اپنی کیفیت سے علی کو تفصیلاً آگاہ کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ بات کو مزید الجھا گیا تھا۔

"اووو۔ واہ بھئی، بڑا خیال ہے اپنی یکطرفہ محبت کا۔ وہ کیا کہتے ہیں؟

دیکھنا بھی تو انھیں دوور سے دیکھا کرنا

کہ شیوہِ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہے، حسرت

ان سے مل کر بھی نہ اظہارِ تمنّا کرنا"

علی نے کسی شاعر کی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر حسرت موہانی کے اشعار کہے۔اور محد جو اس سستے مشاعرے کیلئے بالکل تیار نہیں تھا، حیرت سے اسے تکنے لگا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ کیا تھا جناب علی احمد زمان؟"

"ہاہاہاہا۔یہ اس تقریر کا خلاصہ تھا جو ابھی آپ نے مجھے سنائی ہے جنابِ من!"

"تُم۔۔۔تُم کبھی سنجیدہ نہیں ہو سکتے یار۔میں تمہیں بتا اس لئے رہا ہوں کہ شاید کوئی حل نکلے میری مشکل کا اور تمہیں شاعری سوجھ رہی ہے۔اور میں یہ واضح کر دوں کہ یہ عشق وشق کا چکر بالکل نہیں ہے۔مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہے ایسا جو مجھے اس کی طرف کھینچتا ہے۔میں خود بھی نہیں جانتا۔اور شاید یہی جاننے کے لئے میں اسے دیکھتے ہی اس کے پیچھے نکل گیا"

محد کچھ سوچتے ہوئے غیر ضروری وضاحت دینے لگا تھا۔

"ہاہاہاہا۔ تمہیں چِڑانے کا بھی اپنا ہی مزا ہے۔" علی محد کی حالت سے خوب لطف اٹھا رہا تھا کہ دروازہ جو شاید علی سے آدھا کھلا رہ گیا تھا، پورا کھل گیا۔

"کس لڑکی کی بات ہو رہی ہے؟"

علی جو اوندھا لیٹا تھا، اٹھ کر بیٹھ گیا

"آیئے پھوپھو، آپ ہی کی بات ہو رہی تھی۔ آپ کے علاوہ بھلا کوئی اور لڑکی ہے اس وقت ہمارے گھر؟"

علی نے فٹ سے جواب دیا۔ جبکہ محد کا چہرہ ان کو کمرے میں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے فق ہو گیا تھا۔

"مجھے مسکے لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے علی، میں تم لوگوں کی شاعرانہ گفتگو سن چکی ہوں۔ اب سیدھی طرح پوری بات مجھے بتاؤ شاباش" ان کا لہجہ اچھا خاصا سنجیدہ تھا۔

محد شرمندگی سے نیچے منہ کیے اپنا سر کھجانے لگا۔اس کی حرکت اس کی تربیت اور فطرت کے بالکل برعکس تھی اور یقیناً کسی کو توقع نہیں تھی کہ وہ ایسا کچھ کر سکتا ہے۔یہ بات وہ خود بھی بخوبی جانتا تھا سو اب زبردست قسم کی ڈانٹ کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہا تھا۔

"پھوپھو اگر آپ ساری بات سن ہی چکی ہیں تو یہ رہا آپ کے جگر کا ٹوٹا، کریں اس کی چھترول" علی نے جھک کر فرش سے اپنا جوتا اٹھا کر ان کی جانب بڑھایا جسے انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ محد نے اس کے ایسے دامن چھڑانے کے سے انداز پر اسے کن اکھیوں سے گھورا تھا۔

"ہاں بھئی جگر کے ٹوٹے! بتایئے میں آپ کی کیا خدمت کروں اس سلسلے میں۔آپ یہاں عشق لڑا رہے ہیں اور ماں کو خبر نہیں" انھوں نے لفظ "خدمت" پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا

"نہیں ماں۔ایسی بات نہیں ہے۔وہ تو بس۔۔۔آپ کو پتا تو ہے اس کا۔ہر وقت الٹی سیدھی باتیں سوجھتی رہتی ہیں، ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ سمجھ رہی ہیں" محد نے بات بدلنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"ہاں بھئی۔یہ جرم بھی آپ ہمارے کھاتے میں ڈال دیں" علی نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا کہ اب راز کھل گیا ہے تو واضح کر بھی دو ساری بات۔

"دیکھو محد! تم کچھ دیر پہلے ایک لڑکی کا پیچھا کرنے گئے،اور پھر ہم سے جھوٹ بولا کہ واک کر کے آرہے ہو۔کیا یہ صحیح ہے؟"

"سوری ماں" محد سمجھ گیا کہ یہاں اس کے جھوٹ کی دال گلنے نہ پائے گی۔وہ شرمندہ ہوا

"تمہاری معافی تب تک قابلِ قبول نہیں ہے،جب تک تم مجھے پوری بات سچ سچ نہیں بتا دیتے کہ وہ لڑکی کون ہے،کیا ہے اور اس کا ذکر یہاں اس وقت کیوں ہو رہا ہے!؟" وہ اتنی آسانی سے ماننے والی نہیں تھیں

"یہ ہی تو معلوم کرنا ہے ماں جان۔میں نے اسے دو ماہ پہلے دیکھا تھا،اس وقت اس کے ساتھ کوئی خاتون بھی تھیں۔اس کے بعد وہ اکثر آتی ہے رات کے سات،آٹھ،نو بجے لگ بھگ۔ کبھی وہ خاتون ساتھ ہوتی ہیں۔ کبھی اکیلی ہی آتی ہے۔میں یہاں کھڑکی سے دیکھا کرتا ہوں۔لیکن تقریباً ایک ہفتے سے وہ نہیں آئی تھی۔اور مجھے شاید عادت ہو گئی تھی اس کو یہاں دیکھنے کی کہ

www.novelsclubb.com

اس کے نہ آنے کی وجہ سے عجیب سی کمی محسوس ہوتی رہی اور جیسے ہی آج وہ نظر آئی تو میں اس کے پیچھے چل نکلا۔ مگر میرا یقین کریں کسی غلط ارادے سے نہیں گیا تھا ماں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اور پھر آدھے راستے سے ہی واپس لوٹ آیا تھا"

محد نے شریفوں کی طرح پوری روداد ان کے گوش گزار دی کہ کچھ چھپانے کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"اچھا! اگر پہلے کبھی نہیں دیکھا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ یہاں مہمان ہے، یا ٹاؤن میں نئے آئے ہیں۔ یعنی کسی اور جگہ سے تعلق ہے ان لوگوں کا"

انھوں نے پوری بات سننے کے بعد اپنا اندازہ لگایا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں، میں یہ سب ایسے نہیں چاہتا تھا۔ وہ مجھے کافی دن بعد نظر آئی تو مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ آئی ایم سوری ماں"

"پھوپھو مجھے تو وہ لڑکی لگتی ہی نہیں۔ لگتا ہے لڑکی کے روپ میں کوئی ڈائن۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"بکواس مت کرو علی" علی نے ابھی ڈرانے کے لئے ہاتھوں کو محد کے چہرے کے سامنے کیا ہی تھا کہ محد نے اس کے ہاتھ پر چپت لگائی۔

"محد تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے کتنی غلط حرکت کی ہے؟"انہوں نے محد کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ محد شرمندہ سا ہونے لگا

"پھوپھو ٹھیک کہہ رہی ہیں محد۔ تم سوچو اگر اس لڑکی کو زرا سا بھی پتا چلتا کہ کوئی اس کے تعاقب میں ہے تو یہ کتنا غیر محفوظ احساس ہو گا اس کے لئے "علی ان کی بات پر یک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"مجھے اندازہ ہے۔اسی لئے تو شرمندہ ہوں۔اب آپ دونوں مجھے مزید میری نظروں میں مت گرائیں۔"

"اچھا خیر، یہ بتاؤ کہ تم سنجیدہ ہو اس لڑکی کے لئے۔میرا مطلب ہے کہ اس کو جاننے کے لئے؟"

انھوں نے اب کی بار قدرے نرمی سے یہ سوال کیا تو محد نے حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ماں آپ۔۔۔آپ ناراض نہیں ہیں؟"

"ماں اپنے بچوں سے ناراض نہیں ہوتی محد۔مجھے افسوس ضرور ہے تمہاری حرکت پر لیکن اب جب تم نے صاف صاف سب کچھ مجھے بتادیا ہے تو میں امید کرتی ہوں کہ آئندہ کبھی ایسا کچھ نہ ہو۔تم کوئی چھوٹے بچے تو نہیں ہو کہ سمجھ نہ سکو۔ صحیح غلط کا خیال تمہیں رکھنا چاہئیے"

"ہائے۔ایسی عظیم ماں مولا سب کو دے۔"علی ماں بیٹے کی گفتگو میں مداخلت کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"ارے!ماں سے یاد آیا، علی تم نے ثمینہ بھابھی سے رابطہ کیا یا نہیں؟"، انہوں نے اپنا رُخ علی کی جانب کر کے پوچھا۔

"پھوپھو میں ان سے بات نہیں کرنا چاہتا، آپ کو پتا تو ہے ان کے مزاج کا۔پتا نہیں وہ کیوں آپ سب سے اتنی بدگمان رہتی ہیں۔یقین کریں میں جب سے یہاں آیا ہوں وہ مجھ سے ناراض ہیں۔بھائی سے ہوتی رہتی ہے میری بات، انہی سے امی کی خیریت معلوم ہو جاتی ہے اور یہی کافی ہے۔آپ پریشان نہ ہوا کریں"

www.novelsclubb.com

"ہمم۔۔۔لیکن وہ ماں ہیں تمہاری۔ایسا مت سوچا کرو ان کے بارے میں اور ان سے رابطے میں رہا کرو تم۔خیر ابھی ہر طرح کے موضوع کو بند کرو اور سونے کی تیاری کرو، صبح پھر اٹھتے نہیں ہو تم لوگ۔اس لڑکی کے بارے میں بھی کل بات کریں گے"

"جی ٹھیک ہے ماں۔شب بخیر"

"اور علی، صبح تم لازمی وقت پر اٹھ جانا۔روز آفس کے لئے دیر کر دیتے ہو، سنجیدہ ہو جاؤ۔ تمہیں واپس جا کر خود اپنا کاروبار سنبھالنا ہے، یاد ہے نا؟" وہ کمرے سے نکلتے ہوئے علی کو تاکید کرنا نہ بھولیں۔

"آہ کاروبار! مجھے تو اپنا وِنٹیج سٹور یا کوئی عجائب گھر بنانے کا شوق ہے جہاں میں دنیا بھر سے قدیم چیزیں، نوادرات لا کر سجاؤں۔یہ تجارت کا کاروبار تو آپ لوگوں کے کہنے پر کرنے کے لئے تیار ہوا ہوں میں"

"اتنے مہنگے شوق پالو گے تو یہی ہو گا۔چپ کر کے یہاں اپنے پھوپھا سے سیکھو کام کرنا۔ایک بار سیٹل ہو جاؤ، پھر بناتے رہنا اپنا عجائب گھر" انہوں نے اسے جھڑک کر کہا۔

علی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور کسی فوجی سپاہی کی طرح سلیوٹ کرتے ہوئے "یس سر" کا اشارہ دے کر لیٹ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اگر اس نے اپنے اس مہنگے شوق کے بارے مزید بات کی تو اسے سب کی ڈانٹ سننی پڑے گی۔

نیند محد کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ سیدھا لیٹا اپنے ماتھے پر بازو رکھے چھت کو گھورنے لگا۔ کچھ لمحے یونہی گزر جانے کے بعد اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا کہ نیند کے انتظار میں لیٹے لیٹے یہ وقت کاٹنا اسے مشکل لگ رہا تھا۔ پھر ایک تحریر اس کے نظروں سے گزری جس نے اسے بے چین کر دیا۔

-

گیارہ سال قبل۔

23 جون 2006ء، فیصل آباد۔

www.novelsclubb.com

"اسلام و علیکم" دونوں بہنوں نے گھر پہنچتے ہی بیک وقت سلام کیا تھا

فیصل آباد سعید کالونی کے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے پروفیسر عبداللہ گورنمنٹ کالج میں اسلامیات کے لیکچرار تھے۔ بارعب شخصیت کے ساتھ چہرے پر نورانیت ان کے وقار میں اضافہ کرتی تھی۔ ہر فرد ان کی دل سے عزت کیا کرتا تھا۔ ہر شاگرد کے وہ دل عزیز تھے۔ اللہ نے بیوی بھی خوب سعادت مند عطا کی تھی۔ ان کا بڑا بیٹا زبیر اس وقت بی اے کا طالبعلم تھا۔ اس سے دو سال چھوٹی زنیرہ عرف زری کو انہوں نے اسی سال بہت شوق سے ایف اے میں داخلہ دلوایا تھا اور اس سے پانچ سال چھوٹی زونیشہ چھٹی جماعت میں تھی۔ سب سے چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ زونیرہ سے عمر کے زیادہ وقفے کی وجہ سے وہ بہت لاڈلی بھی تھی۔ زنیرہ کا کالج اور زونیشہ کا سکول بالکل ساتھ ساتھ واقع تھے سو دونوں اکٹھے ہی آیا جایا کرتی تھیں۔

گھر کے برآمدے میں دائیں بائیں موجود دو کمرے تھے۔ اور سامنے تیسرا کمرہ ان دونوں کمروں کے درمیان تھا۔ سلام کرتے ہی زونیرہ برآمدہ عبور کرتی ہوئی تیزی سے دائیں جانب کے کمرے میں گھس گئی جبکہ زونیشہ بستہ اتارے بغیر ہی ماما کو آج کے دن کی روداد سنانے کے لئے

باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی۔اس سے پہلے کہ وہ باورچی خانے کا دروازہ عبور کرتی،زونیرہ نے اسے آواز دی۔

"زونی!ادھر آؤ جلدی"

وہ آواز سن کر کچن کے راستے سے واپس مڑ آئی اور اپنی دو پونیاں لہراتی بھاگتی ہوئی زونیرہ کے پیچھے اسی کمرے میں جا کھڑی ہوئی۔

"جاؤ یہ بھاگ کر باہر گلی کے موڑ پر ایک لڑکا کھڑا ہو گا،اسے دے آؤ"ایک سفید تہہ شدہ کاغذ جو غالباً کوئی خط تھا،اس نے زونیشہ کی طرف بڑھایا تھا۔زونیشہ حیرت سے اس کاغذ کو دیکھنے لگی۔

"دیکھ کیا رہی ہو بھئی؟جاؤ جلدی دے کر آؤ یہ۔اور خبردار جو اس کو کھولنے کی جرات کی!کسی کا خط پڑھنا بری بات ہوتی ہے۔جانتی ہو نا؟اور سنو،ماما کو پتا نہ چلے۔چپکے سے جاؤ"وہ زونیشہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ہدایات دے رہی تھی

"لیکن کیوں آپی؟میں ماما کو بتائے بغیر گھر سے باہر نہیں جاؤں گی۔بابا کہتے ہیں کہ۔۔۔"

"تم۔۔۔۔"چھوٹی بہن کے سوال پر اس کا مزاج اچانک بگڑ گیا۔یا شاید پہلے سے ہی بگڑا ہوا تھا۔

"دیکھو زونیشہ، تمہیں جتنا کہا ہے، اُتنا ہی کرو! چلو اب دیر مت کرو۔ ورنہ میں بابا کو شکایت لگا دوں گی کہ تم میری بات نہیں مانتیں"

زونیرہ نے اپنی آواز کو بمشکل مدھم رکھتے ہوئے زونیشہ کو آنکھیں دکھائیں کہ کچن میں موجود فاطمہ بیگم سن نہ سکیں۔

"آپی بہت بُری ہو تم۔ بابا بھی آنے والے ہیں تمہیں پتا ہے؟ اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں انہیں بتا دوں گی سب"

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ جلدی جاؤ"

اگرچہ زونیرہ، زونیشہ کے خوب لاڈ پیار اٹھایا کرتی تھی مگر اس کے غصے سے زونیشہ بہت ڈرتی تھی۔ مجبوراً وہ خط لے کر بیرونی دروازہ عبور کر گئی۔ سکول کا بستہ اب بھی اس نے کندھے پر لٹکا رکھا تھا۔ طویل گلی کے پہلے موڑ پر گہرے بھورے رنگ کی شلوار قمیض میں، لمبی لمبی مونچھوں والا لڑکا اپنی بڑی سیاہ آنکھوں سے بغیر پلک جھپکے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ بظاہر خوش شکل ہوتے ہوئے بھی زونیشہ اسے دیکھ کر لمحہ بھر کو خوفزدہ ہوئی تھی۔ نا جانے یہ اس لڑکے کی کھا جانے

والی نظروں کا اثر تھا یا لمبی مونچھوں کا، وہ چلتے چلتے رک گئی۔ مگر پھر زونیرہ کی ڈانٹ کے ڈر سے ہمت کر کے آگے بڑھی، قریب پہنچ کر کاغذ اس لڑکے کے ہاتھ میں تھمانے کی بجائے، اس کے قدموں کے پاس پھینک دیا اور وہیں سے واپس گھر کی طرف دوڑ لگا دی۔ زونیشہ کی حرکت پر اس لڑکے کی سیاہ آنکھوں میں معمولی سا غصہ اتر آیا تھا۔ اس نے جھک کر کاغذ اٹھایا اور کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر وہاں سے چل دیا۔ دوسری طرف زونیشہ اس قدر خوفزدہ تھی کہ پیچھے دیکھے بغیر تیزی سے گھر کی طرف بھاگ رہی تھی۔ بھاگتے بھاگتے وہ کسی سے ٹکرائی تھی۔

"ارے بیٹا دیکھ کے!" یہ پروفیسر عبداللہ تھے۔

"بابا" انہیں دیکھ کر اس کے منہ سے نکلا۔

"زونی! یہ۔۔۔ کیا سکول سے آ رہی ہو آپ؟ وہ بھی اکیلے؟ مگر چھٹی تو کافی دیر سے ہو چکی ہے نا؟ زونیرہ کہاں ہے؟" اسے یونیفام اور بستے کے ساتھ دیکھ کر بہت سے سوالات ان کے ذہن میں ابھرے تھے۔ وہ ابھی اور بھی کچھ کہنے والے تھے لیکن اس کے چہرے کا زرد پڑتا رنگ اور

www.novelsclubb.com

کانپتے ہوئے ہاتھ دیکھ کر وہ سب باتیں بھول گئے۔"کیا بات ہے بیٹا؟ایسے خوفزدہ کیوں ہو؟ کسی نے کچھ کہا آپ سے؟"

"بابا مجھے زری آپی۔۔۔نے بھیجا تھا۔۔۔وہاں ایک لڑکا تھا۔۔۔اس کو ایک کاغذ دینے کا کہا تھا ۔۔۔میں نے کہا تھا کہ بابا ناراض ہوں گے ۔۔۔لیکن انہوں نے ڈانٹ دیا" پکڑے جانے پر حواس باختگی میں وہ سچ سچ سب کہہ گئی اور ساتھ ہی ہاتھ سے گلی کے موڑ کی طرف اشارہ کیا۔انھوں نے زونیشہ کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا مگر وہاں اب کوئی نہیں تھا۔وہ بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھ رہے تھے۔ساری بات سمجھنے میں انہیں چند لمحے لگ گئے۔ذہن جو سمجھ رہا تھا،دل اسے قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اچھا۔۔۔اچھا چلو آپ گھر چلو۔آئندہ اس طرح دوپہر میں اکیلے گھر سے نہیں نکلنا۔ٹھیک ہے؟"

ان کی بات پہ سر ہلاتی زونیشہ نے ایک ہاتھ سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔جبکہ دوسرا ہاتھ مضبوطی سے بند کر رکھا تھا!

www.novelsclubb.com

"زری۔۔۔!زری یہاں آؤ۔۔۔!"وہ چاہتے ہوئے بھی اپنی بے بسی میں شامل غصے کو قابو میں نہ رکھ سکے اور گھر میں داخل ہوتے ہی چلا اٹھے تھے۔ان کے ساتھ ساتھ چلتی زونیشہ کو اس ردِ عمل کی توقع نہ تھی۔وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا ہوا؟آپ کب آئے؟سب ٹھیک تو ہے؟"

فاطمہ بیگم پروفیسر عبداللہ کی آواز سن کر اپنا دوپٹہ سر پر ٹکاتی کچن سے نکلتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"زونیرہ کہاں ہے؟اسے بلاؤ"ان الفاظ کے ساتھ لہجے کو نرم رکھنے کی انہوں نے حتی الامکان کوشش کی تھی۔

"کچھ دیر پہلے تو سکول سے آئی ہے،نماز پڑھ رہی ہو گی۔"یہ کہہ کر فاطمہ بیگم فریج سے لال شربت نکال کر گلاس میں ڈالنے لگیں۔

"آپ یہ پئیں۔۔۔میں بلا کر لاتی ہوں زری کو۔لیکن مجھے بتائیں تو سہی آخر ہوا کیا ہے؟"

"فاطمہ بیگم آپ فی الحال بس ہماری بیٹی کو بلا لائیں!"

اسی اثناء فاطمہ کی نظر زونیشہ پر پڑی جو ابھی تک ڈری سہمی بستہ پہنے کھڑی تھی

"زونیشہ آپ نے ابھی تک یونیفارم پہن رکھا ہے! چلو کپڑے بدلو اور منہ ہاتھ دھولو، میں کھانا لگاتی ہوں۔ چلو شاباش" زونیشہ خاموشی سے اندر چلی گئی۔ اور عبداللہ کسی سوچ میں گم ہو گئے، فاطمہ نے دوبارہ پوچھنا چاہا مگر پھر مناسب نہ سمجھا۔ کچھ دیر بعد پوچھنے کا ارادہ کر کے وہ دستر خوان لگانے لگیں۔

پروفیسر عبداللہ کو اپنے تینوں ہونہار بچوں پر بہت ناز تھا۔ رب کا شکر ادا کرتے نہ تھکتے تھے۔ انھوں نے اپنے تینوں بچوں کی تربیت میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔ ان کی ہر دینی و دنیاوی ضرورت کو پورا کرنے میں کوشاں رہتے۔ اور اب جو کچھ زونیشہ نے انھیں بتایا ان کا ذہن وہ قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ نہ گھر کا ایسا ماحول ہے، نہ بچوں کی تربیت میں کوئی کمی۔ یا شاید وہ اپنی کی ہوئی تربیت پہ کوئی شک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ انہی سوچوں میں گم تھے کہ فاطمہ نے انھیں پکارا۔

"سنیں، کھانا لگ گیا ہے، آجائیں۔اور ابھی کوئی بات مت کیجئے گا۔مجھے زونیشہ نے بتادی ہے ساری بات۔اس کے سامنے کوئی ایسی بات نہ ہو تو اچھا ہے۔وہ بہت چھوٹی ہے ابھی، کچے زہن پہ برا اثر پڑے گا۔

پروفیسر عبداللہ نے کوئی جواب نہ دیا۔کھانے پر بھی سب خاموش رہے۔کھانے سے فارغ ہوتے ہی فاطمہ زونیشہ کو کمرے میں سلانے کے لئے لے گئیں۔ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک دستر خوان پر خاموشی طاری رہی۔زونیرہ کھانا کھانے میں مگن تھی۔وہ کھا چکی تو چند ساعتوں کے انتظار کے بعد پروفیسر عبداللہ گویا ہوئے۔

"جی، زری بیٹا! کس کو بھیجا ہے آپ نے خط زونیشہ کے ہاتھ؟اور کیوں؟"انہوں نے اپنے انداز کو حتی لامکان نرم رکھنے کی کوشش کی تھی۔

زنیرہ نے ایک لمحہ کو ان کی جانب ٹھٹک کر دیکھا اور پھر سر جھکا لیا مگر کچھ کہا نہیں۔

www.novelsclubb.com

"بتاؤ بیٹا؟ کون ہے وہ؟ اور کب سے چل رہی ہے یہ خط و خطابت؟" وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی یا شاید انہیں کوئی معقول جواب دینے کے لئے الفاظ ترتیب دے رہی تھی۔ مگر اس کی یہ مسلسل خاموشی ان کو طیش دلانے کے لئے کافی تھی۔

"زونیرہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں!" ان کی آواز یک دم بلند ہوئی۔ زونیرہ نے سہم کر دوبارہ ایک نظر انہیں دیکھا اور بمشکل اپنے لبوں کو حرکت دی۔

"بابا وہ۔۔۔ وہ سکول کے باہر۔۔۔ ملا تھا۔۔۔ کچھ ہفتوں پہلے تقریباً۔۔۔" وہ ابھی فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"کیوں ملا تھا؟ وہ ملا تھا یا تم دونوں ملے تھے۔ اور ہے کون وہ؟"

انہوں نے انتہائی سخت لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے ایک ہی ساتھ کئی سوال کر ڈالے، زونیرہ اس شدید ردِ عمل کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں معمولی کپکپاہٹ صاف دکھائی دی رہی تھی۔ وہ بلا ارادہ دانتوں سے اپنے ہونٹ کترنے لگی۔

"مجھے تم پوری بات بتا رہی ہو یا کسی اور طریقے سے منہ کھلواؤں تمہارا میں؟ شرم نہیں آئی تمہیں ماں باپ کی ناک کے نیچے ایسی بے حیائی کرتے ہوئے!؟" وہ بولتے چلے گئے۔

"آرام سے، اتنا غصہ مت کریں عبداللہ"

فاطمہ زونیشہ کو سلا کے وہیں آ گئی تھیں۔

"یہ ہماری لاڈلی ہمارے پیٹھ پیچھے نا جانے کیا کیا گل کھلاتی رہی، اب بھی خاموش ڈھیٹ بن کر کھڑی ہے، اور آپ کہہ رہی ہیں کہ میں آرام سے بولوں؟ غصہ نہ کروں!؟ فاطمہ اس سے پوچھ کر سب بتاؤ مجھے۔ یہ میرے ہاتھوں مر جائے گی نہیں تو" وہ غصے میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے ڈرتے تھے۔ سو اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔

-

5 نومبر 2017ء- اسلام آباد

"آپی"

"آپی رُکیں"

"کہاں جا رہی ہیں آپ"

"رُک جائیں، میں۔ میں اور نہیں بھاگ سکتی"

وہ ایک بہت وسیع میدان تھا۔ دور دور تک کوئی شے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ مگر جگہ جگہ کانچ بکھرے پڑے تھے۔ ایک لڑکی جس نے ہاتھ میں سرخ گلاب کا پھول تھام رکھا تھا، ننگے پاؤں مسلسل بھاگ رہی تھی اور وہ اس لڑکی کے پیچھے بھاگتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔ بھاگتے بھاگتے وہ کئی بار زخمی ہوئی، کئی بار گری مگر رکی نہیں۔ وہ لڑکی اس سے بہت آگے جا چکی تھی۔ اس کی اب سانس پھولنے لگی۔ "آپی! آپی آپ کہاں جا رہی ہیں۔ خدا کے لئے رُک جائیں" وہ پوری طاقت سے چلائی تھی مگر یہ کیا، وہ لڑکی اب وہاں نہیں تھی۔ سرخ گلاب اس سے کچھ فاصلے پر بکھرے ہوئے کانچ کے بیچ پڑا تھا مگر وہ لڑکی جیسے غائب ہو گئی ہو۔

"آپی!!" وہ چلاتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"زونی۔میرا بچہ، تم ٹھیک ہو؟"

وہ اچانک نیند سے جاگی تھی۔خالہ جو اس کے پاس بیٹھی تھیں،اسے پکار رہی تھیں۔

"خالہ"

"خالہ وہ۔۔۔آپی"

وہ اس سے آگے کچھ نہ بول سکی۔آنسو تیزی سے رواں ہو گئے۔

"تم نے آج پھر کوئی خواب دیکھا؟ بیٹا کیوں سوچتی ہو اتنا؟ایسے خود کو ہلکان نہیں کرتے بیٹا ۔۔۔ہمت سے کام لو" خالہ نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"خالہ میں نہیں سوچنا چاہتی۔میں تھک گئی ہوں، تنگ آ گئی ہوں، وہ سب کچھ میرے ذہن سے نکلتا ہی نہیں۔مجھے لگتا ہے سب میری وجہ سے ہوا تھا۔ میں۔۔۔میں چاہتے ہوئے بھی بھلا نہیں پاتی وہ سب۔میں کیا کروں خالہ"

www.novelsclubb.com

وہ بچوں کی طرح رونے لگی تھی۔ یہ پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ ایک عرصے سے وہ اس اضطراب میں مبتلا تھی۔ ماضی اسے آگے بڑھنے نہیں دیتا تھا۔ یا شاید وہ خود آگے بڑھنے سے ڈرتی تھی۔

"مت رو میرا بچہ۔ ایسے مت رو۔ جو ہوتا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے، تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا میری جان۔ وہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔ جتنی جلدی تم اس حقیقت کو قبول کر لو گی، تمہارے لئے اتنا ہی اچھا ہے۔ رو نہیں" وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"چلو اٹھو اب۔ تم فریش ہو جاؤ، میں ناشتہ بناتی ہوں" انہوں نے اسے سمجھایا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی آنکھیں رگڑتی ہوئی اٹھ گئی۔

وہ سر پر سلیقے سے لیا ہوا دوپٹا سنبھالتی، ڈائننگ کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھی تو خالہ بھی ناشتہ لے کر وہیں آ گئیں۔

"آج تم فجر میں نہیں اٹھی زونی؟ میں تو تمہیں ہی دیکھنے گئی تھی کہ تم خود ہی ڈر کر اٹھ بیٹھیں"

"خالہ میری آنکھ نہیں کھلی۔ رات کو بھی سر میں خاصا درد تھا۔ دیر سے ہی سوئی تھی"

"چلو اب باقی سب باتیں بھول کر ناشتہ کرو۔میرا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی صحت کا بھی خیال رکھا کرو۔۔۔ایسا نہ ہو کہ تمہاری ماں مجھ سے خفا ہو جائے، کہ میری بیٹی کو اور بھی دبلا کر دیا" خالہ اس کے سامنے جوس کا گلاس رکھتے ہوئے بولیں۔ان کی بات پر وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

"صبح بخیر بھئی۔۔۔کیسی ہے ہماری پیاری بیٹی اور اس کی پیاری خالہ"

احسان خالو نے خوشگوار موڈ میں پوچھا تھا۔اس کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھے۔

"ٹھیک۔۔۔آپ بتائیں خالو؟ لگتا ہے آج کوئی کتاب مکمل ہو گئی؟ جو آپ خالی ہاتھ آ رہے ہیں"

آمنہ خاتون، ان کا ناشتہ بنانے کچن میں چلی گئیں۔

"ہاہاہا۔رات کو تمہاری خالہ سے خوب ڈانٹ پڑی، کہ میں ان کی بھانجی کو وقت نہیں دیتا۔۔۔ تو سوچا آج کا دن زونی کے نام کرتے ہیں"

"زبردست! آپ نے تو صبح صبح دل خوش کر دیا" وہ کھلکھلائی۔

"تو پھر کیا پروگرام ہے آج کا؟ کہیں گھومنے چلیں؟" خالو نے پوچھا۔

"جی جی ضرور کیوں نہیں۔ایسا کرتے ہیں آج ہم آپ کی پسندیدہ جگہ جائیں گے، ٹھیک ہے؟"

"ایسا ظلم مت کرو زونی، یہ تو لائبریری لے جائیں گے۔خود کتابوں میں گھسے رہیں گے اور ہم دونوں وہاں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہیں گے"

خالہ باورچی خانے سے آتے ہوئے خفگی سے بولیں تو وہ دونوں ہنس دیئے۔

-

"یار! اتنی نیند پتا نہیں کہاں سے آجاتی ہے، آج پھر لیٹ ہو گیا میں۔ پھوپھا بہت ناراض ہوں گے"

علی اپنی شرٹ کا کالر ٹھیک کرتے ہوئے یونیورسٹی جانے کیلئے بالکل تیار کھڑے محد سے کہنے لگا

"اور اب تم مجھے بھی دیر کرواؤ گے، میں بتا رہا ہوں علی، میں پانچ منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کروں گا تمہارا"

www.novelsclubb.com

علی اب اپنے بال بنا رہا تھا کہ محد نے ڈریسنگ سے اپنی گھڑی اٹھائی اور اسے تنبیہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

کشادہ کچن میں رکھے ڈائننگ ٹیبل پر طاہرہ رضا ان دونوں کے لئے ناشتا لگا رہی تھیں۔ محد وہاں جانے کی بجائے سیدھا باہر کی طرف چل دیا۔ "محد ناشتا تو کرتے جاؤ" مسز رضا نے کچن کی کھڑکی سے اسے باہر جاتے ہوئے دیکھا تو آواز لگائی۔

"نہیں ماں، یونیورسٹی سے ہی کھالوں گا کچھ، دیر ہو رہی ہے مجھے"

محد نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اپنا بیگ پھینکا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے ہارن دیا۔ نیاز چچا اتنی دیر میں گیٹ کھول چکے تھے۔

"ایک تو اس کی بے چین روح!" علی ہارن کی آواز سن کر پھرتی سے کچن کی طرف بڑھتے ہوئے بولا، ڈائننگ ٹیبل پر پڑی پلیٹ سے دو سینڈوچ اٹھائے اور پھوپھو کو اللہ حافظ کہتا ہوا راہداری کا جالی دار دروازہ عبور کر گیا۔ مسز رضا چاہ کر بھی کچھ نہ بول سکیں، کہ یہ تو روز کا معمول تھا۔ ان کی اس وقت کون سننے والا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آیئے بزنس مین صاحب! یہ آخری دن ہے کہ میں تمہیں ڈراپ کر رہا ہوں۔۔۔آئندہ تم ابو کے ساتھ ہی جاؤ گے، ورنہ گھر ہی بیٹھے رہو میری بلا سے"

علی کے گاڑی میں بیٹھتے ہی محد اسے گھورتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہاہاہا۔۔۔جو حکم جناب کا لیکن یہ تقریر جھاڑنے کے لئے آپ کو چاہیئے توانائی جو کہ آپ کچن میں ہی چھوڑ آئے تھے۔یہ لیجئے"

علی نے بھرپور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے محد کی کسی بھی بات کا اثر لئے بغیر ایک سینڈوچ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جسے محد نے خوشدلی سے قبول کیا تھا اور گاڑی "دی رضا ٹریڈرز" کی طرف دوڑنے لگی

www.novelsclubb.com

علی کو چھوڑ کر وہ یونیورسٹی پہنچا۔آخری سال کے سالانہ امتحانات سر پر تھے اور کئی کام اس کے زہن میں گردش کر رہے تھے۔سارے کام باری باری نمٹا کر وہ لائبریری میں آیا جہاں اس کے سبھی دوست کتابوں میں منہ دیئے بیٹھے تھے۔امتحانات کی کرم نوازی تھی کہ لائبریری کچا کچ بھری ہوئی تھی۔ سنسنی خیز خاموشی میں اس نے دھیرے سے کرسی گھسیٹی تھی۔دوستوں

سے خاموشی کے ساتھ سلام دعا کے بعد وہ اٹھا اور کتابوں کے شیلف میں سے اپنی مطلوبہ کتاب ڈھونڈنے لگا کہ اچانک کسی نے ایک فائل اس کے سامنے کر دی۔اس نے چونک کر دیکھا تھا۔

"اوہ ہانیہ، کیسی ہو؟" وہ مدھم آواز میں پوچھ رہا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک اور تھینکس فار یور نوٹس، تمہارے ان نوٹس نے میرا کام بہت آسان کر دیا" ہانیہ اس کی کلاس کے ہونہار طالبعلموں میں سے تھی اور کلاس کی لڑکیوں میں سب سے مہذب بھی۔وہ کلاس کے سبھی لڑکوں میں بھی کافی مقبول تھی۔مگر اس کے لئے ہانیہ اور باقی لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

"شکریہ کی تو کوئی بات نہیں۔کوئی اور مدد چاہیئے ہو تو آئی ایم ہیئر" وہ فائل تھامتے ہوئے مسکرایا تھا۔اور مطلوبہ کتاب شلیف میں سے نکال کر واپس اپنی کرسی کی جانب چل دیا۔اس کی پشت کو دیکھتی ہوئی ہانیہ کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔جس سے محد بالکل لاعلم تھا۔وہ کتاب کھولے اسی میں کہیں گم ہو گیا۔ پڑھتے پڑھتے اس کا ذہن کئی بار اپنی پچھلی رات کی حرکت کا خیال آنے پر الجھ جاتا تھا جو وہ چاہتے ہوئے بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

وہ فطری طور پر ایک لاتعلق سا لڑکا تھا اور یہ لاتعلقی اس کی شخصیت پر جچتی تھی۔ شہر کے بڑے اور کامیاب بزنس مین کی اولاد ہونے کے باوجود عاجزی اور سادگی اس کی فطرت کا حصہ تھی۔ یونیورسٹی میں بھی کسی سے اس کا غیر ضروری تعلق نہیں تھا۔ بس چند ایک دوست تھے جن سے وہ کبھی کبھار زرا سا بے تکلف ہو جاتا تھا۔ اور اب ایک لڑکی جس کو محض دور سے کبھی کبھار دیکھنا پہلے اس کے لئے بہت معمولی تھا۔ مگر ایک ہفتے سے اس لڑکی کا اس کے کمرے کی کھڑکی سے نظر آتے راستے سے نہ گزرنا، اسے غیر معمولی لگ رہا تھا۔ اور اس کے کئی دن بعد نظر آنے پر اس کا اپنا ردِ عمل، یوں اٹھ کر اس کے پیچھے چل دینا۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ کبھی کبھی ہماری اپنی سوچیں، ہمارے اپنے رویے ہی ہماری سمجھ میں نہیں آتے ناں۔ اس کے ساتھ بھی کچھ یہی ہو رہا تھا۔

-

www.novelsclubb.com

ہمیشہ کی طرح آج بھی سینٹورس مال کی فلک بوس عمارت روشنیوں اور رونقوں میں نہائی ہوئی تھی۔لاتعداد لوگوں میں کھڑے ہو کر ایسا لگتا تھا گویا آدھی دنیا اس ایک عمارت کے اندر سما گئی ہو۔ گہرے سبز قمیض کیپری کے ساتھ پستئی رنگ کے دوپٹے کو حجاب کی طرح سر پر لپیٹے وہ کئی آمنے سامنے بنی ہوئی اوپر لے جانے والی اور نیچے لانے والی بجلی کی سڑھیوں کو دیکھ رہی تھی جنہیں اسکیلیٹر (ESCALATOR) کہا جاتا ہے۔

"بس خالو جان، میں تو کافی تھک چکی۔اب اور خریداری نہیں کرنی۔ چلیں نا اوپر فوڈ کورٹ چلتے ہیں"

ہاتھ میں کئی شاپنگ بیگ تھامے وہ احسان خالو سے کہنے لگی۔

"ہاں ٹھیک ہے،اب کچھ کھا لیتے ہیں۔اور یہ سب مجھے پکڑا دو بیٹا" خالو نے اس کے ہاتھ سے شاپنگ بیگ پکڑتے ہوئے کہا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھیں بھئی مجھے تو اس آئس کریم کی بھوک لگ رہی ہے جو آپ خالہ کو کھلانے یہاں لایا کرتے ہیں اکثر، کیوں خالہ؟" اس نے شریر مسکراہٹ سے خالہ کو دیکھتے ہوئے انہیں ہلکی سی کہنی ماری۔

"خالہ کو چھیڑتی ہو لڑکی، شرم نہیں آتی تم کو" خالہ سر سے سرکتی اپنی سیاہ چادر کو دوبارہ سر پر ٹکاتے ہوئے بولیں اور پھر وہ دونوں ہنستے ہوئے احسان خالو کے پیچھے چل دیں۔

"زونیشہ اپنی خالہ کا ہاتھ تھام لو، نہیں تو یہ ڈرتی رہیں گی اور آگے نہیں بڑھیں گی" خالو نے اسکیلیٹر پر قدم رکھنے سے پہلے اسے تاکید کی۔

"ارے خالہ، آپ اس پر چڑھنے سے ڈرتی ہیں کیا"

"ہاں نا اور یہ تمہارے خالو مجھے جان بوجھ کر یہاں لے کر آتے ہیں۔ ورنہ مجھے تھوڑی پسند ہے یہاں کی یہ جیلاٹو آئس کریم"

"ہاہاہا، اچھا چلیں آئیں" وہ ان کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھی۔

"اے ایک منٹ زونی، ایک منٹ" خالہ نے اس کا ہاتھ زور سے کھینچ کر اسے روکا اور وہ جو پہلی سیڑھی پر دایاں پاؤں رکھ چکی تھی، یک دم پیچھے ہٹی۔

"کیا ہوا خالہ"

"یہ میری چادر نہ اس میں پھنس جائے اور چادر کے ساتھ کہیں میں بھی نہ آڑ جاؤں"

"خالہ جان کچھ نہیں ہو گا" اس نے چادر کو اچھی طرح خالہ کے گرد لپیٹا اور دوبارہ ان کا ہاتھ تھام کر ان کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"دیکھیں، میں تین تک گنوں گی، اور تین بولنے پر ہم فوراً اپنا پاؤں سیڑھی پر رکھیں گے، ٹھیک ہے؟"

خالہ نے اس کی بات پر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"او کے ریڈی؟"

"ایک"

www.novelsclubb.com

"دو"

"تین"اس کے ساتھ ہی دونوں پہلی سیڑھی پر قدم رکھ چکی تھیں۔

"بس اتنی سی بات تھی خالہ، آپ یونہی ڈر رہی تھیں"

سیڑھیاں انہیں اوپر کی جانب لے جا رہی تھیں۔خالہ بدستور ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ سے اپنی چادر تھامے کھڑی تھیں۔

"چڑھ تو گئی لیکن اب اوپر جا کر اتروں گی کیسے زونی؟"خالہ نے آنکھوں میں خوف لئے اس کی جانب دیکھا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کوئی مشکل کام نہیں ہے خالہ۔اور یہ چادر کو چھوڑ دیں، نہیں گرے گی اور نہ ہی سیڑھیوں میں اڑے گی، آپ ریلنگ کو پکڑیں دوسرے ہاتھ سے۔اور جیسے ہی میں اترنے کے لئے اپنا پاؤں اٹھاؤں، اسی وقت آپ بھی اپنا پاؤں اٹھا لیجئے گا۔ٹھیک ہے؟"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے" خالہ کسی نالائق شاگرد کی طرح اس کی ہر بات پر عمل کرتی گئیں اور اللہ اللہ کر کے وہ لوگ چوتھی منزل پر موجود فوڈ کورٹ پہنچ گئے۔ خالو کب کے وہاں پہنچ چکے تھے۔

"ہاں زونی بیٹا، خالہ کے ساتھ اسکیلیٹر پر مزہ آیا کہ نہیں"

"خالو جان! ایسے مت کہیں، ناراض ہو جائیں گی میری معصوم سی خالہ" اس نے خالہ کا بازو تھامتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"یہ آپ دونوں نے خوب مزہ لے لیا ہو تو آئس کریم کھالیں؟" خالہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے جھوٹ موٹ کا غصہ دکھایا۔ اور خالو انہیں اپنے پیچھے آنے کا کہہ کر مینو لو جیلاٹو آئس کریم سیکشن کی جانب بڑھ گئے۔

گلابی اور ہلکے نیلے کھلتے ہوئے رنگوں سے بنا یہ آئس کریم کارنر اسے اچھا لگا۔ قریب ہی دیوار جس پر آسمانی، جامنی اور پیلے رنگ سے "آئس کریم دیٹ میلٹس یور ہارٹ" (ICE CREAM THAT MELTS YOUR HEART) لکھا تھا۔ وہ اسی

دیوار کے ساتھ رکھے میز کی جانب بڑھ گئے جس کے گرد تین گلابی کرسیاں موجود تھیں۔خالو ان دونوں کو بٹھا کر آئس کریم لینے چلے گئے۔اسی لمحے اس کا فون بجنے لگا۔

"بابا، کیسے ہیں؟"

"زونی بیٹیا، میں ٹھیک ٹھاک اللہ کا کرم ہے۔آپ سناؤ؟سب ٹھیک ہے وہاں"

"جی بابا، ہم گھومنے پھرنے نکلے ہوئے ہیں۔مجھے کل وقت نہیں ملا آپ کو فون کرنے کا، سوچا تھا آج گھر جا کر کروں گی لیکن آپ ہمیشہ یہ پہلے فون کرنے کی بازی جیت جاتے ہیں"

"ارے واہ ماشااللہ، اس کا مطلب ہے کہ آپ وہاں بالکل بھی بور نہیں ہو رہیں"

"بالکل بھی نہیں بابا۔میں تو یہاں بڑے مزے میں ہوں اور آپ بتائیں بابا، گھر میں سب ٹھیک ہیں؟امی؟بھائی بھابی؟اور معاز؟

"ہاں سب ٹھیک ہیں بیٹا۔معاذ بھی تمہیں اکثر یاد کرتا ہے، بلکہ آج بھی پوچھ رہا تھا مجھ سے کہ پھوپھو کب آئیں گی"

"ہاہاہا۔۔۔مجھے بھی وہ بہت یاد آتا ہے۔امی کی طبیعت کیسی ہے؟پرسوں تو بخار تھا،بھائی بتا رہے تھے"

"ہاں اب تو کافی بہتر ہیں۔۔۔بس چھوٹی چھوٹی باتیں دل پہ لے لیتی ہے،تم تو جانتی ہی ہو"

"اچھا،چلیں ٹھیک ہے بابا میں آپ کو گھر جا کر فون کروں گی انشاءاللہ۔اپنا خیال رکھئے گا اور سب کو سلام دیجیئے گا"

"ٹھیک ہے آپ سلام دینا میرا احسان بھائی اور آمنہ باجی کو"

"اوکے بابا۔خدا حافظ"

اس نے خالہ کو بور ہوتا دیکھ کر بابا سے لمبی چوڑی بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔فون بند ہوا تو خالہ گویا ہوئیں۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہے وہاں؟فاطمہ کیسی ہے؟"

"جی خالہ،امی ٹھیک ہیں اب پہلے سے"

"شہلہ اور زبیر خیال نہیں رکھتے کیا فاطمہ کا؟ ابھی دو ہفتے قبل بھی اسے بخار تھا"

"رکھتے ہیں۔ بھلے بھابھی کا فرض نہیں ہے۔ پھر بھی وہ بہت خیال رکھتی ہیں خالہ۔ ہم سب سے بڑھ کر خیال رکھتی ہیں۔ لیکن ماما کا آپ کو پتا ہے نا۔ بس ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کی بھی انہوں نے فکر کرنی ہوتی ہے۔ اسی لئے تو اکثر بیمار رہتی ہیں"

خالو آئس کریم کے کپ اٹھائے ان کی جانب آ رہے تھے۔

"یہ لیجئے زونی کی اورنج آئس کریم۔ اور یہ رہی ہم دونوں کی ونیلہ آئس کریم" خالو اس کے سامنے کپ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

"واہ خالو جان، آپ کو یاد تھا کہ میں صرف اورنج آئس کریم کھاتی ہوں"

"نہیں میں کہاں اتنا ذہین ہوں یہ آپ کی خالہ نے یاد کروایا مجھے"

وہ ان کی بات پہ خالہ کو دیکھ کر مسکرائی۔

"ہاں تو زونی تمہاری گریجویشن تو مکمل ہو چکی ہے تو اب آگے کیا ارادہ ہے؟"

"فی الحال کچھ بھی نہیں خالو، بس گھر داری"

"کیوں، جاب نہیں کرو گی کیا؟ تم نیوٹریشنسٹ تبھی کہلاؤ گی ناجب کہیں اپنی تعلیم کو عملی کام میں لاؤ گی۔۔۔ورنہ ایسے تو تمہیں بھول بھال جائے گا سب"

"خالو جان ابھی تو میرا آخری سال کا ریزلٹ آنا ہے۔ پھر انٹرن شپ بھی باقی ہے۔ جاب تو اس کے بعد کا کام ہے۔ یہ تو مجھے پڑھائی سے تھوڑا بریک چاہیئے تھا تو خالہ نے یہاں بلا لیا۔ پھر جب میرے واپس جانے کا وقت آیا تو خالہ گر گئیں۔ اب ان شاءاللہ واپس جا کر انٹرن شپ کروں گی اور پھر جاب۔ خالہ اب تو آپ مجھے جانے دیں گی نا۔ اور اگر مجھے روکنا ہو تو دوبارہ گرنا مت پلیز"

"ہاہاہا پاگل لڑکی۔ چلی جانا تم، لیکن دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے! اور ویسے بھی، مجھے تو اس کی تعلیم کا بہت فائدہ ہو رہا ہے احسان۔ اس نے میرے کھانے پینے کو ایسا کنٹرول کر رکھا ہے الحمدللہ بی پی نارمل رہ رہا ہے میرا۔۔۔ورنہ تو کم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا" خالہ نے احسان خالو کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

www.novelsclubb.com

"یہ بات تو بالکل درست ہے، میں بھی سوچ رہا تھا کہ آپ کو عالمِ طیش میں دیکھے کافی دن ہو گئے"

"ہاہاہا آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں خالو، مجھے بھی کافی دنوں سے بات بات پہ انہوں نے ڈانٹا نہیں" زونیشہ ہنسی تھی

"لو بھئی، ہو گئے دونوں دوبارہ شروع" خالہ خفا ہوئیں۔اور وہ دونوں خالہ کی خفگی کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے ہنستے رہے۔

وہ عصر کے وقت گھر سے نکلے تھے اور جب گھر پہنچے، تب رات ہو چلی تھی۔ تھکن سے چور وہ شاپنگ بیگ لاؤنج میں صوفے پر رکھ کر خود بھی وہیں صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔ خالو اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔

"کچھ کھاؤ گی بیٹا؟" آمنہ خالہ نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔ ''نہیں خالہ بھوک نہیں ہے۔اب بس سونا ہے۔آپ بھی تھک گئی ہوں گی، آرام کریں۔ کوئی کام ہے تو مجھے بتا دیں"

"نہیں میرا بچہ، کوئی کام نہیں۔ جاؤ نماز پڑھ کر سو جاؤ۔ میں بھی نماز پڑھ لوں زرا۔" خالہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

"اس سے پہلے کہ میں اور سستی دکھاوں، مجھے نماز پڑھ لینی چاہیئے" وہ خود سے مخاطب ہوئی۔ کپڑے بدل کر نماز پڑھی۔ پھر کسی سوچ کے تحت اس نے وقت دیکھا، دس بج رہے تھے۔

"اس وقت تو بابا سو چکے ہوں گے، اب صبح ہی کروں گی ان کو فون" اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے سوچا۔ بابا سے بات کرنے کے خیال کے ساتھ وہی خواب اس کی سوچوں سے ٹکرایا اور اسے بے چین کرنے لگا۔ اس کے علاوہ اسے کچھ اور سمجھ نہیں آیا تو لیپ ٹاپ کھول کر فیس بک (FACEBOOK) پر کچھ تحریر کرنے کے بارے میں سوچنے لگی۔

www.novelsclubb.com

یہ اس کا معمول تھا کہ جب بھی وہ مایوس ہونے لگتی، یا منفی باتیں اس کے زہن میں ابھرنے لگتیں تو وہ کچھ مثبت لکھنے کی کوشش کرتی۔ جس سے وہ خود بھی قدرے بہتر محسوس کرتی تھی۔ اس نے تکیے سے ٹیک لگا لی اور کچھ لکھنے کی بجائے آنکھیں بند کر کے ایک بار پھر ماضی میں کھو گئی۔ وہ کسی سے اپنے دل کی باتیں بانٹ نہیں پاتی تھی۔ چاہ کر بھی کسی کو اپنا ہم راز نہیں بناتی

تھی۔وہ کیسا سوچتی ہے۔کیا محسوس کرتی ہے، کسی سے نہیں کہتی تھی۔شاید وہ کم گو تھی یا شاید کسی انجانے خوف میں مبتلا۔بابا اسے بہت بار کہتے رہتے کہ باتیں کرتی رہا ہو،اپنی پریشانیاں بتایا کرو۔انسان کے لئے اچھا ہوتا ہے دکھ درد بانٹ لینا۔چند سال پہلے وہ بہت زیادہ مایوس رہنے لگی تھی اور بابا اس کی ذہنی حالت بھانپ گئے تھے۔کہنے لگے،

"زونی تم اپنی آپی کی طرح ڈائری کیوں نہیں لکھتیں؟زری تو ہر بات اپنی ڈائری میں لکھا کرتی تھی،جب وہ بہت چھوٹی تھی،تب سے"

"اچھا؟تو وہ ڈائری کہاں ہے بابا؟"

"وہ ڈائری۔۔۔ہاں ایک دن کسی بات پر اسے بہت غصہ آیا تو اس نے خود ہی وہ ڈائری پھاڑ کر پھینک دی۔وہ ایسی ہی تھی۔ایک دم سے دھاوا بول دینے والی اور بہت ضدی بھی"

ان کی بات سن کر زونیشہ اٹھی تھی اور اپنے کمرے سے ایک ڈائری اٹھا لائی جو اس کی سالگرہ پر علیشہ نے بطورِ تحفہ اسے دی تھی۔"بابا! یہ مجھے میری دوست نے تحفے میں دی تھی۔میں چاہتی ہوں کہ آپ اس پر مجھے کچھ لکھ دیں۔کچھ ایسا جو میرے لئے بہت ضروری ہو"

"ہاں بھئی کیوں نہیں، لاؤ" وہ اس سے ڈائری لے کر لکھنے لگے۔ پھر اس نے وہ ڈائری اپنے بیگ میں رکھ لی۔ اگلے دن کالج میں جب اس نے علیشہ کو بتایا کہ وہ ڈائری لکھنے کا سوچ رہی ہے، علیشہ بہت حیران ہوئی۔

"تم ڈائری لکھو گی؟ اور وہ ڈائری پڑھنے کی اجازت ہو گی کسے؟"

"کسی کو نہیں۔۔ وہ بس میں اپنے لئے لکھوں گی اور خود ہی پڑھوں گی" اس نے فٹ سے جواب دیا تھا۔

"تم ڈائری بھی لکھو، یہ ایک اچھی بات ہے لیکن تمہیں ایک مشورہ دوں زونیشہ؟" علیشہ نے کہا تو زونیشہ متوجہ ہوئی۔

"ہاں، بتاؤ"

"دیکھو ہم جس دور میں ہیں، یہاں سوشل میڈیا کا خوب راج ہے۔ اور اس کے فائدے بھی ہیں اگر ہم صحیح استعمال کریں تو"

www.novelsclubb.com

"لیکن سوشل میڈیا کا میری ڈائری لکھنے سے کیا تعلق ہے" زونیشہ ناسمجھی کے عالم میں پوچھنے لگی

"تم ڈائری اسی لئے لکھنا چاہتی ہو نا کہ تم اپنے دل کی باتیں ان صفحات پر کہہ سکو اور مایوس نہ رہو۔ کیوں کہ تمہیں دوسروں سے باتیں بانٹنا نہیں آتا۔ تو میرے پاس ایک بہتر آئیڈیا ہے" علیشہ اسے خوب جانتی تھی۔

"کیسا آئیڈیا؟" زونیشہ نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہم ایسا کرتے ہیں، فیس بک پر پیج بناتے ہیں، نام تم اپنی مرضی سے کچھ بھی رکھ سکتی ہو۔ اور وہاں تم جو محسوس کرتی ہو یا جو تمہارا دل چاہے، لکھ لیا کرو۔ وہاں تمہاری تحریر لوگ پڑھیں گے، تو زیادہ اچھا ہو گا اگر تم اپنی تحریر میں ان کے لئے کوئی اچھا پیغام بھی دو۔ اس طرح تم بھی بہتر محسوس کرو گی، تمہیں دوسرے لوگوں سے گفتگو کا فن بھی آئے گا اور شاید تمہاری طرح کسی اور کو بھی صحیح راستہ مل جائے، جو کہ نیکی بھی ہے۔ کیسا؟" علیشہ بولتی چلی گئی

"آئیڈیا تو برا نہیں ہے، لیکن میں پہلے بابا سے مشورہ کروں گی"

بابا نے اسے منع نہیں کیا تھا۔زبیر نے اسے پیج بنانا اور اسے فیس بک چلانا سکھا دیا تھا۔نام وہ پہلے ہی سوچ چکی تھی۔

"ZUNA'S DAIRY"

شروع شروع میں وہ تھوڑی ہچکچاہٹ کا شکار رہتی تھی لیکن وقت کے ساتھ اسے اس کام میں مزہ آنے لگا تھا۔اپنے ذہن میں آنے والی سوچوں کو الفاظ میں ڈھالنے کا ہنر اس کے پاس تھا،اس بات کا اندازہ اسے انہی دنوں میں ہوا جس نے اس کی دلچسپی کو مزید بڑھا دیا۔اور آہستہ آہستہ چھوٹی موٹی تحریریں لکھنا اس کا معمول بن گیا۔

"مایوسی ایمان کا قتل ہے۔زندگی کے خلاؤں میں بھٹکتے رہنے سے کیا حاصل؟آپ پاس پڑے پتھروں کو خلا میں کتنی دیر تھام سکتے ہیں؟بالآخر پتھروں کے سہارے چھوٹ ہی جاتے ہیں نا۔ اور ہم دوبارہ بھٹک جاتے ہیں۔تو کیوں نہ ہم ان خلاؤں کو ایمان سے بھر دیں۔اللہ پر یقین سے بھر دیں۔کیوں نہ اللہ کی رسی کو تھام لیں جو خلاؤں میں بھی رہنمائی کرے۔زرا سی مشکل آتی ہے اور ہماری مایوسی کا شمار نہیں ہوتا۔جب ہمیں کہیں کوئی کٹ لگتا ہے؟یا زخم آتا ہے۔اللہ

اسے بھر دیتا ہے نا۔بس تھوڑا وقت لگتا ہے۔تو کیا وہ ٹوٹے دلوں کو نہیں جوڑ سکتا؟ بھٹکے ہوؤں کو صحیح راستے پر نہیں موڑ سکتا؟#ZUNA

یہ اس کی فیس بک پر پہلی تحریر تھی۔

وہ سوچوں کے سمندر سے باہر نکلی،لیپ ٹاپ کی سکرین بجھ چکی تھی۔آج کے دن کی تھکاوٹ سے اسے نیند آنے لگی۔لکھنے کا ارادہ ملتوی کر کے اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

-

محد یونیورسٹی سے نکل رہا تھا کہ علی نے اسے میسیج کیا،"واپسی پر مجھے لیتے ہوئے جانا"

میسیج پڑھ کر اس نے منہ بگاڑا تھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ یہ زمہ داری بھی مجھے ہی نبھانی ہے۔ایک مفت کا ڈرائیور بن کر رہ گیا ہوں"

بڑبڑاتا ہوا وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔

علی کے ساتھ جب وہ گھر پہنچا تو لاونج میں عمارہ ان کے استقبال کے لئے موجود تھی۔ مگر علی کو وہاں دیکھنے کی شاید اسے امید نہیں تھی۔

"ہیں! علی بھائی آپ ابھی تک یہیں ہیں!؟" عمارہ کی بات پر علی نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"کیوں تم مجھے واپس بھیجنا چاہتی ہو؟ فکر نہیں کرو، اتنی آسانی سے نہیں جانے والا میں" علی نے صوفے پر گرتے ہوئے کہا۔

"کیسی ہو پٹاخہ؟"

محد کا موڈ عمارہ کو دیکھ کر ایک دم اچھا ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"میں نے کتنی بار آپ سے کہا ہے کہ مجھے پٹاخہ مت کہا کریں محد بھائی۔ ویسے میں ہمیشہ کی طرح ٹھیک ٹھاک اور خوش باش ہوں، اللہ کا شکر"

"تمہاری موجودگی سے پورے گھر میں ایک شور سا مچ جاتا ہے۔ اس لئے یہ تمہیں پٹاخہ کہتا ہے۔ تم پر سوٹ کرتا ہے یہ نام" علی نے محد کی تائید میں کہا۔

"اچھا! ویسے علی بھائی کہیں آپ کو آپ کی اماں حضور نے کسی گستاخی کی سزا کے طور پر جِلاوطن تو نہیں کر دیا۔ یا آپ کوئی جرم کر کے ہمارے گھر کی سلطنت میں پناہ ڈھونڈنے آئے ہیں؟"

عمارہ بھی عمارہ تھی، کہاں باز آنے والی تھی۔

"ہاہاہا۔ آج کل ہماری سلطنت کی جو صورتحال ہے، یہ وقت بھی زیادہ دور نہیں لگتا مجھے کہ میں جلاوطن کر دیا جاؤں۔ خیر۔۔۔ تم سناؤ؟ کیسا رہا تمہارا ایوبیہ ٹرِپ؟"

محد نے اپنے کمرے کا رُخ لیا، کہ علی اور عمارہ کی نوک جھوک اب ایک آدھ گھنٹے سے پہلے ختم ہونے والی نہیں تھی۔

"محد، علی۔ تم لوگ جلدی سے آجاؤ فریش ہو کے۔ کھانا بالکل تیار ہے"

مسز رضا ڈائننگ ٹیبل پر پلیٹیں رکھتے ہوئے بولیں۔ عمارہ بھی ان کی مدد کرنے کے لئے کچن کی طرف چل دی۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی علی اور عمارہ بے تُکی بحث سے باز نہیں آ رہے تھے کہ طاہرہ بیگم نے انہیں خاموش کرواتے ہوئے محد کو مخاطب کیا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ کیوں نا میں بھی واک شروع کر دوں۔اسی بہانے اس لڑکی سے بھی ملاقات ہو جایا کرے گی اور، زرا جان پہچان بھی ہو جائے گی، کیا خیال ہے؟"

"جیسے آپ کو ٹھیک لگے" محد کی ہلکی بھوری آنکھوں میں معنی خیز چمک ابھری تھی۔"لیکن ابھی آپ ایسا ویسا کچھ مت سوچیئے گا۔میرا مطلب ہے کہ ابھی اس کی ضرورت تو نہیں ہے اور ۔۔۔"

"کون سی لڑکی؟"عمارہ نے محد کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"جناب آپ کی بھابھی کی بات ہو رہی ہے۔" علی نے جھٹ سے بتایا تھا۔

"اہم اہم" محد نے علی کی بات پر کھنکھارتے ہوئے اس کو ایک کوہنی رسید کی۔"آوچ! میرا مطلب ہے ہونے والی بھابھی کی" علی بھی ڈھیٹ تھا۔

"کیا مطلب؟ بھائی کا کوئی رشتہ آیا ہے؟"

"ارے نہیں۔انہیں چھوڑو عمارہ، میں تمہیں بتاتی ہوں" مسز رضا نے ساری بات عمارہ کو بتائی، جسے سن کر وہ حیران پریشان نظروں سے محد کو دیکھنے لگی۔

"محد بھائی! آپ تو بڑے چھپے رستم نکلے، میں تو آپ کو بہت شریف سمجھتی تھی"

"یار عمارہ میں نے کون سی بد معاشی دیکھادی۔ہاں اس کے پیچھے ضرور گیا تھا اور مانتا ہوں کہ غلط ہے ایسا کرنا مگر میری نیت بالکل غلط نہیں تھی، سچ کہہ رہا ہوں" وہ پکڑے جانے والے مجرم کی طرح بے تکی صفائیاں دینے لگا۔

"آہا۔دیکھا پھر! چور کی داڑھی میں تنکا ہو تو نظر آ ہی جاتا ہے" علی نے یہ موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

عمارہ کے آنے سے گھر میں خوب رونق لگ گئی تھی۔

'بیٹیاں گھر میں ہوں تو خوشیاں دوگنی ہو جایا کرتی ہیں' طاہرہ، عمارہ کو محد اور علی سے ساتھ قہقہے لگاتے ہوئے دیکھ کر سوچنے لگیں۔

محد کچھ دیر بعد اپنے کمرے میں چلا گیا۔وہ کچھ وقت اکیلے گزارنا چاہتا تھا۔بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے پینٹ کی جیب سے موبائل نکالا۔اور کل رات جو تحریر اس کی نظروں سے گزری تھی اسے پڑھنے لگا۔

"ہر انسانی وجود میں بہت سی کہانیاں دفن ہوتی ہیں۔ہر شخص اپنے اپنے اندر کی آوازوں سے لڑ رہا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا میں بھی خود سے لڑ رہا ہوں؟لیکن مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔خود کو وقت دو محد" وہ خود کلامی کرتے ہوئے بیڈ سے اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔انسان پر کبھی کبھار ایک بے معنی سے بے قراری طاری ہو جاتی ہے۔جس کی نہ وجہ سمجھ آتی ہے اور نہ مقصد۔البتہ یہ اضطراب کی سی کیفیت انسان کو بارہا اس کی اپنی زندگی کو سوالیہ نشان بنا کر اس کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے کہ وہ کیا ہے، کس لئے ہے اور جو کر رہا ہے، وہ کیوں کر رہا ہے۔یہ دن شاید اس کی زندگی کے بھی ایسے ہی دن تھے، جب یہ اضطراب اسے عجیب کشمکش میں مبتلا کر رہا تھا۔اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا جہاں زردی مائل آسمان مغرب کے وقت کا پتا دے رہا تھا۔اسے سکون کی تلاش تھی سو وہ مسجد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ کمرے سے نکل کر لاؤنج کی طرف آیا۔علی صوفے پر بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔طاہرہ اور عمارہ وہاں موجود نہیں تھے۔وہ خاموشی سے گھر سے نکل گیا۔

-

وہ نماز پڑھ کر گھر لوٹا تو رضا احمد آ چکے تھے۔ علی بھی ان کے ساتھ ہی لاؤنج میں موجود تھا، سو وہ بھی وہیں بیٹھ گیا۔

"تو کیا تم اب واپس چلے جاؤ گے؟" رضا احمد کہہ رہے تھے۔

"یہ واپس جا رہا ہے؟ یعنی میری تمہیں آفس سے لانے اور لے جانے کی ذمہ داری ختم؟ اور میرا کمرہ اب صحیح معنوں میں میرا؟ صد شکر خدایا!" محد نے علی کو چِڑاتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں!" علی سپاٹ چہرے سے محد کو جواب دے کر رضا احمد سے مخاطب ہو گیا۔

"پھوپھا میں نہیں جاؤں گا ابھی۔ ابھی مجھے بہت کچھ سیکھنا ہے آپ سے۔ بلکہ میں تو سوچ رہا تھا کہ یہیں اسلام آباد میں ہی اپنا بزنس شروع کر لوں۔ وہاں بھی مجھے روزامی کے طعنے سننے پڑیں گے"

"ایسے نہیں بولتے علی، ماں ہیں تمہاری" علی کا انداز رضا احمد کو واقعی برا لگا تھا

"کیا ہوا ہے؟" محد نے صورتحال کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے سنجیدہ ہونا مناسب سمجھا۔

"یار کچھ نہیں ہوا۔ پتہ نہیں کیوں امی انا کا مسئلہ بنا لیتی ہیں ہر چیز کو۔ پہلے انہیں میرے آپ سے بزنس سیکھنے سے اعتراض تھا۔ اس کے لئے اتنی مشکل سے میں نے اور آزر بھائی نے انہیں منایا۔ اب انہیں میرے یہاں آپ کے گھر رکنے پر اعتراض ہے۔ کہہ رہی ہیں کہ واپس آجاؤ۔ یا کسی ہوٹل میں رہو"

"بیٹا بات چاہے ہمیں جتنی بھی بُری لگے، اہم یہ ہوتا ہے کہ ہم اس بات پر ری ایکٹ (REACT) کیسے کرتے ہیں۔ کیونکہ باتیں تو بھلائی جا سکتی ہیں لیکن رویے دلوں پہ نقش ہو جاتے ہیں۔ تمہیں تحمل مزاجی سے کام لینا ہوگا، تمہارے ابو کے بعد تم اور آزر ہی ثمینہ باجی کا سہارا ہو" رضا احمد اسے سمجھانے لگے۔

"ہاں وہ یاد آیا، امی بتا رہی تھیں کہ آزر بھائی کی بات پکی کر دی ہے، خالہ کی بیٹی خولہ کے ساتھ"

"ارے واہ ماشااللہ۔تو یہ تھی بتانے والی بات۔تم پتا نہیں کون سے غم لے کر بیٹھ گئے"

رضا احمد نے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔اسی دوران طاہرہ کمرے سے نکلیں۔انہیں بھی خوش خبری سنائی گئی۔ محد کی نظر اوپر سیڑھیوں پر پڑی،وہاں عمارہ تھی۔اس سے پہلے کے محد کچھ بولتا،عمارہ نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ محد فوراً اشارہ سمجھ کر مسکرا دیا۔عمارہ آہستہ آہستہ سیڑھیوں سے اترتی ہوئی رضا احمد کے کمرے میں ایسے گئی کہ اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔

"اچھا بھئی،مجھے دو تین ضروری فون کرنے ہیں سو میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں"

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ علی خدا جانے کس سوچ میں گم ہو گیا۔طاہرہ چکور میز پر پڑے میگزین دیکھنے لگیں۔جبکہ محد کسی نئی شرارت کے انتظار میں رضا احمد کو کمرے کی طرف بڑھتا دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"ٹھاہ" کچھ لمحے بعد ایک زوردار آواز سنائی دی۔ علی گھبرا کر اپنی سوچوں کی دنیا سے واپس آیا۔ طاہرہ کے منہ سے بلا ارادہ "یا اللہ خیر" نکلا اور محد کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"شاباش! تم سے مجھے یہ ہی امید تھی میری بہن" محد نے ہنستے ہنستے کہا

"عمارہ!؟" علی نے ناسمجھی کے عالم میں محد کو دیکھا۔

"لو بھئی۔ پھوڑ دیا اس پٹاخے نے بم" طاہرہ نے اپنا سر پکڑ لیا۔

جیسے ہی رضا احمد نے کمرے کا دروازہ کھولا تھا، عمارہ جو دروازے کے پیچھے چھپ کر کھڑی تھی، نے پارٹی پوپر پھاڑ دیا۔ غیر متوقع حملے سے ڈر کر رضا احمد کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لئے زرد ہو گیا۔

"اسلام و علیکم باپ جی" وہ چہکتے ہوئے بولی

"اوہ یہ تم ہو مارُو خان، تم نے تو بہت براڈرا دیا مجھے" وہ اسے گلے لگاتے ہوئے بولے۔

"تم کب آئیں؟"

"عصر سے کچھ پہلے"

وہ دونوں دوبارہ لاؤنج کے طرف چل دیئے۔ "مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں، کیا یہ مشترکہ حملہ تھا مجھ پر؟"

www.novelsclubb.com

انھوں نے کہاتو عمارہ ہنسنے لگی۔

"نہیں، ہم تو خود ڈر گئے۔اتنی بڑی ہو کر بھی اس کی شرارتیں کم نہیں ہوئیں" طاہرہ خفا تھیں۔

"کیوں بھئی، کم کیوں ہو جائیں شرارتیں، انہی سے تو اس گھر میں رونق ہے" رضا احمد نے عمارہ کی طرفداری کرتے ہوئے کہا۔ جس پر وہ مزید چہک اٹھی۔

"ماں، میں سوچ رہی ہوں کہ کیوں نہ کیک بنائیں۔میرا بیکنگ(BAKINGکا بہت موڈ ہو رہا ہے۔ پھر زراٹی پارٹی ہو جائے۔کیوں کہ کھانے کی بھوک تو بالکل نہیں ہے"

طاہرہ کی خفگی کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے عمارہ نے کہا تھا

"ہاں، اچھا خیال ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ کیک عمارہ خود بنائے گی، پھوپھو کی مدد کے بغیر" یہ علی تھا جو کافی دیر کی خاموشی کے بعد بولا تھا۔

رضا احمد، محد کے ساتھ بیٹھ گئے۔اور عمارہ علی کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی "اور شرط پوری ہونے پر مجھے کیا ملے گا؟"

سب دلچسپی سے انہیں ہی دیکھ رہے تھے

"شرط پوری تو کرو پہلے۔۔۔باقی ڈیل بعد میں"

"یہ کیا بات ہوئی علی بھائی۔آپ کا کیا بھروسا،بعد میں آپ مکر گئے تو؟"

"اچھا جی!اب صاحبہ کو ہم پہ بھروسا ہی نہیں۔بھئی تم جو کہو گی،وہ تمہیں مل جائے گا انشاءاللہ۔بے اعتباری کیسی بھلا"علی نے اپنے مخصوص انداز میں ہاتھوں کو لہراتے ہوئے کہا تھا

"اوکے ڈن"عمارہ علی کے ساتھ معاہدہ طے پا جانے کے بعد کیک بنانے کے لئے چل دی۔

"چلو بھئی جب تک ٹی پارٹی کی تیاری ہوتی ہے،تب تک ہم بھی اپنے کام نمٹا لیں۔علی تم آؤ ذرا میرے ساتھ۔ایک فائل ڈسکس(DISCUSS)کرنی ہے" رضا احمد اٹھتے ہوئے بولے۔محد بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔طاہرہ عمارہ کے ساتھ کچن کی طرف چل دیں۔

عشا کی نماز کے بعد سب پھر اسی چکور میز کے گرد جمع تھے۔کیک سے لطف اٹھانے اور چائے پینے کے بعد محد کو جیسے کچھ یاد آیا۔وہ اجلت میں اپنے کمرے کی طرف دوڑا تھا۔

"اسے کیا ہوا" رضا احمد نے حیرانی سے پوچھا۔

"او، میں سمجھ گیا۔۔۔کچھ نہیں ہوا پھوپھا، اس وقت اس پر ایک چڑیل حملہ کرتی ہے۔آپ پریشان نہ ہوں۔میں دیکھتا ہوں"

علی بھی اس کے پیچھے دوڑ گیا۔

"یہ کیا کہہ کر گیا ہے طاہرہ، ان بچوں کا دماغ تو نہیں گھوم وم گیا"

ان کی بات سن کر طاہرہ ہنسنے لگیں۔"بچے ہیں، ایسے ہی ہنسی مزاق کرتے رہتے ہیں" وہ بولیں۔

عمارہ علی کی بات سمجھ کر دل ہی دل میں مارے تجسس کے بے چین ہو رہی تھی، مگر پہلے اسے طاہرہ کے ساتھ کچن کا کام ختم کرنا تھا۔

-

وہ کھڑکی کے سامنے بیٹھا کسی کا منتظر تھا۔

www.novelsclubb.com

"یار تُو تقریباً ایک گھنٹے سے ایسے ہی بیٹھا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ آج نہ آئے۔ کل بھی تو کافی دن بعد آئی تھی۔ دفع کر" علی نے بیڈ پر بیٹھے بیٹھے بے زاری سے کہا

"اور تم ایک گھنٹے سے میرا سر کھا رہے ہو۔ چپ نہیں بیٹھ سکتے پلیز؟" محد کا انداز التجائیہ تھا۔

"میں بہت بور ہو رہا ہوں، سمجھو" علی نے کہا۔ اسی لمحے مسز رضا اور عمارہ کمرے میں داخل ہوئے

"تو کہاں ہیں بھابھی" عمارہ نے آتے ہی پوچھا۔

"تمہارے بھائی کے دل میں" علی کے پاس ہر بات کا انوکھا ہی جواب تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے اس طرح کسی بھی لڑکی کو بھابھی بول دو، ضروری تو نہیں ہے وہی بھابھی بنے تم لوگوں کی۔ بہت بری بات ہے یہ" محد کو واقعی برا لگا تھا۔ علی اور عمارہ کی تو جیسے بولتی بند ہو گئی۔ وہ اس جذباتی حملے کے لئے تیار نہیں تھے

"اب تم لوگ پھر شروع مت ہو جانا۔ محد! وہ آئی نہیں؟"

طاہرہ محد کی طرف متوجہ ہوئیں۔"نہیں امی۔شاید وہ آج نہیں آئے گی"

"تو تم کیا ایسے ہی ساری رات گزارو گے؟آج نہیں آسکتی ہو گی کسی وجہ سے۔کل آجائے گی"

"جی ماں"محد بے بسی سے کہتا ہوا اٹھا اور بیڈ کی طرف آگیا۔

"میں تو یہ ہی پوچھنے آئی تھی کہ اگر وہ آئی ہے آج تو میں بھی چلتی ہوں واک کے بہانے اس سے ملنے۔لیکن خیر،پھر کبھی سہی"

طاہرہ یہ کہہ کر کمرے سے چلی گئیں

"علی بھائی،شرط مت بھولئے گا"عمارہ طاہرہ کے پیچھے جاتے ہوئے علی کو یاد کروانا نہ بھولی۔محد اب اپنی کتابیں کھول کے بیٹھ گیا مگر زہن کہیں اور ہی اٹکا ہوا تھا۔

"ہائیں؟کسی شرط؟"علی نے خود کلامی کی تھی۔

-

23جون2007ء

"ماماوہ اچھا لڑکا ہے، میں اسے پسند کرتی ہوں۔وہ بھی مجھے چاہتا ہے اور اسی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے مجھے"

زونیرہ برآمدے میں رکھی کرسی پر بیٹھی فاطمہ کے سامنے کھڑی ہٹ دھرمی سے کہہ رہی تھی اور فاطمہ سکتے کے عالم میں اپنی بیٹی کے انداز اور لہجے کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں۔ان کے لئے یقین کرنا بہت مشکل تھا کہ وہ ان کی وہی بیٹی ہے۔جس پر انھیں بہت ناز تھا۔

"بابا مجھ سے آرام سے بھی تو پوچھ سکتے تھے۔میں آپ کی اور بابا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کروں گی۔کیا اتنا سا بھی بھروسہ نہیں آپ لوگوں کو مجھ پہ؟اتنی بے اعتباری ماما!؟اگر اس طرح سختی کریں گے تو یقین کریں ماما میں کوئی غلط قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گی۔اور وہ زونیشہ؟اس نے جو کہا آپ نے یقین کر لیا؟ماما اسے تو خود پوری بات معلوم نہیں۔کسی نے

ٹھیک ہی کہا تھا کہ اس گھر میں، میں اپنی زندگی اپنی مرضی سے نہیں گزار سکتی۔مجھے دکھ ہے کہ میں ان پابندیوں میں جکڑے ہوئے گھر میں پیدا ہوئی!"

زونیرہ بولتی چلی جارہی تھی

"یہ کس طرح بات کررہی ہو تم ماما سے زری!؟" زبیر خدا جانے کب گھر پہنچا تھا۔زونیرہ کو اس طرح ماما کے سامنے اونچی آواز میں بولتا دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

"کیا ہوا ہے ماما؟ آپ اس کو چپ کیوں نہیں کروا رہیں۔۔۔اور تمہیں شرم نہیں آتی ایسے بدتمیزی کرتے ہوئے؟"

"اسے بولنے دو زبیر۔آج تو ہمیں آئینہ دکھا رہی ہے یہ کہ ہم اپنی بچی کو صحیح غلط میں فرق کرنا نہ سکھا سکے۔ہم سے غلطی ہو گئی کہ ہم اپنی بیٹی پر اندھا اعتماد کر بیٹھے۔یہ بتا رہی ہے یہ اپنی عمر سے زیادہ بڑی ہو گئی ہے۔آوارہ ہو گئی ہے" بے بسی میں فاطمہ کے جو منہ میں آیا، وہ بولتی چلی گئیں اور زونیرہ ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی پیر پٹختی ہوئی کمرے کی طرف چل دی۔زونیشہ جو کچی نیند سوئی تھی، ان آوازوں سے جاگ چکی تھی اور حیران پریشان کمرے کے دروازے

کے ساتھ کان لگائے برآمدے میں ہونے والی بحث کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔اسی لمحے زونیرہ نے کمرے کا دروازہ کھولا جیسے ہی دروازہ کھلا،وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آپی"

"مت بلاؤ تم مجھے۔اس ساری مصیبت کی وجہ تم ہو! تمہیں میں نے کہا تھا نا کہ کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیئے۔میں وقت آنے پر خود بابا کو بتا دیتی سب کچھ۔تم نے سب خراب کر دیا زونیشہ۔جو ماما، بابا سمجھ رہے ہیں میں نے ویسا کبھی نہیں چاہا۔اب میں کیسے سمجھاؤں یہ بات انہیں"

زونیرہ کی آواز لرزنے لگی۔کافی دیر سے آنکھوں کے پنجرے میں ضبط کیے گئے آنسو بہنے لگے تھے

www.novelsclubb.com

"میں نے کیا کیا آپی!؟"زونیشہ نے آنکھوں میں ہزاروں معصومانہ سوالات لئے پوچھا۔

"چلی جاؤ زونیشہ،مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔جاؤ یہاں سے"زونیرہ چلائی

"ماما،آپ پُرسکون ہو جائیں اور آرام سے مجھے بتائیں ساری بات کہ آخر ہوا کیا ہے"

زبیر نے انہیں تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔ زونیشہ بہن کی باتوں سے ڈر کر روتی ہوئی باہر آئی اور فاطمہ سے لپٹ گئی

"ماما آپی مجھے بہت ڈانٹتی ہیں۔ان کو منع کریں نا۔وہ کہتی ہیں سب میری وجہ سے ہوا ہے"

"چپ ہو جاؤ زونیشہ بیٹے۔میں اسے سمجھا دوں گی، تم رو نہیں"

فاطمہ کے اپنے آنسو تیزی سے رواں تھے، وہ اس معصوم کو کیسے بہلاتیں

"ماما! بابا کہاں ہیں؟ کیا انھیں سب پتا ہے؟"

"ہمم۔۔۔اپنے کمرے میں"

وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکیں۔

-

"یہاں میری طرف دیکھو ذری"

www.novelsclubb.com

زونیرہ کے کمرے میں آجانے کے بعد زبیر غصے میں اس کے پیچھے وہیں آگیا تھا مگر اسے گھٹنوں میں سر دے کر روتے دیکھا تو اس کا غصہ یک بیک غائب ہو گیا سو اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"بھائی ایسی کیا غلطی کر دی میں نے جو سب میرے اتنے خلاف ہو گئے؟ کسی کو میری خواہشوں کی پرواہ نہیں ہے" زونیرہ کی رو رو کر ہچکی بندھ گئی تھی۔اس نے مشکل اپنی بات پوری کی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ تمہاری خواہشوں کی کسی کو پرواہ نہیں۔ کیا تمہاری آج تک کوئی خواہش ادھوری رہی ہے جس کی تم نے ماما بابا یا مجھ سے فرمائش کی ہو؟" زبیر نے پیار بھرے انداز میں پوچھا تھا۔اگرچہ وہ زونیرہ سے فقط دو سال بڑا تھا، مگر بڑا تو تھا اور اپنے بڑے ہونے کا فرض وہ بخوبی نبھانا جانتا تھا۔اس کی بات پر زونیرہ نے بلا اختیار سر اٹھا کو اسے دیکھا لیکن خاموش رہی۔

"مجھے پوری بات نہیں معلوم۔ لیکن کچھ دیر پہلے میں نے سنا کہ تمہیں دکھ ہے اس پابندیوں سے جکڑے گھر میں پیدا ہونے کا۔۔۔ایسا ہی کہا تھا نا تم نے ماما سے؟" زونیرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔"تو مجھے بتاؤ گی کہ تم پر کون کون سی پابندی لگائی گئی ہے؟" اس کی باتوں کا زونیرہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو اس نے اپنی بات اسی پُر اثر لہجے کے ساتھ جاری رکھی۔

"کیا کبھی تمہیں گھر سے باہر جانے پر روکا گیا زونیرہ؟ کیا تمہاری پسند کی چیزیں تمہیں نہیں دی گئیں؟ کیا تمہاری ضروریات کو پورا نہیں کیا گیا؟ کیا تمہیں صحیح اور غلط کا فرق نہیں بتایا گیا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا تمہیں اس گھر سے کبھی پیار نہیں ملا زری؟ تم اپنے والدین کے بارے میں اتنی بدگمان کیسے ہو سکتی ہو؟ میں مانتا ہوں تمہیں بابا کے ردِ عمل نے دکھ پہنچایا ہے۔ وہ بھی شاید اس لئے کہ ان کے لئے بھی یہ سب کچھ بہت غیر متوقع تھا۔ تمہاری یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ انہیں تم سے نرمی سے بات کرنی چاہئے تھی اور تمہیں وضاحت کا ایک موقع دینا چاہئے تھا۔ لیکن یہ بھی تو سوچو کہ تمہارے عمل اور تمہاری باتوں نے ہم سب کو کتنی تکلیف دی ہے۔

رہ گئی بات پابندیوں کی تو مجھے نہیں یاد پڑتا کبھی بابا نے ہم پر کسی بھی حوالے سے زور زبردستی کی ہو۔ بابا ہمیشہ ہر بات کے دو پہلو بتاتے ہیں۔ ایک صحیح اور ایک غلط۔ صحیح کے کیا فائدے ہیں اور غلط کے کیا نقصانات۔ یعنی جو درست کام ہے وہ کیوں درست ہے اور جو غلط کام ہے وہ کیوں غلط۔ لیکن انہوں نے کبھی ہم پر کچھ بھی مسلط تو نہیں کیا زری۔ منتخب تو ہم نے خود کرنا ہے اپنے لئے۔ اور یقیناً ہم اپنے لئے وہی منتخب کریں گے جو صحیح ہے، ہے نا!" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا جس نے اپنی نم آنکھیں زمین پر مرکوز کر رکھی تھیں۔

"مثال کے طور پر اگر تم یہ دوپٹہ اوڑھتی ہو تو اس لئے کہ یہ تمہاری تربیت میں شامل ہے۔ گھر کے ماحول کا اثر بھی ہو سکتا ہے کہ ماما ہر وقت دوپٹہ اوڑھ کر رکھتی ہیں اور اس لئے کہ شاید اللہ نے تمہارے دل میں یہ بات ڈال دی۔ کیا یہ ہم میں سے کسی نے زبردستی تمہیں اوڑھایا ہے؟ نہیں نا۔ تو تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم پر پابندیاں ہیں۔ یہ تمہارے ماحول کے مطابق تمہارے اندر کی اچھائی یا برائی ہے زونیرہ جو درست یا غلط راستے کا انتخاب کرتی ہے۔ اپنے آپ کو پہچانو۔ اور کبھی بھی اپنی غلطیوں کا زمہ دار کسی اور کو مت ٹھہرانا جیسے کچھ دیر پہلے تم زونیشہ کو برا بھلا کہہ رہی تھی"

زونیرہ بدستور خاموشی سے سر جھکائے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"زونیرہ میں نہیں جانتا کہ تم میری باتوں کو کس انداز میں سمجھتی ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ ہم سب تمہیں بہت چاہتے ہیں۔ تمہاری پرواہ کرتے ہیں اور تمہاری جو بھی خواہش ہو گی۔ ہم اسے پورا کرنے کی ہر طرح سے کوشش کریں گے۔ شرط یہ ہے کہ خواہش جائز ہو! میری باتوں پر غور

www.novelsclubb.com

ضرور کرنا ذری اور میں ہمیشہ تمہارے ساتھ کھڑا ہوں، خود کو کبھی اکیلا مت سمجھنا" زبیر اپنی بات مکمل کر کے لمحہ بھر کو رکا، اور پھر خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔

زبیر کے جانے کے بعد اس نے اپنا سر اٹھایا۔ وہ اس کو ایک نئی سوچ دے گیا تھا۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں جن کو وہ لاشعوری طور پر نظر انداز کرتی آئی تھی، آج زبیر کے یاد دلانے پر اسے سب یاد آ رہا تھا۔ اپنے اور اس لڑکے کے تعلق کو لے کر وہ پہلے سے ہی کشمکش کا شکار تھی اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی، لیکن اب وہ دھندلی تصویر کچھ کچھ واضح ہونے لگی تھی۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اور یہ بات وہ واقعی تسلیم کرنا چاہتی تھی۔ سوچوں کا ایک سمندر اس کے اندر بہنے لگا تھا۔ اب بھی اس کے پاس دو راستے تھے۔ اب بھی ان میں سے ایک وہ تھا جو اس کے دل و دماغ پر سوار تھا، مگر غلط تھا۔ اور ایک وہ جس کو چھوڑنے سے اسے خوف آتا تھا، جو صحیح تھا! ایک رشتہ تھا جو بہت حساس تھا اور ایک رشتہ تھا جو اس کے خیال سے بہت نایاب تھا۔ انتخاب اسے خود کرنا تھا۔ سو وہ اس لڑکے سے ملاقات سے پہلے کی زندگی پر اور پہلی ملاقات سے اب تک کی آخری ملاقات پر غور کرنے لگی۔ کچھ باتیں اس کے ذہن میں

سوالیہ نشان بن رہی تھیں۔ اسے فیصلہ کرنے میں کچھ وقت لگا تھا۔فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا۔ مگر کچھ دیر بعد وہ تہہ کر چکی تھی کہ اسے اب کیا ہے۔

-

"بابا، میرے خیال سے ہمیں اس معاملے کو بہت احتیاط سے حل کرنا چاہیے۔زری ابھی اتنی سمجھدار نہیں ہے لیکن اتنی بے وقوف بھی نہیں ہے۔یقیناً یہ باتیں اس کے ذہن میں ڈالی گئیں ہیں اتنا تو میں اسے جانتا ہوں بابا۔میری مانیں تو آپ نرمی سے زری سے بات کریں۔اس سے پوچھیں کہ وہ کیا چاہتی ہے۔اگر واقعی وہ پیچھے ہٹنے پر راضی نہیں تو اس کو ڈانٹ ڈپٹ یا اس کے ساتھ زبردستی کرنے سے وہ باغی بھی ہو سکتی ہے۔ہمیں اسے کم از کم ایک موقع تو دینا چاہیئے بابا"

زبیر نے ساری بات سننے کے بات اپنی رائے دی، جو بہت معقول بھی تھی۔ وہ عبداللہ کے بستر کے پاس پڑی تین کرسیوں میں سے پہلی پر بیٹھا تھا۔ اور عبداللہ نیم دراز سے بستر پر براجمان تھے

"تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے زبیر، مجھے بھی یہی لگ رہا تھا کہ میرا ردِ عمل کافی شدید تھا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس لڑکے نے کونسے سبز باغ دکھائیں ہوں میری بچی کو۔ ورنہ وہ تو ایسی نہیں تھی کبھی۔ اور کہیں نہ کہیں غلطی زونیرہ کی بھی ہو گی۔ مگر اس وقت ہماری طرف سے اسے پیار محبت نا ملی تو ممکن ہے وہ ہمیں اپنا دشمن سمجھنے لگے، اس سے میں بات کروں گا۔ لیکن اس کے علاوہ مجھے ایک اور بات بھی پریشان کر رہی ہے"

www.novelsclubb.com

ان کے انداز پہ زبیر متوجہ ہوا۔ اس کے چہرے پر تجسس کے آثار تھے۔

"بیٹا تمہارے تایا جان نے سال پہلے مائر کے لئے زری کا رشتہ مانگا تھا۔۔۔ میں انھیں انکار نہیں کر سکا تھا، لیکن میں نے انھیں ہاں بھی نہیں کی۔ زری کی پڑھائی کے شوق کے بہانے سے بات

ٹال دی تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ میرے جواب کے منتظر ہیں، گاہے بگاہے وہ باتوں باتوں میں ذکر کرتے رہتے ہیں"

"کیا واقعی؟ مائر تو بہت اچھا لڑکا ہے۔" زبیر واقعی خوش ہوا تھا، "لیکن ابو ابھی آپ زری سے آج کے واقعے پر بات کریں۔ اس کی مرضی پتا چلنے کے بعد ہی ہم کوئی فیصلہ لے سکتے ہیں"

زبیر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

وہ اس وقت ایک اچھا بھائی، اور ایک اچھا بیٹا ہونے کا بھرپور ثبوت دے رہا تھا۔ عبداللہ نے اسے محبت سے دیکھا، اور کھڑے ہو کر گلے لگا لیا۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ان کا بیٹا اتنا سمجھدار ہو چکا ہے

www.novelsclubb.com

"بابا، مجھے یقین ہے زری سمجھ جائے گی۔ وہ آپ کی بیٹی ہے بابا۔ آپ اللہ پر یقین رکھیں۔ وہ سب ٹھیک کر دے گا"

"انشاءاللہ" ان کی آنکھیں نم تھیں۔

-

جس کرسی پر کچھ دیر پہلے زبیر بیٹھا تھا،اب وہاں زونیرہ موجود تھی۔عبداللہ اس کے سامنے رخ کیے پلنگ پر بیٹھے اپنے ذہن میں شاید الفاظ ترتیب دے رہے تھے۔اور زونیرہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اب کیا ہونے والا ہے۔کچھ دیر پہلے کی صورتحال کے پیشِ نظر اتنا تو اسے یقین تھا کہ بابا اس سے اب نرمی سے بات نہیں کریں گے۔خاموشی بھی اپنے اندر کتنی گہرائی رکھتی ہے!

"دیکھو زری بیٹا۔میں یا ہم میں سے کوئی بھی تم پر کسی بھی حوالے سے اپنی مرضی مسلط نہیں کرنا چاہتا۔تم جیسا چاہو گی،جو چاہو گی،ہم تمہیں دینے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم اس طرح غلط راستہ اختیار مت کرو۔بغیر کسی شرعی تعلق کہ آپ کا اس انجان لڑکے سے ملنا یا خط وغیرہ بھیجنا سراسر غلط ہے بیٹا۔اس لئے اگر آپ واقعی سنجیدہ ہو تو مجھے بلا جھجک بتا دو بیٹا۔میں آپ کی خوشی میں خوش ہوں۔لیکن اس لڑکے کے بارے میں جب تک آپ ہمیں نہیں بتاؤ گی،تب تک ہم آپ کے لئے کچھ کیسے کر سکیں گے،میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

زونیرہ دوبارہ ڈانٹ سننے کی منتظر تھی مگر بابا کے انداز پر اس کا سر جھک گیا۔وہ "جی" کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکی۔

"تو اگر آپ ٹھیک سمجھو، تو مجھے بتا دینا کہ وہ کیا کرتا ہے، کہاں رہتا ہے وغیرہ۔کیوں کہ میرے خیال سے میں آپ کا اچھا دوست ہوں، اور مجھ سے آپ اپنے راز بانٹ سکتی ہو"

انہوں نے آخری جملہ بہت دل سے کہا تھا کہ ان کی اپنی آنکھیں بھر آئیں۔

"بابا، مجھے معاف کر دیں۔میں آپ سے نہیں چھپانا چاہتی تھی۔میرا یقین کریں بابا، میں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتی جس سے آپ کو دکھ پہنچے" وہ اسی طرح سر جھکائے وضاحت دینے لگی۔عبداللہ اٹھے اور زونیرہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"آپ پہلے نہیں بتا سکیں تو اب بتا دو۔اس میں تو کوئی مسئلہ نہیں"

"بابا وہ، پچھلے مہینے سکول کے باہر ملا تھا۔میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی بابا، لیکن وہ ہمارا پیچھا کر رہا تھا۔اور دو مرتبہ اس نے زونیشہ کا سکارف کھینچا۔تب مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو

میں نے اس کو خوب سنائی۔ پھر وہ روز وہاں کھڑا ہو جاتا تھا۔ لیکن دور سے ہی بس دیکھتا رہتا ۔ آہستہ آہستہ ہماری بات چیت ہونے لگی، تو اس نے کہا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے"

"ہنم۔۔۔ لیکن اس نے زونی کا سکارف کیوں کھینچا، سمجھ میں نہیں آیا" پوری بات سننے کے بعد عبداللہ نے کہا۔

"میں نے پوچھا تھا یہ اس سے، اس نے کہا کہ وہ میری توجہ حاصل کرنا چاہتا تھا"

"آپ کو اس سے ملے کتنے دن ہوئے؟ ایک ماہ بھی نہیں۔ ہے نا؟"

"جی بابا"

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ کبھی پوچھا یا اس نے خود بتایا؟" ان کے سوال پر اس نے نظریں اٹھا کر پل بھر کو ان کی طرف دیکھا تھا

"بابا وہ فیصل آباد کے ہی کسی گاؤں میں رہتا ہے، ایسا اس نے کہا تھا اور ہاں اس نے بس اتنا بتایا تھا کہ وہ کسی کام سے سعید کالونی آیا ہے، کچھ دن میں واپس چلا جائے گا"

زونیرہ نے یاد کرتے ہوئے کہا

"میرے بچے، اگر وہ کچھ دن بعد واپس چلا جائے گا تو آپ سے کیسا تعلق رکھ رہا ہے؟"

"بابا اس نے کہا تھا کہ وہ گاؤں جا کر اپنی امی سے بات کرے گا"

"اچھا! اور اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ واقعی بات کرے گا اپنی ماں سے؟"

جواب میں وہ خاموش رہی۔ "چلو آپ کچھ وقت لے لو۔ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ پھر مجھے بتانا کہ آپ کیا چاہتی ہو۔ لیکن میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ خدا نے لڑکی کا مقام بے حد بلند رکھا ہے بیٹا، ہر کسی کا اتنا ظرف نہیں ہوتا کہ وہ اس مقام تک پہنچ سکے سوائے تب جب لڑکی خود ہی اپنے مقام سے اتر آئے۔ جب ہم کوئی غلط راہ اختیار کر بیٹھتے ہیں زونیرہ تو ہمارا رب ہمیں سیدھی راہ دکھانے کے لئے آزماتا بھی ہے۔ جب اللہ کے بندے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ گرنے لگیں تو وہ انہیں تھام بھی لیتا ہے۔ میری بچی اگر حالات و واقعات ہم انسانوں کی خواہش اور توقعات کے برعکس ہو جائیں تو کبھی بھی اللہ کی ذات سے مایوس مت ہونا کہ وہ ذات ہمیں ہم

سے بہتر جا تنی ہے۔اور کبھی اپنے والدین سے کچھ مت چھپانا۔تم تو بہت معصوم ہوا بھی، میں ہمیشہ سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں کوئی بہکانہ دے"

وہ اسے بہت نرمی سے سمجھا رہے تھے۔ان کا انداز ہی ایسا تھا کہ وہ اپنے آنسو روک نہ سکی۔ کمرے میں ایک اداسی کی فضا پھیل گئی تھی۔

"زونیرہ بیٹے میں آپ کو غلط نہیں کہہ رہا۔کسی کو پسند کرنے کا حق تو اللہ نے ہر شخص کو دے رکھا ہے۔لیکن اللہ نے ایک درست راستہ بھی بنایا ہے۔یہاں آپ نہیں آپ کا طریقہ غلط ہے۔اس لئے میں نہیں چاہتا کہ آپ اس سے دوبارہ ملو۔لیکن اگر آپ واقعی سنجیدہ ہو تو بتا دینا۔ کسی طرح اس لڑکے کے بارے میں معلومات کر کے ہم تمہاری بات آگے بڑھائیں گے۔لیکن شرط یہ ہے کہ وہ لڑکا اچھے کردار کا اور اچھے اخلاق کا ہو۔میں اپنی بیٹی کو کسی آوارہ کے حوالے نہیں کر سکتا"

وہ خاموش بیٹھی رہی۔ بابا اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے چلے گئے۔اس نے اپنے دوپٹے سے آنسو صاف کئے۔ایک سرد آہ بھری اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ بہت کچھ تھا جو اس سے بگڑ گیا تھا،اب اسے ہی ٹھیک کرنا تھا۔

-

"زونی! تم مجھ سے ناراض ہو؟"

وہ بستر پر کتابیں کھول کر بیٹھی زونیشہ سے مخاطب تھی مگر زونیشہ اسے مکمل نظرانداز کر رہی تھی۔

"بتاؤنا۔اچھا مت بتاؤ۔مجھے معلوم ہے تم مجھ سے خفا ہو۔میں کان پکڑ کر تم سے معافی مانگتی ہوں"

زونیشہ اب بھی کچھ نہیں بولی تھی۔اس نے اپنی نگاہیں کتاب پر مرکوز رکھی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"سنو نا میری پیاری زونہ" زونیرہ نے اپنے کان پکڑتے ہوئے کہا۔زونیشہ نیچے منہ کئے چپکے چپکے مسکرانے لگی۔وہ کتابیں ہٹاتی ہوئی زرا آگے کو ہوئی اس طرح کے وہ زونیشہ کا جھکا ہوا چہرہ دیکھ سکے۔اسی لمحے زونیشہ ہنس دی۔

"ہاہاہا دیکھا،زونہ ہنس پڑی" وہ ہنسی تو کہ اس کے دل کو زرا قرار آیا تھا۔اسے زونیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔اپنی جذباتی طبیعت کے باعث جانے انجانے میں وہ اسے بہت کچھ کہہ گئی تھی،اب اس کا مداوا بھی تو ضروری تھا!

"لیکن میں ابھی بھی ناراض ہوں تم سے زونیرہ کومل" زونیشہ کو بھی اس سے اپنے ناز اٹھوانے آتے تھے۔

www.novelsclubb.com

"اور آپ کی ناراضگی کس طرح دور ہو گی زونیشہ کومل؟"

"آپی۔تم ایک وعدہ کرو گی مجھ سے؟"

"کیسا وعدہ؟"

"تم وعدہ کرو کہ تم اس گندے لڑکے سے کبھی بات نہیں کرو گی۔وہ مجھے بہت گھورتا ہے۔ بالکل اچھا نہیں لگتا مجھے۔اور نہ ہی مجھے غصے میں ڈانٹو گی۔جب تم مجھے ڈانتی ہو بہت بری لگتی ہو سچ میں۔ہاں لیکن بعد میں جب زونہ زونہ کرتی ہو تو اچھی بھی لگتی ہو لیکن اتنی نہیں "زونیشہ بولتی جارہی تھی۔اس کی معصومیت پر زونیرہ ہنس دی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے،وعدہ رہا!کل کے بعد میں کبھی اس لڑکے سے بات نہیں کروں گی اور نہ ہی تمہیں ڈانٹوں گی"

"کل کے بعد مطلب؟"

"مطلب تمہیں بعد میں سمجھاؤں گی،اوکے؟"

زونیشہ نے دائیاں ہاتھ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا جسے زونیرہ نے مضبوطی سے تھام لیا۔

"پکا وعدہ"

"ایک چیز تم بھول رہی ہو آپی "زونیشہ بولی تو زونیرہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"چاکلیٹ" زونیشہ نے خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا

"اوہاں۔کل سکول سے واپسی پر۔پکا!"

"ٹھیک ہے"

"چلو اب پڑھ لو تم شاباش"

زونیشہ خوشی خوشی کتاب کی طرف متوجہ ہو گئی۔

'ایک دفعہ۔بس ایک دفعہ میں اس سے بات ضرور کروں گی۔جو سوالات میرے ذہن میں ہیں ان کے جواب مجھے ڈھونڈنے ہیں ہر حال میں' زونیرہ نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

-

"بابا۔" وہ بند آنکھوں اور بے ربط سوچوں کے ساتھ اپنے بستر پر لیٹے سونے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ان کے ذہن میں مسلسل زونیرہ کی باتیں گھوم رہی تھیں۔وہ ہمیشہ بیٹیوں کے بہک

www.novelsclubb.com

جانے سے ڈرتے تھے۔کہ معاشرہ بیٹیوں کے لئے بہت ظالم تھا۔اسی لمحے ننھی زونیشہ نے ان کے قریب آکر انہیں پکارا۔

"ہوں؟"انہوں نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔"زونیشہ !کیا ہوا؟"

جواب میں زونیشہ نے خاموشی سے ایک مڑا تڑا کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا۔انہوں نے تذبذب میں وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے لیا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کاغذ کی تہہ کھولنے لگے۔زونیشہ چپ چاپ سر جھکائے وہاں سے چلی گئی۔اور وہ کاغذ پر لکھی تحریر پڑھنے لگے۔

-

www.novelsclubb.com

24جون 2007ء

فاطمہ کچن میں تھیں جب زونیرہ آہستہ سے ان کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ "ماما" اس نے بے جان سی آواز میں کہا تو فاطمہ نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا اور دوبارہ رخ پھیر لیا۔

"بولو"

"مجھے معاف کر دیں ماما۔ آپ کو مجھے اسی وقت تھپڑ مارنا چاہیئے تھا جب میں نے آپ سے وہ سب کہا۔ میں جانتی ہوں میں نے بہت بدتمیزی کی آپ سے لیکن میرا یقین کریں، میں دل سے ایسا کچھ نہیں چاہتی تھی سچ میں۔" وہ نظریں جھکا کر کہتی جا رہی تھی جب اس کے سر پہ ایک تھپڑ پڑا۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ فاطمہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ "لو! مار دیا تھپڑ"

ان کی بات سن کر وہ لمحہ بھر کے لئے بنا پلکیں چھپکائے انہیں دیکھے گئی۔ پھر اس کے چہرے پر دھیمی سی مسکان ابھری تھی اور جس ہاتھ سے ان نے تھپڑ کھایا تھا، ان کا وہی ہاتھ تھام لیا "ماما میں وعدہ کرتی ہوں۔ میں کبھی آپ کو ایسے خفا نہیں کروں گی۔ کبھی آپ کا مان نہیں توڑوں گی ایک اچھی بیٹی بنوں گی۔ آپ کی بیٹی۔ بس آپ میری نادانی سمجھ کر کل کے لئے مجھے معاف

کر دیں۔آپ جانتی تو ہیں کتنی جذباتی ہوں میں "اس کی بات سن کر فاطمہ مسکرائیں اور پیار سے اسے اپنے گلے سے لگالیا۔

'میں اپنے بازوؤں کے حصار میں اپنی بیٹی کو دنیا کی بے رحم نظروں سے چھپالینا چاہتی ہوں۔ کاش کہ مائیں ایسا کر سکیں۔دنیا والوں کی درندگی سے عصمتوں کو بچا سکیں۔بیٹیاں تو ماں باپ کی زندگی میں ستاروں کی طرح ہوتی ہیں۔لیکن کاش کہ یہ ستارے بے رحم دنیا کے سیاہ آسمان پر کبھی نہ دکھائی دیں۔کہ اگر ایسا ہو تو ماں باپ کی زندگی کا آسمان تاریک اور بے رونق ہو جاتا ہے" وہ اسے سینے سے لگائے سوچنے لگیں

"اگر زبیر بھائی مجھے نہ سمجھاتے تو میں پتہ نہیں کیا کر گزرتی "زونیرہ نے دل ہی دل میں سوچا

"چلو جلدی سے سکول کے لئے تیار ہو جاؤ اب "انہوں نے کہا تو زونیرہ مسکراتے ہوئے کچن سے نکل گئی۔سب سے معافی مانگ لینے کے بعد اس کا دل قدرے مطمئن تھا۔لیکن ابھی اسے سب سے اہم کام نمٹانا تھا۔وہ اپنے یونیفارم کا دوپٹہ سر پر ٹکاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"زری، زونی! چلو آؤ۔ تم لوگوں کو سکول چھوڑ آؤں میں آئندہ میں ہی چھوڑنے جاؤں گا اور میرے ساتھ ہی آپ دونوں واپس آؤ گی۔ اکیلے مت آنا۔ لیکن آج واپسی پہ مجھے دیر ہو جائے گی۔ ایک اہم میٹنگ ہے تو اس لئے زبیر لینے آجائے گا، سمجھ گئیں؟" پروفیسر عبداللہ نے اپنی بیٹیوں کو تاکید کرتے ہوئے کہا جس پر دونوں نے سر ہلا دیئے

"میں پانچ دس منٹ لیٹ ہو سکتا ہوں ٹریفک کی وجہ سے، اس لئے زونیرہ تم کالج سے چھٹی کے بعد سکول آجانا اور سکول کے اندر ہی رہنا تم لوگ۔ میں وہاں پہنچ کر تم لوگوں کو باہر بلا لوں گا"

زبیر اپنے جوتوں کے تسمے باندھ کر بیگ سنبھالتے ہوئے بولا۔ زونیشہ اپنا بیگ اٹھائے عبداللہ کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"چلو زری" عبداللہ نے زونیشہ کا بیگ پکڑتے ہوئے کہا اور دونوں بیٹیوں کو ساتھ لئے وہ گھر سے نکل گئے۔ ان کے نکلنے کے چند لمحوں بعد زبیر بھی کالج کے لئے نکل گیا تھا۔ فاطمہ ناشتے کے برتن سمیٹنے لگیں۔

www.novelsclubb.com

زونیشہ کا سکول اور زنیرہ کا کالج گھر سے زیادہ دور نہیں تھے، اس لئے وہ دونوں اکیلی چلی جایا کرتی تھیں۔ لیکن آج صبح صبح یہ تبدیلی دیکھ کر زونیشہ سے رہا نہ گیا

"بابا۔ آپ روز ہمیں ایسے ہی چھوڑنے آیا کریں گے کیا؟"

"جی بالکل ان شاءاللہ" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کیا اور زونیرہ ان کے انداز پر مسکرا دی۔

وہاں پہنچ کر جب تک وہ دونوں اندر داخل ہو کر ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئیں، وہ وہیں کھڑے ان کو دیکھتے رہے

"فی امان اللہ" ان کے دل نے دعا دی تھی۔

آج کا دن بھی سکول میں معمول کے مطابق گزر گیا۔ چھٹی ہوئی تو زونیرہ نے سکول آ کر زونیشہ کی کلاس کا رُخ کیا تھا۔

"آپی! میرے انگلش کے ٹیسٹ میں پچیس میں سے پچیس نمبر آئے" زونیشہ ہر روز کی طرح زری کو دیکھتے ہی چہکتے ہوئے بتانے لگی

"ویری گُڈ۔اس کامیابی پر تو چاکلیٹ بنتی ہے"زونیرہ نے اسے داد دیتے ہوئے اپنے بیگ کی جیب سے دو چاکلیٹ نکالیں۔

"لو۔یہ ایک آپ پہ غصہ کرنے کے لئے سوری کے طور پر۔۔۔اور یہ دوسری ٹیسٹ اچھا دینے کا انعام۔اب تو خفا نہیں ہونا"زونیشہ کی تو جیسے عید ہو گئی تھی،چاکلیٹ کی شیدائی جو ٹھہری۔

"امم،میں سوچوں گی کہ اب ناراض رہنا چاہیے یا نہیں"زونیشہ نے شرارت سے کہا

"ہاہاہا بہت تیز ہو تم۔چلو گیٹ کے پاس کھڑے ہوتے ہیں،بھائی آنے والے ہوں گے"

طلبہ کے ہجوم سے زرا فاصلے پر وہ دونوں چھاؤں میں اس جگہ آ کھڑی ہوئیں جہاں سکول کے باہر سڑک پر آنے جانے والے لوگوں کو کھلے ہوئے گیٹ سے باآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔گرمی اپنے عروج پر تھی۔چھٹی کے وقت وہاں موجود لوگوں کے ہجوم سے گرمی کی شدت اور بھی زیادہ تھی۔

"زونیشہ لاؤ بیگ مجھے پکڑا دو۔ تھک جاؤ گی" زونیرہ نے کہا اور زونیشہ کا بیگ لے کر دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔ اسی دوران اس کی نظر باہر سڑک کی دوسری طرف سکول سے زرا فاصلے پر گھنے درخت کے ساتھ کھڑے شخص پر پڑی تو اسے جیسے کچھ یاد آیا۔

"زونہ تم یہیں رکو۔ میں ابھی آتی ہوں" وہ اپنا بیگ زونیشہ کے بیگ کے ساتھ پھینکتے ہوئے ہجوم میں گم ہوتی ہوئی سکول سے باہر نکل گئی۔

"آپی! کہاں جا رہی ہو؟ بھائی ناراض ہوں گے"

زونیشہ چلائی مگر زونیرہ تک اس کی آواز نہ پہنچ سکی۔ زونیشہ نے سکول کے باہر دیکھنے کی کوشش کی تو درخت کے ساتھ کھڑے اس غصیلی نظروں والے لڑکے کو وہ نظر پڑتے ہی پہچان گئی۔ اس کے ساتھ ہی اسے وہاں زونیرہ کھڑی دکھائی دی تھی۔

"اف آپی! تم کیوں اس گندے لڑکے سے بات کرتی ہو بار بار" وہ بڑبڑاتی ہوئی لوگوں میں سے راستہ بناتی اسی سمت چل دی جہاں زونیرہ گئی تھی اور ان کے قریب جا کر خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔

"کیسی ہو؟"

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے قاسم"

"ایسی کیا ضروری بات ہے کہ سلام دعا بھی بھول گئی تم؟"

"کیا تم سنجیدہ ہو ہمارے بارے میں؟"

"یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے؟ ظاہر ہے بھئی سنجیدہ ہوں۔اور بہت زیادہ سنجیدہ ہوں" اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا

"تو پھر یہ بتاؤ کہ تم کب بات کرو گے اپنی امی سے ہمارے رشتے کے حوالے سے"

"کر لیں گے بات زری، ایسی کیا جلدی ہے تمہیں"

"مجھے جلدی ہے! ہمارا اس طرح روز ملنا، پوشیدہ تعلق رکھنا مناسب نہیں ہے۔یہ بات میں تمہیں پہلے بھی کئی بار کہہ چکی ہوں لیکن اب مزید انتظار نہیں کر سکتی۔اس لئے میں چاہتی ہوں کہ تم جتنی جلدی ہو سکے، اپنی امی سے بات کر کے انہیں ہمارے گھر بھیجو۔میں آج کے بعد تم

سے تب تک نہیں ملوں گی جب تک والدین کی رضامندی شامل نہیں ہو جاتی اور کوئی شرعی رشتہ طے نہیں ہو جاتا۔ بابا بہت خفا ہیں مجھ سے قاسم۔ میں انہیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی"

"اچھا تو یہ سب کچھ تمہارے بابا نے کہا ہے تم سے! میرے خیال ہے کہ انہوں نے کل مجھے دیکھ لیا تھا اور تمہاری خوب اچھے سے برین واش بھی کر دیا"

"تم بات مت بدلو۔ بابا نے مجھے ایسا کچھ نہیں کہا"

"باقی بات بعد میں، پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ خط خالی کیوں تھا؟" قاسم کے پوچھنے پر وہ حیرت سے اسے تکنے لگی۔

"خالی تھا؟"

"جی ہاں۔ کچھ بھی نہیں لکھا تھا اس میں"

زرا سی دیر لگی تھی اسے یہ سمجھنے میں خط خالی کیوں تھا۔ وہ دوبارہ گویا ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"خط کو چھوڑو تم۔ابھی میں جو پوچھ رہی ہوں، وہ بتاؤ بس"

"یار تم تو ایسے مجھ سے بات کر رہی ہو آج جیسے تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟"

اعتبار کا مجھے نہیں پتہ۔ لیکن مسئلہ دل کی تسلی کا ہے ہمارا تعلق سراسر غلط ہے، یہ میں مانتی ہوں۔ لیکن تم اسی طرح ہمارے رشتے کی بات ٹال دیتے ہو ہمیشہ۔ تم یا تو بات ادھوری چھوڑ دیتے ہو یا بدل دیتے ہو۔ میں نے بہت سوچا، بہت غور کیا مگر میں چاہتے ہوئے بھی اپنے دل کو تسلی نہیں دے سکی"

"دیکھو میں واقعی تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ مجھے تھوڑا وقت تو دو۔ میں کر لوں گا بات امی سے۔ کیوں پریشان ہوتی ہو"

"یہ ہی جملے! ہر بار یہی جملے کہہ کر تم بات ختم کر دیتے ہو قاسم"

"آپی چلو یہاں سے" یہ ذونیشہ تھی مگر اس کی آواز سن کر بھی زونیرہ نے نظرانداز کر دی کہ اس وقت اس کے لئے اپنے ذہن و دل میں بڑھتے اضطراب کو دور کرنا زیادہ اہم تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے بہت سی باتوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی غور کیا قاسم" وہ کہہ رہی تھی "تم نے کہا تھا کہ تم یہاں شہر میں نوکری کی تلاش میں آئے ہو۔ تو کیا ابھی تک کوئی نوکری نہیں ملی تمہیں؟ اور بقول تمہارے، تمہارا تعلق کسی غریب گھرانے سے ہے۔ دو وقت کی روٹی مشکل سے ملتی ہے۔ لیکن تمہارا رہن سہن، ہر ملاقات پہ الگ لباس، یہ تو ان غریبوں کے پاس نہیں ہو سکتا جن کو دو وقت کی روٹی مشکل سے ملتی ہو"

"تم کہہ رہی ہو کہ میں تم سے جھوٹ بولتا رہا ہوں؟ نہیں! یہ تم نہیں کہہ رہی۔ یہ تمارے بابا کہہ رہے ہیں، معلوم ہے مجھے"

"میں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ ایسی بات نہیں ہے قاسم۔ کیوں تم بابا کو بیچ میں لے آتے ہو؟"

"زری! تمہارے گھر والے واقعی میرے اور تمہارے اتنے خلاف ہیں کہ ان کی باتوں نے تمہارا ذہن یہ عجیب طرح کے شکوک و شبہات سے بھر دیا ہے! میں تمہیں اتنے دنوں سے سمجھا رہا ہوں کہ تمہاری آنکھوں پر پابندیوں کی پٹی بندھ چکی ہے۔ تم اپنی مرضی اپنی پسند سے مجھ سے مل نہیں سکتی۔ تم کہہ رہی ہو کہ والدین رضامند ہوں گے تب بات کر سکو گی۔ اس سے

بڑھ کر بھی کوئی پابندی ہو سکتی ہے؟ زندگی تمہاری ہے، اصول اور فیصلے تمہارے ماں باپ کے، کس طرح گزارتی ہو تم ایسی زندگی؟ دم نہیں گھٹتا یار تمہارا؟ قاسم نے اچانک بات کی نوعیت بدل دی۔ اور یہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ زونیرہ کے ہاتھ کی طرف بڑھایا تھا جسے دیکھ کر زونیرہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"بابا میرے یا تمہارے خلاف نہیں ہیں۔ وہ صرف اس بات کے خلاف ہیں جو واقعی غلط ہے۔ تم اس طرح کی باتوں سے اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی بدگمان مت کرو۔ مجھ پر کوئی پابندی ایسی نہیں لگائی گئی جس سے میرا دم گھُٹے۔۔۔اس لئے پلیز! پلیز اگر تم اس رشتے کو شرعی حیثیت دے سکتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میں تم سے مزید یہ بے نام تعلق نہیں رکھنا چاہتی

www.novelsclubb.com

"یہ بے نام تعلق نہیں ہے زری۔ اسے محبت کہتے ہیں" اس کے انداز سے لگتا تھا کہ زنیرہ کی آخری بات نے اس کا دل دکھایا تھا۔

"محبت کی نکاح کے بغیر کم از کم میری نظر میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر محبت ہو تو نکاح میں دیر کیوں؟ نکاح کی بات پر اتنی بے زاری کیوں؟"

"کیا ہو گیا ہے یار تمہیں۔ میں کہیں بھاگا تھوڑی جا رہا ہوں اور مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنی امی سے بات کر بھی لوں پھر بھی تمہارے گھر والے نہیں مانے تو کیا تم میرا ساتھ چھوڑ دو گی؟ تم اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ ان لوگوں کو کیسے کرنے دے سکتی ہو؟ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے ہمیں؟ مجھے نہیں لگتا کہ تمہارے والدین مانیں گے لیکن کوئی بات نہیں زری میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میرے پاس ایک بہتر راستہ ہے ہمارے لئے"

اس کا آخری جملہ سن کر زونیرہ کا دل وسوسوں سے گھرنے لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیسا راستہ؟" اس کی آواز کپکپائی تھی۔

"تمہارا مطالبہ نکاح ہے نا تو ہم بھاگ کر نکاح کر لیتے ہیں" قاسم نے رازداری سے کہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟ اللہ!!

"اس میں غلط کیا ہے زری؟ رشتے کو شرعی حیثیت دینی ہے نا"

"بابا ٹھیک کہتے ہیں۔ لڑکی کو اپنے مقام سے نیچے نہیں آنا چاہیئے۔ تم ایسی بات کرو گے، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اگر تم مجھے عزت سے نہیں اپنا سکتے تو اس محبت کے دعوے مت

کرو" وہ آنکھوں میں دکھ اور بے یقینی لئے کہہ رہی تھی، "مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا قاسم۔۔۔میں۔۔۔میں نے آج ہماری محبت کی خاطر تمہیں اور خود کو ایک آخری موقع دیا تھا لیکن تم نے یہ سب کہہ کر مجھے بہت مایوس کر دیا" اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں، "اور آخری بات! اگر تم اپنی امی کو منا کر ہمارے گھر بھیج دو گے تو میں مان لوں گی کہ تمہاری محبت سچی ہے۔دوسری صورت میں بھول جاؤ مجھے"

بمشکل اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔آنسو دل ٹوٹنے کے تھے یا تعلق ٹوٹنے کے، بہر حال بہہ نکلے تھے۔

وہ قاسم کا جواب سنے بغیر تیزی سے پلٹی اور زونیشہ کا ہاتھ تھام کر واپس سکول کے اندر آگئی جہاں طلبہ کا ہجوم اب قدرے کم ہو چکا تھا۔

وہ دونوں سکول کے اندر گیٹ کے قریب پڑے بینچ پر بیٹھ گئیں۔

"تم رو کیوں رہی ہو آپی" زونیشہ نے بغیر آواز کے روتی زونیرہ سے پوچھا تھا۔

"تمہیں اس گندے لڑکے کی باتیں بری لگی ہیں نا۔دیکھو میں نے کہا تھا تم سے کہ وہ گندا ہے۔ اس سے بات مت کیا کرو"زونیشہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کسی بڑے تجربہ کار کی طرح کہہ رہی تھی۔

"ہوں۔تم نے ٹھیک کہا تھا۔میں اب کبھی بات نہیں کروں گی اس سے"

"اچھا پھر رو بھی مت"

"رونا تو آتا ہے نا زونی۔جب وہ رشتہ ٹوٹ جائے جو آپ کے لئے نایاب ہو۔تو رونا تو آتا ہے ناں"

"وہ کیوں؟"زونیشہ نے تجسس سے پوچھا۔

"کیوں کہ اس رشتے پہ بہت مان ہوتا ہے۔مان ٹوٹتا ہے تو دل دُکھتا ہے بہت۔اور پتہ ہے دل زیادہ کب دکھتا ہے؟جب ایسا رشتہ آپ کو خود توڑنا پڑے۔کیوں کہ وہ نایاب تو تھا مگر جھوٹا تھا۔ شاید وہ نایاب ہی اس لئے تھا کہ وہ جھوٹا تھا"

"اچھا۔اگر دکھ ہوتا ہے تو رشتہ توڑتے کیوں ہیں؟"

"کیوں کہ کچھ حساس رشتوں کی خاطر کچھ نایاب رشتوں سے منہ موڑنا پڑتا ہے۔اچھا چھوڑو اس بات کو۔آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے، بھائی کہاں رہ گئے "زونیرہ نے اپنے آنسو صاف کر کے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور وہ خط کہاں ہے؟"زونیرہ نے اچانک سوال کیا تو زونیشہ نے ٹھٹک کر اس کی جانب دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔

"وہ میں نے بابا کو دے دیا تھا"،اس نے جھکا ہوا سر اٹھایا تھا،"سوری آپی "وہ خاموش بیٹھی زونیرہ کو دیکھ رہی تھی۔"دیکھو اچھا ہی کیا نا میں نے۔اس گندے لڑکے نے تمہیں ڈانٹا، تمہیں رلایا بھی"

www.novelsclubb.com

زونیرہ اب بھی کچھ نہیں بولی۔

"اچھا ہم خود گھر چلیں؟ مجھے بہت بھوک لگی ہے آپی اور گرمی بھی لگ رہی ہے یہاں"

زونیشہ نے اپنا منہ بگاڑتے ہوئے منت کرتے ہوئے کہا۔اس کے اس انداز پر وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"نہیں۔بھائی کے ساتھ ہی جائیں گے"

اسی لمحے زبیر وہاں پہنچ گیا تھا۔اس نے گیٹ پر کھڑے ہو کر انہیں اشارہ کیا۔وہ دونوں اپنے بیگ اٹھا کر باہر کی طرف بڑھنے لگیں۔

"سوری میری پیاری بہنو۔مجھے بہت زیادہ دیر ہو گئی" زبیر کو دیکھتے ہی وہ دونوں کھڑی ہو گئی تھیں اور زبیر نے آگے بڑھ کر زونیشہ کا بیگ تھامتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں بہت زیادہ اور دیکھو بھائی مجھے کتنی گرمی لگ رہی ہے" زونیشہ نے خفگی سے کہا۔

"ارے ارے۔۔۔میرے بچے کو گرمی لگ رہی تھی۔چلو ایسا کرتے ہیں کہ آپ کو آپ کی پسندیدہ اورنج آئس کریم کھلاتے ہیں، کیسا؟"

"یس(YES)" زبیر کی انگلی تھامے وہ اس کی بات پر خوشی سے چہکی تھی۔

"زونیرہ تمہیں کیا ہوا" زبیر نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا تو پوچھنے لگا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔بس تھک گئی ہوں" اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔چلو مان لیتا ہوں"

"وہ رہا آئس کریم والا" زونیشہ نے سڑک کے کنارے کھڑی آئس کریم کی ریڑھی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ تینوں اسی سمت بڑھ گئے۔ زبیر ان دونوں کے ساتھ کھڑا آئس کریم کے لئے جیب سے پیسے نکال رہا تھا جب اس کی نظر سامنے سے آتے مائر پر پڑی۔ مائر ہاتھ ہلاتے ہوئے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ زبیر نے بھی مسکرا کر ہاتھ ہلا دیا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے ایک ڈنڈا پورے زور کے ساتھ زبیر کے سر پر دے مارا۔ جس کے نتیجے میں وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر گیا۔ ٹھیک اسی لمحے میں زونیرہ کے منہ پر رومال رکھا گیا اور وہ نڈھال ہوتی ہوئی ایک طرف کو لڑھکنے لگی مگر فوراً ہی تھام لی گئی۔ اسے تھامنے والا قاسم تھا جس کو پہچاننے میں زونیشہ کو زرا دیر نہ لگی۔ سامنے سے مائر نے یہ سب دیکھا تو تیزی سے ان کی طرف دوڑا تھا۔

"خبردار! کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا" ایک تیسرے شخص نے پستول تان لی تھی۔ مائر جواب ان کے قریب پہنچ چکا تھا اچانک رک گیا۔

"کسی نے کوئی حرکت کی تو اس بچی کو یہیں ٹھنڈا کر دیں گے"

پستول کا رخ پریشان ڈری سہمی کھڑی زونیشہ کی طرف کر دیا گیا تھا۔اتنی دیر میں قاسم بے ہوش زونیرہ کو پیچھے کھڑے کیری ڈبے تک لے جا چکا تھا۔ڈنڈا مارنے والا شخص ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

"اوئے۔۔۔آجا"گاڑی میں بیٹھتے ہوئے قاسم نے پستول تانے شخص سے کہا اور وہ پستول کو اسی طرح زونیشہ کی طرف تانے الٹے قدم چلتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔اس کے بیٹھتے ہی گاڑی زن کرتی ہوئی وہاں سے گزر گئی۔اکا دکا لوگ جو وہاں موجود تھے،دھنگ کھڑے رہ گئے۔یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ کسی کو بھی سنبھلنے کا موقع نا مل سکا۔

مائر نے ایک نظر سہمی ہوئی زونیشہ کو دیکھا پھر زبیر کے قریب آیا۔اس کے پھٹے ہوئے سر سے خون بہہ رہا تھا۔مائر نے اپنا فون نکالا اور تیزی سے نمبر ملانے لگا۔

-

قسط نمبر 2:

ہسپتال کے شفاف چمکتے فرش پر نظریں جمائے وہ بینچ پر بیٹھے بہتے آنسوؤں کے ساتھ اپنے بکھرے خیالات کو یکجا کرنے کی ناکام کوشش میں تھے۔بیٹا اس وقت زخمی تھا اور بیٹی لاپتہ! زندگی نے اچانک ایسا پلٹا کھایا تھا کہ سب کچھ بکھرا بکھرا لگ رہا تھا۔

اپنی بے بسی کا اندازہ انسان کو ان مصیبتوں اور آفتوں سے ہوتا ہے جو اچانک سر پر پڑتی ہیں اور جن سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیکھا۔اس لمحے انسان صحیح معنوں میں اس رب کو یاد کرتا ہے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ہمیشہ سے ہمیشہ تک۔سو وہ بھی اس لمحے دل میں رب کو بڑے دل سے یاد کر رہے تھے۔پھر جیسے انہیں کچھ یاد آیا تھا۔ انہوں نے اپنے کُرتے کی جیب میں سے وہی لپٹا ہوا کاغذ نکالا جو کل رات زونیشہ نے انہیں دیا تھا۔

"تم نے میرا پیچھا کیا؟ گھر تک کیوں آئے ہو؟ تمہیں میں نے کہا تھا کہ میں بابا سے کچھ نہیں چھپاتی۔نہ ہی اب چھپانا چاہتی ہوں سو مجھے پہلے بابا سے بات کرنے دو۔پھر تمہیں ان سے ملوا بھی دوں گی۔مجھے معلوم ہے وہ میری بات نہیں ٹالیں گے۔تم بس تب تک کوشش کرو کہ اپنی

امی سے بات کرلو اور دوبارہ یہاں مت آنا۔ میں نہیں چاہتی کوئی تمہیں یہاں اس طرح دیکھے۔ یہ خط ملتے ہی فوراً چلے جانا"

"زونیرہ میری بچی۔ اللہ تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے" ان کے لبوں نے سرگوشی کی تھی۔ انہوں خط واپس تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ خط نے انہیں اور بھی رنجیدہ کر دیا تھا۔

"چچا جان زبیر کو ہوش آگیا ہے اور وہ زونیرہ کے بارے میں پوچھ رہا ہے" دوڑ کر ان کے قریب آتے پھولتی سانسوں کے ساتھ مائر نے بتایا تو ان کی سوچوں کا سلسلہ ٹوٹا۔ "یا اللہ تیرا شکر" انہوں نے کہا اور تیزی سے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے مائر کے پیچھے ہو لئے۔ کچھ دیر پہلے ہونے والے سانحے کی تفصیل انہیں مائر بتا چکا تھا۔ ننھی زونیشہ تو اس قدر خوفزدہ تھی کہ اس نے اب تک چپ سادھ رکھی تھی۔

"اچانک شاک کی وجہ سے بے ہوشی طاری تھی۔ سر کی چوٹ کافی خطرناک ہوتی ہے۔ اچھا ہوا کہ سر پھٹ جانے سے خون بہہ نکلا۔ اگر خون اندر ہی رہ جاتا تو کئی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔

لیکن آپ فکر نہ کریں۔اب یہ سٹیبل ہیں۔ان کی حالت مزید بہتر ہو جائے تو دو تین گھنٹے تک آپ انہیں گھر لے جا سکتے ہیں"

انھوں نے ڈاکٹر کو ان کے بڑے بھائی نصر اللہ کو زبیر کی حالت سے آگاہ کرتے سنا تو ان کے دل کو قرار آیا۔مائران کے ساتھ کھڑا تھا۔وہ زبیر کی طرف بڑھنے لگے

"بابا۔زری کہاں ہے؟"زبیر نے انہیں دیکھتے ہی پہلا سوال کیا جسے سن کر ان کے آنسو ایک بار پھر رواں ہو گئے۔ہمت کر کے وہ گویا ہوئے۔

"بیٹا پریشان نہ ہو۔پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کروا دی ہے۔جلد ہی پتا چل جائے گا انشاءاللہ کہ زونیرہ کہاں ہے"

"بابا۔سب میری غلطی ہے۔میں ٹریفک کی وجہ سے لیٹ ہو گیا تھا۔اگر وقت پر پہنچ جاتا تو شاید یہ سب نہ ہوتا"زبیر نے اٹھنے کی کوشش کی تو انھوں نے اسے سہارا دیا

"نہیں نہیں بیٹا۔ایسا نہیں سوچتے۔تمہاری آخر کیا غلطی ہے۔یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔اللہ بس میری بچی کی حفاظت فرمائے"

"زونیشہ کہاں ہے بابا؟ ٹھیک ہے وہ؟""

"وہ اس وقت کافی ڈری ہوئی ہے۔ تمہاری ماما کو بھی مشکل سے سنبھالا ہے۔ تمہاری تائی جان ان کے پاس ہیں۔ چلو تم آرام کرو میں ایک دفعہ گھر کا چکر لگا آتا ہوں۔ مائر تمہارے پاس ہی ہے""

ان کی بات سن کر زبیر نے اثبات میں سر ہلایا اور آنکھیں بند کر لیں۔ بے ہوش ہونے سے پہلے کا سارا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے واضح تھا، لرزتی ہوئی پلکوں نے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا کہ شاید اس طرح آنکھوں میں سما جانے والا تکلیف دہ منظر دھل جائے اور سب کچھ پہلے جیسا شفاف ہو جائے۔

-

بدقت اس نے اپنی آنکھوں کے وزنی ہوتے پردے ہٹائے تھے۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا پھر بھی اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ گھُپ اندھیرے میں اپنے آس پاس دیکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے خوفزدہ چہرے اور الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ بڑی احتیاط سے قدم بڑھانے

www.novelsclubb.com

لگی۔اتنا اسے یقین تھا کہ وہ سرِ عام اغوا کی گئی تھی۔زبیر پر کسی نے پیچھے سے وار کیا تھا جبکہ اس کے اپنے منہ پر رومال رکھا گیا تھا اس کے بعد اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا اور وہ حواس کھونے لگی تھی۔اور اب ہوش میں آنے کے بعد بھی اس کے آس پاس تاریکی تھی۔

"انکل ہمیں گھر جانے دیں۔پلیز"

کسی بچے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی،وہ چلتے چلتے رُک گئی۔

"منہ بند کرو تم،اوئے شکیل ان کو لے جا اندر" یہ آواز وہ ایک ہی لمحے میں پہچان گئی تھی۔اس کے پاؤں بلا ارادہ دو قدم پیچھے ہٹے۔دروازے کے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور اگلے سیکنڈ میں کسی نے دروازہ کھول دیا۔دورازہ کھلنے سے کمرے میں آنے والی ہلکی روشنی نے منظر واضح کیا تھا اور اس کی اندھیرے کی عادی آنکھیں چندھیا گئی تھیں

"ارے۔ہوش میں آ گئیں تم؟" قاسم اسے دروازے کے قریب کھڑا دیکھتے ہی گویا ہوا۔

زونیرہ نے چند لمحوں بعد آنکھیں مکمل کھل جانے پر اس کو دیکھا تو بمشکل تھوک نگلا۔

"تین گھنٹے سے میں اس انتظار میں تھا کہ کب تم ہوش میں آؤ گی۔ کب میں تمہیں سب سے متعارف کرواؤں گا"

"تین گھنٹے؟" زونیرہ نے زیرِ لب دہرایا۔

"ہاں تین گھنٹے اس وقت شام کے چھ بج رہے ہیں"

"قاسم تم نے۔۔۔ مجھے تم نے اغوا کیا!؟" اس نے تصدیق چاہی تھی۔

"نہیں۔ ہر گز نہیں۔ اغوا اس کو کیا جاتا ہے جس کے عوض کوئی تاوان لے کر اسے چھوڑ دیا جائے۔ میں نے تو بس اپنی پسند کو اپنی محبت کو حاصل کیا ہے۔ اور ایسا کرنے پر تم نے مجھے مجبور کیا زونیرہ"

"اسے تم محبت کہتے ہو!؟ محبت ایسے حاصل کرتے ہیں؟" اسے ایک کے بعد ایک دھچکا لگا تھا۔ اس نے بے یقینی سے قاسم کو دیکھا۔

"دیکھو زری۔ تمہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی۔ کھاؤ پیو، عیش کرو۔ یہاں میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا"

www.novelsclubb.com

"تم مجھے ایک غیر قانونی اور غیر اخلاقی طریقے سے یہاں لائے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی اس قدر ہٹ دھرمی سے تم یہ سب بکواس کر رہے ہو؟" بھاری ہوتے ہوئے سر کو بمشکل نظر انداز کرتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔

"اوبی بی۔ مجھے مت سکھاؤ قانون۔ شکر مناؤ کہ تم قاسم شان کی پسند ہو۔ ورنہ سڑتی رہتی ساری عمر اس غریب کو ٹھڑی می"

"بس کر دو۔ خدا کے لئے بس کر دو تم اپنے یہ بڑے بول۔ نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔ مجھے تم سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے نفرت ہو رہی کہ میں نے تم جیسے شخص کو پسند کیا تھا۔ لیکن میری یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ تم مجھے ایک بار بھٹکا سکتے تھے، تم نے اپنے میٹھے بول اور جھوٹی شخصیت کا استعمال کر کے بھٹکا دیا۔ لیکن تم میری مرضی کے بغیر اپنا کوئی حکم مجھ پہ مسلط نہیں کر سکتے، تمہیں یہ اختیار کسی نے نہیں دیا"

www.novelsclubb.com

کتنی ہمت لگی تھی اسے یہ سب کچھ کہنے میں۔ یہ قاسم اس قاسم سے بالکل برعکس تھا جس کو اس نے چاہا تھا اور دل اس حقیقت سے روشناس ہونے پر پھٹنے کے قریب تھا۔ مگر اس نے اپنی آواز نہ لرزنے دی۔

"ہاہاہاہاہاواہ" یہ طنزیہ ہنسی تھی جس کے فوراً بعد قاسم کا چہرہ سپاٹ ہوا تھا، "تم یہاں آچکی ہو۔ یہاں!" اس کی شہادت کی انگلی زمین کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ "یہ میری جگہ ہے۔ یہاں میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اب یہاں سے واپس پلٹنے کا خیال ذہن سے نکال دو۔ کیونکہ واپسی کے راستے اب بند ہیں۔ یہ ہی تمہارا گھر ہے یہ بات اپنے دماغ میں اچھی طرح بٹھالو۔ بھول جاؤ سب جو کچھ پہلے ہوا۔ نئی زندگی شروع کرو۔ میرے ساتھ۔ تمہارے پاس سوچنے کے لئے آج رات تک کا وقت ہے۔ نکاح کے لئے رضامند ہو تو کل صبح نکاح ہو جائے گا۔ جس عزت کی تم بات کرتی ہو، یہ نکاح اس عزت پر مہر لگانے کیلئے ہے۔ سمجھی! ورنہ تمہارے یہاں اس کمرے میں ہوتے ہوئے بھلا مجھے نکاح کی کیا ضرورت ہے!"

www.novelsclubb.com

قاسم کے الفاظ اس کے لئے کسی جلتے انگارے سے کم نہیں تھے۔وہ لڑکھڑائی کر چند قدم پیچھے ہٹی

"یہاں سے فرار ہونے کی کوشش مت کرنا۔بہت نقصان اٹھاؤ گی!"اس نے اس کے قریب آ کے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر دروازہ پٹختے ہوئے تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔زونیرہ کو اپنے پورے جسم پر سوئیاں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔اس کا ہارا ہوا وجود وہیں فرش پر نڈھال ہو گیا۔

"کیا واقعی اب کوئی راستہ نہیں؟"سوچتے ہوئے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

-

www.novelsclubb.com

پولیس مائر کے فون کرنے کے کچھ ہی دیر بعد منظرِ واردات پر پہنچ تو گئی تھی مگر تب تک اغوا کار ایسے فرار ہو چکے تھے کہ ان کا سراغ ملنا مشکل لگ رہا تھا۔ماسٹر عبداللہ اپنی بیٹی کے اغوا کی رپورٹ درج کروا آئے تو پولیس زبیر کا بیان لینے ہسپتال آ گئی تھی۔جس کے دو گھنٹے بعد اسے

ہسپتال سے چھٹی دے دی گئی۔ تفتیش جاری تھی اور رات ہو چلی تھی مگر زنیرہ کا کچھ پتا نہ چلا۔ مائر جو کہ واقعہ کا چشم دید گواہ تھا، پولیس کو اغواکاروں کے حلیے اور سفید کیری ڈبے سے آگاہ کر چکا تھا۔ دوسری طرف زونیشہ نے اب تک چپ سادھ رکھی تھی۔ گھر آجانے کے بعد زبیر نے ایک دو بار زونیشہ سے بات کرنی چاہی مگر پھر مناسب نہ سمجھا کہ وہ بہت ڈری ہوئی تھی۔ وہ پولیس سے فون پر مسلسل رابطے میں تھا۔ رات کے اس پہر وہ سب اس وقت برآمدے میں موجود تھے جب تایا نصر اللہ غصے سے لال پیلے ہوتے گھر میں داخل ہوئے۔

"میں نہ کہتا تھا تمہیں کہ میرے مائر سے بیاہ دو زونیرہ کو۔ ہم کیا کریں گے اس کی پڑھائی کا۔ دس جماعتیں بہت ہیں ہمارے لئے، بس اب رخصت کر دو۔ لیکن نہیں۔ ارے اب تک میرے بیٹے کے ساتھ بیاہ دیا ہوتا تو یہ سب نہ دیکھنا پڑتا" تایا جان ماسٹر عبداللہ کو شہادت کی انگلی دکھاتے ہوئے آس پاس کھڑے سب افراد کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے بولے چلے جا رہے تھے جب مائر ہانپتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے وہاں آ پہنچا۔

"کیا کہہ رہے ہیں بھائی جان آپ۔میں سمجھ نہیں پا رہا۔زونیرہ کی گمشدگی کا اس کی پڑھائی سے کیا لینا دینا؟"

"اب سمجھ کہاں آئے گی تمہیں۔اب تو چلی گئی وہ لاڈلی تمہاری اپنے مجنوں کے ساتھ۔نہ تمہیں پہلے سمجھ آئی نہ اب اس لڑکی نے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل چھوڑا"ان کی بات نے وہاں موجود ہر شخص کو شش و پنج میں مبتلا کر دیا تھا۔

"چچا جان دراصل "مائر کہہ رہا تھا،"وہ ابو کے دوست بتا رہے تھے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کو سکول سے واپس لاتے وقت قریبی درخت کی آڑ میں زونیرہ کو کسی لڑکے سے بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔چونکہ درخت کے گھنے پھیلاؤ کی وجہ سے وہ واضح طور پر نہیں دیکھ سکے۔اس لئے یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ لڑکی زونیرہ تھی لیکن اس لڑکے کا حلیہ وہ کچھ ایسا ہی بتا رہے ہیں جیسا اغوا کرنے والے شخص کا تھا تو ایسا لگتا ہے۔۔۔کہ۔۔۔جیسے یہ سب زنیرہ نے اس لڑکے کے ساتھ مل۔۔۔۔"

"نہیں۔ایسا نہیں ہو سکتا" مائر اٹک اٹک کر بتاتے ہوئے اپنی بات مکمل کرنے والا تھا کہ زبیر نے بات کاٹی۔"دیکھیں تایا جان ان کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ایسا کچھ نہیں ہے۔وہ لڑکی کوئی اور ہو گی۔میں زونیرہ کو جانتا ہوں، وہ ایسا کچھ سوچ بھی نہیں سکتی کجا کہ ایسا کر گزرنا! نہیں تایا جان! آپ اس موقع پر ایسی باتیں مت کریں۔سوچ سمجھ کر بات کریں۔سنبھالیں خود کو اور ۔۔۔اور ہمیں بھی سنبھلنے دیں۔تاکہ ہم زنیرہ کو ڈھونڈنے کے لئے کچھ کر سکیں"

"بس بس زبیر بیٹے، میں تم لوگوں کی پریشانی سمجھتا ہوں۔میں بھی پریشان ہوں، آخر وہ میری بھی بیٹی ہے۔مگر سچ کہوں ہمارے اسی اندھے اعتماد کا تو فائدہ اٹھایا ہے اس نے۔میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں عبداللہ کہ وہ خود اپنی مرضی سے اس لڑکے کے ساتھ ہمیں دھوکہ دے گئی ہے" نصراللہ بضد تھے جبکہ عبداللہ اپنی جگہ ساکت کھڑے رہ گئے

"کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے" ان کی آنکھوں نے سوال کیا تھا۔تایا نصراللہ نے ایک بے زار سے نگاہ زبیر پر، پھر پروفیسر عبداللہ پر ڈالی اور پیر پٹختے ہوئے واپس چل دیئے۔مائر بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا تھا۔

"لیکن آپی تو رو رہی تھیں اور۔۔۔اور کہہ رہی تھیں کہ وہ لڑکا گندا ہے۔وہ اس سے کبھی بات نہیں کریں گی" بالآخر ننھی زونیشہ نے اپنے لبوں کے تالے کھولے۔اس کی بات سن کر زبیر تیزی سے قریب آیا اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"زونی! زونیرہ نے کسی لڑکے سے بات کی تھی؟ وہ لڑکا وہی تھا جو زونیرہ کو ساتھ لے گیا؟ مجھے سب بتاؤ۔میرے سکول پہنچنے سے پہلے کیا ہوا تھا؟" وہ اس سے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

جواب میں زونیشہ نے پوری روداد اسے کہہ سنائی۔

"بابا۔میں نے کہا نا کہ زری ایسا کوئی کام نہیں کر سکتی جس سے ہمیں تکلیف ہو۔آپ نے سنا؟ وہ اس لڑکے سے بات ختم کر آئی تھی بابا۔ہر طرح کا تعلق اس لڑکے سے توڑ آئی تھی وہ۔اب ہمیں اس بحث میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اسے ڈھونڈنا چاہیئے۔ایسا نہ ہو کہ وہ زری کو کوئی نقصان پہنچا دیں"

"لیکن اگر۔۔۔اگر واقعی ایسا ہوا جیسا بھائی جان کہہ رہے ہیں تو۔۔۔"

"بابا! آپ ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں۔تایا جان کے دوست کو غلط فہمی ہوئی ہے یقیناً۔آپ کیوں سنی سنائی باتوں پر خود کو بد گمان کر رہے ہیں؟ بیٹھیں یہاں" زبیر نے ان کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر قریبی کرسی پر انہیں بٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"لوگ تو باتیں کریں گے۔لوگ بہت باتیں کریں گے بیٹا۔جب بھائی جان ایسی بات کر سکتے ہیں تو لوگ کس حد تک جائیں گے؟" عبداللہ کے چہرے پر اضطراب نمایاں تھا جو ان کے اندر ہونے والی توڑ پھوڑ کی عکاسی کر رہا تھا۔اس بات کا جواب دینے کے لئے زبیر کو الفاظ نہ مل سکے۔ اسکی نظر روتی ہوئے فاطمہ کی طرف پڑی تو وہ ان کی جانب چل دیا۔

"ماما۔رونا نہیں ہے۔ہمیں اللہ سے دعا کرنی ہے۔ان شاءاللہ مجھے یقین ہے زری کو کچھ نہیں ہو گا۔آپ دونوں خود کو سنبھالیں پلیز۔میں پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں، ٹھیک ہے؟" اس کی بات پہ فاطمہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"زبیر بیٹا تم آرام کر لیتے۔تمہاری چوٹ۔۔۔" عبداللہ کے الفاظ ان کے منہ میں ہی رہ گئے کہ زبیر بہت تیزی سے برآمدہ عبور کر گیا تھا۔زبیر جتنا مضبوط اس وقت کوئی ہو سکتا تھا؟ان سب کو

وہیں روتا چھوڑ کر زبیر نے سب کچھ ٹھیک ہو جانے کے یقین کے ساتھ پولیس اسٹیشن کا رخ کیا تھا۔

-

زبیر کو پولیس اسٹیشن جا کر مایوسی ہوئی کہ ابھی تک زونیرہ کا کچھ پتا نہ چل سکا تھا۔ مگر وہ گھر لوٹنے کی بجائے وہیں آس پاس پھرتا رہا" کیا میں اپنی بہن کے لئے اچھا محافظ نہیں بن سکا؟" اس نے خود سے یہ سوال کئی بار کیا تھا۔ ابھی تک وہ اسی کشمکش میں تھا کہ اسے خود کو قصوروار ٹھہرانا چاہئیے، حالات کو، یا پھر قسمت کو۔ کہ اسے رات گہری ہو جانے کا احساس ہوا سو وہ گھر کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ گھر پہنچا تب گھڑی رات کے بارہ بجا رہی تھی۔ اس نے بابا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور اندر چلا آیا۔

عبداللہ آنکھیں بند کیے پلنگ پر لیٹے تھے۔ ان کے ساتھ لیٹی زونیشہ گہری نیند میں تھی اور فاطمہ جائے نماز پر اپنا آنچل پھیلائے بیٹھی تھیں۔ ایک وحشت زدہ خاموشی پورے گھر کو گھیرے

ہوئے تھی۔زبیر پلنگ کے پاس موجود انہی تین کرسیوں میں سے پہلی پر بیٹھا تو ہلکی سی آہٹ ہوئی جس سے عبداللہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔زبیر ان کی آنکھوں کی نمی باآسانی دیکھ سکتا تھا۔ان کی آنکھوں میں سوال تھا"کچھ پتا چلا؟" جسے زبیر نے پڑھ کر سر نفی میں ہلا دیا اور سر جھکا لیا۔

'بابا آپ سونے کی کوشش کریں'اس نے کہنا چاہا مگر وہ جانتا تھا کہ نیند کسے آنی ہے۔ان حالات میں انہیں سو جانے کا کہنا ایسا ہی تھا جیسے ان کی تکلیف میں اضافہ کرنا۔چند لمحے یونہی گزر گئے۔ پھر وہ اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

-

وہ غالباً کوئی الماری تھی جس سے ٹیک لگائے وہ فرش پر بیٹھی اب بھی سکول کے یونیفارم میں ملبوس تھی۔

www.novelsclubb.com

"کوئی اتنا دوغلا کیسے ہو سکتا ہے۔ قاسم تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔ کیا واقعی تم حقیقت میں یہ ہو؟ طاقت کے نشے میں چور، انتہائی مغرور۔ تم ہو کیا آخر!"

"بھائی! بھائی پتا نہیں کیسے ہوں گے۔ بابا آپ خدا کے لئے مجھے غلط مت سمجھنا۔ زونیشہ! اللہ وہ تو بہت روئی ہو گی۔ اور ماما! یہ کیا ہو گیا۔ یہ سب! اچانک سب کچھ بدل گیا۔ ہر خواب، ہر رشتہ میرے ہاتھ سے چھوٹ ہو گیا"

ہزاروں خیال اس کے ذہن میں ہلچل مچائے ہوئے تھے۔ آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، تھوڑی تھوڑی دیر بعد آنے والی بچوں کی آوازیں اسے مزید خوفزدہ کر رہی تھیں۔ بے حساب سوال تھے جو اسے الجھا رہے تھے۔ وہ جس کو اپنا سائبان سمجھ رہی تھی، وہ تو سانپ جیسا تھا۔ جس نے اسے اس کی اپنی نظروں میں بری طرح گرا دیا تھا، اور جو سائبان اس کو قدرت نے بابا اور بھائی کی صورت میں دیا تھا، ان کو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ وہ ٹیک چھوڑ کر التحیات پڑھنے کے انداز میں بیٹھ گئی ہاتھ بے اختیار دعا کے لئے اٹھ گئے لیکن زبان ساکت تھی۔

"اللہ جی!" اس نے دل سے پکارا تھا

"میں کیا کروں۔ میں نے آپ کو بھی ناراض کیا۔ بابا کو بھی دکھ دیا۔ بھائی کا مان ٹوٹ گیا۔ ماما اب میرا اعتبار نہیں کریں گی۔ میں زونیشہ کا سامنا کیسے کروں گی۔۔۔ اللہ جی آپ تو میرے ربّ ہیں۔ مجھے راستہ دکھا دیں اللہ جی! ماما بابا کی دعاؤں کی ان کی نیک تربیت کی لاج رکھ لیں۔ اس ظالم شخص سے اس کے شر سے مجھے بچا لیں۔ میری نادانیوں کی اتنی کڑی سزا نہیں اللہ جی۔ اتنی کڑی سزا نہیں۔ بابا نے کہا تھا کہ آپ آزماتے ہیں تو لڑکھڑانے پر تھام لیتے ہیں۔ میں لڑکھڑا گئی۔ بہت بری طرح لڑکھڑا گئی اللہ جی۔۔۔ مجھے تھام لیں۔۔۔ مجھے تھام لیں۔۔۔ میں گرنا نہیں چاہتی۔ مجھے تھام لیں۔۔۔ اللہ جی۔۔۔!"

www.novelsclubb.com

مناجات کرتے دعا مانگتے مانگتے اس کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ وہی اندھیرا اسے اپنی آنکھوں کے آگے محسوس ہونے لگا جو چار گھنٹے پہلے بے ہوش ہوتے ہوئے محسوس ہوا تھا۔ وہ وہیں فرش پہ نیم غنودگی کی حالت میں لیٹ گئی اور کتنی ہی دیر وہ اسی طرح بے سدھ لیٹی رہی کہ

کسی بچے کے رونے کی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ بند کمرے میں گرمی کی وجہ سے اسے گھبراہٹ ہونے لگی تھی

صبح کے ناشتے کے بعد اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ پیاس سے اس کا گلہ خشک ہو رہا تھا۔ وہ کھڑی ہوئی، اپنے یونیفارم کا دوپٹہ اپنے گرد پھیلا لیا اور آہستہ آہستہ اندھیرے میں دور ازے کی سمت کا تعین کرتے آگے بڑھنے لگی۔ اس نے شاید پہلے غور نہیں کیا تھا اور اب غور کرنے پر اسے دروازے میں چھوٹا سا سوراخ دکھائی دیا تھا، جس سے بے حد دھیمی روشنی اندر آ رہی تھی۔ اس نے سوراخ سے باہر جھانکنے کی کوشش کی، دوسری طرف اسے کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ وہ دروازے کا دستہ پکڑ کر کھڑی تھی کہ دروازہ زرا سا کھل گیا۔ اس نے تھوڑا اور دھکیلا تو وہ بغیر آواز کے کھلتا چلا گیا۔

اب اس کے سامنے دالان تھا، جہاں سادہ طرز کی میز اور چار کرسیاں پڑی تھیں۔ دالان میں لگی گھڑی رات کا ایک بجا رہی تھی۔ دالان کے اس پار چھوٹا سا صحن اور صحن عبور کر کے سامنے ہی بڑا مرکزی دروازہ تھا۔ صحن میں چند بڑے درخت چودھویں کے چاند کی روشنی میں وہ دیکھ سکتی

www.novelsclubb.com

تھی۔ جس کمرے سے وہ نکلی تھی اس کے ساتھ ہی قطار میں چار کمرے اور تھے۔اس نے محسوس کیا کہ اسی طرف سے کسی بچے کے رونے کی آواز آرہی تھی، جو پہلے کی نسبت دھیمی تھی۔ بائیں طرف بھی ایک کمرے کا دروازہ تھا۔ وہ ایک کچا حویلی نما مکان تھا۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی وہ دائیں طرف کے کمرے کے سامنے آ کھڑی ہوئی جس کی دیوار کے ساتھ پانی کا مٹکا اور مٹی کا گلاس پڑا تھا۔ پانی دیکھ کر اسے اپنے لبوں پر اور گلے میں خشکی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔اس نے ہمت کر کے بغیر آواز پیدا کیے مٹکے سے پانی گلاس میں ڈالا۔اور ایک ہی سانس میں سارا پانی اپنے اندر انڈیل دیا۔اسی لمحے اس کمرے سے کسی کی آواز سنائی دی تھی۔

"باس جس لڑکی کو آج اٹھایا ہے، اس کا کیا کرنا ہے"

"فی الحال کچھ نہیں کرنا"

"میں سمجھا نہیں باس۔ میرا مطلب ہے کہ لڑکی کو ہم نے پہلی دفعہ اٹھایا ہے ورنہ ہر دفعہ کسی بچے کو اغوا کرتے ہیں۔ تو بتا دیں کہ اس لڑکی کا کتنا لیں گے"

www.novelsclubb.com

"ابے تجھے کہا ہے نا اس کا کچھ نہیں کرنا" قاسم نے اونچی آواز میں سامنے کھڑے آدمی کو جھڑکا

۔

"اغوا نہیں کیا اس کو۔ گھر والی بنا کر لایا ہوں" اب اس کی آواز قدرے دھیمی تھی۔ "آہ! تجھے تو پتہ ہی ہے۔ جو چیز میرے دل کو ایک بار لگ جائے اس کو تو پھر میں اپنا بنا کر ہی رہتا ہوں۔ اور وہ لڑکی تو سیدھی دل کے آر پار ہوئی ہے، اس کو میں ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا۔ وہ میری پسند ہے تو اس پر میرا ہی حق ہونا چاہیئے۔ بس مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ اسے ماں سے بات کرنے کا لارا لگا بیٹھا۔ اب اسے کیا بتاتا کہ مجھے ماں کا کچھ اتا پتا نہیں اور اپنا کیا دھندہ ہے۔ سچ جان جاتی تو کب کی ہاتھ سے نکل جاتی"

وہ آرام دہ کرسی پر براجمان مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا سرگوشی کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اب بھی تو سچ جان گئی ناں باس"

www.novelsclubb.com

"اب وہ میرے قابو میں ہے۔اچھا بھلا اسے بھگا کر لے آتا۔میری خاطر وہ خوشی خوشی آ بھی جاتی مگر خیر۔۔۔یہی طریقہ ٹھیک ہے اب جو اپنانا ہے میں نے۔قاسم شان کو انکار کرنے کا انجام یہی ہوتا ہے"

وہ باہر کھڑی کھڑی اندر سے آنے والی قاسم اور اس کے ساتھی کی آوازیں باآسانی سن سکتی تھی۔ وہ بے یقینی سے کمرے کے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

"اغوا برائے تاوان؟ پسندیدہ چیز؟ اتنی سفاکی سے جھوٹ بولتے رہے تم قاسم شان!" ایک لمحہ لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں۔اس نے جھٹ سے گلاس مٹکے کے پاس رکھا اور بغیر آواز کے تیز قدموں کے ساتھ دالان سے نکل کر درختوں کی آڑ میں مرکزی دروازے کے قریب پہنچ گئی کیوں کہ یہ اس کے فرار کا پہلا اور شاید آخری موقع تھا۔اس سے پہلے کہ وہ مرکزی دروازہ عبور کرتی،دائیں طرف کے کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی دالان میں آیا تھا۔وہ فوراً وہاں موجود درخت کی اوٹ میں ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"ہالو، ہاں شکیل بول رہا ہوں۔ یہ اپنی ملک پور کی پیچھے والی بڑی حویلی ہے نا، ادھر ہی لے آنا صبح مولوی کو نکاح کے لئے۔ ہاں باس کا آڈر ہے۔ اوکا("(OK

وہ درخت کے پیچھے سے باآسانی دالان میں کھڑے شخص کی آواز سن سکتی تھی جو مخصوص انداز میں کسی کو فون پر ہدایات دے رہا تھا۔

"گھٹیا انسان!" اس نے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ غصے کی تو وہ تیز تھی ہی اور اس وقت یہ ساری صورتحال سمجھ میں آجانے پر اس کا خون کھول رہا تھا۔ لیکن یہ وقت غصے سے خون جلانے کا نہیں بلکہ اپنی عزت اور جان کی حفاظت کرنے کا تھا۔

"ملک پور" اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا، "تو مجھے یہاں سے ایک گھنٹہ لگے گا سعید کالونی تک اگر میں مسلسل بھاگتی رہوں تو"

اس شخص کی آواز آنا بند ہوئی تو اس نے درخت کے پیچھے سے جھانکا۔ وہاں اب کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنے دائیں طرف پیچھے گردن موڑ کر مرکزی دروازہ دیکھا۔ جو اس کی توقع کے برعکس کھلا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہاں کوئی آتا۔ اس نے تیزی سے درخت سے پیچھے سے نکلی تھی۔ اس

کے یونیفارم کا دوپٹہ درخت کی ٹہنی میں اڑا،اس نے گردن موڑ کر اسے نکالنے کے لئے کھینچنا چاہا مگر وہ بری طرح پھنس چکا تھا۔ بادل ناخواستہ وہ دوپٹہ وہیں چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھی،دروازہ کھولا اور باہر نکلنے لگی۔

"باس،وہ لڑکی کمرے میں نہیں ہے" باہر نکلتے ہوئے اس کے کانوں سے اسی شخص کی آواز ٹکرائی تھی۔اس نے سمت کا تعین کیے بغیر دوڑ لگا دی۔

-

10 نومبر 2017ء

منظر لگ بھگ وہی تھا۔۔۔ مگر وہ اب کسی میدان میں نہیں تھی۔وہ کوئی سڑک تھی جس کے ایک جانب کسی سکول کی عمارت تھی۔ سڑک کے عین بیچ میں کوئی لڑکی خون آلود سفید وردی پہنے ہاتھ میں گلاب تھامے کھڑی تھی۔اس نے اس لڑکی کی جانب بڑھنا چاہا کہ اس کے پاؤں

www.novelsclubb.com

میں کچھ چبھا تھا۔اس نے بلا اختیار کراہ کر اپنے پاؤں کی جانب دیکھا۔پھر چبھن کو نظر انداز کر کے دوبارہ اس لڑکی کی جانب دیکھا۔لیکن وہ لڑکی اب وہاں موجود نہیں تھی۔سڑک خالی تھی۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی۔

"آپی"اس نے پوری قوت سے پکارا۔اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ بیٹھی۔

"پھر وہی خواب!؟"اس نے خود سے سوال کیا تھا۔

"الصلوۃ خیر من النوم"

"اللہ اکبر اللہ اکبر"

"لاالہ الااللہ"

فجر کی اذان اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔وہ دوپٹہ سر پر ٹکاتی ہوئی جوتے پہننے لگی۔نماز پڑھ کر اسے اپنے اندر ایک سکون اترتا ہوا محسوس ہوا تھا

www.novelsclubb.com

"بیٹا۔سورۃ یس اگر دن کے آغاز میں پڑھ لی جائے۔تو اللہ کا خاص کرم ہوتا ہے،پورے دن کے ٹیڑھے میڑھے معاملات اللہ کے فضل سے سیدھے ہو جاتے ہیں"

اسے بابا کی بات یاد آئی تھی۔جب سے خالہ کی طرف آئی تھی،اس کا ہر صبح سورۃ یس پڑھنے کا معمول بری طرح متاثر ہوا تھا۔وہ اب سورہ یاسین پڑھنے کے لئے الماری سے قران پاک نکال رہی تھی۔

سورہ یس پڑھ کر اس نے اپنا بستر ٹھیک کیا۔رات کو وہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ کچھ سمیٹنے کی ہمت نہ تھی۔اب پورے کمرے میں اس کی چیزیں بکھری پڑی تھیں۔اس کا پرس،لیپ ٹاپ، شاپنگ بیگ،حتی کہ جوتے بھی۔۔۔کمرے کو اپنی اصلی حالت میں واپس لا کر بیڈ کے داہنی طرف موجود ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی وہ اپنے کمر تک آتے لمبے گہرے بھورے بالوں کو سنوارتے ہوئے اپنے خواب کے بارے میں سوچنے لگی کہ اسے ایک خیال نے آن لیا۔

"بابا"اس نے زیرِ لب کہا اور بیڈ کی طرف بڑھ کر اپنا موبائل اٹھایا۔اب وہ عبداللہ کا نمبر ملا رہی تھی

"اسلام و علیکم "انھوں نے فون اٹھاتے ہی کہا۔

"وا علیکم اسلام بابا۔۔۔کیسے ہیں آپ"

"میں ٹھیک الحمد اللہ۔میری بیٹی کیسی ہے؟سب ٹھیک ہے نا؟اتنی صبح سویرے فون خیریت سے کیا؟"

"جی بابا سب ٹھیک ہے"

"اچھا ماشاءاللہ۔اور کل رات کی تھکن اتر گئی"وہ نے شفقت بھرے لہجے میں پوچھ رہے تھے

"جی بابا۔بابا مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے"وہ بے صبری ہوئی

"اچھا!ایسی کیا بات ہو گئی"

"بابا کیا خواب سچے ہوتے ہیں؟"اس نے بیڈ کے سامنے دیوار کے ساتھ پڑے کاؤچ ہر بیٹھتے ہوئے بلا جھجک پوچھا۔۔۔

www.novelsclubb.com

"یہ کیسی بات ہوئی بھلا۔ صبح صبح کیا سوجھ گیا آپ کو۔ پھر سے وہی خواب ستا رہے ہیں؟" ان کے انداز میں تشویش کا عنصر واضح تھا

"آپ بتائیں تو سہی" وہ اصرار کرنے لگی

"سارے خواب تو سچے نہیں ہوتے۔ سچے خواب عموماً اللہ اپنے ولیوں یا نیک بندوں کو دکھاتے ہیں۔۔۔ ہاں اگر وہ چاہے تو اپنی رحمت سے اپنے گناہگار بندوں کو بھی سچے خواب دکھا سکتا ہے۔ لیکن بیٹا ضروری نہیں کہ ہر خواب سچا ہو۔ یا ہر خواب میں اشارے ہوں۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے نیند اچھے سے پوری نہیں ہو پاتی تو عجیب و غریب خواب نظر آتے ہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم جو سوچ کر سوتے ہیں، وہی خواب میں نظر آتا ہے۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

وہ بہت غور سے ان کی بات سن رہی تھی۔

"میں نے بہت عجیب سا خواب دیکھا تھا اس لئے سوچا آپ سے پوچھ لوں"

"بیٹا زیادہ مت سوچا کرو۔ آپ کو صحیح بخاری کی وہ حدیثِ نبوی یاد ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں، سو جب کوئی اچھے خواب دیکھے تو

www.novelsclubb.com

اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اس کا قریبی ہو اور جب برا خواب دیکھے تو اللہ کی اس کے خواب کے شر سے اور شیطان کے شر سے پناہ مانگے، اور تین مرتبہ تھو تھو کر دے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ پس وہ اسے ہر گز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (صحیح بخاری: 7044)

کسی خواب کی وجہ سے دل بے چین ہو تو صدقہ دے دیا کرتے ہیں اور ہر وقت بس اللہ سے مدد مانگتی رہا کرو۔ وہ سب مشکلات آسان فرمائے گا ان شاءاللہ" وہ اسے سمجھا رہے تھے اور وہ بڑے انہماک سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"اچھا زونی بیٹا مجھے زرا کچھ کام نمٹانے ہیں۔ پھر بات ہو گی۔ میں فون رکھتا ہوں"

"ٹھیک ہے بابا۔ اپنا خیال رکھیئے گا اور امی کا بھی۔ اللہ حافظ" اس نے فون بند کر کے اپنے بال باندھے۔ خالہ کے ساتھ ناشتہ کر کے گھر کی سرسری سی صفائی کی۔ خالو تو صبح ہی کسی کام سے نکل گئے تھے۔ صفائی کے دوران ہی اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑی اپنی سرخ ڈائری پر پڑی۔ اس نے ڈائری اٹھا کر اسے کھولا تو وہی ورق اس کے سامنے تھا جس پر بنے اسکیچ میں لڑکی پھول تھامے کھڑی تھی۔ اسے اچانک ایک خیال آیا۔

"اوہ تو یہ ہے خواب کی وجہ۔میں جب بھی آپی کے بنائے ہوئے اس اسکیچ کو دیکھتی ہوں ایسے منظر خواب میں مجھے اکثر نظر آنے لگتے ہیں۔اب میں اسے نہیں دیکھوں گی"اس نے صفحے کے ایک کونے پر لکھے ادھ مٹے نام پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ڈائری بند کر کے دراز میں رکھ دی۔ سب کام نمٹا کر وہ دوبارہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔لیپ ٹاپ کھولا اور اپنے خیالات لکھنے لگی۔

-

"محد!"

طاہرہ کمرے میں داخل ہوئیں تو محد کو سوتا پا کر حیران ہوئیں۔

"محد اٹھو۔یہ کیسے سو رہے ہو تم، گردن نہیں دُکھ رہی تمہاری۔یونیورسٹی سے بھی دیر ہو رہی ہے۔اٹھو وقت دیکھو۔۔۔اب ٹھ بھی چکو"

وہ جلدی جلدی اس کے بیڈ پر بکھری کتابیں سمیٹتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

رات کو تکیے سے ٹیک لگائے سوچتے سوچتے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔اب بھی وہ گہری نیند میں تھا۔طاہرہ بیگم نے کتابیں سمیٹ کر اس کا بازو جھنجھوڑا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"ماں" اس نے کراہتے ہوئے کہا تھا۔

"طبعیت تو ٹھیک ہے نا؟" انھوں نے اس کے ماتھے پر اپنے ہاتھ کی پشت رکھی جو بخار کی شدت سے تپ رہا تھا۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہے محد" ان کے انداز سے پریشانی چھلکتی تھی۔جواب میں وہ بس "ہوں" ہی کہہ سکا

"اچھا اٹھو ہمت کرو۔ناشتہ کر لو تھوڑا بہت، پھر دوا لے لینا" وہ اسے تاکید کرتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔ محد چند لمحے مندی مندی آنکھوں سے چھت کو گھورتا رہا پھر اٹھ کر بیت الخلاء کی طرف چل دیا۔وہ واپس نکلا تو ناشتے کی ٹرے اس کے بیڈ پر موجود تھی اور سائڈ ٹیبل پر پانی کے گلاس کے ساتھ دوا بھی۔ بمشکل دو تین نوالے لے کر ہی اس کا دل بھر سا گیا اس نے دوا لی اور ٹرے اٹھا کر کچن میں آتے ہوئے اسے علی کا خیال آیا

"ماں علی کیسے گیا آج آفس"

"آج علی فجر کے بعد لیٹا نہیں تو تمہارے ابو کے ساتھ ہی نکل گیا تھا"

"واہ بھئی۔ کیا بات ہے بزنس مین کی" وہ حیران ہوا

"ارے یہ کیا۔ کچھ کھایا تو ہے نہیں تم نے" ان کی ٹرے پر نظر پڑی تو انہوں نے اسے ڈپٹا

"دل نہیں چاہ رہا ماں کچھ کھانے کا۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں" وہ دوبارہ کمرے میں آ کر بیڈ پہ گر گیا۔ بے چینی سے ہمیشہ اس کی جان جاتی تھی۔ اور یہ دوسرا تیسرا دن تھا کہ وہ کسی اضطراب کا شکار تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے سائڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔ اسی وقت ایک پوسٹ اس کی فیس بک فیڈ پر ابھری تھی۔

"ہم انسان بھی کتنے عجیب ہیں نا۔ کبھی کبھی ہم خود کو ہی سمجھ نہیں پاتے۔۔۔ ہم کیا چاہتے ہیں، ہمیں کیا کرنا چاہیئے، یا جو ہم کرنا چاہتے ہیں کیا وہ ہمیں کرنا چاہیئے؟ ہم سمجھ نہیں پاتے۔۔۔ الجھن میں الجھے رہتے ہیں۔۔۔ بے چین رہتے ہیں۔۔۔ اور پتہ ہے ایسا کب ہوتا ہے؟ جب ہم یہ سوچ بیٹھتے ہیں کہ جو ہم چاہتے ہیں، وہی ہونا چاہیئے۔۔۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ ہمارے لئے

بہتر سے بہترین کو طے کرنے والی تو بس ایک ہی ذات ہے۔۔۔ہم ایسا کیوں نہیں سوچ سکتے کہ جو اللہ چاہتا ہے، وہی ہونا چاہیئے۔۔۔آہ! وہی بات ہو گئی نا کہ ہماری بس اتنی سی ہی اوقات ہے کہ ہم خود کو ہی سمجھ نہیں پاتے۔تو کیوں نا ہم اپنی تمام سوچوں کو مسترد کر کے اپنے سب معاملات اللہ کو سونپ کر پر سکون ہو جائیں۔جب ہمارے پاس ہمارا اللہ ہے تو پھر منفی سوچیں کس لئے۔پھر خود کو الجھانا کیسا۔۔۔# "ZUNA; BE POSITIVE

وہ جیسے جیسے پڑھتا گیا اس کی الجھن مزید بڑھ گئی۔"یہی تو مسئلہ چل رہا ہے میرے ساتھ۔میں کیوں بلاوجہ خود کو تھکا رہا ہوں۔سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے پر سکون ہو جانا چاہیئے مجھے" اس نے سوچا اور ایک سرد آہ بھر کر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ کسی شور کی آواز سے چونکا اور کمرے سے باہر نکل کر لاونج میں آ گیا

"ارے! فہد!"اس کی نظر کچن کے قریب کھڑے کندھے پر بیگ لٹکائے فہد پر پڑی تو اس کی آنکھوں میں حیرانی اتر آئی۔طاہرہ اور عمارہ بھی وہیں موجود تھے۔

"اسلام و علیکم بھائی! کیسے ہیں؟"

"وعلیکم اسلام! میں ٹھیک تم بتاؤ خیریت سے پہنچ گئے؟ تم تو اگلے ہفتے آنے والے تھے نا؟ ابو بتا رہے تھے"

"آنا تو اگلے ہفتے ہی تھا۔ لیکن ماہانہ ٹیسٹ کی ترتیب کچھ بدلی تو سوچا آج ہی چلا آؤں۔ اور سنا ہے علی بھائی ابھی تک یہاں ہی ہیں لیکن کہاں ہیں نظر نہیں آ رہے"

"وہ ابو کے ساتھ آفس گئے ہوئے ہیں، بزنس سیکھ رہے ہیں آج کل" عمارہ نے اسے بتایا۔

"اب کیا یہیں کھڑے رہنا ہے۔ بعد میں کرنا یہ گپ شپ تم لوگ۔ جاؤ فہد تم فریش ہو جاؤ" طاہرہ بیگم نے کہا تو فہد مسکراتا ہوا تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا کہ اس کا کمرہ اوپر تھا۔ عمارہ بھی اس کے پیچھے چل دی جبکہ محد وہیں صوفے پر بیٹھ کر ایک دفعہ پھر اسی تحریر کو پڑھنے لگا۔

"فہد تمہیں امی ابو کی ویڈِنگ اینیوَرسری (شادی کی سالگرہ) یاد ہے؟" عمارہ، فہد کے تعاقب میں کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھنے لگی۔

"ہاں بھئی یاد ہے۔اسی لئے آج ہی آگیا ہوں تاکہ ہم مل جل کر کوئی زبردست سا سرپرائز پلین کر سکیں۔بھائی کو یاد ہے؟"

"پتا نہیں بھائی سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی میں نے۔ویسے میں نے کافی کچھ سوچ رکھا ہے۔آج شام کو ڈسکس کریں گے"

"اوکے ڈن"

-

"کیسی ہے اب آپ کی طبیعت بھائی؟"

فہد جو ابھی لاؤنج میں آیا تھا،صوفے پر بیٹھے محد کو موبائل میں مگن پا کر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔لیکن محد بدستور کسی اور دنیا میں گم تھا۔

"بھائی؟"اس نے کوئی جواب نہ پا کر محد کی آنکھوں کے آگے اپنا ہاتھ لہرایا تو محد چونک گیا

"ہنم! مجھے کچھ کہہ رہے ہو؟"

"ظاہر ہے! میرے اور آپ کے علاوہ اور کون ہے یہاں؟ آخر آپ کہاں کھوئے ہوئے ہیں"

فہد نے اس کے ہاتھ سے یک دم موبائل پکڑ لیا۔

"یہ کیا! یہ تو وہی رائٹر ہے نا جس کی پوسٹ کچھ عرصہ پہلے میں نے آپ سے شئیر کی تھی۔ جب آپ کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا اور اچھی خاصی چوٹیں آئی تھیں۔ وہ کیا تھا، "مایوسی ایمان کا قتل ہے" کچھ ایسا، ہے نا؟"

"ہاں یہ وہی ہے۔ اور وہ تحریر واقعی اس وقت مجھے کافی حوصلہ دے گئی تھی۔

"بالکل اسی لئے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ ایسی تحریریں ہمیں پڑھتے رہنا چاہئے۔ بلکہ آپ کو نا اچھی اچھی کتابیں پڑھنی چاہیئے۔ لکھاری کوئی بھی ہو، اہم یہ ہے کہ آپ کی شخصیت پر اس کو پڑھ کے کیسا اثر پڑتا ہے"

"اچھا فلاسفر صاحب۔ ویسے تم ابھی سے کتنی غور و فکر کرتے ہو ایسی سنجیدہ چیزوں پر، آئی ایم امپریسڈ(I'M IMPRESSED!)"

"ہاں نا۔امی کہتی ہیں کہ انسان کو سوچ بچار کرنی چاہیئے۔لیکن بھائی آپ اتنی سنجیدہ رائٹر کو باقاعدگی سے پڑھنے لگے ہیں؟آپ کو تو ایسی چیزوں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی"اسے تجسس بھی تھا اور حیرانی بھی۔

"نہیں بس کبھی کبھی نظر سے گزر جائے یا موڈ ہو تو پڑھ لیتا ہوں"

"آئی سی (I SEE)! موڈ ہو تو۔۔۔"اس نے محد کو موبائل لوٹاتے ہوئے زیرِلب دہرایا۔

"اور آپ کو پتہ ہے۔ہم اکثر اپنی ذہنی حالات کو ان رائٹرز کی باتوں سے بہت منسلک بھی کرتے ہیں۔آپ کہ ساتھ ہوا کبھی ایسا؟"

"ہاں ایسا ہوتا ہے اور میرے خیال سے یہ قدرتی ہے۔کوئی بھی ایسی تحریر یا بات جو ہماری کیفیات کی عکاسی کرے،تو ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ ہمارے لئے لکھی گئی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ لکھنے والا خود بھی اسی ملتی جلتی کیفیت میں مبتلا ہو"

"بالکل۔تو آپ ابھی کچھ دیر پہلے اتنا مگن ہو کر یہ سب سوچ رہے تھے؟"

"نہیں میں کچھ اور سوچ رہا تھا"

اس کے جواب پہ فہد نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا تھا جسے محد نے سراسر نظرانداز کیا۔

"آؤ باہر لان میں چلتے ہیں امی اور عمارہ بھی وہیں ہیں"

"جی بہتر۔ چلیے" وہ ایک آہ بھرتا ہوا محد کے پیچھے ہو لیا۔

-

وہ تینوں لان میں قریب قریب پڑی کرسیوں پر بیٹھے سر جوڑے کافی دیر سے کسی منصوبہ بندی میں مگن تھے۔ اسی وقت رضا احمد کی گاڑی مین گیٹ کا دروازہ عبور کر کے پورچ میں آ رُکی۔ رضا احمد کے ساتھ علی بھی گاڑی سے نکلا تھا۔ علی کی نظر ان تینوں پر پڑی تو وہ لان کی طرف چلا آیا۔

"کیا کھُسر پھُسر چل رہی ہے یہاں؟"

"آیئے، کیسے ہیں علی بھائی؟"

"ہم تو ویسے کے ویسے، تم سناؤ کیا حال چال ہیں؟ کیسی چل رہی ہے تمہاری پڑھائی وغیرہ؟"

"یہ باتیں بعد میں ہو جائیں گی، پہلے وہ کر لیں جو اہم ہے؟" عمارہ نے سنجیدگی سے انہیں ٹوکتے ہوئے کہا۔

"جی جی کیوں نہیں ہیڈ مسٹریس صاحبہ! جو حکم۔ تو کیا پلین ہوا پھر اینیورسری کے حوالے سے؟" وہ تینوں علی کو پوری منصوبہ بندی بتانے لگے۔

"زبردست! تو اس کا مطلب ہوا کہ ہم اینیورسری کی پری سیلیبرین (PRE-CELEBRATION) کرنے والے ہیں۔ یعنی ایک دن پہلے۔۔۔ یعنی کہ۔۔۔" وہ لمحہ بھر کو روکا تھا، "یعنی کہ آج رات کو!؟" اس نے کڑی سے کڑی ملاتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"بالکل، کیوں کہ ہم نے کوئی لمبی چوڑی تقریب تو کرنی نہیں۔ بس ہم چاروں ہوں گے۔ اور اچھا سا سرپرائز بھی ہو جائے گا" محد نے وضاحت دی.

www.novelsclubb.com

"لیکن علی بھائی۔ بابا کو منظر سے ہٹانے کا کام آپ کا۔ ٹھیک ہے؟ اور ماما کو میں اپنے ساتھ مارکیٹ لے جاؤں گی اور چپکے سے گیفٹس بھی لے لوں گی۔ باقی سارے کام محد بھائی اور فہد کریں گے۔ ڈن؟"

"ڈن!" تینوں نے یک بیک کہا۔

"تو پھر عمارہ میرے خیال سے تمہیں بس کچھ دیر تک ماما کے ساتھ شاپنگ کے لئے نکل جانا چاہیے۔ ہے نا؟ تاکہ رات آٹھ بجے تک ہم یہاں سب ریڈی۔۔۔ تو سنائیں پھر علی بھائی، کوئی سمجھ آئی آپ کو بزنس کی؟" فہد مشورہ دے رہا تھا کہ اس طرف آتے رضا احمد کو دیکھ کر اس نے فوراً بات بدل دی اور ساتھ ہی قریب آتے رضا احمد کی جانب آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا جسے سمجھ کر باقی سب بھی الرٹ ہو گئے کہ یہ سرپرائز خراب نہ ہونے پائے۔

"ارے ابو! آداب! کیسے ہیں آپ؟"

"الحمدللہ چھوٹے نواب۔ تم سب کو ایسے اکٹھا دیکھ کر تو دل گارڈن گارڈن ہو گیا میرا" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"پھوپھا وہ جو آپ کے دوست ہیں کمال صاحب۔ کب ملوا رہے ہیں آپ مجھے ان سے؟"

"ہائیں! کیا میں نے تمہیں ان سے ملوانا تھا؟"

"جی جی۔ آپ خود ہی تو کہہ رہے تھے مجھے"

"اچھا؟ چلو ملوا دیں گے"

"ابو میں زرا اپنے دوست کی طرف جا رہا ہوں، آپ سے رات کو ملاقات ہو گی انشاءاللہ" فہد کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے ساتھ ہی محد بھی اٹھا تھا۔

"میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے آج۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں"

"ارے ان سب کو کیا ہو گیا۔ میرے آتے ہی فرار ہونے لگے" رضا احمد حیران ہوئے۔

ابو جان میری خیال سے آپ علی بھائی کے ساتھ کمال انکل کی طرف ہو آئیں کیوں کہ میں اور امی بھی مارکیٹ جا رہے ہیں"

"یہ کیا بات ہوئی بھئی۔دونوں ماں بیٹی مارکیٹ جارہے ہو تو ہم کیوں کہیں اور جائیں۔کیوں علی؟"

"جی بالکل،یہ خیال ہمیں کیوں نہیں آیا" علی کی بات پر عمارہ نے اسے گھورا تھا

"کس کو؟" رضا احمد نے علی سے پوچھا۔مگر ان کی بات کو مکمل طور پر ان سنا کر دیا گیا۔

"چلیں ٹھیک ہے پھر ہم سب چلتے ہیں۔میں امی کو بُلا کر لاتی ہوں" عمارہ بات سنبھالتے ہوئے اٹھی۔

ان سب کے جانے کے بعد محد اور فہد منصوبے کے مطابق تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ وہ چاروں کسی ٹیم کی طرح موبائل فون پر پیغامات کے ذریعے ایک دوسرے سے مسلسل رابطے میں تھے۔

-

"بھائی اگر آپ کو کوئی پریشانی ہے تو آپ مجھ سے اپنی پریشانی بانٹ سکتے ہیں" فہد ہاتھ میں ننھے برقی قمقموں کی لڑی جسے فیری لائٹس کہا جاتا ہے، تھامے محد سے کہہ رہا تھا۔

"ہنم؟ نہیں۔ایسے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"آپ مجھے کچھ الجھے ہوئے سے لگے ہیں۔چپ چپ بھی ہیں" محد جواب اس کے ہاتھ سے فیری لائٹس لے کر دیوار پر لگانے لگا تھا، پھیکا سا مسکرا دیا۔

"ہاں یار الجھا ہوا تو ہوں"

دیوار کے قریب میز پر اب فہد کیک کے ارد گرد مختلف کھانے پینے کی اشیاء سجا رہا تھا۔

"چلو یہ تو ہو گیا" محد میز کے ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اس الجھن کی کوئی خاص وجہ؟ یا یہ کہیں کوئی دوسرا مسئلہ تو نہیں؟" فہد نے تجسس سے پوچھا تھا۔

"دوسرا مسئلہ مطلب" محد نے اسے آنکھیں دکھائیں

"بھائی وہی۔ایسے گھوریں مت۔میں بھی بڑا ہو گیا ہوں اب"

"ہاہاہا تمہیں بڑا پتہ ہے چھوٹو۔میرے لئے تو چھوٹے ہی ہو نا"

"اُف! ٹھیک ہے مت بتائیں آپ۔میں علی بھائی سے پوچھوں گا انہیں تو پتہ ہو گا"

"اور علی جیسے تمہیں ہر بات صاف صاف بتادے گا۔خیر چھوڑو یہ سب باتیں۔جلدی جلدی کام ختم کرتے ہیں،وقت کم ہے ہمارے پاس"اسی دوران محد کا موبائل بجنے لگا۔

"علی کی کال ہے۔یقیناً یہ لوگ پہنچنے والے ہوں گے"

فون اٹھاتے ہوئے اس نے فہد سے کہا تھا۔

-

شاپنگ مال میں کھڑے علی کا موبائل بجا،اس نے پینٹ کی جیب سے موبائل نکال کر پیغام پڑھا اور مسکراتے ہوئے منظر سے زرا ہٹ کر محد کا نمبر ملایا۔

www.novelsclubb.com

"محد یار آزر بھائی کسی کام سے اسلام آباد آئے ہوئے ہیں، اور اتفاق سے اس وقت وہ بحریہ ٹاؤن میں ہی ہیں۔ کیا خیال ہے ان کو بھی بلا لیں کچھ دیر کے لئے؟"

"ضرور یہ تو بہت زبردست رہے گا۔ اگر وہ وقت نکال سکتے ہیں تو انہیں آنا چاہئیے"

"چلو ٹھیک ہے۔ ہم بھی آدھے پونے گھنٹے تک آرہے ہیں"

"اوکے ان شااللہ" اس نے رابطہ منقطع کیا اور ایک پیغام آزر بھائی کے نام بھیج کر واپس مڑا۔

"چلو بھئی کافی دیر ہو چکی۔ خریداری ہو گئی تم لوگوں کی؟" رضا احمد نے علی کو اپنی طرف آتا دیکھ کر طاہرہ بیگم اور عمارہ سے پوچھا

"جی تقریباً ہو گئی" عمارہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چیزوں پر ایک نظر ڈال کر علی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا جس پر علی نے اسے بغیر کچھ کہے اوکے کا اشارہ دیا۔ پھر وہ چاروں رنگ برنگے شاپر تھامے واپسی کے لئے چل دیئے۔

اپنے بلاک میں داخل ہو کر ثُبیتہ ہاؤس سے چند گز کے فاصلے پر علی نے اچانک گاڑی روک دی۔ اس کی نظریں سڑک کے دوسری طرف کھڑی ایک خاتون پر مرکوز تھیں جن کے سامنے ایک کتا بیٹھا خاتون کو گھور رہا تھا۔ علی کی نظروں کے تعاقب میں باقی سب بھی اسی سمت دیکھنے لگے۔

"خالہ کیا ہوا؟" ایک حجابی لڑکی نے دوسری طرف سے آتے ہوئے اس خاتون کو پکارا جسے علی فوراً پہچان گیا۔

"یہ تو شاید آمنہ ہیں۔ علی جاؤ اس کتے کو بھگا دو۔ کیسے گھور رہا ہے انہیں" طاہرہ نے علی سے کہا تو وہ گاڑی سے نکلا لیکن وہیں کھڑا ہو گیا کیونکہ وہ لڑکی اب تیز قدموں سے خاتون کی طرف بڑھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہش ہش۔ چلو کتے! بھاگو۔ بھاگو شاباش۔۔۔ ہش"

اس نے ہاتھ لہراتے ہوئے کتے کو بھگانا چاہا۔ اور وہ پالتو کتا بھی بہت تابعداری سے اٹھ کر قریبی گھر میں داخل ہو گیا۔

"کتا کہیں کا!" یہ کہہ کر زونیشہ نے سہمی ہوئی خالہ کی طرف دیکھا تو اس کو ہنسی آ گئی۔

"آئیں خالہ۔آپ کیوں چھوٹے بچوں کی طرح سہم کر کھڑی ہیں"اس نے خالہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"بھئی مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے ان کتے بلیوں سے۔جانے کب جھپٹا مار دیں"وہ دونوں باتیں کرتی ہوئی چلنے لگیں۔علی دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک پُراسرار مسکراہٹ تھی جس کو عمارہ نے حیرت سے دیکھا۔

"یہ لڑکی کون ہے آمنہ خاتون کے ساتھ؟"

"پھوپھو یہ وہی لڑکی ہے جو رات کے اس پہر نمودار ہوتی ہے"علی نے انہیں بغیر کسی لحاظ کے بتایا۔اور عمارہ علی کی بات پر اس پراسرار مسکراہٹ کو سمجھتے ہوئے دوبارہ اس لڑکی کو دیکھنے لگی۔

"کیا واقعی؟"طاہرہ نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"رضا احمد جو کافی دیر سے تماشائی بنے بیٹھے تھے،حیرت سے پوچھنے لگے جبکہ طاہرہ نے انہیں نظر انداز کرتے ہوئے باہر نکلنے کیلئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"آپ کہاں چل دیں بیگم؟"

"رضا آپ لوگ چلیں میں آتی ہوں"

طاہرہ اب آمنہ خاتون کی طرف جا رہی تھیں جو سڑک کے کنارے ان کے گھر کے سامنے اپنی بھانجی کے ساتھ واک کرتے ہوئے گزر رہی تھیں۔ جبکہ علی نے گاڑی گھر کے پورچ میں داخل کر دی۔

"اسلام و علیکم آمنہ ! کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام۔۔۔آپ۔۔۔طاہرہ!؟"

"جی جی میں طاہرہ رضا ہوں" طاہرہ مسکرائیں

"اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں۔آپ کیسی ہیں؟" ان کے تعارف کروانے پر آمنہ نے فوراً پہچان کر کہا۔

"الحمد اللہ۔ایک ہی بلاک میں رہتے ہوئے بھی کافی عرصے بعد ملاقات ہوئی آپ سے"

"جی۔میں اصل میں گھر سے زیادہ نکلتی نہیں۔یہ تو زونیشہ آئی ہوئی ہے آج کل میرے پاس جو مجھے واک کے بہانے اکثر اپنے ساتھ کھینچ لاتی ہے" خالہ نے وضاحت دی

"زونیشہ ؟"ان کی بات پر طاہرہ نے نام دہرایا اور اسے دیکھ کر مسکرانے لگیں۔جواب میں وہ بھی مروتاً مسکرا دی۔

"ہاں جی یہ میری بھانجی ہے۔فیصل آباد میں رہتی ہے میری چھوٹی بہن فاطمہ۔ان کی بیٹی ہے"

"اچھا اچھا۔اب اتفاق سے آپ اس طرف نکل آئی ہیں تو اندر آئیں نا آپ لوگ۔گھر کے اتنے پاس سے گزر جائیں گی کیا؟ مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا۔"

"بہت شکریہ آپ کا طاہرہ پھر کبھی آئیں گے ان شااللہ"

آمنہ کے منع کرنے پر بھی طاہرہ اصرار کرنے لگیں تو مجبوراً وہ زونیشہ کو ساتھ لیئے ان کے گھر داخل ہو گئیں۔

طاہرہ ان دونوں کے ہمراہ پورچ عبور کرتی ہوئی جالی دار دروازہ کھول کر لاؤنج میں داخل ہوئیں تو وہاں موجود چکور میز کے گرد گھر کر افراد کے علاوہ ایک اضافی فرد یعنی آزر احمد زمان کو بیٹھا دیکھ

کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔آزر انہیں دیکھتے ہی اٹھ کر سلام کرتے ہوئے ان کے قریب آیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔یہ آج عید کا چاند کہاں سے امڈ آیا ہے؟کیسے ہو بیٹا؟"طاہرہ رضا کے انداز سے خوشی جھلکتی تھی۔

"میں اللہ کے فضل اور آپ کی دعاؤں سے بالکل ٹھیک ہوں پھوپھو"

"ارے آذر کو دیکھ کر میں تو بھول ہی گئی۔کیسی پگلی ہوں"طاہرہ نے پیچھے کھڑے مہمانوں کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"رضا یہ آمنہ ہیں۔مسز احسان!"طاہرہ نے ان کا تعارف کروانے لگیں۔

"ارے ہاں۔وہی جن کا کمال کے گھر کے سامنے ہی گھر ہے؟ملاقات ہوتی رہتی ہے میری احسان صاحب سے تو۔۔۔کیسی ہیں آپ باجی"

"اللہ کا کرم ہے بھائی صاحب"

اتنی دیر میں وہ سب مہمانوں کے اعزاز میں کھڑے ہو چکے تھے۔ عمارہ اور فہد مہمانوں کو صوفے پر جگہ دینے کی غرض سے اپنی جگہ سے ہٹے۔ اسی لمحے فہد کی نظر محد پر پڑی جو بہت دیر سے حیرت اور بے یقینی کے عالم میں کبھی طاہرہ کو اور کبھی خاموش کھڑی مہمان لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو نظریں جھکائے اپنے ہاتھ کے ناخنوں سے کھیلنے میں مگن تھی۔

"محد بھائی! کیا کر رہے ہیں!؟" فہد نے محد کے پاس جا کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے مسکراہٹ کے پیچھے دانت پیس کر دھیمی آواز میں کہا تھا.

"ہنم کیا؟ کچھ نہیں" محد نے گھبرا کر فہد کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اپنی حرکت بھانپ کر نظریں جھکا لیں۔

"اور یہ ذو۔۔۔" طاہرہ اب اس لڑکی کا تعارف کروانے لگیں کہ آذر نے اچانک کہا۔

"زونیرہ؟"

www.novelsclubb.com

آذر کے مداخلت کرنے پر سب نے چونک کر اسے دیکھا تھا زونیشہ نے یکدم اپنا جھکا سر اٹھایا اور اس شخص کو بغور دیکھنے لگی جس نے 'زونیرہ' کہا تھا۔ایک لمحے کو وہاں گویا سبھی کو سانپ سونگھ گیا، کئی افراد سے بھرے لاؤنج میں خاموشی ٹھہر گئی۔

"نہیں یہ زونیشہ ہیں۔آمنہ کی بھانجی" طاہرہ رضا نے چند لمحوں کے توقف کے بعد خاموشی توڑی۔

"اوہ۔۔۔اچھا!" آذر کو اپنی جلد بازی کا احساس ہوا تو شرمندہ ہوتے ہوئے بمشکل مسکرایا۔

"آپ لوگ کھڑے کیوں ہیں۔بیٹھئیے نا پلیز!" رضا احمد نے کہا۔اس سے پہلے کہ آمنہ بیٹھتیں، زونیشہ نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔گویا وہ انہیں بیٹھنے سے روک رہی تھی۔خالہ نے ایک نظر اسے اور طاہرہ کو دیکھا

"نہیں۔آپ کا شکریہ۔ہم اب چلتے ہیں۔چلیں خالہ" زونیشہ کہہ کر مڑنے لگی۔

"ارے بیٹا بیٹھو تو۔۔۔" طاہرہ کہے بغیر نہ رہ سکیں

"میں بہت معذرت چاہتی ہوں طاہرہ۔انشاءاللہ پھر لگائیں گے چکر۔آپ برا مت مانیے گا"

خالہ آذر کے منہ سے زونیرہ کا نام سن کر سمجھ گئی تھیں کہ اب زونیشہ یہاں نہیں رکے گی۔وہ خود بھی بے چین سی ہو گئی تھیں۔سو انہیں اس وقت وہاں سے جانا ہی مناسب لگا۔طاہرہ اور رضا احمد انہیں باہر تک چھوڑنے گئے تھے۔ان کے جانے کے بعد علی آذر سے مخاطب ہوا۔

"آذر بھائی کیا آپ جانتے ہیں انہیں؟"

"نہیں جانتا تو نہیں ہوں۔مجھے غلط فہمی ہوئی تھی شاید"

"جناب ایس پی! مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ ہر وقت کیسیس میں الجھے رہنے کی وجہ سے اب ہر کسی کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔اور یہ زونیرہ بھی یقیناً کسی کیس کا حصہ ہو گی!" علی کو برا لگا تھا۔

"ارے نہیں، چھوڑو اس بات کو۔اور محد تمہیں کون سا سانپ سونگھ گیا ہے؟" آذر نے کسی سوچ میں گم سم محد کو دیکھ کر کہا کہ باقی سب بٹھ چکے تھے مگر وہ ابھی تک کھڑا تھا۔

"حیرت کا سانپ سونگھ گیا ہے اسے۔اب کئی دن تک اثر رہے گا اس پر" علی نے محد کو گھورتے ہوئے کہا

www.novelsclubb.com

"میرے خیال سے تو سانپ سونگھا نہیں، ڈس چکا ہے!" عمارہ نے مسکراتے ہوئے اپنی رائے دی۔

"کس سانپ کی بات ہو رہی ہے بچوں؟" رضا احمد نے اندر آتے ہوئے پوچھا تھا۔

"لیں جناب۔ سارے سانپوں کو پکڑنے کیلئے سپیرہ بھی حاضر ہے" یہ فہد تھا جس نے شرارت سے رضا احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"سانپ وانپ کو چھوڑیں ابو۔ آپ دونوں اپنے کمرے میں چلیں آرام کریں۔ تھک گئے ہوں گے نا" محد سے ان سب کی باتوں کا کوئی جواب نہ بن پایا تو اس نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں چلیں ہم سب آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ آتے ہیں" عمارہ کہتے ہوئے اٹھی اور طاہرہ کو کندھوں سے پکڑ کر چلانے لگی۔ اس کے ساتھ ہی باقی سب بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا مطلب؟ یہ کیا ہو گیا ہے تم سب کو؟ ہم خود چلے چلیں گے۔ زبردستی کیسی آخر" رضا احمد مذاحمت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

"یہ اب کون سی شرارت سوجھ گئی۔ کیاارادے ہیں ان بچوں کے" طاہرہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

رضااحمد اور طاہرہ رضا کسی مجرم کی طرح پوری فوج کے شکنجے میں اپنے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"سرپرائز" کمرے کا دروازہ کھولتے ہی سب نے بیک وقت کہا تھااور اس کے ساتھ ہی محد نے بٹن دبادیا۔اندھیرے کمرے میں دیوار پر ننھے برقی قمقموں کی لڑی جگمگ کرتی کمرے میں روشنی بکھیرنے لگی۔سامنے والی دیوار پر سرخ اور سنہری رنگ کے غباروں کی دو قطاروں کے درمیان دو لڑیاں فیری لائٹس کی گزر رہی تھی،اوران دو لڑیوں کے درمیان بڑاسا انگریزی حروف میں HAPPY 25TH WEDDING ANNIVERSARY(شادی کی پچیسویں سالگرہ مبارک) لکھا گیا تھا۔کچھ غبارے فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔سادہ لیکن دلکش سجاوٹ سے کمرہ کھل سا گیا تھا۔

"ارے ارے! یہ سب کیا؟" رضااحمد نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا

"یہ ہے سرپرائز باپ جی! ہم نے سوچا کہ کیوں نا ایک دن پہلے ہی آپ دونوں کو شادی کی سلور جوبلی وِش کر دی جائے۔ سرپرائز بھی ہو جائے گا اور خوشی بھی دوبالا، کیسا؟" عمارہ اپنے مخصوص پرجوش انداز میں وضاحت دینے لگی۔

"زبردست مارُو خان زبردست! اور یہ ساری منصوبہ بندی بھی ہماری بیٹی کی ہو گی ہے نا؟"

"ظاہر سی بات ہے پھوپھا! اتنا تیز دماغ ہم معصوم لڑکوں کا تو نہیں ہو سکتا نا" علی نے کہا تو سب کے چہروں کی رونق میں اضافہ ہوا تھا۔

"چلیں امی ابو۔ کیک کاٹیں۔" فہد نے ان کی طرف چُھری بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

-

"ارے! میں جس کام سے آیا تھا وہ تو بھول ہی گیا"

www.novelsclubb.com

وہ سب ان کی شادی کی سالگرہ منا لینے کے بعد اب اسی کمرے بیٹھے خوش گپیوں میں مگن تھے جب آزر کو کچھ یاد آیا۔اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔سب اسی کی جانب متوجہ تھے۔

آزر نے ہاتھ جیب سے باہر نکالا اور ایک نفیس سنہری رنگ کا شادی کارڈ میز پر رکھ دیا۔

"پھوپھا جان میری شادی کی تاریخ طے ہو گئی ہے۔سب سے پہلے آپ کو دعوت نامہ دینے آیا ہوں امی بھی آجاتیں لیکن وہ کچھ مصروفیت کی وجہ سے نہیں آسکیں"آزر بتا رہا تھا۔ان سب نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"اوہ اچھا! تو یہ بات ہے۔یعنی اب ہمارے سب سے پیارے اور تنہائی پسند کزن جناب ایس پی آزر زمان کو عمر قید کی سزا سنائی جا چکی ہے"فہد نے میز سے کارڈ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ کارڈ کھولتا، علی نے جھٹ سے کارڈ اس کے ہاتھ سے اڑا لیا۔

"کیا مطلب؟یعنی چھوٹے بھائی کی موجودگی اور رائے کے بغیر ہی سب فیصلے ہو چکے ہیں۔ حتی کہ کارڈ بھی تیار ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ہر چیز سے بے خبر! سچ سچ بتائیں بھائی، کہیں میں

لے پالک تو نہیں ہوں؟"اس بار علی زبردستی رنجیدہ ہونے کی کوشش کر رہا تھا یا واقعی سنجیدہ تھا، کوئی سمجھ نہ سکا۔

"نہیں بھی پاگل ہو گیا۔ یہ چند کارڈ جلدی بنوائے میں نے تاکہ قریبی لوگوں کو خود جا کر جلدی ہمارے گھر آنے کی دعوت دے سکوں"آزر نے تفصیل سے سمجھانے کے سے انداز میں اسے بتایا۔ رضا احمد اپنی جگہ سے اٹھے اور آزر کے قریب آ کر اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو بیٹا! ثمینہ آپا کو میں فون کر کے خود بھی مبارکباد دوں گا۔ اللہ پاک زندگی کے اس نئے دور کو تمہارے اور ہم سب کے لئے خوشیوں سے بھر دے۔ خوش رہو"آذر ان کی بات پر "آمین" کہتا ہوا مسکرایا۔

www.novelsclubb.com

"اف علی۔ اب کھول بھی چکو کارڈ"محد نے علی سے کارڈ چھینا جو خدا جانے کارڈ کو کس جرم کی سزا میں گھور رہا تھا۔

"12 جنوری۔ ویری نائس"

"محد بھائی، نام کیا ہے؟"عمارہ پوچھ رہی تھی۔

"خولہ افضل" محد نے کارڈ پر لکھا نام پڑھا

"واہ آزر بھائی نام تو بہت پیارا ہے۔ یہ آپ کی وہی کزن ہیں نا جن سے ہم کبھی بچپن میں ملے تھے؟ کیا وہ اب بھی خوبصورت ہیں؟ تصویر تو ہو گی انکی آپ کے پاس؟ زرا ہمیں بھی تو دکھائیں" وہ تجسس سے پوچھنے لگی۔

"ہاں اب تم لوگ مل کر آذر کے پیچھے پڑ جانا۔ بس موقع ملنا چاہیئے عمارہ تمہیں کسی کو تنگ کرنے کا"

طاہرہ کی بات پر سب مسکرائے تھے۔ سوائے علی کے۔

"ویسے آزر بیٹا کیا تم انہیں جانتے ہو جو مہمان آئی تھیں آج؟" رضا احمد نے یاد آنے پر پوچھا۔

"جانتا تو نہیں ہوں پھوپھا۔ دراصل پہلی نظر میں وہ لڑکی کافی پرانے کیس سے جڑی وِکٹم جیسی لگی مجھے۔ لیکن غور کرنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ میں بھی ناں! جلد بازی میں بول گیا۔ پتہ نہیں کیا سوچ رہی ہوں گی وہ" آزر نے وضاحت دی۔

"کچھ نہیں سوچیں گی۔میری دوبارہ ملاقات ہو گی تو انہیں واضح کر دوں گی یہ بات تاکہ اگر کوئی غلط فہمی رہ گئی ہو تو دور ہو جائے۔تم پریشان مت ہو" طاہرہ نے اسے تسلی دی تھی۔

"اور پھوپھو" علی کو جیسے کچھ یاد آیا ہو،وہ اچانک بولا "آپ ان خاتون کو کیسے جانتی ہیں؟"

"ہاں وہ مسز کمال ہیں ناہر سال رمضان میں دورہِ قرآن کروایا کرتی تھیں اپنے گھر میں۔وہاں اکثر آمنہ سے ملاقات ہو جاتی تھی۔کمال صاحب کے گھر کے قریب ہی ہے گھر انکا۔اب تو دو تین سال سے وہ بیمار رہنے لگی ہیں اس لئے دورہِ قرآن نہیں کروا سکیں سو ہماری ملاقات بھی نہیں ہوئی" انہوں نے پوری وضاحت کے ساتھ بتایا تھا جس پر علی نے کچھ جواب دیئے بغیر بس سر ہلا دینے پر اکتفا کیا۔

"اوہ۔۔۔سہی!" محد نے بے ساختہ کہا تو عمارہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔پھر علی کی جانب اپنا رُخ کیا جس کی خاموشی وہ بھانپ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"علی بھائی آپ آزر بھائی کی شادی کی وجہ سے اداس ہو گئے ہیں یا اپنی شادی نہ ہونے پر؟ ویسے آپس کی بات ہے آپ کو بھی شادی کروالینی چاہیے ساتھ ہی۔ بس ممانی جان کو اس فرض سے آزادی دے دیں۔ کیا خیال ہے؟"

"جی؟ کچھ تو خدا کا خوف کریں صاحبہ۔ کہاں میں 25 سالہ معصوم اور کہاں 30 سالہ آزر بھائی۔ مجھے ابھی سے اس قیدِ بامشقت میں نہیں پڑنا" علی نے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے بے زاری سے کہا تھا۔

"اچھا بھئی، یہ باتیں تو رات بھر بھی ختم نہیں ہوں گی۔ میں اب نکلتا ہوں کافی دیر ہو گئی" آزر کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا آج رات یہیں رُک جاتے"

"نہیں پھوپھو۔ مجھے صبح بہت ضروری کام کرنے ہیں جس کے لئے ابھی واپس جانا پڑے گا۔ ان شاءاللہ اب شادی پہ ملاقات ہو گی آپ سے۔ آپ سب نے شادی سے دو تین ہفتے پہلے آنا ہے ضرور"

"ان شااللہ"

"اور علی تم کب آرہے ہو واپس؟" جاتے جاتے آزر نے رک کر علی سے پوچھا۔

"پہلے تو میرا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن آپ کی شادی ہے تو اگلے ہفتے تک چلا جاؤں گا گھر"

"چلو ٹھیک ہے" آزر یہ کہہ کر چلنے لگا کہ علی نے پکارا۔

"آزر بھائی!"

"ہنم؟"

"امی مجھے یاد نہیں کرتیں؟"

"کرتی ہیں۔ بہت یاد کرتی ہیں تمہیں۔ آخر ماں ہیں۔ بات نہیں ہوئی کیا تمہاری ان سے؟" آزر نے حیرت سے پوچھا تو علی نے نفی میں سر ہلا دیا۔ جس پر آزر نے ایک سرد آہ بھری مگر کچھ کہا نہیں اور واپسی کے لئے چل دیا۔

-

www.novelsclubb.com

وہ گھر آتے ہی صوفے پر آ گری اور اپنا سر پکڑ لیا۔ کسی اجنبی کی زبان سے اپنی بہن کا نام کسی ٹائم مشین کی طرح اسے ایک بار پھر ماضی کی طرف کھینچ لے گیا تھا۔ حیرت، تجسس، دکھ، اضطراب۔ کتنا کچھ تھا جو اس وقت اس کی آنکھوں میں دیکھا جا سکتا تھا۔ واپسی کے سارے راستے وہ چپ چاپ چلتی آئی تھی۔ خالہ نے ایک دو بار بلایا بھی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ خالہ اب اس کے ساتھ آ بیٹھی تھیں۔

"زونی کیا ہو گیا ہے بیٹے۔ ایسے ری ایکٹ (REACT) تو نہیں کیا کرتے۔ ہو سکتا ہے یہ محض اتفاق ہو۔ ایک اسلام آباد کا شخص فیصل آباد کے چھوٹے سے گھرانے کی زونیرہ کو کیسے جان سکتا ہے"

"خالہ میری طرف دیکھیں۔ کیا میں آپی جیسی نہیں لگتی آپ کو؟ سب کہتے ہیں خالہ۔ وہ لوگ جنہوں نے آپی کو دیکھ رکھا ہے وہ سب کہتے ہیں کہ میں آپی جیسی لگتی ہوں۔ وہ ایک انجان شخص

www.novelsclubb.com

ہے لیکن مجھے دیکھتے ہی اس نے زونیرہ کہا۔ جیسے اس نے پہلے سے آپی کو دیکھ رکھا ہے یا کسی طرح وہ آپی کو جانتا ہے۔ کیا یہ آپ کو اتفاق لگتا ہے؟"

"اچھا ٹھیک ہے سوچتے ہیں اس بارے میں ہم لیکن ٹھنڈے دماغ سے۔ ایسے پارہ ہائی کر کے نہیں۔ اور کتنی بری بات ہے کہ تم ایسے اچانک چلی آئی وہاں سے۔ کیا سوچیں گے وہ لوگ۔ طاہرہ ہمیں کتنے مان سے اپنے گھر لے گئیں تھیں۔ لیکن تمہاری وجہ سے مجھے ایسے واپس آنا پڑا"

"خالہ مجھے اس وقت جو ٹھیک لگا میں نے وہی کیا۔ بہر حال آپ مجھے ان کا فون نمبر دے دیجئے گا میں معذرت کر لوں گی۔ نہیں بلکہ آپ خود کر لیجئے گا معذرت میری طرف سے بھی" وہ شدید چڑچڑی ہو رہی تھی اور خالہ کو معلوم تھا کہ اب وہ کوئی بھی بات کریں گی تو اسے بری ہی لگے گی کہ ایسے موقعوں پر وہ چپ چاپ بند کمرے میں رہنا پسند کرتی تھی۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں خالہ" وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا۔

"کس کا فون ہے؟"

"زبیر بھائی کا"اس نے کہااور فون اٹھاتے ہوئے کمرے میں چلی آئی۔اس کے چلے جانے کے بعدانھوں نے دو کپ چائے بنائی اور زونیشہ کے پاس آ گئیں جو بیڈ پر بیٹھی ہاتھ میں موبائل گھماتے ہوئے گہری سوچ میں گم تھی۔"کیا کہہ رہا تھا زبیر؟سب خیریت سے ہیں وہاں؟"

خالہ نے پوچھاتو وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"جی؟جی سب خیریت ہے۔بس بابا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں رہ رہی کچھ دن سے۔میں سوچ رہی ہوں کہ کل گھر چلی جاؤں۔بہت دن ہو گئے مجھے یہاں آئے ہوئے۔بھائی سے کہا تھا،وہ کہنے لگے کہ صبح دیکھیں گے۔میں آجاؤں گا لینے یا خالو سے بات کر لینا۔وہ ساتھ آجائیں گے"

"اللہ خیر رکھے بیٹا تم پریشان مت ہو۔ہم ایسا کریں گے کہ میں اور تمہارے خالو بھی ساتھ چلیں گے۔اچھا ہے ملاقات ہو جائے گی سب سے اور تمہیں چھوڑ کر اگلے دن واپس آجائیں گے"

انہوں سے ہمیشہ کی طرح اپنے ٹھہرے ہوئے انداز میں اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"جی یہ ٹھیک رہے گا"

"چلو اب سب غور و خوص بند اور یہ چائے پیو اپنی بوڑھی خالہ کے جوان ہاتھوں کی"

"ارے خالہ جان آپ کہاں سے بوڑھی ہیں۔ابھی تو آپ کی جوانی کے دن شروع ہوئے ہیں"

اس نے خالہ کے ہاتھ سے کپ پکڑتے ہوئے کہا تو خالہ نے قہقہہ لگایا۔

"اچھا تم اب آرام کرو۔ صبح کر لینا پیکنگ وغیرہ جو کرنی ہے تم نے تھوڑی بہت۔اور فاطمہ کو بھی بتا دو کہ ہم ان شااللہ آ رہے ہیں کل"

"جی ٹھیک ہے خالہ"

-

www.novelsclubb.com

25جون2007

صبح دو بج کر پچاس منٹ

وہ مسلسل بھاگ رہی تھی اور گرمیوں کی رات کے اندھیرے میں حویلی سے نکل کر میدان نما علاقے میں اندھا دھند بھاگتے ہوئے وہ تھکنے لگی تھی۔ کچھ دیر سانس بحال کرنے کو رکی اور پناہ لینے یا اپنی مدد کے لئے آس پاس نظریں دوڑانے لگی۔ مگر وہاں نہ کوئی شخص تھا نہ کوئی ایسی جگہ جہاں وہ جا سکتی۔

چند لمحے پیش تر حویلی کے اس کمرے میں اسے لگا تھا کہ زندگی ختم ہو رہی ہے۔ مگر اب بچ کر نکل جانے کی امید بندھی تو اس کی ہمت کئی گنہ بڑھنے لگی۔ کچھ دیر یونہی بیت گئی تھی۔ وہ سانس بحال ہو جانے کے انتظار میں وہیں کھڑی تھی کہ اپنے پیچھے اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کانوں نے چاپ سنی تو قدموں نے برق رفتاری سے دوڑ لگا دی۔ اسے جان سے زیادہ عزت کی فکر تھی۔

اسی طرح بھاگتے بھاگتے وہ اب گاؤں نما علاقے میں داخل ہو گئی۔ جہاں چاند کی ہلکی روشنی میں "ملک پور" کا بورڈ بمشکل پڑھا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے لئے درست راستے کا اندازہ لگانا مشکل تھا سو دونوں اطراف کھیتوں کے درمیان تنگ سا راستہ اسے جہاں لے جا رہا تھا۔ وہ وہاں جاتی

www.novelsclubb.com

رہی۔وہ بس اس علاقے سے دور جانا چاہتی تھی۔آنسو بار بار آنکھیں بھگو رہے تھے، جن کو وہ اپنے ہاتھوں سے بے دردی سے رگڑ دیتی۔گاؤں کی حدود ختم ہوئی تو پکی سڑک شروع ہو گئی لیکن اسے پرواہ نہیں تھی کہ اسے بس بھاگتے رہنا تھا۔

وہ بُری طرح تھک چکی تھی، آدھا گھنٹہ لگاتار بھاگتے رہنے کے بعد اب اس کی رفتار میں کمی آنے لگی۔وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر وہیں ٹھہر گئی۔سامنے سے آتے دو لڑکوں نے رک کر اسے دیکھا تو وہ سیدھی ہوئی۔

"آپ۔۔۔آپ ٹھیک ہیں؟"ان میں سے ایک لڑکے نے پوچھا تھا۔

"یہ کونسی جگہ ہے؟میرا گھر کتنی دور ہے یہاں سے۔۔۔نہیں۔۔۔میرا مطلب ہے کہ۔۔۔ سعید کالونی کس طرف ہے؟"وہ پھولی ہوئی سانس اور بکھرے حواس کے ساتھ بمشکل کہہ رہی تھی۔

"یہ نشاط آباد ہے لیکن۔۔۔"

"نشاط آباد!؟اُف خدایا! سعید کالونی تو بالکل مخالف سمت میں ہے!" وہ اس کی پوری بات سنے بغیر خود کلامی کرتے ہوئے ماتھے پر ہاتھ رکھے بڑبڑائی۔اس نے آس پاس نظر دوڑائی، خالی طویل سڑک کے ساتھ ساتھ ٹرین کی پٹڑی اور پٹڑی کے اس پار درخت۔"یہاں سے آگے میں کہاں جاؤں!"

"سعید کالونی تک کیلئے گاڑی جاتی ہے یہاں سے، لیکن اس وقت صبح کے تین بجنے والے ہیں اور گاڑی ملنا کافی مشکل ہے" وہ لڑکا اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے اسے آگاہ کرنے لگا

"وہ رہی۔ پکڑو اسے" پیچھے سے آنے والی کسی کی زوردار آواز سے وہ چونکی اور ایک بار پھر دوڑ لگا دی۔ لیکن پیچھا کرنے والوں کے مقابلے میں اس کی رفتار قدرے کم تھی۔

وہ دونوں لڑکے ساکت وہیں ٹھہر گئے، یہ سب کیا ہو رہا تھا ان کی سمجھ سے باہر تھا۔۔۔

"چل یار چلیں اللہ جانے کیا معاملہ ہے۔ٹرِپ کے لئے دیر ہو جائے گی ہمیں۔کالج پہنچنے میں بھی ہمیں گھنٹہ لگ جائے گا"

"نہیں حماد وہ لڑکی مشکل میں ہے"

"تو ہم کیا مدد کریں اس کی؟ پتا نہیں کیا عجیب سے غنڈے جیسے لوگ ہیں۔ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے ان کا اور ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکی انسان ہی نہ ہو۔ میرا مطلب ہے کہ دیکھو رات کے اس پہر سڑک پر میں نے سنا ہے کہ چڑیلیں ہوتی ہیں"

"اوہو کیا ہو گیا ہے۔ چڑیلیں اتنی گھبرائی ہوئی نہیں ہوتیں حماد" اس کے آخری جملے پر آزر نے اسے گھورا۔

"اچھا چلو دیکھتے ہیں آگے جا کر۔ لڑکی دوبارہ ملی تو کسی گاڑی میں بٹھا دیں گے اسے۔ اوکے؟"

"ہنم! چلو"

وہ دونوں بھی اسی سمت میں تیز تیز چلنے لگے جس طرف زونیرہ بھاگی تھی۔

وہ پیچھے دیکھے بغیر بھاگ رہی تھی۔ آس پاس کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں وہ جا سکتی۔ کچھ فاصلے سے ریلوے سٹیشن شروع ہوتا تھا، لیکن ٹانگیں اب جواب دینے لگی تھیں۔

www.novelsclubb.com

اچانک سامنے سے قاسم اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔وہ چونک وہیں رک گئی۔پیچھا کرنے والا شخص بھی اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔وہ دونوں اطراف سے گھیری جا چکی تھی۔

"آخر یہ ہو کیا رہا ہے"آزران سے کچھ فاصلے پر ایک پیڑ کی آڑ میں کھڑا حماد سے کہہ رہا تھا۔

"جو بھی ہو رہا ہے مجھے نہیں لگتا کہ ہمیں جاسوس بننا چاہیئے یار"حماد منمنایا۔

زونیرہ کو دونوں اطراف سے گھیرا جا چکا تھا۔اسے دوبارہ پکڑے جانے کا خوف بھی تھا،اور عزت نیلام ہونے کا بھی۔اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا نہ آگے جا سکتی تھی نہ پیچھے مڑ سکتی تھی۔

قاسم اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"دیکھو زونیرہ بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔تم بلاوجہ خود کو اور مجھے تھکا رہی ہو۔میں تمہیں اپنا رہا ہوں،اپنانا چاہتا ہوں۔پھر مجھ سے کیوں بھاگ رہی ہو؟"

"ایسے اپناتے ہیں؟کسی کو اس کے والدین سے دور کر کے اس کی مرضی کے خلاف جا کر؟بیچ سڑک پر اغوا کر کے تم مجھے اپنانا چاہتے ہو؟"اس نے کہنا چاہا مگر آواز حلق میں کہیں دب گئی۔

اس نے دوبارہ بھاگنے کے لئے قدم بڑھانے چاہے مگر شل ہوتے ہوئے پاؤں نے ساتھ نہ دیا۔ وہ نم آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"حماد میں آگے جا رہا ہوں۔ وہ لڑکی مشکل میں ہے" آزر کہہ کر ایک قدم آگے بڑھا کہ حماد نے جھٹ سے اس کا بازو تھام لیا اور نفی میں سر ہلانے لگا۔

"تم ایسے نہیں مانو گی! چلو" قاسم تیزی سے اس کے قریب آیا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے گھسیٹنے لگا۔

"نہیں جاؤں گی میں۔ تمہارے ساتھ جانے سے اچھا ہے میں مر جاؤں۔ نفرت ہو رہی ہے مجھے تم سے" بہت بے جان آواز کے ساتھ اس نے اپنے اندر کی تمام شدتیں لہجے میں اتار دی تھیں۔

"تم مجھ سے نفرت کرو یا محبت، لیکن تم میری ضد بن چکی ہو۔ میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا"

"قاسم خدا کیلئے ترس کھاؤ مجھ پر" وہ اپنا بازو قاسم کے مضبوط ہاتھ کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے التجا کرنے لگی، "اب بہت دیر ہو چکی ہے قاسم۔ تم مجھے درست طریقے

سے بھی اپنا سکتے تھے۔ تمہارے دھوکے میں تو میں آ ہی چکی تھی۔ کر لیتی نکاح۔ میں نے پہلے کب انکار کیا تھا قاسم۔ میں نے کہا تھا کہ میں ساتھ دوں گی تمہارا ہر حال میں لیکن ماما بابا کی رضامندی۔۔۔"ٹرین کا سائرن گونجا تھا۔

"کیا ہر وقت رضامندی رضامندی کرتی رہتی ہو؟ بکواس بند کرو اب اپنی اور چلو میرے ساتھ۔ یہ میں آخری دفعہ آرام سے کہہ رہا ہوں" قاسم یکدم چلا اُٹھا۔ اس نے زونیرہ کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا تھا جبکہ زونیرہ خود کو چھڑانے کی مسلسل کوشش کر رہی تھی۔

قاسم نے اسے دوبارہ گھسیٹنا چاہا تو اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے پوری طاقت کے ساتھ ناخن قاسم کے ہاتھ پر جما دیئے۔ بلا اختیار زونیرہ کے بازو پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور کمزور بازو اس مضبوط ہاتھ سے نکل گیا۔ ٹرین کا سائرن بہت قریب سے سنائی دیا تھا۔ ہاتھ چھوٹتے ہی کوئی لمحہ ضائع کیئے بغیر وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ دائیں طرف بھاگی اور تیزی سے پٹڑی سے گزرنے لگی مگر اس کا پاؤں پٹڑی سے اترتے ہوئے وہیں اٹک گیا۔ اس نے پاؤں نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے سامنے دیکھا۔ اسی وقت سامنے سے آتی تیز روشنی سے اس کی آنکھیں بِلا

اختیار بند ہوئی تھیں۔قریب آتی ٹرین اس کو پٹڑی سے اترنے کی مہلت دیئے بغیر گزر گئی تھی۔

-

ٹرین گزر چکی تھی مگر وقت گویا ٹھہر گیا تھا۔

رات کے اس تیسرے پہر آسمان کی سیاہی پر چاند نے اداسی بے مقصد نہیں پھیلائی تھی۔وہاں موجود چار افراد نے منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔اور چاروں اس ایک لمحے کی گرفت میں ساکت کھڑے تھے۔وہ چاہ کر بھی اس خلافِ قیاس منظر کو ان دیکھا نہیں کر سکتے تھے۔بے یقینی نے ان کی آنکھوں کو جھپکنے سے روک دیا تھا۔

"ب۔۔۔باس" پیچھا کرنے والے شکیل نامی اس شخص کے بیٹھے ہوئے گلے سے گھبراہٹ بھری آواز سنائی دی" باس چلو باس کوئی بڑا مسئلہ نہ بن جائے"

قاسم نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ اب بھی بِنا پلک جھپکے پٹڑی کے قریب گری زونیرہ کو دیکھ رہا تھا جس کی ٹانگیں بُری طرح کُچلی جا چکی تھیں۔

"باس چلو۔۔۔جلدی" شکیل قاسم کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچتا ہوا وہاں سے لے جا رہا تھا۔اور وہ بدستور بدحواسی کے عالم میں بے جان قدموں سے چل رہا تھا۔

چھپ کر کھڑے ان دو لڑکوں میں سے ایک سکتے کے عالم میں آگے بڑھا تھا۔

"آزر نہیں" حماد نے پکارا، "دیکھو ہمیں فوراً سے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیئے"

آزر اس کی بات ان سنی کرتا ہوا زونیرہ کے نزدیک چلا آیا۔اس کے آدھے کچلے ہوئے وجود کے پاس بیٹھنے کے لئے اسے کتنی ہمت کرنا پڑی تھی مگر ضمیر وہاں سے اس طرح انجان بن کر چلے جانے پہ آمادہ نہیں تھا۔

"یہ۔۔۔یہ ابھی زندہ ہے حماد" آزر اس کی ناک کے سامنے اپنی انگلی رکھ کر اکھڑتی ہوئی سانس کے لمس کو محسوس کر سکتا تھا۔

"پھر ہم ایمبولینس کو فون کر کے چلتے ہیں یہاں سے۔آذر یار دیکھو ہمارا یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے"

"بابا"اس سے پہلے کے آذر حماد کو کوئی جواب دیتا،زونیرہ کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔وہ چونکا ہوا۔

"زونیرہ"آذر نے کچھ دیر پہلے قاسم کے منہ سے سنا اس کا نام پکارا۔

"بابا"آواز بمشکل سنی جا رہی تھی۔آذر نے اپنا کان اس کے قریب کیا۔

"بابا"

"قاسم۔۔۔"

"ملک۔۔۔ملک پور"

"اللہ۔"وہ درد سے کراہ رہی تھی۔زبان نے اس سے آگے لبوں کا ساتھ نہ دیا۔

www.novelsclubb.com

آزر سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہوئے وہ کبھی زونیرہ کو دیکھتا اور کبھی حماد کو۔اس کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔مگر وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وقت بہت کم ہے آزر۔یہ لڑکی شدید زخمی ہے۔کچھ بھی ہو سکتا ہے"

"ہاں۔تم ٹھیک کہہ رہے ہو حماد لیکن ہم اس کو یہاں چھوڑ کر کیسے جائیں۔یہاں اس وقت کوئی ہے بھی نہیں آس پاس جو مدد کو اور۔۔۔موبائل کہاں ہے میرا" یہ کہتے ہوئے آزر نے اپنے کالج یونیفارم کی جیب کو ٹٹولا۔مگر وہاں موبائل نہیں تھا۔

"اوہ۔موبائل میں گھر تو نہیں بھول آیا۔حماد تم ابو کو فون لگاؤ" آزر نے کہا تو حماد تیزی سے نمبر ملانے لگا۔

"انکل فون نہیں اٹھا رہے یار" حماد نے دوسری بار نمبر ملاتے ہوئے بے چینی سے کہا۔آزر لب دانتوں سے چبائے حماد کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"آزر۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ گھر چلتے ہیں، انکل کو بتاتے ہیں سب کچھ جو ہم نے دیکھا۔ چل میرے یار، اب یہاں رُکنے کا واقعی کوئی فائدہ نہیں۔ میری بات مانو۔ ہمارے پاس بس یہ ہی ایک راستہ ہے اور وقت کم ہے۔ جلدی چلو"

"ہاں یہ۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔ چلو پھر"

حماد نے آذر کو سہارا دے کر اٹھایا تھا۔ آزر نے اٹھتے ہوئے ایک بے بس نگاہ زونیرہ پر ڈالی اور وہ دونوں کالج کی بجائے واپس گھر کے راستے پر تیز رفتاری سے چل دیئے۔ فجر کی اذانوں کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ جس کے کان میں پڑتے ہی ان دونوں کے قدموں میں اور تیزی آتی گئی۔ چلتے چلتے حماد نے ایک بار پھر نمبر ملانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

www.novelsclubb.com

-

بند کمرے سے چیزوں کے گرنے اور ٹوٹنے کی آواز کافی دیر سے آ رہی تھی۔ شکیل کمرے سے باہر کھڑا ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اسے اندر جا کر شدید ذہنی تناؤ کے شکار باس قاسم شان سے بات کرنی چاہیئے یا نہیں۔

شکیل بارہ سال کا تھا جب پندرہ سالہ قاسم اسے دوست بنا کر اس حویلی میں لایا تھا۔ انہیں اغوا برائے تاوان کے اس دھندے سے حرام کماتے ہوئے یہ دو سواں سال تھا۔ اور اس پورے عرصے میں شکیل نے قاسم کو اس قدر بگڑی ہوئی ذہنی حالت میں پہلی بار دیکھا تھا۔ بہت چھوٹی عمر میں قاسم جو غربت اور فاقوں سے تنگ آ کر اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ بھرنے کے لیے کسی کام کی تلاش میں گھر سے نکلا تھا۔ کام تو نہ ملا مگر وہ علاقے کے ایک غنڈے کی سربراہی میں آ گیا، جو بچوں کو اغوا کر کے انہیں کسی دوسرے شہر میں بھیک مانگنے کے لئے بھیج دیا کرتا تھا۔ یہ ایک ایسا دھندا تھا جو تقریباً پانچ بڑے شہروں تک پھیلا ہوا تھا۔ قاسم اپنی عمر کے برعکس سمجھدار تھا اور ہوشیار بھی سو اس سردار سبکتگین شاہ نامی غنڈے نے قاسم کو اپنی شاگردی میں رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ سال بھر کی "ٹریننگ" کے بعد قاسم سب طور طریقے سیکھ چکا تھا سو سردار سبکتگین شاہ

نے اغوا برائے تاوان کا دھندا قاسم کے سپرد کر دیا اور خود شہر شہر گھوم کر اپنے گداگروں کے گروہ میں مزید اضافہ کرنے لگا۔ان کے اس دھندے کے تین اہم اصول تھے۔

نمبر ایک کہ وہ جس کو اس دھندے میں شامل کریں گے وہ قابلِ اعتماد ہو،اگر نہیں ہے تو اسے قابلِ اعتماد بنایا جائے گا۔ نمبر دو کہ غریب گھرانوں کے بچوں کو اغوا کیا جائے گا تاکہ بے بس والدین ان کے اس دھندے پر اثر انداز نہ ہوں اور خاص طور پر چوٹی بچیوں اور بچوں کو گداگر بنایا جائے گا جن کی معصومیت دیکھ کر لوگ بلا جھجک خیرات دے دیا کرتے ہیں اور نمبر تین، کسی کو بھی جان سے مارنا ان کے دھندے میں شامل نہیں ہو گا۔ان کا مقصد صرف بھیک مانگ کر پیسہ کمانا ہو گا۔

www.novelsclubb.com

یہ ایک ایسی منطق تھی جو انسانی عقل کو سمجھانا آسان تھی کہ آخر اپنا پیٹ ہی پال رہے ہیں۔کسی کو جانی نقصان تو نہیں پہنچا رہے۔مزید یہ کہ غریب کے لئے جس اولاد کو پالنا مشکل کام ہے،یہ لوگ اسے اغوا کر کے غریبوں کی مشکل "آسان" کر رہے ہیں۔

اس دھندے میں شامل ہونے والے ہر نئے شخص کی اسی طرح برین واشنگ کی جاتی تھی کہ انہیں اپنا یہ غلط کام بھی غلط نہ لگے۔اور جب انسان غلط کو غلط سمجھنا چھوڑ دیتا ہے، وہیں سے اس کی تباہی ہی ابتدا ہوتی ہے۔ مگر اس بات کا اندازہ وقتی طور پر کر لینا نا ممکن سی بات ہے۔

بہت سوچنے سمجھنے کے بعد شکیل نے ہمت کر کے دروازہ کھول دیا۔

"باس!" اس نے کمرے میں داخل ہو کر بکھری ہوئی چیزوں کے بیچ آرام دہ کرسی پر آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہوئے قاسم کو پکارا، "باس میرے خیال سے شاہ جی سے بات کر لینی چاہیئے ہمیں، وہ ضرور سب کچھ سنبھال لیں گے"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا! شاہ جی مجھے چھوڑیں گے نہیں۔ان تک یہ بات نہیں پہنچنی چاہیئے، سمجھے تم؟" شکیل کی بات پر قاسم نے یک دم آنکھیں کھول کر اسے کہا۔جواب میں شکیل نے سر ہلا دیا اور واپس جانے کے لئے مڑا۔

"شکیل وہ ایسے کیسے مر سکتی ہے۔مجھے ملے بغیر کیسے مر سکتی ہے وہ۔وہ بھی پسند ہے۔میری چاہ ہے۔میری ہے وہ!ایسے نہیں مر سکتی شکیل۔مجھے لگتا ہے وہ زندہ ہو گی۔ہم نے اسے دیکھا بھی تو نہیں آنے سے پہلے۔ہمیں واپس جانا چاہیئے۔ایک بار دیکھ کر تو آتے ہیں، کیا کہتے ہو؟"

"باس آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"اس کی بات سن کر شکیل واپس پلٹ کر بولا، "اس سب کا کوئی فائدہ نہیں۔جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ہمارے وہاں جا کر دیکھنے سے کچھ نہیں بدل سکتا۔اب تک تو شاید پولیس بھی پہنچ گئی ہو وہاں اور ویسے بھی اس لڑکی کے زندہ ہونے کا چانس ہی نہیں۔اسے ٹرین بری طرح کچل گئی تھی اور"

"بس چپ" شکیل کی بات سے ٹرین کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا تو وہ اپنے بال نوچنے لگا۔اس پل دروازے پر کسی نے دستک دی اور ساتھ ہی دروازی کھل گیا۔

"باس! شاہ جی آئے ہیں" کسی نے اندر آ کر قاسم سے کہا تھا۔

-

آزر اور حماد ہانپتے ہوئے گھر پہنچے تھے۔ ایس ایس پی فاخر زمان جو گھر کے لاؤنج میں موجود کاؤچ پر بیٹھے نائیٹ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس کسی فون کال پر مصروف تھے، آزر اور حماد کو واپس آتا دیکھ کر حیران ہوئے۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے فون کال بند کر دی۔

"یہ کیا! تم لوگ واپس کیوں آ گئے۔کالج کی گاڑی تو ٹرپ کے لئے چار بجے روانہ ہونی تھی نا" وہ کاؤچ سے اٹھ کر ان کے قریب آئے تھے۔

"ابو وہ۔اصل میں ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔ نہیں بلکہ۔۔۔ایک حادثہ ہو گیا ہے" آزر نے تھوک نگلتے ہوئے بمشکل کہا۔

"کیا مطلب؟ کھل کر بتاؤ" ان کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں ہوئے۔وہ دوبارہ کاؤچ پر بیٹھ گئے۔ساتھ ہی ان دونوں کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔آزر اور حماد نے پوری روداد انہیں سنا ڈالی جسے سن کر انہوں نے کچھ کہے بغیر قریبی میز پر پڑا اپنا فون اٹھایا اور نمبر ملانے لگے۔

"ہیلو۔ایس ایس پی فاخر زمان بات کر رہا ہوں" وہ فون پر ہدایات دینے لگے۔پھر فون رکھ کر تیزی سے اپنی ضروری اشیاء اٹھائیں اور ان دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے ساتھ آنے کا کہا۔

آزر اور حماد نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ جب وہ ریلوے اسٹیشن پہنچے تب تفتیشی ٹیم اور ایمبولینس وہاں موجود تھی۔ ضروری کارروائی کے بعد دونوں چشم دید گواہوں کا بیان لینے کے لئے انھوں نے پولیس اسٹیشن کا رُخ کیا تھا۔ راستے میں انہوں نے اپنی ٹیم کو لڑکی کے لواحقین سے رابطہ کرنے کی تلقین کی۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں ایک زونیرہ نامی لڑکی کے اغوا کی رپورٹ درج تھی۔ آزر نے نام کی تصدیق کی تو زبیر کو فون پر پولیس اسٹیشن آنے کی اطلاع دے دی گئی۔ لڑکی کو فوری طور پر ہسپتال پہچایا گیا۔

جب تک زبیر پولیس اسٹیشن پہنچا، تب تک آزر اور حماد کا بیان ریکارڈ کیا جا چکا تھا۔

-

www.novelsclubb.com

11 نومبر 2017ء

آج اسے فیصل آباد واپس جانا تھا۔ صبح فجر کے بعد اس نے اپنا ضروری سامان باندھا اور تقریباً آٹھ بجے وہ خالہ اور خالو کے ساتھ فیصل آباد کے لئے نکل گئی۔ اس کا ذہن بار ہا کل کے واقعے کی طرف الجھنے لگتا تھا جسے وقتی طور پر وہ نظر انداز کر دینا چاہتی تھی۔ انہی سوچوں میں سفر کٹ گیا اور دوپہر کے بارہ بجے گاڑی سعید کالونی فیصل آباد میں داخل ہو گئی۔ اس نے زبیر کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا سو زبیر قریبی بازار میں موجود اپنی بوتیک سے سیدھا انہیں لینے چلا آیا تھا۔ خالو نے گلی کے قریب گاڑی کھڑی کی تو زونیشہ سامنے سے آتے زبیر کو دیکھ کر مسکرا دی۔ سلام دعا کے بعد وہ تینوں زبیر کے ساتھ گلی کے اندر گھر کی طرف چل دیئے۔ ابھی وہ گھر کے اندر قدم رکھ ہی رہی تھی کہ تایا نصر اللہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف دوڑ گئی۔ برآمدے میں اس کی نظر کرسیوں پر پڑی جہاں تایا نصر اللہ اور تائی جان کسی بات پر بحث میں مصروف تھے اور عبداللہ خاموشی سے ہمہ تن گوش تھے۔

"اسلام و علیکم" اس نے بلند آواز میں کہا۔ ان سب نے چونک کر دیکھا تھا۔

"ارے وعلیکم السلام زونی میرا بچہ! خیریت سے پہنچ گئی؟" وہ اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولے۔ بیٹی کو دیکھ کر باپ کی آنکھوں میں بڑی بے معنی سی چمک ابھرتی ہے جو سیدھا بیٹی کے دل میں جا اترتی ہے۔ عبداللہ کی آنکھوں میں بھی وہی چمک تھی، جو چپکے سے زونیشہ کے دل میں اتر گئی تھی۔

"جی بابا۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"بالکل ٹھیک اللہ کا شکر" اتنے میں معاذ "پھوپھو آ گئیں، پھوپھو آ گئیں" پکارتا ہوا کمرے سے نکلا اور اس سے لپٹ گیا۔ اس کے گھر آنے کی خوشی سب کے لئے لازم تھی کہ وہ دو اڑھائی ماہ بعد گھر لوٹی تھی۔ تایا تائی سے ملاقات اور سب سے رسمی سلام دعا کے بعد وہ خالہ کو ان کے کمرے تک چھوڑنے آ گئی۔ جبکہ احسان خالو، ماسٹر عبداللہ اور زبیر کے ساتھ خوش گپیوں میں مگن ہو گئے۔ تایا اور تائی جان کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھ کر جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ فاطمہ اور ان کی بہو شمسہ دوپہر کے کھانے کی تیاری مکمل کر رہی تھیں۔ کچھ دیر میں آمنہ خالہ

www.novelsclubb.com

اور زونیشہ بھی ان کے پاس آ گئیں۔ کھانا تیار ہو چکا تو شمسہ اور زونیشہ نے ڈائننگ ٹیبل پر کھانا سجا دیا۔ ڈائننگ ٹیبل کی جگہ وہی تھی جہاں کئی سال پہلے دستر خوان لگا کرتا تھا۔

وقت اپنے ساتھ بہت سی چھوٹی بڑی تبدیلیاں لے آتا ہے۔ نئی چیزیں پرانی چیزوں کی جگہ لے لیتی ہیں۔ نئے رشتے نئے احساسات کو جنم دیتے ہیں۔ پرانے دکھوں پر نئی خوشیاں گرد ڈال کر انہیں وقتی طور پر مدھم کر دیتی ہیں۔ یہ گھر بھی وہی تھا کئی سال پرانا مگر بہت سی نئی چیزوں، نئے احساسات اور نئے رشتوں کے ساتھ۔

"بابا، خالو جان کھانا تیار ہے۔ آ جائیں" وہ سب ظہر کی نماز ادا کر کے گھر آئے تو شمسہ نے انہیں بلایا۔ احسان خالو نے محسوس کیا کہ عبداللہ بمشکل قدم بڑھا رہے ہیں۔

"کیا بات ہے بھائی جان؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟" احسان خالو نے انہیں تھامتے ہوئے کہا۔

"ہاں جی میں ٹھیک ہوں۔ بس یہ سر چکرا جاتا ہے کبھی کبھار"

خالو ان کو تھامے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ آہستہ قدم اٹھاتے ڈائننگ تک لے آئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ماما۔ بابا مجھے بہت کمزور لگ رہے ہیں، کیا طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی ہے؟" زونیشہ نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے فاطمہ سے پوچھا تھا۔

"ہاں بس کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں سُن رہتے ہیں بہت۔ متلی بھی رہتی ہے اس لئے کچھ کھانے پینے کا جی نہیں چاہتا۔ ایسے میں کمزوری تو ہو گی ناں"

"بھائی نے تو مجھے صرف سر درد کا بتایا تھا"

"بیٹے میں نے ہی منع کیا تھا زبیر کو۔ تم خوامخواہ پریشان ہو جاتی۔" عبداللہ نے جواب دیا تھا۔

"لیکن بابا آپ ابھی بھی مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔ چیک اپ کروایا؟"

"ہاں لے کر گیا تھا میں زبردستی۔ مان ہی نہیں رہے تھے۔ اچانک سر کی ایک طرف درد شروع ہو جاتا ہے انہیں یہاں آنکھ کے قریب" زبیر نے کنپٹی سے زرا اوپر ہاتھ رکھ کر بتایا، "ڈاکٹر نے کہا کہ ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ہوتا ہے ایسا۔ دوا دی ہوئی ہے۔ میں نے کئی بار پوچھا بھی کہ کوئی پریشانی ہے تو مجھ سے کہہ لیں، لیکن نہیں۔ اب تم آ گئی ہو نا تو باقاعدگی سے دوا دینا اور ان کی

ڈائٹ کا بھی خیال رکھنا مس نیوٹریشنسٹ!" آخری جملے پر زبیر زونیشہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"اچھا اب میری طبیعت کی تفصیلات بند کرو اور کھانے کی طرف توجہ دو شاباش" بابا نے انہیں ٹوکا تو سب کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کھانے کے بعد زونیشہ نے بابا کا ہاتھ تھاما اور انہیں ان کے کمرے میں لا کر پلنگ پر بٹھایا۔ پھر خود کرسی گھسیٹ کر ان کے سامنے آ بیٹھی۔

"بابا آپ آج ہی شام میں میرے ساتھ جائیں گے چیک اپ کے لئے۔ میں نہیں مان رہی آپ کی بات کہ آپ ٹھیک ہیں"

"میرے بچے میں بیمار نہیں ہوں۔ یہ چھوٹے موٹے مسئلے تو اس عمر میں ہو ہی جاتے ہیں۔ بوڑھا جو ہو رہا ہوں۔ لیکن اب میں کافی بہتر ہوں۔ دوا بھی تو لے رہا ہوں۔ فکر نہیں کرو"

"سچ کہہ رہے ہیں؟"

"جی میرا بچہ اللہ کا کرم ہے میں بالکل ٹھیک ہوں"

www.novelsclubb.com

"اچھا چلیں مان لیتی ہوں آپ کی بات۔ لیکن پھر بھی شام میں چیک اپ کے لئے آپ لازمی چلیں گے میرے ساتھ۔تاکہ مجھے بھی تسلی ہو جائے"

"اچھا جی۔چلے چلیں گے۔جیسے میری لاڈلی کہے"

وہ مسکرائی۔"اچھا اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ تایا جان سے کیا بات ہو رہی تھی؟"

"ہاں وہ۔۔۔میں بتا دوں گا۔ضرور بتاؤں گا بیٹے۔ابھی تم آرام کر لیتیں،اتنا سفر کر کے آئی ہو" انھوں نے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے زونیشہ کا سر پکڑ کر پیار سے ہلایا تھا۔ان کے اس انداز پر وہ مسکرا دی۔

"جناب تایا جان اپنے اکلوتے شادی شدہ بیٹے مائر کے لئے آپ کا ہاتھ مانگنے آئے تھے" زبیر نے ان کی طرف آتے ہوئے کہا۔"اور بابا تمہیں یہ بات کبھی نہیں بتائیں گے،اس لئے میں بتا رہا ہوں"

"زبیر!" انہوں نے زبیر کو آنکھیں دکھائیں۔

"بابا۔ کیا ایسی بات ہے؟" زبیر کی بات سن کر زونیشہ کے چہرے کا رنگ بدلا تو تاثرات میں بھی خفگی اتر آئی تھی۔

"جی بیٹا یہ ہی بات ہے۔ لیکن میں نے انہیں انکار کر دیا ہے۔ بالکل صاف دوٹوک جواب"

"اچھا! اور جیسے مجھے معلوم نہیں کہ یہ دوٹوک جواب آپ نے بہت ہی خاموشی سے دیا ہے۔ ہے نا بابا"

"ہاں جی میرا بیٹا۔ بہت ہی خاموشی سے" ان کے چہرے پر بھرپور اطمینان تھا۔

"اور تمہیں پتا ہے تایا جان نے کیا کہا ہے!"

"مجھے اندازہ ہے بھائی۔ وہی طنز اور طعنوں میں لپٹی ان کی ہمدردانہ باتیں! جو میں بچپن سے سنتی آئی ہوں۔ لیکن مائر بھائی کا رشتہ آخر کیوں لے کر آئیں ہیں وہ۔ ان کو میری اور مائر بھائی کی عمر میں اتنا بڑا فرق نظر نہیں آیا؟ یا پہلی شادی کے چار پانچ سال گزر جانے کے بعد بھی اولاد نہیں ہوئی اس لئے دوسری شادی کروانا چاہتے ہیں؟"

"ان کے دل میں کیا ہے یہ تو وہ ہی جانیں۔ لیکن ہمیں انھوں نے جو کہا، وہ یہ کہ ان کی پیشین گوئی کے مطابق ہماری بیٹی کو کئی سال پہلے ہونے والی بڑی بہن کی بدنامی کے باعث کوئی قبول نہیں کرے گا۔اس لئے وہ اپنا دل بڑا کر کے اپنے بیٹے کی تم سے دوسری شادی کرنے کے لیے تیار ہیں"

"ہاہ! واقعی؟" پوری بات سننے کے بعد زونیشہ نے عبداللہ کی جانب دیکھتے ہوئے طنزاً پوچھا، "آخر تایا جان کا مسئلہ کیا ہے؟ کونسی بدنامی ہوئی ہے ہماری جو سوائے ان کے کسی کو نظر نہیں آتی۔ہاں مانا کہ وہ واقعہ ہماری زندگی کا حصہ ہے۔یہ بھی مانا کہ کچھ عرصہ تک لوگ آپی کو غلط سمجھتے ہوئے بیٹی کی صحیح تربیت نہ کرنے کے طعنے دیتے رہے ہیں۔ لیکن اب تو سب کچھ ٹھیک ہے نا۔لوگ بھلے وہ واقعہ نہ بھولے ہوں لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں بابا کی عزت کو قائم رکھا ہوا ہے۔وہ ایک حادثہ تھا جو گزر گیا ہے۔پھر کیوں تایا جان اس قسم کی باتوں سے تکلیف دیتے ہیں اور بابا آپ بھی کچھ نہیں بولتے۔بس خاموشی سے سنتے رہتے ہیں ان کی فضول باتیں" وہ کہتی چلی گئی۔

عبداللہ اور زبیر جانتے تھے کہ اب جب تک وہ اپنی بات مکمل نہیں کرے گی، چپ نہیں ہو گی۔ سو وہ بھی خاموشی سے سن رہے تھے۔ زونیشہ نے بات مکمل کر کے ایک آہ بھری اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ یہ اس کا انداز تھا جو بتاتا تھا کہ اب اس کا ذہن مزید سوچنے سے جواب دے گیا ہے۔ زبیر نے ہنستے ہوئے اس کے سر پر ایک چپت لگائی۔

"بابا آپ ہی سمجھایئے اپنی لاڈلی کو۔ میں چلتا ہوں، بوتیک بند کر کے آیا تھا" وہ یہ کہتے ہوئے کھڑا ہوا اور زونیشہ کی جانب مڑا۔ "ٹھیک ہے زونیشہ رات کو ملاقات ہوتی ہے پھر اور بابا کو زیادہ دیر تنگ مت کرنا یہ ان کے آرام کا وقت ہے۔ آپ نے دوا لے لی تھی بابا؟" جواب میں عبداللہ نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ مسکراتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھیں زرا۔ بھائی نہیں بدلتے۔ مجھے ابھی تک چھوٹی بچی کی طرح ٹریٹ کرتے ہیں"

"تم جتنی بھی بڑی ہو جاؤ۔ زبیر سے تو چھوٹی ہی رہو گی نا" انہوں نے پیار سے کہا، "اور ہاں اپنے تایا جان کے لئے دل میں اس قدر بدگمانی نہیں رکھو بیٹا۔ میں جانتا ہوں وہ غلط ہیں لیکن ایسے دل

میں کسی کے بارے میں کوئی بات رہ جائے تو یہ اچھا نہیں ہوتا اس سے رشتے بھی کمزور ہو جاتے ہیں اور ایمان بھی"

لیکن بابا۔آپ کچھ تو کہا کریں نا انہیں۔جو بات آپ کو بری لگتی ہے آپ بھی تو نہیں کہتے۔دل میں رکھتے ہیں"

"نہیں تو۔مجھے ان کی کوئی بات بری نہیں لگتی۔پتا ہے کیوں؟ کیوں کہ میں جانتا ہوں یہ ان کی فطرت کا حصہ ہے اور میں نے انہیں اسی طرح ان کی خامیوں سمیت بڑے بھائی کے طور پر دل سے قبول کیا ہے۔تمہارے اور مائر کے رشتے کی بات وہ پہلے بھی کئی بار کر چکے ہیں اور میں انہیں واضح جواب بھی دے چکا ہوں۔اس لئے اب کی بار میں خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا کہ وہ اپنی مرضی کریں گے،میری نہیں سنیں گے۔ رہ گئی بات غلطی کے احساس کی تو ہم دعا کریں گے کہ اللہ ان کے دل میں یہ احساس ڈال دے کیوں کہ یہ صرف اللہ ہی کر سکتا ہے بیٹا۔ سمجھ رہی ہو نا میری بات"

"جی بابا" وہ سر جھکائے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔

"ہاں ان کی باتوں سے میں کبھی کبھی بہت پریشان ضرور ہو جاتا ہوں۔اس لیے نہیں کہ وہ خیال نہیں کرتے غلط رویہ رکھتے ہیں۔بلکہ اس لئے کہ ان کی باتیں مجھے اپنی زمے داریوں کا شدت سے احساس دلاتی ہیں اور میں اپنے سب فرائض جلد از جلد پورے کرنا چاہتا ہوں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ میں ان کے غلط رویے پر بالکل ہی نہ بولوں۔میں ضرور بولتا ہوں لیکن صرف اس قدر، جتنا مجھے بولنا چاہیئے۔اس قدر نہیں جتنا میں بولنا چاہتا ہوں۔

کچھ سمجھ میں آیا"

"کبھی کبھی آپ مجھے ایسے سمجھانے لگ جاتے ہیں جیسے زبیر بھائی سمجھاتے ہیں۔بالکل کسی چھوٹی بچی کی طرح۔اُف! آپ کی بیٹی اب بڑی ہو گئی ہے بابا"اس نے آخری جملے کو کھینچ کر کہا

"ہاہاہا۔اچھا بابا"انہوں نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا تھا،"سمجھانا تو ضروری ہوتا ہے نا۔ اولاد ننھے منے پودوں کی طرح ہوتی ہے۔جن کی دیکھ بھال بہت ضروری ہوتی ہے۔اگر وقت پر ان کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو پودوں میں بہت سی غیر ضروری بوٹیاں اگنے لگتی ہیں جو اسے اچھی طرح پھلنے پھولنے نہیں دیتیں اور بدنما بھی کر دیتی ہیں۔لازم ہے کہ وقت بر وقت ان کی

صاف صفائی ہوتی رہے اور جو بد نما بوٹیاں اُگ رہی ہوں انہیں ہٹا دیا جائے۔ ورنہ وہ اپنی جڑیں مضبوط کر لیں گی" وہ کسی سوچ میں گم کہتے گئے۔ اسی دوران فاطمہ میں کمرے میں آئی تھیں۔

"لگتا ہے یہ باپ بیٹی کی باتیں آج ختم نہیں ہوں گی" انہوں نے ان کے قریب پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"باتیں ختم کرنے کا ہمارا ارادہ تو نہیں ہے" وہ مسکرائی، "آئیں آپ بھی ہمارا ساتھ دیں"

"کوئی ساتھ واتھ نہیں دینا میں نے۔ چلو اٹھو اتنا سفر کر کے آئی ہو۔ تھکاوٹ نہیں ہو رہی تمہیں؟"

"تھکاوٹ؟ وہ کیا ہوتی ہے ماما؟"

"ہاہاہا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ دل لگ گیا تھا خالہ کے گھر؟"

"جی ماما۔ خالہ بالکل آپ کی طرح ہر وقت آگے پیچھے پھرتی ہیں بلکہ آپ سے بھی زیادہ۔ بہت خیال رکھا انہوں نے میرا"

www.novelsclubb.com

"تم نے تنگ تو نہیں کیا نا انہیں؟"

"لو جی! پہلے بھائی اور بابا مجھے اتنا درس دیتے رہے۔بس آپ کی کمی تھی،وہ بھی پوری ہو گئی،" وہ ناراض ہوئی تھی،" بالکل بھی تنگ نہیں کیا میں نے آپ کی دل عزیز بہن کو۔آپ خالہ سے پوچھ لیں نا"

"مجھے کیا پتا نہیں ہے تمہارا؟ماں ہوں تمہاری،بہت تنگ کیا ہو گا تم نے انہیں یقیناً" دونوں ماں بیٹی کی نوک جھوک سے عبداللہ خوب لطف اٹھا رہے تھے۔

"اہمم،لگتا ہے یہ ماں بیٹی کی نوک جھوک آج ختم نہیں ہو گی" انہوں نے مسکرا کر فاطمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو زونیشہ کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

"بابا آپ کتنے شرارتی ہیں" اچھا خیر آپ دونوں آرام کریں۔میں بھی زرا خالہ سے پوچھ لوں اگر انہیں کچھ چاہیئے ہو تو۔ایسا نا ہو کہ خالہ سمجھیں اپنے گھر آ کر میں انہیں بھول گئی ہوں" وہ مسکراتے ہوئے ساتھ والے کمرے کی جانب چل دی جہاں آمنہ خالہ ٹھہری ہوئی تھیں۔

آج وہ بے حد مطمئین تھی شاید ماما بابا سے کافی دنوں بعد ملی تھی۔ یا شاید اپنے دل کی باتیں بابا سے بانٹ لینے کے بعد وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ اپنے کمرے میں بستر پر بیٹھی وہ یہ سب سوچ رہی تھی کہ ماما کی گھبراہٹ بھری آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ ایک لمحے کے لیے وہ ساکت ہو گئی تھی۔ پھر جیسے کچھ سمجھ آنے پر کسی کرنٹ کی طرح اٹھی اور باہر دوڑی۔ جب وہ باہر آئی تو سامنے سے شمسہ بھابھی اپنے کمرے سے نکل رہی تھیں۔ وہ دونوں بابا کے کمرے کی طرف بے چینی سے بڑھ گئیں۔

عبداللہ بستر پر اپنا سر پکڑے درد سے کراہ رہے تھے۔ فاطمہ اور آمنہ خالہ ان کے قریب کھڑی تھیں۔ جبکہ احسان خالو نے انہیں کندھوں سے تھام رکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہوا بابا؟"

شمسہ نے تیزی سے ان کی طرف جاتے ہوئے کہا تو زونیشہ بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔

"یہ سر کی ایک طرف پھر سے بہت درد اٹھا ہے" فاطمہ نے رندھی ہوئی آواز کے ساتھ اسے بتایا۔

زونیشہ نے بابا کی جانب دیکھا۔ان کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔ مگر وہ نہ بول پا رہے تھے نہ اٹھ پا رہے تھے. اس کے ساتھ ہی انہیں قے آگئی۔

"یااللہ! ان کی طبیعت تو بگڑتی جا رہی ہے"

فاطمہ مسلسل لبوں پر آتی دعائیں پڑھ رہی تھیں۔ شمسہ ان کے قریب آئی تھی۔"حوصلہ رکھیں ماما اللہ سب خیر کریں گے۔ میں زبیر کو فون کرتی ہوں" شمسہ نے کہا اور ساتھ ہی فون کرنے چل دی۔

"زونیشہ ان کا بی پی کافی ہائی لگ رہا ہے" احسان خالو نے عبداللہ کی کلائی پکڑتے ہوئے زبیر کی طرف تشویش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بابا تو اپنی ساری دوا لے کر لیٹے تھے نا۔ میں ابھی دس منٹ پہلے تک ان کے پاس ہی تھی۔ بالکل ٹھیک تھے تو یہ اچانک۔۔۔؟"

زونیشہ نے بابا کے قریب جا کر ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔"زبیر کچھ دیر تک آ رہے ہیں گھر خالو جان" شمسہ نے دوڑ کر آتے ہوئے کہا تو احسان خالو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔قے کے بعد

عبداللہ کی حالت اور بگڑنے لگی۔ان پر نیم بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔زونیشہ نے ان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

"میرا خیال ہے میں لے چلتا ہوں بھائی جان کو ہسپتال۔زبیر آئے گا تو اسے وہیں بھیج دینا"

"جی خالو میں بھی چلتی ہوں آپ کے ساتھ "زونیشہ کہہ رہی تھی۔اسی لمحے اس نے بابا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بے جان ہوتا ہوا محسوس کیا۔" بابا"اس نے یکدم پکارا۔

عبداللہ بستر پر ڈھیر ہو رہے تھے۔احسان خالو نے محسوس کیا کہ وہ حرکت کی کوشش کر رہے ہیں مگر ان کا بایاں بازو حرکت نہیں کر پا رہا جبکہ دائیں ہاتھ سے انہوں نے سر کے دائیں حصے کو تھام رکھا تھا۔فاطمہ رونے لگیں۔اسی لمحے زبیر بھاگتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔

"زبیر۔یہ چابی لو جلدی سے گاڑی نکالو۔انہیں فوراً ہسپتال لے جانا ہو گا"

احسان خالو نے زبیر کو دیکھتے ہی اسے چابی تھماتے ہوئے کہا تو زبیر تیزی سے چابی پکڑتا ہوا باہر کی جانب دوڑ گیا۔زونیشہ بھی آگے بڑھی تو خالو نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"نہیں بیٹے۔زبیر آ گیا ہے اب آپ یہیں رہو اپنی ماما کے ساتھ۔ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو گا۔ آپ دعا کرو"

احسان خالو نے بابا کو سہارا دے کر کھڑا کرتے ہوئے کہا۔عبداللہ چلنے سے بالکل قاصر تھے۔ زونیشہ نے بابا کا ہاتھ ابھی بھی تھام رکھا تھا سو وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔پیچھے پیچھے خالہ ،ماما اور شمسہ بھابھی بھی چلی آئیں۔زبیر گاڑی گھر کے قریب لا کر اندر آیا اور خالو کے ساتھ مل کر بابا کو سہارا دیا۔عبداللہ کی آنکھیں بند تھیں اور جسم گویا بے جان۔ان سے ایک قدم بھی اٹھانا محال تھا۔گھر کے گیٹ تک پہنچنے پر وہ رک گئی اور عبداللہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ احسان خالو نے انہیں مکمل سہارا دیتے ہوئے گاڑی میں بیٹھایا۔فاطمہ برآمدے میں پڑی کرسی پر جا بیٹھیں۔

"بسم اللہ توکلت علی اللہ" دروازے میں کھڑے کھڑے اس کی زبان سے بے اختیار دعا جاری ہوئی تھی۔ان کے چلے جانے کے بعد وہ تیزی سے ماما کے پاس آئی جنہیں شمسہ بھابی پانی پلا رہی تھیں

www.novelsclubb.com

"بھابی بابا کو پہلے بھی ایسے ہی درد ہوتا ہے؟"اس نے ان کے قریب جا کر پوچھا۔

"پہلے بھی دو تین بار ہوا تھا درد مگر اتنا شدید نہیں جتنا آج ہے"شمسہ سے بتایا"تم پریشان نہیں ہو زونی۔ بابا ٹھیک ہو جائیں گے"انہوں نے اسے تسلی دینا چاہی تھی۔جواب میں بس ایک آہ ہی بھر سکی۔

"ماما آئیں ہم کمرے میں چلتے ہیں۔شام ہو رہی ہے۔کافی ٹھنڈ ہے یہاں"

"نہیں زونیشہ۔میں یہاں ٹھیک ہوں۔تم جاؤ اندر"انہوں نے روتے روتے کہا۔

"ماما آپ بیمار ہو جائیں گی ایسے اور اگر آپ یہاں بیٹھی رہیں تو میں بھی نہیں جاؤں گی کمرے میں"

اس نے کہا تو فاطمہ اٹھی اور کمرے کی طرف چل دی۔

ان کو بستر پر بٹھا کر وہ خود بھی قریب بیٹھ گئی۔خالہ بھی وہیں آ گئی تھیں۔

"زونیشہ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔دل وسوسوں سے بھر گیا ہے"

www.novelsclubb.com

"ماما آپ کیوں فکر کرتی ہیں۔دعا کریں کہ بابا بالکل ٹھیک لوٹ آئیں بہت جلد۔ان شاءاللہ"
زونیشہ نے کہا تھا حالانکہ اندر سے دل اس کا بھی بے حد خوفزدہ تھا۔

"دیکھو فاطمہ ہمت پکڑو۔جو ذات بیماری دیتی ہے۔شفا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے نا اور مجھے یقین ہے کہ بھائی جان شفایاب ہو کر آئیں گے"

"ان شاءاللہ" فاطمہ نے دھیرے سے کہا تھا۔عصر کا وقت ہو چلا تھا۔ماما سے نماز کا کہہ کر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کمرے میں لوٹ آئی۔ماما اور خالہ کو تو بہت تسلیاں دے رہی تھی مگر خود اس کا دل بیٹھ رہا تھا۔کچھ دیر پہلے کا اطمینان جیسے بے چینی میں بدل گیا ہو۔وہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی۔سامنے گھڑی پر اس کی نظر پڑی جو شام کے 4 بجا رہی تھی۔بے چینی بڑھ رہی تھی۔اس نے عصر کی نماز پڑھ کر موبائل پکڑا اور زبیر کا نمبر ملانے لگی۔

"بھائی۔ بابا کیسے ہیں؟" فون ملتے ہی اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ہاں ٹھیک ہیں۔۔۔تم پریشان مت ہو۔ماما کا خیال رکھو"

"بھائی سچ کہہ رہے ہیں؟ بابا کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی یہاں اور"

"زونی" زبیر نے اس کی بات کاٹی۔ "تم بس دعا کرو کہ بابا ٹھیک ہو جائیں" زبیر نے کہا تو اس نے کوئی جواب بغیر فون کاٹ دیا۔ اور دوبارہ ماما کے پاس چلی آئی۔ مغرب کے بعد آمنہ خالہ نے فاطمہ کو زبردستی لیٹنے کا کہا اور خود تسبیح تھامے جائے نماز پر بیٹھ گئیں۔ بظاہر سردیوں کا چھوٹا سا دن تیزی سے گزر گیا تھا لیکن ان سب کے لئے یہ وقت کاٹنا بے حد مشکل تھا۔ 4 سے 8 بج گئے تھے۔ عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا سو کچھ اور نہ سوجھا تو وضو کیا اور جائے نماز پر بیٹھ گئی۔

انسان پر جب کوئی مشکل گھڑی آتی ہے تو وہ چاہتے ناچاہتے ہوئے خود کو اللہ کے قریب کرنے کی کوششوں میں لگ جاتا ہے۔ باقی اوقات میں بھلے وہ دنیا میں مگن رہے۔ مگر برا وقت ایک ہی لمحے میں ساری بھولی بسری عبادتیں اور دعائیں یاد دلا دیتا ہے کہ روح اپنا اصل پہچانتی ہے۔ اور جانتی ہے کہ اسے تسلی خالق و مالک کے در کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتی۔ شاید مشکلیں آتی ہی اس لئے ہیں کہ ہم اللہ کے طرف لوٹ جائیں

وہ بھی دعا میں ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھی۔اسے کیا مانگنا ہے اسے سمجھ نہیں آرہا تھا بس سکون چاہیے تھا۔ تسلی چاہیئے تھی۔ایک زرا سی تسلی جس سے یہ آس بندھ جائے کہ سب اچھا ہو گا۔جائے نماز پر بیٹھے بیٹھے ہی اس نے سائیڈ ٹیبل سے سرخ رنگ کی وہ ڈائری اٹھائی اور ورق پلٹنے لگی۔

"میری لاڈلی زونیشہ۔زندگی میں کچھ بھی ہو جائے، کتنا ہی برا وقت کیوں نا آجائے۔ کبھی بھی خود کو اپنے اللہ سے دور مت ہونے دینا۔ہر دکھ میں اسے پکارنا، ہر خوشی میں اسے یاد کرنا اور ہر آزمائش میں صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگنا کہ یہی میرے رب کا فرمان ہے اور۔۔۔"اس سے آگے وہ نہ پڑھ سکی اور سجدے میں جھک گئی۔لب زرا نہیں ہلے نہ دل نے کچھ پکارا۔بس آنسو تھے جو جھکتے ہی یکدم بہہ نکلے تھے۔کافی دیر یونہی بیت گئی تھی۔اس پر غنودگی طاری ہونے لگی۔جائے نماز پر ہی وہ نجانے کتنی دیر آنکھیں بند کیے نیند کی حالت میں جھکی رہی۔رات کی خاموشی میں دروازہ کھلنے کی آہٹ ہوئی تو وہ یک دم اٹھ بیٹھی۔سامنے لگی گھڑی اب رات کے 11 بجا رہی تھی۔اسے دوڑ کر بابا سے ملنے باہر جانا چاہیے تھا، مگر دل مزید بیٹھ رہا تھا۔اندر ہی اندر کچھ تھا جو کہیں کھو رہا تھا۔اس نے اٹھنا چاہا تو اپنا ہی وجود اسے بے حد وزنی لگا۔بہت مشکل سے خود کو اٹھاتے ہوئے اس نے کمرے کے دروازے تک گھسیٹا تھا۔

-

26جون2007ء، طلوعِ آفتاب

رات اسی طرح گمشدہ زونیرہ کے لئے بَھلائی اور بہتری کی دعائیں مانگتے گزر گئی تھی۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر جب زبیر گھر لوٹا تو عبداللہ ہاتھ میں تسبیح تھامے برآمدے میں موجود تھے۔ فاطمہ نے ساری رات جائے نماز پر گزاری تھی کہ نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور دل مسلسل وسوسوں کا شکار تھا۔

زبیر نے ایک بے بس سی نگاہ ان دونوں پر ڈالی تھی۔ کچھ دیر وہ وہیں برآمدے میں ٹہلتا رہا۔ اس کے بعد وہ بلاارادہ کمرے میں آیا جہاں زونیشہ بے خبر سو رہی تھی۔ جب کہ زونیرہ کی جگہ خالی تھی۔ وہ وہیں بیٹھ گیا۔ کتنی ہی دیر وہ کھڑکی سے باہر نظر آتے آسمان پر پھیلتی ہلکی ہلکی روشنی کو دیکھتا رہا۔

"نہیں آپی"

"آپی۔۔۔"

"اس سے بات مت کرو آپی"

"مت جاؤ آپی۔۔۔"

زبیر نے چونک کر آنکھیں میچے لیٹی ہوئی ننھی زونیشہ کو دیکھا جو نیند میں کچھ کہہ رہی تھی۔وہ جھٹ سے اس کے قریب گیا اور اسے تھپکنے لگا۔

"زونیشہ۔۔۔زونی کیا ہوا؟"اس نے آہستہ سے پوچھا۔

زونیشہ نے یک دم آنکھیں کھول دیں اور اٹھ بیٹھی۔اس کا ماتھا پسینے سے بھیگ رہا تھا زبیر نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"کیا ہوا؟ کوئی برا خواب دیکھا آپ نے؟"اس نے پیار سے پوچھا۔

"بھائی وہ۔۔۔وہ آپی کو لے گئے۔۔۔وہ گندا لڑکا۔۔۔آپی کب آئیں گی؟"اس نے ٹوٹتے ہوئے جملوں میں بمشکل کہا

"بہت جلد انشاءاللہ۔آپ کو ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ٹھیک ہے؟میں یہیں ہوں آپ کے پاس۔آپ سو جاؤ"زبیر نے اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔اسے ہلکا ہلکا بخار تھا۔وہ اسے آہستہ آہستہ تھپکنے لگا۔تھوڑی ہی دیر میں وہ دوبارہ نیند کی آغوش میں جا چکی تھی۔

اس نے پولیس اسٹیشن فون کرنے کے لئے اپنا موبائل جیب سے نکال کر تھاما کہ فون بجنے لگا۔پولیس اسٹیشن کا نمبر دیکھ کر اس نے جھٹ سے فون موصول کیا اور فون کان سے لگاتے ہوئے تیزی سے گھر سے نکل گیا۔

www.novelsclubb.com

"کس کا فون تھا؟"فاطمہ نے زبیر کے اچانک باہر کی جانب دوڑ جانے پر عبداللہ سے پوچھا

"معلوم نہیں کچھ بتایا نہیں اس نے۔خدا سب خیر کریں"انہوں نے بے چینی سے کہا تھا۔وہ دونوں ایک بار پھر زنیرہ کو اللہ کے سپرد کر کے پر سکون ہونے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔

عبداللہ وہیں برآمدے میں ٹہلنے لگے کہ یہ وقت کاٹنا انہیں بے حد مشکل لگ رہا تھا۔اپنی بیٹی

کے سلامت لوٹ آنے کی دعالبوں پر تھی اور دل اس کی عزت کی حفاظت کی دعائیں مانگ رہا تھا۔وہ ٹہلتے ٹہلتے تھک جاتے تو دوبارہ کرسی پر آ بیٹھتے۔اور تھوڑی دیر بعد دوبارہ ٹہلنے لگتے تھے۔گھنٹہ یونہی بیت گیا تھا۔ان کے اس ذہنی اضطراب کو فاطمہ بخوبی سمجھ سکتی تھیں کہ وہ خود بھی اسی کیفیت کا شکار تھیں۔

انتظار کے لمحے گزرنے میں وقت بھی زیادہ لیتے ہیں۔اور جب اس انتظار کے ساتھ کوئی اندیشہ، کوئی خوف بھی جُڑا ہو تو گھڑی کی ہر ٹک ٹک کے ساتھ دل کی دھڑکن بے ربط ہونے لگتی ہے۔ ایک لمحے میں انسان گھبراہٹ کے عالم میں ہاتھ مل رہا ہوتا ہے اور دوسرے لمحے وہ خود کو بہتر کی امید دلانے اور تسلی دلانے لگتا ہے۔

www.novelsclubb.com

-

26جون2007ء،سہ پہر

کہاں رہ گیا ہے زبیر۔ابھی تک آیا کیوں نہیں؟فون کیا آپ نے اسے؟" فاطمہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"فون تو تین چار بار کر چکا ہوں لیکن اس کا نمبر نہیں لگ رہا" وہ ایک مرتبہ دوبارہ زبیر کا نمبر ملاتے ہوئے بولے۔

وہ دونوں برآمدے میں کھڑے یہ گفتگو کر رہے تھے کہ زبیر گھر میں داخل ہوا تھا۔اس کے ساتھ ہی کچھ لوگ کوئی سٹریچر گھسیٹتے ہوئے اندر آ رہے تھے،سٹریچر پر پڑے وجود کو سفید چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔وہ لوگ اس وجود کو ان کے قریب رکھی چارپائی پر رکھ کر چلے گئے۔ وقت جیسے ٹھہر گیا ہو۔گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز بند ہو گئی ہو۔بے ربط دھڑکنیں گویا دھڑکنا بھول گئی ہوں۔فضا میں اڑتے ذرے اپنی جگہ ٹھہر گئے ہوں۔ہر آواز سماعت تک رسائی سے پہلے ہی کہیں گم ہو گئی ہو۔فاطمہ اور ماسٹر عبداللہ اپنی جگہ پر بے حس و حرکت کھڑے تھے۔ زبیر ہارے ہوئے شخص کی طرح اپنے بوجھل قدم اٹھاتا ان کی جانب آ رہا تھا گویا اس کے پیروں

www.novelsclubb.com

پر من بھر کا وزن ہو اور اس کے لئے چلنا محال ہو۔ عبداللہ نے بے یقینی کے باعث پھٹتی نگاہوں سے زبیر کو دیکھا تھا۔

ننھی زونیشہ چند لمحوں پہلے ہی سو کر اٹھی تھی اور کمرے کے دروازے پر کھڑی آنکھیں ملتے ہوئے برآمدے میں پڑے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ سفید چادر پر جگہ جگہ دکھائی دیتے لال رنگ نے اس کے ننھے دل کو خوفزدہ کیا تھا۔ عبداللہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے چارپائی کے قریب گئے اور کانپتے ہاتھوں سے چادر کو ہٹایا۔ ننھی زونیشہ نے حیرت، ناسمجھی اور خوف کے عالم میں آنکھیں پوری کھول کر اس چہرے کو دیکھنا چاہا۔ چہرہ اسے جانا پہچانا لگا تھا۔ ہاں وہ اگلے لمحے پہچان گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"آپی" وہ پکارتی ہوئی برآمدے میں دوڑ آئی۔

-

11 نومبر 2017ء، رات

اس نے اپنے وجود کو بمشکل دروازے تک گھسیٹا تھا۔دروازہ کھول کر باہر کا منظر اس کو بہت دور ماضی میں لے گیا تھا۔ہاں! یہ ہی برآمدہ تھا۔یہ ہی احساس تھا۔بس بدلا تھا تو وقت بدلا تھا۔تب دن تھا گرمیوں کا، گھٹن والا دن۔اب رات تھی سردیوں کی، ٹھٹھرتی ہوئی رات۔تب سورج ایک رات کی تاریکی کو بڑے چپکے سے چھپا کر نکل آیا تھا۔اب رات اپنی پوری تاریکی کے ساتھ اتری تھی۔تب وہ اس عجیب احساس کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اب وہ عجیب احساس اس کو اندر تک ہلا گیا تھا۔تب اس کو حقیقت پہچاننے میں زرا دیر لگی تھی۔اب حقیقت کو اس کے دل و دماغ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔کچھ دیر پہلے کا بھاری بھر کم وجود اسے یک دم روئی جیسا لگنے لگا جیسے کسی نے اسے زمین سے اٹھا کر کہیں پٹخا ہو مگر اس کا وجود ہوا میں ہی معلّق ہو گیا ہو۔

"بابا" وہ پکارتی ہوئی برآمدے میں دوڑ آئی۔

ایک جیتا جاگتا وجود جو چند گھنٹوں پہلے اس کے ساتھ موجود تھا۔اب بے جان پڑا تھا۔آہ و بکا کی آوازیں اس کے آس پاس بلند ہونے لگی تھیں مگر اسے جیسے کچھ سنائی نہ دے رہا ہو۔جیسے سب

آوازیں فضا میں جامد ہو گئی ہوں۔ جیسے اس کے کانوں نے آہ و بکا کی آوازیں سننے سے انکار کر دیا ہو۔اس نے چاروں اطراف بیگانگی سے بھری نگاہیں دوڑائی تو سب روتے ہوئے دکھائی دیئے لیکن اسے رونا نہیں آیا تھا۔اس کے آنسو نہیں بہے تھے کہ جو کچھ نظروں کے سامنے تھا،وہ سب خواب لگ رہا تھا۔ذہن اور قلب کی جنگ تھی جس میں دل نے ذہن سے ہار ماننے سے انکار کر دیا تھا۔وہ خشک آنکھوں اور خالی خالی نظروں سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔وہ کتنی ہی دیر ہونہی کھڑی رہی۔لوگ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔اسے گلے لگا رہے تھے۔اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔مگر وہ کچھ محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔جو باتیں کبھی گمان میں نہیں ہوتی،وہ حقیقت میں ہو جائیں تو اپنی ہی آنکھوں کے سامنے نظر آتے سبھی مناظر مبہم لگنے لگتے ہیں۔حقیقت پر خواب کا گمان ہوتا ہے۔اسے اس وقت زار و زار رونا تھا۔لیکن اس سے رویا نہیں گیا۔کیوں؟اسے نہیں پتہ تھا۔اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"زونیشہ!اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ لو"زبیر نے قریب آ کر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے روتے روتے کہا تھا۔اس نے انہی خالی نظروں سے زبیر کو دیکھا تھا۔وہ رو رہا تھا۔وہ بظاہر مضبوط

مرد اپنے باپ کی جدائی پر کیسے نہ روتا کہ ماں باپ کی جدائی تو بڑے بڑوں کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اس کی آنکھوں کی وحشت سے اس کا دل کٹا تھا۔

اس کے کانوں نے فاطمہ کی درد بھری آواز کو محسوس کیا تو آنکھوں نے یکدم سب بھلا کر ماما کو تلاش کرنا چاہا۔ فاطمہ وہیں برآمدے میں دھری کرسی پر ڈھیر تھیں۔ وہ تیزی سے ان کی طرف دوڑی۔ فاطمہ کی آنکھوں میں بے یقینی کے ساتھ بے قراری بھی تھی۔ مگر نمی نہیں تھی۔ انہیں دیکھ کر اس کا دل ڈوبنے لگا۔

"ماما! ماما بابا چلے گئے۔ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ ماما رولیں۔ ماما پلیز رولیں۔ ماما میں۔۔۔ مجھ سے رویا نہیں جا رہا۔ دل بھاری ہو رہا ہے۔ بہت بھاری۔ جیسے۔۔۔ جیسے کسی نے سینے پر بہت وزن رکھ دیا ہو۔ ماما۔۔۔ ماما آپ روتی کیوں نہیں ہیں۔ ماما"

"زونیشہ میں کیسے مان لوں؟ میں۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں عبداللہ؟" فاطمہ نے بے بسی سے کہا تو زونیشہ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ان کا چہرہ تھام لیا۔

"ماما پڑھیں۔اناللہ "اس نے کہا تو فاطمہ نفی میں سر ہلانے لگیں۔ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی گویا دل نے حقیقت قبول کرنے کی حامی بھر لی تھی

"اناللہ "زونیشہ نے دوبارہ کہا

"اناللہ "فاطمہ نے اس کے پیچھے دہرایا

"وانا الیہ راجعون"

"وانا الیہ راجعون "اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ان چاہی حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے انہوں نے اپنا دل کٹتا ہوا محسوس کیا تھا۔سینے پر پڑا وزن اب چبھن میں بدل گیا تھا۔اس نے فاطمہ کو گلے سے لگا لیا۔پھر انہیں سہارا دے کر اٹھاتی ہوئی وہ بابا کے پاس لے آئی۔ پھر خود بھی اس بے حس و حرکت وجود کے قریب خود کو ڈھیر ہو جانے دیا۔

"ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی جانب لوٹ جانے والے ہیں "اس کے لبوں نے بلا اختیار حرکت دی تھی۔اس نے چاروں جانب دیکھا۔کچھ جانے پہچانے چہرے، کچھ اجنبی۔سب تھے۔اس کے کان اب بھی سائیں سائیں کے سوا کوئی آواز نہیں سن رہے تھے۔چند لمحے بے یقینی سے وہ اس

پر سکون چہرے کو تکتی رہی۔ پھر اپنے کانپتے ہاتھوں سے اس چہرے کو چھو کر محسوس کیا۔اس کے ہاتھ اس پر سکون چہرے کی حدت کو محسوس کر سکتے تھے۔یہ بے یقینی کی آخری حد تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کے بیچ اس چہرے کو تھام لیا۔اس کی آنکھوں پر پڑا بند کسی تیز موج نے گویا توڑ دیا ہو، آنسو روانی سے بہہ نکلے تھے۔

انسان کے لئے سب سے تکلیف دہ لمحات بے بسی کے ہوتے ہیں اور یہ بے بسی کے لمحات ہی انسان کی سب سے بڑی آزمائش بن جاتے ہیں۔

اس نے روتے روتے قریب بیٹھی فاطمہ کو دیکھا۔انہیں دیکھ کر اسے بس یہی خیال آیا تھا کہ اسے مضبوط رہنا ہے۔اس نے اپنے ہاتھ بھیگتی آنکھوں پر رگڑے تھے۔وہ مضبوط نہیں تھی۔ وہ ٹوٹ رہی تھی۔وہ ہر لمحہ ٹوٹ رہی تھی مگر اسے مضبوط رہنا تھا۔اسے صبر کرنا تھا۔کیسے کرنا تھا؟ معلوم نہیں۔دور کہیں دکھ کی گہرائیوں میں ڈوبتے ٹوٹتے دل کے ساتھ صبر کا وہ ایک لمحہ اس کے لئے بے حد مشکل تھا مگر وہی ایک لمحہ اسے بے پناہ مضبوطی دے سکتا تھا۔شاید وہ سب ایک دوسرے کے لیے یہی محسوس کر رہے تھے۔شاید وہ سب ایک دوسرے کی خاطر خود کو

مضبوط رکھنے کی کوششوں میں لگ گئے تھے۔شاید ایسا کرنا سبھی کے لئے مشکل تھا۔ایسے مشکل جیسے انسان کو اپنے دل کے نوکیلے کانچ انگلیوں کی پوروں سے چننے پڑ جائیں!

اس نے آگے بڑھ کر فاطمہ کو سینے سے لگالیا۔

-

26جون2007ء،رات

باس! شاہ جی آئے ہیں"اندر آنے والے آدمی نے اسے شاہ جی کی آمد کی اطلاع دی تو قاسم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ وہ یہاں اس وقت کیسے؟" اس کے ساتھ ہی سر پر پگڑی باندھے ہلکی بھوری داڑھی والا ادھیڑ عمر کا وہ بارعب شخص قاسم کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ان کے بائیں ہاتھ کی درمیانی تین انگلیوں میں موجود انگوٹھیوں میں جڑے پتھر روشنی پڑنے پر چمکتے تھے۔

انہیں اندر آتا دیکھ کر قاسم گویا کرنٹ کھانے سے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"شاہ جی، آپ؟" وہ منمنایا اور راستے سے ہٹتے ہوئے انہیں اسی آرام دہ کرسی پر بیٹھنے کی جگہ دی جہاں کچھ دیر قبل وہ خود براجمان تھا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں شانی! تم یہاں کسی لڑکی کو لائے ہو؟" شخصیت کے ساتھ ساتھ آواز میں بھی اتنا ہی دبدبہ تھا۔ جواب میں قاسم فقط سر ہی جھکا سکا۔

"تمہیں لڑکی پسند تھی تو مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں اسے طریقے سے تمہارے پاس لے آتا۔ کیا تمہیں یہ سب سکھایا ہے میں نے"

"معاف کیجئے گا شاہ جی۔ میں آپ کو بتانے ہی والا تھا"

"کب بتانے والے تھے؟ پکڑے جانے کے بعد؟" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئے۔ "خیر! کہاں ہے وہ لڑکی؟ بلاؤ اسے"

"سس۔۔۔ شاہ جی وہ" شکیل نے بتانا چاہا تو قاسم نے اسے انگلی سے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"شاہ جی دراصل۔۔۔ وہ لڑکی بھاگ گئی ہے" قاسم نے بات بنانا چاہی "لیکن آپ بالکل فکر نہ کریں۔ وہ کسی کو ہمارے متعلق نہیں بتا سکے گی۔ میں۔۔۔ میں کچھ نہ کچھ بندوبست کر لوں گا" قاسم بتا رہا تھا اور شاہ جی کے چہرے پر رعب کے ساتھ اب غصے نے بھی اپنا اظہار کیا تھا۔ وہ کھڑے ہو کر قاسم کے قریب بڑھنے لگے۔

"کیا مطلب ہے بھاگ گئی!؟ تم اسے اغوا کر لائے تھے؟ اس کی مرضی سے نہیں لائے؟" انہوں نے اس کی انکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اتر آیا تھا۔ اس نے روبوٹک انداز میں سر نفی میں ہلایا۔

"یہ کیا کیا تم نے احمق!"، وہ یک دم دھاڑے، "تمہیں پتہ نہیں کہ ہم لاوارث اور غریب بچوں کو اپنے دھندے میں لگانے کے علاوہ کوئی غلط کام نہیں کرتے! اور اگر کوئی ایسی غلطی

کرے تو اسے اس غلطی کی سزا بھی بھگتنا ہوتی ہے" جواب میں اس سے کوئی بات نہ بن پائی تھی۔اس کی خاموشی بھانپ کر انہوں نے شکیل کی طرف رخ کیا۔

"شوکی تم بتاؤ مجھے۔آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے؟" شکیل بے بسی سے قاسم کی طرف دیکھنے لگا۔

"اسے کیا دیکھ رہے ہو؟ میں جو پوچھ رہا ہوں مجھے بتاؤ۔۔۔اور تم شانی چلے جاؤ یہاں سے۔ میرے لاڈ کا تم نے بہت ناجائز فائدہ اٹھایا ہے!" ان کے انداز میں افسوس کا عنصر واضح تھا۔ قاسم دانت پیستا ہوا کمرے سے چل دیا۔اسے معلوم تھا کہ اب معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس کے جاتے ہی شکیل نے الف تا ے پوری کہانی شاہ جی کے گوش گزار دی جسے سن کر وہ مٹھیاں بھینچتے رہ گئے۔انہیں قاسم سے اس بیوقوفی کی قطعاً توقع نہیں تھی۔

"شہباز کو فون لگاؤ۔پتہ کرو وہ لڑکی کہاں ہے۔زندہ ہے یا مر گئی" شہباز ان کے سارے خفیہ جاسوسی سے متعلقہ کام کرتا تھا۔

"جی شاہ جی" شکیل نے دفعتاً حکم کی تکمیل کی اور کچھ ہی دیر میں معلومات شاہ کے گوش گزار دیں۔

"شاہ جی لڑکی بیان دینے سے پہلے ہی سانس پورے کر گئی لیکن ان دونوں لڑکوں نے اپنے بیان دے دیئے ہیں اور۔۔۔" شکیل کہتے کہتے رک گیا۔ گویا وہ کچھ بتانے سے ڈر رہا ہو۔

"اور کیا؟ آگے بولو۔ یا گلا دبا دیا ہے کسی نے تمہارا؟" ان کی بھاری آواز کمرے میں گونجی۔

"اور یہ شاہ جی کہ۔۔۔ کیس ایس پی فاخر زمان کے حوالے کر دیا گیا ہے اور ان دونوں لڑکوں میں سے ایک ایس ایس پی کا بیٹا ہے" اس کی بات پوری ہوئی تو انہوں نے مٹھیاں ایک بار پھر بھینچ لیں۔

"قاسم کو بلاؤ"

"جی!" اگلے ہی لمحے قاسم شاہ جی کے سامنے موجود تھا!

"تم جانتے ہو ایس پی فاخر زمان کون ہے؟"

"جی شاہ جی۔ لیکن کیا ہوا؟"

www.novelsclubb.com

"احمق! مر گئی ہے وہ لڑکی اور تفتیش فاخر زمان کر رہا ہے۔ تم جانتے بھی ہو؟ وہ تفتیش کرے گا تو بال کی کھال اتار کر رکھ دے گا۔ ہمارے دھندہ اگر کھل کر سامنے آیا تو اس دھندے کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا وہ!" شاہ جی کی بات سے قاسم کی آنکھیں جتنی کھل سکتی تھی، کھل گئیں تھیں۔ اس نے بمشکل تھوک نگلا تھا۔ معاملہ واقعی توقع سے کہیں زیادہ بگڑ چکا تھا۔ جو کچھ اس نے سوچا تھا سب کچھ اس سے الٹ ہو رہا تھا۔

"شاہ جی۔۔۔ مج مجھے معاف کر دیں" قاسم نے مزید کچھ نہ کہا اور سر جھکائے ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

"کچھ کریں شاہ جی۔ مم۔۔۔ میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ میرا۔۔۔ یقین کریں" وہ التجا کر رہا تھا۔ وہ اسے چند لمحوں تک گہری نظروں سے دیکھتے رہے

"ظاہر ہے! مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ لیکن میں تمہاری یہ غلطی کبھی معاف نہیں کروں گا۔ جب تک میں نہ کہوں، تم اس حویلی سے ایک قدم باہر نہیں نکالو گے۔ ایسا کیا تو تمہارا نام و نشان مٹا دوں گا میں۔ احمق!"

وہ گھمبیر آواز میں اسے کہہ کر پھر وہاں رکے نہیں اور تیزی سے کمرے سے باہر چل دیئے۔

پیچھے قاسم وہیں زمین پر سراسیمگی کی کیفیت میں گر گیا۔

"مر گئی ہے وہ لڑکی" کا زہن بار بار دھرا رہا تھا!

-

جاری ہے۔۔۔۔

قسط نمبر 3:

www.novelsclubb.com

دسمبر 2017ء-اسلام آباد

وہ طبیعت کا زرا سنجیدہ شخص بیسمینٹ میں موجود اسٹڈی میں آمنے سامنے رکھے دو بڑے بڑے بادامی رنگ کے صوفوں میں سے ایک پر ٹیک لگائے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا اپنی ہلکی بھوری

آنکھوں میں دنیا جہاں کی سنجیدگی سمیٹے کتاب کھولے بہت انہماک سے پڑھ رہا تھا۔اس کے امتحانات ختم ہو چکے تھے اور ابھی اس کی ہاؤس جاب شروع ہونے میں کچھ وقت باقی تھا سو یہ وقت وہ فہد کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کتابیں پڑھنے میں صرف کرنا چاہتا تھا۔اسے کتاب پڑھتے ہوئے بمشکل دس منٹ گزرے تھے کہ اس کی چوڑی پیشانی پر بل آنے لگے۔پھر اس نے جمائی لے کر چند ورق پلٹے اور پھر اگلے منٹ وہ کتاب بند کر چکا تھا۔

"اف! یار فہد تم آخر کیسے پڑھ لیتے ہو یہ فرضی ناول اتنے بڑے بڑے، مجھے تو ایک صفحہ پڑھ کر نیند آنے لگی ہے"

اس نے کتاب کو ہاتھ میں تھامے گھورتے ہوئے بک ریک کے پاس کھڑے فہد کو مخاطب کیا۔

"جس طرح آپ اپنے نصاب کی موٹی موٹی کتابیں پڑھ لیتے ہیں محد بھائی" فہد نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر چہرہ یکدم سپاٹ کر کے محد کے قریب آ کر کتاب اس کے ہاتھ سے اچک لی۔

www.novelsclubb.com

"آپ رہنے دیں بھائی۔آپ سے نہیں ہو پائے گا۔بلکہ آپ ایسا کریں کہ جائیں اپنے کمرے میں جا کر وہی سوشل میڈیا کی سکرولنگ کریں جو آپ ہمیشہ کرتے ہیں" فہد نے طنز کیا۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔یہ کورس کے علاوہ کتابیں مجھ سے نہیں پڑھی جاتیں اور سوشل میڈیا پہ بھی کافی کچھ مل جاتا ہے پڑھنے کے لئے"

"دیکھیں بھائی۔آپ کو کوئی حق نہیں ہے ایسے کتابوں کی توہین کرنے کا" اسے واقعی برا لگا تھا۔

"ایسے نہیں تو پھر کیسے توہین کروں؟" محد نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"محد بھائی!"

"اچھا اچھا۔مذاق کر رہا ہوں میں۔ناراض مت ہو۔بھلا میں کیوں کتابوں کی توہین کروں گا"

"دیکھیں مذاق کے علاوہ بات ہے۔یہ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل دور کی وجہ سے کتابیں بہت پسِ پشت چلی گئی ہیں اور آپ جیسے لوگ سوشل میڈیا کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ اب کتابیں پڑھنا مشکل لگتا ہے۔شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہمارے ہاں نئے لکھاریوں کو اپنی صلاحیت اور قابلیت دکھانے کا کوئی خاص موقع نہیں دیا جاتا سوا نہیں سوشل میڈیا پر کام کرنا

آسان لگتا ہے لیکن جو بھی ہے، یہ آن لائن سہولیات کبھی بھی کتابوں کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں بھائی" فہد کسی بڑے بارعب بزرگ کی طرح بات کر رہا تھا جسے اس وقت محد بالکل نہیں سننا چاہتا تھا سو خاموشی سے اپنا موبائل گھوماتا ہوا بیسمینٹ کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"اب آپ کہاں چل دیئے" فہد نے پوچھا تو اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"تمہارا کتابوں والا فلسفہ مجھے اچھا لگا۔ سوسوشل میڈیا رائٹرز کو بتانے جا رہا ہوں کہ وہ کچھ خیال کریں کتابوں کی بقا کا اور یہ دعا کرنے بھی کہ ہمارے ملک کے پبلشرز نئے لکھاریوں کو بھی پورا پورا موقع دیں اور ان کی قابلیت کو سراہیں" محد نے کہہ کر فہد کے جواب کا انتظار نہیں کیا تھا اور کمرے سے نکل آیا۔ اب اس کا رخ عمارہ کے کمرے کی طرف تھا۔ علی جو اس وقت محد کی بوریت دور کر سکتا تھا، آزر بھائی کی شادی کے لئے واپس پنڈی جا چکا تھا اور وہ اب سارا دن اپنی بوریت بھگانے کے لئے پورے گھر میں پھرتا تھا کہ شاید کوئی چیز یا کوئی کام اس کے مزاج کو بھا جائے تو اس کی بوریت سے جان چھوٹے

کیا کر رہی ہو پٹاخہ ؟"اس نے بہت جوش کے ساتھ کہتے ہوئے عمارہ کے کمرے میں قدم رکھا مگر پورے کمرے میں بکھرے مختلف پینٹ برش، کارڈ بورڈ اور آرٹ سے متعلقہ سامان دیکھ کر ٹھٹک کر وہیں ٹھہر گیا۔

"یہ تم آخر کیا کر رہی ہو؟"

"ایک بہت اہم پراجیکٹ پر کام کر رہی ہوں محد بھائی۔ تنگ نہ کریں"اس نے محد کی طرف دیکھے بغیر کہا۔وہ

"کیسا پراجیکٹ ہے۔کچھ مجھے بھی بتاؤ۔شاید میں تمہاری مدد کر سکوں"وہ اندر آ کر بیڈ پر گرتے ہوئے بولا۔

"لگتا ہے آپ کچھ زیادہ ہی فارغ ہیں"

بے شک !"محد مسکرایا تھا۔

پراجیکٹ ہے الوژن آرٹ کا"وہ بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اسے پراجیکٹ کے بارے میں بتانے لگی۔

www.novelsclubb.com

"یہ تو مزے کا کام ہے"

جی۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ایسا کام ہمارے کالج میں پہلی دفعہ ہو رہا ہے۔اور پھر ہماری پینٹنگز اگر معیار پہ پوری اتری تو آرٹ گیلیری میں نمائش کا حصہ بھی بن سکتی ہیں۔ سو میرے لیئے یہ پراجیکٹ ہر لحاظ سے اہم ہے"

کہتے ہوئے اس نے قریب رکھا لیپ ٹاپ اپنی جانب کھینچا اور سکرین محف کی طرف موڑ کر اسے کچھ دکھانے لگی۔

"یہ دیکھیں۔ یہ کچھ آئیڈیاز ملے مجھے، لیکن میں ان سے مطمئن نہیں ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ مجھے کچھ اس سے بہتر چاہیئے"

"تو ایسا کرتے ہیں میں آئیڈیاز ڈھونڈتا ہوں اور خود بھی کچھ سوچتا ہوں۔ تب تک تم اپنے باقی کام دیکھ لو"

"ہاں۔ یہ اچھا رہے گا" وہ مسکرائی۔ -

◇◇◇

www.novelsclubb.com

"ماں باپ کی موت وجود پر اتنی بھاری لگتی ہے کہ زندگی کے باقی سب دکھوں کو ہلکا کر دیتی ہے۔ کیا آسان ہے ایسے شخص کو منوں مٹی تلے چھوڑ آنا جس کے ساتھ عمر کا ایک بڑا حصہ بہت مان سے پیار سے گزرا ہو۔ جو آپ کے دکھ سکھ کا ساتھی ہو۔ کیا آسان ہے یہ قبول کر لینا کہ آپ اس شخص کو ہمیشہ کے لئے کھو چکے ہیں۔ کیا آسان ہے اللہ کو ایسی امانت لوٹانا جس کو ہمیشہ اپنے دل کے بہت قریب پایا ہو؟ کیا آسان ہے یہ مان لینا کہ ہاں اب کبھی اس شخص کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ اس کی آواز نہیں سن سکتے۔ اس کی موجودگی کو محسوس نہیں کر سکتے۔ نہیں! یہ سب آسان ہوتا تو اللہ نے کبھی صبر کا اتنا بڑا اجر نہ رکھا ہوتا۔ صبر ہر گز آسان نہیں ہوتا!"

وہ سیڑھیوں پر قدم بڑھاتے ہوئے عادتاً سوچتی اوپر کے کمرے میں آئی جہاں آنا جانا بہت کم تھا اور وہاں زونیرہ کی چند ایک چیزیں اس نے سنبھال رکھتی تھیں۔ بابا جاتے ہوئے زونیرہ کی یادوں کو بھی تازہ کر گئے تھے۔

احسان خالو اور آمنہ خالہ کو چند دن بعد ہی اسلام آباد جانا پڑا کہ وہاں ان کے دوست اور ہمسائے کمال آفندی کے والد طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ انہیں وہ روک بھی کیسے سکتی

تھی کہ حادثے گزر جانے کے بعد سب کی زندگی کو دوبارہ معمول پر آنا ہی ہوتا ہے! اس کے باوجود آمنہ خالہ دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے گئی تھیں اور اب گھر میں محض گنتی کے چند فرد خاموشی سے دن گزار رہے تھے۔ چاہ کر بھی کوئی بات کرنے کی کسی میں گویا سکت نہیں تھی۔ بہت ضبط کے بعد آج اس سے رہا نہیں گیا تو وہ اس کمرے میں چلی آئی۔

کیسا عجیب کھیل ہے زندگی، کہ انسان کے فنا ہو جانے کے سالوں بعد بھی پیچھے رہ جانے والی دنیاوی چیزیں وہیں دھری رہ جاتی ہیں۔ جانے والوں سے جدائی کا زخم بھی وقت کے ساتھ پہلے جیسا تکلیف دہ نہیں رہتا۔ البتہ زندگی کسی کسی موڑ پر پرانے زخموں کو پھر سے کرید کر انہیں تازہ کر دیتی ہے۔ اس نے ایک آہ بھری اور دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی لکڑی کی پرانی الماری کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ الماری کے ایک پٹ پر کسی نوکیلی شے سے بڑے بڑے حروف میں زنیرہ اور دوسرے پٹ پہ زونیشہ لکھا ہوا تھا جو وقت کی گرد نے کافی مدھم کر دیا تھا۔ ان مدھم پڑتے ناموں کو اس کی آنکھوں میں ابھرتے پانی نے دھندلا دیا تو آنکھوں کا منظر بدلنے لگا اور وہ دور کہیں ماضی میں کھو گئی۔۔۔

www.novelsclubb.com

"ماما۔دیکھیں نا یہ میری الماری ہے۔آپ نے ہی تو کہا تھا کہ یہ الماری میں لے سکتی ہوں، میں بڑی ہو گئی ہوں۔اور یہ زری آپی! مجھے اپنی چیزیں الماری میں نہیں رکھنے دے رہیں"

"اُف زونی تم کتنی لڑاکا ہو۔کہیں سے لگتا ہے کہ تم میری بہن ہو؟ یہ الماری میری ہے۔دیکھو اس میں سب میری چیزیں ہیں۔اور دیکھو یہ اتنا سارا سامان میں کہاں رکھوں گی اگر الماری تمہیں دے دوں گی تو؟"زونیرہ نے الماری کھول کر زونیشہ کو دکھائی جس میں کپڑوں سے زیادہ کتابیں انتہائی بے ترتیبی سے جمع تھیں۔

"جی آپی۔آپ ہی کی بہن ہوں تبھی تو۔۔۔"

"کیوں اتنا شور مچا رکھا ہے تم دونوں نے؟"فاطمہ دونوں بہنوں کے لڑنے کی آواز پہ کمرے میں چلی آئی تھیں، "گھر کی سب الماریاں ختم ہو گئی ہیں نا جو تم دونوں کو یہی والی چاہیئے!"

فاطمہ جو پہلے بھی کئی بار ان دونوں کو سمجھا چکی تھیں مگر ان کی مسلسل تکرار پر اندر آتے ہوئے غصے کا اظہار کرنے لگیں۔ان کے آنے پر دونوں سر جھکا کر ایک دم خاموش کھڑی ہو گئیں۔

"مجھے اب آواز نہ آئے لڑنے کی، الماری دونوں مل جل کر لے لو اور پھر خاموشی سے پڑھائی

کرو"اس کے ساتھ ہی گھنٹی بجی تو وہ دروازہ کھولنے چل دیں۔زونیرہ نے ہلکا سا سر اٹھا کر زونیشہ کی طرف دیکھا جو کن اکھیوں سے اسی کو گھور رہی تھی۔

"ماما! یہ دیکھیں آپ اپنی لاڈلی کو، کیسے مجھے گھور رہی ہے بد تمیز نہ ہو تو"زونیرہ نے ایک بار پھر آواز لگائی۔

"مت لڑو تم لوگ ماما کو کیوں غصہ دلا رہے ہو"زبیر جو کرکٹ کھیل کر آرہا تھا،اپنا پسینہ خشک کرتا ہوا وہاں آیا۔

"زبیر بھائی! آپی مجھے بد تمیز کہتی ہیں"

"بھائی! یہ زونی میری الماری لینا چاہتی ہے۔اس کو سمجھائیں ناں۔میری اتنی ساری چیزیں ہیں میں کہاں

رکھوں گی"

"اچھا اچھا کیا ہو گیا۔ لڑو تو مت۔ میں بتاتا ہوں کیا کرنا چاہیئے۔ الماری کا ایک حصہ زونیرہ لے لے اور دوسرا حصہ زونیشہ۔ بلکہ ایسا کرتے ہیں کہ میں آپ دونوں کو یہ الماری سیٹ کر کے دیتا ہوں۔ ٹھیک ہے؟"

"لیکن بھائی"

"اونہوں زری۔ چیزیں بانٹ لینا اچھی بات ہوتی ہے"

"زبیر بھائی مجھے پوری الماری چاہیئے ناں۔ پہلے آپی کے پاس تھی، اب مجھے لینے دیں نا" زونیشہ نے لفظ پوری کو کھینچ کر لمبا کر کے اپنا بازوؤں کو بھی پورا کھول دیا۔

"اونہوں زونی، چیزیں بانٹ لینا اچھی بات ہوتی ہے"

زبیر نے بڑی حکمت سے اس کی بات پر بھی مسکراتے ہوئے وہی فقرہ دہرایا۔ اس کے جواب پر ایک لمحے کو دونوں نے سپاٹ چہرے لئے زبیر کو دیکھا تھا۔ پھر دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ زبیر نے ان کے ساتھ مل کر ان کی چیزیں الماری میں ترتیب سے سجا دیں۔ زبیر کے جانے کے بعد زونیشہ نے اپنے حصے پر پُرکار سے اپنا نام کُریدنا شروع کر دیا تاکہ "کوئی" بھی اسے

مٹا نہ سکے۔"کس قدر چالاک ہو تم زونی! ٹھہر وزرا"زنیرہ نے اس کے ہاتھ سے پرکار لے کر دوسری طرف اپنا نام کرید دیا کہ سندر ہے۔چاہے الماری بد نما ہو جائے،پرواہ نہیں۔

"ہاں تو میں بھی ایک چالاک لومڑی جیسی لڑکی کی بہن ہوں"زونیشہ نے پرکار واپس لیتے ہوئے تیزی سے کہا اور دوڑ کر کمرے سے باہر آ گئی۔پیچھے زونیرہ اپنے دانت پیستی رہ گئی۔۔۔

اس نے سر جھٹک کر نم ہوتی آنکھوں کو صاف کیا اور الماری کا پٹ کھول دیا۔

اب اس الماری میں بس چند بوسیدہ کتابیں،زونیرہ کا یونیفارم،ایک فائل اور اسی طرح کی گنی چنی اشیاء موجود تھیں۔اس نے غیر ارادی طور پر کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھائی۔ہلکی سی پھونک مار کر گرد ہٹائی اور کتاب پر ہاتھ پھیر کر گویا زونیرہ کا لمس محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ پھر اس کی انگلیاں آہستہ آہستہ ورق پلٹنے لگیں۔

وہ کیمسٹری کی کتاب تھی جس کو صفحوں کے درمیان چند کاغذ چھپے ہوئے تھے۔اس نے وہ کتاب اور الماری سے فائل اٹھائی اور کمرے کا دروازہ بند کر کے نیچے آ گئی۔

◇◇◇

وہ اپنے کمرے میں آکر سٹڈی ٹیبل پہ رکھا لیپ ٹاپ کھول چکا تھا اور اب ہاتھ میں ایک رجسٹر تھامے پنسل تلاش کر رہا تھا۔اس کی سب چیزیں صحیح جگہ پر موجود ہوں،ایسا ہونا کہاں ممکن تھا۔دس منٹ کی ان تھک محنت کے بعد بالآخر ایک نیلا بال پوائنٹ اس کے ہاتھ لگ ہی گیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔یہ کام اس کے لئے نیا تھا سو بڑے انہماک سے وہ عمارہ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق گوگل پر سرچ کرنے لگا۔پندرہ بیس منٹ ہو نہی بیت گئے اور پھر کچھ سمجھ میں آنے پر اس نے رجسٹر پر بال پوائنٹ کو چلانا چاہا۔لیکن یہ کیا! وہ تو صرف ایک "الف" لکھ کر اپنا آخری اٹکا ہوئی سانس پورا کر گئی تھی۔اس نے بال پوائنٹ کو وہیں رجسٹر پر چھوڑا اور کرسی پر تھکے ہارے انداز میں بیٹھ کر کھڑکی سے باہر نظارہ کرنے لگا۔کھڑکی سے باہر دکھائی دیتے سڑک کے منظر سے اسے کچھ یاد آیا تھا جس پر اس نے سر جھٹک دیا۔

"چلو کہیں اور سے ڈھونڈتے ہیں بال پوائنٹ!" اس نے خود کلامی کی اور کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آگیا تھا۔

"ماں آپ کے پاس کوئی پین یا پنسل کچھ ہو گا؟"

"بھلا میرے پاس کہاں سے آیا؟ وہاں فون اسٹینڈ پر دیکھو شاید پڑی ہو کوئی۔ نہیں تو فہد سے لے لو" طاہرہ رضا جو کہیں جانے کے لئے تیار کھڑی تھیں، اسے بتانے لگیں۔

"ویسے آپ کہیں جا رہی ہیں؟" وہ فون اسٹینڈ سے پنسل اٹھاتا ہوا انہیں پُر تجسس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں وہ کمال صاحب کے والد انتقال کر گئے تھے چند دن پہلے، میں اس دن سے رضا کو ان کیطرف جانے کا کہہ رہی ہوں۔ یہ ہیں کہ وقت ہی نہیں ہے ان کے پاس۔ آج ارادہ کیا ہے جانے کا، ابھی دس منٹ پہلے ہی آئے گھر اور کہنے لگے کہ چلو کمال صاحب کی طرف۔۔۔ تم چلو گے؟"

www.novelsclubb.com

"نہیں ماں آپ لوگ ہو آئیں۔ میں وہاں کیا کروں گا اور ویسے بھی میں ابھی عمارہ کی کچھ مدد کرنا چاہ رہا ہوں اس سے پہلے کہ میرا موڈ بدل جائے" وہ پنسل ہاتھ میں گھماتے ہوئے مسکرایا۔

رضا احمد اپنے کمرے سے نکل کر اسی طرف آ رہے تھے۔ "ارے محد بیٹا اچھا ہوا تم یہیں مل گئے"

"جی ابو؟ کوئی کام تھا؟"

"کام کیا بیٹے۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ آزر کی شادی کی تیاری شروع کریں۔ ایک ماہ رہ گیا ہے فقط اور ہمیں وہاں کچھ دن پہلے ہی جانا ہے۔ تمہاری ممانی کے لئے اکیلے سب سنبھالنا خاصا مشکل ہو گا"

"جی ابو، بالکل ہم تیاری شروع کرتے ہیں ایک دو دن تک ان شااللہ"

"اچھا چلو ہم نکلتے ہیں"

ان کے جانے کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں چلا آیا اور جو زمہ داری اسے عمارہ نے سونپی تھی، اسے اپنے کندھوں سے اتارنے کے لئے لیپ ٹاپ سے معلومات ڈھونڈ کر رجسٹر پر اتارنے لگا۔

◇◇◇

کتاب اور فائل ہاتھ میں لیئے نیچے آ کر اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔

"زونی کہاں تھی تم؟" فاطمہ نے اسے پیچھے سے آواز لگائی تو ان کی آواز پہ وہ ٹھٹھک گئی اور اپنے ہاتھ میں تھامی چیزیں سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ کر تیزی سے ان کی جانب مڑی۔

"جی ماما؟ میں بس یہیں تھی"

"وہ کچھ خواتین آئی ہیں۔چائے وغیرہ بنالاؤان کے لئے۔ٹھنڈ ہو رہی ہے کافی" دسمبر کی یخ بستہ شام کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔پورے دن میں یہ پہلی بات تھی جو ماں بیٹی کے درمیان ہوئی۔

"جی میں لے آتی ہوں"

پچھلے چند ہفتوں سے ان سب کا یہ ہی معمول تھا۔خاموشی سے وہ زندگی کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ کبھی کوئی بات ہوتی بھی تو اس میں عبداللہ یا زونیرہ کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔کوئی نہ کوئی افسوس کی غرض سے آجاتا تو اس کے پاس بیٹھ جاتے۔چند بول بول لیتے اور اس کے بعد پھر وہی خاموشی۔وہ چائے بنا کر ماما کے کمرے میں لے آئی۔ماما خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھیں۔کچھ دیر ان خواتین کے پاس بیٹھ کر اسے عجیب گھٹن ہونے لگی تھی۔وہ وہاں سے اٹھ کر برآمدے میں آبیٹھی جہاں شمسہ بھابھی معاذ کو کچھ پڑھانے میں مگن تھی۔

"زونی۔خالہ سے بات ہوئی تمہاری؟" اسے دیکھ کر وہ پوچھنے لگیں۔

"نہیں بھابھی"

"زبیر بتا رہے تھے کہ کل رات کو آیا تھا خالو جان کا فون۔ خالہ ایک دو دن تک آئیں شاید"

"ہنم۔ سب ہی آتے جاتے رہیں گے۔ سوائے بابا کے"

"سب بھی ایک وقت تک ہی آتے جاتے رہیں گے زونی۔ بالآخر ہم سب ایسے چلے جائیں جیسے بابا چلے گئے، کبھی نہ آنے کے لئے!" ان کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

"دادا جان اللہ کے پاس سے کب آئیں گے ماما؟ اتنے دن سے میں انہیں یاد کر رہا ہوں" معاز نے معصومیت سے پوچھا

"بیٹا اللہ کے پاس ایک دفعہ چلے جائیں تو کبھی واپس نہیں آتے۔ وہیں رہتے ہیں اللہ کے پاس"

"ماما! ہم سب کب جائیں گے اللہ کے پاس؟" معاز نے بڑے شوق سے سوال کیا تھا کہ زونیشہ ایک لمحے کے لئے حیرت زدہ رہ گئی۔ پھر اٹھ کر اس کے پاس آئی تھی۔

"معاز کیا آپ جانتے ہو کہ آپ کی ایک اور پھوپھو تھیں؟"

"جی پھوپھو۔مجھے ماما نے بتایا تھا کہ وہ بھی اللہ کے پاس چلی گئی ہیں"

"جب وہ اللہ کے پاس گئی تھیں تب میں بہت چھوٹی تھی۔شاید آپ کے جتنی۔اور میں نے بھی ماما سے پوچھا تھا کہ ہم سب کب جائیں گے اللہ کے پاس اور ہم سب ایک ساتھ کیوں نہیں جا سکتے"

"پھر؟دادو نے آپ کو کیا بتایا؟"

"دادو نے کہا تھا کہ سب اپنی اپنی باری آنے پر اللہ سے ملنے جاتے ہیں۔بس تب تک اچھے کام کرتے رہنا ضروری ہے۔کیا تمہیں اللہ سے ملنے کا شوق ہے؟"

"ہاں نا پھوپھو۔دادا جان کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس سب کچھ ہے اور بہت سارا ہے۔کیا بہت ساری گیمز بھی ہوں گی؟"

"ہاں بالکل لیکن اللہ تعالی جس سے مل کر خوش ہوں گے،بس اسے دیں گے وہ سب چیزیں اور بہت ساری دیں گے"

"اللہ کس سے مل کر خوش ہوتے ہیں پھوپھو؟"

"جو ہمیشہ اللہ کی بات مانتا ہے۔کسی کا دل نہیں دکھاتا اور کبھی غلط کام نہیں کرتا۔اگر کبھی غلطی ہو بھی جائے تو جلدی سے معافی مانگ لیتا ہے۔اللہ ایسے بندوں سے مل کر خوش ہوتے ہیں"

"واؤ بس اتنی سی بات سے خوش ہو جاتے ہیں؟ کیا اللہ دادا جان سے مل کر خوش ہوئے ہوں گے؟ آپ کو پتا ہے دادا جان نے کبھی میرا دل نہیں دکھایا" معاذ کا تجسس دیکھ کر وہ بلا اختیار مسکرا دی۔

"ہاں معاذ ان شاءاللہ۔اور ہم ہمشہ دعا کریں گے کہ اللہ بابا سے مل کر خوش ہوں اور ان کی غلطیاں معاف کر دیں۔دعا کرو گے نا؟"

میں بہت ساری دعا کروں گا۔دادا جان کے لئے بھی اور یہ بھی کہ اللہ ہم سب سے ملیں تو بہت خوش ہوں"

"آمین" معاذ کی دعا پر وہ اسے پیار کرنے لگی۔وہیں بیٹھے بیٹھے مغرب کی اذان ہو گئی تو وہ حسبِ معمول نماز کی تیاری میں لگ گئی نماز کے بعد اس نے سائڈ ٹیبل سے کیمسٹری کی اس بوسیدہ

کتاب میں رکھے صفحات نکالے۔ایک صفحے پر پھولوں کے درمیان ایک ہرن اس کی طرف اپنی خوبصورت آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

"زونہ۔اگر تمہارا نام ض سے لکھا جائے ناں،'ضونہ'تو اس کا مطلب ہوتا ہے ہرن،اور تمہیں پتہ ہے تمہاری آنکھیں بالکل ہرن جیسی ہیں۔"اس کے کانوں کے پردے پر ماضی کے دروازے سے آتی زونیرہ کی آواز نے دستک دی تھی۔

"اور تمہاری آنکھیں بالکل لومڑی جیسی ہیں آپی"زونیشہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے پیالے میں اپنے چہرے کو ٹکا کر زونیرہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اُف زونیشہ کیا ہے تمہیں۔میں اتنے پیار سے بتا رہی ہوں تمہیں اور تم مجھے لومڑی کہہ کر میرا موڈ کی بگاڑ دیتی ہو"

"لیکن میں بھی تو تمہیں پیار سے لومڑی کہتی ہوں"

زونیشہ کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی معصومیت تھی!

"اچھا! کیا واقعی ایسا ہے؟" تب زونیرہ اپنی ہی آنکھوں کے بارے میں متجسس ہوئی تھی۔ وہ آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور اپنی ترچھی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

ماضی کی یہ ایک اور یاد اس کی آنکھوں سے بہہ نکلی۔ ایسی ہی بہت سی یادیں ان صفحات سے جڑی تھیں جنہیں وہ نجانے کتنی دیر تکتی رہی۔ پھر کچھ اور نہیں سوجھا تو لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گئی۔ اتنے دنوں سے وہ کچھ لکھ نہیں پائی تھی۔ یا شاید کچھ لکھنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن آج اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ دل کے الفاظ خود بخود اس کے انگلیوں کو تیزی سے حرکت دیتے لگے اور ایک نئی تحریر فیس بک پر ڈال دی گئی۔ پڑھنے والوں کے لئے وہ محض ایک تحریر تھی۔ اس کے لئے اس کے دل کی مکمل داستاں انہی تحریروں میں پوشیدہ تھی!

www.novelsclubb.com

"پھوپھو، بابا آ گئے اور آپ کو بلا رہے ہیں"

معاز اسے بلانے آیا تھا۔ وہ "اچھا" کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور ماما کے کمرے کی طرف چل دی کہ اسے معلوم تھا زبیر اب اپنے کمرے کی بجائے اکثر ماما کے کمرے میں ہی ملا کرتا تھا!

"جی بھائی؟ آپ نے بلایا"

ہاں آؤ۔ یہ کچھ کاغذات کی لسٹ ہے، انہیں تیار رکھو۔ میں نے تمہاری انٹرن شپ کے لئے پتہ کیا تھا یہاں قریبی ہسپتال میں "زبیر اس کی طرف فائل بڑھا رہا تھا۔

"لیکن بھائی یہ۔۔۔اچانک کیوں "اس کے لئے یہ بات خاصی غیر متوقع تھی

"اچانک تو نہیں۔ بابا مجھے کئی بار کہہ چکے تھے۔ تمہارے ریزلٹ کا انتظار تھا۔ لیکن پھر خالہ کی طبعیت خرابی کی وجہ سے تم اسلام آباد چلی گئی تو میں بھی سست ہو گیا۔ اب تمہیں گھر میں ایسے فارغ دیکھتا ہوں تو اچھا نہیں لگتا مجھے "

جی بھائی ٹھیک ہے۔ میں خود بھی گھر رہ کر بیزار ہو جاتی ہوں۔ میں ایک دو دن تک سب کاغذات تیار کر کے آپ کو بتا دوں گی "

"ٹھیک ہے اور ماما آپ بھی ایسے خاموش مت بیٹھا کریں۔ بابا کے جانے کا دکھ تو کبھی کم نہیں ہوتا۔ وہ تو ہر وقت زہن میں دل میں رہتے ہیں۔ لیکن زندگی جب تک ہے، جتنی ہے، ہم اسے جینا تو نہیں چھوڑ سکتے نا ماما۔ آپ بولا کریں۔ بات کیا کریں۔ چاہے بابا کی ہی باتیں کریں مگر کریں ضرور "

"بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ماما۔آپ نے بالکل بولنا چھوڑ دیا ہے۔بس سنتی رہی ہیں۔کچھ کہتی ہی نہیں"

"میرا دل ہی نہیں چاہتا کچھ کہنے کو۔ایسا لگتا ہے کوئی بہت بڑا خلا زندگی میں آگیا ہے۔یا شاید خلا ہی خلا ہے اور اس خلا میں کہیں کہیں تھوڑی بہت زندگی ہے"

ان کی بات میں کچھ تھا کہ دل کاٹ گیا تھا۔25-30 سال کا ساتھ کم تو نہیں ہوتا۔آدھی زندگی ایک شخص کے ہر دکھ سکھ کے ساتھ گزری ہو اور پھر وہ شخص نہ رہے،زندگی کا یہ خلا واقعی چھوٹا تو نہیں ہے!زونیشہ نے انہیں اپنے سینے سے لگالیا اور پھر وہی خاموشی۔کچھ دیر بعد فاطمہ کو جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"زبیر بیٹے تم بابا کی قبر پر گئے تھے؟"انہوں نے پوچھا

جی ماما۔زونیرہ کی قبر پر بھی گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ۔۔۔قبریں جتنی بھی پرانی ہو جائیں، جب بھی قبر پر جائیں تو جدائی کا دکھ تازہ ہی لگتا ہے"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ جدائی بڑی بے درد ہوتی ہے۔ انسان کو یاد کا ایسا روگ لگا جاتی ہے کہ انسان تو رہتا ہی نہیں، یادوں کی چلتی پھرتی زنبیل بن جاتا ہے" فاطمہ کی آواز میں سمٹی اداسی باآسانی محسوس کی جاسکتی تھی۔

"بھائی آپ آخری وقت تک بابا کے ساتھ تھے۔ آپ کو تو وہ آخری لمحات بھی یاد آتے ہوں گے"

"وہ منظر تو آنکھوں سے ہٹتا ہی نہیں زونی۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں اس قدر بے بس ہو سکتا ہوں۔ جب ہم ہسپتال پہنچے تھے تب بابا کو برین ہمریج ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا اور بابا مسلسل بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ ڈاکٹرز کہنے لگے کہ برین ہمریج سے دماغ کے سیل بہت تیزی سے ختم ہونے لگتے ہیں کیوں کہ انہیں آکسیجن نہیں مل پاتی اور پھر بابا کے جسم کا بائیاں حصہ مفلوج ہو گیا تھا۔ ہوش تو اس کے بعد انہیں آیا ہی نہیں۔ بابا کی ادھیڑ عمری کی وجہ سے سرجری بھی حل نہیں تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ آخری لمحے ہاتھ سے ریت کی طرح سرکتے گئے۔ تب مجھے شدت سے اپنے انسان ہونے کا احساس ہوا۔ انسان یعنی

اللہ کے حکم کے آگے بے حد بے بس مخلوق!" زبیر کی آواز بھر آئی۔ وہ لمحہ بھر کو چپ ہوا تھا "اور یہ یادوں کا سلسلہ تو بڑا طویل ہوتا ہے۔ اتنا طویل کہ ایسا لگتا ہے جیسے یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ حتی کہ انسان ختم ہو جاتا ہے۔ ابھی تو زونیرہ کی یادیں ہی پہلے دن کی طرح ذہن کی سلیٹ پر تازہ ہیں کہ اب بابا۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی کہ اسے پورا کرنے کی نہ ضرورت باقی رہی تھی، نہ سکت۔

صرف رونا ہی تو تھا جو بحیثیتِ انسان اس وقت اپنے بس میں تھا۔

"خیر۔ زونیشہ کھانا لگا دو۔ آئیں سب کھانا کھا لیتے ہیں۔ مجھے پھر ایک دوست کی طرف جانا ہے اس کی عیادت کے لئے"

زبیر نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو زونیشہ کچن میں چلی آئی۔ کھانے کے بعد کچھ دیر وہ ماما کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی اور اس کی کب آنکھ لگ گئی، اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

◇◇◇

www.novelsclubb.com

وہ میز پر جھکا ہوا کافی دیر سے مسلسل لکھ رہا تھا کہ موبائل کی گھنٹی نے اس کا تسلسل توڑا۔ وہ کرسی پر سیدھا ہوا تو کمر میں اٹھنے والی درد کی لہر نے احساس دلایا کہ اس کمر کو سیدھا رکھنا کیوں ضروری ہے۔ کمر کو بمشکل سیدھا کر کے اس نے موبائل اٹھایا اور بیڈ پر دھڑام سے آ لیٹا۔

علی کی طرف سے پیغام تھا۔ اس نے وہ پیغام کھولنے کی بجائے علی کا نمبر ملا دیا۔ دو گھنٹیوں کے بعد ہی علی کی تھکن سے چور آواز نے اسے سلام پیش کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ لگتا ہے زمان ہاؤس کی ملکہ نے تمہیں آزر بھائی کی شادی کے لئے 24 گھنٹے کا شاہی ملازم رکھ لیا ہے۔ کہاں غائب ہو یار تُم اتنے دن سے"

"ہاں یار کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔ شادی کہنے کو بس چار حرفوں کا لفظ مگر اس کی تیاری نے تو حالت خراب کر دی ہم سب کی۔ کام ہیں کہ ختم ہی نہیں ہوتے"

"ہاں بھئی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے عمارہ کے مشورے پر عمل کرو اور ساتھ ہی بھگتا لو اپنی شادی بھی"

"چھوڑو یہ شادی نامہ۔ یہ بتاؤ ٹھیک ہیں سب وہاں"

"ہاں جانی سب ٹھیک ہیں یہاں۔ تم مجھے بتاؤ کہ کب آئیں ہم پنڈی۔ بابا کہہ رہے تھے کہ شادی سے کچھ دن پہلے جانا چاہیے"

"پھوپھا کو فکر ہو رہی ہو گی کہ کیسے ہو گا سب۔ کام تو تقریباً سبھی ہو گئے ہیں۔ لیکن تم مجھ سے اب بھی پوچھ رہے ہو کہ کب آئیں؟ یار تم لوگ آ جاؤ ناں اسی ہفتے۔ شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ اچھا ہے زرا مزے ہو جائیں۔ آج کل تو تم بھی فارغ ہو۔ پھر پتا نہیں موقع ملے نہ ملے"

"اس ہفتے میں تو شاید مشکل ہے کیوں کہ ابھی ہم شادی میں آنے کی تیاری تو کر لیں اور ابو کی بھی کچھ مصروفیات ہیں آج کل میں۔ تو اگلے ہفتے کوشش کرتے ہیں ان شاءاللہ"

www.novelsclubb.com

علی سے بات کر کے وہ عادتاً فیس بک کھول کر بیٹھ گیا۔

"زندگی ایک بڑی زمہ داری کی طرح ہے۔ آپ جی سکیں، یا نہ جی سکیں۔ لیکن اسے گزارنا پڑتا ہے۔ اب چاہے آپ اسے شکوے شکایتوں میں گزار دیں یا دوسروں کی خاطر اسے نبھاتے نبھاتے خود کو بھلا دیں! کیونکہ جیسے گزاریں گے ویسا ہی انجام پائیں گے۔ پھر اس زمہ داری پر

ایک بوجھ ہے۔۔۔احساسات کا بوجھ! ہر کسی سے اٹھایا نہیں جاتا۔جو یہ بوجھ اٹھالے وہ بے حس ہو جاتا ہے۔اور جو نہ اٹھا سکے، وہ بے جان! بے حسوں کا اس دنیا میں کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور بے جان کو دنیا کے ٹھکانے کی ضرورت نہیں رہتی۔وہ حقیقی زندگی یعنی ابدی زندگی کے نئے سفر کا مسافر بن جاتا ہے۔اور انسان فرشتہ نہیں ہے۔وہ بے حس نہیں ہو سکتا۔وہ یہ بوجھ زیادہ دیر تک نہیں اٹھا سکتا۔اسے بہر حال ہار جانا ہوتا ہے! اور ہار کر جاتے ہوئے وہ پیچھے رہ جانے والوں کے اس دکھ، تنہائی اور احساسِ جدائی کے بوجھ کو بڑھا جاتا ہے! ایسے میں ہمیں کرنا کیا ہے؟ جیسا انجام ہم چاہتے ہیں، ویسا ہی یہ سفر طے کرنا ہے۔صبر کرنا ہے اور صبر کرنا ہے!"

تحریر کچھ دیر پہلے ہی پوسٹ کی گئی تھی۔وہ پڑھ رہا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔وہ کمرے سے لاؤنج میں چلا آیا۔طاہرہ اور رضا احمد ہاتھوں میں چند شاپر تھامے چلے آرہے تھے۔

"آپ لوگ تو افسوس کے لئے گئے تھے نا؟" محد نے شاپروں کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا

"ہاں واپسی پر ان کو پتہ نہیں کہاں سے خیال آیا کہ گھر سے نکلے تو ہوئے ہیں، کیوں نہ آزر کی شادی کے لئے کچھ خریداری بھی کرتے جائیں" طاہرہ اسے بتانے لگیں۔

عمارہ اور فہد بھی گھنٹی کی آواز سن کر اپنے کمروں سے نکل آئے تھے۔

"یہ آپ لوگ کہاں گئے تھے اور کہاں سے آرہے ہیں؟ ہمیں خبر ہی نہیں" عمارہ نے ایک نظر سبھی شاپروں پر ڈالی پھر فاطمہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"آپ اپنے کمرے سے نکلیں تو باہر کی دنیا کی کچھ خبر ہو۔۔۔ ہم لوگ کمال صاحب کی طرف گئے تھے اور واپسی پر کچھ خریداری بھی کرلی" عمارہ اب شاپروں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ہاں یاد آیا محد! وہ لڑکی تمہیں یاد ہے نا؟ زونیشہ؟"

"جی؟" محد نے چونک کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس کے والد انتقال کر گئے تقریباً ایک ماہ پہلے"

"اناللہ وانا الیہ راجعون" اب تینوں کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ عمارہ نے اپنے شاپر ٹٹولتے ہوئے ہاتھ روک لیئے۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟" فہد پوچھنے لگا۔

"مجھے آمنہ خاتون ملی تھیں آج کمال صاحب کی طرف۔زونیشہ کی خالہ۔میں ان سے زونیشہ کے متعلق پوچھ رہی تھی تو انہوں نے ذکر کیا کہ وہ فیصل آباد چلی گئی تھی۔اللہ مغفرت فرمائیں اس کے والد کی"

محد نے جواب میں کچھ نہیں کہا اور وہیں عمارہ اور فہد کے ساتھ خریداری کی چیزیں بے دلی سے دیکھنے لگا۔اس کے زہن میں کچھ دیر پہلے کی تحریر امڈ آئی۔ہاتھ میں پکڑے موبائل کی اسکرین پر وہ دوبارہ وہی پوسٹ دیکھنے لگا۔

◇◇◇

"زونیشہ !اٹھ بھی جاؤ زونی۔میں کب سے اٹھا رہی ہوں تمہیں"اس کو ماما کی آواز نے جگایا تھا۔ وہ مندی مندی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا وقت ہو رہا ہے ماما؟"

www.novelsclubb.com

"فجر کی نماز پڑھ لو جلدی سے۔ تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے نماز کا" انہوں نے کہا تو اس نے آنکھ مل کر دیوار پہ لگی گھڑی پر وقت دیکھا۔ پھر آرام آرام سے اٹھتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ نماز پڑھ رہی تھی کہ ماما اس کے پاس آ بیٹھیں۔

"تم رات کو اچانک سو گئی میرے پاس ہی۔ میں تم سے باتیں کر رہی تھی اور تم گہری نیند میں گم"

"ماما پتہ ہی نہیں چلا۔ اس قدر نیند آ رہی تھی۔ بلکہ ابھی بھی آنکھیں بند ہو رہی ہیں نیند سے"

"اچھا چلو یہ تو اچھی بات ہے۔ اتنے دن سے ٹھیک طرح سو بھی تو نہیں سکی تم۔ اب دوبارہ سو جانا لیکن آج تمہاری خالہ بھی آ جائیں گی شام تک تو زیادہ دیر تک مت سوتی رہنا۔ شمسہ کا کچن میں ہاتھ بھی بٹانا ہے کیونکہ رخسار کچھ دن کی چھٹی لے کر گئی ہے، اس کے بیٹے کی شادی ہے۔ تو شمسہ اکیلی کھانے کی تیاری میں نہ لگی رہے، خیال کرنا۔"

"جی ٹھیک ہے ماما۔ آپ بھی آرام کریں"

"ہاں میں معاز کو سپارہ پڑھالوں ابھی تو" وہ وہاں سے چل دیں تو اس نے اپنے بستر سے چیزیں سمیٹی اور دوبارہ نیند کی آغوش میں جا سوئی۔ دس بجے کے قریب علیشہ کی آواز نے اسے جگایا۔ بابا کے انتقال کے بعد علیشہ کا یہ غالباً دسواں چکر ہو گا۔ وہ تقریباً روز ہی چلی آتی تھی۔

"تم کتنی اچھی ہو علیشہ۔ اللہ ایسی دوست سب کو دے"

وہ بند آنکھوں کے ساتھ لیٹے لیٹے ہی کہہ رہی تھی۔

"میں تو اچھی ہوں لیکن یہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ اتنا کون سوتا ہے بھلا"

"پتا نہیں یار۔ بہت نیند آ رہی ہے کل سے۔ طبعیت بھی بوجھل ہو رہی ہے"

"ہاں تو بخار میں طبیعت بوجھل ہی ہوتی ہے۔ یہ فاطمہ آنٹی دوا رکھ کر گئی ہیں جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر کچھ کھاؤ اور یہ دوا لو"

علیشہ نے کہا تو اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر اپنے ہاتھ کی پشت ماتھے پر رکھی۔

"واقعی یار۔ مجھے تو بخار ہے"

"آئی بڑی نیوٹریشنسٹ! اپنی طبیعت کا اور اپنی خوراک کا تو تمہیں پتہ نہیں ہے "علیشہ کی بات پر وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

"مسکرانا نہیں ہے۔اٹھنا ہے! اٹھو فوراً "علیشہ نے اس کو بازو سے کھینچ کر اٹھایا تھا۔وہ علیشہ کی ہدایات کہ مطابق سب کام کر چکی تو علیشہ اس کے پاس آ بیٹھی۔

"کل تم بہت اپ سیٹ تھی؟"

"تمہیں کیسے پتا؟"

"تمہاری پوسٹ پڑھی میں نے"

"ہاں بس۔دل اداس رہتا ہے۔۔۔ بہت"

"دکھ بھی تو بڑا ہے ناں زونی۔ایک فرد کی کمی پورے گھر کو اداسی کی لپیٹ میں لے لیتی ہے"

"تمہیں پتہ ہے علیشہ۔مجھے ایک بات کا شدت سے احساس ہوا ہے کہ ہم موت کے بارے میں جانتے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ موت نے آنا ہے۔ مگر ہم موت پر،اس دنیا کی زندگی کے ختم ہو

جانے پر ایمان نہیں لاتے۔ایمان تبھی آتا ہے، جب کوئی اپنا، کوئی بہت اپنا کبھی واپس نہ آنے کے لئے چلا جاتا ہے۔ ہمارا دل تبھی اس حقیقت کو پوری طرح تسلیم کرتا ہے کہ ہم نے یہاں نہیں رہنا۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے زونی۔ موت پر، زندگی کے ختم ہو جانے پر ہمارا ایمان تو شروع دن سے ہے"

"نہیں علیشہ۔ وہ صرف ہمارا علم ہے۔ جسے ہم ایمان سمجھتے ہیں۔ایمان تو مکمل، بہت مکمل یقین کو کہتے ہیں"

"اگر یہ ایمان نہیں بس علم ہے تو پھر موت پر ایمان کیا ہے؟"

"اللہ کے سامنے پیش ہونے کا یقین اور اس یقین کا دل کی گہرائیوں تک اتر کے روح میں اس طرح بس جانا کہ گزرنے والا ہر سیکنڈ ہمیں موت کی یاد دلاتا رہے اس طرح کہ ہمارا ہر عمل، ہمارا ہر قول اللہ کی رضا، اس کے احکام کے مطابق ڈھل جائے۔ ہمارا زندہ رہنے کا انداز زندگی گزارنے والا نہیں، بلکہ موت کی اور اللہ سے ملاقات کی تیاری کرنے والا بن جائے۔ ہماری

زندگی اللہ کو پسند آجانے کے لئے ایک مسلسل کوشش بن جائے۔اور کیا موت پر ایمان لائے بغیر ہمارا دین مکمل ہو سکتا ہے؟ہر گز نہیں!"

"یہ کتنی غور طلب بات ہے زونیشہ۔واقعی! ہم اپنے علم کو ہی یقین سمجھتے ہیں لیکن علم جب تک عمل میں نہ ڈھل جائے،وہ یقین کیسے ہو سکتا ہے"

"بالکل۔اور یہ بات مجھے اب سمجھ میں آئی ہے۔بابا کے جانے کے بعد اور مجھے یہ احساس ہوا کہ جب تک ٹوٹ نہ جاؤ،آزمائے نہ جاؤ تو کیسے پہنچانو گے کہ کتنے ایمان والے ہو"زونیشہ کہہ رہی تھی کہ لیپ ٹاپ کی بیپ نے تسلسل توڑا۔

"اوہو یہ لیپ ٹاپ میں نے رات کو ایسے ہی رکھ دیا تھا۔یاد ہی نہیں رہا بند کرنا"اس نے لیپ ٹاپ اٹھایا تو وہ بیٹری لو کا سرخ نشان دکھا رہا تھا۔وہ کمرے میں نگاہ دوڑاتے ہوئے چارجر ڈھونڈنے لگی۔علیشہ لیپ ٹاپ پر کھلی فیس بک سکرین دیکھ رہی تھی۔

"اُف زونیشہ۔اتنے سارے نوٹیفکیشن؟تم انہیں کھولتی نہیں؟"

"نہیں یار۔ میں کیا کروں گی کھول کر۔ بس پوسٹ کر دیتی ہوں، یہی کافی ہے" وہ چار جر اٹھاتی قریب آئی۔

"پھر بھی۔ کبھی کبھار دیکھ لیا کرو پڑھنے والوں کی کیا رائے ہے تمہاری تحریروں کے بارے میں" علیشہ نے نوٹیفیکیشن بار کھولتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ مسٹر ایم آر کون ہے، تمہاری تحریروں کا پابند قاری لگتا ہے"

"کون؟ دکھاؤ"

"یہ دیکھو۔ تمہاری ہر پوسٹ پہ موجود ہے یہ بندہ" علیشہ اسے دکھانے لگی۔

"مسٹر ایم آر" زونیشہ نے نام دہرایا، "ہو گا کوئی۔ تم چھوڑو اسے اور میرے ساتھ چلو کچن میں۔ بھابھی اکیلی ہیں صبح سے آج اور خالہ بھی کسی بھی وقت پہنچتی ہوں گی"

"جو حکم میرے آقا" علیشہ نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اس نے ساتھ کچن کی طرف چل دی۔

◇◇◇

وہ اپنے لیپ ٹاپ اور رجسٹر کے ساتھ عمارہ کے کمرے میں موجود تھا اور لیپ ٹاپ کی اسکرین پر اسے مختلف تصاویر دکھاتے ہوئے مشورے دے رہا تھا۔

"بھائی یہ بہت ہی زبردست آئیڈیا ہے اور ایک بالکل مختلف انداز، آپ کو یہ خیال آیا کیسے؟" محد کا مشورہ اسے واقع بہت پسند آیا تھا۔

"وہ کہتے ہیں ناں کہ ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے جو نظروں سے غائب ہے۔ بس انسان کو زرا کوشش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے" وہ اپنا کالر ایک طرف سے اٹھا کر مسکرایا۔ اسی لمحے عمارہ کا موبائل بجا تھا۔

"اوہ۔ اسی پراجیکٹ کے حوالے سے کالج کی طرف سے میل ہے" اس نے پورے جوش سے ای میل کو کھولی۔

"یہ کیا بات ہوئی!" میل پڑھتے ہی اس کا سارا جوش جھاگ ہو گیا۔

"کیا ہوا؟"

"ہمارا یہ پراجیکٹ ملتوی ہو گیا ہے بھائی"

"کیا مطلب؟ میری یہ اتنی ساری محنت بے کار گئی؟" اسے اپنی محنت کی زیادہ فکر تھی۔

"محنت کبھی بے کار نہیں جاتی۔ دیکھیں آج ہمیں اتنی دلچسپ بات پتا چلی اور پراجیکٹ ملتوی ہوا ہے تو اچھا ہے ناں کہ زیادہ وقت مل گیا مجھے اس پر کام کرنے کے لئے"

"ہاں یہ بات بھی صحیح ہے۔ خیر چلو اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ میں تو چلا آزر بھائی کی شادی کے لئے شاپنگ کرنے فہد کے ساتھ" محد کمرے سے نکلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ایک منٹ رکیں، میں بھی جاؤں گی" وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے لپکی تھی۔

◇◇◇

"سر ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں"

پولیس کی وردی میں ملبوس وہ شخص اس وسیع آفس نما کمرے میں ٹیبل کی ایک جانب دم سادھے کھڑا تھا۔ ٹیبل پر رکھی کئی نیلی، پیلی اور سرخ فائلیں، پنسل اسٹینڈ، بیٹن یعنی چھڑی، انٹر کام اور ایسی ہی متعدد چیزوں کے بیچ ایک شیشے کی شیلڈ رکھی تھی جس پر ڈی آئی جی آفیسر سہیل شیراز لکھا تھا۔

ٹیبل کی دوسری جانب موجود سیاہ رولنگ چیئر کا رُخ دیوار کی طرف تھا اور پشت اس کی جانب۔ گویا وہ کرسی کی پشت سے بات کر رہا تھا۔

"سر ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن آئی ایم رئیلی سوری کہ ابھی تک ہم کچھ زیادہ معلوم نہیں کر سکے"

اس نے اپنی بات مکمل کی تو ایک ہی پل میں کرسی گھومی۔ اس پر براجمان سہیل شیراز جو لگ بھگ پچاس سال سے زیادہ کی عمر کے لگتے تھے، کھڑے ہوئے، ٹیبل سے بیٹن اٹھائی اور اس کے سامنے آ گئے۔

"دیکھیں ایس پی آزر زمان۔ یہ کیس آپ کو کیوں سونپا گیا ہے کیا آپ جانتے ہیں؟ کیونکہ آپ کی قابلیت نے ہمیں قائل کیا کہ یہ کیس آپ جلد از جلد اور بہترین طریقے سے حل کر سکتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ اس نوعیت کا کیس آپ کے لئے نیا ہے لیکن مجھے آپ سے اچھی خاصی امیدیں ہیں۔ جو لڑکی ہمیں کل شام زخمی حالات میں ملی اس کے بلڈ ٹیسٹ کی رپورٹس اگر آ گئی ہیں تو میرے پاس بھجوائیں ابھی"

وہ واپس اپنی کرسی کی طرف دو قدم بڑھے لیکن پھر اس کی جانب پلٹ کر گویا ہوئے۔"اور ہاں! یاد رکھیں کہ مجھے آپ کی معافی کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔مجھے کام چاہیئے۔"وہ دوبارہ کرسی کی طرف بڑھ گئے۔ان کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر باندھ کر کھڑے آزر زمان نے بغیر گردن کو خم دیئے اپنی نظریں نیچے زمین میں گاڑ دیں اور خاموشی سے سنتا رہا۔ سہیل شیراز کرسی پر بیٹھ کر غیر ارادی طور پر میز پر پڑا پیپر ویٹ اپنی انگلیوں کے پوروں سے گھمانے لگے۔"مجھے بتائیں اب تک کی تمام کاروائی"انہوں نے کہا۔

"یس سر"آزر نے جھٹ سے جھکی ہوئی نظریں اٹھائیں۔

"سر پچھلے کیس میں لڑکی کو اسکا شوہر خود اس کے والدین کے گھر چھوڑ کر گیا اور اگلے ہفتے طلاق کے کاغذات بھجوا کر لڑکی کے زیورات اور دیگر سامان کے ساتھ فرار ہو گیا۔ہم اس کو ڈھونڈ رہے ہیں لیکن فی الوقت کچھ پتا نہیں چلا۔جبکہ وہ لڑکی جو کل اسلام آباد کی مصروف ہائی وے سے زخمی حالت میں ملی،اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔جس شخص نے اسے ہسپتال پہنچایا اور

ہمیں خبر دی، وہ بھی کوئی خدا ترس آدمی تھا۔ذاتی طور پر وہ اس لڑکی کو نہیں جانتا۔اس کے لواحقین کا ہم پتا لگوا رہے ہیں"

"آپ اسی بات سے حالات کا اندازہ لگا لیں کہ دس دن کے اندر دو کیسز سامنے آ چکے ہیں۔آپ کو تیزی سے کام کرنا ہو گا آزر زمان۔ہمارے ملک کی پولیس پہلے ہی بہت بدنام ہے۔اور ان واقعات کا پسِ منظر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔اس لئے ان کو بالکل بھی ہلکا نہیں لیا جا سکتا"

یس سر۔ہماری تفتیش جاری ہے۔میں اور میری ٹیم بہت جلد آپ کو اچھی خبر سنائے گی انشاءاللہ "

"گُڈ۔اب آپ جا سکتے ہیں" وہ گھومتے ہوئے پیپر ویٹ کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"یس سر" ایس پی آزر زمان نے ایک سلیوٹ کے ساتھ کہا اور ان کے آفس سے نکل آیا۔

◇◇◇

جنوری 2018ء

جنوری کے پہلے ہفتے کی یخ بستہ شام کو دھند نے اچھا خاصا دھندلا کر رکھا تھا۔ شام کے اس پہر ان کی گاڑی زمان ہاؤس کے پورچ میں داخل ہوئی۔ جہاں آزر زمان کی شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔ پورا گھر روشنیوں کے گھیرے میں تھا۔ شادی سے ایک ہفتے پہلے ڈھولکی کا آغاز تھا سو وہ سب بھی ایک ہفتہ قبل ہی چلے آئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی علی تقریباً دوڑتا ہوا اس کی طرف آیا تھا۔

"بھئی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی پھوپھا۔ میں نے کہا بھی تھا کہ آپ لوگوں نے سب سے پہلے آنا ہے۔ اور محد تم۔ تجھے تو میں نے کہا تھا سب کو لے کر مہینہ پہلے ہی پہنچو یہاں۔ بڑے ہی کوئی بے وفا آدمی ہو۔ اب ڈھولکی کی دعوت دی تب آپ لوگوں کو یہاں آنا یاد آیا، ہے نا!" علی حسبِ عادت اپنے انداز کو جذباتی بنا کر کہتا چلا گیا۔

"دیکھو میری بے وفائی پر جذباتی ہونے کی بجائے یہ سارے گلے شکوے جو ہیں، یہ ابو سے کرو۔ ان کے کاروباری کام ختم ہی نہیں ہوتے" محد نے اس سے گلے ملتے ہوئے وضاحت دی۔ اسی لمحے ثمینہ فاخر وہاں چلی آئیں۔

"ہاں بھئی۔رضا بھائی کو اپنا کاروبار رشتے داروں سے زیادہ عزیز جو ہے" انہوں نے گلہ کیا تھا مگر مسکراہٹ کے ساتھ۔

"ارے نہیں بھابھی۔ایسی بات نہیں ہے۔بھلا خونی رشتوں کا بھی کوئی نعم البدل ہو سکتا ہے؟" طاہرہ رضا نے ان کے شکوے کا بالکل برا نہیں منایا تھا۔وہ بڑی خوشدلی سے ان سے گلے ملتے ہوئے کہنے لگی۔

"اچھا چلیں آجائیں آپ کو کمرے تک لے چلتا ہوں۔فریش ہو کر، نماز وغیرہ پڑھ کر جلدی سے سب ڈرائینگ روم میں آجایئے گا کیونکہ شام کی چائے کا وقت ہوا چاہتا ہے" علی ملازم کے ساتھ ان کا سامان اٹھاتے ہوئے آگے آگے چلنے لگا۔کچھ دیر بعد وہ سب علی کی ہدایات کے مطابق ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔

"ثمینہ آپا یہ دلہے میاں کہاں ہیں بھئی" رضا احمد نے پوچھا۔

"پھوپھا وہ تو ہمارے قابو نہیں آنے والے۔ان کو اپنی شادی سے زیادہ مجرموں کو پکڑنے میں دلچسپی ہے سو انہوں نے ڈھولکی میں آنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔وہ مہندی کی رات سے

ہمارے ساتھ ہوں گے۔اس کے پہلے ہر گز نہیں" علی ان سب کے لئے چائے اور مختلف لوازمات سے سجی ٹرالی وہاں لاتا ہوا تفصیل سے بتا رہا تھا۔

"عمارہ جاؤ علی کی مدد کرو" طاہرہ نے عمارہ کو اشارہ کیا۔

"نہیں نہیں عمارہ تم بیٹھو"،اس نے عمارہ کے اٹھنے سے پہلے ہی اس کے سامنے چاکلیٹ براؤنی کی پلیٹ رکھ دی،"تم یہ کھاؤ۔اگر مجھے ٹھیک سے یاد ہے تو یہ تمہیں پسند ہے نا؟"عمارہ نے حیرانگی سے اسے دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا اور مسکرا دی۔

"اور پھوپھو آپ کو پتہ ہے؟میرا تو یہ روز کا کام ہے۔میں اس گھر میں چائے والی ماسی ہوں۔ جب بھی چائے کا ذکر ہوتا ہے،میرا نام چائے کے ساتھ لازماً لیا جاتا ہے۔کیوں امی"اب وہ ثمینہ کو چائے کا کپ تھما رہا تھا۔

"بات تو صحیح ہے۔اب میری کوئی بیٹی تو ہے نہیں اور علی ایک چائے ہی تو اچھی بناتا ہے"

"نہیں ممانی جان یہ دماغ کا دہی بھی کافی اچھا بنالاتے ہیں" عمارہ کہتے ہوئے ہنسی تو علی بھی اس کی جانب دیکھ کر مسکرادیا۔اسی دوران فہد عمارہ کے آگے پڑی پلیٹ سے ایک چاکلیٹ براؤنی چپکے سے اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال چکا تھا۔

◇◇◇

"یہ بے ایمانی ہے۔میری باری تھی آزر بھائی۔آپ نے کیوں کھیلی؟" اگلی شب آزر کے کمرے میں بستر پر پڑی لڈو کے گرد چار سر منڈلا رہے تھے۔آزر، محد، علی اور فہد۔

"اوہو یار فہد۔میرا چھ آگیا اب۔میری باری پہ تم کھیل لینا پلیز" آزر نے فہد سے التجا کی تھی۔

"ایسے تھوڑی ہوتا ہے بھئی۔ایسے کون کرتا ہے بھئی" فہد جذباتی ہوا تھا۔

"ارے واہ! یہ آج تم لوگوں نے آزر کو کیسے قابو کرلیا" ثمینہ زمان آزر کے کمرے میں آئیں تو وہاں لڈو کی محفل جمی دیکھ کر کہنے لگیں۔

"بس دیکھ لیں ممانی۔ہم نے جال ہی ایسا پھینکا کہ یہ شارک بچ نہیں سکی" محد ان کی جانب دیکھ کر مسکرایا تھا۔جواباً ثمینہ ممانی ہنستے ہوئے ان کے قریب آکر بیٹھ گئیں۔

"عمارہ کہاں ہے ممانی جان؟کافی دیر سے نظر نہیں آئی" محد نے پوچھا تھا۔

"وہ باہر سب لڑکیوں کے ساتھ ڈھولکی لے کر بیٹھی ہے۔رونق لگادی عمارہ نے تو یہاں آتے ہی۔مجھے بالکل بھی بیٹی کی کمی محسوس نہیں ہونے دے رہی"

"واقعی؟مجھے نہیں پتا تھا کہ میری بہن کا ایک یہ روپ بھی ہے" وہ ہنسا تھا۔

"اب اگر میرا دو آجائے تو مزہ آجائے۔دو آجائے پلیز"

علی نے گھومتے ہوئے پانسے کو دیکھتے ہوئے دعا میں ہاتھ اٹھا رکھے تھے اور پل بھر میں پانسہ دو پر آ کر رُکا تو "میں جیت گیا، میں جیت گیا" کہتے ہوئے علی نے لڈو کو اُلٹ دیا۔

"یہ کیا کیا تم نے علی؟چھوٹے بچے ہو کیا؟" محد نے علی کو گھورا تھا۔

"دیکھو بھئی۔میرا ماننا ہے کہ لڈو میں ایک ہی فاتح ہوتا ہے۔تو بس آج کا کھیل ختم کیوں کہ میں جیت چکا ہوں" علی نے اپنے کالر کو سیدھا کیا۔

"ایسے تھوڑی ہوتا ہے بھئی۔ایسے کون کرتا ہے بھئی۔یہ دونوں بھائی بے ایمان ہیں۔ایسے تو اگلی باری پر میں بھی جیتنے والا تھا اگر میرا پانچ آجاتا" یہ فہد تھا جس کی بات کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

"بچوں! کچھ شرم کرو۔کچھ تو شرم کرو تم لوگ" طاہرہ نے کمرے میں آتے ہی انہیں پکارا۔

"کیا ہوا پھوپھو؟لڈو کھیلتے ہوئے کیسی شرم؟آئیں آپ بھی کھیلیں" علی نے حیرانگی سے پوچھا تھا۔

"عیشاء کی نماز کا وقت ہو رہا ہے۔جماعت کھڑی ہو چکی ہے اور یہ اس گھر کے سارے لاڈلے سپوت بے فکر یہاں کھیل میں مصروف ہیں"

"اوہ! یہ اذان کب ہوئی؟" محد نے دیوار پر لگی کھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں بتاتی ہوں تمہیں اذان کب ہوئی" طاہرہ ان کے قریب آئیں اور محد کے سر پر ایک چپت لگائی، "اٹھو۔اس لڈو شیطان کو ہٹاؤ۔نماز کے بعد کھیلنا۔کیسے لاپرواہ بچے ہیں۔دنیا کا سب سے اہم کام بھول کر کھیل کود میں مگن ہیں۔کتنے افسوس کی بات ہے۔نماز تو ترجیحات کی فہرست

میں سب سے پہلے نمبر پر ہونی چاہیئے۔ایک یہی تو موقع ہوتا ہے اللہ کے سامنے شکر کا سجدہ بجا لانے کا۔اس کے علاوہ ہمیں کہاں یاد رہتا ہے کہ اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں۔اور بدنصیب ترین ہیں وہ لوگ جو یہ موقع بھی اتنے آرام سے لڈو میں مگن ہو کر گنوا دیتے ہیں۔اور آزر بیٹے تم بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ تمہیں بھی نماز کا ہوش نہیں رہا۔تم سے تو یہ توقع نہیں تھی مجھے"

ان کی باتوں نے ان سب نے سر شرمندگی سے جھکا دیئے تھے۔ان کے گھر کا ماحول زیادہ مذہبی نہ سہی لیکن نماز کے حوالے سے طاہرہ کوئی سمجھوتا گوارہ نہیں کرتی تھیں۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں پھوپھو۔بس وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔لیکن ابھی جماعت کھڑی ہونے میں ہیں پانچ منٹ۔ چلو علی، فہد، اٹھو یا ابھی اور ڈانٹ کھانی ہے؟"آزر نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آزر بھائی آپ کا فون"عمارہ تقریباً دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی تھی۔"کافی دیر سے بج رہا ہے"

"اوہاں یہ میں لاؤنج میں بھول آیا تھا۔ شکریہ عمارہ" فون عمارہ کے ہاتھ سے لے کر اس نے کان سے لگایا۔

"ایس پی آزر زمان اسپیکنگ سر"

"یس سر"

"ٹھیک ہے سر۔ میں پہنچ رہا ہوں" آزر فون بند کر کے ثمینہ کی جانب پلٹا تھا

"کیا ہوا آزر۔ خیر تو ہے؟"

"جی جی امی۔ مجھے جانا ہو گا تھوڑی دیر کیلئے۔ میں نماز پڑھ کر سیدھا پولیس اسٹیشن چلا جاؤں گا۔ ٹھیک ہے؟" وہ تیزی سے اپنی ضروری چیزیں اٹھاتا ہوا ان سے کہہ رہا تھا اور پھر 'او کے جی اللہ حافظ' کہتا ہوا اسی تیزی سے باہر نکل گیا۔

"اللہ کے حوالے بیٹا" طاہرہ کہہ رہی تھیں، "بالکل فاخر بھائی کی طرح بھاگا ہے یہ، ہے نا! وہ بھی ایک فون پر پولیس اسٹیشن دوڑے چلے جاتے تھے اسی طرح" ان کا رُخ اب ثمینہ کی طرف تھا۔

"ہاں۔اسے اپنے باپ کی طرح ایک ایماندار اور اپنی وردی کی لاج رکھنے والے پولیس آفیسر بننے کا جنون ہے اور مجھے اس جنون سے بے انتہا خوف آتا ہے" ثمینہ نے کہا۔

"یہ دیکھو زرا! ابھی تک ادھر ہی کھڑے ہیں۔بچوں نماز!" وہ تینوں جو بڑے انہماک سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔طاہرہ کے کہنے پر چونکے تھے۔

"جی جی جی ہم جا رہے ہیں" اور اس کے ساتھ ہی وہ باہر کو دوڑے۔عمارہ دروازے میں کھڑی انہیں جاتا دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"تم کیوں اتنا خوش ہو رہی ہو؟ تم نے پڑھ لی نماز؟" اب طاہرہ کی توپ کا رخ عمارہ کی طرف تھا۔

"نہیں ماں جی۔۔۔بس ابھی پڑھتی ہوں تھوڑی دیر تک" وہ کسمسائی۔

"تھوڑی دیر پھر بہت دیر ہو جاتی ہے عمارہ۔چلو ابھی پڑھو نماز۔فوراً سے پہلے" انہوں نے دو ٹوک انداز میں کہا تو عمارہ کو ان کی بات پر عمل کرنا ہی پڑا۔وہ نماز کی تیاری کے لئے چل دی۔

◇◇◇

"جی گل یار خان! کیا رپورٹ ہے؟ مجھے جلدی سے اپڈیٹ کریں" تھانے پہنچتے ہی اپنے آفس میں داخل ہوتے ہوئے وہ وہاں مودبانہ کھڑے سرخ و سپید رنگت والے نوجوان لڑکے سے مخاطب ہوا۔

"سر ایک لڑکی نے خودکشی کا کوشش کیا ہے۔ ہسپتال لے جانے والا اس کا شوہر ہے۔ اس لڑکی کے والدین کو اطلاع دے دی گئی ہے سر۔ ہمیں ہسپتال کی طرف سے ہی رپورٹ ملا ہے" انسپکٹر گل یار خان نے اپنے مخصوص لہجے کے ساتھ گلابی اردو میں روانی سے بات مکمل کی تھی۔

"تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ ہسپتال کی لوکیشن ڈالو جی پی ایس پر اور گاڑی نکالو فوراً" وہ جو اپنی کرسی پر پورا بیٹھا بھی نہیں تھا، یک دم کھڑا ہوا اور اسی تیزی کے ساتھ آفس سے باہر نکل گیا جس تیزی سے اندر آیا تھا۔ اگلے آدھے گھنٹے بعد وہ ہسپتال میں موجود تھے لیکن اس وقت تک وہ لڑکی اپنی آخری سانسیں لے چکی تھی۔ ابتدائی کاروائی اور لواحقین سے پوچھنے کے بعد لڑکی کو پوسٹ مارٹم کے لئے بھیج دیا گیا اور تب تک اس کے شوہر، والدین اور ڈاکٹر کے بیانات لے لیے گئے تھے۔

"دیکھیں میں آپ کا دکھ سمجھتا ہوں لیکن ایسے معاملات کے کچھ پروٹوکولز ہوتے ہیں جو ہمیں ہر صورت میں پورے کرنے ہوتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ سب پوری طرح تعاون کریں گے۔ آپ کے بیانات میں لے چکا ہوں لیکن آپ میں سے کسی کو بھی کسی بھی وقت تھانے بلایا جا سکتا ہے۔ اور آپ کو فوراً وہاں آنا ہو گا۔ کوئی بھی شہر سے باہر نہیں جا سکتا۔ ملک سے باہر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!" وہ ان سب کو ہدایات دے چکا تو گل یار خان کی جانب مڑا۔

"گل یار خان آپ یہیں رو کیں جب تک رپورٹ نہیں آ جاتی۔ میں اور باقی سب فارنزک ٹیم کے ساتھ اس کے شوہر کے گھر جا رہے ہیں۔"

"یس سر" گل یار خان نے اسے سلیوٹ کیا اور ڈاکٹر کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"مسٹر عمیر! یہی نام ہے نا آپ کا؟" لڑکی کا شوہر جو اس کے والدین کے پاس بیٹھا انہیں دلاسہ دے رہا تھا، اپنا نام سن کر اس کی طرف مڑا اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"جی سر؟"

www.novelsclubb.com

"آپ ابھی اپنے گھر نہیں جا سکتے۔اسی شہر میں کہیں بھی چلے جائیں لیکن آپ کا گھر، جہاں آپ اپنی زوجہ کے ساتھ رہتے تھے، وہ ہم وقتی طور پر سیل کر رہے ہیں"

"لیکن کیوں سر؟" عمیر کا انداز معصومانہ تھا۔

"کسی کیس کی کاروائی کے دوران پولیس سے آپ ہر طرح کا سوال کر سکتے ہیں سوائے اس "کیوں" کے۔یہ ہمارا کام ہے مسٹر عمیر اور آپ کے "کیوں" سے معاملہ آپ کی طرف اپنا رُخ موڑ سکتا ہے۔آئندہ احتیاط کیجئے گا" عمیر کو اس دبنگ جواب کی توقع نہیں تھی۔وہ سوائے سر ہلانے کے کچھ نہ کہہ سکا۔

"اس عمیر پر بھی نظر رکھو" وہ اپنی ٹیم کو ہدایات دیتا ہوا ہسپتال کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔کچھ ہی دیر بعد وہ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ عمیر کے گھر موجود تھا۔وہاں سے اپنی تفتیش مکمل کر کے باقی ٹیم کو تھانے واپس بھیج دیا اور خود دوبارہ ہسپتال آ گیا۔

"ہاں بھئی روپوٹ آئی؟" وہ ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھنے لگا۔اس کے اچانک وہاں آنے پر گل یار خان نے جھٹ سے کھڑے ہو کر سلیوٹ کیا تھا۔

"ابھی تک تو نہیں سر"

"اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں سر۔اس لڑکی کا شوہر اور والدین بھی باڈی کے انتظار میں ہسپتال میں ہی ہیں سر"

"ہوں۔ سہی" آزر ساری بات سن کر خاموشی سے کھڑا اپنی چھڑی کو تکنے لگا۔

"سر اب کیا کریں گے؟ یہ تیسرا کیس ہے!" کچھ لمحوں کی گمبھیر خاموشی کے بعد گل یار نے پوچھا تھا۔

"وہی کریں گے گل یار جو ہمیں کرنا چاہیے"

"لیکن سر عنقریب آپ کا شادی بھی ہے"

"شادی ہے تو کیا ہوا؟ اپنی جاب چھوڑ دوں؟ میری شادی کی مجھ سے زیادہ تمہیں کیوں فکر ہو رہی ہے؟" آزر نے اسے آنکھیں دکھائیں.

www.novelsclubb.com

"سوری سر میں نے بس ایسے ہی یاد دلایا" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنا سر جھکا لیا۔

جواب میں آزر اسے محض گھورتا رہ گیا۔

"سر ہمیں اور کتنا انتظار کرنا ہو گا" چند ساعتوں کے بعد گل یار نے دوبارہ پوچھا۔

"پوسٹ مارٹم میں دو سے چار گھنٹے تو لگ ہی جاتے ہیں۔ اور تین گھنٹے بیت چکے ہیں۔ آنے والی ہو گی رپورٹ" وہ اپنی کلائی پر پہنی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا جب ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔

"جی ڈاکٹر حسن۔ کیا پتا چلا"

"آزر اس لڑکی کی موت ریسپائریٹری ڈسٹریس یعنی سانس کی تنگی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جس سے ان کے دماغ اور دل تک آکسیجن نہیں پہنچ سکی۔ جب ہمارے پاس مریضہ پہنچی تب تک وہ کومہ میں جا چکی تھیں"

"کیا؟" آزر کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

"لیکن ڈاکٹر صاحب اس کے شوہر نے تو کہا کہ اس نے خود کشی کی؟" گل یار خان نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے آپ کو موت کی وجہ بتائی ہے۔یعنی سانس کی تنگی! لیکن سانس کی تنگی کی وجہ ابھی نہیں بتائی"

یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کے ٹکڑے کو آزر کی جانب بڑھا دیا۔

"میں سمجھ گیا!" آزر نے رپورٹ دیکھتے ہی کہا۔"تھینک یو سو مچ ڈاکٹر حسن۔بس آپ سے ایک درخواست تھی میری"

"جی بتایئے"

"آپ لواحقین کو وجہ صرف ریسپائریٹری ڈسٹریس ہی بتایئے گا۔ابھی کے لئے! میں اس حوالے سے بعد میں انہیں سب سمجھا دوں گا"

"دیکھیں آزر میں ایسا نہیں کر سکتا۔مجھے انہیں سب صاف صاف بتانا ہو گا"

www.novelsclubb.com

"دیکھیئے صرف چند گھنٹوں کے لئے۔ چلیں آپ والدین کو بتادیں لیکن شوہر کو نہیں۔ مجرم کو قابو کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ تعاون کریں گے"

"اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے"

"بہت شکریہ۔ ہم چلتے ہیں۔ چلو گل یار" آزر تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"لیکن سر رپورٹ میں ہے کیا؟" گل یار مارے تجسس کے اس کے پیچھے دوڑتا ہوا پوچھنے لگا۔ لیکن آزر اس کی بات نظر انداز کرتا ہوا لڑکی کے والدین کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے لڑکی کے والد کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔ زرا فاصلے پر لے جا کر وہ گویا ہوا

"آپ لوگ میت کو لے جا سکتے ہیں۔ میں کچھ وقت آپ کو کفن دفن کے لئے دے رہا ہوں۔ لیکن اس کے بعد آپ کو تھانے آنا ہو گا۔ دیکھیں یہ آپ کی بیٹی کا حق ہے۔ کہ اس کی موت کی تفتیش کی جائے۔ باقی بات آپ کو ڈاکٹر حسن سمجھا دیں گے۔"

www.novelsclubb.com

بوڑھے والد نے بغیر کچھ کہے سر اثبات میں ہلا دیا تو آزر نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا۔اور پھر باہر کی طرف چل دیا۔گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ڈی آئی جی سہیل شیراز کا نمبر ملایا تھا۔چند ساعتوں کے بعد فون اٹھا لیا گیا۔

"جی آزر زمان؟"

"سر آپ کو ایک کیس رپورٹ کرنا ہے اور ابھی رپورٹ کرنا ضروری ہے۔آپ کے گھر آؤں یا آپ کے آفس؟"

"آپ ایسا کریں کہ تھانے میں اپنے آفس چلیں۔میٹنگ کال کریں۔میں بھی وہیں پہنچ رہا ہوں"

انہوں نے کہا تو اس نے فون بند کیا اور گل یار کی طرف دیکھنے لگا۔

"تھانے چلو گل یار"

"اوکے سر" گل یار نے گاڑی تھانے کی راستے پر دوڑا دی۔

www.novelsclubb.com

تھانے پہنچ کر اس نے سب کو کانفرنس روم میں بلوالیا۔تب تک ڈی آئی جی سہیل شیراز بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

شیشے کی دیواروں سے بنے کمرے کے عین وسط میں لمبے میز کے دونوں اطراف پڑی کرسیوں پر پوری ٹیم سامنے سفید بورڈ پر سیاہ مار کر چلاتے ہوئے آزر کی جانب ہمہ تن گوش تھی۔

"پہلا کیس" اس نے عدد 1 کے گرد مار کر سے دائرہ کھینچا، "جس میں لڑکی کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد طلاق نامہ بھیج کر لڑکا اپنے گھر والوں سمیت کہیں غائب ہو گیا۔اور اس کیس کی رپورٹ لڑکی کے والد نے ہمارے تھانے میں درج کروائی۔والد کے مطابق لڑکی کی چند ماہ قبل دونوں طرف کی رضامندی سے شادی ہوئی تھی۔یہ بظاہر اتنا سنگین معاملہ نہیں لگتا۔مال و دولت لوٹنے کا ماڈرن طریقہ لگتا ہے۔

دوسرا کیس جس میں ایک زخمی بے ہوش لڑکی کائنات ایک مصروف ہائی وے سے ملی۔اس کے بلڈ ٹیسٹ میں ایسی دوا ملی ہے جو حمل ضائع کر دیتی ہے۔کائنات کی اپنی حالت ابھی تک بہت نازک ہے۔گل یار خان آپ ان کے لواحقین تک پہنچ پائے یا نہیں"

"یس سر۔اس لڑکی کا تعلق راولپنڈی سے ہے لیکن اس کا شادی اسلام آباد میں دو ماہ پہلے ہوا تھا۔اس کے والد صاحب نے ہی ہمیں یہ سب تفصیلات بتایا ہے سر۔ہم نے لڑکے رضوان کے گھر چھاپا مارا لیکن وہاں تالہ لگا ہوا تھا۔سب بھاگ گیا سر"گل یار خان نے حسبِ عادت روانی سے بتایا۔

"اب آتے ہیں تیسرے یعنی آج کے کیس کی طرف۔اس میں بھی شادی کو دو سے تین ماہ گزرے ہیں۔والدین کے مطابق ان کی بیٹی بہت خوش تھی۔لیکن اس کے شوہر عمیر کے مطابق لڑکی جس کا نام فوزیہ تھا،کچھ دنوں سے عجیب حرکتیں کرتی تھی۔بیٹھے بیٹھے رونے لگتی تھی اور پوچھنے پر کچھ نہیں بتاتی تھی۔یہاں تک کہ اس نے خودکشی کی کوشش کی اور مر گئی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کہتی ہے کہ دل اور دماغ تک آکسیجن کی کمی موت کی وجہ بنی۔لیکن ساتھ ہی لڑکی کے جسم سے زہر بھی ملا ہے۔سیانائیڈ پوائزننگ کا کیس ہے۔ ایسا زہر دیا گیا جو بیماری کی علامات ظاہر کرتا ہے۔بظاہر پتا بھی نہیں چلتا کہ انسان زہر دینے کی وجہ سے مرا ہے یا قدرتی موت مرا ہے۔آپ لوگ میری بات سمجھ رہے ہیں؟"وہ بولتے بولتے رُک کر ان سب کی طرف دیکھنے لگا۔

"سر لیکن زہر کی موجودگی سے ہمیں یہ تو پتا نہیں چلتا کہ لڑکی نے خود کشی کی یا اسے کسی اور نے زہر دیا" وہاں موجود اے ایس آئی دلاور نے سوال کیا تھا۔

"میں سمجھاتا ہوں دلاور" سہیل شیراز جو بڑی خاموشی سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے تھے، اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے گویا ہوئے، "جب کسی نے خود کشی کرنی ہو تو اسے پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی موت کو خود کشی قرار دیا جائے گا یا طبّی موت۔ بلکہ عموماً خود کو مارنے والا چاہتا ہے کہ لوگوں کو پتہ چلے اس کی خود کشی کی۔ اس لئے وہ کبھی کوئی خط یا کوئی اور علامت چھوڑ جاتا ہے۔ اور عموماً مرنے کا کوئی آسان طریقہ اپناتا ہے جس سے اسے زیادہ تکلیف بھی نہ سہنی پڑے۔ لیکن جب کسی کو مارنا ہو تو ایسے طریقے کا انتخاب کیا جاتا ہے جس سے موت قدرتی لگے، قتل نہ لگے۔ اور مرنے والے کو بھی پتہ نہ چلے کہ اسے قتل کیا جا رہا ہے اور ایسا کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے جو اس کیس میں ہوا۔ چائے میں سیانائیڈ ملا دیا گیا"

"تو اسکا مطلب ہے کہ یہ بھی خود کشی کا نہیں بلکہ قتل کا کیس ہے سر؟" گل یار خان نے پوچھا

"پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے سے پہلے فوزیہ کے شوہر عمیر نے کہا کہ فوزیہ نے اس کے اور اپنے لیے رات کے کھانے کے بعد چائے بنائی۔ چائے سے پہلے اس نے اپنی دوا لی جو وہ چکر، شدید سر درد جیسی شکایات کے لئے دو چار دن سے لے رہی تھی اور چائے پیتے ہی فوزیہ کی حالت بگڑنے لگی۔ اس کا سانس اُکھڑنے لگا اور بے ہوشی طاری ہو گئی جس کے فوراً بعد عمیر اسے ہسپتال لے آیا۔ اور اس کے اسی بیان نے میرا شک اس کی طرف کر دیا۔

پھر ہم اس کے گھر گئے تو ہمیں کھانے کے برتن اور چائے کے دو کپ ان کے کمرے سے ملے، ان میں سے ایک کپ میں ہمیں وہ ذہر بھی ملا، فوزیہ کی سائیڈ ٹیبل سے باقی دواؤں کے ساتھ اس زہر کی شیشی بھی ملی، عمیر کے بیان کے عین مطابق۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایک لڑکی جو کھانا بناتی ہے، پیش کرتی ہے پھر چائے بناتی ہے اپنے اور اپنے شوہر کے لئے۔ شوہر کے ساتھ بیٹھ کر وہ زہر ملی چائے پیتی ہے خودکشی کرنے کے لئے؟ خودکشی سے پہلے اسے اتنا اہتمام کرنے کی کیا صرورت تھی؟ اس ساری صورتحال کے بعد میرا عمیر پر شک یقین میں بدل گیا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ٹھوس ثبوت ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکا جس کی بنا پر ہم عمیر کو مجرم قرار دے سکیں۔ اور لڑکی کے والدین کی رائے بھی اس کے حوالے سے بہت مثبت ہے۔ ان کے مطابق

وہ ایک بہت نیک اور خیال کرنے والا شخص ہے۔یعنی کہ ہم عمیر کو محض اپنے شک کے دائرے میں رکھ کر کچھ نہیں کر سکتے"

"کچھ تو آپ کو کرنا ہو گا۔اس کیس کی مزید تفتیش کریں۔معاملے کی جڑ تک جائیں اور ٹھوس ثبوت ڈھونڈیں۔پندرہ دن کے اندر سامنے آنے والے تین ایسے کیس جن میں شادی کے چند ماہ بعد لڑکی کے ساتھ ایسے واقعات کا ہونا، یہ بالکل بھی اتفاق نہیں ہو سکتا۔یہ کیس تو ہمارے سامنے آ گئے ہیں۔ ممکن ہے ایسے مزید واقعات آج کل میں ہوئے ہوں جن کی ابھی تک ہمارے پاس اطلاع نہیں پہنچی۔آپ قریبی علاقوں میں ایسے واقعات کی تفتیش کریں اور مجھے جلد از جلد ان تینوں وارداتوں کا مجرم اس تھانے کے اندر چاہیئے۔گُڈ لک!"انہوں نے حکم صادر کیا اور تیزی سے وہاں سے چل دیئے۔

ان کے جانے کے بعد چند ساعتوں کی خاموشی کے دوران آزر وائٹ بورڈ کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچتا رہا اور پھر دوبارہ اپنا رُخ ان سب کی طرف کیا۔

"اوکے ٹیم! کیا آپ سب اس مشن 'فور ٹوئنٹ' کے لئے تیار ہیں؟"

"یس سر" ان سب نے بیک وقت کہا۔ وہ انہیں ہدایات دینے لگا۔ سب کو ان کے کام سونپ کر وہ اپنے آفس میں لوٹ آیا۔ اور اپنی کرسی پر ڈھیر ہو کر آنکھیں موند لیں۔ چند لمحے اس نے یونہی گزر جانے دیئے۔ پھر آنکھیں کھول کر کرسی کی ٹیک چھوڑی۔ اس کی نگاہ سامنے میز پر رکھے فریم میں لگی ایک تصویر پر ٹھہر گئی۔ وہ فاخر زمان کی تصویر تھی۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر تصویر تھامی اور چند لمحے اسے تکتا رہا۔ اس کا پولیس فورس میں آنا صرف اس کا اپنا ہی نہیں، اس کے والد کا بھی خواب تھا۔ جو اس نے اپنی محنت اور قابلیت سے پورا کر دکھایا تھا۔

چند ثانیے بعد جیسے اسے کچھ یاد آیا ہو، اس نے تصویر کو دوبارہ میز پر اس کی مخصوص جگہ پر رکھا۔ اور اپنی گھومنے والی کرسی کو ہلکا سا پیچھے دھکیلا، کرسی کے نیچے لگے پہیے گھومتے ہوئے کرسی کو میز سے زرا فاصلے پر لے گئے، جہاں سے وہ باآسانی میز کے نیچے بنی درازوں کو کھول سکتا تھا۔ اس نے دائیں طرف بنی تین درازوں میں سب سے نچلی دراز کو کھول کر ایک فائل نکالی اور پھر دراز بند کر کے دوبارہ کرسی گھسیٹ کر آگے ہو گیا۔ اس نے فائل میز پر رکھ کر کھولی تو کچھ خستہ حال کاغذات اس کے سامنے آ گئے۔ کچھ دیر یونہی وہ ان کاغذات پر غور کرتا رہا۔ پھر اس کی نظر سامنے کی دیوار پر لگی گھڑی پر پڑی تو اسے وقت کا اندازہ ہوا کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر یہاں آیا تھا۔

اور اب فجر کا وقت ہونے والا تھا۔اس نے فائل کو دوبارہ اسی دارز میں رکھا اور گھر واپسی کے لیے اٹھ گیا

وہ جب گھر پہنچا تب فجر کا وقت ہو چلا تھا۔وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔لاؤنج میں بیٹھی ثمینہ زمان جن کی دیوان پر بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی،دروازے کی آواز سے چونک کر اٹھیں۔

"حد ہو گئی آزر۔ تھوڑی دیر کا کہہ کر تم اب واپس آ رہے ہو؟"

"بہت معذرت امی۔ مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ اتنی دیر لگ جائے گی"

"اچھا چائے پیو گے؟"

"جی میں نماز پڑھ کے آتا ہوں۔آپ ایک کپ چائے میرے کمرے میں بھیج دیجئے گا" وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا لیکن پھر پلٹا۔

"اچھا امی وہ۔۔۔آپ کے پاس خولہ کا نمبر ہو گا؟"

"ہاں بالکل ہے۔لیکن تمہیں اچانک کیوں چاہیئے نمبر؟شادی سے چار دن پہلے؟"

"بس مجھے کچھ بات کرنی تھی اس سے" وہ ان سے آنکھیں چراتے ہوئے کہنے لگا اور سیڑھیاں چڑھ گیا۔ وہ مسکرا دیں۔

وہ نماز پڑھ کر آیا تو سائیڈ ٹیبل پر چائے کے کپ کے ساتھ کاغذ کے ٹکڑے پر نمبر لکھا تھا۔ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے موبائل پر وہ نمبر ڈائل کیا اور ایک پیغام خولہ کے نام بھیج دیا۔

"ایس پی آزر ہیئر۔ ایڈووکیٹ خولہ افضل آپ اگر تھوڑا سا وقت نکال سکیں تو مجھے فون کیجیئے گا"

پیغام بھیج کر وہ بھاپ اُڑاتی چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا۔ پانچ سے سات منٹ بعد اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے جھٹ سے سکرین پر بنے سبز دائرے پر اپنا انگوٹھا رکھ دیا اور فون کان سے لگا لیا۔

"السلام وعلیکم"

"وعلیکم السلام۔ میں نے تو سنا تھا کہ ایس پی آزر زمان مجھ سے اب شادی کے بعد ہی بات کریں گے" فون کی دوسری طرف سے شکوہ کیا گیا تھا۔ وہ مسکرایا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک سنا تھا۔وہ اس لئے کہ میں آج کل بہت زیادہ مصروف رہ رہا ہوں۔اور اگر شادی سے پہلے میں بات کرنے کا کہہ دیتا لیکن پھر وقت نہ نکال پاتا تو مجھے اچھا نہ لگتا"

"تو پھر آج آپ کو مجھ سے کوئی کام تو نہیں پڑ گیا؟"

"آپ یہی سمجھ لیجیئے۔اچھا آپ کے گھر کے قریب کوئی فوزیہ نامی لڑکی رہتی تھی جس کی شادی کچھ ماہ قبل ہی ہوئی۔آپ کو یاد ہے؟"

"جی مجھے یاد ہے۔وہ میری دوست بھی ہے۔لیکن آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟"

"اس لڑکی کا کل رات انتقال ہو گیا"

"اوہ" وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔

"میں اس کیس کی تفتیش کر رہا ہوں اور اس کے والدین کا گھر آپ کے علاقے میں تھا تو مجھے اندازہ تھا کہ آپ اسے جانتی ہوں گی" یہ کہہ کر وہ اسے کیس کے متعلق بتانے لگا۔آزر ساری بات سن کر وہ گویا ہوئی۔

"دیکھیں ایس پی صاحب۔آپ کا پرائم سسپیکٹ قانون کی نظر میں بے گناہ ہے جب تک اس کے خلاف کوئی ثبوت آپ کو نہیں مل جاتا۔میرا مشورہ ہے آپ ثبوت اکٹھا کریں۔کیونکہ جو باتیں آپ نے بتائی ہیں ان کے مطابق یہ کیس خاصا کمزور ہے۔رہی بات اس کے والدین کی تو وہ ایک عرصے سے ہمارے پڑوسی ہیں اور اچھے سفید پوش لوگ ہیں،وہی کوٹ کچہریوں سے ڈرنے والے۔لیکن اگر اس سارے معاملے میں ان کو میری مدد چاہیئے ہو گی تو پراسیکیوٹر ہونے کی حیثیت سے مجھے ان کے کام آکر خوشی ہو گی۔"

"لیکن یہ یاد رہے کہ میں نے آپ سے کوئی سفارش نہیں کی۔میں بس اپنی الجھن سلجھانے کے لئے۔۔۔"وہ مزید کچھ کہہ رہا تھا کہ خولہ نے اسکی بات کاٹی۔

"جی جی میں جانتی ہوں۔اور آپ مجھ سے کسی کی سفارش کر بھی نہیں سکتے ایس پی آزر زمان۔مجھے لگتا ہے آپ ابھی مجھے جانتے نہیں ہیں"

"کوئی بعد نہیں۔کچھ دنوں میں جان جاؤں گا"اس نے جھٹ سے بات بنائی۔

"دیکھیں گے"

"انشاءاللہ" وہ مسکرایا تھا۔

"اب فون رکھتی ہوں۔اللہ حافظ" اس نے ٹھک سے رابطہ منقطع کر دیا۔

"یہ لڑکی تو زرا نہیں بدلی" آزر نے فون کٹ جانے کے بعد ہنستے ہوئے خود کلامی کی تھی۔

اگلی صبح وہ اپنے آفس میں بیٹھا ان تمام وارداتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔دستک کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور گل یار خان نے اندر آکر سلیوٹ کیا۔

"سر"

"جی گل یار تفتیش کہاں تک پہنچی؟" اس نے پوچھا

"سر فوزیہ کی دواؤں میں جو زہر کی شیشی ہمیں ملی تھی،اس کے بارے میں میں نے قریبی تمام کیمیکل اور میڈیکل سٹورز سے پتا کروایا ہے۔یہ ان میں سے کسی بھی سٹور پر دستیاب نہیں۔ عمیر کے گھر سے بھی ایسی کوئی رسید نہیں ملی جس سے پتہ چل سکے کہ وہ زہر کہاں سے خریدا گیا۔اور عمیر کے والدین عمیر کے مطابق عمرہ کرنے گئے ہوئے ہیں سر۔اور یہ سچ ہے۔وہ واقعی

عمرہ کے لئے بیس دن کے لئے گئے ہیں۔" گل یار خان حسبِ عادت بغیر رُکے روانی سے بتا رہا تھا کہ دروازے پر ہونے والی دستک نے اس کا تسلسل توڑا۔

"آجایئے" آزر نے کہا تو دروازہ کھول کر ایس ایچ او سکندر نے اندر قدم رکھا۔

"ایک بُری خبر ہے سر" ہاتھ کمر پر باندھے ایس ایچ او سکندر نے کہا تو آزر چوکنا ہوا۔

"سر قریبی گاؤں کے ایک گھر سے لڑکے کی لاش ملی ہے۔اور اس کی بیوی ساری جمع پونجی سمیت غائب ہے۔گھر میں ان دونوں میاں بیوی کے علاوہ لڑکے کا باپ رہتا ہے جو واردات کے وقت راجا بازار میں اپنی دکان پر تھا۔وہ کھانا کھانے کے لئے گھر آیا تو لڑکا مر چکا تھا۔گاؤں کے ہی کسی فرد نے پولیس سٹیشن میں اطلاع دی"

ایس ایچ او سکندر کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی آزر اپنی کرسی سے اٹھ چکا تھا۔

"پچھلی تین وارداتوں سے اس کیس کی کوئی مماثلت؟" اس نے پوچھا

"سر گذشتہ وارداتوں کی طرح لڑکے کی شادی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔لگ بھگ چار پانچ ماہ ہی ہوئے ہیں"

"اس واقعے کو کتنی دیر گزری ہے؟"

"یہ ہی کوئی ایک گھنٹہ سر"

"ٹیم سے نکلنے کے لئے کہو۔ گل یار خان گاؤں کے آس پاس ناکا لگوادو۔ لڑکی فرار ہوئی بھی ہے تو میں امید کرتا ہوں کے زیادہ دور نہیں گئی ہو گی"

"سر میں ٹیم کو نکلنے کا کہہ چکا ہوں۔ سب باہر تیار کھڑے ہیں" سکندر نے اسے بتایا۔

"تو چلو پھر"

وہ تیزی سے تھانے کا بیرونی دروازہ عبور کرتا ہوا پولیس جیپ میں بیٹھ گیا اور جیپ جائے وقوعہ کی جانب دوڑنے لگی۔

www.novelsclubb.com

◇◇◇

گاؤں سے واپس آجانے کے بعد وہ سب تھانے کے کانفرنس روم میں موجود تھے۔ پورے کمرے میں سنسنی خیز خاموشی تھی جسے گل یار خان کے معصومانہ سوال نے توڑا۔

"اب ہم کیا کریں گے سر"

آزر جو ہاتھ میز پر رکھے جھک کر کھڑا تھا،اس سوال پر سیدھا ہوا۔

"اتنی بات تو ہم سمجھ چکے ہیں کہ ان تمام ملتی جلتی وارداتوں کے پیچھے سرغنہ کوئی ایک ہے جس نے یہ پوار گینگ بنایااور وہ اتنی تیزی اور اتنی سفاکی سے کام کر رہا ہے کہ نہ کوئی سراغ ملتا ہے اور نہ کوئی ثبوت۔اور یہ آج کا کیس اگر انہی وارداتوں میں سے ایک ہے تو یہ بہت تشویش ناک بات ہے۔کیونکہ آج کی واردات میں لڑکی ملوث ہے۔آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟"

"یس سر" سب نے یک بیک کہا۔

"نو سر" یہ گل یار تھا،"سر لڑکی کے ملوث ہونے سے تشویش کیسی؟کیس تو سارے ہی تشویش ناک ہیں"

"دیکھو گل یار۔تشویش اس لئے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ آیا وہ لڑکی ہی مجرم ہے یا کسی اور نے یہ سب کیااور لڑکی کو بھی ساتھ لے گیا۔اور اگر دوسری بات حقیقت ثابت ہوئی تو وہ اس لڑکی کے ساتھ کیا کرے گا"

www.novelsclubb.com

جواب میں گل یار خان فقط سر ہی ہلا سکا۔ایس ایچ او سکندر اسی پل کوئی رپورٹ ہاتھ میں اٹھائے اندر آئے تھے۔

"سر۔اس لڑکے جس کا نام عامر ہے، کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق اس کی موت ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہوئی ہے۔اور ہارٹ اٹیک کی وجہ تھا زہر۔۔۔پوٹاشیئم کی ہائی ڈوز!"

"DAMN IT!"

آزر نے بے ساختہ اپنا ہاتھ میز پر مارا۔"اور یہ زہر دیا کیسے گیا؟"

"انجیکشن کے ذریعے سر۔اور کچھ ہی منٹوں میں لڑکا زندگی کی بازی ہار گیا"

"کیا یہ ممکن ہے کہ اس کی بیوی نے خود اسے ایسا انجیکشن لگایا ہو گا؟"آزر نے سوالیہ نظروں سے سب کی جانب دیکھا۔

"بالکل ممکن ہے سر۔کیونکہ عامر ذیابیطس کا مریض تھا اور روزانہ باقاعدگی سے انسولین لگاتا تھا۔ہو سکتا ہے کہ انسولین کے بہانے۔۔۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سکندر صاحب۔جو صورتحال ہمارے سامنے ہے اس میں ممکن ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو گا۔

ان وارداتوں کے اصل مجرم کو جلد از جلد ڈھونڈنا بے انتہا ضروری ہوتا جا رہا ہے لیکن ابھی تک اس کی کاروائی کا کوئی تسلی بخش نتیجہ نہیں مل رہا" وہ کہہ رہا تھا۔

اس کا فون بجنے لگا۔اے ایس آئی دلاور کا فون تھا جو عمیر کی نگرانی پر معمور تھا۔اس کی چھٹی حس نے اسے احساس دلایا کہ کچھ غلط ہوا ہے۔اس نے اسی اضطراب میں فون موصول کیا تھا۔

"سر۔عمیر ہاتھ سے نکل گیا" اس کے فون اٹھاتے ہی دلاور کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"واٹ؟ کیسے نکل گیا ہاتھ سے؟ تم لوگ کیا سو رہے تھے؟" یکے بعد دیگرے ملنے والی بری خبروں سے ایک لمحے کو وہ اپنا ضبط کھو بیٹھا۔مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنا غصہ قابو کر لیا۔

"ہم مسلسل نگرانی کر رہے تھے سر۔کل سے اسے گھر سے باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا سر۔مجھے آج تشویش ہوئی تو میں نے اندر جا کر چیک کیا۔گھر میں کوئی نہیں ہے۔گھر کے سٹور روم سے

ایک دروازہ پچھلی گلی میں کھلتا ہے سر۔یقیناً وہاں سے وہ فرار ہو گیا۔اور سر ممکن ہے کہ وہ بہت پہلے ہی فرار ہو چکا ہو۔شاید کل ہی "دلاور نے اندیشہ ظاہر کیا تو وہ اپنے لب کاٹنے لگا۔

"دلاور میں کچھ دیر میں تمہارے پاس آرہا ہوں، تم وہیں رو کو۔جس راستے سے وہ فرار ہوا ہے وہاں اپنی ٹیم میں سے کسی کو بھیج کر پتہ لگاؤ شاید کوئی سراغ مل جائے اور ساتھ ہی وہاں کی نگرانی کرنے کے لئے کہو۔"اس نے کہا اور فون کاٹ کر باقی سب کی طرف مڑ گیا۔

"عمیر کے گھر کی خوب اچھی طرح تلاشی لی تھی نا ہم نے؟"اس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ اسے غصہ آرہا تھا۔

"جی سر "ایس ایچ او سکندر نے کہا۔

"سکندر صاحب کیا آپ کو معلوم تھا کہ اس کے گھر کے اس چھوٹے سے سٹور میں کوئی خفیہ دروازہ بھی تھا!؟"

"سوری سر۔اس بات کا مجھے علم نہیں"

"اتنی بڑی غلطی آپ کیسے کر سکتے ہیں؟ پہلی غلطی تو مجھ سے ہوئی اسے اس کے گھر جانے کی اجازت دے دی میں نے۔ لیکن۔۔۔ خیر۔اب چلیں میرے ساتھ۔ گل یار تم بھی آؤ"

وہ انہیں ساتھ لے کر عمیر کے گھر پہنچا اور سیدھا سٹور روم کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں وہ دروازہ، بلکہ وہ دراصل دیوار کا ہی حصہ تھا جو باہر کی طرف دھکیل کر کھولا گیا تھا۔ یعنی اسے بند کرنے پر کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ دیوار کا وہ حصہ دراصل دروازہ ہے۔

"سر اس دیوار کے آگے یہ سامان اگر نہ ہٹایا گیا ہوتا تو ہمیں اب بھی پتا نہ چلتا کہ یہاں کوئی دروازہ ہے" گل یار خان حیرت سے اس دروازے کو دیکھتا ہوا کہنے لگا۔

"حیران ہونا بند کرو اور اس گھر کی دوبارہ تلاشی لو۔ ایک ایک اینٹ چیک کرو یہاں کی۔ میں زرا سی کوتاہی بھی اب برداشت نہیں کروں گا۔ اپنے سروں میں پڑے ان دماغوں کو استعمال کرو۔ اپنے کان اور آنکھیں ضرورت سے زیادہ کھلے رکھو۔ اور سراغ ڈھونڈو۔ ہری اپ" اس کی بات مکمل ہوتے ہی سب تیزی سے حرکت میں آ گئے۔ وہ خود بھی آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی وہ آدھی سیڑھیاں ہی چڑھا تھا کہ اسے کچھ عجیب لگا۔ وہ وہیں

رک گیا اور جھک کر اپنی درمیانی انگلی کی پشت اس سیڑھی پر مارنے لگا جس پر وہ کھڑا تھا۔ پھر اس سے نچلی دو تین سیڑھیوں پر اس نے یہی عمل دہرایا۔ ٹھک ٹھک کی آواز پیدا ہونے سے وہ سیڑھیاں لکڑی سے بنی معلوم ہوتی تھیں جن پر ماربل جیسا پینٹ اتنی مہارت سے کیا گیا تھا کہ وہ چوکنا نہ ہوتا تو شاید اسے بھی پتا نہ چلتا۔ وہ دبے پاؤں واپس اتر گیا اور سیڑھیوں کا معائنہ کرنے لگا۔ کچھ عجیب تھا مگر سمجھ سے باہر تھا۔ سیڑھیاں دیوار کے ساتھ ساتھ تھیں اور ان کے ساتھ لکڑی کی ریلنگ لگائی گئی تھی۔ جس کے آغاز پر لکڑی سے ہی گول دائرہ نما ڈیزائن تراشا گیا تھا۔ جیسے عموماً ریلنگ پر بنایا جاتا ہے۔ سیڑھیوں کے نیچے کی جگہ کو بھی اسی طرح ماربل پینٹ کی گئی لکڑی سے بند کر دیا گیا تھا۔ وہ معائنے میں مگن تھا کہ گل یار خان وہاں چلا آیا۔

www.novelsclubb.com

"سر اوپر چیک کر آئے آپ؟"

"نہیں۔۔۔ گل یار زرا یہاں آؤ" گل یار خان تیزی سے اس کے قریب لپکا۔

"جی سر؟"

"یہ سیڑھیاں تمہیں کچھ عجیب نہیں لگ رہیں؟"

"سر میرے خیال سے سیڑھیاں تو ایسی ہی ہوتی ہیں" اس کا انداز معصومانہ تھا۔

"بیوقوف ہاتھ لگا کر دیکھو" آزر نے اسے گھورا۔ وہ کسمساتا ہوا آگے بڑھ کر سیڑھیوں کر ہاتھ سے بجانے لگا۔

"یہ تو لکڑی کا بنا ہوا لگتا ہے سر" وہ آزر سے کہتا ہوا سیڑھیوں کو اوپر تک دیکھنے لگا۔ اس کی نظریں سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ بنی دیوار پر آ کر ٹھہر گئیں۔ اس نے آنکھیں سکیڑ کر جیسے کچھ تلاشنا چاہا۔ اور پھر چونک کر آگے بڑھا۔

"سر یہ ادھر دیکھیں یہ کیا ہے" وہ حیران ہوتا ہوا کہہ رہا تھا۔ دیوار پر پہلی سیڑھی کے ساتھ سے لگ بھگ سات فُٹ اوپر تک انگریزی حرف سی جیسا خم بنا تھا جو ایک آدھ سینٹی میٹر اندر کی طرف دھنسا ہوا تھا۔ گل یار خان کی نظروں کے تعاقب میں آزر نے اس جانب دیکھا اور پھر دیوار کے قریب آیا۔

"کیا ہے؟ پلاسٹر آف پیرس سے ڈیزائن بنا ہوا ہے دیوار پر"

"گھر کی کسی اور دیوار پر ایسا ڈیزائن نہیں ہے سر" گل یار نے کہا تو آزر نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر گھر کی باقی دیواروں پر نگاہ دوڑائی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ عجیب بات ہے" وہ اب دیوار پر بنے اس خم کو بغور دیکھنے لگا۔ پھر سیڑھیوں سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر اس پوری جگہ پر نگاہ دوڑائی۔

"گل یار ان سیڑھیوں کو اوپر اٹھاؤ" کچھ سمجھ آنے پر اس نے کہا۔

"اوپر اٹھاؤں مطلب؟" وہ نا سمجھی کے عالم میں پوچھ رہا تھا۔ آزر آگے بڑھا اور پہلی سیڑھی پر جھک کر اسے اوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ گل یار نے اس کی پیروی کرتے ہوئے دوسری طرف سے جھک کر سیڑھی کو اوپر اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔

"یہ تو اپنی جگہ سے نہیں ہلتا سر" چند لمحے زور لگانے پر گل یار نے ہار مان کر ریکنگ کے آغاز پر بنے اس گول دائرے پر کہنی ٹکا کر سہارا لیا۔

"کوئی تو عجیب احساس ہے اس جگہ کا" آزر زمین پر بیٹھ کر سیڑھیوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"چلیں اوپر دے ے کھ۔۔۔یہ کیا تھا!"اس نے کہنی ہٹا کر گول دائرے کو تھام کر اوپر جانے کے لئے قدم اٹھایا ہی تھا کہ وہ گول دائرہ گھوم گیا۔اس کے گھومتے ہی پہلی سیڑھی کلِک کی آواز کے ساتھ زمین سے زرا اوپر اٹھی تھی۔آزر نے چونک کر گل یار کو اور پھر سیڑھیوں کو دیکھا۔

"کیا مطلب یہ کوئی بٹن تھا؟"گل یار مارے حیرت کے اس گول دائرے کو دیکھنے لگا۔

"چلو اب اٹھاتے ہیں ان سیڑھیوں کو اوپر"آزر نے کہا تو گل یار اس کے ساتھ مل کر اوپر دھکا لگانے لگا۔زرا سا زور لگانے پر سیڑھیاں دیوار پر بنے خم میں گزرتی آرام سے اوپر اٹھتی چلی گئیں۔سامنے کا منظر ان کو چونکا دینے کے لئے کافی تھا!وہاں اور سیڑھیاں موجود تھیں جو نیچے یعنی بیسمنٹ کی طرف جاتی تھیں۔آزر نے گل یار اور گل یار نے آزر کی طرف حیرت سے دیکھا تھا۔

"ماڑا یہ تو پورا سانپ سیڑھی کا کھیل ہے سر۔یہاں سے سیڑھی اوپر جاتا تھا۔مگر دراصل یہاں سے سیڑھی نیچے جاتا ہے" گل یار خان گویا حیرانی کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا۔اور آزر کو وہ ایسی باتیں کرتا ہوا زرا نہیں بھاتا تھا۔اس نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"تو یہاں اس گھر میں صرف خفیہ دروازہ نہیں بلکہ خفیہ تہہ خانہ بھی ہے۔۔۔گل یار میں نیچے جا رہا ہوں۔تم فارنزِک ٹیم سے کہو کہ یہاں آئیں" یہ کہہ کر اس نے اپنی پستول ہاتھ میں تھام لی اور آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا سیڑھیاں اترنے لگا۔نیچے خاصا اندھیرا تھا۔اس نے اپنے موبائل کی لائیٹ جلائی اور سامنے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔لگ بھگ پندرہ سیڑھیوں کے بعد وہ جس جگہ پہنچا،اس کا احاطہ خاصا وسیع تھا۔اس وسیع کمرے کی چاروں اطراف دیوار کے ساتھ ساتھ خانے بنے ہوئے تھے جن میں طرح طرح کے کیمیکلز کی شیشیاں موجود تھیں۔اور چاروں طرف ہی ماربل کے شیلف بنے ہوئے تھے۔جن پر کئی طرح کے بیکر،ڈراپر اور انہی چیزوں سے متعلقہ سامان رکھا تھا۔ایک دیوار پر موجود خانے خالی تھے اور اس طرف کی شیلف پر کمپیوٹر اور پرنٹر سیٹ کیا گیا تھا۔پورے وسیع کمرے میں روشنی ڈال کر اس نے تسلی کر لی کہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔اب وہ سوئچ بورڈ تلاش کر رہا تھا تاکہ لائیٹ جلا سکے۔چند لمحوں کی تلاش کے بعد آخر اسے سوئچ بورڈ نظر آیا۔اس نے آگے بڑھ کر بٹن دبانے شروع کیے۔اگلے لمحے سفید چمکتی ہوئی روشنی اس کمرے میں پھیل چکی تھی۔فارنزک ٹیم وہاں آگئی تو وہ انہیں سارے

کیمیکلز کے نمونے لینے کا کہہ کر کمپیوٹر کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں فارنزک ٹیم کا ایک فرد کمپیوٹر میں موجود مختلف فائلوں پر تیزی سے کلک کر رہا تھا۔

"جنید کچھ ملا اس میں سے؟" اس نے پوچھا

"سر اس کمپیوٹر میں کچھ بھی ہمارے کام کا نہیں۔ شاید ان کیمیکلز کا سارا ریکارڈ نکال لیا گیا ہے"

"یہ تو ہونا ہی تھا۔" وہ ایک طرف ہٹ کر سارے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

"یہ عمیر کرتا کیا تھا؟ میرا مطلب ہے کام کیا کرتا تھا؟" اس نے قریب کھڑے ایس ایچ او سکندر سے پوچھا۔

"فری لانسنگ سر۔ گھر بیٹھ کر ہی کماتا تھا۔ اس کے لیپ ٹاپ میں سارا ریکارڈ موجود ہے۔ ہم اس کے بیان کے سارے اہم نکات کی تصدیق کر چکے ہیں۔ لیکن اس ساری صورتحال کی ہم نے توقع نہیں کی تھی" سکندر کی ساری بات سن کر وہ خاموشی سے کھڑا رہا۔ یہ کہانی اس کی سوچ سے زیادہ الجھی ہوئی تھی۔

◇◇◇

11 جنوری 2018ء- مہندی کا دن۔

زمان ہاؤس میں ان کا یہ ایک ہفتہ گویا چٹکیوں میں گزر گیا۔ گھر میں مہندی کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ پورا گھر اندر باہر سے پوری طرح سج چکا تھا۔ گیندے کے پھولوں کی لڑیوں نے ہر دیوار کو ڈھک رکھا تھا۔ گھر کے بڑے ہال میں موجود مہمانوں کے رش میں اپنا ہلکے پیلے رنگ کا بنارسی پاؤں تک آتا فراک سنبھالتی ہوئی سبز جالی دار دوپٹہ گلے میں ڈالے عمارہ کندھوں تک آتے ہلکے بھورے بالوں کو کھولے سب مہمانوں سے مل کر انہیں بیٹھنے کی جگہ بتا رہی تھی کہ کچھ ہی دیر میں کھانے کا آغاز ہونے والا تھا۔ وہ دلہے کی اکلوتی پھوپھو زاد بہن ہوتے ہوئے یہ زمہ داری بڑے شوق سے نبھا رہی تھی۔

"عمارہ بیٹے تم نے علی کو کہیں دیکھا؟" ثمینہ ممانی نے اسے روک کر اس سے پوچھا تھا۔

"جی ممانی جان کچھ دیر پہلے اوپر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ کو کوئی کام تھا؟ میں بلا لاتی ہوں"

www.novelsclubb.com

"ہاں پلیز اسے بلا لاؤ۔ میں کب سے ڈھونڈ رہی ہوں" انہوں نے کہا تو وہ مہمانوں کے بیچ سے جگہ بناتی ہوئی سیڑھیوں کی جانب چل دی۔ سنہری پٹیوں والی ایک انچ اونچی ہیل میں وہ سہج سہج کر قدم بڑھا رہی تھی۔ آدھی سیڑھیوں کے بعد تھوڑا وقفہ تھا اور پھر خم کے بعد دوبارہ سیڑھیاں شروع ہوتی تھیں۔ اس نے دوبارہ شروع ہوتی سیڑھیوں پر قدم رکھا تو اوپر سے نیچے آنے والے کسی شخص نے اس کی کلائی تھام لی۔ وہ چونک کر مڑی تھی۔

"کیا آپ کا نام جان سکتا ہوں مِس گارجیئس (خوبصورت)؟" وہ کوئی انجان مہمان لڑکا تھا جو نیچے آ رہا تھا مگر عمارہ کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔ عمارہ نے جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑوائی اور غصے بھری نگاہ اس پر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔

www.novelsclubb.com

"بات سنو" اس لڑکے نے تیزی سے دوبارہ اس کا بایاں بازو پکڑ کر اسے ہلکا سا اپنی طرف جھٹکا دیا۔ عمارہ کا پیر تھوڑا سا مڑا لیکن اس نے فوراً اپنا توازن برقرار کر لیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑو" عمارہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لہجے کو حتی الامکان سخت رکھا تھا۔

"میری بات سن لو پھر چھوڑ دوں گا"

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔میرا بازو چھوڑو نہیں تو میں شور مچادوں گی"

وہ اپنا بازو اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے دھمکانے لگی۔

"اچھا! لیکن شور تو اس وقت تم نے پہلے ہی مچا رکھا ہے اپنی کلائیوں میں بھری ان زرد چوڑیوں سے "اس لڑکے نے اس کی ہاتھ چھڑوانے کی کوشش میں کھن کھن کرتی کانچ کی چوڑیوں کی جانب دیکھ کر ڈھٹائی سے کہا۔ابھی وہ شخص مزید کچھ کہنے والا تھا کہ عمارہ نے پوری قوت سے اپنا پاؤں اس کے پاؤں پہ رکھ دیا۔اس کے جوتے کی ہیل نے لڑکے کے پاؤں کی چھوٹی انگلی کو تقریباً کچل دیا تھا۔وہ درد سے تلملایا تو عمارہ کا بازو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

"آج تمہیں سمجھ آگئی ہو گی کہ لڑکیاں اتنی اونچی ہیل کیوں پہنتی ہیں۔تاکہ وہ تم جیسوں کو اپنے جوتوں کی ایڑی تلے کچل سکیں"پورے اعتماد کے ساتھ کہہ کر اگلے ہی لمحے اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر عمارہ نے اس کا بازو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا اور موڑتے ہوئے اس کی کمر

کے پیچھے لا کر بائیں ہاتھ سے اس کا سر دیوار پر دے مارا۔اس لڑکے کے منہ سے ایک آہ نکلی تھی۔اب اس کا منہ دیوار سے لگا ہوا تھا اور پشت عمارہ کی طرف تھی۔

علی اپنے گھنگریالے بالوں میں کنگھی کرنے کے سے انداز میں ہاتھ پھیرتا ہوا سیڑھیاں اترتا نیچے آرہا تھا کہ یکدم اس کے قدم ٹھہر گئے۔آگے کا منظر اسے اچھا خاصا حیران کر دینے کے لئے کافی تھا۔ایک دو سیکنڈ اسے ساری صورتحال کو سمجھنے میں لگ گئے۔

"عمارہ" معاملہ سمجھ آنے پر اس نے پکارا اور تیزی سے نیچے آیا۔

"علی بھائی اس انسان نما مخلوق کو یہاں سے چلتا کریں نہیں تو میں اس کے یہ ہاتھ توڑ دوں گی آج جس سے اس نے میرا بازو پکڑا وہ بھی دو دفعہ" عمارہ پوری طاقت سے اس لڑکے کے سر کو دیوار کے ساتھ لگائے ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

"اچھا تم چھوڑو اسے،اب اس نے میں نمٹتا ہوں" علی دیوار سے لگے اس شخص کو دیکھتے ہوئے ان کی جانب بڑھا تھا۔عمارہ نے اسے چھوڑ دیا اور خود علی کے چوڑے کندھوں کی اوٹ میں ہو گئی۔وہ لڑکا بمشکل اپنا منہ سیدھا کرتا ہوا ان کی جانب مڑا،اس کا سر کی ایک جانب دیوار سے

ٹکر لگنے کی وجہ سے سُوج کر گولا سا بن چکا تھا۔ابھی وہ پوری طرح سنبھلا نہیں تھا کہ ایک زوردار مکا اس کے گال پر آ لگا۔یہ علی کی طرف سے تھا۔

"یہ تو صرف تمہارے ہاتھ توڑے گی۔لیکن اگر تم مجھے یہاں خواتین کے بیچ دوبارہ نظر آئے تو میں یہ منہ بھی توڑ دوں گا اور وہ بھی سب کے سامنے!آئی سمجھ!؟"علی نے ماتھے پر بل ڈال کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔عمارہ جو اس کے پیچھے کھڑی تھی،اس کی غصے سے بند ہوئی مٹھیاں دیکھ سکتی تھی۔اس نے ہر وقت ہنسنے ہنسانے والے علی کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا تھا۔وہ لڑکا علی کی دھمکی سن کر ماتھے پر بل ڈالے کچھ کہے بغیر اپنا گال سہلاتا ہوا نیچے کو چل دیا۔

"تم ٹھیک ہو؟" علی عمارہ کی جانب مڑا۔

عمارہ نے محض اثبات میں سر ہلایا۔علی نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں نم تھیں۔

"تم۔۔۔تم رو رہی ہو عمارہ؟"

www.novelsclubb.com

"کیا؟" علی کی بات پر عمارہ نے چونک کر اسے دیکھا۔اسی لمحے اسے احساس ہوا کہ اس کے آنسو رواں تھے۔اس نے جھٹ سے سر جھکایا اور اپنا ہاتھ آنسو صاف کرنے کی غرض سے اپنے گال پر پھیر دیا

"ایک تگڑے جوان لڑکے کو ابھی کچھ دیر پہلے رونے پر مجبور کیا ہوا تھا تم نے۔۔۔تم نے عمارہ! یہ تم ہی تھی نا؟ وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔اس کے لئے وہ اپنا دفاع کرتی ہوئی عمارہ بھی نئ تھی۔اور اب یہ آنسو بہاتی ہوئی عمارہ بھی نئ تھی۔اس کی بات پر عمارہ نے سر اٹھا کر اسے گھورا تھا۔عمارہ کے سر اٹھاتے ہی ایک بار پھر وہ ہنسنا چاہتا تھا۔لیکن عمارہ کی گھورتی آنکھوں کے سبب اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنے کرتے کی جیب سے رومال نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔

"اچھا یہ ناک صاف کر لو پلیز۔زرا اچھی نہیں لگ رہی" اس کا اشارہ عمارہ کی بہتی ناک کی طرف تھا۔عمارہ کو وہ مسکراہٹ دبا کر اس کی طرف دیکھتا ہوا بے حد برا لگا تھا۔اس نے خفگی سے رومال علی کے ہاتھ سے لیا۔ناک صاف کی اور واپس علی کی طرف بڑھا دیا۔

www.novelsclubb.com

"اِیووو۔ میں نہیں لے رہا اب یہ واپس۔ تم رکھ لو" علی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے تنگ کرنے کے سے انداز میں کہا تھا کہ اس کی ایسی باتوں پر عمارہ کا کوئی زبردست جواب ملا کرتا تھا۔ لیکن اس وقت عمارہ نے خاموشی سے وہ رومال پیچھے ہٹا لیا۔

"وہ آپ کو ممانی نے بلایا تھا۔ میں اس لئے آپ کو بلانے آئی تھی اوپر"

"اچھا۔ چلو چلیں نیچے۔۔۔ ٹھیک ہو نا تم" اس نے احتیاطاً پوچھا تھا۔

عمارہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر اپنا گلے میں لیا ہوا دوپٹہ کھول کر اچھے سے اپنے گرد لپیٹنے لگی۔ علی اس کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سیڑھیاں اترنے کے لئے آگے بڑھی تو علی نے پکارا۔

"ایک بات کہوں عمارہ؟" وہ چلتے چلتے رک گئی۔ علی دو قدم چل کر اس کے سامنے آیا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ اب یہ دوپٹہ تمہیں اس جیسے لڑکوں کی بری نظروں سے چھپا لے گا؟ اگر ایسا ہے تو پہلے کیوں نہیں تم نے خود کو اس دوپٹے میں چھپا لیا؟ یہ سب ہونے سے پہلے؟" وہ بہت نرمی سے کہہ رہا تھا۔ عمارہ نے بلا اختیار اسے دیکھا تھا۔

"پتہ نہیں۔میں نے تو بلاارادہ ہی۔۔۔"وہ ابر آلود سوچوں پر ترتیب دینے کی کوشش کرنے لگی مگر بات نہ بن پائی تو ادھوری چھوڑ دی

"مطلب کہ واقعی یہ تم جیسی قیمتی لڑکیوں کو چھپانے کیلئے ہے عمارہ"،اس کے انداز میں نرمی اور رعب دونوں برابر تھے،"کیونکہ اسے تم بلاارادہ اس وقت اپنے گرد لپیٹ رہی ہو جس وقت تمہیں کسی کی نظروں سے خوف آیا ہے"وہ مسلسل اسے دیکھ رہی تھی، "اور یقین کرو کہ اب جب یہ دوپٹہ تمہارے گرد ہے،تم زیادہ خوبصورت لگنے کے ساتھ ساتھ زیادہ معزز بھی لگ رہی ہو۔اور پتہ ہے لڑکی کا معزز لگنا بہت ضروری ہے کیونکہ لڑکی بذاتِ خود معزز ہے!" آخری جملہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بات کرتا ہوا اعلی اسے کچھ الگ سا لگا تھا۔

"چلو آجاؤ اب۔اس سے پہلے کے امی کی ڈانٹ سننی پڑ جائے" اس نے کہا اور دوڑتا ہوا سیڑھیاں اتر گیا۔عمارہ اس کو جاتا دیکھتے ہوئے دوپٹے کو مزید اچھی طرح اپنے گرد لپیٹنے لگی تھی۔

◇◇◇

www.novelsclubb.com

زندگی وقت کے ساتھ اپنے معمول پر آنے لگی تھی۔اس کی انٹرن شپ شروع ہو چکی تھی اور ماما نے خود کو بچوں میں مصروف کر رکھا تھا جنہیں وہ دن میں دو مرتبہ ترجمے کے ساتھ قرآن پاک پڑھایا کرتی تھیں۔آمنہ خالہ کچھ دن مزید وہاں رہ کر واپس جا چکی تھیں۔علیشہ بھی اکثر چکر لگا لیا کرتی تھی۔اور وہ خود صبح کی گئی شام کو گھر لوٹتی تو بھوک سے اس کی جان جا رہی ہوتی تھی۔کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر سب گھر والوں کے ساتھ وقت بِتاتی۔معاز کے ساتھ کھیلتی۔ماما کو اپنی بچپن کی عادت کے مطابق دن بھر کی روداد سناتی اور پھر رات دیر تلک اپنے کام نمٹا کر سو جاتی۔

درد سے بھاگنے کا سب سے بہتر راستہ ہے کہ خود کو زندگی کی ہلچل میں بہت مصروف کر لیا جائے۔سو اس نے بھی خود کو اتنا مصروف کر لیا تھا کہ زندگی سے بچھڑ جانے والے اپنوں کا غم اسے نہ ستا سکے۔پھر بھی کبھی کبھی اس کے اندر کا خالی پن بڑھنے لگتا تو وہ ماما کو دیکھ کر خود کو مضبوط کر لیتی تھی۔ماما وقت کے ساتھ کچھ کچھ سنبھل رہی تھیں اور اس کے لئے یہی کافی تھا۔

www.novelsclubb.com

ان کی عدت مکمل ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔اسے کچھ ادھورے کام مکمل کرنے اسلام آباد جانا تو تھا ہی اور وہ ماما کی عدت کے بعد انہیں بھی اسلام آباد لے جانا چاہتی تھی۔

آج اسے ہسپتال سے چھٹی تھی سو کئی دنوں بعد آج پھر وہ اپنے مخصوص انداز میں بیڈ پر تکیے سے ٹیک لگائے لیپ ٹاپ پر فیس بک کھولے بیٹھی تھی۔کچھ لکھنا چاہتی تھی مگر لکھ نہیں پا رہی تھی تو بے مقصد سکرولنگ کرنے لگی۔اس کی ہر تحریر پر Mr. MR نامی شخص نے کمنٹ کر رکھا تھا۔ کمینٹس پڑھنے کے بعد اس نے اپنا ان باکس کھولا جہاں لوگوں نے اس کی تحریروں کی تعریف میں اس کے لئے پیغام چھوڑے تھے۔کچھ پیغامات میں اس کی اپنی ذات کے متعلق سوال تھے اور کچھ نے اسے اپنی زندگی کی پوری روداد سنا رکھی تھی۔وہ بہت سوشل نہیں تھی اس لئے کبھی سوشل میڈیا کے لوگوں سے رابطے میں نہیں رہتی تھی۔پیغامات بھی کبھی پڑھ لیتی، کبھی وہ یونہی پڑے رہتے لیکن اس نے کبھی کسی کو کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔اور آج وہ بلاارادہ کسی کسی کو چھوٹا موٹا جواب دے رہی تھی۔تعریفی باتوں پر شکریہ اور دکھی کہانیوں پر دعا کی حد تک۔انہی پیغامات میں اسی مسٹر ایم آر کا پیغام بھی موجود تھا۔اس نے بلاارادہ اس پر کلک کیا تھا۔

"چائے یا کافی؟" رومن اردو میں لکھا گیا تھا۔

"چائے یا کافی؟" اس نے زیرِ لب دہرایا۔

"نام تو عجیب ہے ہی، پیغام بھی عجیب!" کہہ کر اس نے سر جھٹک دیا۔اور پھر وہ اس کام سے تھکنے لگی تو ان بکس بند کر دیا۔چند لمحے وہ آنکھیں بند کیے تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی رہی۔پھر کچھ لکھے بغیر لیپ ٹاپ بند کر کے سونے کے لئے لیٹ گئی۔

◇◇◇

مہندی کی تقریب رات دیر تک چلتی رہی تھی۔اور اب جنوری کی ٹھنڈی رات کے باعث سب کمروں میں جا چکے تھے۔وہ سیاہ شال جس کے دونوں اطراف گلابی اور سرخ رنگ کے دھاگے کی کڑھائی سے پھول بنے ہوئے تھے،اوڑھے گھر کے صحن میں بنے بیسن پر کھڑی گرم پانی سے اپنے ہاتھوں کی خشک ہوئی مہندی اتار رہی تھی کیونکہ ایک گھنٹے سے لگی ہوئی مہندی نے اس کے ہاتھ یخ کر دیئے تھے۔شوق کا کوئی مول نہیں ہوتا نا۔اسے مہندی لگوانے کا ہمیشہ سے شوق

تھا اور مہندی کی خوشبو بھی اس کے لئے دنیا کی سب سے دلفریب خوشبو تھی۔جب وہ مہندی دھو چکی تو مہندی کے بھورے رنگ سے بھرے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگی۔

"نمکو کھاؤ گی" علی خدا جانے کب وہاں آیا تھا،اس نے اچانک نمکو کا کھلا ہوا لفافہ اس کے سامنے لا کر کہا تو وہ چونک گئی۔

"اللہ! ڈر گئی میں۔ایسے آفر کرتے ہیں نمکو؟"

"ہاہاہا۔مجھے تو لگا تھا کہ تم اس کو پلٹ کر دو چار زبردست سی کِک مارو گی اور یہ گھر سے کہیں دور جا گرے گا" یہ محد تھا جو علی کے ساتھ وہاں آدھمکا تھا۔عمارہ نے نمکو لینے کے لئے شال سے ہی اپنے ہاتھ خشک کر کے ہاتھ اس کے آگے کیا تو علی اس کی ہتھیلی پر نمکو کا لفافہ الٹتے ہوئے ہنسنے لگا۔

"اگلی دفعہ میں یہی کروں گی بچُو، بچ کر رہیئے گا آپ علی بھائی۔اور محد بھائی آپ کو کب پتا چلا یہ سب؟"

"مجھے علی نے بتادیا تھا۔ میں ہوتا تو میں اسی وقت اس لڑکے کا منہ توڑتا، اگلی دفعہ کا انتظار نہ کرتا" محد نے مٹھیاں دبائی تھیں۔

"یار تمہاری بہن نے اس کی اچھی خاصی دھلائی کر کے اسکی گردن ہی موڑ دی تھی، مجھے یقین ہے اگلے دو تین دن تک اس کی گردن سیدھی نہیں ہونے والی" علی نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تو عمارہ مسکرا دی۔

"اچھا ویسے یہ تم نے سیکھا کب؟" وہ عمارہ سے مخاطب تھا۔

"کیا؟"

"یہی سیلف ڈیفینس (دفاع)"

"ہاں یہ مجھے محد بھائی نے زبردستی بھیجا تھا ٹریننگ سینٹر دو سال پہلے، یہ کہتے ہیں لڑکی کے ساتھ اب ضروری تو نہیں ہے نا کہ ہر وقت کوئی ہو، کبھی اگر وہ اکیلی ہو تو اس کو اپنی حفاظت خود کرنا آنی چاہیے"

www.novelsclubb.com

"کہتا تو یہ بالکل صحیح ہے" علی نے محد کو داد دینے والی نظروں سے دیکھا تو اس نے اپنے کالر پکڑ کر بخوشی داد وصول کی۔

"ہاں۔ لیکن مجھے کبھی عملی طور پر اس ٹریننگ سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ آج پہلی دفعہ تھا اور آج مجھے محد بھائی پہ بھی بہت پیار آیا"

وہ چلتے چلتے صحن کی دوسری جانب آگئی تھی جہاں پوری دیوار کے ساتھ پودے اور کیاریاں رکھی ہوئی تھیں اور کیاری سے نکلتی بیل نے پوری دیوار کو ڈھکا ہوا تھا۔ بیل کے اوپر برقی قمقموم کی لڑیاں لٹک رہی تھیں جن کی مدھم روشنی پورے صحن میں پھیلی ہوئی تھی۔

محد انہی پودوں میں سے ایک کے پاس بیٹھ کر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ علی ان سے زرا فاصلے پر کھڑا بد دستور نمکو کا مزا لے رہا تھا۔ نمکو ختم ہو چکی تو اس نے لفافہ پودوں کے ساتھ پڑے کوڑے دان میں ڈالا اور ہاتھ جھاڑتا ہوا اس کے سامنے مگر زرا فاصلے پر آ کھڑا ہوا۔

"اچھا بات سنو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم اپنی حفاظت بخوبی کر سکتی ہو لیکن پھر بھی کوشش کرو کہ کم از کم یہاں شادی کے دوران تم کہیں اکیلی نہ جاؤ۔ سب کے ساتھ رہو۔ اس رمیز کی تو میں بھائی

کی شادی کے بعد خبر لوں گا لیکن تب تک اس نے دوبارہ تمہاری طرف دیکھا بھی۔ تو فوراً سے پہلے تم مجھے یا محد کو لازمی بتاؤ گی۔ ٹھیک ہے؟" علی کا انداز ایک بار پھر نرمی اور رعب کا ملا جلا رنگ ڈھال گیا تھا۔ وہ اسے تنبیہ کر رہا تھا اور وہ بڑے انہماک سے خاموش کھڑی اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے عمارہ؟" اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر علی نے دوبارہ پوچھا تھا۔

"جی؟ جی علی بھائی۔ ٹھیک ہے!" علی کی اتنی تابعدار تو وہ کبھی نہیں تھی۔ اس نے دفعتاً اپنی نظریں علی پر سے ہٹا کر بیل پر مرکوز کرنا چاہیں۔ علی نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والی کو نظریں چراتے دیکھا تو اسے عجیب لگا۔

"ویسے یہ لڑکا رمیز ہے کون؟ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا" اس سے پہلے کہ علی اس سے اس بارے میں کچھ کہتا، عمارہ نے پوچھا اور پوچھتے ہوئے بیل پر ہی نظریں جمائے رکھنا مناسب سمجھا

www.novelsclubb.com

"یہ امی کے کوئی دور کے رشتے دار ہیں۔میں بھی زیادہ نہیں جانتا" علی اس کا بدستور جائزہ لے رہا تھا۔

"عمارہ" محد پودے کا معائنہ کر چکا تو عمارہ کی جانب مڑا، "مجھے یاد آیا۔تمہاری اور علی کی وہ جو گھر میں کیک بنانے کی شرط لگی تھی۔اسکا کیا بنا؟"

"اوہ ہاں! جئیں محد بھائی، کتنے اچھے ٹائم پہ یاد کروایا آپ نے۔ہاں تو علی بھائی!"، عمارہ نے اچانک نظروں کا مرکز دوبارہ علی کو بنایا، "آپ نے کہا تھا کہ اگر میں خود امی کی مدد کے بغیر اچھا سا کیک بیک کروں گی تو مجھے جو چاہے ملے گا۔کیک تو آپ مزے سے ہڑپ کر گئے اور شرط بھول گئے؟"

"نہیں بھئی میں کہاں بھُولا ہوں۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے کہا تھا تم جو چاہو گی وہ ملے گا، ان شاءاللہ۔یہ نہیں کہا تھا کہ میں دوں گا۔تو اب تم دعا کرتی رہو۔اللہ نے چاہا تو تمہیں سب کچھ ملے گا" علی نے اپنے ماتھے پر آتے گھنگریالے بالوں کو ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"علی بھائی! دیکھیں یہ۔۔۔یہ بہت غلط بات ہے!"

www.novelsclubb.com

"ہاہاہا۔ بالکل بھی غلط بات نہیں ہے۔ علی نے یہی کہا تھا، مجھے بھی یاد ہے۔اس معاملے میں میں علی کے ساتھ ہوں" محد ہنستے ہوئے علی کی تائید میں آگے آیا تھا۔ عمارہ نے منہ بنایا۔ علی اس کے ہر منٹ میں بدلتے تاثرات کو پڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"اچھا اب اندر چلیں؟ سردی بڑھتی جا رہی ہے اور دیکھو نا عمارہ مجھے چائے کی بھی طلب ہو رہی ہے" محد نے التجائیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں اور مجھ سے کوئی امید نہ رکھئیے گا کہ میں آپ کو چائے بنا کر دوں گی۔اپنے اس جگری یار سے بنوائیں جن کا آپ بہت ساتھ دے رہے ہیں" عمارہ خفا ہوئی تھی۔

"اوہ پاگل لڑکی! ناراض کیوں ہو رہی ہو یار۔ چلو آؤ میں چکھاتا ہوں تم لوگوں کو اصلی چائے کا مزا اور وہ بھی علی احمد زمان کے ان ہنر مند ہاتھوں سے بنی ہوئی" علی کہتا ہوا اندر کی جانب چل دیا تو وہ دونوں بھی ہنستے ہوئے اس کے پیچھے ہو لیے۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں علی کے کمرے میں موجود تھے۔ علی محد کو اپنی الماری کے سارے پٹ کھول کر شادی کے اگلے دنوں کے کپڑے رہا تھا جبکہ عمارہ علی کے کمرے کا جائزہ لینے میں مگن

تھی۔ایک دیوار کے ساتھ بیڈ لگا تھا اور ساتھ ہی الماری تھی۔الماری اور بیڈ کے بیچ سائیڈ ٹیبل رکھی تھی۔داہنی دیوار کے ساتھ ایک سفید رنگ کا چھوٹا جھونپڑی نما گھر تھا جو کسی بلی کی آرام گاہ معلوم ہوتی تھی۔اور سامنے کی دیوار میں چنا ہوا لکڑی کا چھوٹا سا شوکیس جس کے دروازے شیشے کے تھے۔عمارہ کی نظریں شوکیس میں سجائی گئی چیزوں پر ٹھہر گئی۔وہ قریب آکر بغور دیکھنے لگی۔

"تمہیں پتا ہے یہ گدھا گاڑی مجھے بہت پسند ہے" علی وہاں رکھی کانچ کی بنی ہوئی چھوٹی سی گدھا گاڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"یہ وہی ہے ناجو فاخر ماموں نے تمہیں تحفے میں دی تھی" محد پوچھ رہا تھا۔

"ہاں یہ وہی ہے۔اور یہ اس گدھا گاڑی کی نقل ہے جو 1930 میں کے آر ہیلے گلاس ورکس کمپنی بناتی تھی۔یہ کمپنی ایسی بہت سی چیزیں بناتی تھی مگر زیادہ عرصہ چل نہ سکی۔۔۔" وہ اسے گدھا گاڑی کے متعلق بتانے لگا جب اس کی نظر عمارہ پر بڑی جو شوکیس میں رکھی لالٹین کو دیکھ

www.novelsclubb.com

رہی تھی۔ سنہرے کناروں والی چکور لالٹین جس کے عین وسط میں موم بتی رکھنے کی جگہ تھی اور چکور کی چار دیواروں میں سے ایک پر ہُک لگا تھا۔ جس کی مدد سے اسے کھولا جاتا تھا۔

"اور یہ لالٹین۔۔۔" وہ کچھ بتانے لگا

"یہ لالٹین کتنی خوبصورت ہے نا" عمارہ نے اس کی بات سنے بغیر کہا تھا۔

"ہاں خوبصورت تو ہے۔ لیکن یہ اور بھی خوبصورت لگے گی جب اسے جلائیں گے، رکو زرا" وہ شوکیس کا دروازہ کھول کر لالٹین نکال رہا تھا۔ پھر اپنی سائیڈ ٹیبل کی دراز میں سے ماچس نکال کر اس نے لالٹین کا ہُک پکڑ کر اپنی جانب کیا تو وہ دروازے کی طرح کھل گیا۔

"محد یہ کمرے کی لائٹ تو بند کرو زرا" اس نے ماچس کی تلی جلاتے ہوئے کہا۔ عمارہ انہماک سے اسے یہ سب کرتے دیکھ رہی تھی۔ محد نے آگے بڑھ کر کمرے کی لائٹ بند کر دی۔ علی نے جلتی ہوئی تلی کو لالٹین کے اندر رکھی موم بتی کے قریب کیا اور موم بتی جل جانے کے بعد لالٹین کو بند کر دیا۔ لالٹین سے نکلتی مدھم سی روشنی نے کمرے میں ایک خوشگوار احساس پھیلا دیا تھا۔

"اس سے خوبصورت لالٹین میں نے کبھی نہیں دیکھی" عمارہ اس مدھم روشنی سے محسور ہوتی کہہ رہی تھی۔

"تم نے آج تک کبھی لالٹین دیکھی بھی ہے؟" محد نے حیرت سے پوچھا۔

"اوہو بھائی۔ میں بس تعریف کے طور پر کہہ رہی تھی کہ یہ واقعی بہت خوبصورت ہے" عمارہ نے ہاتھ بڑھائے تو علی نے لالٹین اسے تھمادی۔ وہ اسے ہاتھ میں تھام کر شوق سے دیکھنے لگی۔ اس کی بھوری آنکھوں میں براہِ راست پڑتی لالٹین کی زرد روشنی نے سنہری رنگ گھول دیا تھا۔ اسے اس لمحے وہ لالٹین تھامے کھڑی بے حد حسین لگی تھی۔ اس سے پہلے کہ علی اس کی آنکھوں کے رنگ میں ڈوبتا، اس نے پلٹ کر کمرے کی لائٹ جلادی۔

www.novelsclubb.com

"محد آؤ یہ دیکھو میں نے اور بھی بہت کچھ جمع کر رکھا ہے" وہ شوکیس کی دوسری طرف چلا آیا اور اس میں سے مزید چیزیں نکال نکال کر محد کو دکھانے لگا تھا۔ ایک بار پلٹ کر اس نے عمارہ کو دیکھا تھا۔ جو لالٹین کی موم بتی بجھا کر اسے دوبارہ شوکیس میں سجانے لگی تھی۔

◇◇◇

کسی کے زندگی سے چلے جانے سے طرزِ زندگی تو بدلتا ہی ہے۔ لیکن خود انسان کے اندر کتنی تبدیلیاں آنے لگتی ہیں، اس بات کا اسے اندازہ نہیں تھا۔ اس نے بھی اپنے اندر کئی تبدیلیاں محسوس کی تھیں۔ وہ جو پہلے بس جلدی سے نماز کے بعد اکثر دعا مانگے بغیر اٹھ جاتی تھی، اب وہ گھنٹوں دعا میں ہاتھ اٹھائے جائے نماز پر بیٹھی رہتی تھی۔ بھلے اسے مانگنے کے لئے کوئی دعا سمجھ میں نہ آتی ہو، پھر بھی وہ دیر تلک یونہی بیٹھی رہتی۔ سچ ہے کہ غمِ جدائی عشقِ حقیقی کی طرف جاتی پہلی سیڑھی ہے۔ بابا کے جانے کے بعد اس نے خود کو گویا رب کی جانب کھینچتا ہوا پایا تھا۔ پہلے جو وہ زونیرہ کو یاد کر کے اداس رہتی تھی، اب وہ زونیرہ اور بابا کی اگلی زندگی کے لئے ہر لمحہ دعا گو رہنے لگی تھی۔ وہ ان دونوں کی اچھی عادتیں اپنانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ زونیرہ کی خود اعتمادی اور بابا کے لہجے کی نرمی اب اس کی شخصیت کا حصہ بننے لگی تھی۔ وہ سب سے اسی طرح ملنے اور بات کرنے کی کوشش کرتی جیسے بابا کیا کرتے تھے۔ شاید اسی طرح جانے والے ہمارے اندر اپنی ذات کا کچھ کچھ حصہ چھوڑ جاتے ہیں۔

آج وہ کچھ لکھنے بیٹھی تو اسکا دل چاہا کہ اپنا ہر دکھ لکھ ڈالے۔ مگر وہ جانتی تھی کہ اس سے ایسا کچھ لکھا نہیں جائے گا۔ وہ منفی سوچوں کے ساتھ لکھنے بیٹھتی تھی مگر تسلی امیز الفاظ اس کے ہاتھ ٹائپ کرنے لگتے تھے۔ ایک عرصے سے یہی سلسلہ چلتا آیا تھا اور آج بھی یہی ہوا تھا۔ اس نے لیپ ٹاپ کی سکرین پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر کی بورڈ کے بے ترتیب الفاظ کو لیپ ٹاپ کی سفید سکرین پر ترتیب دینے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنے ٹائپ کردہ الفاظ پر حسبِ عادت ایک نظر ڈالی تھی۔

"دکھ جب انسان کے اندر توڑ پھوڑ کرتا ہے، تب اسے خوشی کی، آسائیشوں کی قدر آتی ہے۔ کوئی خوشی ہمیں اتنا شکر کرنا نہیں سکھاتی، جتنا غم سکھا جاتے ہیں۔ غم خوشی کی قدر کا احساس دلا جاتے ہیں۔ پھر ایک امید سی دل میں جاگ جاتی ہے کہ جس رب نے پہلے خوشیوں سے نوازا تھا، بے شک وہ دوبارہ نواز دینے پر بھی قادر ہے۔ پھر اِس آس پر ہی سہی، انسان صبر کرنا سیکھ لیتا ہے۔ اور یہی صبر آہستہ آہستہ اس قدر مضبوطی دے دیتا ہے کہ پھر کوئی دنیاوی غم انسان کو توڑ ہی نہیں سکتا۔۔۔ پھر بس اللہ سے دوری کا خوف اسے توڑتا ہے۔ اسے ڈراتا ہے اور ایک وقت آتا ہے جب انسان صحیح معنوں میں اللہ کی یاد میں مگن رہنے لگتا ہے۔۔۔ اور یہی تو منزل ہی بشر کی!

تو غموں سے کیا گھبرانا بھلا۔۔۔ایسے میں مایوسی سے کہیں بہتر ہے کہ ان غموں سے اللہ کے قریب ہونے کا راستہ بنالیا جائے۔۔۔۔"

اگلے لمحے تحریر پوسٹ کی جاچکی تھی۔اور اگلے منٹ اسے نوٹیفیکیشن آنے لگے۔مسٹر ایم آر نے اس کی پوسٹ پر کوئی پیغام چھوڑا تھا۔جسے اس نے دانستہ طور پر نظرانداز کیا اور لیپ ٹاپ بند کر دیا۔اب اس کی توجہ کا مرکز وہ چیزیں تھیں جو کچھ دن پہلے وہ اوپر والے کمرے سے لائی تھی۔

کیمسٹری کی اس بوسیدہ کتاب میں رکھے ہوئے صفحات اس نے نکالے اور ترتیب سے نیلی فائل میں رکھنے لگی جس میں پہلے سے کچھ کاغذات موجود تھے۔

"یہ تو زری کی کتاب ہے ناں؟"فاطمہ نا جانے کب وہاں آئی تھیں،اسے پتہ ہی نہیں چلا۔وہ ٹھٹھک کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"جی ماما یہ آپی کی کتاب ہے"

"اور یہ فائل کیسی ہے زونیشہ؟یہ سب تم اس فائل میں کیوں رکھ رہی ہو"وہ اس کے قریب بیٹھ گئی تھیں۔

"ماما مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔آپ ناراض تو نہیں ہوں گی؟"اس نے ان کے سوال کو نظر انداز کیا۔

"کیا بات؟"انہوں نے پوچھا تو وہ سب چیزیں اپنے اور ماما کے درمیان سے ہٹا کر ماما کے قریب آ گئی۔

"وہ۔۔۔مجھے لگتا ہے کہ ابھی بھی چانس ہے۔آپی کے مجرم کو پکڑا جا سکتا ہے"

"کیا مطلب ہے زونی۔کیسا چانس ہے؟10 سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، تم جانتی ہو نا یہ بات"

"ماما میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔لیکن میرا دل چاہتا ہے میں آپی کے لئے کچھ کروں"اس نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہو تم! مرے ہوؤں کے لئے صرف دعا کی جاتی ہے اور کچھ نہیں۔اور اتنے عرصے بعد تمہیں کیوں یہ عجیب حرکتیں سوجھ رہی ہیں؟"

"کیوں کہ اتنے عرصے بعد ہی مجھے کوئی چانس نظر آیا ہے ماما۔آپی اکثر میرے خواب میں آتی ہیں۔مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔"

"تمہارے خواب بار بار ایک ہی بات سوچنے اور زونیرہ کے ان سکیچز (sketches) کو دیکھنے کی وجہ سے آتے ہیں زونیشہ۔ تمہیں کتنی بار سمجھاؤں میں"

انہیں غصہ آنے لگا تھا۔زونیشہ نے چند لمحے انہیں خاموشی سے دیکھا پھر گویا ہوئی۔

"اچھا ماما۔ آپ ناراض نہ ہوں۔میں دوبارہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گی۔ٹھیک ہے؟" اس نے ان کے چہرے کے گرد اپنے دونوں ہاتھوں کا بالکل ویسا ہالہ بنایا جیسا بابا اس سے کوئی بات منوانے کے لئے اس کے چہرے کے گرد بناتے تھے۔فاطمہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تو وہ بھی مسکرادی۔

"اچھا آپ سوپ پیئیں گی؟ بہت دل چاہ رہا ہے آج میرا"

"ہاں لیکن پلیز تم خود مت بنانا۔بہت برا بناتی ہو" فاطمہ نے منہ بنایا تھا۔

"ایسے تو نہیں کہیں ماما۔ہاں پچھلی بار بہت برا بنا تھا لیکن بھابھی نے مجھے اچھے سے سیکھا دیا تھا سوپ بنانا۔آپ دیکھئے گا آج"

"چلو پھر۔دیکھ لیتے ہیں"

"چلیں پھر"اس نے اپنے بال سمیٹے اور فاطمہ کا ہاتھ تھام کر کچن کی جانب چل دی۔

◇◇◇

12 جنوری 2018ء

"کہاں ہو؟"وہ کریم اور میرون رنگ کے غرارے پر گُھٹنے سے زرا اوپر تک آتی کریم رنگ کی پیپلم فراک پہنے بارات کی تقریب میں جانے کے لئے تقریباً تیار کھڑی تھی۔بالوں کو جوڑے میں باندھنے کے بعد اب اپنے میرون ریشمی دوپٹے کو کندھوں پر ٹکانے کی کوشش میں لگی تھی جب "علی بھائی" کے نام سے پیغام اس کے فون پر موصول ہوا۔

"ممانی کے کمرے میں"اس نے جواب ٹائپ کیا اور علی کے نام بھیج دیا۔

"اکیلی کہیں مت جانا"

"جی او کے" پیغام بھیجا جا چکا تو اس نے فون ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر آئینے میں ایک نگاہ خود پر ڈالی اور ماتھے کے دونوں طرف آتی بالوں کی کرل کی ہوئی لٹوں کو انگلی پر لپیٹ کر الگ الگ کرنے لگی۔ "اور پتہ ہے لڑکی کا معزز لگنا بہت ضروری ہے کیونکہ لڑکی بذاتِ خود معزز ہے!" اسے علی کی بات یاد آئی تو اس نے غیر ارادی طور پر دوپٹے کو ایک طرف سے اٹھا کر سر پر ٹکایا۔ پھر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی اپنی جیولری میں سے کچھ ڈھونڈنے لگی۔ "یہ رہا" کچھ دیر کی محنت کے بعد مطلوبہ شے اس کے ہاتھ لگی تو اس نے کہا اور ایک برُج اٹھایا جس پر تین باریک باریک سنہری پھول بنے ہوئے تھے۔ ہر پھول کے بیچ ایک ایک سفید موتی لگا ہوا تھا۔ دوپٹے کو سر پر ٹکا کر کندھے کی طرف آتا پلو اس نے کندھے پر ٹھیک سے سمیٹا اور پھر وہاں برُج لگا کر ایک نگاہ آئینے میں جھلکتے اپنے عکس پر ڈالی۔

"اب ٹھیک ہے" وہ مسکرائی تھی۔

www.novelsclubb.com

پھر اپنے بکھرے ہوئے سامان میں سے کریم رنگ کا کلچ اٹھا کر موبائل اس میں ڈالتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ باہر پورچ میں سب جانے کے لئے تیار کھڑے تھے سو وہ پورچ کی جانب بڑھ گئی۔ سامنے سے آتا فہد اسے دیکھ کر وہیں رُک گیا تھا۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔ رکو رکو تم زرا یہاں ہی رکو عمارہ"

"ہاں کیا ہوا؟"

"یہ اتنی شریف بننے کی کوشش کس لئے؟ بہن دیکھو اگر تمہیں لگتا ہے کہ ایسے دوپٹہ لینے سے اس شادی پر تمہیں بھی کوئی پسند کر لے گا تو بھول جاؤ۔ اتنی بدمزہ شکل پہ کوئی نہیں مرمٹنے والا" فہد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اپنی فضول باتیں بند کرو اور ہاتھ ہٹاؤ یہاں سے۔ میں نے اتنی مشکل سے دوپٹہ سیٹ کیا ہے، خراب مت کرو" عمارہ نے اس کے ہاتھ پر چپت لگائی۔

"عمارہ" علی اسے پکارتا ہوا اسی کی طرف آرہا تھا۔

"عمارہ یہ۔۔۔"اس کی نظر عمارہ پر پڑی تو وہ کہتے کہتے رک گیا۔لمحے بھر کو اسے حیرت سے دیکھنے کے بعد دھیرے سے مسکرایا تھا۔

"اہم اہم۔یہ آپ دونوں کے بیچ کیا چل رہا ہے؟"علی کی مسکراہٹ پہ فہد سے رہا نہ گیا۔

"کچھ نہیں چل رہا۔۔۔اور تم چلو ناگاڑی میں بیٹھو جا کر۔دیر ہو رہی ہے ہمیں"،وہ کہہ رہا تھا،"اور عمارہ امی کہہ رہی تھیں کہ یہ چادر تمہیں دے دوں شاید خولہ بھابھی کے لئے۔"

"اوہ ہاں۔میرے تو ذہن سے نکل گئی تھی یہ"عمارہ نے اس کے ہاتھ سے چادر لیتے ہوئے کہا۔

"تیار ہو نا تم؟چلو ہمیں کافی دیر ہو چکی ہے۔محد آزر بھائی کو لے کر نکل گیا ہے۔باقی سب بھی جا چکے ہیں۔۔اور پھوپھو باہر گاڑی میں ہمارا انتظار کر رہی ہیں کافی دیر سے"

"جی جی چلیں"وہ اپنی اونچی ہیل سے ٹک ٹک کرتی آگے بڑھنے لگی۔

"تم گرتی نہیں ہو اتنی اونچی ہیل پہن کر" علی نے اس کے پاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔

"نہیں۔مجھے ان ہیلز میں چلنا آتا ہے اور یہ محض جوتا نہیں ہے، ہتھیار ہے میرا"

"ہتھیار؟"

"ہاں۔ویسے آج میں نے کھُسہ پہننا تھا لیکن پھر سوچا کہ ہتھیار کی ضرورت پڑ سکتی ہے سو یہی پہن لوں" علی اس کی بات کو سمجھ نہیں پایا سو اس نے سر جھٹک دیا۔

وہ پورچ میں پہنچ چکے تھے۔ علی نے اچانک آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔ عمارہ اس احترام کے لئے تیار نہیں تھی، سو چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟ بیٹھو جلدی" علی دروازہ پکڑے کھڑا ہی اسے دیکھ رہا تھا۔ عمارہ سٹپٹا کر آگے بڑھی

"آؤچ! عمارہ کی بچی" وہ اپنا غرارہ سنبھالتی ہوئی گاڑی میں بیٹھنے کے لئے جھُکی ہی تھی کہ علی کے کراہنے پر واپس مڑی۔

"کیا ہوا؟"

"تمہارے ہتھیار نے میرے پاؤں کا کچومر نکال دیا ہے"

"اوہ۔سوری سوری" وہ دو قدم پیچھے ہوئی،"آپ بھی تو اچانک آ گئے میرے لئے گاڑی کا دروازہ کھولنے"

"اسی لئے یہ ہیل پہنی تھی نا آج تم نے؟"

"نہیں نہیں۔وہ غلطی سے۔۔۔مجھے پتہ نہیں چلا"اس نے ایک پریشان سی نظر اپنے پاؤں میں موجود ہیل پر اور پھر علی کے پاؤں پر ڈالی جو اس پاؤں کو زمین سے اوپر اٹھائے آنکھیں میچے کھڑا تھا۔علی کی حالت دیکھ کر بے ساختہ اس کا قہقہہ چھوٹا۔

"ہنس رہی ہو؟ یہ تم نے جان بوجھ کر کیا ہے نا؟" علی نے انکھیں کھول کر اسے گھورا تھا۔

"نہیں غلطی سے ہو گیا مجھ سے۔سچ کہہ رہی ہوں۔"وہ علی کے گھورنے پر ہنسنا بھول کر واقعی پریشان ہوئی تھی۔

"کیا ہوا بھئی"گاڑی میں بیٹھی طاہرہ رضا نے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

"دیکھیں بھئی اگر آپ دونوں کا ارادہ نہیں بن رہا جانے کا تو بتا دیں تاکہ ہم تو نکلیں۔"فہد نے اگلا شیشہ نیچے کر کے اس میں سے اپنا سر باہر نکالا۔

"دکھائیں زرا، زیادہ چوٹ لگ گئی کیا؟ گاڑی فہد چلالے گا۔ آپ رہنے دیں" عمارہ ان دونوں کی بات کو سنا ان سنا کر کے علی سے پوچھ رہی تھی۔

"خیر ہو گئی عمارہ۔" اس نے عمارہ کی جانب دیکھ کر ایک مسکراہٹ دی۔ "اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ زرا سی چوٹ ہے۔ اور ویسے بھی فہد ابھی اناڑی ہے۔ اس کے حوالے نہیں کر سکتا میں گاڑی"

"اچھا" اس نے انہی پریشان نظروں سے دوبارہ علی کو دیکھا پھر چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں گاڑی شادی ہال کی جانب دوڑا دی گئی۔

◇◇◇

www.novelsclubb.com

نکاح نامے کے ساتھ ایک تہہ لگا ہوا کاغذ اس کے والد نے اس کے سامنے کر دیا۔ سنہری کام والے ہاف وائیٹ عروسی لباس میں دلہن بنی خولہ نے سر اٹھا کر ان کی طرف، پھر ان کے ساتھ کھڑی عمارہ اور اپنی چھوٹی بہن شہلہ کی طرف دیکھا اور آنکھوں سے ہی سوال کر دیا" یہ کیا ہے؟"

"آزر بھائی چاہتے ہیں کہ نکاح سے پہلے آپ یہ پڑھ لیں" عمارہ نے اس کے قریب آکر آہستہ آواز میں بتایا۔اس نے حیرانی سے ایک بار عمارہ کو دیکھا اور پھر کاغذ کی تہہ کھولنے لگی۔

"ایک پولیس آفیسر سے شادی کرنے سے پہلے ایک بار سوچ لیجئے گا۔مجھے آپ پسند ہیں لیکن میں ایک مصروف آدمی ہوں۔میرے لئے اکثر اوقات اپنی ڈیوٹی کو اپنی فیملی پر ترجیح دینا ضروری ہوتا ہے۔اگر آپ میرے ہر بار اچانک ڈیوٹی پر چلے جانے یا گھر دیر سے آنے پر مجھ سے خفا نہیں ہونگی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری زندگی ساتھ اچھی گزر جائے گی۔۔۔آزر"

وہ پڑھ رہی تھی اور ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

"یہ آدمی بالکل پاگل ہے" اس نے لفافہ اپنے سنہری کپڑے کے بنے پوٹلی بیگ میں رکھتے ہوئے عمارہ سے کہا۔

"تو کیا آپ تیار ہیں؟" عمارہ اسے دیکھ کر شرارت سے پوچھنے لگی۔

"چار گھنٹے لگے ہیں مجھے اس نکاح کے لئے تیار ہونے میں"، وہ ہنسی، "لائیں بابا پین دیں" اس نے پین ان کے ہاتھ سے لیا اور پورے اعتماد کے ساتھ دستخط کر دیئے۔

تھوڑی دیر بعد اسے سٹیج پر بیٹھے آزر کے ساتھ لا کر بیٹھا دیا گیا۔اس کے وہاں بیٹھتے ہی آزر اس کے قریب ہوا تھا۔

"مجھے آزر زمان کہتے ہیں"اس نے گلہ کھنکھار کر کہا۔

"جانتی ہوں،"وہ مسکرائی،"خدا کا شکر ہے کہ آج اپنے نام کے ساتھ ایس پی نہیں کہا۔ نہیں تو میں بھی ادھر ہی وکالت شروع کر دیتی"

اس کے شکوے پر آزر نے ہنستے ہوئے سر جھکایا تھا۔

"وہ تو میں عادتاً کہہ دیا کرتا ہوں۔ لیکن مجھے اپنی بیگم کا پہلا شکوہ ہمیشہ یاد رہے گا"

خولہ نیچے دیکھتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔

"بس ایک مسئلہ ہے"آزر نے کہا تو خولہ نے سر اٹھا کر اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کل ولیمے کے فوراً بعد مجھے دوبارہ ایس ایس پی بننا پڑے گا۔ تمہیں قبول ہے؟" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی،وہ آپ سے تم پر آ گیا تھا۔

"چوتھی مرتبہ کہہ رہی ہوں، قبول ہے!" اس نے اسی شرارت سے جواب دیا تھا۔

◇◇◇

13 جنوری 2018ء

"اچھا تو خولہ بھابھی پر اسیکیوٹر ہیں؟" فہد کا منہ کھل گیا۔ حالانکہ اتنی حیرانی والی بات تھی نہیں۔

ولیمے کے بعد وہ سب آزر کے کمرے میں ڈیرہ جمائے خولہ کے گرد بیٹھے اس کا انٹرویو لینے کی کوشش کر رہے تھے۔

"تمہیں تمہارے آزر بھائی نے بتایا نہیں؟" خولہ نے ہنستے ہوئے فہد سے پوچھا۔

"آزر بھائی؟ وہ ہم سے سلام دعا ہی کر لیں، وہی بہت ہے بھابھی۔ بیٹھ کر گپ شپ لگانا اور وہ بھی آپ کے بارے میں، ناممکن!" عمارہ نے مونگ پھلی سے بھری پلیٹ خولہ کے آگے کی۔

"اب آپ خود دیکھ لیں، ولیمہ ہوتا گیا اور آزر زمان اپنی پولیس وردی میں واپس تھانے پہنچ گئے" عمارہ ہنسی۔

"ویسے آپ کی زندگی بورنگ نہیں ہو جائے گی ایسے؟" یہ سوال بھی فہد کی طرف سے تھا۔

"بورنگ کیوں؟میں بھی کچھ دنوں میں مصروف ہو جاؤں گی۔۔۔اور ایک بات بتاؤں تمہیں؟ یہ پولیس اور وکالت سے تعلق رکھنے والوں کی زندگی کبھی بورنگ نہیں ہوتی۔کوئی نہ کوئی ٹویسٹ آتا رہتا ہے زندگی میں"

"اچھا پھر آپ کے پاس تو بڑی مزیدار جاسوسی کہانیاں ہوں گی سنانے کے لئے"فہد مارے تجسس کے دیوان سے اٹھ کر بیڈ پر آ گیا۔

"ہاں نا۔۔۔بہت"وہ بتا رہی تھی اور یہ دونوں بڑے غور سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔جبکہ دیوان پر بیٹھا محد جمائیاں لینے لگا۔

"یہ علی کہاں ہے؟"اس نے فہد سے پوچھا تھا۔

"چائے بنا رہے ہیں"فہد نے یہ بتاتے ہوئے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ رہنے کا کہا۔کہ کوئی داستانِ جرم سنتے ہوئے وہ کسی کی مداخلت نہیں چاہتا تھا۔

"اس چائے والی ماسی کو اور کوئی کام نہیں ہے!"وہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھا اور کچن کی طرف چل دیا۔

◇◇◇

وہ اپنی سیاہ شال اوڑھے چائے کا کپ ہاتھ میں لیے دیوار سے لٹکتی بتیوں اور آسمان پر چمکتے پورے چاند کی روشنی میں زمان ہاؤس کے صحن میں پودوں کے قریب رکھے بینچ پر بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی۔

"عمارہ۔امی کہہ رہی ہیں ان کے ساتھ پیکینگ کرواؤ۔ صبح ہمیں واپس جانا ہے۔۔۔اور یہ تم اتنی ٹھنڈ میں کیوں آگئی باہر؟خولہ بھابھی کتنی مزے دار باتیں کر رہی تھیں" فہد نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا"اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں جواب دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہوا تمہیں؟اداس ہو"

"نہیں تو"

"لگ رہی ہو۔بتاؤ کیا ہوا"

"بس ایسے ہی فہد"

"اس رمیز کی وجہ سے پریشان ہو؟" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" وہ چونکی

"میں نے علی بھائی کی بات سن لی تھی جب وہ محد بھائی کو بتا رہے تھے"

"اچھا" اس نے چائے کا ایک گھونٹ بھرا اور پھر چاند کو تکنے لگی۔

"فہد ایک بات بتاؤ۔ جب کسی کی نیت بری ہو گی تو اسے لڑکی کے لباس سے کیا فرق پڑے گا؟ جب اس کی نیت ہی بُری ہے۔ تو وہ کسی کے بھی ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے" وہ کچھ دیر کی خاموشی کے وقفے کے بعد بولی تھی۔

"بات تو صحیح ہے۔ جن کی نیت بری ہو اسے لڑکی کی عمر سے یا لباس سے فرق نہیں پڑتا۔ وہ پردے والی کو بھی اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جس نگاہ سے بے پردہ لڑکی کو۔ ہاں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے پردہ اس کی اس بری نگاہ سے کسی حد تک بچا لیتا ہے اور بے پردگی ایسی بری نگاہ کو شہہ دیتی ہے"، وہ بھی اب چاند کی جانب دیکھنے لگا تھا۔ "جیسے یہ چاند دیکھ رہی ہو تم۔ اس چاند پر اگر بادل اپنا سایہ کر دے تو اس کی کشش تم تک نہیں پہنچ سکے گی۔ چاند اپنی شان سے اپنی جگہ

موجود رہے گا۔ بادل اس کی روشنی کم نہیں کرتا۔ بادل صرف اسے دیکھنے والے کی نظر سے چھپا لیتا ہے۔ اور جب بادل ہٹ جائے۔ تو کوئی جب چاند کو ایک بار دیکھتا ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ دوبارہ دیکھے۔ دیکھتا رہے۔ جیسے چاہے دیکھے۔ کوئی اسے دیکھنے سے روک نہیں سکتا۔ چاند خود بھی نہیں"

"لیکن فہد پردہ صرف عورت کی ذات تک تو محدود نہیں ہے۔ مرد کیوں نہیں اپنی نظریں جھکا لیتا۔ مت دیکھے کسی لڑکی کو بُری نگاہ سے۔ مرد اپنی حد میں کیوں نہیں رہتا۔ صرف عورت ہی کے پردے پر اتنا زور کیوں؟"

"ایسا نہیں ہے۔ جتنا زور عورت کے پردے پر ہے اتنا ہی مرد کے نظریں جھکائے رکھنے پر۔ لیکن فرق دونوں کی فطرت کا ہے۔ اللہ نے دونوں کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ دنیا مرد کو مضبوط سمجھتی ہے۔ لیکن میرے خیال سے اللہ نے عورت کو مضبوط بنایا ہے۔ عموماً مرد کے اس کی طرف ایک نگاہ ڈالنے سے عورت نہیں بہکتی۔ لیکن عورت کی بے پردگی سے مرد بہک جاتا ہے۔ کیونکہ مرد کمزور ہے۔ عورت کا پردہ صرف اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ مرد کی نظروں سے چھپ

جائے۔بلکہ اس لئے بھی کہ اسے دیکھ کر مرد بہکے نہیں۔مرد کی بدنیتی کو شہہ نہ ملے۔اہم دونوں ہیں،مرد کا نظریں جھکانا بھی اور عورت کا پردہ بھی۔لیکن عورت کی ہر ادا مرد کی نظر سے زیادہ طاقت رکھتی ہے۔اس کا پردہ بھی،اس کی نگاہ بھی۔اس طرح اگر دیکھا جائے تو اللہ نے ایک بیلنس نظام بنایا ہے۔جیسے اگر ہم سمجھ لیں اور اپنا لیں تو زندگی کتنی آسان اور خوبصورت ہو جائے۔"وہ چاند کو دیکھتا ہوا کہتا چلا گیا۔اور عمارہ بغور اس کی بات سنتے ہوئے اسے دیکھے گئی۔کپ میں موجود آدھی چائے کم کی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"تم نے یہ ایسی باتیں کرنا کہاں سے سیکھا فہد؟"اسے حیرت بھی تھی اور تجسس بھی۔

"غور کیا کرو اور اچھی اچھی کتابیں پڑھا کرو نا۔تم بھی سیکھ جاؤ گی"وہ ہنسا تھا۔

"ہائے اللہ! یہ کیا تھا!"ان کی گفتگو کا تسلسل ٹوٹا اور عمارہ نے چِلاتے ہوئے ایک جھٹکے سے پاؤں زمین سے اٹھا لئے۔

"کیا ہوا؟"فہد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میرے پاؤں میں کچھ تھا۔"اس نے پاؤں بدستور اوپر کر رکھے تھے۔

"تمہارے پاؤں میں تو جوتا ہے" فہد نے اس کے پاؤں کی طرف حیرت سے دیکھا۔

"اوہو فہد بینچ کے نیچے دیکھو۔"

فہد اٹھا اور گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا ہوا جھکا۔

"یہاں تو ایک سفید بلی بیٹھی ہے جو اپنی سبز آنکھوں سے تمہیں گھور رہی ہے" وہ بینچ کے نیچے جھانکتے ہوا بولا۔ عمارہ کو جیسے کچھ اطمینان ہوا۔ اس نے پاؤں واپس زمین پر رکھے اور فوراً اٹھ کر فاصلے پر جا کھڑی ہوئی۔

"یہ بلی نہیں ہے، بِلا ہے۔" علی نمکو ہاتھ میں لئے صحن میں آیا اور فہد کے ساتھ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے نیچے دیکھنے لگا۔

"سمو کی۔ باہر آؤ" علی نے چٹکی بجا کر بِلے کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ایک ہی پل میں بِلا بینچ کے نیچے سے نکل کر علی کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ وہ ایک رشین بلا تھا جو پورا کا پورا سفید تھا ۔ صرف اس کی سبز آنکھوں کے کناروں سے کانوں تک سرمئی رنگ پھیلا ہوا تھا۔ جبکہ آنکھوں کا درمیانی حصہ ماتھے تک سفید تھا۔ جیسے کسی نے اس کی آنکھوں پر سمو کی میک اپ کر

دیا ہو۔ علی نے نمکو فہد کی طرف بڑھائی جسے فہد نے تھام لیا۔اور خود کھڑا ہو کر بلے کو اپنی گود میں بھر لیا۔

"یہ وہی سمو کی ہے؟ وہ چھوٹا سا بلا؟ یہ ابھی تک آپ کے پاس ہے؟" عمارہ اس کے پاس آ کر بلے کو دیکھنے لگی۔

"ہاں نا یہ وہی ہے۔ دیکھو اب کتنا بڑا ہو گیا ہے جو تین سال پہلے لیا تھا میں نے۔اس کو میں اسلام آباد جاتے ہوئے اپنے ایک دوست کے پاس چھوڑ آیا تھا۔ اور اسلام آباد سے آیا تو آزر بھائی کی شادی کی مصروفیات نے گھیر لیا۔آج ہی لے کر آیا ہوں اسے گھر واپس۔" عمارہ نے قریب آ کر سمو کی کی کمر پر ہاتھ پھیرا تو وہ دبک کر علی کے ساتھ لپٹ گیا۔

www.novelsclubb.com

"یہ یہاں سردی میں کیوں چھپا بیٹھا تھا" اس نے پوچھا۔

"یہ مجھ سے ناراض جو تھا۔ یہ ناراض ہوتا ہے تو یہاں صحن میں آ کر بیٹھ جاتا ہے۔" وہ ہنسا

"بڑے ہی کوئی بلیوں والے نخرے ہیں اس بلے کے تو۔اس کی تو شکل بھی اس خونخوار بلی سے ملتی ہے۔ادھر کریں زرا میچ کرتے ہیں ان کی شکلیں" فہد کا اشارہ عمارہ کی طرف تھا۔

"تمہیں لگاؤں گی میں ایک کِک۔ یہ کپ پکڑو اور نکلو یہاں سے۔ جاؤ پیکینگ کرواؤ ماں جی کے ساتھ" عمارہ نے ناک چڑھاتے ہوئے اسے کہا اور خود شوق سے بلے کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ میرے پاس آئے گا؟ مارے گا تو نہیں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں یہ بالکل نہیں مارتا۔ اتنا معصوم سا تو ہے بیچارہ" علی نے سمو کی کو عمارہ کی جانب بڑھا دیا۔ ڈرتے ڈرتے اسے پکڑتے ہوئے عمارہ مسکرا رہی تھی۔ فہد ایک ہاتھ میں نمکو اور دوسرے ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے کچھ پل کو انہیں دیکھتا رہا۔ پھر خود کو نظر انداز ہوتا پا کر اس نے وہاں سے چلے جانا ہی بہتر سمجھا۔

عمارہ بلے کو بازوؤں میں لیئے اس کے ساتھ کھیلنے لگی۔

"فہد ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس کی تو واقعی تم سے شکل ملتی ہے، سوائے آنکھوں کے" وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔ عمارہ ایک لمحے کے لئے بلے کو یکسر بھول کر اسے دیکھے گئی۔ عمارہ کے اسے ایسے دیکھنے پر اس کی بے ساختہ ہنسی بے ساختہ ہی رُک گئی۔

"ویسے اگر تمہیں سمو کی پسند ہے اور ساتھ کے جانا چاہو تو لے جانا۔۔۔اچھا میں چلتا ہوں۔مجھے کچھ کام ہے "اس نے بات بدلتے ہوئے کہا۔اس کے بعد وہ وہاں رُکا نہیں۔عمارہ دوبارہ سمو کی کو بغور دیکھتے ہوئے اس کی شکل میں اپنی مماثلت ڈھونڈنے لگی۔

◇◇◇

"ہاں جنید؟ کچھ پتا چلا؟"

اپنی شادی کے دو دن کی چھٹی کے بعد ولیمہ ہوتے ہی وہ تھانے آگیا اور آتے ہی آئی ٹی روم میں جا گھسا جہاں جنید نامی لڑکا کمپیوٹر کے سامنے موجود تھا۔

"نہیں سر میں مسلسل اس جگہ کی نگرانی پر ہوں۔لیکن یہاں کوئی نہیں آیا۔اور عمیر کا فون ٹریس کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی مسلسل بند ہے۔"

کمپیوٹر کی سکرین پر عمیر کے اس لیبارٹری نما تہہ خانے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔آزر آگے بڑھ کر سکرین پر بغور دیکھنے لگا۔

"سر ویسے مجھے نہیں لگتا کہ عمیر کے گھر کیمرے لگانے کا کوئی فائدہ ہو گا۔ میرا مطلب ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گا اور اس کے گھر کے چاروں طرف دلاور وغیرہ بھی نگرانی کر رہے ہیں۔ کوئی گھر کی جانب آئے گا بھی تو بچ نہیں پائے گا" گل یار خان ٹھوڑی کو اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے تھامے کہہ رہا تھا۔

"بچنا چاہئے بھی نہیں۔ عمیر کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ہم مزید کسی کوتاہی کی گنجائش نہیں رکھتے" آزر نے کہا۔ کمرے میں چند لمحے خاموشی ٹھہر گئی۔ جسے گل یار نے توڑا۔

"سر آپ سے ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو"

"آپ ولیمے کے دن ہی تھانے آ گئے۔ میرا مطلب ہے کہ میں یہاں سب سنبھال لیتا" گل یار نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں تم کتنا سنبھال لیتے۔"

"سر ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلا اور آپ کا شادی ہو بھی گیا۔ آپ نے تو ایسا آناً فاناً شادی کیا ہے"

"کیوں تم آج ولیمے میں آئے تو تھے۔پھر بھی نہیں پتا چلا؟"

"کہاں سر۔ابھی تو میں نے صرف مچھلی کھایا تھا۔اور سوپ پیا تھا سر اور مٹن بریانی کا پلیٹ تو آدھا بھی نہیں کھایا تھا۔اور وہ جو گاجر کا حلوہ تا،وہ بھی بس ایک چمچ ہی کھا سکا کہ آپ نے تھانے بلا لیا"وہ روہانسی شکل بناتا ہوا ولیمے کے کھانے کی تفصیل بتا رہا تھا۔

"اچھا!"،آزر نے طنزیہ کہا،"تھوڑا تھوڑا ہی سہی،کھا تم نے سبھی کچھ لیا تھا گل یار۔اتنا تو میں نے بھی نہیں کھایا"آزر نے مسکراہٹ دبائی۔

"سر اسے کھانا تھوڑی کہتے ہیں۔اسے تو چکنا کہتے ہیں"اس کے انداز میں دنیا جہاں کی معصومیت تھی۔

www.novelsclubb.com

"چکنا نہیں،چکھنا!اتنا عرصہ ہو گیا تمہیں میرے ساتھ پھر بھی تمہاری اردو نہیں ٹھیک ہوئی"

"کیا کریں سر۔بہت کوشش کیا مگر ہم سب گھر میں ایسا ہی بولتا ہے۔تو آپ کے ساتھ رہ کے جو تھوڑا بہت اردو ٹھیک ہوتا ہے،گھر جا کے وہ پھر خراب ہو جاتا ہے"گل یار خان نے وضاحت

دی تو آزر ہنسنے لگا۔اسی لمحے اس کا فون بجا تھا۔"ڈاکٹر ڈان کالنگ"نام پڑھتے ہی اس نے تیزی سے فون موصول کیا۔

"جی ڈاکٹر ڈان؟"

"آزر آپ کے دعوے کے عین مطابق جو کیمیکل کے نمونے آپ نے بھیجے تھے،اس میں سیانائڈ اور پوٹاشیئم کے علاوہ اور بھی دیگر زہر موجود ہیں۔کچھ بے ہوشی کی دوائیاں ہیں اور ساتھ ہی کچھ سیمپل کوئی کیمیکل نہیں بلکہ شراب ہے۔وہ بھی امپورٹڈ!"ڈاکٹر ڈان اسے تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا۔

"پوٹاشیئم بھی؟میں سمجھ گیا ڈاکٹر ڈان۔آپ یہ ساری رپورٹ سر سہیل شیراز کو پہنچا دیں"

"جی ٹھیک ہے جناب۔یہ کام بھی ابھی کیئے دیتا ہوں"ڈاکٹر ڈان نے کہا اور فون کاٹ دیا۔

"کیا ہوا سر؟"

"عمیر کو ڈھونڈنے کی اور اس کی گرفتاری کی تیاری کرو۔ہری اپ"اس نے فون رکھتے ہی کہا

"سر بتائیں تو سہی ڈاکٹر ڈان نے کیا بتایا"

"وہ کیمیکل ذہر ہی ہیں اور ساتھ ہی کچھ سیمپل شراب نکلے"

"بیڑا غرق۔۔۔ سر یہ شراب تو شر آب ہوتا ہے۔ایسا پانی جو شر پھیلائے۔اس کی مجھے عمیر سے توقع نہیں تھی" گل یار خان مارے حیرت اور افسوس سے کہہ رہا تھا۔

"اوہو گل یار۔ حیران ہونا بند کرو اور آؤ میرے ساتھ"

"یس سر۔۔۔ ویسے سر آپ سے ایک بات پوچھوں" وہ اس کے پیچھے چلتے چلتے کہہ رہا تھا۔آزر نے مڑ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"سر یہ جو اپنے ڈاکٹر ڈان ہے، یہ ڈاکٹر ڈان کیوں ہے؟"

"گل یار خان مجھے ایک بات بتاؤ" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"جی سر"

"گل یار تم گل یار کیوں ہے؟"

"کیونکہ میرا نام گل۔۔۔" بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اسے اپنے سوال کا جواب مل چکا تھا۔

"بالکل! کیونکہ ان کا نام ڈاکٹر ڈان ہے! اب کوئی فضول سوال مت کرنا۔اور سب کو کانفرنس روم میں بلاؤ فوراً" وہ تاکید کرتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

◇◇◇

کانفرنس روم۔

وہ ہاتھ میں بیٹن تھامے سفید بورڈ پر پھیلے سیاہ حروف اور ان کو آپس میں ملاتے تیروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"مشن فور ٹنائٹ کا پہلا کیس میں نے گل یار کو سونپا تھا۔اور اس کیس میں ہماری کیا پراگرس رہی اب تک؟ یعنی جو لڑکا اپنی بیوی کو بغیر کسی وجہ کے طلاق دے کر غائب ہو گیا۔ہم ابھی تک اس کا پتہ لگا سکے یا نہیں؟" اس نے ابرو اچکا کر گل یار کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"یس سر۔اس کا پتہ ہم لگا چکے ہیں۔ لڑکا نشے کا عادی تھا، شادی کے شروع میں تو لڑکی اور اس کے والدین کو علم نہیں ہوا لیکن جب لڑکی کو پتہ چلا تو اس نے اسے سمجھایا اور ساتھ ہی اسے اپنے والدین کے گھر چلے جانے کی دھمکی دی۔اور سر وہی روایتی مردانگی کا بھوت لڑکے کے اندر جاگ اٹھا اور اس نے لڑکی کو طلاق دے دی۔ ہمیں وہ لڑکا جوا کھیلتے ہوئے ملا اور لڑکی کے جہیز کا سارا زیور اور قیمتی سامان وہ نشے میں اڑا چکا تھا۔یہ کیس تقریباً اختتام پذیر ہو گیا ہے سر۔" گل یار خان نے ڈرامائی انداز میں پورے کیس کی روداد روانی سے سنائی۔

"اوکے گُڈ۔اب آتے ہیں دوسرے کیس کی طرف"

"کیس نمبر دو میں زخمی حالت میں ملنے والی لڑکی جس کا حمل ضائع ہو چکا تھا۔ تشدد کا شکار تھی۔ اس کے حوالے سے کیا معلوم کر پائے آپ سکندر صاحب؟"

"لڑکی کا نام کائنات ہے۔اس کے مطابق شوہر رضوان کا رویہ سمجھ سے باہر تھا۔وہ اس کا خیال رکھتا تھا لیکن جب وہ حاملہ ہوئی اسے حمل ضائع کرنے پر مجبور کیا۔کائنات نے انکار کیا تو اسے تشدد کا نشانہ بنایا۔اس کی ساس نے اسے درد کی دوا دی جو دراصل حمل ضائع کرنے کی دوا

www.novelsclubb.com

تھی۔اس کی طبیعت مزید بگڑنے لگی اور اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔اس کے بتائے ہوئے پتے پر ہمیں کوئی نہیں ملا سر۔لڑکی کو اس کے والدین کے گھر بھیج دیا ہے اور اسے سمجھا دیا ہے کہ جیسے ہی کوئی خبر ملے، فوراً ہم سے رابطہ کرے۔وہ پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی ہے سر۔اس نے کہا کہ وہ پورا پورا تعاون کرے گی اس حوالے سے"

"اوکے۔کیس نمبر تین میں عمیر کے فرار ہو جانے کے بعد ہماری کوئی پراگرس نہیں ہے۔ دلاور اپنے باقی سپاہیوں کے ساتھ اس کے گھر کی نگرانی پر معمور ہے"

"اور کیس نمبر چار میں مر جانے والے لڑکے کے والد نے جو بیان دیا اس کے مطابق دونوں کی پسند کی شادی تھی اور لڑکا یعنی عامر کوئی نیا کاروبار شروع کرنے والا تھا۔اب وہ کاروبار کیا تھا، اس بارے میں اس کے والد کو کچھ معلوم نہیں۔ایسا ہی ہے؟"اس سب پر نگاہ دوڑائی

"یس سر"

"میرے مطابق یہ سارے واقعات کسی نہ کسی نقطے پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جیسے جس زہر سے کیس نمبر چار میں عامر کی موت ہوئی، وہ زہر ہمیں کیس نمبر تین میں عمیر

کے گھر سے ملا۔ تو ان سارے واقعات کو حل کرنے سے پہلے ہمیں یہ جاننا ہے کہ ان کے پیچھے وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ وجہ معلوم ہو گی تو کوئی سرا ہاتھ لگے گا اور تبھی ہمیں تفتیش میں آسانی ہو گی۔" بات مکمل کر کے آزر میز پر چھڑی رکھ کر جھک کر کھڑا ہو گیا۔

"سر یہ جو عمیر ہے۔ ایک ہفتے تک اس کے والدین عمرہ کر کے آ جائیں گے تو شاید ہم کچھ معلوم کر سکیں" گل یار خان نے اپنی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر کہا۔ آزر یک دم سیدھا ہوا۔

"گل یار کیا تم نے تصدیق کی تھی کہ عمیر کے والدین عمرہ کرنے گئے ہیں؟"

"یس سر۔ میں نے آپ کو بتایا تھا"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جو عمرہ کرنے گئے ہیں، وہ عمیر کے والدین ہوں ہی نہیں" آزر کی آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ تیزی سے اپنا زہن دوڑانے لگا۔

"لیکن سر ان کے بیٹے کا نام عمیر ہی ہے" گل یار نے وضاحت دینی چاہی تھی۔

"کیا دنیا میں عمیر نامی ایک ہی شخص ہے گل یار؟ ہو سکتا ہے کہ جس عمیر کی ہمیں تلاش ہے، اس کی شناخت ہی جھوٹی ہو"

"یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں سر۔میں ابھی اس بارے میں پتہ لگاتا ہوں "ایس ایچ او سکندر یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں بھی آتا ہوں سر "گل یار خان نے کہا اور ان کے پیچھے لپک گیا۔پیچھے رہ جانے والا آزر ایک بار پھر سینے پر ہاتھ باندھے سفید بورڈ کی جانب بغور دیکھنے لگا۔پھر میز پر رکھی اپنی چھڑی اٹھا کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا۔

◇◇◇

جاری ہے۔۔۔۔

قسط نمبر 4:

انسان مجرم کیسے بنتا ہے۔شاید جب وہ پہلی بار معمولی غلطی ہو جانے پر اس غلطی کو سدھارنے کی کوشش نہیں کرتا۔اور شاید جب وہ اسی غلطی کو دہرانے لگتا ہے یہ سوچ کر کہ ایسا کرنے سے کوئی خاص نقصان نہیں ہو رہا۔پھر جب انسان ایسی چھوٹی چھوٹی خطاؤں کا عادی ہو جائے تو اس

www.novelsclubb.com

کی طلب بڑھنے لگتی ہے۔اسے غلطی، غلطی نہیں لگتی۔گناہ، گناہ نہیں لگتا۔پھر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کے غلط کام سے نقصان کتنا ہے۔اس کی نظر پھر صرف فائدے پر ٹک جاتی ہے۔پھر وہی انسان خطاکار سے گناہ گار اور گناہ گار سے مجرم بن جاتا ہے۔اس کو نہ معاشرتی اقدار کی پرواہ رہتی ہے اور نہ ہی مذہبی حدود کی۔جس چیز پر اس کا نفس اڑ جاتا ہے، وہ اسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے حلال و حرام کے قائدے کو مکمل طور پر بند کر دیتا ہے۔غلطی کو گناہ اور گناہ کو جرم بننے میں دیر نہیں لگتی۔اس لئے غلطیوں کو پہلے قدم پر ہی سدھار لینا لازم ہوتا ہے۔

وہ اپنے آفس میں میز پر کہنیاں رکھے اپنی انگلیاں ماتھے پر پھیرتے ہوئے پچھلے ایک ماہ میں ہونے والے سبھی واقعات پر غور کرنے میں مگن تھا۔اس کی چھٹی حس اسے احساس دلا رہی تھی کہ یہ واقعات کسی بھیانک پسِ منظر کا اشارہ ہو سکتے ہیں۔کسی ایسے جرم کی داستان ہو سکتے ہیں جسے پہلے قدم پر روکا نہیں گیا۔

"سر" گل یار اندر آیا تو اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔

"ہاں گل یار؟"

"سر آپ کا شک ٹھیک نکلا۔عمیر کی شناخت جھوٹی ہے۔عمیر جس کے والدین عمرہ کرنے گئے

ہوئے ہیں، وہ کئی سالوں سے شادی شدہ ہے اور فری لانسنگ اس کا ذریعہ معاش ہے۔اور جس عمیر کی ہمیں تلاش ہے اس کے والدین تو کئی سال پہلے انتقال کر چکے ہیں۔ عمیر ان کا اکلوتا بیٹا ہے اور اس کا تعلق فیصل آباد سے ہے لیکن دو تین سالوں سے وہ روالپنڈی میں رہ رہا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ عمیر کو اندازہ تھا کہ ایک دن اس کی اصل شناخت ہمارے سامنے آجائے گی اور اسی لئے وہ موقع ملتے ہی فرار ہو گیا"

"جی سر ایسا ہی لگتا ہے"

اور جس گھر میں وہ رہ رہا تھا، وہ گھر اسی کے نام ہے؟"

"جی سر۔جب وہ روالپنڈی منتقل ہوا تبھی اس نے یہ گھر خریدا تھا"

"ہنم۔۔۔راولپنڈی آکر اس نے یہ گھر خریدا۔یہاں اس نے یہ عجیب و غریب لیبارٹری بنائی۔ شادی کی، اپنی بیوی کے قتل کو خودکشی کا رنگ دیا اور فرار ہو گیا۔۔۔یا غائب کر دیا گیا۔" آزر سامنے کی دیوار کو دیکھتے ہوئے کڑی سے کڑی ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سر" گل یار نے کہا

"ہاں؟" اس نے گل یار کی جانب دیکھا۔

"سر وہ۔۔۔رات کے آٹھ بجنے والے ہیں"

"تو؟"آزر نے نا سمجھی کے عالم میں پوچھا تھا۔

"تو سر آج اتوار ہے نا"

"گل یار رات کے آٹھ ہر دن بجتے ہیں۔اتوار ہے تو کیا ہوا؟"

"ماڑاز خوہ دلتا گیر شوم (ارے یار کہاں پھنس گیا)"گل یار منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

"کیا؟"آزر نے نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"سر وہ اصل میں ہر اتوار رات آٹھ بجے ایک پروگرام آتا ہے۔اور مجھ کو وہ لازمی دیکھنا ہوتا ہے۔ تو سر میں وہ دیکھ لوں اگر آپ کو مجھ سے ابھی کوئی کام نہیں ہے تو۔۔۔؟"گل یار سے وضاحت دینے کے ساتھ ہی اسکی اجازت طلب کی۔

"کون سا پروگرام؟"

"سر یہ۔۔۔یہ میں آپ کو دکھاتا ہوں"گل یار نے آزر کے قریب جا کر اپنی جیب سے موبائل نکالا اور یوٹیوب کھول کر موبائل آزر کے سامنے کر دیا۔موبائل کی اسکرین پر ایک ویڈیو چلنے لگی جس میں کوئی لڑکی کچھ بولتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا یہ۔۔۔درد کا درماں "آزر نے ویڈیو شروع ہوتے ہی کہا۔

"سر آپ کو تو پتہ ہے۔آپ بھی دیکھتے ہیں؟"گل یار نے ویڈیو کو وہیں روکا اور گرم جوشی سے پوچھنے لگا۔

"ہاں یہ میرے دوست کی بہن ہے "آزر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے واہ سر۔کمال ہو گیا۔ کبھی ملواؤنا سر مجھ کو بھی "اس کی خوشی دیکھنے والی تھی۔

"دوست کی بہن سے؟"آزر کو حیرانگی ہوئی۔

"اللہ کی پناہ سر کمال کی بات کرتے ہو۔اپنے دوست سے۔یہ لوگ بھی پٹھان ہیں نا۔مجھے بہت خوشی ہوتا ہے جب مجھے کوئی پٹھان ملے۔لہو گرما جاتا ہے سر اپنی برادری کے لوگوں سے مل کر"

"ہاں پٹھان ہیں۔لیکن اردو سنی تم نے اس کی۔دیکھو ہم سے بھی صاف اردو بولتی ہے۔لہو بعد میں گرمانا،پہلے تم اردو سیکھ لینا۔بھلے اسی سے ہی سیکھ لینا تم "آزر نے اس کے موبائل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"واقعی یہ اردو بہت اچھا بولتی ہے ماشاءاللہ۔۔۔اچھا سر آپ نے بتایا نہیں؟"

"کیا؟"

"آپ کو مجھ سے کوئی کام تو نہیں؟"

"نہیں مجھے کوئی کام نہیں ہے۔بلکہ میں بھی گھر جارہا ہوں۔تم بھی جاؤ آرام کرو۔۔۔میرا مطلب ہے دیکھو اپنا وہ پروگرام وغیرہ گھر جا کر"آزر اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

"جی سر؟اوکے اوکے سر"گل یار جسے اتنی آسانی سے اجازت مل جانے کی توقع نہیں تھی، خوشی سے اسے سلیوٹ کر کے باہر کی جانب دوڑ گیا۔

"کوئی حال نہیں ہے اس بندے کا"آزر بڑبڑایا تھا۔

◇◇◇

اگلی دوپہر وہ اسلام آباد واپس لوٹ آئے تھے۔وسطِ جنوری کی دوپہر میں اسلام آباد کے آسمان پر نکلے سورج کی کمزور کرنوں کو بادل زمین تک آنے نہیں دے رہے تھے۔بہر یہ ٹاؤن کے بلاک بی کے اس گھر کے پورچ میں رکی گاڑی سے عمارہ اپنے بازوؤں میں سمو کی کو اٹھائے نکلی تھی۔ گاڑی سے نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا تھا۔سمو کی اپنی سبز آنکھوں سے چاروں اطراف کا معائنہ کر رہا تھا کہ اس کو اس نئی جگہ سے مانوس ہونے میں ابھی وقت لگنا تھا۔

"محد بھائی یہ دروازہ کھولیں جلدی۔سمو کی کو ٹھنڈ لگ جائے گی"اس نے گاڑی سے نکلتے محد کو

پکارا۔

"تمہاری جِلد سے زیادہ فر ہے اس بلے کے پاس۔ تم سے زیادہ ٹھنڈ نہیں لگنے والی اسے" فہد نے محد سے پہلے آگے بڑھ کر جالی دار دروازہ کھول دیا۔

عمارہ اسے نظر انداز کرتی ہوئی لاؤنج سے گزر کر سیدھی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس کے پیچھے آتے فہد نے پکارا۔

"اپنے کمرے میں" وہ بغیر مڑے جواب دیتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ فہد نے کندھے اچکا کر چکور میز کے گرد موجود صوفے کا رُخ کیا۔

"آج تو بہت ہی سردی ہے بھئی۔ محد یہ انورٹر (inverter) چلاؤ جلدی سے۔ طاہرہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"جی ماں میں چلاتا ہوں" اس نے آگے بڑھ کر انورٹر کا بٹن دبایا۔ پھر چکور میز سے ریموٹ اٹھا کر اسے چالو کر دیا۔

"مجھے ہاؤس جاب کے حوالے سے کچھ کام کے لئے یونیورسٹی جانا ہے اور آج جانا ضروری ہے۔ میں تھوڑی دیر میں یونیورسٹی کے لئے نکل جاؤں گا"

"اچھا۔ تمہارا رزلٹ کب آئے گا آخری سال کا؟"

"بس آج کل میں آجائے گا۔ دعا کیجئے گا آپ بہت ساری"

"اچھا کچھ پیو گے؟ چائے یا کافی؟"

"کافی ہی دی دیں۔ علی نے اتنی چائے پلادی ہے ان چند دنوں میں کہ اب تو ایک مہینے تک میں چائے نہیں پی سکتا" وہ ہنسا تھا۔

"اچھا چلو میں لاتی ہوں کافی"

"مجھے جلدی نہیں ہے ماں جی۔ آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔ میں ایک دو گھنٹے تک نکلوں گا" وہ انہیں کچن کی طرف جاتا دیکھ کر کہنے لگا۔

"بلکہ میں بناتا ہوں کافی سب کے لئے۔ علی بھائی سے متاثر ہو گیا ہوں میں۔ ماں جی آپ بھی اپنے کمرے میں جائیں اور آرام کریں" فہد صوفے سے اٹھتا ہوا بولا۔

"بنالو گے؟" طاہرہ نے پوچھا۔

"جی جی۔ ایسی کافی پلاؤں گا آپ کو کہ آپ مجھے پڑھائی چھڑوا کر کیفے میں بٹھادیں گی" وہ اب کچن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"بس بس۔ابھی تم نے کافی بنانی ہے فہد۔بنا چکو تو پھر اس بارے میں سوچیں گے" وہ اس کی بات پر ہنسی تھیں۔ محد ان دونوں کی گفتگو سنتا ہوا مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔کمرے میں آتے ہی وہ کھڑکی کے ساتھ موجود رائیٹنگ ٹیبل سے اپنے مطلوبہ کاغذات تلاش کرنے لگا۔ساتھ موجود کرسی سے اپنا سیاہ بستہ اٹھایا۔چند کاغذات اس میں رکھے۔پھر کمرے کا ہیٹر چلا کر اس نے الماری سے کپڑے نکالے اور واش روم میں گھُس گیا۔

وہ واپس آیا تو فہد اس کے بستر پر اوندھا لیٹا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" اس نے تولیہ اپنے گیلے بالوں میں پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"کافی پی کر بتائیں کیسی بنی؟" وہ تکیے میں منہ چھپائے بولا۔

محد کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔اس نے تولیہ واش روم کے دروازے پر لگی کھُنٹی پر لٹکایا اور سائیڈ ٹیبل سے کافی کا مگ اٹھا کر فہد کے قریب بستر پر بیٹھ گیا۔فہد تکیے سے زرا سا سر اٹھا کر اسے کن اکھیوں سے دیکھنے لگا۔محد نے کافی کو ایک نظر دیکھا۔"شکل سے تو اچھی لگ رہی ہے" اس نے کہہ کر ایک گھونٹ بھرا اور چند سیکنڈ تک اس گھونٹ کا ذائقہ محسوس کرتا رہا۔

"منہ مت چھپاؤ۔اچھی ہے کافی۔تم کیفے کھول سکتے ہو۔" وہ اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے

مسکرایا تھا

" صحیح بتائیں" فہد چہکتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

" صحیح بتا رہا ہوں۔ جھوٹ تھوڑی بولوں گا تم سے۔ بس تھوڑی کڑوی ہے۔ میں میٹھی کافی پیتا ہوں نا" اس نے ہاتھ سے "تھوڑی" کا اشارہ کیا۔

"لائیں میں چینی ڈال کر لاتا ہوں" فہد مگ اس کے ہاتھ سے لیتا ہوا بولا۔ فہد کے جانے کے بعد وہ اٹھ کر الماری کے وسط میں بنے ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اپنے بال سنوارنے لگا۔ ڈریسنگ کے لمبے شیشے میں نظر آتی کھڑکی نے اس کی توجہ بالوں سے ہٹائی۔ وہ کھڑکی کی طرف مڑا اور قریب جا کر کھڑکی سے پردہ کھینچ دیا۔ باہر نظر آتی سڑک بالکل خالی تھی۔ سڑک کے اطراف کھڑے درخت کے ہلتے ہوئے پتے ہوا کا ساتھ دے رہے تھے۔

"یہ لیں بھائی۔ آپ کی کافی" فہد اس کے پاس آ کر کہہ رہا تھا۔ اس نے خالی سڑک سے نظریں ہٹائیں اور کافی کا مگ تھام لیا۔ اور وہیں رائیٹنگ ٹیبل کے ساتھ پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"وہ تو رات کو نہیں آتی تھی؟ آپ اس وقت یہاں کیا دیکھ رہے ہیں" فہد نے پوچھا۔ وہ چونک کر حیرت سے فہد کو دیکھنے لگا۔

"ادھر آنا زرا" اس نے مگ ٹیبل پر رکھ کر فہد کو گھورا۔

"دیکھیں بھائی۔کان نہیں کھینچیں گے آپ، ٹھیک ہے؟"

"ادھر آؤ تو صحیح" فہد آہستہ سے اس کی جانب بڑھا تو اس نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی اپنا بازو بڑھا کر اس کا کان پکڑ لیا۔

"کس نے بتایا تمہیں؟"

"اوہو بھائی یہ والا کان تو چھوڑیں۔پہلے ہی کھینچ کھینچ کر اتنا لمبا کر دیا آپ نے۔دوسرا کھینچ لیں۔ دونوں برابر ہو جائیں گے"

"علی نہ بنو تم۔سیدھی طرح بتاؤ کس نے بتایا تمہیں اس بارے میں؟"

"علی بھائی نے ہی تو بتایا تھا۔بلکہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے چھپایا نہیں" فہد نے صاف گوئی کا سہارا لیتے ہوئے صاف صاف بتا دیا۔

"اس علی کے بچے کو تو میں دیکھ لوں گا" محد نے اس کا کان چھوڑ دیا۔اور دوبارہ اپنا ہاتھ کافی کے مگ کی طرف بڑھا دیا۔

"علی کے بچے تو ابھی اللہ کے پاس ہیں بھائی۔ان بے چاروں کو ابھی سے کیوں ڈانٹ رہے ہیں

آپ" فہد نے اپنے لال ہوتے کان پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ کہہ دینے کے بعد اسے احساس ہوا کہ کم از کم ابھی ایسی بونگی نہیں مارنی چاہیئے تھی۔

"تم کیا علی کے بچوں کے ماموں لگتے ہو جو اتنی فکر ہو رہی ہے؟ تمہیں تو میں بتاتا ہوں رکو زرا" محدا بھی اپنی کرسی سے اٹھنے ہی والا تھا کہ فہد نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"میری توبہ ہے جواب میں نے اس علی جیسے محلے کی بی بی سی نیوز کو کچھ بھی بتایا" وہ بڑبڑانے لگا۔

کافی پی کر وہ جلدی جلدی تیار ہوا اور اپنا بیگ اٹھا کر یونیورسٹی کے لئے نکل گیا۔ یونیورسٹی سے اپنے کام نمٹا کر جب وہ واپس آیا تب سردیوں کا چھوٹا سا دن رات میں بدل رہا تھا۔ واپسی پہ وہ ہر بار کی طرح ان سب کے لئے ان سب کی پسندیدہ ناریل کی بنی سبز برفی لانا نہیں بھولا تھا کہ اس کے امتحانات کو نتیجہ بہترین رہا تھا۔ اور کچھ میٹھا تو ضروری تھا۔ گھر پہنچ کر اس نے برفی کچن میں رکھ دی۔

سفر کی تھکاوٹ اور پورے دن کی چل سو چل نے اس کا بُرا حال کر دیا تھا۔ تھکا ہارا وہ کمرے میں آتے ہی بستر پر گرا اور چند لمحوں میں ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔ نہ جانے رات کے کون سے پہر اس کی آنکھ کھلی تو یاد آیا کہ وہ عشاء کی نماز پڑھے بغیر ہی سو گیا تھا۔ اس کے کمرے کی لائٹ جو اس

نے چلائی تھی،اب بند تھی اور اس کے اوپر موجود لحاف جسے لئے بغیر ہی وہ سو گیا تھا،بتا رہا تھا کہ یقیناً طاہرہ اس کے کمرے میں آئی ہوں گی۔اس نے لحاف ہٹایا اور ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔رات کے دو بج رہے تھے۔وہ اتنی دیر گھوڑے گدھے سب بیچ کر سوتا رہا تھا۔

"عشاء تو پڑھی نہیں،اب اٹھ ہی گئے ہو تو چلو محد تہجد پڑھ لو" سوچتا ہوا ہمت کر کے وہ بستر سے نکلا۔اگلے چند منٹ بعد وہ جائے نماز پر تہجد کے لئے کھڑا ہو چکا تھا۔کتنے عرصے بعد وہ رات کے اس پہر جائے نماز پر کھڑا ہوا تھا۔دور کہیں کوئی اضطراب تھا جو یکدم تھم گیا تھا۔اس کے اندر کئی دنوں کی انجانی بے چینی سکون میں بدل گئی تھی۔اس وقت اسے احساس ہوا تھا کہ محض فرائض ادا کرنا سکون کی ضمانت نہیں ہے۔اللہ کی یاد سکون کی ضمانت ہے۔نماز فرض سمجھ کر پڑھنا اچھی بات ہے۔لیکن اسے فرض سمجھنے کے ساتھ ساتھ اللہ کو یاد کرنے کی نیت سے پڑھنا دل کو سکون دیتا ہے۔اس نے تہجد کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تھے۔

"نہ تیرا خدا کوئی اور ہے"

"نہ میرا خدا کوئی اور ہے"

"یہ جو راستے ہیں جدا جدا"

"یہ معاملہ کوئی اور ہے"

دور کسی مسجد سے رات کے سناٹے میں ہلکی ہلکی آواز آرہی تھی۔اتنی دل سوز آواز اس نے شاید ہی کبھی سنی ہو۔آواز بھلے مدھم تھی لیکن پڑھنے والے کی دلی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔کچھ تو تھا اس آواز میں یا شاید اس حمد کے الفاظ میں، وہ گم سم سا دعا میں ہاتھ اٹھائے سننے لگا۔چند لمحوں بعد آواز آنا بند ہو گئی تو وہ جیسے اپنی دنیا میں لوٹ آیا ہو۔اس نے سر جھٹک کر دعا مانگنا شروع کی۔چند منٹ کی دعا کے بعد اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔منہ پر ہاتھ پھیر کر وہ جائے نماز کو تہہ لگانے لگا۔

"نہ تیرا خدا۔۔۔کوئی اور ہے"

"نہ میرا خدا۔۔۔کوئی اور ہے"

آواز دوبارہ آئی تھی۔ایسا لگ رہا تھا پڑھنے والے کی اب رو رو کر جیسے ہچکی بندھ گئی۔وہ غور سے سننے لگا۔یہ حمد وہ پہلی بار نہیں سن رہا تھا۔لیکن یہ انداز اس کے لئے نیا تھا۔کچھ دیر بعد آواز آنا بند ہو گئی۔وہ چند لمحے اسی آواز کے سحر میں رہا۔کسی نے اس کے کمرے کے دروازے پر بہت آہستہ سی دستک دی تھی۔وہ چونک گیا۔اس نے وقت دیکھا۔رات کے دو بج کر پینتالیس منٹ

ہو رہے تھے۔ابھی وہ دروازے کی طرف آنے ہی والا تھا کہ دوبارہ دستک ہوئی۔

"کون؟"

"ماں جی آپ ہیں؟" اس نے آہستہ آواز میں پوچھا۔کوئی جواب نہ پا کر وہ دروازے کی طرف بڑھا اور ایک دم دروازہ کھول دیا۔اس کے دروازہ کھولنے کی دیر تھی کہ بِلا تیزی سے اس کے کمرے میں گھسا اور بیڈ پر چڑھ کر اسی جگہ لیٹ گیا یہاں علی لیٹا کرتا تھا۔

"سمو کی؟"اس نے خود کلامی کی۔اور دروازہ بند کرتے ہوئے بیڈ کی طرف آیا۔

"سمو کی تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"وہ پوچھ ایسے رہا تھا جیسے اسے وہ بِلا رات کے اس پہر وہاں آنے کی وجہ بتائے گا۔

"میاؤں"نہایت دھیمی آواز میں سمو کی نے جواب دیا۔

"اچھا چلو یہیں سو جاؤ تم۔آخر تم بھی علی کے بلے ہو۔اور علی جب بھی یہاں آتا ہے،اس کمرے میں اسی کا راج ہوتا ہے"وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔سمو کی نے منہ دوسری جانب کر لیا۔گویا وہ چاہتا تھا کہ اس کے آرام میں اب کوئی مخل نہ ہو۔محد چند منٹ اس کو غور سے دیکھتا رہا۔پھر اپنا موبائل اٹھا کر سمو کی کی تصویریں بنانے لگا۔مختلف زاویوں سے تصویریں لینے کے بعد

اس نے علی کے نمبر پر وہ تمام تصاویر بھیج دیں اور مسکرا دیا۔ تصویروں کے ساتھ اس نے لکھا تھا "سمو کی بن علی"

بِلا غالباً سو چکا تھا۔ جبکہ اس کی آنکھوں سے نیند بھاگ چکی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت کو کیسے گزارنا ہے۔ سو وہ عادتاً بلاوجہ سوشل میڈیا کی سکرولنگ کرنے لگا۔

"دکھ جب انسان کے اندر توڑ پھوڑ کرتا ہے، تب اسے خوشی کی، آسائیشوں کی قدر آتی ہے۔ کوئی خوشی ہمیں اتنا شکر کرنا نہیں سکھاتی جتنا غم سکھا جاتے ہیں۔ غم خوشی کی قدر کا احساس دلا جاتے ہیں۔ پھر ایک امید سی دل میں جاگ جاتی ہے کہ جس رب نے پہلے خوشیوں سے نوازا تھا۔ بے شک وہ دوبارہ نواز دینے پر بھی قادر ہے۔ پھر اِس آس پر ہی سہی، انسان صبر کرنا سیکھ لیتا ہے۔ اور یہی صبر آہستہ آہستہ اس قدر مضبوطی دے دیتا ہے کہ پھر کوئی دنیاوی غم انسان کو توڑ ہی نہیں سکتا۔۔۔ پھر بس اللہ سے دوری کا خوف اسے توڑتا ہے۔ اسے ڈراتا ہے۔ اور ایک وقت آتا ہے جب انسان صحیح معنوں میں اللہ کی یاد میں مگن رہنے لگتا ہے۔۔۔ اور یہی تو منزل ہی بشر کی! تو غموں سے کیا گھبرانا بھلا۔۔۔ ایسے میں مایوسی سے کہیں بہتر ہے کہ ان غموں سے اللہ کے قریب ہونے کا راستہ بنا لیا جائے۔۔۔۔ زونہ"

ایک نئی تحریر اس کی نظروں کے سامنے سے گزری تھی۔

"یہ رائٹر ہر وقت اتنی اداس کیوں رہتی ہے آخر۔مجھے بھی اداس کر دیا بلاوجہ" وہ بڑبڑاتے ہوئے اس تحریر پر ایک لائیک چھوڑا تھا۔

◇◇◇

پولیس اسٹیشن۔

"سر" گل یار خان نے کانفرنس روم میں آتے ہوئے اسے پکارا۔آزر جو سفید بورڈ کو دیکھنے میں محو تھا،اس کی آواز پر چونکا۔

"ہاں گل یار؟"

"سر آپ ادھر ہیں۔میں آپ کو پورے تھانے میں ڈھونڈ رہا تھا"

"خیریت؟"

"سر وہ کیس نمبر دو والی مس کائنات آئی ہیں۔آپ سے ملنا چاہتی ہیں"

"اچھا۔ان کو میرے آفس میں بٹھاؤ۔میں آتا ہوں"

"یس سر" گل یار چلا گیا تو اس نے ایک اور نگاہ بورڈ پر ڈال کر سرد آہ بھری اور آفس کی برف

چل دیا۔

"جی مس کائنات؟" وہ اپنے سامنے بیٹھی سر سے پاؤں تک پردے میں چھپی لڑکی سے بولا۔

"سب ٹھیک تو ہے؟"

"ایس پی صاحب یہ۔۔۔" کائنات نے ایک خاکی لفافہ اس کی جانب بڑھا دیا۔ آزر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ سے لفافہ تھاما اور اس کے چاک شدہ حصے سے لفافے نے اندر جھانکنے لگا۔

"آج صبح مجھے ڈاک سے یہ طلاق کے کاغذات ملے ہیں" اس کے پوچھنے سے پہلے کائنات بتانے لگی۔ "مجھے نہیں معلوم کہ رضوان نے مجھے ایسے اچانک طلاق کیوں بھیجی۔ آپ نے کہا تھا کہ اس کی طرف سے کوئی بھی پیغام ملے یا وہ رابطہ کرے تو آپ کو بتاؤں، اس لئے میں چلی آئی"

"مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔۔۔ آپ سے کچھ سوال پوچھ سکتا ہوں اگر آپ ابھی جواب نہ بھی دینا چاہیں تو کوئی بات نہیں۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ کے لئے یہ بہت پریشانی کا وقت ہے"

"سر میں یہاں آپ کو آپ کے سوالوں کے جواب ہی دینے آئی ہوں۔ میں نہیں چاہتی اس معاملے کو طول ملے"

"آپ نے بالکل ٹھیک کیا کائنات۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ شادی کے بعد کے یہ چند ماہ جو آپ نے رضوان کے ساتھ گزارے، اس دوران کوئی غیر معمولی بات جو آپ نے محسوس کی ہو؟"

"نہیں سر۔ میرا اس کے ساتھ وقت بہت اچھا گزرا۔ سوائے گزشتہ ماہ کے۔ گذشتہ ماہ سے وہ ضد پر اڑ گیا تھا کہ وہ مجھے بیرونِ ملک بھیجنا چاہتا ہے"

"بیرونِ ملک؟ کہاں؟" اس کی بات پر آزر چونکس ہوا۔

"یہ میں نہیں جانتی"

"کیوں بھیجنا چاہتا تھا آپ کو؟"

"اسے وہاں کسی اچھی نوکری کا بتایا تھا کسی نے۔ بس اسی سلسلے میں وہ چاہتا تھا کہ میں وہاں جاؤں اور وہ نوکری کروں۔ کچھ عرصے بعد وہ بھی وہاں آجائے گا۔ لیکن میں اکیلے نہیں جانا چاہتی تھی"

"غالباً حمل ضائع کرنے پر بھی اسی وجہ سے اس نے آپ کو مجبور کیا"

"جی" کائنات نے سر جھکا لیا۔

"نوکری کیسی تھی، یہ بھی آپ نے نہیں پوچھا؟"

"مجھے بیرونِ ملک نوکری سے کوئی دلچسپی نہیں تھی سو میں نے نہیں پوچھا۔وہ بس اس بات پہ زور دے رہا تھا کہ اتنی اچھی نوکری ہے۔بہت سی لڑکیاں جا رہی ہیں۔اگر میں وہ نوکری کروں گی تو ہمارے حالات بدل جائیں گے۔حالانکہ ہمارے حالات اتنے برے بھی نہیں تھے کہ رضوان کے ساتھ ساتھ مجھے بھی نوکری کرنا پڑے۔پتہ نہیں اسے کیا جنون سوار ہو گیا تھا" کائنات اسے بتاتے ہوئے بار بار اپنے ناخنوں کی جانب دیکھنے لگتی۔جیسے وہ کسی الجھن کا شکار ہو۔ آزر اس کی ساری حرکات و سکنات پر غور کر رہا تھا

"کائنات میں آپ سے ایک درخواست کروں گا کہ پلیز ہم سے کچھ مت چھپایئے گا۔چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ہمارے لئے مددگار ثابت ہو سکتی ہے" اس نے التجایہ انداز میں کہا۔

"سر" گل یار ہانپتا ہوا آفس نے اندر آیا تھا۔

"سر وہ۔۔۔"

"کیا ہوا گل یار خان؟"

"سر۔۔۔ عمیر" گل یار خان کی دوڑ کر وہاں آنے کے باعث سانس پھول رہی تھی۔

"عمیر مل گیا؟" آزر اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"نہن۔۔۔ نہیں سر"

"تو پھر؟"

"سر میرے ساتھ آئیں گے آپ؟"

"ہاں چلو میں آتا ہوں" وہ گل یار خان سے کہہ کر کائنات کی طرف مڑا تھا۔ "کائنات آپ سے ایک بار پھر کہوں گا کہ مجھ سے کچھ بھی چھپایئے گا نہیں۔ اور کوئی بھی پریشانی ہو اس حوالے سے تو ہم سے رابطہ کیجئے گا۔ ابھی کے لئے مجھے جانا ہو گا" وہ کہہ کر تیزی سے آفس سے نکل گیا۔

"سر" اس کے ساتھ تیز تیز قدم بڑھاتے گل یار نے کہا، "عمیر کا فون آن ہوا تھا سر تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے۔ جنید نے جیسے ہی ٹریس کیا، ہم نے دلاور وغیرہ کو اطلاع دے دی تھی۔ اور ٹیم عمیر کے پیچھے روانہ کر دی تھی۔ عمیر اس وقت ائیر پورٹ کے راستے پر تھا۔ دس منٹ بعد اس کا فون دوبارہ بند جانے لگا۔ لیکن خوش قسمتی سے ائیر پورٹ سے کچھ فاصلے پر دلاور کو عمیر مل گیا" وہ دونوں پولیس جیپ میں بیٹھ چکے تھے۔ اور زن کی آواز کے ساتھ تھانے کی حدود سے نکل گئی۔

"عمیر پکڑا گیا یا نہیں؟"

"یہ تو وہاں پہنچ کر ہی پتہ چلے گا سر۔اس کے بعد میرا دلاور سے رابطہ نہیں ہوا" گل یار کی بات پوری ہوتے ہی آزر نے دلاور کا نمبر ملا دیا۔

"دلاور کیا رپورٹ ہے؟"

"سر عمیر پر پیچھے سے کسی نے فائر کر دیا ہے۔ گولی اس کے سر کے آر پار ہو گئی ہے۔ ہم فائر کرنے والے کا پیچھا کر رہے ہیں۔ آپ بس فوراً یہاں پہنچیں"

دلاور نے اجلت کے عالم میں اسے اطلاع دیتے ہی فون کاٹ دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ موقعِ واردات پر موجود تھا۔ عمیر اپنی سانسیں پوری کر چکا تھا۔

"سر یہ عمیر کی جیب میں سے ملا" دلاور نے آگے بڑھ کر ایک سفید لفافہ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ لفافہ تھامتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"دبئی کا ٹکٹ" دلاور نے کہا۔ آزر لفافے کو بغور دیکھنے لگا۔

"سر" تفتیشی ٹیم کے کسی فرد نے اسے پکارا تھا۔ "سر یہ اس کے سامان میں سے ملا ہے" اس نے ایک اور سفید لفافہ اور ایک مڑا تڑا ٹکٹ آزر کی جانب بڑھا دیا، جسے آزر نے آگے بڑھ کر تھام لیا۔ سفید لفافہ قدرے پھولا ہوا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس میں نوٹ تھے۔ آزر نے ٹکٹ کو

سیدھا کیا۔

"فلوریڈا کا ٹکٹ؟اس پر تو فوزیہ کا نام لکھا ہے"آزر حیرانی سے اس ٹکٹ کو بغور دیکھنے لگا۔

"اور وہ جس نے فائر چلایا، وہ کون تھا؟"وہ یاد آنے پر دوبارہ دلاور کی جانب متوجہ ہوا۔

"سر وہ سیاہ ہوڈی اور ماسک میں تھا۔ہم میں سے کوئی اسے دیکھ نہیں سکا۔اس کا پیچھا کیا مگر۔۔۔ آئی ایم سوری سر"

"گُڈ ورک دلاور"اس نے دلاور کا کندھا تھپتھپایا اور خود عمیر کی لاش کی طرف بڑھ گیا۔

◇◇◇

اس کے بستر پر کئی مریضوں کی فائلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ساتھ ہی لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا جس کی سکرین پچھلے دس منٹ سے چمکتے چمکتے اب تھک کر خود ہی بجھ گئی تھی۔وہ حسبِ عادت اپنے بستر پر بیٹھی ان فائلوں سے اہم نکات نوٹ کرتی ہوئی ڈائٹ چارٹ بنانے میں مصروف تھی۔ اسے صبح تک یہ سارا کام مکمل کرنا تھا۔قریباً آدھے گھنٹے بعد اس کا کام مکمل ہوا تو اس نے کمر کے پیچھے رکھے تکیے سے ٹیک لگا کر ایک آہ بھری۔اور آنکھیں بند کر لیں۔

چند لمحوں بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے سامنے بکھری چیزوں کو دیکھ کر اسے ایک تھکن کا

احساس ہوا۔ بکھری چیزیں اور گندگی سے اسے شدید کوفت ہونے لگتی تھی۔ لیکن یہ سب پھیلایا اس نے تھا تو سمیٹنا بھی اسے ہی تھا۔ ہمت کر کے وہ سب چیزیں اپنی اپنی جگہ پر رکھنے لگی۔ تمام فائلیں اور ڈائٹ پلان اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے اور قریب رکھا دوپٹہ اٹھا کر اوڑھتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ اس کا رُخ کچن کی جانب تھا جہاں اس کا پورے دن کا سب سے اہم کام باقی تھا یعنی چائے! کچن میں داخل ہونے سے پہلے اس نے ماما کے کمرے میں جھانکا، ماما سو چکی تھیں سو وہ اپنے لئے ایک کپ چائے بنا کر دوبارہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ لیپ ٹاپ ابھی تک اس کے بستر پر جوں کا توں موجود تھا۔ اس نے چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور لیپ ٹاپ بند کرنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ اسی لمحے اس کے لیپ ٹاپ پر کوئی پیغام موصول ہوا اور سکرین پھر سے چمکنے لگی۔ فیس بک پر مسٹر ایم آر کے نام سے پیغام تھا۔ اس نے بستر پر بیٹھتے ہوئے لیپ ٹاپ کو اپنی جانب کھسکایا اور میسیج کھولا

"چائے یا کافی؟"

اس شخص کی جانب سے یہ سوال کوئی پانچویں بار اسے موصول ہوا تھا۔ اور ہر بار اس نے اسے نظر انداز کیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ اسے جواب دینے کے لئے لمحہ بھر کو سوچنے لگی۔

"گرین ٹی" تھوڑی سی سوچ بچار کے بعد معقول سا جواب اسے بھیج کر وہ طنزیہ مسکرائی۔ پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر لیپ ٹاپ بند کر کے ایک طرف کو رکھ دیا۔ اب اس کی توجہ چائے کی جانب تھی۔ چائے کے دو تین گھونٹ بھر کر اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا اور خالہ کو میسیج بھیج دیا۔

"آئی مس یو خالہ"

خالہ غالباً سو چکی تھیں۔ کیونکہ اس کی چائے ختم ہو جانے تک ان کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ چائے پی کر وہ واش روم میں چل دی اور برش کر کے واپس بستر میں گھس گئی۔ اگلے چند منٹ بعد وہ نیند کی وادیوں میں داخل ہو چکی تھی۔

◇◇◇

"اللہ اکبر"

"اللہ اکبر"

اس کی جانے کب آنکھ لگ گئی تھی۔ فجر کی اذان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ اٹھ بیٹھا۔ یہ وہی دل سوز آواز تھی جس آواز میں کچھ دیر پہلے اس نے حمد سنی تھی۔ آواز اب بھی دھیمی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ بے خود سا ہو کر اذان سننے لگا۔اذان ختم ہونے کے چند لمحوں بعد تک بھی وہ اس آواز کے سحر میں رہا۔ایسا اس کے ساتھ پہلی بار ہو رہا تھا۔

"جانے یہ کون ہو گا جس کی آواز میں اتنا سوز ہے کہ بار بار سننے کا دل چاہتا ہے"اس نے سوچا اور پلٹ کر سمو کی کو دیکھنے لگا جو اس کے بستر پر بڑے مزے سے خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔اس نے سمو کی کی کمر پر دھیمے سے ہاتھ پھیرا اور فجر کی نماز کی تیاری کرنے لگا۔ مسجد میں بھی اس کے کان اسی آواز کی جانب لگے رہے لیکن اسے اندازہ تھا کہ وہ شخص جو بھی تھا۔صرف آواز کی بنا پر وہ اسے کیسے پہچان پاتا۔نماز کے بعد بھی کافی دیر وہ مسجد کے صحن میں بیٹھا ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتا رہا۔آسمان کی سیاہی اب سفیدی میں بدل رہی تھی۔مسجد کی چھت پر سورج کی پہلی کرنیں پڑنے لگیں تو اسے وقت کا احساس ہوا۔آج اس کی ہاؤس جاب کا پہلا دن تھا۔اور اسے جلدی تیار ہونا تھا۔یہ خیال آتے ہی وہ اٹھا اور مسجد سے نکل کر گھر کی جانب چل دیا۔آدھے گھنٹے بعد وہ ہسپتال جانے کے لئے مکمل طور پر تیار تھا۔کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ ناشتے کی غرض سے کچن میں موجود ڈائیننگ ٹیبل کی طرف جا رہا تھا۔

"محد بھائی" ننگے پاؤں سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے عمارہ نے اسے پکارا،"بھائی آپ نے سمو کی کو

کہیں دیکھا؟ وہ میرے کمرے میں نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں چلا گیا۔ رات تک تو وہیں تھا" وہ محد کے قریب پہنچ کر پریشانی کے عالم میں پوچھنے لگی۔

"آئے ہائے کیا ہو گیا عمارہ۔ سمو کی صاحب میرے کمرے میں علی کی جگہ پر آرام فرما رہے ہیں۔ آدھی رات کو وہ میرے کمرے میں آ گیا تھا۔ شاید وہ علی کو یاد کرتا ہے" اس نے اپنے کمرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اسے بتایا۔ اور وہ اس کی بات مکمل ہوتے ہی اس کے کمرے کی طرف دوڑ گئی۔

"پاگل" وہ اس کی اوور ایکٹنگ پر ہنسا تھا۔ اس نے اپنا کندھے پر اٹھایا بیگ صوفے پر رکھا اور خود کچن کی طرف بڑھ گیا۔ "اسلام و علیکم ماں جی" وہ کچن میں آتے ہی بولا۔ ناشتہ بناتی طاہرہ اور ناشتہ نوش کرتے رضا احمد اور فہد نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ خیریت تو ہے؟ آج ولی عہد اول صاحب اتنی صبح صبح؟" رضا احمد نے پوچھا۔

"ابو آج آپ کے ولی عہد اول کی ہاؤس جاب کا پہلا دن ہے۔ اس لئے"

"ماشاءاللہ۔ زبردست۔ لیکن اب روز صبح اسی طرح جلدی اٹھو تو مزہ آئے"

"یہ تو تھوڑا مشکل کام ہے۔ لیکن میں کوشش کروں گا" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے

مسکرایا۔

"محد یہ برفی تم لائے تھے؟" ماں جی نے اس سے پوچھا۔

"جی جی۔ میرا الحمداللہ آخری سال بھی اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا ہے۔ ڈینٹسٹ بن گیا ہے آپ کا بیٹا" وہ آج دلی طور پر خوش تھا۔ طاہرہ نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما تھا۔

"لائیں بھئی یہ برفی تھوڑی سی ہمیں آپ لنچ بکس میں ڈال کر دے دیں۔ کیونکہ ابھی تو ڈٹ کر ناشتہ کر لیا ہے اور سبز برفی کی شان میں اسے نہ کھا کر کوئی گستاخی بھی نہیں کرنا چاہتے۔ ہم آفس میں کھا لیں گے" رضا احمد نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔ کتنا مکمل منظر تھا۔ رشتے، خلوص، سکون۔ محد نے ایک نظر وہاں موجود سبھی لوگوں پر ڈالی اور دل ہی دل میں الحمداللہ کہہ دیا۔

"فہد تم آج جا رہے ہو ہاسٹل؟" خیال آنے پر اس نے فہد سے پوچھا۔

"جی بھائی بس ابھی تھوڑی دیر میں نکل جاؤں گا"

"گُڈ"

اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتا، سمو کی دوڑتا ہوا اس کی گود میں آ بیٹھا۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹا تھا۔

"سمو کی کے بچے!" عمارہ چلاتے ہوئے وہاں آئی۔ "محد بھائی یہ میرے قابو نہیں آرہا، اسے آپ رکھ لیں" سمو کی کو محد کی گود میں پا کر وہ مایوسی سے کہنے لگی۔

"پہلی بات یہ کہ اس کو تم لائی ہو اتنے شوق سے تو تم رکھو نا۔ دوستی کرو اس کے ساتھ۔ اور دوسری بات یہ کہ اس کو اگر تم علی کا بچہ کہو کی تو زیادہ اچھا رہے گا" اس کی بات پر فہد ہنسنے لگا۔ اور پھر عمارہ سے مخاطب ہوا۔

"دیکھو عمارہ۔ سمو کی نے زندگی میں صرف ایک لڑکی دیکھی ہے۔ اور وہ ہیں ثمینہ ممانی۔ اب اسے اپنی ہم شکل اجنبی لڑکی سے مانوس ہونے میں وقت تو لگے گا نا"

"ہاہاہا واقعی۔ شکل تو مل رہی ہے" رضا احمد ہنسے تھے۔ محد نے اپنی گود سے سمو کی کو اٹھایا اور عمارہ کی طرف بڑھا دیا۔

"اس کو پکڑو۔ اور علی کو فون کر کے اس سے دوستی کرنے کی ٹپس لو۔ میں تو جا رہا ہوں" ہاتھ دھو کر وہ فرنچ ٹوسٹ کو ٹشو میں لپیٹتے ہوئے بولا۔ اور خدا حافظ کہتا ہوا نکل گیا۔

◇◇◇

"ہائے محد!"

ہسپتال کے ڈینٹل ایمرجنسی وارڈ میں وہ کالی پینٹ اور کالی جرسی پر سفید اوورآل جس کی ایک طرف "ڈاکٹر محدرضا" کڑھائی سے لکھا گیا تھا، پہنے کھڑا تھا۔جب اسے کسی نسوانی جانی پہچانی آواز نے پکارا۔وہ پلٹا۔اس کے پیچھے ہانیہ کھڑی تھی۔

"ہیلو۔اسلام و علیکم" وہ عادتاً مسکرایا

"وعلیکم السلام۔تم بھی یہاں ایمرجنسی میں؟"

ہاں میں نے یہاں کے لئے اپلائی کیا تھا"

"دیٹس گریٹ۔مجھے لگتا ہے کہ پوری کلاس میں سے بس ہم دونوں نے ہی ایمرجنسی وارڈ میں ہاؤس جاب کے لئے اپلائی کیا ہے" وہ کافی پُرجوش تھی۔ اس کے جواب میں وہ فقط مسکرا سکا۔

"آپ دونوں زرا میرے ساتھ آپریشن روم میں آئیں اور مجھے اسیسٹ کریں"

ان کے سینئر ڈاکٹر نے ان کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا تو وہ دونوں ان کے ساتھ ہو لیے۔

"یہ مریض کافی عمر دراز ہیں اور دانتوں میں اچانک اٹھنے والے شدید درد کی شکایت کے ساتھ آئیں ہیں۔ان کے دانتوں کی حالت خاصی خراب ہے۔۔۔" وہ ان دونوں کو مریض کے بارے میں بتانے لگے۔چند لمحوں میں وہ آپریشن والے کمرے میں پہنچ چکے تھے۔

"ڈاکٹر محد آپ ان کو لوکل انیستھیزیہ (جسم کے کسی حصے کو سُن کرنے کا عمل) دے سکتے ہیں؟" انہوں نے اپنا چشمہ ناک پر ٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"جی جی بالکل سر" وہ ہاتھوں پر سرجیکل گلوز پہنتے ہوئے کاؤچ پر لیٹے مریض کی جانب بڑھ گیا۔

ہانیہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

◇◇◇

"کیا بات ہے محد! ویری ویل ڈن۔ تمہاری اسکِلز تو بہت اچھی ہیں۔ میں واقعی متاثر ہوئی" آپریشن کے بعد ہانیہ اس سے کہہ رہی تھی۔

"شکریہ۔ یہ میرا پہلا آپریشن تھا" وہ اپنے سفید کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے اس کی بات پر مسکرایا۔

www.novelsclubb.com

"وہی تو۔ تمہارا پہلا آپریشن تھا اور تم اتنے پر اعتماد تھے۔ اور جس طرح تم نے مریض سے بات کر رہے تھے، پھر آخر میں مسکرا کر شکریہ بھی کہا۔ آئی مین، ویری پروفیشنل۔ میں تو اچھی خاصی نروس تھی۔ تمہیں پتا ہے میں پڑھائی میں تو اچھی ہوں۔ لیکن اسکلز میں تم مجھ سے کہیں آگے ہو۔ سر بھی تم سے کافی متاثر لگ رہے تھے" وہ بولتی چلی جا رہی تھی اور محد مسکراتا جا رہا تھا۔ وہ

چار سال سے کلاس فیلو رہے تھے لیکن اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ ہانیہ کتنی باتونی تھی۔اس کی باتوں کے جواب میں مسکرانے کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

"اچھا کیفے چلیں؟ میں نے ناشتہ نہیں کیا اور اب صبح صبح آپریشن کے بعد مجھے بھوک لگ رہی ہے"

"ہاں چلو۔ناشتہ تو میں نے بھی ڈھنگ سے نہیں کیا" وہ اس کے ساتھ ساتھ کیفے کی جانب چلنے لگا تھا۔

-

"آپ نے روزانہ صبح تقریباً ایک گھنٹہ خالی پیٹ واک کرنی ہے۔ناشتہ اچھا کریں اور ناشتے میں انڈے کا استعمال ضرور کریں۔ لیکن دوپہر میں صرف پھل کھائیں۔چاہیں تو ملک شیک بنالیں۔ اور رات کو بھی ہلکا پھلکا کھائیں۔دیکھیں آپ کا وزن زیادہ ہے لیکن جسمانی طور پر آپ کمزور ہیں۔ساتھ ساتھ آپ کا بی پی بھی بہت زیادہ رہتا ہے۔وزن کم ہو گا تو آدھے مسئلے حل ہو جائیں گے۔باقی سب کچھ میں نے اس ڈائٹ چارٹ میں لکھ دیا ہے۔آپ نے اس پر باقاعدگی سے عمل کرنا ہے۔ٹھیک ہے؟"

وہ سیاہ حجاب اوڑھے، ہاتھ میں ایک فائل اور پنسل تھامے اپنے سامنے بیٹھی مریضہ کو ہدایات دے رہی تھی اور مریضہ بھی اثبات میں سر ہلائے جا رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔ "زبیر بھائی کالنگ" اس نے مریضہ کو مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہا اور فون موصول کیا۔

"جی بھائی خیریت؟"

"ہاں سب خیر ہے۔ میں پوچھ رہا تھا کہ گھر کب تک آؤ گی؟"

"میں بس ایک گھنٹے تک پہنچ جاؤں گی ان شاءاللہ"

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔ میں نے بس یہی پوچھنا تھا"

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ پوچھتی، زبیر بھائی نے فون کاٹ دیا۔

'پہلے تو کبھی ایسے نہیں پوچھا بھائی نے۔۔۔ پتہ نہیں کیا بات ہو گی' اس نے سوچا۔ پھر تیزی سے اپنا کام ختم کر کے گھر کے لئے نکل گئی۔ وہ گھر پہنچی تو تایا نصر اللہ ان کے گھر کے برآمدے میں موجود تھے۔ وہ اسی لمحے سمجھ گئی کہ بھائی نے فون کیوں کیا تھا۔ اس نے سلام کر کے اپنا بیگ قریب رکھی دو میں سے ایک خالی کرسی پر رکھا اور دوسری پر خود بیٹھ گئی۔ زبیر بھائی بھی وہیں موجود تھے۔

"تایا جان میں جانتا ہوں کہ آپ ہمارے لئے اور خصوصاً زونیشہ کے لئے فکر مند ہیں۔ لیکن زونیشہ آپ کے سامنے موجود ہے، مائر کے رشتے کے متعلق آپ اس سے براہِ راست ہی پوچھ لیں تو زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ جو فیصلہ زونیشہ کا ہوگا، وہی میرا ہوگا" زبیر نے کہا تو تایا جان نے اپنا رُخ اس کی جانب کر لیا۔

"بیٹے زونیشہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ماں کی عدت مکمل ہوتے ہی ہم تمہاری شادی کر دیں۔ مائر کے ساتھ" تایا جان نے اس سے کچھ پوچھنے کی بجائے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ زونیشہ کے ساتھ ساتھ زبیر بھی ہکا بکا انہیں دیکھنے لگا۔

"مجھے امید ہے تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کسی حد تک میرا بھائی عبداللہ بھی یہی چاہتا تھا۔ اور بس اب جلد از جلد تمہاری شادی ہو جانی چاہیئے" انہوں نے بات جاری رکھی۔

"ایک منٹ تایا جان"، وہ مائر کے رشتے والی بات پر ششدر رہ گئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ بابا کے انکار کر دینے کے بعد بھی تایا جان دوبارہ یہ بات کریں گے، "آپ سے زبیر بھائی نے مجھ سے پوچھنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن آپ تو مجھے بتا رہے ہیں۔ پہلی بات میں آپ کو صاف صاف بتانا چاہتی ہوں کہ مجھے ابھی شادی کرنی نہیں ہے۔ اور جب کرنی ہوگی تب بھی میں مائر بھائی سے

نہیں کروں گی۔آپ کو میرا اور انکا کوئی جوڑ نظر آتا ہے؟اور دوسری بات کہ بابا بالکل بھی ایسا نہیں چاہتے تھے۔یہ بات میں بھی جانتی ہوں،زبیر بھائی بھی اور ماما بھی۔"اس نے اپنے لہجے کو مضبوط رکھتے ہوئے بھی اپنی آواز تایا جان کی آواز سے بلند نہیں ہونے دی۔

"مجھے افسوس ہے آپ کی اس بات پر تایا جان۔میں دروازے سے یہاں تک چلتی ہوئی جب آ رہی تھی تو اس سوچ کے ساتھ کہ آپ اٹھ کر میرے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیریں گے۔الٹا آپ مجھ سے یہ توقع کر رہے ہیں کہ میں خاموشی سے آپ کے صحیح،غلط سب فیصلے مان لوں"

"بیٹا تم غلط سمجھ رہی ہو۔مجھے تو بس تمہاری فکر ہے۔آخر زبیر کے اپنے بیوی بچے ہیں،وہ کیسے تمہارا بوجھ اٹھائے گا۔اور ویسے بھی باپ کے جانے کے بعد بیٹیوں کو بڑوں کے فیصلے کے آگے سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔"تایا جان کے انداز میں دنیا جہاں کی مٹھاس اتر آئی تھی۔جس سے اسے شدید کوفت ہوتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اسی مٹھاس سے وہ بابا کو رام کر لیا کرتے تھے۔اور اب یہی طریقہ وہ اس پر آزما رہے تھے۔

"کیا مطلب تایا جان؟باپ کے مرنے کے بعد کیا بیٹیوں کے حقوق بھی مر جاتے ہیں؟ان کے احساسات،ان کے صحیح اور غلط میں فرق کرنے کی سوچ بھی مر جاتی ہے؟آپ کیا سمجھتے ہیں کہ

باپ کے مرنے کے بعد بیٹیاں جینا ہی چھوڑ دیں؟ مجھے معاف کیجئے گا تایا جان، میں آپ کی دل سے عزت کرتی ہوں۔ اور آپ بابا کے بھائی ہیں اور اب بابا کے جانے کے بعد آپ مجھے پہلے سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ لیکن میں آپ کا کوئی غلط فیصلہ ہر گز نہیں مانوں گی۔ میں مائر ریحان بن نصر اللہ سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔ مجھے اپنی مرضی سے شادی کرنے کا پورا اختیار ہے۔ اور یہ اختیار مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا"

وہ بنا رُکے کہتی گئی۔ بات مکمل کر کے اس نے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر اپنا بیگ اٹھایا۔ اور کمرے میں آ کر دروازہ زور سے بند کر دیا۔ سب کے سامنے بمشکل ضبط کیے ہوئے آنسو یک دم بہہ گئے۔ اس نے اپنا حجاب بے دردی سے کھول کر زمین پر پھینکا اور بستر پر اوندھے منہ لیٹ کر رونے لگی۔ اسے رونا تھا۔ اسے زار زار رونا تھا۔ پتہ نہیں کتنے دنوں سے وہ خود کو مضبوط سمجھتے ہوئے آنسو روکے ہوئے تھی۔ ماما اور بھائی کے سامنے وہ خوش رہنے کی کوششوں میں لگی رہتی تھی۔ حالانکہ وہ خوش نہیں تھی۔ بابا کے بعد وہ خوش رہ بھی کیسے سکتی تھی۔ اسے ابھی ان نے اتنی باتیں کرنا تھیں۔ انہیں اتنا کچھ بتانا تھا۔ ان سے اتنا کچھ پوچھنا تھا۔ پھر بھی وہ ضبط کیے ہوئے تھی۔ لیکن آج تایا جان کی باتوں نے اس کے ضبط کا بندھ توڑ دیا اور آنکھیں اشک در اشک اس

کے تکیے کو بھگونے لگیں۔ناجانے کتنی دیر وہ روتی رہی۔رو رو کر اس کی آنکھیں درد کرنے لگیں۔اس کا سر درد سے پھٹنے لگا۔لیکن اس میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔اس کا موبائل بجا تھا۔

"علیشہ کالنگ "اس نے لیٹے لیٹے ہی فون ریجیکٹ کر کے موبائل سوئچ آف کر دیا۔اس کا کسی سے بات کرنے کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ اسے کوئی سننے والا، کوئی سنبھالنے والا ہو۔وہ اس وقت اکیلے رہنا چاہتی تھی۔لیکن ساتھ ہی اسے اس تنہائی سے وحشت سی ہو رہی تھی۔

"انسان اکیلا کبھی نہیں ہوتا۔اس کے ساتھ ہمیشہ اس کا رب ہوتا ہے۔اور اگر کبھی انسان اکیلا محسوس کرے بھی تو اسے فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔جو اس کی ساری تنہائیوں اور اداسیوں کو سمیٹ کر اسے سکون بخشتا ہے۔بلکہ بعض اوقات انسان کو تنہا کیا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اس تنہائی میں وہ اپنے رب کو اپنے ساتھ محسوس کر سکے۔اپنے دل کی کیفیت کو اپنے رب کے سامنے کھول کر بیان کر سکے۔اپنے رب سے کمزور پڑتے ہوئے تعلق کو بحال کر سکے۔" بابا نے اس سے ایک بار یہ سب کہا تھا۔ذہن کے کسی کونے کھدرے سے یہ آواز نکل کر اس کے کانوں میں سرائیت کرنے لگی۔اس نے اپنے چہرے سے بازو ہٹایا اور ہاتھوں سے اپنی نم آنکھوں

کو خشک کرنے لگی۔اس کے کمرے کی کھڑکی سے اندھیرا جھلک رہا تھا۔وہ اٹھی اور کمرے کی لائٹ جلائی۔وضو کر کے وہ کتنی ہی دیر جائے نماز پر بیٹھی رہی۔اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ماما کھانے کی ٹرے ہاتھ میں لئے اندر آ رہی تھیں۔انہیں دیکھ کر اس نے جائے نماز لپیٹا اور انکے پاس آ گئی۔انہوں نے اس کے بستر پر خاموشی سے ٹرے رکھ دی۔

"بھوک نہیں لگی تمہیں؟ناشتہ بھی صحیح سے نہیں کیا تھا آج"

"لگ رہی ہے"

"تو کھانا کھانے کے لئے ہی باہر نکل آتی۔مجھے بھی پریشان کر دیتی ہو"وہ روٹی کا نوالا بنا کر اسے کھلانے لگیں۔

"سوری ماما"

"تم نے انکار کر دیا۔اچھا کیا۔لیکن یہ کیا طریقہ ہوا کہ کمرے میں گھس جاؤ بس"وہ کھانا کھلانے کے ساتھ ساتھ اسے سمجھا رہی تھیں۔

"تایا جان باتیں ہی ایسی کر رہے تھے۔مجھے بہت تکلیف ہوئی ان کی باتوں سے"

"وہ کب ایسی باتیں نہیں کرتے؟اور تمہاری اس حرکت سے مجھے کتنی تکلیف ہوئی،یہ سوچا تم

www.novelsclubb.com

نے"

"آیندہ ایسا نہیں کروں گی ماما" اس نے سر جھکایا۔

"کھانا کھا کے آرام کر لو۔اور صبح زبیر سے بھی معذرت کرنا۔وہ بھی اتنا پریشان رہا تمہارے لئے"

"جی ماما" ماما چلی گئیں تو وہ خاموشی سے بقیہ روٹی کھانے لگی۔اسے کدو گوشت بہت پسند تھے۔ اور آج اس سے وہ بھی کھائے نہیں جا رہے تھے۔بمشکل ماما کی خاطر اس نے کھانا کھا کر کچن کا رُخ کیا۔برتن سمیٹ کر وہ واپس کمرے میں آنے لگی جب زبیر بھائی کچن کی طرف آ رہے تھے۔وہ وہیں ٹھہر گئی۔زبیر نے اس کے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"روتی رہی ہو؟" انہوں نے پوچھا۔وہ خاموشی سے سر جھکائے کھڑی رہی۔

"ویسے سنا تم نے ٹھیک ٹھاک دی تھیں تایا جان کو۔ان کے چہرے کے زاویے دیکھنے والے تھے" انہوں نے اس کو تنگ کرنے کے سے انداز میں کہا تو وہ سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"مذاق اڑا رہے ہیں؟"

"نہیں بھئی۔سچ کہہ رہا ہوں"

"اچھا"

"آپ ناراض تو نہیں؟"

"نہیں۔میں کیوں ناراض ہونے لگا تم سے۔بس یہ زنیرہ جیسی حرکت آج کے بعد مت کرنا۔۔۔یہ غصے میں آکر کمرے میں گھس جانا،کسی سے بات نہ کرنا"

"سوری بھائی"وہ شرمندہ ہوئی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔جاؤ آرام کرو"

انہوں نے کہاتو وہ کمرے میں چلی آئی۔آتے ہی سب سے پہلے اس نے اپنا موبائل آن کیا۔پھر لیپ ٹاپ کھولا اور دل کی باتیں لکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"اجنبی راہوں سے

بے رونق شاموں سے

خاموشی کی نگری میں

کون اپنی کہانی کہے

جب سننے والے بہرے ہوں

کون دل کی زبانی کہے

جب اشک بہنے والے ہوں

فلک اداسی پھیلائے

اور تارے بجھنے والے ہوں

ایسی اندھیر بستی میں

کون دیئے جلانے آئے

کون کسی کو سننا چاہے

کون اپنی سنانے آئے

اجنبی راہوں سے۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ لکھتی جا رہی تھی۔اور آج اس نے اپنے لکھے ہوئے کو پڑھے بغیر پوسٹ کر دیا۔ایسا اس نے پہلی بار کیا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تھی۔اسے پیغام موصول ہوا۔اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے پیغام کھولا۔

"گرین ٹی؟ مجھے لگا تھا آپ چائے کی شوقین ہوں گی" مسٹر ایم آر نے اس کے کچھ دن پہلے کے

پیغام کا جواب بھیجا تھا۔

"آپ کو کیسے لگا؟" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا۔

"بس یونہی۔ اچھا ایک بات تو بتائیں"

"جی؟" اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"آج آپ بہت پریشان ہیں؟"

"ہاں شاید" وہ جواب ٹائپ کرنے لگی۔

"زندگی میں اچھا برا وقت آتا رہتا ہے۔ پریشان نہ ہوں۔ یہ وقت بھی گزر جائے گا"

"میں بھی یہی امید کرتی ہوں۔ کہ یہ وقت جلدی گزر جائے"

"میں آپ کے لئے دعا کروں گا"

"شکریہ"

"دیکھیں آپ خود کو کچھ وقت دیں۔ اپنے آپ کو تھکائیں نہیں"

"میں خود کو نہیں تھکانا چاہتی۔ لیکن اب میں تھکنے لگی ہوں" وہ بلاارادہ گفتگو میں حصہ لینے لگی۔ حالانکہ اجنبیوں سے بات کرنا اس کے لئے ایک نہایت مشکل کام تھا۔ لیکن آج جیسے وہ

منتظر تھی کہ کوئی اسے دلاسہ دے۔کوئی اجنبی ہی سہی۔۔۔

"تھکتا بھی تو انسان ہی ہے۔اس میں پریشان ہونے والی تو کوئی بات نہیں"

"مجھے اپنا آپ اب انسان نہیں لگتا"

"تو پھر کیا آپ کوئی بھٹکتی ہوئی آتما ہیں؟"مسٹر ایم آر نے اس جملے کے ساتھ ہنستا ہوا چہرہ بنا کر بھیجا تھا۔وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"ہو سکتا ہے"اس نے مسکراتے ہوئے جواب بھیجا

"اب آپ مجھے ڈرائیں تو نہیں"

"میں اچھی آتما ہوں"

"اچھی آتما کو اچھا ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی ہونا چاہیے"پیغام کے ساتھ اب مسکراتا ہوا چہرہ بنایا گیا تھا جسے دیکھ کر وہ ایک بار پھر بلاارادہ مسکرائی۔اس نے بھی جواب میں مسکراتا ہوا چہرہ بنا کر بھیج دیا۔

"یہ ہوئی نا بات۔ایسے ہی رہا کریں"مسٹر ایم آر نے کہا۔اس کا موبائل بجا تھا۔اس نے ایک نظر قریب رکھے موبائل کی اسکرین پر ڈالی اور پھر اس کی آواز بند کر کے اپنی گفتگو جاری رکھی۔

"اچھا آپ نے کبھی جگنو دیکھا ہے اصل زندگی میں؟" مسٹر ایم آر نے پوچھا۔

"نہیں"

"اچھا کیا آپ جانتی ہیں کہ جگنو کے جسم سے روشنی کیسے نکلتی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اس بارے میں کبھی غور نہیں کیا"

"چلیں میں آپ کو بتاتا ہوں۔ جگنو کے جسم میں قدرتی طور ایک چیز ہوتی ہے جسے لوسیفیرن کہتے ہیں۔ جب جگنو آکسیجن لیتا ہے تو یہ آکسیجن اس لوسیفرِن اور جگنو کے جسم میں موجود اے ٹی پی یعنی توانائی کے ساتھ مل کر ایک کیمیائی خامرے لوسفرِینے ز کی مدد سے یہ روشنی بناتی ہے۔ جو اس کے جسم کو روشن کر دیتی ہے" وہ اسے بڑی تفصیل سے بتا رہا تھا۔

"واہ۔ بہت دلچسپ ہے یہ تو"

"ہے نا۔ اب میں جانتا ہوں کہ آپ اپنی ساری پریشانی بھول کر جگنو کی کہانی میں کھو گئیں ہیں۔" وہ وثوق سے کہہ رہا تھا۔

اور واقعی حیرت انگیز طور پر وہ خود کو ایک دم ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھی۔ اس کے بعد کتنی ہی دیر تک وہ اس سے باتیں کرتی رہی۔ اسے وقت کا اندازہ نہیں ہوا۔ بارہ بجے کے لگ بھگ اس

نے لیپ ٹاپ بند کر کے اپنا موبائل چیک کیا۔علیشہ کی چار مِسڈ کال اس کے فون لاگ میں موجود تھیں۔

"سوری یار امیں تھوڑی مصروف تھی"علیشہ کو پیغام بھیج کر وہ سونے کی تیاری کرنے لگی۔

◇◇◇

کانفرنس روم۔

"سر اللہ کی پناہ،یقین کریں میرا تو دماغ گھوم رہا ہے"گل یار سر پکڑ کر کہہ رہا تھا۔

"سر عمیر کے پاس سے ملنے والی رقم لگ بھگ دس لاکھ ہے،ایس ایچ او سکندر کہنے لگے،"یقیناً جس کے لئے وہ کام کرتا تھا اس نے اسے معاوضہ دیا اور فرار ہو جانے کے لئے دبئی کا ٹکٹ بھی۔ لیکن چونکہ ہم عمیر کی تاک میں تھے اور اس بات کا اندیشہ مجرم کو بھی تھا سو اس نے عمیر کو مروا دیا۔جہاں تک میرا خیال ہے سر وہ فائر چلانے والا شخص عمیر کو مار کر یہ ثبوت بھی مٹانے آیا ہو گا۔لیکن ہماری ٹیم موقع پر وہاں پہنچ گئی اور اسے ثبوت مٹانے کا وقت نہیں مل سکا"ایس ایچ او سکندر میز پر رکھے لفافوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"بالکل۔ایسا ہی ہے سکندر صاحب۔اور عمیر کا موبائل ملا؟"

"سر جائے وقوعہ سے کچھ فاصلے پر ملا۔ لیکن وہ بری طرح ٹوٹ چکا ہے۔اس میں سے کوئی بھی ڈیڈا رو کور کرنا ممکن نہیں ہے۔غالباً عمیر کو ہدایات دی گئیں ہوں گی کہ موبائل ضائع کر دے تاکہ ہم ٹریس نہ کر سکیں"

سکندر صاحب اسے تفصیلا بتا رہے تھے۔

"تو ہمارے پاس رہ گیا یہ فلوریڈا کا ٹکٹ! جو فوزیہ کی موت سے دو دن پہلے کی فلائٹ کے لئے تھا۔فوزیہ فلوریڈا جانے والی تھی، یہ بات نہ ہمیں عمیر نے بتائی اور نہ ہی فوزیہ کے والدین نے۔"

"سر ہو سکتا ہے کہ یہ فلوریڈا کا تعلق کائنات والے کیس سے ہو۔ جس طرح اس کا شوہر رضوان اسے نوکری کے لئے بیرونِ ملک بھیجنا چاہتا تھا، ویسے ہی عمیر فوزیہ کو بھیجنا چاہتا ہو؟" گل یار کڑی سے کڑی ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہاں ایسا ممکن ہے گل یار۔ مگر سوال یہ ہے کہ پھر عمیر نے فوزیہ کو مارا کیوں؟" آزر نے پوچھا۔اس کیوں کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔خود آزر کے پاس بھی نہیں۔آزر جو کافی دیر سے کھڑا تھا۔ تھک کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔اس کے بعد کانفرنس روم میں سنسنی خاموشی

پھیل گئی۔ گل یار خاموشی سے بے چین ہوتا ہوا پہلو بدلنے لگا۔

"ایک منٹ!" آزر یک دم کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔

"فلوریڈا! فلوریڈا ہی کیوں؟" آزر نے کہا تو سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"فلوریڈا امریکہ کی ان ریاستوں میں سے ہے جو وومین ٹریفکنگ سے منسلک ہیں۔ اگر میں غلط نہیں ہوں تو یہ وارداتیں بھی کسی وومین ٹریفکنگ گروہ کا حصہ ہو سکتی ہیں۔ فوزیہ کو فلوریڈا بھیجا جا رہا تھا۔ اسی طرح جس طرح کائنات کو رضوان نے بیرونِ ملک بھیجنا چاہا۔ یعنی نوکری کے لئے اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ کائنات کو بھی فلوریڈا ہی بھیجا جا رہا ہو"

"لیکن سر یہ سوال تو ابھی بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ فوزیہ کو مارا کیوں" گل یار یہ پوچھتے ہوئے دوبارہ اپنا سر پکڑ چکا تھا۔

"نہیں گل یار۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فوزیہ نے خود کشی ہی کی" آزر نے گھمبیر آواز میں کہا۔

"سر پہلے ہی میرے دماغ کا دہی بنا ہوا تھا۔ اب کیا آپ اس کا لسی بنانا چاہتے ہیں؟ سر ایسا کیسے ہو سکتا ہے" گل یار نے روہانسی شکل بنائی تھی۔

www.novelsclubb.com

"دیکھو گل یار۔ عمیر جس سے ہمیں یہ ساری کہانی پتہ چلتی، وہ تو مر چکا ہے۔ تو ہمیں خود اپنی عقل استعمال کرنی ہو گی نا اصل کہانی تک پہنچنے کے لئے" آزر نے اس کو سمجھانے کے سے انداز میں کہا اور خود سفید بورڈ کی طرف بڑھ گیا۔

"اوکے جی سب متوجہ ہوں" وہ مار کر اٹھا کر بولا۔ "جس تیزی سے مجرم کھیل رہا ہے، ہمیں اس سے دگنی تیزی دکھانی ہو گی۔"

"ایک طرف عمیر فوزیہ کو فلوریڈا بھیجنے والا ہے۔ دوسری طرف رضوان کائنات کو" وہ ساتھ ساتھ سفید بورڈ پر کہانی کا نقشہ بنانے لگا، "کائنات کے کیس میں تو کائنات نے زیادہ معلومات نہیں لیں۔ بلکہ بیرونِ ملک نہ جانے کے لئے ڈٹ گئی اور ساتھ ہی وہ حاملہ بھی تھی۔ اس کے حق میں اچھا یہ ہوا کہ جب اس کی ساس نے اسے دوا دی، دوا کھا کر اس کی طبیعت بگڑنے لگی۔ وہ مدد کے لئے پکارتی رہی۔ کوئی مدد کو نہیں آیا تو وہ خود ہی ہمت کر کے زخمی حالت میں سڑک پر نکل آئی اور وہیں بے ہوش ہو گئی۔ اور معاملہ رضوان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ رضوان چونکہ اس پر تشدد کر چکا تھا، ممکن ہے کہ اسے لگا ہو کہ کائنات پولیس کو اطلاع دے دے گی یا اس کے خلاف کچھ کرے گی سو وہ غائب ہو گیا۔" سب ہمہ تن گوش اس کی بات سن رہے تھے۔

"اب آتے ہیں فوزیہ کے کیس کی طرف۔ عین ممکن ہے کہ فوزیہ بیرونِ ملک جانے کے لئے تیار ہو گئی ہو۔ مگر پھر جانے سے پہلے اسے عمیر کی اصلیت کا پتہ چلا ہو، اس کی لیبارٹری کے بارے میں جان گئی ہو۔ مگر عمیر نے اسے بری طرح مجبور کیا ہو کہ اگر وہ فلوریڈا نہیں جائے گی تو وہ کچھ برا کر سکتا ہے۔ اور فوزیہ جو انتہائی سادہ اور سفید پوش والدین کی بیٹی تھی، نے مجبور ہو کر عمیر ہی کی لیبارٹری سے زہر لے کر عمیر ہی کے سامنے خود کشی کر لی۔ ایسے کہ عمیر کو خود علم نہیں ہو سکا۔ عمیر سے غلطی یہ ہوئی کہ حواس باختہ ہو کر وہ فوزیہ کو ہسپتال لے آیا۔ ہمارے اس کے گھر میں ریڈ کرنے سے وہ گھبرایا تھا کیونکہ اس طرح ہم اس کی خفیہ لبارٹری کے بارے میں جان جاتے۔ اور اسی ڈر سے وہ فرار ہو گیا"

"رہا آخری کیس عامر کا۔ جس کی شنطفا نامی بیوی غائب ہے۔ عامر کی موت ہوتی ہے پاٹاشیم پوائزننگ سے ہونے والے ہارٹ اٹیک سے۔ اور یہ زہر بھی عمیر کی لبارٹری میں موجود تھا۔ سو عمیر اس پورے گروہ کا ایک اہم فرد تھا۔ جو یہ سارے زہر اور منشیات مہیا کرتا تھا"

"سر اگر عمیر اہم فرد تھا۔ تو پھر اسے مار کیوں دیا گیا؟ اب اس گروہ کو زہر اور منشیات وغیرہ کون مہیا کرے گا" دلاور نے پوچھا۔

"اچھا سوال ہے دلاور۔ اگر عمیر کو مار دیا گیا ہے۔ تو یقیناً عمیر جیسے ایجنٹ اور بھی ہوں گے۔ جو عمیر کی طرح ہی خفیہ طور پر یہ کام کرتے ہوں گے۔ اب ہمیں اسی ڈگر پر کام کرنا ہے۔ اگر میرا شک درست ہے، تو ہم جلد ہی مجرم تک پہنچ جائیں گے۔"

"اب ہمیں کرنا کیا ہوگا سر" گل یار نے پوچھا۔

"گل یار۔ تم پچھلے دو ماہ میں پاکستان سے فلوریڈا اور ٹیکسس جیسی امریکی ریاستوں تک جانے والی ساری فلائٹوں کی تفصیل دیکھو گے۔ جو جو خواتین شامل ہوں گی، اس کی تفصیلات ڈھونڈو گے۔ کہ ان کا تعلق کہاں سے ہے، کس وجہ سے کب اور کیسے وہ ان امریکی ریاستوں میں گئی، وغیرہ۔ سمجھ گئے؟"

"یس سر۔ گل یار نے سلیوٹ کیا۔

"دلاور۔ تم اس شخص کو تلاش کرو گے جس نے عمیر پر فائر چلایا"

"اور سکندر صاحب آپ فوزیہ کے والدین اور کائنات کو تھانے آنے کا کہہ دیں۔ اور ساتھ ہی شظفا کی تلاش جاری رکھیں۔ میں ڈی آئی جی صاحب سے ملنے جا رہا ہوں۔ سب کو کام سمجھ میں آ گیا؟" اس نے بارعب انداز میں پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"یس سر "سب نے ایک ساتھ کہا۔

اور ہاں۔سب اپنے پاس واکی ٹاکی رکھیں گے۔اور واکی ٹاکی کے ذریعے ہی رابطے میں رہیں گے۔چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نظرانداز نہیں کریں گے۔اور سب سے بڑھ کر اپنی حفاظت خود کریں گے۔"

"یس سر!"کانفرنس روم میں آواز گونجی تھی۔

◇◇◇

فوزیہ کے والدین فوزیہ کے فلوریڈا جانے کی خبر سے بالکل لاعلم تھے۔پتہ چلنے پر وہ خود بھی حیران پریشان سے آزر کو دیکھتے رہے۔ان کے بیان سے اسے کوئی خاص مدد نہیں مل سکی تھی۔

اب وہ کائنات کے انتظار میں اپنے آفس میں ٹہل رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں گل یار کائنات کو ساتھ لئے اس کے آفس میں آیا تھا۔

"ایس پی صاحب میرا بار بار تھانے آنا بہت نامناسب ہے۔آج آپ کے فون کرنے پر میں آتو گئی ہوں لیکن یہ آخری بار ہے۔آپ ایک ہی دفعہ ساری کاروائی مکمل کیوں نہیں کر لیتے؟"سیاہ نقاب میں سے جھانکتی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں مس کائنات کہ اس طرح آپ کو زحمت دینا پڑی۔ لیکن آپ کی زرا سی مدد ہمیں ایک بڑے جرائم پیشہ گروہ تک پہنچا سکتی ہے۔۔۔آپ پلیز تشریف رکھیئے" اس نے صوفے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ کائنات نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ پھر خاموشی سے صوفے پر جا بیٹھی۔

"کائنات میں آپ سے ایک مرتبہ پھر کہوں گا۔ کہ ہم سے کچھ بھی چھپایئے گا مت۔ معاملہ آپ جیسی سادہ سفید پوش لڑکیوں کی زندگی اور آبرو کا ہے"

کائنات نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اتنی دیر میں گل یار اس کے لئے چائے کی پیالی لا چکا تھا۔ جس کے ساتھ ایک اِسٹرا بھی موجود تھا۔ آزر نے ایک نظر گل یار کو دیکھا۔ گل یار نے خاموشی سے چائے ان دونوں کے درمیان موجود میز پر رکھی اور چلا گیا۔

"میں پوچھنا چاہ رہا تھا کہ آپ کو اس بیرونِ ملک نوکری کے حوالے سے کچھ بھی یاد ہو تو مجھے بتایئے۔ کوئی تو تفصیل رضوان نے آپ کو بتائی ہو گی کہ وہ کیسی نوکری ہے؟" گل یار کے جاتے ہی آزر نے پوچھا۔

"نوکری کے بارے میں اس سے میں نے خود ہی زیادہ نہیں پوچھا۔ ہاں لیکن" وہ یاد کرنے کی

کوشش کر رہی تھی، "اس نے اتنا بتایا تھا کہ وہ کوئی سیلز گرل کی نوکری ہے کسی بڑی کمپنی میں جو اچھا خاصا معاوضہ دے گی"

"سیلز گرل؟" آزر نے دہرایا۔

"جی"

"کس کمپنی میں؟"

"سر یہ میں نہیں جانتی۔ کمپنی کا ذکر رضوان نے نہیں کیا" اس نے بتایا تو آزر خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بیٹھا رہا۔ وہ اپنا اگلا لائحہ عمل سوچ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا" کائنات کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ "آپ نے رضوان کے گھر کی تلاشی لی تھی تو وہاں میرا زیور وغیرہ۔ میرا مطلب ہے کہ مجھے اپنا سامان چاہیئے تھا۔ ہمارے گھر کے مالی حالات قدرے ناساز ہیں۔ میری پریشانی کی وجہ سے میرے بابا بھی بیمار پڑ گئے ہیں اور میں ان کی اکلوتی اولاد ہوں" وہ التجا یہ کہہ رہی تھی۔

"جی جی کائنات مجھے آپ کی پریشانی کا اندازہ ہے۔ لیکن جب ہم نے رضوان کے گھر کی تلاشی لی تب وہاں کوئی قیمتی سامان ہمیں نہیں ملا۔ کوئی زیور وغیرہ، کچھ نہیں۔ یقیناً رضوان اور اس کی

والدہ سارے قیمتی سامان کے ساتھ غائب ہوئے "اس نے بتایا تو کائنات کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"لیکن میں کسی طرح آپ کی مدد کروں گا۔آپ فکر نہیں کریں۔جب تک رضوان مل نہیں جاتا اور یہ معاملہ سلجھ نہیں جاتا،تب تک آپ ہماری زمہ داری ہیں "اس کی ڈبڈباتی آنکھیں دیکھ کر وہ اسے تسلی دینے کی اپنی سی کوشش کرنے لگا۔"آپ یہ۔۔۔چائے پئیں،میں ابھی آتا ہوں "وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا۔مگر اس کے اٹھتے ہی کائنات بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں شکریہ ایس پی صاحب۔مجھے اب چلنا چاہیے "اس نے آنکھوں کے نم کناروں کو اپنی انگلی سے صاف کرتے ہوئے کہا اور آفس سے نکل گئی۔اس کے نکلتے ہی گل یار اندر آیا تھا۔

"یہ کیا۔چائے نہیں پی انہوں نے؟"اندر آتے ہی اس کی نظر جوں کی توں پڑی چائے کی پیالی پر پڑی۔

"نہیں۔۔۔اور یہ اسٹرا سے چائے کون پیتا ہے گل یار؟"اس نے تعجب سے پوچھا۔

"ارے سر وہ باپردہ لڑکی ہے۔پردے میں چائے پینے میں اسے کوئی دقت نہ ہو،اسی لیے میں یہ اسٹرا ساتھ لایا۔مور جاناں (والدہ) بھی ایسے ہی پیتی ہیں۔چلو خیر،میں ہی پی لیتا ہوں،آپ کے

لئے منگواؤں سر؟"

گل یار نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر چائے کی پیالی اپنی جانب کی۔

"نہیں۔۔۔اور تم مجھے بتاؤ کہ تمہارے سارے کام ہو گئے ہیں جو تم یہاں مزے سے چائے پینے بیٹھ گئے ہو؟"

گل یار نے ابھی پہلی چسکی بھری تھی، وہ بھی حلق سے نیچے اترنے سے پیش تر ہی آزر نے اسے اس کا کام یاد دلایا۔ چائے کا گھونٹ منہ میں رکھے رکھے، پیالی ہونٹوں سے لگائے وہ وہیں رک گیا اور کن اکھیوں سے آزر کو دیکھنے لگا جو اسے ہی گھور رہا تھا۔ بمشکل گھونٹ کو حلق سے نیچے اتار کر اس نے پیالی واپس میز پر رکھ دی۔

"جی جی سر میں بس جا ہی رہا تھا۔ چائے ویسے بھی ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ میں جاتا ہوں سر" ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے وہ آفس سے نکل گیا۔ آزر نے اپنا سر جھٹکا تھا۔

◇◇◇

"سر۔اندر آ جاؤں؟" گل یار نے پوچھا۔ آزر جو عمیر کے سامان کو دیکھنے میں مصروف تھا، سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اندر آنے کی اجازت دے دی۔

"سر یہ فہرست بنائی ہے میں نے۔اسلام آباد، راولپنڈی اور قریبی علاقوں سے پچھلے دو مہینے کے اندر سات لڑکیاں ٹیکسس اور پانچ لڑکیاں جیو رجیا گئی ہیں سر۔ تقریباً سبھی کی عمر بیس سے تیس سال کے درمیان ہے۔اور کچھ غیر شادی شدہ بھی ہیں سر۔جو شادی شدہ ہیں ان کی شادی کو چار ماہ سے دو سال کا عرصہ ہوا ہے۔آپ یہ فہرست دیکھ لیں" گل یار نے چند صفحے آزر کی جانب بڑھا دیئے۔

"ان کے ان جگہوں پر جانے کہ وجہ پتہ کی تم نے؟"

"سر کچھ تو اپنے خاوندوں کے ساتھ شادی کے فوراً بعد چلی گئیں تھی۔ان کے خاوند کی وہاں نوکری تھی۔تو ان کو میں نے الگ فہرست میں لکھ دیا ہے۔اور کچھ جو اکیلی گئیں،ان کی کوئی خبر نہیں ہے سر"

"کیا مطلب کوئی خبر نہیں؟"آزر چونک گیا۔

"ان کے والدین اس بارے میں زیادہ نہیں جانتے ہیں۔وہ سمجھتے رہے کہ ان کہ بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ گئی ہے سو وہ مطمئن تھے۔ لیکن وہاں جا کر ان کی بیٹی نے ان سے کوئی رابطہ نہیں کیا، اس بات کو لے کر وہ کافی پریشان ہیں۔میں دلاور کے ساتھ ان کے خاوندوں کے گھر بھی چیک

www.novelsclubb.com

کر چکا ہوں، کچھ گھر خالی ہیں۔اور کچھ میں نئے کرایے دار آ چکے ہیں جو پچھلے کرائے داروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔اور مالک مکان کا کہنا ہے وہ اچانک گھر تبدیل کرنے کا کہہ کر، پچھلا کرایہ دے کر چلے گئے"

"گل یار خان یہ معلومات کافی نہیں ہیں" آزر ان صفحات کو پلٹتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سر میں اس پہ مزید کام کروں گا لیکن ابھی میں بہت تھک گیا ہوں سر۔یقین کریں، آج میں نے بہت کام کیا ہے" وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولا تو آزر نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"پلیز سر" اس نے التجا کی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ایک گھنٹے کی بریک لے لو۔پھر دوبارہ کام پہ لگ جانا"

"ڈیر منانا سر (بہت شکریہ سر)" اس نے چہکتے ہوئے کہا اور آزر کے آفس سے نکل گیا۔

◇◇◇

"محد"

وہ موبائل ہاتھ میں تھامے کچھ ٹائپ کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا جب طاہرہ اس کے کمرے میں آئیں۔

"جی؟"اس نے موبائل سے نگاہیں ہٹائے بنا پوچھا۔

"بڑا مسکرایا جارہا ہے۔خیر تو ہے؟"انہوں نے اس کی معنی خیز مسکراہٹ کو دیکھ کر کہا۔

"جی جی سب خیر ہے۔آپ بتائیں آپ کو کوئی کام تھا؟"اس نے جھٹ سے موبائل ایک طرف رکھتے ہوئے ان کی جانب دیکھا تھا۔

"ہاں وہ تمہاری کوئی دوست آئی ہے۔آجاؤ مل لو"کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئیں۔

"میری دوست؟"وہ عادتاً بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔ایک نظر آئینے میں نظر آتے اپنے حلیے پر ڈالی۔اور بالوں کو ہاتھوں سے ترتیب دیتا ہوا وہ لاؤنج میں آیا تو ہانیہ اپنے والدین کے ساتھ وہاں موجود تھی۔وہ ہانیہ کو وہاں غیر متوقع طور پر دیکھ کر حیران بھی ہوا اور کسی حد تک خوش بھی۔

"کیسے ہو محد"

"میں بالکل ٹھیک۔۔پلیز بیٹھیں نا آپ لوگ"وہ تکلف برتنے لگا۔طاہرہ بڑے غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔انہیں بٹھا کر وہ ان کی مہمان نوازی کے لئے کچھ لینے چلا گیا۔وہ واپس آیا تو طاہرہ اور عمارہ کے ساتھ ان کی ہلکی پھلکی گپ شپ جاری تھی۔کچھ دیر بعد وہ چلے گئے تو طاہرہ دوبارہ اسے بغور دیکھنے لگیں۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہوا ماں جی؟ ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟"

"یہ لڑکی کون تھی؟"

"میری کلاس فیلو ہے ماں۔ ہاؤس جاب میں بھی ہم ساتھ ہی ہوتے ہیں۔۔۔۔ اچھا مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ ابو کیوں نہیں آئے ابھی تک"

"آنے والے ہیں۔ میں کھانا لگا دیتی ہوں، تب تک آ جائیں گے وہ بھی"

انہوں نے کہا اور کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ اب اس کو گھورنے کی باری عمارہ کی تھی۔ وہ چڑ گیا۔

"اوہو عمارہ اب تمہیں کیا ہے۔ کیوں اپنی سمو کی جیسی گول گول آنکھیں پھاڑ کر مجھے گھور رہی ہو"

"آپ کی حرکتیں نا مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں بھائی۔ آپ کو ماں جی پوچھیں گی اچھی طرح" وہ اسے تنبیہ کرتی ہوئی طاہرہ کے پیچھے پیچھے کچن کی طرف چل دی اور وہ بس کندھے اچکا کر رہ گیا۔

رضا احمد کے گھر پہنچتے ہی وہ سب ڈائننگ ٹیبل پر جمع ہو چکے تھے۔

"آج آپ نے اتنی دیر کہاں لگا دی۔ کچھ لوگ آئے تھے محد کے لئے رشتہ لے کر" طاہرہ نے انتہائی عام سے انداز میں اتنی بڑی بات کہہ دی تھی۔ پانی پیتے ہوئے محد کے گلے میں پانی اٹک

گیا تو وہ کھانسنے لگا۔ کھانستے کھانستے اس کے آنسو نکل آئے تھے۔ کچھ دیر بعد اس کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو اس نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"میرے رشتے کے لئے؟ کون"

"اتنے بھولے تو مت بنو اب تم" طاہرہ نے اس کے کان کھینچے، "جب میں تمہیں بلانے کے لئے گئی تھی، تب اتنا مسکرا مسکرا کر ہانیہ سے ہی بات کر رہے تھے نا تم؟"

"نہیں ماں جی۔ میں ہانیہ سے بات نہیں کر رہا تھا اور ایک منٹ ایک منٹ"، اس کے دماغ کی گویا گھنٹی بجی، "آپ کہہ رہی ہیں کہ ہانیہ کے ساتھ جو اس کے والدین آج آئے تھے وہ رشتہ لے کر آئے تھے؟"

"ہاں تو اور کیا ہمارا گھر خریدنے آئے تھے؟ بیوقوف!" طاہرہ اس کی حیرت کو مصنوعی سمجھ رہی تھیں۔

"بھائی آپ ہانیہ کو پسند نہیں کرتے؟" عمارہ نے محدکا ردِ عمل دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں کس نے کہا ایسا؟" محد مارے حیرت کے کھانا بھول گیا تھا۔ اب اس کا دھیان صرف اپنے اس اچانک آئے رشتے پر تھا۔

"ہانیہ کی ماما نے۔وہ کہہ رہی تھیں کہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں"

"ہاں بھئی۔بتاؤ"رضا احمد نے پوچھا۔اس نے اپنا ہاتھ اپنے پورے منہ پر پھیر کر خود کو قدرے پر سکون کرنے کی کوشش کی۔

"ابو وہ میری اچھی دوست ہے۔ہسپتال میں ہمارا وقت ساتھ اچھا گزر جاتا ہے۔لیکن شادی۔۔۔میرا مطلب ہے کہ میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں یا وہ مجھے۔۔۔میرا مطلب ہے کہ۔۔۔"

"ویسے مجھے اچھے لوگ لگے وہ"طاہرہ نے اس کی بات کاٹی جو وہ کوشش کے باوجود مکمل نہیں کر پا رہا تھا،"ہانیہ بھی بڑی اچھی لگی۔پیاری سی چلبلی سی۔معقول رشتہ ہے۔اور اچھے رشتے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے"

"اگر معقول رشتہ لگ رہا ہے تو مزید پتہ کروائیں کہ کیسے لوگ ہیں۔بات آگے بڑھائیں۔میں بھی اس بارے میں پتہ کرتا ہوں۔کیا نام بتایا آپ نے اس کے والد کا؟"وہ طاہرہ سے کہہ رہے تھے۔

"لیکن ابو۔۔۔"وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کیا،یہ وہ نہیں جانتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"محد ہم ابھی تھوڑی کر رہے ہیں شادی۔ تم سوچنے کا وقت لو۔ جیسے تم کہو گے، ویسا ہی ہو گا"
انہوں نے اس کی الجھن کو سمجھتے ہوئے کہا تو وہ اسے کچھ اطمنان ہوا۔

"جی" اس نے کہا۔

◇◇◇

کھانے کے بعد اس نے کمرے میں آتے ہی ہانیہ کو فون ملایا۔ وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا اور بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ تین چار بار گھنٹی بج جانے کے بعد بھی ہانیہ نے فون نہیں اٹھایا تو اسے عجیب سی بے چینی نے گھیر لیا۔ اس کی زرا سی بے تکلفی کو ہانیہ کچھ اور سمجھ رہی تھی یا شاید وہ ہانیہ کے اس کے ساتھ تعلق کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

"علی! علی سے بات کرتا ہوں" اس نے سوچا اور علی کا نمبر ملانے لگا۔ دوسری گھنٹی پر ہی علی اس کا فون موصول کر چکا تھا۔

"کیسا ہے جانِ من؟" علی کی پُر جوش آواز اور وہی منفرد انداز!

"دیکھو تم سے ایک مشورہ لینا ہے۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم بی بی سی نیوز نہیں بنو گے"

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے بی بی سی نیوز بول کر بی بی سی نیوز کو اتنا بڑا درجہ مت دو اور دوسری بات یہ

کہ بندہ حال احوال ہی پوچھ لیتا ہے! مجھے لگا تم نے میری طبیعت کا پوچھنے کے لئے فون کیا"

وہ جو محد کا فون آنے پر اتنا پُر جوش تھا، اس کا سارا جوش محد کی بات سن کر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ اداس ہوا تھا۔

"کیا ہوا تمہاری طبیعت کو؟" محد نے پوچھا۔

"یہ آزر بھائی کی شادی کے بعد سے میری طبیعت ٹھیک نہیں رہ رہی۔ حالانکہ ان کی شادی کو بھی ایک ماہ ہونے والا ہے۔ لیکن مجال ہے جو کسی بے وفا آدمی نے مجھ سے میری خیریت دریافت کی ہو۔" علی نے شکوہ کیا تھا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن ہوا کیا ہے بھئی"

"نمونیہ ہو گیا تھا۔۔۔ لیکن اب بہت بہتر ہوں پہلے سے الحمدللہ"

"اوہو۔ نمونے کہیں کے تم نے بتایا کیوں نہیں؟"

"صدقے جاؤ تمہارے! تم نے پوچھا کب؟ بس وہ میرے بیٹے کی تصویریں بنا کر بھیج دیں۔"

"تمہارا بیٹا؟"

"سموکی بن علی"

"ہاہاہا اچھا وہ۔ وہ یہاں بہت خوش ہے۔ عمارہ کے ساتھ اب کافی دوستی ہو گئی اس کی"

"عمارہ کیسی ہے؟"

"خود پوچھ لینا اس سے کہ وہ کیسی ہے۔ فی الحال میرا مسئلہ سنو"

"ہاں جی سناؤ"

محد اسے اپنے "رشتے" کی تفصیلات بتانے لگا۔

"ہاں تو اس میں مسئلہ کیا ہے۔ تمہیں ٹھیک لگتا ہے تو کر لو شادی"

"علی میں ہانیہ کے بارے میں ایسا نہیں سوچتا"

"تو اب سوچ لو نا۔۔۔ یا کسی اور کو پسند کرتے ہو؟"

"ایسا نہیں ہے"

"وہ تمہاری کھڑکی والی لڑکی؟"

"نہیں میں اس کے لئے بھی ایسا کوئی احساس نہیں رکھتا کہ میں اسے پسند کا نام دے دوں اور وہ تو مجھے ٹھیک سے یاد بھی نہیں ہے اب"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ انسان نہیں لگتی مجھے۔ اس وقت تم اس کے آنے کا ایسے انتظار

www.novelsclubb.com

کرتے تھے جیسے اس کے اسیر ہو تم"

"تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے علی؟"

"اچھا اچھا بھئی۔یہ بتاؤ کہ کیا ہانیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"اچھی لڑکی ہے وہ"

"تو پھر مسئلہ کیا ہے میرے بھائی؟اب تمہارے لئے رشتہ آ ہی گیا ہے تو تم اس کو سنجیدگی سے لو نا۔اور جیسے تم مجھے بتا رہے ہو، مجھے یہی محسوس ہو رہا ہے کہ ہانیہ تمہارے لئے اچھی ساتھی ثابت ہو گی۔تم دونوں کے گھروں کا ماحول بھی زیادہ مختلف نہیں ہے۔اور اگر ابھی کچھ سمجھ نہیں پا رہے تو ہانیہ کے ساتھ تھوڑا اور وقت گزارو۔۔۔خود کو بھی تھوڑا وقت دو اور پھر جو تمہارا دل کہے، ویسا کر لینا۔نہیں دل مانا تو انکار کر دینا۔کوئی زبردستی تو نہیں کر رہا نا تمہارے ساتھ۔اتنی پریشانی والی بات ہے نہیں جتنی تم نے بنا دی ہے۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو"

"شاید نہیں یقیناً۔۔۔اچھا میں ویڈیو کال کرتا ہوں۔تم میری سمو کی سے بات کروا دو پلیز۔مجھے بہت یاد آ رہا ہے وہ"

"ابھی نہیں۔۔۔کل کروادوں گا۔۔۔اچھااللہ حافظ "محد نے اس کے ساتھ ہی فون کاٹ دیا۔

علی اپنے بستر پر لیٹا ہوا کال منقطع ہو جانے پر اداس نظروں سے فون کو دیکھتا رہ گیا۔

◇◇◇

"ہانیہ تم ابھی مصروف تو نہیں ہو؟ مجھے تم سے کچھ بات کرنا تھی "وہ ہسپتال کی لابی میں ڈیسک کے پاس کھڑی ہانیہ سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں میرے پاس ابھی کچھ وقت ہے۔تم کہو کیا بات کرنی ہے "وہ جو کسی فائل کو دیکھنے میں مصروف تھی،ایک نظر اس کی جانب دیکھ کر مسکرائی اور پھر دوبارہ فائل کو دیکھنے لگی۔

"کیفے چلیں؟ وہاں آرام سے بیٹھ کر بات ہو جائے گی؟"اس نے پوچھا تو ہانیہ نے لمحہ بھر کو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔پھر فائل بند کے کے ڈیسک پر موجود بقیہ فائلوں کے ساتھ رکھ دی۔

"ہاں چلو"اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔وہ کیفے کی سب سے آخری میز تک اسے لے گیا۔

"کچھ کھاؤ گی؟"کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہی اس نے پوچھا۔

"نہیں۔مجھے بھوک نہیں ہے۔محد تم جو بات کرنا چاہتے ہو پلیز کہہ دو"وہ جو بات شروع

کرنے کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا، ہانیہ کی بات پر شرمندہ سا ہو گیا۔ چند ساعتوں کی خاموشی کے بعد بالآخر اس نے بات شروع کی۔

"دیکھو ہانیہ۔ ہم ایک ماہ سے ساتھ ہیں۔ ساتھ کام کرتے ہیں۔ تم میری اچھی دوست ہو۔ لیکن شادی؟"

"محد ہم ساتھ ایک ماہ سے ہیں لیکن چار سال سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اور سچ کہوں تو چار سال سے میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ اور یہ بات ماما جانتی ہیں۔ اب جب انہیں پتا چلا کہ ہم ہاؤس جاب کے دوران بھی ساتھ ہوتے ہیں تو انہوں نے اصرار کیا کہ رشتے کی بات کی جائے۔ تمہارے گھر آنے سے پہلے میں تم سے بات کرنا چاہتی تھی اس بارے میں لیکن انہوں نے مجھے منع کر دیا۔" وہ اسے تفصیل سے بتا رہی تھی۔ اگر وہ اس کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات نہ دیکھتا تو شاید وہ اس کی چار سال والی بات کو مذاق سمجھتا۔ اسے ساری صورتحال کو سمجھنے کے لئے چند لمحے درکار تھے۔ سو وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"محد تمہیں نہیں لگتا کہ ہم ایک دوسرے کو اچھا سمجھ لیتے ہیں؟ یا تمہاری زندگی میں کوئی اور ۔۔۔" وہ اس کی خاموشی دیکھتے ہوئے دوبارہ کہنے لگی۔

"نہیں۔ بات زندگی میں کسی اور کے ہونے کی نہیں ہے۔ ہانیہ میں تمہارے بارے میں ایسا نہیں سوچتا۔ اور تم جانتی ہو کہ میں کبھی کسی سے اتنا بے تکلف نہیں ہوا۔ یہ تو اب کام کی وجہ سے ہم ساتھ ہیں تو اتنی دوستی تو ہو جاتی ہے نا"

"تو اب سوچ لو نا محد۔ یا نہیں سوچ سکتے؟ دیکھو میں نے اپنے دل کی بات تمہیں بتا دی۔ تم مجھے پسند ہو۔ اب اپنے دل کا فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ تم انکار کرنا چاہو تو کر دینا۔ لیکن ایک بار سوچنے کے بعد۔ تمہارے انکار سے مجھے دکھ تو ہو گا لیکن میں خود کو زبردستی تم پر مسلط نہیں کرنا چاہتی" وہ اپنی بات مکمل کر کے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کسی جواب کی منتظر تھی۔ لیکن وہ خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ یا شاید وہ اسے کوئی جواب دینے کے لئے معقول الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔

اسی لمحے ان دونوں کے موبائل پر کوئی پیغام موصول ہوا تھا۔

"وارڈ میں سر بلا رہے ہیں ہمیں۔ آؤ چلیں" ہانیہ نے موبائل کی اسکرین پر ابھرے پیغام کو دیکھتے ہوئے کہا اور اس کا انتظار کئے بغیر اٹھ کر کیفے سے نکل گئی۔

محد نے اس کے جانے کے بعد سرد آہ بھری تھی۔

◇◇◇

وہ ہسپتال سے گھر کے لئے نکلا تو تیز بارش ہو رہی تھی۔آسمان پر چمکتی بجلی اور بادلوں کی گرج میں سڑک پر گرتے بارش کے قطرے موتیوں کی صورت دھار رہے تھے۔چہرے پر تیز ہوا کا جھونکا پڑنے پر اس نے جھرجھری سی لی۔اور تیزی سے پارکنگ میں کھڑی گاڑی کی طرف چلنے لگا۔جب تک وہ گاڑی تک پہنچا،اس کا خاکی اونی کوٹ بھیگ چکا تھا۔اسے کپکپی سی ہونے لگی۔ اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی کا ہیٹر چلایا۔اور کوٹ اتار کر پچھلی سیٹ پر پھینک دیا۔کچھ ہی دیر میں گاڑی میں ہیٹر نے اتنی گرمائش بنا دی تھی کہ اس کی کپکپی قدرے کم ہو گئی۔اس نے گاڑی کا رُخ موڑا اور گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔اس کے گھر پہنچنے تک بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ گاڑی پورچ میں پارک کر کے وہ تیزی سے اندر بھاگا۔

"اف بہت تیز بارش تھی آج" وہ لاؤنج میں آتے ہوئے صوفے پر بیٹھی عمارہ سے مخاطب ہوا،

"عمارہ میں کپڑے بدل کر آتا ہوں،تم پلیز ایک کپ اچھی سی کافی تو بنا دو"

"کوئی کافی نہیں بنے گی۔کھانا تیار ہے اور سوپ بھی بنایا ہے میں نے۔کھانے کے بعد ملے گی چائے یا کافی" عمارہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی طاہرہ کچن سے آتے ہوئے بولیں۔

"ماں آپ کو میں کتنی بار کہوں کہ کوئی کُک رکھ لیں۔کیوں خود کو تھکاتی ہیں اتنا کام کر

کے"

"تو میں کیا کروں گی بھئی؟ مجھے نہیں پسند یہ گھر کے کاموں کے لئے نوکر چاکر رکھنا۔اور ویسے بھی ضرورت ہی کیا ہے جب تک میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں

"اچھا اچھا ناراض نہ ہوں۔ میں تو بس آپ کی فکر کر رہا تھا"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ لیکن تم بچوں کو کیا پتہ میں نے اور تمہارے ابو نے کتنا مشکل وقت کاٹا ہے۔ ہمارے مالی حالات بہت کمزور تھے بیٹا جب تم لوگ چھوٹے تھے۔ تو اب جب اللہ نے اتنا نوازا ہے تو مجھے اچھا لگتا ہے اپنے گھر کے، اپنے بچوں کے کام خود کرنا" پرانی یادوں سے ان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"بھائی کیا ضرورت تھی ماں کو جذباتی کرنے کی؟" عمارہ نے اس کے قریب آکر اسے کہنی ماری۔

"میں نے کب جذباتی کیا؟ وہ خود ہوئیں" اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"کن باتوں میں لگ گئے ہو۔ جاؤ جلدی سے کپڑے بدل کر آؤ، گیلے ہو رہے ہیں بیمار نہ ہو

www.novelsclubb.com

جانا" انہوں نے کہا۔

"بیمار سے یاد آیا۔ علی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کافی دنوں سے،اس کو فون کر لیجئے گا" وہ انہیں بتا کر اپنے کمرے کی طرف مڑا ہی تھا کہ عمارہ نے اس کا راستہ روکا۔

"کیا ہوا ان کی طبیعت کو؟" اس کی آنکھوں سے پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔ محد نے اس کے پریشان ہونے پر مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟ نمونیہ ہو گیا تھا اسے لیکن ٹھیک ہے اب وہ۔ فون کر کے پوچھ لینا تم بھی۔۔اور ہاں وہ سمو کی سے بھی ویڈیو کال پہ بات کروا دینا۔ کل کہہ رہا تھا مجھے" یہ کہہ کر وہ اسے اپنے راستے سے ہٹاتا ہوا کمرے میں چلا گیا۔

◇◇◇

سلک کی سیاہ ساڑھی پہنے، سیاہ کورٹ شوز، آنکھوں پر لگا باریک وِنگ لائنز، ہونٹوں پر میرون لپ اسٹک، بالوں میں کرل ڈالے اور جیولری کے نام پر کانوں میں باریک تار جیسے کندھوں تک آتے لمبے سلور بُندے اور بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی میں ایک سلور نگوں سے بنے پھول والی انگوٹھی۔۔۔اس نے آئینے میں اپنی تیاری پر آخری نگاہ ڈالی تھی۔

www.novelsclubb.com

"خولہ میری گھڑی دیکھی کیا تم نے کہیں؟" سفید ڈریس شرٹ اور کالی پینٹ پہنے وہ اپنی آستین کے بٹن بند کرتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"وہاں رکھی تو تھی ابھی میں نے آپ کے موبائل کے ساتھ" خولہ نے اپنی لپ اسٹک کو ہونٹوں کے کناروں سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"بیگم! وہاں کہاں؟" اس نے پورے کمرے میں نظر دوڑانے کے بعد کہا۔

"یار آزر" وہ اس کی جانب مڑی، "وہ وہاں بیڈ پر رکھی تھی۔ آپ نے اپنا کوٹ رکھ دیا اس کے اوپر۔ وہ دیکھیں" اس نے ہاتھ سے بیڈ پر پڑے اس کے سیاہ کوٹ کی جانب اشارہ کیا۔ آزر نے آگے بڑھ کر بیڈ سے کوٹ اٹھایا تو نیچے پڑی گھڑی، اس کا والٹ اور موبائل اس کا منہ چڑانے لگے۔ "اوہ۔ سوری بیگم" اس نے خولہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر زبان دانتوں میں دبائی تھی۔

"یہ بیگم نہ کہا کریں مجھے۔ مجھے نہیں پسند یہ لفظ" وہ اس کے قریب آتی ہوئی بولی

"جو آپ کا حکم خولہ۔۔۔ بیگم" وہ ہنسنے لگا، "ویسے کیوں نہیں پسند؟ کیا برائی ہے اس میں؟"

"بس نہیں پسند۔ بلاوجہ ہی نہیں پسند" وہ گھڑی پہن چکا تو خولہ سیاہ کوٹ اٹھا کر اس کے پیچھے جا

کھڑی ہوئی جسے آزر نے پہننے کے لئے بازو پیچھے کیے لیکن پھر رُک کر اپنا رُخ اس کی جانب کر لیا۔

"ویسے یہ میں خود بھی پہن سکتا ہوں۔ تمہیں میں اس کام کے لئے تھوڑی لایا ہوں"

"لیں پہن لیں پھر۔ میں تو اپنایت سے پہنا رہی تھی" اس نے خفگی سے کوٹ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"اوہ زہے نصیب! لیجئے۔" وہ دوبارہ اس کی جانب اپنی پشت کر کے کھڑا ہو گیا۔ خولہ نے خفگی سے اسے کوٹ پہنایا تھا۔ کوٹ پہن کر وہ دوبارہ اس کی جانب مڑا۔

"اب چلیں؟" خولہ نے پوچھا۔

"ہاں چلو۔ امی کو بتا دیا تھا نا؟" وہ سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"جی جی بتا دیا تھا۔ اب جلدی کریں۔ ہمیں پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔"

"ایک منٹ رُکو زرا۔۔۔ یہ تم اس ساڑھی کے ساتھ کچھ نہیں پہنو گی؟ اتنی ٹھنڈ ہے باہر اندازہ بھی ہے تمہیں؟ آج تو بارش بھی اچھی خاصی ہوئی" وہ اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتا ہوا بولا اور پھر اس کا جواب سنے بغیر الماری کی جانب بڑھ گیا۔ الماری میں سے اس کی ساڑھی کی مناسبت

سے ہاف وائٹ لانگ کوٹ نکالا اور الماری بند کر کے اس کے قریب آ گیا۔

"مجھے نہیں لگتی نا اتنی ٹھنڈ آزر۔رہنے دیں"

"چلو پھر بھی پہن لو۔ویسے بھی انسان کو اتنا حسین تو نہیں لگنا چاہیے ناں۔حسین لوگوں کو نظر بھی تو لگ جایا کرتی ہے"اس نے کوٹ خولہ کے کاندھوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ براہِ راست بھی کر سکتے تھے میری تعریف"اس نے کن اکھیوں سے آزر کی جانب دیکھا تھا۔وہ جواباً مسکرا دیا۔خولہ نے اس کا ہاتھ تھاما اور وہ دونوں باہر کی جانب چل دیئے۔ڈائننگ ہال سے گزرتے ہوئے آزر نے علی کو وہاں موجود پایا تو اس کی جانب چلا آیا۔

"تمہاری طبعیت کیسی ہے اب؟"

علی جو آیا جی کے ساتھ کھانے کے برتن سمیٹ رہا تھا،آزر کی آواز پر اس کی جانب چلا آیا۔

"جی بھائی اب بہت بہتر ہے۔۔۔آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں؟"اس نے ان کی تیاری دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں میرے ایک دوست کی شادی ہے،وہیں جا رہے ہیں۔رات کا فنکشن ہے تو ہمیں دیر ہو جائے گی آتے آتے۔امی کہاں ہیں؟"

"وہ اپنے کمرے میں ہیں" اسی لمحے میز پر رکھا اس کا فون بجا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر موبائل کی سکرین پر عمارہ کا نام پڑھا تو جھٹ سے فون میز سے اٹھا لیا۔

"کس کا فون ہے؟" آزر نے اس کے اس ردِ عمل پر پوچھا۔

"جی بھائی؟۔۔۔وہ۔۔۔عمارہ کا" وہ بتاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ ان کو سچ بتائے یا جھوٹ۔اس کے منہ سے عمارہ کا نام سن کر خولہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی اور اسے چپکے سے تھمبز اپ کا اشارہ دیا۔جسے دیکھ کر علی مسکرایا تھا۔

"آزر ہمیں دیر ہو رہی ہے۔علی سے اس بارے میں باقی تفتیش ہم بعد میں کر لیں گے" خولہ نے کہا۔

"ہاں ہاں چلو،" آزر ایک قدم آگے بڑھا تھا۔پھر جیسے اسے کچھ یاد آیا ہو،اس سے پہلے کہ علی فون موصول کرتا،آزر دوبارہ اس کی جانب پلٹ گیا۔

"اچھا علی وہ تمہارے بزنس سیٹ اپ کا کیا بنا؟"

"جی بھائی؟جی جی سیٹ اپ تقریباً ہو چکا ہے۔ایک پراجیکٹ کی بات بھی چل رہی ہے۔بس آپ واپس آجائیں تو ساری تفصیلات بتاؤں گا آپ کو" علی نے جلدی سے بات مکمل کی تھی لیکن

اتنی دیر میں فون بجنا بند ہو چکا تھا۔

"میں جا رہی ہوں آزر۔ آپ کے سوالات ختم ہو جائیں تو آ جایئے گا" خولہ نے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور ایک ادا سے اپنا کوٹ کاندھوں پر ٹکاتی ہوئی ڈائننگ ہال سے نکل گئی۔ آزر نے ایک نظر علی کو دیکھتا۔ اور ایک نظر آیا کو۔ پھر زبان دانتوں میں دباتے ہوئے خولہ کے پیچھے دوڑ گیا۔

"بھائی کو بس خولہ بھابھی ہی سیدھا کر سکتی ہیں" علی ہنسا تھا۔

"آیا جی آپ کو پتہ ہے؟" علی اب آیا جی کی جانب مڑا، "یہ دونوں بچپن سے ہی ایسے تھے۔ کبھی خالہ لوگ ہمارے گھر آتے تھے تو آزر بھائی کہاں کسی کی سنتے تھے۔ لیکن خولہ بھابھی کی ہر بات چپ چاپ مان لیتے تھے۔ جو کھیل بھابھی کھیلنا چاہتی تھیں، آزر بھائی بھی وہی کھیل کھیلنے پر رضامند ہو جاتے تھے" وہ ہنستے ہوئے انہیں بتا رہا تھا۔

"ہاہاہا اور دونوں ماشاءاللہ کتنے سوہنے لگ رہے تھے" آیا جی کہنے لگیں، "تو کیا ان کی پسند کی شادی ہے؟" انہوں نے پوچھا

"نہیں نہیں۔ لیکن شاید ہاں۔ کیونکہ پھر ہم بڑے ہوتے گئے تو اتنا آنا جانا نہیں رہا خالہ کی طرف نہ خالہ لوگوں کا ہماری طرف۔ تو خالہ کے بچوں سے بھی رابطہ نہیں رہا۔ لیکن امی کو خولہ

بھا بھی بہت پسند تھیں بھائی کے لئے۔انہوں نے بھائی سے پوچھا تو بھائی نے انکار نہیں کیا" وہ انہیں تفصیل بتانے لگا۔

"اور علی پتر آپ کے لئے بھی کوئی پسند ہے کیا ثمینہ باجی کو؟" آیا جی نے شرارت سے پوچھا تھا۔

"اس بارے میں تو میں نے سوچا ہی نہیں آیا جی" وہ پریشان سا ہو کر آیا جی کو دیکھنے لگا۔

"ہاہاہا تو سوچو نا پتر" آیا جی برتن کچن میں لے جاتے ہوئے کہنے لگیں۔

ان کے جانے کے بعد علی موبائل کو گھورنے لگا۔

"دوبارہ کال نہیں کر سکتی تم عمارہ؟ میرا تو کال پیکج ہی ختم ہو چکا ہے اور کریڈٹ بھی نہیں ہے اس وقت" وہ موبائل کو مایوسی سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

◇◇◇

"دیکھو سمو کی! اب میں نے اتنی ہمت کر کے ان کی طبیعت کا پوچھنے کے لئے فون کیا تو جناب نے فون ہی نہیں اٹھایا۔اور پھر اتنا بھی نہیں کہ انسان کال بیک ہی کر لے!" وہ اپنے بیڈ پر بیٹھی خفگی سے کہہ رہی تھی۔

"میاؤں" سمو کی اس کی گود میں اٹھکیلیاں کرنے لگا گویا اسے تسلی دے رہا تھا۔

"اچھا چلو چھوڑو۔ آجاؤ ہم اپنی پینٹنگ پر توجہ دیتے ہیں" وہ سمو کی کو اپنی گود سے اپنے بازوؤں میں اٹھاتی ہوئی بیڈ سے اٹھی اور بیڈ سے زرا فاصلے پر رکھے بڑے پیمانے والے کینوس کے قریب جا کھڑی ہوئی اور پینٹنگ برش سے کینوس پر سفید رنگ پھیلانے لگی۔

قریباً ایک گھنٹے بعد بیڈ پر پڑا اس کا فون بجنے لگا۔ علی کا نمبر دیکھ کر اس نے ہاتھ میں تھامے برش کو ایک طرف رکھا اور آگے بڑھ کر جھٹ سے فون موصول کر لیا۔

"مجھے تو لگا تھا کہ آپ کے گھر کال بیک کرنے کا رواج نہیں ہے" سلام دعا کے فوراً بعد وہ اصل موضوع پر آئی۔

"ہمارے گھر کال بیک نہ کرنے کا کوئی رواج نہیں ہے۔ تمہیں غلط لگا تھا۔ تم نے فون کیا کیوں تھا ویسے؟"

"وہ۔۔۔ آپ کی طبیعت کا پوچھنے کے لئے۔ لیکن آپ جناب نے تو فون اٹھایا ہی نہیں" وہ لڑنے کے لئے پوری طرح تیار تھی۔

"ہاہاہا عمارہ تم تو مجھ سے ایسے لڑ رہی ہو جیسے بیویاں لڑتی ہیں" بات کہہ دینے کے بعد اسے

احساس ہوا کہ وہ یہ کیا کہہ گیا تھا۔ لیکن اب منہ سے نکلے اور فون کی دوسری جانب سنے جا چکے الفاظ کو وہ واپس نہیں لا سکتا تھا۔ عمارہ چند لمحوں کے لئے ساکت رہ گئی۔ اسے ایسی کسی بھی بات کی توقع نہیں تھی۔

"عمارہ وہ۔۔۔ میں نے مذاق میں کہہ دیا۔ میری طبیعت ٹھیک ہے اب پہلے سے الحمداللہ۔ تم کیسی ہو؟" علی بات بدلنے کی اپنی سی کوشش کرنے لگا۔

"ٹھیک ہوں" اس نے جواب کو مختصر رکھا۔ "اچھا پھر بات ہو گی۔۔۔ اللہ حافظ"

علی کی طرف سے ایک منٹ تک مکمل خاموشی پا کر اس نے تیزی سے کہا اور جس تیزی سے یہ فون موصول کیا تھا، اسی تیزی سے فون کاٹ کر بیڈ پر پھینک دیا۔

علی نے کاٹ دیئے جانے والے فون کو دیکھتے ہوئے اللہ حافظ کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھنگریالے بالوں میں گھسا دیئے۔ شاید یہ اس کی چوبیس پچیس سالہ زندگی میں پہلی بار تھا کہ وہ اپنے کیے ہوئے مذاق پر اتنا شرمندہ ہوا تھا۔

◇◇◇

وہ بستر پر لیٹا چھت کو گھورتا ہوا ہانیہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کسی عام سے معاملے پر کوئی

فیصلہ لینا اسے ہمیشہ مشکل لگتا تھا۔اور پھر یہ تو اس کی زندگی کا معاملہ تھا۔اگر وہ غلط فیصلہ لے لیتا تو اپنے ساتھ ساتھ شاید ہانیہ کی زندگی بھی خراب کر دیتا۔وہ بغیر کسی ٹھوس وجہ کے انکار کر کے ہانیہ کو تکلیف بھی نہیں دینا چاہتا تھا اور اس سے شادی کے لئے رضامند ہونے پر ابھی وہ تیار نہیں تھا۔اس نے چھت سے نظریں ہٹا کر اپنا موبائل اٹھایا تھا۔

"ہانیہ؟"اس نے اسے پیغام بھیجا تھا۔

"ہاں؟"چند سیکنڈ کے وقفے کے بعد اس کا جواب آیا تھا۔

"تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں"

"ہاں۔۔۔پوچھو"

"دیکھو ہانیہ میں۔۔۔لڑکیوں کے معاملے میں تھوڑا لاتعلق سا ہوں۔لڑکیوں سے میری بات چیت نہ ہونے کے برابر ہے۔اپنی ماں اور بہن کے علاوہ کوئی لڑکی میری سمجھ میں نہیں آتی۔اور مجھے لگتا ہے کہ میں تھوڑا قدامت پسند ہوں۔کہیں تمہاری زندگی کو مشکل نہ بنا دوں۔۔۔اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم ایک بار پھر سوچ لو"

وہ پیغام بھیج چکا تو ہانیہ کی طرف سے فون آنے لگا۔اس نے دانستہ طور پر فون موصول کر لیا۔اور

اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم؟ قدامت پسند ہو؟ دیکھو محد تمہاری قدامت پسندی ہی شاید مجھے اچھی لگتی ہے۔ تم لڑکیوں سے انجان رہتے ہو، یہی بات تمہیں منفرد بناتی ہے۔ میں مانتی ہوں کہ میری فطرت تمہاری فطرت سے خاصی الگ ہے۔ لیکن ہم وقت ساتھ گزاریں گے تو ایک دوسرے کو اور بہتر طور پر جانتے جائیں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سیکھ جائیں گے۔" وہ خاموشی سے اس کی بات سنتا ہوا بستر سے اٹھ کر اسٹڈی چیئر پر آ بیٹھا اور عادتاً گھڑکی کے اس پار دیکھنے لگا۔

"ہاں شاید" اس نے اک آہ بھری تھی۔

"اچھا ایک بات تو بتاؤ۔ میں تمہاری بہن سے ملی تھی، وہ تو بہت چلبلی سی لڑکی ہے۔ تمہارے جیسی بالکل نہیں ہے۔ تم کیوں ایسے ہو؟"

"ایسا کیسا؟"

"کم کم بولنے والا اور زیادہ گھلتے ملتے بھی نہیں ہو"

"میں شاید فطری طور پر ایسا ہوں۔ یا میرا بچپن سعودیہ میں گزرا ہے، شاید اس لئے۔ مجھے

پاکستان آکر یہاں کے ماحول میں ڈھلنے میں کافی وقت لگا تھا۔اور تب سے میں ایسا ہی ہوں۔اور عمارہ اس وقت بہت چھوٹی تھی۔اور فہد شاید چند ماہ کا تھا"

"تم لوگ سعودیہ میں رہتے تھے؟"

"ہاں۔۔۔ابو وہیں کام کرتے تھے۔اور شادی کے بعد وہ ماں کو بھی وہیں لے گئے۔کافی سال وہیں گزرے ہمارے"

"وہاں آپ لوگ سیٹلڈ تھے تو پھر پاکستان کیوں آ گئے"

"ہانیہ یہ ایک لمبی کہانی ہے"

"ہاں تو سناؤ نا۔میں جاننا چاہتی ہوں" وہ متجسس ہوئی۔محد نے گلہ کھنکھارا اور اسے کہانی سنانے لگا۔

"یہ بات ہے غالباً پندرہ بیس سال پہلے کی۔ہم پاکستان اس لئے آ گئے کہ ابو کو ان کے ایک دوست نے منشیات کے جھوٹے کیس میں پھنسا دیا۔ابو کافی عرصہ لاک اپ میں رہے۔اسی دوران انہوں نے کسی طرح ہمیں پاکستان واپس بھیج دیا۔پاکستان آکر بھی ماں بہت پریشان رہتی تھیں۔خاندان میں کسی کو اس کہانی کا ابھی تک علم نہیں ہے۔سب کو یہی بتایا تھا کہ ابو کسی

www.novelsclubb.com

کاروباری کام سے وہاں رک گئے ہیں، کچھ عرصے تک واپس آجائیں گے۔

وہ وقت بہت مشکل تھا۔اس وقت دادی بھی ہمارے ساتھ تھیں۔لیکن بہت بیمار رہا کرتی تھیں۔ماں ان کی دیکھ بھال بھی کرتی تھیں۔ماں نے ایک سکول میں پڑھانا شروع کر دیا۔عمارہ کو وہ ساتھ لے جاتی تھیں۔اور مجھے اس وقت شاید ماں کی توجہ نہیں مل سکی اور میں کم گو ہوتا گیا۔دادی سے کافی مانوس تھا۔اور وہاں ابو ایسے پھنسے کہ انہیں سزا کاٹنے، وہاں کی الجھنیں سلجھانے اور واپس لوٹنے میں سات سال لگ گئے۔جب ابو واپس آئے، انہی دنوں میں دادی انتقال کر گئیں۔دادی کے انتقال کے بعد ابو نے یہاں اسلام آباد میں نئے سرے سے کام شروع کیا۔

دی رضا ٹریڈرز کو آج السلام آباد میں جو مقام حاصل ہے، اس کے پیچھے ابو اور ماں دونوں کی بہت محنت ہے۔عمارہ اور فہد کو ان حالات کا اندازہ نہیں ہے۔لیکن یہ حالات میری شخصیت اور فطرت پر بہت اثر انداز ہوئے۔میں نے یہ سب آج تک کبھی کسی سے نہیں کہا سوائے اپنے کزن علی کے۔مختصر یہ کہ۔۔۔میرے ساتھ زندگی گزارنا شاید تمہیں مشکل لگے"

"محد مجھے بہت خوشی ہے کہ تم نے اپنی زندگی کا یہ راز میرے ساتھ بانٹا۔اور مجھے اب سمجھ میں

آیا ہے کہ تم ایسے کیوں ہو۔ تمہیں اب میں زیادہ اچھے طریقے سے سمجھ پائی ہوں۔اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے تمہی سے شادی کرنی ہے اور بس۔اور مجھے یقین سا ہونے لگا ہے کہ تمہارے ساتھ میری زندگی بہت اچھی گزرے گی۔"

"لیکن میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پایا ہوں"

"محد تم مجھ سے اپنی زندگی کا اتنا اہم واقعہ بانٹ سکتے ہو۔تو زندگی میں کچھ بھی ہو، ہر حال میں میں تمہیں سننے اور سمجھنے کے لئے حاضر رہوں گی۔اس بات کا یقین رکھو۔ باقی فیصلہ اب تمہارے ہاتھ میں ہے"

"میں صبح بتاؤ گا تمہیں اپنا فیصلہ"

"میں انتظار کروں گی۔۔۔اللہ حافظ"

"اوکے۔اپنا خیال رکھنا" وہ بلا ارادہ کہہ گیا تھا۔ہانیہ نے فون بند کر دیا تو وہ کرسی سے اٹھ کر واپس بستر پر آلیٹا۔اب کی بار بازو سر کے نیچے رکھے چھت کی جانب دیکھتا ہوا وہ مسکرا رہا تھا۔ اب وہ قدرے مطمئن لگ رہا تھا۔

◇◇◇

www.novelsclubb.com

صحن میں بینچ پر بیٹھا وہ ہاتھ میں پکڑے موبائل کو کافی دیر سے گھور رہا تھا جب آزر وہاں سے گزرا۔

"او بھائی! دوبارہ بیمار ہونے کا ارادہ ہے؟" آزر نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

"اللہ نہ کرے بھائی" علی بینچ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اللہ تو نہ ہی کرے لیکن تمہارے ارادے تو کچھ ایسے ہی لگ رہے ہیں۔ چلو اندر" آزر نے اسے تقریباً ڈانٹ ہی دیا تھا۔

"کیوں ڈانٹ رہے ہیں اسے؟" اس کے پیچھے پیچھے آتی خولہ نے کہا۔

"کیسا رہا فنکشن آپ کے دوست کی شادی کا؟" علی کو جیسے یاد آیا کہ وہ لوگ شادی سے لوٹے تھے۔

"بہت اچھا بلکہ بہترین۔" خولہ اندر جاتے ہوئے اسے بتانے لگی، "اچھا علی آیا جی سے کہہ کے چائے تو بنوا دو پلیز"

"آیا جی تو سو گئی ہیں بھابھی۔ چائے میں بنا دیتا ہوں" وہ مسکرایا۔ آزر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

"اچھا علی وہ۔۔۔ عمارہ سے ہوئی بات تمہاری؟"

www.novelsclubb.com

"جی بس ہوئی تھوڑی بہت۔ناراض کر بیٹھا ہوں" وہ اداس شکل بناتا ہوا انہیں بتانے لگا۔

"اوہو و بات ناراضگیوں تک بھی پہنچ گئی ہے! بتاتی ہوں تمہارے بھائی کو میں" خولہ ہنسی تھی۔

"نہیں بھابھی۔ایسی بات نہیں ہے۔کیا سمجھ رہی ہیں آپ"

"ایسی ہی بات ہے۔ہم سب جانتے ہیں۔سوائے تمہارے۔۔۔پاگل ہو تم بالکل" خولہ اسے تنگ کرنے لگی۔علی ماتھے پر ہاتھ پھیرتے کر ان کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے کچن کی جانب چلنے لگا کہ خولہ نے اسے پکارا۔

"ارے علی۔تم جاؤ شاباش آرام کرو۔چائے میں خود بنالوں گی"

"میں بنا دیتا۔۔۔"

"ارے کوئی مسئلہ نہیں میرے اکلوتے بھائی۔تم سو جاؤ جا کر" خولہ نے اصرار کیا تو وہ جواباً مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

◇◇◇

"امی یہ علی کے رشتے کی بات چلائیں" پولیس اسٹیشن جانے کے لئے تیار کھڑے آزر نے ثمینہ زمان سے کہا۔

"کیا مطلب۔یہ صبح صبح تمہیں کیا سوجھ گئی ہے؟"وہ حیران پریشان اسے دیکھنے لگیں۔

"ہاں بس آپ اس سے پوچھ لیں۔جہاں اس کی خوشی ہے وہاں رشتہ پکا کر دیں۔اس کے بزنس کا بھی الحمداللہ کافی حد تک سیٹ اپ ہو چکا ہے۔ایک دو سال تک اس کی بھی شادی کر دیں گے۔کیا خیال ہے؟"

"تمہیں بتایا ہے اس نے کچھ؟"انہوں نے پوچھا۔

"نہیں مجھے بتایا نہیں ہے اس نے لیکن میں جانتا ہوں۔آپ پوچھ لیجئے گا اس سے۔۔۔اچھا ہم نکلتے ہیں۔چلیں خولہ؟"بات مکمل کر کے وہ کورٹ جانے کے لئے تیار کھڑی خولہ سے پوچھنے لگا۔

"خالہ جان۔مجھے کچھ گھنٹوں کا کام ہے بس۔واپسی پہ علی کو فون کر دوں گی مجھے لینے آجائے گا"

"ٹھیک ہے بیٹا۔خیر سے جاؤ"ثمینہ ان دونوں کو دروازے تک چھوڑ کر واپس پلٹیں تو انہیں علی سیڑھیوں پر بیٹھا اپنے جوتوں کے تسمے کستا ہوا ملا۔

"امی وہ آپ سے کچھ بات کرنی تھی"ان پر نظر پڑتے ہی علی نے انہیں پکارا اور سیڑھیوں سے اٹھتا ہوا ان کی جانب چلا آیا۔

"شادی کی بات کرنا چاہتے ہو؟" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ پوچھ رہی تھیں

"آپ کو کیسے پتا؟" وہ ہکا بکا رہ گیا، "کیا واقعی ماؤں کی چار آنکھوں کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں ایکسرے بھی ہوتا ہے؟ مجھے تو لگا تھا یہ سب فلمی باتیں ہیں" وہ واقعی حیران ہوا تھا۔

"مجھے آزر بتا کر گیا ہے ابھی" وہ ڈائننگ چیئر گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گئیں۔ علی تیزی سے ان کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھا۔

"ہائیں؟ بھائی کو کیسے پتا چلا؟ کہیں بھابھی نے واقعی بتا تو نہیں دیا انہیں؟" اسے حیرانی کا ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

"بھئی مجھے کیا پتہ علی۔ مجھے بس یہ بتاؤ کہ لڑکی کون ہے"

علی نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی جو سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے جواب کی منتظر تھیں۔

"عمارہ" اس نے میز پر رکھے کانچ کے جگ سے قریب پڑے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے نام لیا،

"میں عمارہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں امی" پانی کا گلاس بھر جانے پر اس نے وہ گلاس ان کی

طرف بڑھادیا کہ شاید انہیں پانی پلانے کی ضرورت پڑ جائے۔

"عمارہ ہی کیوں؟" اس کے ماتھے پر شکن واضح تھی۔

"کیونکہ۔۔۔میں اس کو دکھی نہیں کرنا چاہتا"

"کیا مطلب؟"

"مطلب کہ مجھے لگتا ہے۔۔۔ نہیں بلکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے اور اب جب میں جان گیا ہوں تو اس بات کو میں کیسے نظر انداز کر سکتا ہوں۔اور شاید اسے بھی پتہ ہے کہ میں یہ بات بھانپ چکا ہوں تو۔۔۔اچھا نہیں کہ میں اس سے شادی کر لوں۔اور سچ کہوں تو مجھے بھی اچھی لگنے لگی ہے وہ۔آپ کو بھی تو اچھی لگتی ہے وہ" وہ انہیں ایسے بتا رہا تھا جیسے اس نے پوری تقریر پہلے سے تیار کر رکھی ہو۔حالانکہ کچھ منٹ پہلے جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے وہ اپنے دل کی بات سے خود بھی پوری طرح واقف نہیں تھا۔

"علی عمارہ اچھی بچی ہے۔میری اپنی بیٹیوں کی طرح ہے۔لیکن رضا بھائی نے جو ہمارے ساتھ کیا میں اسے بھلا نہیں سکتی" انہوں نے دوٹوک کہا۔علی نے ایک نظر ان کی جانب دیکھا۔پھر ان کے سامنے رکھا گلاس اٹھا کر خود پانی پینے لگا۔وہ پورا گلاس پانی پی چکا تو دوبارہ ان کی طرف

متوجہ ہوا۔

"امی۔ پھوپھا سے آپ کا جو بھی اختلاف ہے۔ماضی کی جو بھی رنجشیں ہیں، کیا اپنے بیٹے کی خوشی کی خاطر بھی آپ وہ سب نہیں بھُلا سکتیں؟"اس نے التجا کی تھی۔

"علی تمہارا باپ یہاں زندگی موت کی کشمکش میں تھا۔اس کو خون کی اشد ضرورت تھی۔اور او نیگیٹو خون دستیاب نہیں تھا۔خاندان میں بھی صرف تمہارے پھوپھا کا خون او نیگیٹو ہے۔ لیکن وہ نہیں آئے۔ تین دن تمہارا باپ زندگی اور موت کی کشمکش میں رہا۔اور پھر اس کے جنازے پر بھی تمہارے پھوپھا نہیں آئے۔ میں کیسے بھول جاؤں یہ سب؟"ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"امی وہ نہیں آسکتے تھے۔ نہیں آسکتے تھے وہ۔اگر آسکتے تو کیوں نہ آتے آخر"

"کیوں نہیں آسکتے تھے علی؟کاروبار چھوڑ کر دو چار روز کے لئے بھی نہیں آسکتے تھے؟بتاؤ"وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"وہ اس وقت لاک اپ میں تھے امی"اس کے منہ سے نکلا تھا۔وہ بتانا نہیں چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ خود کو روک نہیں پایا تھا۔ ثمینہ یک دم خاموش ہو گئیں۔وہ اسے حیران پریشان نگاہوں

سے دیکھے گئیں جیسے وہ اس کی بات پوری طرح سمجھ نہ پائی ہوں۔

"وہ کسی کاروباری کام سے نہیں رکے تھے سعودیہ۔لاک اپ میں تھے۔اور یہ بات ابو اچھی طرح جانتے تھے۔ابو طاہرہ پھوپھو کی مالی طور پر مدد بھی کرتے رہے تھے امی۔پھوپھا نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔انہیں تو ابو کے انتقال کا بھی بہت بعد میں علم ہوا تھا" وہ انہیں دھیمی آواز میں تفصیلاً بتانے لگا۔

"تمہیں۔۔۔تمہیں کس نے بتایا یہ سب؟"

"محد نے۔کسی کو نہیں معلوم یہ بات لیکن مجھے لگتا ہے کہ اب آپ کو معلوم ہونی چاہیے۔تاکہ آپ اپنے دل سے وہ ساری رنجشیں مٹا سکیں"،وہ کھڑا ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"میں ناشتہ نہیں کروں گا۔آفس کا کام دیکھنے جا رہا ہوں۔" وہ کہہ کر رکا نہیں۔اور وہ اسے چاہتے ہوئے بھی روک نہ سکیں۔ان پر آج ایک ایسی حقیقت آشکار ہوئی تھی، جس سے وہ اتنے سالوں سے ناآشنا رہی تھیں اور جس کی بنا پر وہ اتنے سال بدگمانیوں کو دل میں جگہ دیئے ہوئے تھیں۔

ہم انسان یہی تو کرتے ہیں۔جب ہم پریشان ہوتے ہیں تو یہ خیال نہیں کرتے کہ دوسرا شخص بھی شاید اچھے حالات میں نہ ہو۔ہمیں اپنی پریشانیاں اور اپنے دکھ دنیا میں سب کے دکھوں سے

بڑے لگتے ہیں۔اور یہی سوچ کر ہم دوسروں سے توقع لگا بیٹھتے ہیں کہ وہ اپنے سب کام چھوڑ کر،سب غم بھلا کر ہمیں دلاسہ دیں گے۔جب وہ توقع کے مطابق دلاسہ ہمیں نہیں مل پاتا تو ہم دل میں بدگمانی پال لیتے ہیں۔اور پھر دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ کبھی اس بدگمانی کو دور کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔دل میں انہی بدگمانیوں کو لئے رشتے گھسیٹ گھسیٹ کر نبھاتے ہیں اور ساری عمر خود کو ایسی ہی باتوں میں تھکانے میں گزار دیتے ہیں۔

◇◇◇

"زونی؟" علیشہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے پکارا۔زونیشہ جو لیپ ٹاپ کھولے مصروف دیکھائی دے رہی تھی،علیشہ کی آواز پر چونکی تھی۔

"علیشہ تم کب آئیں؟"اس نے لیپ ٹاپ کو نیچے کرتے ہوئے کہا اور بستر سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھ گئی۔

"بس تھوڑی دیر پہلے۔آنٹی کے پاس بیٹھی تھی۔تم کہاں غائب ہو آج کل؟"

"اچھا آؤ بیٹھو"اس نے مصافحہ کرنے کے بعد کاؤچ کی جانب اشارہ کیا تھا۔علیشہ اس کے اشارے کے تعاقب میں کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں کہ کہاں غائب ہو یار۔میں نے کچھ دن پہلے تمہیں فون کیا تھا مگر تم نے اٹھایا نہیں۔نہ ہی کسی میسیج کا جواب دیتی ہو۔اتنی مصروف ہو گئی ہو کیا کہ اب اپنی اکلوتی دوست کو بھی بھول گئیں؟"اس نے شکوہ کیا تھا۔

"ہاں یار ابس آج کل مصروفیت بڑھ گئی ہے۔اور تم سے رابطہ نہ کر سکنے کے لئے ویری سوری"

"یہ خالی خولی سوری سے کام نہیں چلے گا مِس زونی۔میرے دکھ سکھ بھی سننے پڑیں گے"

"میں ہمہ تن گوش ہوں۔تم ہو جاؤ شروع۔ویسے ادھر دیکھنا زرا"اس نے آگے بڑھ کر علیشہ کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھا،"تم آج مجھے کافی اداس بھی لگ رہی ہو۔سب ٹھیک تو ہے؟"وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"اداس ہوں یا پتہ نہیں شاید تھکی ہوئی ہوں۔۔۔"

"ہوا کیا؟"

"یار زونیشہ میں یہ سوچ رہی تھی کہ لوگ کیسی کیسی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔ایسی مشکلات کہ اگر وہ ہم جیسوں پر پڑیں تو ہم شاید سہہ نہ سکیں۔زندگی سے ہار جائیں"

"کیا بات ہے علیشہ؟ تمہارے یوٹیوب چینل سے متعلق ہے کچھ؟"وہ اس کی بات سن کر اس

کے لئے فکر مند ہونے لگی۔

"زونیشہ یار مجھ سے نہیں ہو گا یہ۔ یہ بہت ہمت والا کام ہے۔ لوگوں کے درد سننا ہی مجھے اتنا مشکل لگنے لگا ہے۔ ان کے درد کا درماں کرنا تو پھر بہت بعد کی بات ہے" علیشہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

زونیشہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے بغور دیکھتی رہی۔

"تمہیں پتہ ہے"، علیشہ نے بات جاری رکھی، "کسی نو عمر بچے کے ماں باپ مر جاتے ہیں تو خاندان والے اس بچے سے زیادہ اس کے باپ کی جائداد کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔۔۔ کسی ماں سے اس کا بچہ کہیں کھو جاتا ہے تو وہ اسے ڈھونڈنے کے لئے ماری ماری گلی محلوں میں پھرتی ہے۔۔۔ کوئی آدمی سارے دن کی محنت مزدوری کے بعد گھر لوٹتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کے بیوی بچے کچے مکان کی چھت گر جانے سے جاں بحق ہو چکے ہیں۔۔۔ کسی لڑکی کا شوہر شادی کے کچھ عرصے بعد بغیر وجہ بتائے طلاق دے کر اس کے جہیز سمیت فرار ہو جاتا ہے۔۔۔ ایسے لوگوں کو نہ کوئی سننا چاہتا ہے، نہ ان بے بسوں کی مدد کرنا چاہتا ہے۔۔۔ ایسے لوگوں کے درد کا درماں کیسے ہو گا۔۔۔ کون کرے گا؟" علیشہ کی روتی ہوئی آواز اب اس کا ساتھ نہیں دے رہی

تھی۔وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ زونیشہ نے اسے گلے لگالیا۔

"تم کرو گی ان کے درد کا درماں علیشہ۔تم نے کتنے شوق سے اس پروگرام کا آغاز کیا تھا"،وہ اب اس کے آنسو پونچھنے لگی تھی،"مجھے یاد ہے جب پہلی بار تم نے مجھے بتایا کہ تم یہ سب کرنا چاہتی ہو۔تو میں سمجھ گئی تھی کہ تم چن لی گئی ہو علیشہ۔اس بڑے کام کے لئے۔مجھے تم پر بہت رشک آیا تھا۔میں جانتی ہوں کہ تم اتنی جلدی ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں ہو۔اور ایسا نہیں ہے کہ دنیا میں صرف برے لوگ ہیں۔اچھے لوگ بھی ہیں۔تمہارے جیسے۔جو بغیر کسی بدلے کے دوسروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں"

"نہیں زونی۔میں تو خوش قسمت رہی کہ حماد بھائی پولیس فورس میں ہیں۔اور حیدر بھائی نے اس یوٹیوب پروگرام کو چلانے میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔زیادہ کام تو میرے بھائی دیکھتے ہیں۔پورا ہفتہ طرح طرح کے لوگ ہمیں اپنی مشکلات بتانے کے لئے ہم سے رابطہ کرتے ہیں۔پھر ہم سب ان کی مشکل کو حل کرنے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں۔معاملہ پولیس سے متعلقہ ہو تو حماد بھائی اسے حل کرتے ہیں۔میں تو بس اپنی آواز کے ذریعے،اس پروگرام کے ذریعے ان لوگوں کی کہانی سب تک پہنچاتی ہوں۔تاکہ لوگ تھوڑا بہت ہی صحیح،دوسروں کے دکھ میں

شریک ہوں۔اس کی مدد کرنا چاہیں۔ایک دوسرے کے لئے آسانی کرنا چاہیں۔اور بہت سے نئے لوگ بھی ہمارے اس کارِ خیر میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔تم نے ٹھیک کہا کہ اس دنیا میں اچھے لوگ بھی ہیں۔لیکن زونیشہ۔یہ کام پریکٹیکلی بہت مشکل ہے۔بہت مشکل۔

"حق کے لئے لڑنا اور حق پر ڈٹے رہنا کبھی آسان بھی ہوا ہے؟"زونیشہ نے اس کے گال پر بہتے آنسو صاف کرنے کی غرض سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،"یہ بات تم بھی بخوبی جانتی ہو علیشہ۔ اور دیکھو تمہارے دل میں جب یہ خیال آیا،تم نے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشش کی۔اور دیکھو اللہ نے اتنی آسانی فرمادی کہ تمہارا یہ پروگرام ایک ہی سال میں اتنا کامیاب رہا۔ ہاں میں مانتی ہوں کہ سو فیصد کامیابی نہیں مل سکتی۔لیکن تم یہ بھی تو دیکھو کہ کتنے لوگوں کے مسائل تمہاری،حماد بھائی اور حیدر بھائی کی کوششوں سے حل بھی ہوئے۔کتنے لوگ آج تم سب کو دعائیں دیتے ہیں۔اور سب سے اہم کوشش ہی تو ہوتی ہے۔کیا کہا کرتی ہو تم اکثر مجھے کہ

'Effort Does Matter'

چاہے کوئی بھی کام ہو۔ہماری کوشش اور ہمت سے بالآخر کامیابی ہوتی ہے"،وہ اسے بڑے پیار سے سمجھا رہی تھی۔"چلو اب مجھے اصل مسئلہ بتاؤ کہ کیا ہوا ہے"

"بس یہی کچھ تھا۔یہی ساری باتیں میرے زہن پر حاوی تھیں تو سوچا تمہارے پاس چلی آؤں۔ اور باقی جو بات ہے وہ تم اگلے ہفتے کا پرو گرام ضرور دیکھنا"

"بہت اچھا کیا تم نے اور بالکل میں ضرور دیکھوں گی۔"

"میں شاید کل ہی آجاتی لیکن تم نے مجھ سے اتنے دنوں سے رابطہ نہیں کیا تو ناراض تھی میں۔ پھر آج مجھ سے رہا نہیں گیا"

"چلو چھوڑو ساری ناراضگیوں کو مارو گولی۔اور آؤ تمہیں تمہارا پسندیدہ پاستہ کھلاتی ہوں"

"یہ ہوئی نا بات! تمہاری اس بات نے تو مجھے خوش کر دیا۔لیکن ریڈ سوس والا پاستہ ہونا چاہیئے۔"علیشہ نے جلدی جلدی نم آنکھوں کو صاف کیا۔اور مسکرانے لگی۔

"محترمہ جو آپ چاہیں گی وہی ہو گا۔آپ بس حکم کریں"زونیشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

◇◇◇

"مجھے آپ سب کو کچھ بتانا ہے"

چکور میز کے گرد صوفوں پر وہ سب موجود محد کی بات سننے کے لئے منتظر تھے۔

"یہ تو ہمیں پتہ ہے بھائی کہ آپ نے کوئی بات کرنے کے لئے ہمیں یہاں بلایا ہے۔اب بتا بھی

دیں"

"ہاں ہاں بتا رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور میں ہانیہ سے شادی کے لئے تیار ہوں" اس نے ایک ہی سانس میں کہہ دیا۔ اس کی بات پر طاہرہ مارے خوشی کے منہ کھولے اسے دیکھنے لگیں۔

"واہ بھائی۔ بالآخر آپ نے فیصلہ کر ہی لیا"

"چلیں جناب پھر ان کی طرف چلے چلیں گے کچھ دن تک، بات وغیرہ پکی ہو جائے تو بس پھر منگنی کی تیاری کر لیں" رضا احمد نے کہا۔

"ایک منٹ" محد نے ان کی بات کاٹی، "تیاری کیسی؟ دیکھیں ماں، ابو۔ کوئی لمبی چوڑی منگنی نہیں کرنی۔ بس رسمی طور پر بات پکی کریں اور ہاوس جاب مکمل ہوتے ہی نکاح کر دیجئے گا" اس نے دوٹوک کہا۔

"بڑی جلدی ہو رہی ہے بھائی۔ خیر تو ہے؟" عمارہ نے شرارت سے کہا۔

"بس مجھے نہیں پسند زیادہ شور شرابہ"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ لیکن اب ہانیہ کی طرف تو جانا ہی ہے نا کچھ تھوڑے بہت تحائف لے

کر"

"جی ماں یہ سارے معاملات آپ دیکھ لیجئے گا۔ میں نے بس اپنی پسند بتائی"

"چلو یہ تو بہت اچھا ہوا۔ اللہ کا شکر ہے۔ عمارہ کے بھی رشتے کی بات چل رہی ہے ایک جگہ۔ بس دونوں کی ایک ساتھ ہی کریں گے شادی، کیا خیال ہے طاہرہ آپ کا؟"

"انشاءاللہ۔ اللہ خیر کا وقت لائیں" انہوں نے خوشی سے اپنے دونوں بچوں کی جانب دیکھا۔

عمارہ آنکھیں پھیلائے حیرت سے رضا احمد کو دیکھے گئی۔

"لیکن مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔ اور بات چل رہی ہے؟ کہاں؟ مجھے کیوں نہیں پتہ؟" اس نے یکے بعد دیگرے کئی سوال کر ڈالے۔ اس کے لئے اس کی شادی کی بات انتہائی غیر متوقع تھی۔

"ابھی تو بات چلنا شروع ہوئی ہے عمارہ۔ بات پکی تو تمہاری رضامندی سے ہی کریں گے" طاہرہ اسے سمجھانے لگیں

"لیکن کس سے؟" محد نے بھی مارے تجسس کے پوچھ ہی لیا۔

"کمال صاحب کے بیٹے ارمغان سے۔ آسٹریلیا سے آیا ہوا ہے آج کل۔ بہت ہی اچھا بچہ ہے۔

مجھے تو عمارہ کے لئے بہت پسند ہے" رضا احمد اسے بتانے لگے۔

"اور میری پسند کا کیا؟" اسے جھٹکا لگا تھا۔

"تمہیں کوئی اور پسند ہے؟" انہوں نے پلٹ کر سوال کیا۔ وہ چپ کی چپ رہ گئی۔ اس کی خاموشی دیکھ کر انہوں نے بات جاری رکھی۔

"اچھا لڑکا ہے وہ بیٹے۔ ایک دو بار مل لینا پھر فیصلہ کر لینا۔ ابھی جواب تو نہیں مانگ رہے آپ سے" رضا احمد اسے پیار سے کہنے لگے جبکہ وہ کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے اپنے پاؤں میں بیٹھے سمو کی کو اٹھایا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

"ابو شاید وہ واقعی ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اور بات چلانے سے پہلے اگر آپ لوگ اس کی رائے جان لیتے تو۔۔۔"

"کر لے گی۔ میں جانتا ہوں اسے۔ ابھی بس ایسے ہی جذباتی ہو رہی ہے۔ اتنا اچھا لڑکا ہے ارمغان۔ اس سے ملاقات ہو گی تو رضامند ہو جائے گی"

"ویسے رضا۔ لڑکا تو اپنا علی بھی بہت اچھا ہے" طاہرہ نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ ارمغان اچھا خاصا سیٹلڈ ہے وہاں آسٹریلیا میں۔ علی تو بے روزگار ہے" انہوں

www.novelsclubb.com

نے دوٹوک کہا۔

"تو بزنس شروع کر رہا ہے ناوہ بھی۔بے روزگار تو نہ کہیں اسے"

"ابھی وہ بزنس شروع کر رہا ہے طاہرہ۔پتہ نہیں کر پائے گا بھی یا نہیں۔بزنس منٹوں میں نہیں چل پڑتا۔سالوں لگ جاتے ہیں"

"مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے یہ بات۔آپ نے بھی تو صفر سے آغاز کیا تھا پاکستان لوٹ کر۔آپ کے تو بچے بھی تھے اس وقت۔لیکن اللہ کے فضل سے آج ہم خوشحال ہو گئے ہیں ناں"

محد کچھ کہنے والا تھا لیکن ان دونوں کی تکرار کے درمیان میں کچھ کہنا مناسب نہ ہوتا سو اس نے خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے کا رخ کر لیا۔

◇◇◇

اس نے کمرے میں آکر لائٹ جلانے کی بھی زحمت نہیں کی۔اندھیر کمرے میں بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی وہ رونے کو تیار تھی۔اسے ابو کی بات سے دکھ ہوا تھا۔شاید کچھ وقت پہلے یہ بات ہوتی تو اسے اتنا برا نہ لگتا۔مگر اب ایک نیا احساس جو اچانک سے وہ محسوس کرنے لگی تھی،ایک ان چاہی سی چاہت کا احساس!اسے وہ کیسے نظر انداز کر دیتی۔بچپن سے آج تک علی کو اس نے بھائیوں

کی طرح سمجھا تھا۔تو پھر اب اچانک دل کس ڈگر پر چلنا چاہتا تھا،اسے یہ سب سمجھنے کے لئے ابھی وقت درکار تھا۔لیکن اب یہ ارمغان! سوچ کر ہی اسے بے چینی ہونے لگی تھی۔اس نے موبائل اٹھایا اور فہد کا نمبر ملانے لگی۔

"ہمشیرہ کی خدمت میں سلام پیش ہے،آج کیسے یاد کیا مجھے؟"فہد کی چہکتی ہوئی آواز اس کو زرا نہیں بھائی۔

"بس ایسے ہی"

"ایسے کیسے؟"اس نے پوچھا۔

"تم کیسے ہو؟مصروف تو نہیں تھے؟"

"یہ تم ایسے اتنے مہذب انداز میں کیوں بات کر رہی ہو؟کچھ ہوا ہے کیا؟" اس کے لہجے میں حیرانی تھی۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے یار فہد"وہ رونے کے قریب تھی۔

"تو پتہ لگاؤ نا۔ اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟علی بھائی سے لڑائی ہوئی ہے؟"

"نہیں۔ان سے کیوں ہونے لگی میری لڑائی"

"تو کیا لڑائی نہیں ہوئی، اس لئے پریشان ہو؟"

"اوہو فہد! ایسی بات نہیں ہے"

"تو پھر؟"

"ابو میری بات پکی کرنا چاہتے ہیں۔ کمال انکل کے بیٹے ارمغان سے" اس نے ٹھہر ٹھہر کر بتایا۔

"ہائں۔ یہ کب ہوا؟"

"آج"

"تو اب علی بھائی کا کیا ہو گا؟"

"کیا مطلب ہے ان کا کیا ہو گا؟ ان کا کیا لینا دینا ہے اس سب سے۔ میرا کیا ہو گا یہ سوچو۔ ویسے میں یہ سب تمہیں کیوں بتا رہی ہوں" اسے جیسے احساس ہوا کہ فہد اس حوالے سے اس کے کچھ کام نہیں آ سکے گا۔

"کیونکہ تم کسی سے دل کی بات کہتا چاہتی ہو۔ اور تمہارا کوئی میرے جیسا دوست تو ہے نہیں۔ اس لئے۔۔۔ چلو اب مجھے اصل مسئلہ بتاؤ"

"زیادہ ہی شوخے نہیں ہو رہے تم؟ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بس بلاوجہ فون کر دیا تھا تمہیں میں

نے۔۔۔ چلو کام کرو اپنا۔ میرے مسئلے میں خود دیکھ لوں گی" اس نے بات بنائی

"سوچ لو میری بہن۔ دل کے مسئلے خود نہیں دیکھے جاتے۔ طبیب کو بلانا پڑتا ہے"

"کون سا دل کا مسئلہ؟"

"دیکھو۔ اگر تم اپنی بات پکی ہونے کے ڈر سے پریشان ہو تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ انسان ہو جاتا ہے زرا پریشان ایسے موقع پر۔ لیکن اگر تم بلخصوص ارمغان سے بات پکی ہونے سے پریشان ہو تو یہ واقعی ایک بڑا مسئلہ ہے"

"ہاں تو جو بھی مسئلہ ہو، اس کے لئے طبیب کو بلا لوں گی نا۔ تم جیسے کسی نیم حکیم کو مسئلہ بتا کر اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتی"

"چلو ہم نیم حکیم ہی سہی۔ لیکن دیکھو طبیب کو وقت پر مسئلہ بتا دینا تاکہ وقت پر علاج ہو جائے۔ ویسے تو یہ مرض لاعلاج ہوتا ہے مگر پھر بھی۔ علاج کی کوشش تو کرنی ہی چاہیئے"

"کیا بک رہے ہو۔ جاؤ مجھے نہیں کرنی تم سے بات۔ تم تو مجھے اور پریشان کر رہے ہو" وہ جو لیٹی ہوئی تھی، اکتا کر اٹھ بیٹھی۔

"ہائے! بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔ دیکھو عمارہ، تمہارے مسئلے کا بہترین

حل بتاتا ہوں۔ جاؤ اور صاف صاف بتادو کہ تم نے ارمغان سے نہیں بلکہ کسی اور سے شادی کرنی ہے۔ اور پھر دیکھو تماشا"

"بتادوں سب کو؟ تمہیں یقین ہے کہ بتادینے سے یہ سب ٹھیک ہو جائے گا؟"

"ٹھیک تو چھپانے سے بھی نہیں ہو گا۔ تم میرے مشورے پر غور کرو۔ مجھے اپنے پرچے کی تیاری کرنی ہے سو پھر بات ہو گی۔ تب تک کے لئے فی امان اللہ" اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ عمارہ اندھیر کمرے میں بیٹھی فہد کے مشورے پر غور کرنے لگی۔ اس کے کمرے کی لائٹ جلی تھی۔ اس نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں طاہرہ کھڑی تھیں۔

"اتنا اندھیرا کیوں کر رکھا ہے؟ سو رہی تھی کیا؟" وہ اس کے قریب آکر پوچھنے لگیں۔

"نہیں۔" اس نے نظریں چرا کر کہا تھا۔ وہ بستر پر اس کے پاس آبیٹھیں۔

"رشتے کی وجہ سے؟"

"ارمغان کے رشتے کی وجہ سے" اس نے چند الفاظ کے اضافے کے ساتھ ان کی بات دہرائی۔

"میں نے بات کی ہے رضا سے۔ لیکن ان کی نظر میں تمہارے لئے ارمغان سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا تھا" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔ اس نے ان کی جانب دیکھا تھا۔

"علی بھی نہیں؟"اس نے دھیمے انداز میں پوچھا تھا۔اس کی آنکھوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ رونا چاہتی ہیں مگر وہ ان کے سامنے آنسو بہانا نہیں چاہتی تھی۔طاہرہ نے علی کے نام پر چونک اسے دیکھا۔کہیں نہ کہیں وہ اس کے دل کی بات جانتی تھیں لیکن پر یقین نہیں تھیں۔وہ اس کے چہرے پر پھیلی اداسی کو دیکھنے لگیں۔اس کے سوال کا جواب ان کے پاس نہیں تھا۔چند ساعتوں کی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوئیں۔

"والدین اپنے بچوں کے لئے بہترین سے بہترین کی تلاش میں بعض اوقات اتنے آگے نکل جاتے ہیں کہ ان کو بچوں کی پسند کا خیال ہی نہیں رہتا۔تمہارے ابو بھی اسی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔لیکن تم انہیں غلط مت سمجھنا،وہ ہمیشہ تمہارا بھلا ہی چاہیں گے۔تم تو ان کی سب سے لاڈلی اولاد ہو"انہوں نے پیار سے اس کی ٹھوڑی کو چھویا تھا۔

"میں بھی اپنا برا تو نہیں چاہتی ماں۔ابو ایک بار بھی مجھ سے پوچھ نہیں رہے۔بھلے وہ کر دیں جہاں ان کو ٹھیک لگے۔لیکن میری مرضی کی کیا ان کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہے؟یہ کیسا لاڈ ہوا!"

"عمارہ وہ علی کے لئے نہیں مانیں گے۔میں ان کو جانتی ہوں"انہوں نے کہا تو وہ بھیگتی ہوئی

آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے منہ پھیر لیا۔ وہ اپنی بیٹی کی دلی کیفیت سے واقف تھیں۔ کچھ دیر وہ مایوسی سے اسے روتا دیکھتی رہیں۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کمرے سے نکل گئیں۔ جاتے جاتے وہ کمرے کی بتی بجھا گئی تھیں۔

وہ بات بات پہ رونے والی لڑکی نہیں تھی۔ مگر اس بات پہ وہ اپنے آنسوؤں کو بہنے سے نہیں روک سکی۔ اسے اندھیرے کمرے میں لیٹے لیٹے بہت دیر ہو چلی تھی۔ اسے کوئی سوگ نہیں منانا تھا۔ خود کو کوئی روگ نہیں لگانا تھا کہ ایسا کرنا اس کی فطرت کے خلاف ہوتا۔

"میں ابو سے ایک بار اور بات کروں گی۔ پھر اپنے نصیب پر چھوڑ دوں گی" اس نے سوچا اور اٹھ بیٹھی۔ بستر سے اتر تک آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ سوئچ بورڈ تک آئی تھی۔ ہاتھ سے بٹن ٹٹول کر اس نے لائٹ کا بٹن دبا دیا۔ کمرے میں روشنی پھیلتے ہی اس کی اندھیرے کی عادی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ اس نے بلاارادہ آنکھیں میچ لیں۔ پھر آہستہ آہستہ آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر تک اس کی آنکھوں نے روشنی سے دوستی کر لی۔ اس نے کمرے میں پھیلے اپنے پینٹنگ کے سامان کو دیکھا۔ اس کی نظر فرش پر بنے نیم گول دائروں پر پڑی تو وہ تیزی سے آگے بڑھی اور بغور دیکھنے لگی۔ دائروں کے قریب ہی اس کے پینٹ برش پڑے تھے

اور ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے پنجوں کے نشان تھے۔

"اُف سمو کی!" وہ بڑبڑائی۔ "آیا بڑا آرٹسٹ۔ ماں نے دیکھ بھی لیا نا تو میری شامت آئے گی۔ سارا فرش گندا کر دیا"

وہ بڑبڑاتے ہوئے ابھی آگے بڑھنے ہی والی تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کی جانب دیکھا، وہاں محد کھڑا تھا۔

"عمارہ یار یہ سب کیا ہے؟" اس نے سمو کی کے اگلے بازوؤں کے نیچے سے ہاتھ ڈال کو اسے پکڑ رکھا تھا ایسے کے اس کا نچلا دھڑ لٹک رہا تھا اور منہ عمارہ کی طرف تھا۔ عمارہ نے حیرت سے پہلے محد کو، پھر سمو کی کو دیکھا۔ اور ساتھ ہی سمو کی کے پینٹ آلود پنجوں کو۔ محد اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عمارہ نے کندھے اچکا کر فرش کی جانب اشارہ کیا۔ محد نے اس کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا اور فرش پر بنے نیم گول دائروں کو دیکھ کر اس کا قہقہہ چھوٹا تھا۔

"ہاہاہا سمو کی! یہ تم نے کیا ہے؟" محد نے ہنس کر اپنے بازو موڑ کر سمو کی کا منہ اپنی طرف کر کے پوچھا تھا۔

"میاؤں" سمو کی نے گویا اقبالِ جرم کر لیا۔

"تم نے پینٹ ایسے کھلے کیوں چھوڑ دیئے؟ وہ اس کی طرف آتا ہوا پوچھنے لگا۔

"مجھے یاد نہیں رہا پینٹنگ کا سامان سمیٹنا اور مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ سمو کی صاحب پینٹنگ کے شوقین نکلیں گے" وہ ہلکا سا مسکرائی، میں ابھی صاف کر دیتی ہوں یہ سب"

"نہیں تم اس کو صاف کرو"، اس نے سمو کی کو عمارہ کی جانب بڑھا دیا، "فرش میں صاف کر دیتا ہوں" اس نے کہا تو عمارہ نے اس کے ہاتھ سے سمو کی کو لے لیا۔ صفائی کرنے کے بعد محد نے اس کی جانب رُخ کیا۔

"عمارہ ابو تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ تم جب فری ہو، ان نے کمرے میں چلی جانا"

عمارہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

◇◇◇

"ابو آپ نے بلایا تھا؟" اس نے ان کے کمرے کے دروازے پر دستک کے بعد کہا۔

"ہاں جی بلایا تھا۔ آؤ" وہ ہاتھ میں قرآن پاک تھامے کرسی پر بیٹھے تھے۔

"اگر آپ ابھی مصروف ہیں تو میں بعد میں آجاؤں گی" اس نے قرآن پاک کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں مارو جان۔ میں پڑھ چکا ہوں۔ تم آؤ بیٹھو یہاں" وہ قرآن پاک بند کر کے الماری کے

اوپری حصے میں رکھ کر اس کی جانب مڑے۔وہ خاموشی سے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ارمغان سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟"انہوں نے بغیر کسی تمہید کے پوچھ لیا۔

"آپ میری ارمغان سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"چند لمحوں کے وقفے کے بعد اس نے دھیرے سے سوال کیا۔وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔کچھ دیر کو وہ خاموش رہ گئے۔

"دیکھو عمارہ۔تمہارے کمال انکل میرے بچپن کے دوست ہیں۔ارمغان ان کا اکلوتا بیٹا ہے۔تم سے عمر میں کچھ بڑا ہو گا مگر بہت سلجھا ہوا لڑکا ہے۔اپنا بزنس کرتا ہے۔چار، پانچ سال سے آسٹریلیا میں اچھا خاصا سیٹلڈ ہے۔اور سب سے بڑھ کر مجھے تمہارے لئے بہت پسند ہے۔اس لئے میں تمہاری شادی اس سے کروانا چاہتا ہوں"

"ایک بات کہوں ابو؟"ان کی بات خاموشی سے سننے کے بات اس نے پوچھا۔انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مجھے اس بات پہ کوئی شک نہیں کہ آپ ہر حال میں میرا بھلا چاہیں گے۔لیکن میرا دل راضی نہیں ہے"

"دل بھی راضی ہو جائے گا۔ابھی تم اسے جانتی نہیں ہو نا،اس لئے ڈر رہی ہو۔لیکن ارمغان

سے بہتر تمہارے لئے میری نظر میں کوئی نہیں ہے" انہوں نے دوٹوک کہا تھا۔اس نے چونک کر ان کی جانب دیکھا تھا۔اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ اس کے دل کا چور جانتے ہیں۔

"ٹھیک ہے ابو۔جیسے آپ صحیح سمجھیں" اس نے نظریں جھکا کر کہا اور ان کا جواب سنے بنا وہاں سے چلی آئی۔

◇◇◇

تُم نے منگنی کروا بھی لی؟ سچ بتاؤ" ویڈیو کال پر موجود علی حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"سو فیصد سچ ہے میرے دوست" صوفے پر بیٹھا محد مسکرا رہا تھا، "لیکن یار پتہ نہیں میں نے ٹھیک کیا یا نہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی تھی۔

"اگر تم مذاق کر رہے ہو تو انتہائی فضول مذاق تھا۔مجھے زرا پسند نہیں آیا" علی نے طنزیہ کہتے ہوئے اسے اپنے دانت دکھائے۔

"تمہارے یہ دانت توڑ دوں گا میں، مذاق نہیں تھا۔"

"توڑ دو۔لیکن یہ ذہن میں رکھنا کہ تمہیں ہی جوڑنے پڑیں گے۔وہ بھی فری میں۔آخر خاندانی ڈینٹسٹ جو ٹھہرے آپ ڈاکٹر محد رضا" وہ ہنسا تھا۔

"علی یار میں واقعی ابھی تک تھوڑا کنفیوز ہوں"

"محد یقین کرو۔ تمہاری قسم میں نے اپنی زندگی میں تمہارے جیسا اتنا کنفیوز ڈانسان آج تک نہیں دیکھا۔اور اس وقت میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہارے منہ پر رکھ کے ایک چماٹ رسید کروں تاکہ تمہاری ساری کنفیوزن باہر نکلے" علی اسے کیمرے میں اپنے ہاتھ کا تھپڑ دکھایا، "یار تُم پاگل واگل تو نہیں ہو؟ایک لڑکی سے منگنی کرنے کے بعد ایسی بات کر رہے ہو!"

"اچھا بھئی اچھا معاف کرو مجھے۔میں نے یونہی کہا بس۔تم تو پیچھے ہی پڑ جاتے ہو میرے۔اچھا یہ عمارہ بھی آگئی،اسے بھی مبارک باد دے دو اور سمو کی سے بھی ہیلو ہائے کر لو" اس کی نظر وہاں آتی عمارہ پر پڑی تو اس نے کہا۔

www.novelsclubb.com

"عمارہ کو کس بات کی مبارک باد؟"

"اس کی بھی بات پکی ہو گئی ہے نا" یہ لو عمارہ بات کرو۔

"ایک منٹ محد" وہ عمارہ کی جانب موبائل بڑھانے لگا کہ علی نے اسے روکا۔

"کیا مطلب بات پکی ہو گئی؟کب؟عمارہ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" علی کے لئے یہ خبر کسی جھٹکے سے کم نہیں تھی۔اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کون سا سوال پہلے کرے اور کون سا

بعد میں۔

"تفصیل تمہیں عمارہ بتادے گی۔مجھے کچھ کام ہے"

"یہ لو عمارہ"اس نے موبائل عمارہ کی جانب بڑھادیا

"السلام وعلیکم "عمارہ نے بمشکل کیمرے کی جانب دیکھا تھا۔

"واعلیکم السلام۔۔۔عمارہ؟"

"جی؟"

"یہ کیا کیا تم نے؟"

"میں نے کیا کیا؟"

"ایسے کیسے بات طے ہو گئی تمہاری"

"ابو نے طے کر دی"

"اور تم نے کروالی؟"

"میں نے منع کیا تھا لیکن ابو نہیں مانے"اس نے صاف کہہ دیا۔

"عمارہ میں۔۔۔میں امی سے بھی بات کر چکا ہوں"علی کے لہجے میں دنیا جہاں کی تھکاوٹ تھی۔

www.novelsclubb.com

"کس بارے میں؟"

"ہمارے بارے میں"

عمارہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔وہ اس کی بات پر ساکت رہ گئی۔

"کیا مطلب۔۔۔"

"تمہیں کیا لگا تھا عمارہ کہ مجھے پتہ نہیں چلے گا؟"

عمارہ نے بمشکل تھوک نگلا تھا۔اس کی آواز جیسے گلے میں اٹک گئی ہو۔وہ جو سمجھ رہی تھی کہ اس کے دل کی کیفیت کی علی کو بھنک بھی نہیں ہو گی، اب کچھ کہہ نہ سکی۔بس موبائل اسکرین پر اس پریشان چہرے کو دیکھتی رہی جو واقعتاً اس کے لئے یا شاید اپنے لئے پریشان تھا۔

"اب کچھ کہو گی یا بس دیکھتی رہو گی؟"علی نے اس سے پوچھا۔

"علی میں نے۔۔۔"،اس نے پہلی بار علی بھائی نہیں کہا۔وہ لمحہ بھر کو ٹھہر کر دوبارہ گویا ہوئی،

"میں نے بہت بار منع کیا لیکن ابو ارمغان کے علاوہ کسی کے لئے راضی نہیں تھے"اس نے کہتے ہوئے علی کی طرف دیکھا۔علی چپ سادھے کہیں اور دیکھ رہا تھا۔

"آپ سموکی سے بات کریں گے؟"اس نے بات بدلنا چاہی تھی۔

"نہیں۔۔۔اپنا خیال رکھنا" اس کے ساتھ ہی علی نے رابطہ منقطع کر دیا۔وہ کتنی ہی دیر تک خاموشی سے فون کی اسکرین کو دیکھتی رہی حالانکہ فون کب کا منقطع ہو چکا تھا۔

◇◇◇

"محد مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا کہ ہماری منگنی ہو گئی ہے" وہ خوش تھی۔نہیں شاید بہت خوش تھی۔

"اب تو ہو گئی ہے نا۔تو اب یقین بھی کر لو" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"جب تم لوگ ہماری طرف آئے کل اچانک۔مجھے تو پہلے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب ہو کیا رہا ہے۔یہ میری زندگی کا سب سے اچھا سرپرائز تھا"

"مجھے خوشی ہوئی یہ جان کر کہ تم اتنی خوش ہو۔۔۔لیکن اب کچھ کام کر لیں؟ یا آج سینئر ڈاکٹر سے ڈانٹ سننے کا موڈ ہے"

"نہیں نہیں ڈانٹ سن کے اپنا اتنا اچھا دن خراب تھوڑی کرنا ہے۔اچھا وہ آج فری ہو کر کہیں باہر چلیں ڈنر کے لئے؟" اس نے پوچھا۔

"آج؟ امم اچھا دیکھیں گے" اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔وہ اس کے ساتھ ہسپتال میں

وقت گزارتے ہوئے کبھی ایسے ہچکچایا نہیں تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ڈنر پر جانے کے خیال سے وہ ہچکچا رہا تھا۔ مگر منگنی کے دوسرے ہی دن اسے انکار کرنا بھی اسے مناسب نہیں لگا۔ سو اپنی فطرت کے برعکس اس نے ہانیہ کے ساتھ ڈنر پر جانے کا ذہن بنالیا۔ شام کو ہانیہ اور اپنے رشتے کے بارے میں سوچتے ہوئے ہسپتال سے جب وہ گھر پہنچا تو لاؤنج سے آتی عمارہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے تیزی سے جالی دار دروازہ کھولا۔

"ابو میرا نمبر ارمغان کو آپ نے دیا تھا؟"

"ہاں میں نے ہی دیا تھا۔ کیوں کیا ہوا" انہوں نے عام سے انداز میں کہا۔

"لیکن کیوں؟"

"اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تم سے بات کرنا چاہ رہا ہے"

"لیکن مجھے اس سے بات کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کل کو وہ ملنے کا بھی کہے گا تو کیا میں منہ اٹھا کر ملنے چلی جاؤں؟" وہ چڑ گئی۔

"یہ کیسے بات کر رہی ہو تم؟ اور کیوں نہیں ہے دلچسپی۔ بات پکی ہو چکی ہے تمہاری۔ عنقریب رسماً منگنی ہونے والی ہے" طاہرہ نے اسے ڈپٹا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں خوش نہیں ہوں ماں۔ جس طرح بات پکی کروالی ہے۔ منگنی بھی کروالوں گی۔ کچھ عرصے بعد تو ویسے بھی شادی ہو ہی جائے گی نا۔ لیکن ابھی مجھ سے یہ بات چیت اور ملاقاتیں نہیں ہوں گی۔ معاف کیجئے گا" اس نے ہارے ہوئے انداز میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف دوڑ گئی۔ محد پیچھے کھڑا سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کچھ کہے یا خاموش رہے۔

"ابو عمارہ اگر اس رشتے کے اتنا خلاف تھی تو آپ لوگ تھوڑا عرصہ رک جاتے۔ اس کی خوشی بھی تو اہم ہے۔ آخر اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت؟" ہمت کر کے وہ ان کے قریب آیا تھا۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہی تھی انہیں" طاہرہ کہنے لگیں، "لیکن یہ وہی کریں گے جو انہیں ٹھیک لگے گا" ان کے انداز میں بھی خفگی تھی۔

"ارمغان میں آخر کیا برائی ہے بتاؤ؟" رضا احمد بھی اب غصے میں آ گئے۔

"اچھا پلیز ابھی مزید اس بارے میں کوئی بات نہ کریں۔ میں عمارہ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ آپ۔۔۔ آپ لوگ ایسے تکرار نہیں کریں پلیز" محد نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اچھا میں تو جا سکتا ہوں نا؟ ہانیہ کے ساتھ؟" اس نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بیٹا تم جاؤ۔ ڈنر اسی کے ساتھ کرو گے؟" طاہرہ نے پوچھا

"جی ارادہ تو یہی ہے"

"اچھا۔ابھی تازہ تازہ منگنی ہے تو میں کچھ نہیں کہہ رہی۔لیکن یہ کام روز روز نہیں چلے گا۔ جانتے ہو نا؟"

"جی جی میں یہ سب جانتا ہوں اچھی طرح۔آپ فکر نہیں کریں" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔جلدی سے تیار ہو کر وہ گھر سے نکلا۔ہانیہ کے گھر سے ہانیہ کو لیا جو اس نے انتظار میں دروازے پر ہی موجود تھی۔اور کچھ دیر بعد وہ دونوں ریسٹورنٹ پہنچ چکے تھے۔ کھانا کھانے اور کپ شپ میں ان کا وقت اچھا گزرا تھا۔وہ واپسی کے لئے نکلنے والے تھے جب ہانیہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔وہ کسمسا سا گیا۔

"محد یہاں کچھ دیر واک کریں؟ واک کے بعد گھر جائیں گے۔کیا خیال ہے؟"اس نے سامنے کی خالی سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔۔۔ہاں کر لیتے ہیں واک" محد نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟ ہاتھ کیوں چھوڑ دیا؟"

"ہاتھ پکڑنا ضروری ہے کیا؟"اس نے دھیمی سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا.

"ہاں کم از کم میرے لئے تو ہے۔اور اس میں مسئلہ کیا ہے۔کیا تمہیں شرم آرہی ہے؟" وہ ہنسی تھی۔

"نہیں۔مجھے مناسب نہیں لگتا یہ سب ہانیہ"اس نے نظریں چرائی تھیں۔

"اس میں نامناسب کیا ہے؟کیا تم ہمارے رشتے کو اون نہیں کرنا چاہتے سب کے سامنے؟"

اس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ محد کی بات اسے بری لگی تھی۔محد نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"ایسی بات بالکل بھی نہیں ہے۔میں ہمارے رشتے کو کیوں اون نہیں کروں گا۔ان فیکٹ میں تو خوشی سے سب کو بتاتا پھر رہا ہوں۔لیکن دیکھوں نکاح سے پہلے میرے لئے یہ تھوڑا ان کمفرٹیبل رہے گا"وہ اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"پتہ نہیں کیا منطق ہے تمہاری محد لیکن اگر تم کنفرٹیبل نہیں تو کوئی بات نہیں"اس نے بات رفع دفع کرنے کے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"اب چلیں؟ہاتھ تھامے بغیر واک کرنے؟"

"ہاں چلو" وہ جواباً مسکراتا ہوا اس کے ساتھ ہو لیا۔ واپسی پر ہانیہ نے اس سے زیادہ بات نہیں کی۔ اور یہ بات اس نے محسوس کرتے ہوئے بھی نظر انداز کر دی کیونکہ وہ امید کر رہا تھا کہ ہانیہ اسے سمجھ جائے گی۔ گھر پہنچ کر اسے یاد آیا کہ اسے عمارہ سے بات کرنی تھی۔ اس نے دو کپ کافی بنائی اور عمارہ کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ ایک ہاتھ میں ٹرے تھامے دوسرے ہاتھ سے دروازے پر دستک دی۔ اس نے چند سیکنڈ جواب کا انتظار کیا لیکن جواب نہ پا کر دروازہ کھول دیا۔

"عمارہ تم سو رہی ہو؟" اس نے سر سے پاؤں تک لحاف اوڑھے لیٹی عمارہ سے پوچھا۔

"نہیں۔ جاگ رہی ہوں۔ کوئی کام ہے آپ کو؟" اس نے لیٹے لیٹے ہی جواب دیا۔

"ہاں یار ایک کام تھا" اس نے کہا تو عمارہ نے اپنا سر باہر نکالا۔

"کیا کام ہے اس وقت آپ کو مجھ سے؟"

"میرے ساتھ کافی پیو گی؟ میں اکیلا بور ہو رہا ہوں" اس نے ٹرے اس کے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی اور خود ساتھ رکھے سٹول پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ نے جو بات کرنی ہے وہ کریں۔ کافی کے بہانے کی ضرورت نہیں ہے" وہ خفگی سے کہتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اب میں بنالایا ہوں تو پی لو نا۔ یہ لو" اس نے ایک مگ اس کی جانب بڑھادیا۔ جو اس نے خاموشی سے پکڑ لیا۔

"تمہاری بات ہوئی ارمغان سے؟"

"جی"

"کیا وہ خوش ہے اس رشتے سے؟"

"آپ کو اس کی خوشی کی فکر ہے بھائی؟" عمارہ نے بے قراری سے اسے دیکھا

"نہیں عمارہ۔ تمہاری خوشی کی فکر ہے"

"پوچھ تو اس کے بارے میں رہے ہیں"

"وہ اس لئے کیونکہ تمہارا تو میں جانتا ہوں کہ تم خوش نہیں ہو"

عمارہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"اب بتاؤ کیا بات ہوئی اس سے"

"کچھ خاص نہیں۔ میں نے بس پوچھا کہ وہ اس رشتے کے لئے رضامند ہے یا نہیں"

"پھر؟"

"اس نے کہا وہ ابھی دوبارہ اسٹریلیا جا رہا ہے اپنے بزنس کے سلسلے میں۔ یہاں بھی کسی کام سے ہی آیا تھا کہ سب نے منگنی وغیرہ کی بات چھیڑ دی، لیکن اسی کے کہنے پہ ابھی منگنی نہیں کی گئی۔ وہ چند ماہ بعد آسٹریلیا سے آئے گا تو منگنی کی رسم بھی ہو جائے گی۔ اور یہ کہ اسے مجھ سے شادی سے کوئی مسئلہ نہیں ہے"

"اچھا۔ چلو اب تم اپنا مسئلہ بتاؤ کہ تم یہ رشتہ کیوں نہیں کرنا چاہتی؟"

"بھائی مجھے نہیں کرنی ابھی شادی" وہ جھنجھلائی۔

"ابھی تھوڑی کر رہے ہیں تمہاری شادی۔ ابھی تو بہت وقت ہے"

"لیکن بھائی۔۔۔"

"عمارہ اصل بات بتاؤ مجھے"

"بھائی مجھے نہیں پتہ۔ آپ جائیں بس مجھے سونا ہے" اس نے کافی کا مگ ٹرے میں رکھا اور پھر سے لحاف اوڑھنے لگی۔ سمو کی اس کے بستر پر بیٹھا کُشن سے کھیل رہا تھا۔

"اور ہاں یہ سمو کی کو بھی کسی طرح واپس بھیج دیں۔ مجھ سے نہیں رکھا جائے گا اسے" اس نے کہا اور اپنا منہ لحاف میں چھپا لیا۔

www.novelsclubb.com

"کیوں؟ سمو کی بیچارے کا کیا قصور؟" وہ بڑبڑایا۔اور ایک نظر اس پر ڈال کر ٹرے اٹھاتا ہوا باہر آ گیا۔

◇◇◇

کیا بات ہے آج دونوں بھائی اتنے چپ چپ کیوں ہیں؟" ثمینہ کھانے کی میز پر خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے بولیں۔

"آزر کو تو ان کے ان مجرموں کی یاد ستا رہی ہے جن کو یہ پکڑ نہیں پا رہے۔ لیکن علی تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہیں عشق معشوقی کا روگ تو نہیں لگ گیا۔ دیکھو اگر ایسا کچھ ہے تو ہمیں وقت پہ بتا دو نہیں تو تمہاری بھی کسی پھوپھو وغیرہ کی بیٹی سے شادی کروا دیں گے ہم" خولہ اسے چھیڑنے لگی۔اس کی بات پر آزر ہنسا تھا۔

"پتہ نہیں لوگوں کو پھوپھو کی بیٹی کیوں پسند نہیں ہوتی۔ مجھے تو اپنی پھوپھو کی بیٹی بالکل بری نہیں لگتی" علی نے کہہ کر پانی کا گلاس منہ کو لگایا۔

"عمارہ کی بات کر رہے ہو؟" آزر نے پوچھا۔

"آپ کی ایک ہی پھوپھو ہیں۔اور ان کی ایک ہی بیٹی ہے۔ یقیناً عمارہ ہی کی بات کر رہا ہے" خولہ

کہنے لگی۔

"ہاں مجھے اس نے بتایا تھا۔آج فون کروں گی میں طاہرہ کو۔عمارہ تو مجھے بھی بہت پسند ہے"

انہوں نے کہا۔

"رہنے دیں امی" علی مایوسی سے کہہ رہا تھا۔

"کیوں رہنے دیں؟" ثمینہ نے حیرانی سے پوچھا۔اسی لمحے ان کا فون بجا تھا۔

"لو۔یہ تو طاہرہ کا ہی فون ہے۔میں بات کر کے آتی ہوں"

انہوں نے ٹشو سے ہاتھ صاف کئے اور فون اٹھاتی ہوئی ڈائننگ ہال سے چلی گئیں۔

"علی مجھے بتاؤ۔کیوں رہنے دیں؟" خولہ نے پوچھا۔

"پھوپھا نے اس کی کہیں اور بات پکی کر دی ہے" دنیا جہاں کی اداسی اس کی آواز میں سمٹ آئی تھی۔عمارہ کی بات پکی ہونے سے پہلے اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کے لئے کیا محسوس کرتا ہے۔اور اب اندازہ ہونے پر وہ واقعی اداس تھا۔

"ایسے کیسے؟" خولہ کو جھٹکا لگا تھا۔

"بس ہو گئی بھابھی۔چھوڑیں اس بات کو۔پھوپھو نے امی کو یہی خوش خبری دینے کے لئے فون

کیا ہو گا" وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھا۔ چلو چھوڑ دی یہ بات۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم رہ لو گے؟ میرا مطلب ہے کہ اس کے بغیر؟"

"رہ لوں گا۔۔۔ لیکن شاید اس کے بغیر کچھ بھی اچھا نہیں لگے گا" کہہ کر وہ وہاں رکا نہیں تھا۔

خولہ پریشانی سے اسے جاتا دیکھنے لگی۔

"آزر یہ علی تو بہت سنجیدہ ہے"

"ہاں۔۔۔ لیکن ہم لیٹ ہو گئے نا۔ وہاں پھوپھا نے تو ایسے اچانک اس کی بات پکی کر دی"

"تو کیا اب ہم کچھ نہیں کر سکتے؟" خولہ پوچھ رہی تھی

"شاید نہیں" آزر نے تھوڑے توقف کے بعد کہا تھا۔

◇◇◇

اس نے کمرے میں آ کر علی کا نمبر ملایا تھا۔

"ہاں بھئی سمو کی کے ابا۔ سمو کی کو لے جاؤ" فون موصول ہوتے ہی محد نے کہا۔

"اس بکواس کی وجہ جان سکتا ہوں؟" علی کی تھکی تھکی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ تو وہ ہنس دیا۔

www.novelsclubb.com

"عمارہ نے مزید بے بی سِٹنگ سے جواب دے دیا ہے، اس لئے"

"اچھا لے جاؤں گا" علی نے بغیر کسی سوال جواب کے اداسی سے کہا۔

"یار تم دونوں میں کچھ چل رہا ہے کیا؟" محد نے اب کی بار سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب تم دونوں بات چیت کر کے حل کر لو نہ اپنے مسئلے مسائل۔ یہ گونگے بچارے سمو کی کو کیوں بیچ میں لا رہے ہو؟"

"ہاں اور تم مزے لیتے رہنا، مدد مت کرنا۔ ٹھیک ہے؟"

"میں کیوں مدد کروں؟ تم نے بتایا مجھے کہ عمارہ کو پسند کرتے ہو تم؟"

"مجھے خود نہیں پتا تھا۔ پتا نہیں کب۔۔۔"

"ایک منٹ! واقعی کرتے ہو؟ میں نے تو ہوا میں تیر چلایا تھا"

"محد میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں"

"تو میں کب کر رہا ہوں مذاق میرے دوست۔ عمارہ کو دیکھ کر میں نے بھانپ لیا تھا کہ عمارہ تمہارے لئے سنجیدہ ہے۔ لیکن مجھے لگا کہ تم اس بات سے لاعلم ہو"

"تمہیں کچھ کہا عمارہ نے؟" علی کو گویا تجسس ہونے لگا۔

"کس بارے میں؟"

"میرے بارے میں یار"

"نہیں۔ میں بڑا بھائی ہوں اس کا۔ مجھ سے نہیں کہتی وہ ایسی باتیں۔ لیکن ایسی باتیں چھپتی نہیں ہیں، تم جانتے ہو۔"

"پھر میری نہ سہی تو اپنی بہن کی ہی مدد کر دو۔ تم خود بتاؤ کیا میں اچھا لڑکا نہیں ہوں؟" وہ معصومانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"دیکھو علی، تم بُرے لڑکے نہیں ہو۔" محد نے اس کی تعریف کرنے سے گریز کیا تھا "اور مدد میں ابو سے بات کر کے کر سکتا تھا، جو میں نے تھوڑی بہت کی بھی۔ لیکن ابو ماننے والے نہیں ہیں ایسے۔ میں تمہیں صاف کہوں گا، خود کو معاشی طور پر سیٹل کر لو تو اس کے بعد ابو سے بات کرنے کا کوئی فائدہ بھی ہو گا"

"اور کیسے سیٹل کروں محد۔ اب کوشش تو کر رہا ہوں۔ کاروبار چلنے میں وقت تو لگتا ہے۔" وہ چِڑ گیا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پھر کوشش جاری رکھو اور دعائیں بھی۔ کیوں کہ ان کے بغیر میرے دوست، ابا نہیں مانیں گے"

"تم کبھی میرے کام نہیں آئے۔ الٹا مزید پریشان کر دیتے ہو۔"

"ہاں مجھے پتا ہے۔ خیر میں نے تو عمارہ کا پیغام پہنچانا تھا کہ سمو کی کو لے جاؤ" محد نے دوٹوک کہا اور فون کاٹ دیا۔

"بے وفا آدمی!" علی بڑبڑایا تھا۔

◇◇◇

"تمہیں تو بریک چاہیئے تھی نا، تو یہاں کیا کر رہے ہو" آزر کانفرنس روم میں آتے ہوئے بولا۔ جہاں گل یار اپنے موبائل پر مگن تھا۔

"جی سر؟ سر یہ کل میں اپنا پروگرام نہیں دیکھ سکا۔ مور جاناں کا طبیعت ٹھیک نہیں تھا۔ تو اس لئے اب دیکھ رہا ہوں۔ آپ کو کوئی کام تھا؟" اس نے تفصیلاً بتایا۔

"نہیں۔ فی الحال کوئی کام نہیں ہے" وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھا، "لاؤ مجھے بھی دکھاؤ کیا دیکھ رہے ہو"

آزر نے کہا تو اس نے موبائل میز پر رکھی کتاب کے آگے ایسے رکھ دیا کہ دونوں دیکھ سکیں۔

پروگرام کا آغاز ہو رہا تھا۔

"اسلام و علیکم۔پروگرام درد کا درماں کے ساتھ میں ہوں آپ کی میزبان علیشہ خان"

ان دونوں کی پوری توجہ موبائل کی سکرین پر مرکوز تھی۔

"آج کا یہ پروگرام میرے لئے مشکل ترین ہے۔درد کا درماں کے پہلے پروگرام سے آج تک میں نے خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا جتنا آج محسوس کر رہی ہوں" علیشہ کی آواز کانفرنس روم میں گونج رہی تھی۔

"آج میں سننے والوں کو ایک کہانی سناؤں گی۔مائی سگراں کی کہانی جو پچھلے سال غالباً انہی دنوں میں ہم تک پہنچی تھی۔مائی سگراں کئی سالوں سے اپنے گمشدہ بچے کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھی۔ کبھی اس گاؤں سے اس گاؤں، کبھی ایک شہر سے دوسرے شہر۔لیکن وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو نہیں ڈھونڈ سکی جو اس کے جینے کا واحد سہارا تھا۔انہوں نے پولیس کی بھی مدد لینا چاہی۔ شروع میں کوئی ان کی مدد کے لئے تیار نہیں تھا۔لیکن بعد میں کافی لوگ ان کی مدد کو آگے آئے۔مگر ان کے بیٹے کو ڈھونڈنے میں ناکام رہے۔پولیس نے بھی ہر ممکن کوشش کی لیکن

بے سود۔ پچھلے سال جب مائی سگراں کی یہ داستان ہم تک پہنچی، ان کی ذہنی اور جسمانی حالت بے حد نازک تھی۔ وہ اتنی ضعیف ہو چکی تھی کہ چلنا محال تھا۔ پچھلے سال سے اب تک ہماری پوری ٹیم مائی سگراں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ اتنا عرصہ گزر جانے بعد ان کے بیٹے کا مل جانا ممکن نظر نہیں آتا اس کے باوجود بھی ہم نے ان کے بیٹے کی تلاش جاری رکھی۔ جس کا آج تک بھی پتہ نہیں چل سکا۔ مائی سگراں نے کچھ دن پہلے مجھ سے کہا تھا۔ کہ اب وہ اپنے بیٹے سے ملنا نہیں چاہتی۔ اسے بس کوئی یہ بتادے کہ اس کا بیٹا زندہ بھی ہے یا نہیں۔ اگر زندہ ہے تو کس حال میں ہے۔ اور اگر مر گیا تو کیسے مرا۔ وہ اس کی قبر پر جا کر ہی اس سے مل لے گی۔ بس اسے کوئی بیٹے کی خبر دے دے۔" علیشہ چند ساعتوں کے لئے خاموش ہوئی تھی۔

"مجھے یہ بتاتے ہوئے بے حد ملال ہے۔ بے انتہا دکھ ہے کہ مائی سگراں نے جس آس میں اپنی ساری عمر گزار دی، اسی آس کو دل میں بسائے پرسوں شام وہ اس دارِ فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک اللہ ہی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

علیشہ کی آواز بند ہونے کے ساتھ ہی پروگرام اختتام پذیر ہوا تھا۔ اور کانفرنس روم میں سنسنی

خیز خاموشی نے ایک بار پھر اپنا ڈیرہ جما لیا۔

◇◇◇

"محد وہ گانا سُنا تم نے؟" وہ کافی کا سپ لے کر بولی۔

"کون سا؟" محد کپ کیک کا پیکٹ کھول کر اس کے سامنے رکھ رہا تھا۔

"جو تمہیں بھیجا تھا کل"

"مجھے یاد نہیں رہا سننا۔ آج سُنوں گا"

"ابھی سنو۔۔۔ یہ لگاؤ ہینڈز فری" اس نے ہینڈز فری اپنے موبائل سے جوڑ کر اس کی طرف بڑھا دی۔ محد نے اسے کانوں میں لگایا تو ہانیہ نے گانا چالو کر دیا۔

"اچھا ہے نا؟ یہ مجھے بہت پسند ہے"

"ہاں اچھا ہے۔ آواز اچھی ہے گلوکار کی" وہ تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔

"ایک اور بھی ہے جو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ اسی گلوکار کا ہے"

وہ اسے اپنے موبائل میں موجود گانوں کی فہرست میں سے گانے چُن چُن کر سنانے لگی۔ محد کافی کے گھونٹ بھرتا ہوا اس کی پسند کو سراہ رہا تھا۔ وہ موسیقی کا زیادہ شوقین نہیں تھا مگر سن لیا

کرتا تھا۔اور ہانیہ جو موسیقی کی بے حد شوقین تھی،اس کے ساتھ رہ کر محد بھی اس کے اس شوق کا حصہ دار بن چکا تھا۔اسے ایسے ہانیہ کے ساتھ وقت گزارنا اب اچھا لگنے لگا تھا۔

"آپ لوگ یہاں تفریح کے لئے آتے ہیں؟کیا مریض اپنا علاج خود کر لیں؟" سینئر ڈاکٹر کی ان پر نظر پڑی تو وہ دونوں ہینڈز فری کانوں میں لگائے،کافی کے کپ ہاتھ میں لیے انہیں زرا نہیں بھائے۔

"سوری۔۔۔سوری سر" محد نے ایک جھٹکے سے ہینڈز فری اتاری اور تیزی سے کھڑا ہو گیا۔اس کے ساتھ ہی ہانیہ بھی تذبذب کا شکار ہو گئی۔

"مجھے آپ لوگ فارغ بیٹھے ہوئے نظر نہ آئیں"

"سر وہ دراصل اس وقت کوئی مریض نہیں تھا اس لئے۔۔۔" ہانیہ نے وضاحت دیتا چاہی مگر سینیئر ڈاکٹر اسے نظر انداز کرتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔ان کے جانے کے بعد ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔اور پھر کافی کے مگ ایک طرف رکھتے ہوئے تیزی سے ان کے پیچھے دوڑ گئے۔

◇◇◇

چند ماہ بعد۔۔۔

جولائی 2018ء۔فیصل آباد

وہ حجاب اوڑھے بھابھی کے انتظار میں برآمدے میں کھڑی تھی جب گھر کا دروازہ بجا۔اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"اسلام و علیکم "دروازے کھلتے ہی علیشہ نے کہا۔

"واعلیکم السلام۔کیسی ہو علیشہ "اس نے مسکراتے ہوئے علیشہ کو اندر آنے کی جگہ دی۔

"میں ٹھیک ٹھاک"

"میں تو تمہارا انتظار کرتی رہی کہ تمہاری انٹرن شپ مکمل ہو گئی ہے تو اب تم مجھ سے ملنے آؤ گی۔لیکن دیکھو ہر بار کی طرح مجھے ہی آنا پڑا"علیشہ شکوہ کر رہی تھی،"ویسے تم کیا کہیں جا رہی ہو؟"اس نے اس کی تیاری دیکھ کر کہا۔

"ہاں وہ بھابھی کے ساتھ بازار جانا تھا۔لیکن زیادہ وقت نہیں لگے گا ہمیں۔تم اندر بیٹھو ماما کے پاس۔میں بس تھوڑی دیر میں آجاؤں گی"

"اچھا۔۔۔پھر ایسا کرو کہ مجھے اپنا لیپ ٹاپ دے جاؤ۔میرا لیپ ٹاپ خراب ہے اور حیدر بھائی بھی گھر نہیں ہے۔سو جب تک تم آؤ گی،تب تک میں تمہارے لیپ ٹاپ سے کر لیتی ہوں کام۔ وقت بچ جائے گا میرا بھی"

"ہاں ہاں کوئی مسئلہ نہیں۔تم لے لو۔میرے کمرے میں بیڈ پر ہی رکھا ہے لیپ ٹاپ" اس نے کہا تو علیشہ نے مسکرا کر اس کا گال کھینچا اور برآمدہ عبور کر کے فاطمہ سے ملنے ان کے کمرے میں چلی گئی۔کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر وہ زونیشہ کے کمرے میں آئی اور لیپ ٹاپ کا بٹن دبا دیا۔لیپ ٹاپ پہلے سے آن تھا اور علیشہ کے بٹن دباتے ہی زونیشہ کا فیس بک پیج کھلا ہوا اس کی نظروں کے سامنے لیپٹاپ کی سکرین روشن ہونے پر دکھائی دینے لگا۔وہ بلاارادہ مسکرائی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ فیس بک کو اسکرین سے ہٹاتی،وہاں پیغامات آنے لگے تھے۔اس کی نظر نچلے کنارے پر ابھرے ایک پیغام پر ٹھہر گئی۔

"کہاں چلی گئیں؟میں کب سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں"

"مسٹر ایم آر؟"علیشہ پیغام پڑھ کر زیرِلب بھیجنے والے کا نام دہرایا اور کچھ دیر نا سمجھی کی کیفیت میں یونہی لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھنے لگی۔

"رات کو جلدی سو گئی تھی؟" ایک اور پیغام آیا تھا۔ علیشہ نے اس پر نظر پڑتے ہی لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ وہ مزید ایسی کوئی بات نہیں پڑھنا چاہتی تھی۔ یہ سب اس کے لئے بہت غیر متوقع تھا۔ وہ بیڈ سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اسے یاد آیا کہ یہ وہی مسٹر ایم آر تھا جو زونیشہ کی ہر پوسٹ پر موجود ہوتا تھا۔ لیکن زونیشہ نے تب کہا تھا کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی اور نہ ہی کرنا چاہتی ہے۔ وہ اسی کشمکش میں ٹہل رہی تھی جب زونیشہ آ گئی۔

"بور تو نہیں ہوئی تم؟ دیکھو میں نے کہا تھا نا کہ جلدی آ جاؤں گی" وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف آ رہی تھی، "تمہارا کام ہو گیا؟" اس نے پوچھا

"نہیں" علیشہ نے سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا تو زونیشہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔ علیشہ کے چہرے کے تاثرات اسے کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟" زونیشہ نے پوچھا

"مسٹر ایم آر سے کب سے رابطے میں ہو تم؟" علیشہ نے بغیر کسی تمہید کے پوچھ لیا۔ زونیشہ کو بات سمجھنے میں چند لمحے لگ گئے۔ لیکن اس نے کچھ نہیں کہا۔ وہ خاموشی سے شیشے کے قریب آ کر اپنا حجاب کھولنے لگی۔

"تم تو اتنی مصروف تھی زونیشہ کہ میرے کسی فون یا میسیج کا جواب دینے کا وقت نہیں تھا تمہارے پاس۔ مجھے آنٹی نے بھی یہی کہا کہ زونی بہت مصروف رہنے لگی ہے انہیں بھی وقت نہیں دے پاتی۔ لیکن یہ۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟ وہ اتنی بے تکلفی سے تمہیں پیغام بھیج رہا تھا۔ میں نہیں گھسنا چاہتی تمہاری ذاتی زندگی میں۔ میری غلطی سے نظر پڑ گئی تو اب میں تم سے پوچھے بغیر نہیں رہ سکتی کہ تم اس سے کب سے رابطے میں ہو؟ کیسے اتنی بے تکلفی؟ کیا تمہاری اتنی مصروفیت کی وجہ بھی یہی ہے؟"

"بول چکی تم علیشہ؟" وہ اب اس کی طرف مڑی تھی، "کیا ہو گیا اگر میں اس سے بات چیت کر لیتی ہوں۔ اس میں برائی کیا ہے؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ تم کب سے رابطے میں ہو اس کے ساتھ؟"

"کچھ مہینوں سے" اس نے آہستگی سے جواب دیا۔ "لیکن تمہیں کیا مسئلہ ہے؟"

"مجھے مسئلہ یہ ہے کہ کیا تم آنٹی کو اس شخص کی وجہ سے وقت نہیں دے پاتی"

"ایسا نہیں ہے علیشہ۔ میں وقت دیتی ہوں انہیں"

"یہ شخص تمہیں کتنا جانتا ہے؟ نہیں بلکہ۔۔۔ تم اسے جانتی ہو؟"

"علیشہ یار کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کیا ہو گیا اگر میں نے اس سے دوستی کر لی۔ اور اپنی باتیں شئیر کر لیں۔ وہ مجھے سمجھ لیتا ہے سن لیتا ہے۔ میرا دل ہلکا ہو جاتا ہے اس سے بات کر کے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ تو کیا برائی ہے اس میں؟"

"تمہیں سننے اور سمجھنے والے اور لوگ بھی ہیں۔ جو کم از کم اس مسٹر ایم آر سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ تم اس آدمی کے بارے میں جانتی ہی کیا ہو؟ جس کی وجہ سے تم اپنی فیملی اور یہاں تک کہ اپنی اکلوتی دوست کو بھی نظر انداز کرنے لگی ہو"

"علیشہ میں بتا چکی ہوں کہ میری بس اچھی دوستی ہے"

"کیسی دوستی؟ یہ دوستی کب تک چلے گی اور کہاں تک جائے گی؟"

"تم یہاں مجھ سے بحث کرنے آئی ہو؟" زونیشہ جھنجھلا گئی۔ علیشہ نے افسوس بھری ایک نگاہ اس پر ڈالی اور بیڈ سے اپنا بیگ اٹھاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

◇◇◇

وہ گہری نیند میں تھا کہ اچانک فون بجنے پر اس کی نیند ٹوٹی۔ اندھیرے کمرے میں ہاتھ بڑھا کر اس نے فون ٹٹولا۔ اس کے کلاس فیلو متین کا فون تھا۔ اس نے غیر ارادی طور پر وقت دیکھا،

رات کا ایک بج رہا تھا۔

"اس وقت؟" اس نے حیرانی سے سوچا اور فون موصول کر لیا۔

"محد تم پلیز ہسپتال آ سکتے ہو؟" متین کی گھبرائی ہوئی آواز آئی تھی۔

"کیا ہوا متین؟ سب خیر تو ہے؟" وہ اٹھ بیٹھا۔

"خیر نہیں ہے۔ میری بہن کو خون کہ اشد ضرورت ہے اس وقت۔ ان کے بے بی کی جان کو بھی خطرہ ہے۔ تمہارا بلڈ گروپ اے نیگیٹو ہے نا۔ پلیز آ سکتے ہو ابھی؟"

"ہاں ہاں۔ میں بس ابھی پہنچتا ہوں۔ تم پریشان نہ ہو"

"بہت شکریہ یار۔ پلیز جلدی آنا"

"تم فکر نہیں کرو متین۔ کون سے ہسپتال آنا ہے؟ مجھے ہسپتال کی لوکیشن بھیجو۔ میں جلد ہی پہنچ جاؤں گا ان شاءاللہ"

وہ فون بند ہوتے ہی تیزی سے اٹھا۔ منہ پر پانی کے چھپٹے مارے اور کمرے سے نکل گیا۔ احتیاط سے جالی دار دروازہ کھولا کہ آواز پیدا نہ ہو۔ وہ جانتا تھا کہ ماں کی نیند بہت کچی تھی۔ زرا سے آہٹ پر اٹھ جایا کرتی تھیں۔

کچھ ہی دیر میں وہ ہسپتال پہنچ چکا تھا۔خون کا عطیہ دینے کے بعد وہ کچھ دیر متین کے پاس ٹھہر گیا۔اس کی بہن کی حالت قدرے بہتر ہوئی تو وہ واپسی کے لئے نکلا۔ہاتھ میں گاڑی کی چابی گھوماتا ہوا وہ پارکنگ میں کھڑی گاڑی تک آرہا تھا جب اس کی نظر قریبی ریسٹورانٹ سے نکلتی ہانیہ پر پڑی۔

اس نے بلاارادہ مڑ کر ہسپتال کی دیوار پر لگے گھڑیال سے وقت دیکھا۔دو بج کر پینتالیس منٹ!

وہ گاڑی کی طرف جانے کی بجائے ہانیہ کی طرف چلا آیا۔

"کتنا اچھا رہا نہ آج سب۔ہارث ایسی برتھ ڈے پارٹی تو ہر سال بنتی ہے" وہ ساتھ کھڑے لڑکے سے بات کرنے میں مگن تھی۔اس کے ساتھ چند لوگ اور بھی تھے۔

"ہانیہ" محد نے قریب جا کر اسے پکارا تو وہ چونک گئی۔

"ارے محد۔تم یہاں کیسے؟" وہ اسے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس وہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

جو لوگ ہانیہ کے ساتھ تھے،وہ ان سب کو بھی کسی نہ کسی طرح سے جانتا تھا۔وہ سبھی کلاس فیلو رہ چکے تھے۔لیکن اسے ہانیہ کی ان کے ساتھ موجودگی نے بے چین کیا تھا۔

"مجھے کچھ کام تھا یہاں۔تم گھر جا رہی ہو؟آؤ میں چھوڑ دیتا ہوں تمہیں گھر تک" وہ نہ چاہتے

ہوئے بھی اسے ساتھ لے جانے کو تیار تھا۔ کہ وہ ان سب کے ساتھ اسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

"ہاں لیکن ہم نے آئس کریم پارلر جانا تھا۔ آؤ تم بھی ہمارے ساتھ؟"

"نہیں ہانیہ" اس نے بے تاثر نظروں اور سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا۔

"اچھا چلو پھر میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ" اس نے اس کی سنجیدگی کو محسوس کیا تھا۔ وہ اپنے سب دوستوں کو خدا حافظ کہہ کر اس کے ساتھ چل دی۔ آتے ہوئے وہ سب سے ہاتھ ملانا نہیں بھولی تھی۔

"ہانیہ تم جانتی ہو کہ رات کے تین بجنے والے ہیں؟" گاڑی چلاتے ہوئے اس نے تحمل سے کہا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں یار وہ ہارث کا برتھ ڈے تھا تو بس بہت اچانک پلین بنا۔ اور پھر جب سب دوست ساتھ ہوں تو کہاں وقت کا پتہ چلتا ہے" وہ عام سے انداز میں اسے بتا رہی تھی۔

"لیکن ہانیہ تمہیں وقت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اتنی رات کو۔۔۔ مناسب نہیں ہوتا"

"کیوں مناسب نہیں ہوتا محد۔ دوست ہیں وہ میرے"

"نامحرم ہیں" محد خفگی سے کہہ رہا تھا۔

"اوہ اچھا!" ہانیہ یک دم اس کی جانب مڑی تھی، "نامحرم تو تم بھی ہو۔ پھر تمہارے ساتھ میں کیوں ہوں اس وقت" اس نے طنز کیا۔

"ہانیہ! میں تمہیں اس طرح کسی بھی وقت کہیں بھی لے جانے کو تیار نہیں ہو جاتا۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو۔ ہمارا اچھا خاصا مہذب رشتہ ہے۔ اور جن لوگوں کے ساتھ تم آج تھیں، میں ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارا ایک مقام ہے۔ اور تم اتنی آسانی سے ہر ایرے غیرے کو اپنے ساتھ بے تکلف کیسے کر سکتی ہو؟ کیسے رات کے اس پہر ان کے ساتھ جا سکتی ہو؟ کیسے بلا جھجک ہاتھ ملا سکتی ہو؟" وہ شکوہ کر رہا تھا۔ کہ شاید اتنا تو اسے حق تھا۔

"اوہ۔ تو اب سمجھی میں۔ دیکھو محد تم میرا ہاتھ پکڑنے میں یا میرے ساتھ روز کہیں گھومنے پھرنے میں کمفرٹیبل نہیں ہو سو میں اصرار نہیں کرتی۔ لیکن میرے کسی دوست کو مجھ سے ہاتھ ملانے یا میرے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اب اس سب سے تم ان سیکیور ہو رہے ہو تو یہ میرا مسئلہ نہیں ہے"

"ہانیہ میں اِن سیکیور نہیں ہو رہا۔ اصل بات اپنی حدود کی ہے۔ ہمارا دین ہمیں اجازت نہیں

دیتا" وہ بالآخر کہہ گیا تھا۔ جو اس دن نہیں کہہ سکا تھا جب ہانیہ نے پہلی بار اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

" پلز محد۔ اب اپنی یہ دقیانوسی باتیں اور تبلیغ مت شروع کر دینا۔ میرا کوئی موڈ نہیں ہے" اس نے منہ پھیر لیا۔

محد نے بے بس سی نگاہ اس پر ڈالی۔ اسے ہانیہ سے اس آخری جملے کی توقع نہیں تھی۔ اس کے بعد وہ سارے راستے خاموش رہا تھا۔ اسے چھوڑ کر وہ گھر پہنچا تو طاہرہ لاؤنج میں موجود تھیں۔

"کہاں گئے تھے تم اس وقت؟" وہ جالی دار دروازہ کھول کر اندر آیا ہی تھا انہوں نے پوچھ لیا۔

اس نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

"ہاں وہ۔۔۔" اس نے سر کھجایا، "ایک مریض کو خون کا عطیہ دینے گیا تھا، ایمرجنسی تھی۔

آپ اس وقت کیوں جاگ رہی ہیں؟"

"گاڑی نکالنے کی آواز پر اٹھ گئی تھی میں۔ تمہارے کمرے میں گئی تو تم وہاں تھے نہیں۔ پریشانی میں تمہیں فون کیا مگر فون تو تمہارے بیڈ پر ہی رکھا تھا۔ مجھے فکر ہو رہی تھی کہ اس وقت کہاں چلے گئے تم"

"فون میں جلدی میں بھول گیا تھا ساتھ لے جانا۔ آپ سو جائیں، فکر کی بات نہیں ہے۔ سب

ٹھیک ہے "اس نے انہیں دیکھ کر پھیکی کی مسکراہٹ دی تھی۔

"آیندہ یا تو مجھے بتا کر جانا یا اپنا فون ساتھ کے جانا لازمی "انہوں نے اسے تاکید کی۔

"جی جی آئندہ خیال رکھوں گا "اس نے کہا تو انہیں جیسے تسلی سی ہو گئی۔وہ پانی کا گلاس لیتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ان کے جانے کے بعد اس نے بھی اپنے کمرے کا رُخ کیا تھا۔وہ بستر پر لیٹ تو گیا مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

"شاید میں کچھ زیادہ ہی بول گیا "اس نے اداسی سے سوچا تھا۔

وہ صحیح تھا یا غلط،اس بات سے کہیں زیادہ جو چیز اسے بے چین کر رہی تھی وہ ہانیہ کی ناراضگی تھی۔وہ واقعتاً اسے خفا نہیں کرنا چاہتا تھا۔صبح ہسپتال جانے سے پہلے اس نے ایک سرخ گلابوں کا چھوٹا سا گلدستہ خریدا تھا۔اور ایک چھوٹے سے کارڈ پر "سوری "لکھ کے اس نے گلدستے کے ساتھ لگا دیا۔وہ ہسپتال پہنچا تو ہانیہ کسی مریض کے معائنے میں مصروف تھی۔اس نے اسے اشارے سے بلایا۔وہ اسے دیکھ چکی تھی مگر دانستہ طور پر نظر انداز کر گئی۔وہ اس کے انتظار میں وہیں کھڑا رہا۔مریض کے معائنے سے فارغ ہو کر وہ اس طرف آئی تو محد نے اس کا راستہ روکا۔اور گلدستہ اس کے سامنے کر دیا۔وہ حیرت سے محد کو دیکھنے لگی۔

"یہ کس لئے؟"اس نے پوچھا۔

"ویسے تو میں بلاوجہ بھی ایسے چھوٹے موٹے تحائف دیتے رہنے کا قائل ہوں لیکن آج یہ اس امید کے ساتھ دے رہا ہوں کہ یہ پھول تمہاری ناراضگی کا ازالہ کر سکیں"وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ہانیہ بے ساختہ مسکرادی۔

"قبول کرلو یہ پھول بھی اور میری طرف سے معذرت بھی"

اس نے کہا تو ہانیہ نے ہاتھ بڑھا کر گلدستہ تھام لیا۔

"شکریہ"وہ اسے گلدستہ تھامتے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

◇◇◇

"علی آفس جارہے ہو؟"وہ اپنی بائیک کی طرف جارہا تھا جب خولہ نے اسے آواز دی۔

"جی بھابھی"وہ ان کی طرف مڑا۔"کوئی کام؟"

"ہاں کام تو ہے"وہ اس کے قریب آئی تھیں۔

"یہ پیسے پکڑو،"انہوں نے دس کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔

"دس روپے؟"وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا،"اس کا کیا کرنا ہے"

"یہ اپنی ہنسی کا صدقہ دے دینا۔بے چاری آج کل کافی بیمار رہتی ہے"انہوں نے اداس چہرہ بنایا تھا۔

"ہاں یہ دس روپے میری طرف سے بھی رکھ لو" ثمینہ زمان دس روپے ہاتھ میں لئے اس کی طرف لپکی تھیں۔

"ہو کیا گیا ہے آپ دونوں کو؟"وہ ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے علی؟تم پہ خاموشی نہیں جچتی زرا بھی۔گھر کی رونق ہو تم۔ہنسنا تو دور، میں نے کئی دنوں سے تمہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا"ثمینہ شکوہ کر رہی تھیں۔

"امی کام کی وجہ سے ایسا ہو گا شاید۔بزنس شروع ہوئے زیادہ وقت تو ہوا نہیں ہے،اس لئے مجھے زیادہ وقت دینا پڑتا ہے"اس نے بات بنائی

"کام کی وجہ سے یا محبت میں ناکامی کی وجہ سے؟"خولہ نے شرارتاً پوچھا تو علی نے گھور کر انہیں دیکھا۔

"اچھا ویسے میری ہنسی کی بس یہ ان دس بیس روپوں جتنی وقعت ہے آپ دونوں کی نظر میں جو یہ دس بیس روپے اپنی ہنسی کا صدقہ دوں؟میں ایسا کرتا ہوں کہ ان بیس روپوں سے آپ

دونوں کے لئے کسی باباجی کا تعویز لے کر آؤں گا۔جو آپ دونوں کے ذہن سے میری محبت کی ناکامی کا قصہ مٹادے"اس نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"محبوب کی منگنی توڑنے کا تعویز بھی لانا"خولہ نے اونچی آواز میں کہا جسے سن کر بھی علی نے ان سُنا کر دیا۔خولہ اور ثمینہ زمان ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستی ہوئی اندر کی طرف چل دیں۔

◇◇◇

"محد تم ایسے کیوں ہو؟"ہانیہ کی کیفے میں آواز گونجی تھی۔

"ہانیہ زرا آہستہ پلیز۔سب سن رہے ہیں"محد نے اپنی آواز کو مدھم رکھتے ہوئے کہا۔

"تم ہر بار میرے ساتھ کہیں جانے سے انکار کیوں کر دیتے ہو؟"

"ہر بار تو نہیں ہانیہ۔اکثر ہم ساتھ میں ڈنر کرتے ہیں۔اور یاد کرو دو دن پہلے ہم شاپنگ کے لئے بھی گئے تھے۔لیکن یہ روز روز ایسے ساتھ گھومنا پھرنا۔۔۔اچھا تو نہیں لگتا نا"

"کیوں اچھا نہیں لگتا یار۔ہم کوئی گناہ تو نہیں کر رہے"

"ہانیہ بات ثواب گناہ کی نہیں کر رہا میں۔لیکن دیکھو شادی کا ایک چارم ہوتا ہے۔شادی سے پہلے ہی سارے شوق پورے کر لیں کیا۔سب جگہیں گھوم پھر لیں؟"

"تمہیں میرے ہاتھ پکڑنے پر اعتراض ہے۔رات میں میرے ساتھ کہیں جانے سے اعتراض ہے۔دن میں میرے ساتھ گھومنے پھرنے سے اعتراض ہے۔یہاں تک کہ میرا میرے دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا بھی تمہیں اچھا نہیں لگتا۔تمہیں میری کس بات پر اعتراض نہیں ہے محد؟تم چاہتے ہو میں تمہاری قیدی بن کر رہوں؟"وہ چڑ گئی۔

"ہانیہ دیکھو۔تم غلط سمجھ رہی ہو۔تم جانتی ہو میں ایسا ہی ہوں۔میں نے تمہیں اپنے بارے میں سب بتایا ہوا ہے۔مجھے مناسب نہیں لگتا ایسے شادی سے پہلے اتنا زیادہ وقت ساتھ رہنا۔اگر تم یہی سب چاہتی ہو تو آؤ پھر شادی کر لیتے ہیں۔بلکہ تم راضی ہو تو اسی ہفتے کر لیتے ہیں۔میں تو تیار ہوں۔پھر تم جہاں کہو گی میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ملوں گا۔بلکہ تمہیں کہنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔تمہارے لئے ہر جگہ میں خود ہی حاضر ہو جاؤں گا" آخری بات اس نے مسکرا کر کہی تھی۔وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟ابھی ہماری ہاؤس جاب کے چھ ماہ باقی ہیں۔پھر تیاریاں کرنی ہوتی ہیں۔ایسے تھوڑی ہو جاتی ہے ایک ہفتے میں شادی"

"دیکھو بھئی مجھے تو سادگی سے بغیر کسی شور شرابے کے شادی کرنے میں بھی کوئی اعتراض نہیں

ہے۔ لیکن میں شادی سے پہلے ان سب چیزوں کا قائل نہیں جو تم مجھ سے چاہ رہی ہو۔اس کے باوجود بھی میں اکثر تمہاری خوشی کے لئے چلا آتا ہوں۔ پھر بھی ہماری تکرار ہو ہی جاتی ہے۔اور اس مسئلے کا حل میری نظر میں تو شادی ہی ہے۔ سوچ کر بتا دینا مجھے۔ میں چلتا ہوں "اس نے بات مکمل ہونے تک اپنے دھیمے انداز کو برقرار رکھا پھر اسے ایک نظر بغور دیکھا۔ لیکن وہ دوسری طرف منہ کیے بیٹھی رہی۔ کوئی جواب نہ پا کر وہ اٹھا اور گھر کے لئے نکل گیا۔اس کا ہانیہ سے یہ رشتہ ایسی نوعیت اختیار کر جائے گا، اسے اندازہ نہیں تھا۔ گھر پہنچ کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اس وقت کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ کھڑکی کے ساتھ والی کرسی پر جا بیٹھا۔ کتنی ہی دیر وہ وہیں بیٹھا سوچتا رہا۔اس کے دروازے پر عمارہ نے دستک دی تو وہ سوچوں کی دنیا سے باہر آیا۔

"محد بھائی؟"

"ہاں عمارہ؟"

"سب ٹھیک تو ہے؟"اس نے اندر آ کر پوچھا تھا۔

"ہاں۔۔۔سب ٹھیک ہے۔۔۔کیوں؟"

www.novelsclubb.com

"وہ ہانیہ کے والدین آئے ہیں" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی، "کچھ ہوا ہے کیا؟"

"نہیں کچھ نہیں ہوا۔۔۔ تم چلو میں آتا ہوں" اس نے کہا تو عمارہ خاموشی سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمرے سے باہر نکل کر لاؤنج میں آیا تھا۔

"بچوں میں تو ایسی چھوٹی موٹی تکرار ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا نا کہ آپ رشتہ ہی ختم کر دیں" طاہرہ ان سے کہہ رہی تھیں۔

"مسز رضا میں آپ کی بات سے متفق ہوں۔ لیکن ہانیہ فیصلہ کر چکی ہے۔ وہ محد سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی طرح کی بدمزگی ہونے کے بعد یہ رشتہ ختم ہو۔ اس لئے ہم یہاں چلے آئے۔۔۔ آپ یہ انگوٹھی رکھ لیں" ہانیہ کے والد نے ڈبیا ان کی طرف بڑھا دی۔ وہ خاموشی سے ان دونوں کو دیکھنے لگیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ اس موقعے پر کیا بات کریں۔

"ہم چلتے ہیں۔۔۔" وہ دونوں اٹھنے لگے تو طاہرہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان کے جانے کے بعد ہاتھ میں انگوٹھی کی ڈبیا تھامے وہ مڑیں تو محد پیچھے کھڑا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف آئیں۔

"کیا کہا ہے تم نے ہانیہ سے؟ کس بات پر لڑائی ہوئی تمہاری اس سے کہ بات منگنی توڑنے تک آ گئی ہے"

"ماں میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا اسے" وہ جو اس امید کے ساتھ باہر آیا تھا کہ شاید ہانیہ کے والدین شادی کے سلسلے میں بات کرنے آئے ہیں، حیران پریشان انہیں دیکھنے لگا۔ ہانیہ اس سے قدرے ناراض تھی، اس بات سے وہ واقف تھا۔ لیکن وہ ایسے اچانک منگنی توڑ دے گی، یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

"کوئی تو بات ہوئی ہے محد۔ کوئی لڑکی بغیر کسی وجہ کے اپنی منگنی توڑنے کا نہیں کہہ دیتی" وہ اسے ڈانٹ رہی تھیں۔

"ماں جی میرا یقین کریں۔ میں تو اس سے شادی کی بات کر کے آ رہا ہوں۔ ہاں ہماری تھوڑی سی بحث ہو گئی تھی لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ۔۔۔"

"سچ کہہ رہے ہو" ان کے غصے کی جگہ اب پریشانی نے لے لی تھی۔

"سچ کہہ رہا ہوں ماں" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا اور انہیں وہاں پریشان کھڑا چھوڑ کر واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔

کمرے میں ٹہلتے ہوئے اس نے ہانیہ کا نمبر ملایا تھا۔دو تین بار کوشش کے بعد بھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا تو اس نے موبائل اپنے بیڈ کی طرف اچھال دیا اور خود کھڑکی کے ساتھ رکھی کرسی پر آ بیٹھا۔ایک عجیب اضطراب نے اس کے اندر سر اٹھایا تھا۔یہ کچھ کچھ ویسی ہی بے چینی تھی جو کچھ عرصہ قبل اس کی طبیعت پر حاوی تھی۔جسے وہ اس وقت سمجھ نہیں پا رہا تھا۔لیکن شاید اب یہ اضطراب اسے سمجھ میں آنے لگا تھا۔کچھ کھو دینے کے خوف سے پیدا ہونے والا اضطراب!

-◇◇◇

"تمہیں اندازہ ہے میں کل سے کتنا پریشان ہوں؟کئی بار تمہیں فون کیا میں نے لیکن تم۔۔۔"

وہ ہسپتال کی لابی میں کھڑی ہانیہ سے بے حد دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"محد مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی"

"ٹھیک ہے۔مت کرو تم بات۔میں بھی اس وقت یہاں تم سے کوئی تلخ کلامی نہیں کرنا چاہتا۔بس مجھے ایک سوال کا جواب دے دو"اس کا انداز التجائیہ تھا۔

"پوچھو"

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکوں گا،اس لئے تم نے منگنی ختم کرنے کا فیصلہ ایسے اچانک کر لیا؟"

"محد"اس نے ایک سرد آہ بھری تھی،"یہ فیصلہ میں نے اچانک نہیں کیا۔یاد ہے جب تم نے منگنی سے پہلے مجھ سے کہا تھا کہ ہم دونوں کی فطرت میں بہت فرق ہے،مجھے اب احساس ہوا ہے کہ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔اور ہاں مجھے یہی لگتا ہے کہ تمہارے ساتھ میں شاید خوش نہ رہ سکوں۔بلکہ ہم دونوں خوش نہ رہ سکیں"

"ہاں لیکن دیکھو میں نے کتنا بدل لیا ہے خود کو۔میں کتنا سوشل ہو گیا ہوں۔تمہاری خوشی کے لئے۔تم جانتی ہو میں ایسا نہیں ہوں"

"میں جانتی ہوں۔اسی لئے ایسے رشتے کو ختم کر دینا چاہتی ہوں جو تمہیں یا مجھے ہماری فطرت کے خلاف بدل جانے پر مجبور کر دے۔ایسا رشتہ جوڑ کر ہم کبھی خوش نہیں رہ سکیں گے محد۔ایک مجبوری بن جائے گا یہ تعلق۔ویسے بھی تمہیں مجھ سے محبت ہی کہاں تھی۔کچھ عرصے میں سب پہلے جیسا ہو جائے گا"

"تعلقات ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے رنگ میں ڈھلنے سے ہی پروان چڑھا

کرتے ہیں ہانیہ۔اور محبت کے بارے میں میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔البتہ تمہارے ساتھ کی مجھے عادت ضرور ہو گئی ہے۔تمہاری عادت ہو گئی ہے مجھے۔تم پہلی لڑکی ہو جسے میں نے۔۔۔"

وہ دکھی تھا۔بات ادھوری چھوڑ کر وہ وہیں سے مڑ گیا۔ہانیہ نے بھی اسے روکا نہیں کہ روکنے کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔محد اس کا نہیں تھا،یہ بات سمجھنے میں اس نے کافی دیر کر دی تھی سو اب محد کو وہ روکنا نہیں چاہتی تھی۔چاہ کر بھی روکنا نہیں چاہتی تھی۔

◇◇◇-

"آپ آج پھر مجھے کچھ پریشان سی لگ رہی ہیں"مسٹر ایم آر نے پوچھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں"اس نے کچھ لمحے لیپ ٹاپ کی سکرین کو دیکھا اور تھوڑے توقف کے بعد جواب بھیجا۔

"مجھے نہیں بتائیں گی؟"دوسری طرف سے اصرار کیا جا رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں"

"میں جانتا ہوں کہ آپ پریشان ہوتی ہیں تو کسی سے کوئی بات نہیں کرتیں"

"ہاں ایسا ہی ہے"اس نے جواب بھیجا۔

www.novelsclubb.com

"لیکن مجھ سے تو بات کر سکتی ہیں"

"بس کل میری دوست سے تھوڑی سی بحث ہو گئی تو اسی وجہ سے پریشان تھی" اس نے کہا۔

پیغام بھیجنے کے بعد اسے کچھ عجیب لگا تھا۔اس نے اوپر کی گفتگو کو دوبارہ پڑھا۔"میں جانتا ہوں کہ آپ پریشان ہوتی ہیں تو کسی سے کوئی بات نہیں کرتیں" اس نے زیرِ لب یہ پیغام پڑھا۔

"ایک منٹ" اس نے کہا، "آپ کو کیسے پتہ کہ میں پریشان ہوتی ہوں تو کسی سے بات نہیں کرتی؟ یہ تو میں نے آپ کو کبھی نہیں بتایا" اس نے تیزی سے ٹائپ کیا تھا۔ مسٹر ایم آر نے اس کا پیغام دیکھ لیا۔وہ جواب کی منتظر تھی۔پانچ منٹ گزر جانے پر بھی اس کا جواب نہیں آیا تو اس نے اسے سوالیہ نشان بھیجا۔اس کا میسیج اب دیکھا نہیں گیا تھا۔ مسٹر ایم آر آف لائن جا چکا تھا۔اسے بے چینی سی ہونے لگی۔وہ علیشہ کی وجہ سے پہلے سے ہی پریشان تھی۔اس کی پریشانی میں بے چینی بھی شامل ہو گئی۔اس نے کچھ دیر انتظار کے بعد لیپ ٹاپ بند کر دیا۔اور ادھر ادھر نظر دوڑائی۔سائیڈ ٹیبل پر رکھی سرخ ڈائری پر اس کی نگاہ ٹھہر گئی اس نے ڈائری وہاں سے اٹھا کر ہاتھ میں پکڑی اور صفحات پلٹنے لگی۔اسی لمحے زبیر کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"زونیشہ!" زبیر نے چِلا کر اسے پکارا تھا۔اس نے ڈائری اپنے بیڈ پر پھینکی اور باہر کی طرف

دوڑی۔

"جی بھائی؟سب خیر تو ہے؟"زبیر کے ساتھ مائر بھی برآمدے میں کھڑا تھا۔اسے کچھ عجیب لگا۔اس نے زبیر کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔زبیر اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"یہ کیا سن رہا ہوں میں؟کب سے چل رہا ہے یہ سب" زبیر غصے میں تھا۔وہ ہکا بکا اسے دیکھے گئی۔

"جواب دو زونیشہ میں تم سے بات کر رہا ہوں"زبیر پوچھ رہا تھا۔اس کے لہجے میں دنیا جہاں کی تلخی در آئی تھی۔اسے ماضی نے ایک بار پھر جھنجوڑا،وہ وقت جب بابا زنیرہ سے پوچھ رہے تھے اور زنیرہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔اسے سب یاد آنے لگا۔اس نے جھرجھری لی۔پھر ہمت کے زبیر کی جانب دیکھا۔

"کیا۔۔۔کیا ہوا بھائی؟"اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔اس نے دیکھا کہ مائر نے تحقیر آمیز نگاہ اس پر ڈالی تھی پھر وہ گھر سے نکل گیا۔

"مائر کہہ رہا ہے کہ تمہاری اس سے روزانہ بات ہوتی ہے؟اور کافی عرصے سے اس سے گہرا تعلق ہے تمہارا۔تمہاری خوشی کے لئے میں نے تایا جان کو صاف انکار کر کے دوبارہ رشتے کی

بات نہ کرنے کے لئے سختی سے کہا تھا۔اور تم میرے ہی ساتھ یہ کرتی رہی ہو؟ تمہیں اپنے بچوں کی طرح پیار کیا ہے میں نے۔ تمہیں بار بار سمجھایا کہ زونیرہ جیسی غلطی مت کرنا۔ تم نے پھر بھی۔۔۔"زبیر کچھ کہہ رہا تھا لیکن اسے اپنے کانوں کے پاس سائیں سائیں کی آواز کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

"مائر بھائی سے۔۔۔روزانہ بات؟"اس کے لب کپکپائے تھے۔"مسٹر ایم۔۔۔آر۔۔۔مائر ۔۔۔ریحان۔۔۔"انکشاف کا وہ لمحہ بہت بے یقینی کا لمحہ تھا، بہت تکلیف کا لمحہ تھا۔اس کا ذہن ماؤف ہونے لگا تھا۔اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔اسے اپنے ماتھے پر ٹھنڈک کا احساس ہوا تو غیر ارادی طور پر اس نے ماتھے پر آیا ٹھنڈا پسینہ ہاتھ سے صاف کیا۔پھر اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔

◇◇◇

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ماما کے کمرے میں پایا۔

"زونی۔تم ٹھیک ہو"اسے علیشہ کی آواز سنائی دی تھی۔اس نے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا۔ علیشہ اس کے سرہانے بیٹھی تھی۔اس نے علیشہ کو دیکھتے ہی نظریں چرائی تھیں۔اسے اپنا آپ

اس لمحے کتنا برا، کتنا چھوٹا لگ رہا تھا یہ اس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم نہیں جانتی تھی نا کہ وہ لڑکا مائر ہے؟" وہ اس سے تصدیق کرنے کے سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ علیشہ کے پوچھنے کی دیر تھی کہ اس کے آنسو بہہ نکلے۔ اس نے علیشہ کی طرف دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

"مجھے پتہ تھا۔ میں نے زبیر بھائی کو بتا دی ہے پوری بات۔ کہ یہ سب لاعلمی میں ہوا۔ تم تو جانتی تک نہیں تھی کہ وہ مائر ہے اور تمہارا اس سے ایسا کوئی گہرا تعلق بھی نہیں ہے جیسا مائر بتا رہا ہے۔۔۔ نہیں ہے نا؟" اس نے ایک بار پھر تصدیق کرنا چاہی۔ زونیشہ نے اس کی طرف دیکھا۔ علیشہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ وہ اس کی کمر تھپتھپاتے لگی۔ زونیشہ کتنی ہی دیر روتی رہی تھی۔ علیشہ نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا دیا جسے اس نے تھام لیا۔

"تم کب آئیں؟" پانی پیتے ہوئے اسے خیال آیا تھا۔

"کچھ دیر پہلے۔ مجھے آنٹی کا فون آیا تھا کہ تم ٹھیک نہیں ہو۔ مجھے آنٹی بھی کافی پریشان لگیں تو میں فوراً چلی آئی"

"ماما کہاں ہیں؟"

"وہ تمہارا سامان باندھ رہی ہیں"

"میرا سامان؟ کیوں؟"

"زبیر بھائی چاہتے ہیں کہ تم آمنہ خالہ کی طرف چلی جاؤ"

"وہ مجھ سے بہت خفا ہوں گے نا" اس کی آنکھیں دوبارہ نم ہونے لگیں۔

"شاید۔۔۔ لیکن مجھے ان کا یہ فیصلہ مناسب لگا۔ یہاں تو مائر کا آنا جانا لگا رہتا ہے کسی نہ کسی بہانے سے۔ اور تمہارے انکار کا بدلہ اس نے تم سے مسٹر ایم آر بن کر لیا۔ مستقبل میں وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ گر سکتا ہے۔ ابھی شکر مناؤ کہ تمہارے تایا جان کو اس بات کا علم نہیں ہے۔ ورنہ ان کو تو تم جانتی ہی ہو۔۔۔ کیا تم اسلام آباد نہیں جانا چاہتی؟" اس نے پوچھا

"میں۔۔۔ ایسے نہیں جانا چاہتی تھی علیشہ" وہ روہانسی شکل بنائے اسے دیکھنے لگیں۔ ماما کمرے میں آئی تھیں۔

"زونیشہ کھانا کھالو۔ اس کے بعد زبیر تمہیں اسلام آباد کی گاڑی تک چھوڑ آئے گا"

"ماما۔۔۔"

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی زونیشہ۔ تمہاری خالہ کو فون کر کے بتا دیا ہے میں نے کہ

تمہیں بھیج رہی ہوں کچھ دن کے لئے"

"آپ میرے ساتھ نہیں جائیں گی"

"نہیں"

انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور کمرے سے چلی گئیں۔ وہ ان کے جانے کے بعد نم آنکھوں سے دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔

◇◇◇

اگست 2018ء-راولپنڈی

مشن فورٹنائٹ سے جُڑی جن وارداتوں کی وہ تفتیش کر رہا تھا، عمیر کے قتل کے بعد اس نوعیت کا کوئی کیس سامنے نہیں آیا تھا۔ ڈی آئی جی سہیل شیراز بھی اسے انتباہ کر چکے تھے کہ کئی ماہ گزر جانے کے بعد اب بھی اگر وہ ان وارداتوں کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا تو وہ اس بات کو اس کی ناکامی قرار دے دیں گے۔ اور کیس بند کر دیئے جائیں گے یا کسی اور آفیسر کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔ جبکہ وہ ایسا ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کوئی سراغ لگا لے گا۔ اس کی چھٹی حِس اسے بتا رہی تھی کہ کچھ تھا جو وہ بھول رہا تھا۔ یا شاید نادانستہ طور پر نظر انداز کر رہا تھا۔

انہی سوچوں کے ساتھ وہ اس کمرے میں آیا جہاں ان تمام وارداتوں سے متعلقہ سامان اور ثبوت رکھے گئے تھے۔ دیوار پر بنے درازوں کی قطار میں وہ دراز پر لکھے نام پڑھنے لگا۔ عمیر کا نام نظر آنے پر اس نے وہ دراز کھینچ کر کھولا اور اس کی چیزیں نکال کر قریبی میز پر پھیلا دیں۔ دس بار سے زیادہ مرتبہ بغور دیکھا ہوا وہ سامان ایک بار پھر خوب اچھی طرح دیکھنے کے بعد اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اسی مایوسی کے ساتھ وہ تمام چیزیں دوبارہ اسی دارز میں رکھنے لگا جہاں سے انہیں نکالا تھا۔ چیزیں رکھتے رکھتے ہی اس کی نظر لفافے پر ٹھہر گئی۔ اس نے باقی سامان وہیں چھوڑ کر وہ لفافہ اٹھایا۔ یہ وہی لفافہ تھا جس میں عمیر کو اس کے معاوضے کی رقم دی گئی تھی۔ وہ سادہ عام طرز کا معمولی سا خاکی لفافہ تھا مگر لفافے کی پشت پر بائیں جانب اوپر کے کونے پر بہت باریک کچھ لکھا تھا۔ وہ شاید کوئی علامت تھی جس کو سمجھنا اس کے لئے مشکل تھا۔ اسے ایک خیال گزرا۔ وہ باقی سامان ٹٹولنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں ایک اور اسی طرح کا لفافہ اس کے ہاتھ میں تھا جس میں عمیر کا دبئی کا ٹکٹ تھا۔ اس نے جھٹ سے اس لفافے کو پلٹ کر دیکھا۔ اس کی توقع کے عین مطابق اسی طرح کا نشان اس لفافے پر بھی ٹھیک اسی جگہ موجود تھا۔ اس نے وہ دونوں لفافے اٹھائے اور تیزی سے آئی ٹی روم کی طرف چل دیا۔

"جنید" اس نے اندر داخل ہوتے ہی آواز لگائی۔

"یس سر"

"جنید یہ چیک کر کے بتاؤ کہ یہ کیا ہے" اس نے جنید کی طرف وہ لفافے بڑھا دیئے، "یہ کونے پر دیکھو کچھ بنا ہوا ہے"

"سر یہ تو کوئی لوگو (شناختی نشان) معلوم ہوتا ہے" جنید نے اس باریک نشان کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"عجیب سا لوگو ہے۔ میں اس کو چیک کرتا ہوں سر" جینڈ کمپیوٹر سسٹم کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر سسٹم پر مختلف ویب سائٹ کھولنے اور بند کرنے کے بعد اسے کچھ ملا تھا۔

"سر یہ کوئی ٹرپل ایس ہے" اس نے آزر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹرپل ایس؟" آزر نے زیرِ لب دہرایا۔

"یہ دیکھیں سر۔ یہ انگریزی کا حرف ایس ہے۔ جس کے اوپر والے کنڈے میں ایک اور چھوٹا ایس اُلٹا بنا ہوا ہے۔ اور اسی طرح کا چھوٹا ایس نیچے والے کنڈے میں۔ کل ملا کر یہ تین ایس ہیں" وہ لفافے والے نشان کو ایک کمپیوٹر کی اسکرین پر دکھا رہا تھا۔

"پتہ کرو یہ لوگو کس کمپنی کا ہے" آزر ساتھ رکھی کرسی پر بازو رکھ کر آگے کو جھکا تھا۔ جنید اس کی ہدایات کے مطابق تیزی سے کام کرنے لگا۔

"سر یہ ایک بار (مے خانہ) ہے، ٹرپل ایس دی بار! امریکہ کا ہے۔۔۔ یہ دیکھیں" کچھ دیر کے توقف کے بعد جنید نے کہا۔

"بار۔ شراب خانہ؟"

"جی سر۔ اور اس کی دو تین شاخیں ہیں۔ لیکن چلتی صرف مرکزی شاخ ہی ہے۔ اور یہ مرکزی شاخ فلوریڈا میں ہے"

جنید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آزر فلوریڈا کا نام سن کر چونکا تھا۔ آزر کے تاثرات جنید باآسانی دیکھ سکتا تھا۔

"سر میں دیکھتا ہوں کہ یہ بار کس کا ہے"

"ہاں جلدی" آزر بے چین ہوا۔ کوئی سراغ اس کے ہاتھ لگنے والا تھا۔ اس سارے معاملے کا تعلق ایسی ہی کسی جگہ سے ہو گا، یہ اتنا اہم نقطہ اس کے زہن میں کیوں نہیں آیا۔ وہ کمپیوٹر کی اسکرین پر نظریں جمائے ساتھ ساتھ خود کو بھی کوس رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"سر اس بار کے متعلق معلومات تک رسائی ممکن نہیں ہے۔اس کے لئے مجھے اس ویب سائٹ کو ہیک کرنا پڑے گا۔اور اس کے لئے وقت درکار ہے سر"

"کتنا وقت چاہیئے تمہیں؟"

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا سر"

"ٹھیک ہے تم اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اسے ہیک کرو۔میں یہیں موجود ہوں" آزر نے کہا اور ایک کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گیا۔اس کی بے چینی میں قدرے اضافہ ہو چکا تھا۔

"سر" لگ بھگ پچیس منٹ بعد جنید نے اسے پکارا تو وہ تیزی سے اپنی کرسی چھوڑ کر جنید کی طرف لپکا۔

"ہاں کچھ ملا؟" اس کے انداز میں بے صبری تھی۔

"سر ابھی یہ ٹرپل ایس بار کسی فاکس ایرِک نامی شخص کے نام ہے لیکن اس بار کا بانی تو کوئی پاکستانی ہے"

"کون؟" آزر نے تجسس سے پوچھا

"سر یہ۔۔۔اس کا نام قاسم شان ہے" جنید نے اسکرین پر انگلی رکھ کر بتایا۔

"کیا؟" آزر نے منہ سے نکلا تھا۔ وہ حیرت اور پریشانی کی ملی جُلی کیفیت میں ڈوبا ہوا جنید کی طرف دیکھنے لگا۔

جاری ہے۔۔۔

قسط نمبر 5:

جولائی 2018ء، اسلام آباد۔

اسلام آباد کا موسم یکسر بدل چکا تھا۔ وہ یہاں ہڈیوں میں گھُستی ہوئی ٹھنڈ چھوڑ کر گئی تھی۔ جبکہ اب گرمی کی شدت موسم پر پوری طرح حاوی تھی۔ مگر اسے باہر کے موسم سے کیا غرض جس کے اندر کے موسم ناساز چل رہے ہوں۔ خالہ کے گھر پہنچ کر اس نے ان سے زیادہ بات نہیں کی۔ نہ ہی خالہ نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔ وہ چپ چاپ اسی کمرے میں چلی گئی جہاں وہ رہا کرتی تھی اور بستر میں گھُس گئی۔

گھر سے یہاں پہنچنے تک کا سارا راستہ اس کا ذہن پل پھر بھی سوچوں کے الجھتے گُچھوں کو سلجھانے سے باز نہیں آیا تھا اور اس الجھے ہوئے ذہن نے اسے بری طرح تھکا دیا تھا۔ اس کے

لئے یہ دھچکا بڑا تھا کہ وہ مائر کے سامنے اپنی ہی نظروں سے گر گئی تھی۔ مگر یہ صدمہ اس دھچکے سے کہیں زیادہ تھا کہ اس نے زبیر بھائی اور ماما کا اعتبار کھو دیا تھا۔ وہ بن دیکھے، بن جانے ایک ایسے شخص کو اپنا سمجھنے لگی تھی جو کبھی اس کا اپنا نہیں تھا۔ نجانے کب اور کیسے وہ ایم آر سے اتنی بے تکلف ہو گئی۔ آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹے لیٹے وہ سونے کی ناکام کوشش میں تھی مگر اسے ہر گزرتے لمحے وہ سب باتیں یاد آ رہی تھیں جو اس نے مسٹر ایم آر سے کیں۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ اس نے اپنے سبھی رشتوں کی جگہ اس انجان شخص کو دے دی۔ بھلے وہ اس تعلق کو اپنے دل کی تسلی کے لئے دوستی کا نام دیتی رہی، مگر وہ خود بھی جانتی تھی کہ یہ تعلق ہلکی پھلکی دوستی کی حد تک نہیں تھا۔

وہ خود کو کوسنا چاہتی تھی کہ کیسے اس نے خود کو مائر کی باتوں میں بہک جانے دیا۔

'کیا مائر نے زبیر بھائی کو اس کے ساتھ ہونے والی گفتگو بھی دکھائی ہو گی؟ کیا اس نے اس تعلق کو کوئی نام دے کر جتایا ہو گا؟' اس خیال نے ہی اس کا دل دہلا دیا۔

وہ جھنجھلا کر اٹھی اور ذہن کو مصروف کرنے کے خیال سے اپنا سامان کھولنے لگی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ ماما نے اس کے سامان میں کیا کیا رکھا تھا۔ بیگ کھولتے ہی سب سے اوپر اس کی سرخ

ڈائری پڑی تھی۔اس نے ڈائری نکالی اور وہیں فرش پر بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ بابا کی لکھائی سے بھرا ورق اس کے سامنے کھلا رکھا تھا۔

"میری لاڈلی زونیشہ۔زندگی میں کچھ بھی ہو جائے، کتنا ہی برا وقت کیوں نا آجائے۔ کبھی بھی خود کو اپنے اللہ سے دور مت ہونے دینا۔ہر دکھ میں اسے پکارنا، ہر خوشی میں اسے یاد کرنا اور ہر آزمائش میں صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگنا کہ یہی میرے رب کا فرمان ہے۔۔۔اور ہر وہ کام، ہر وہ شے اور ہر وہ تعلق جو حرام ہے، شاید اس لئے حرام ہے کہ وہ ہمیں شروع میں تو بہت اچھا لگتا ہے۔جی چاہتا ہے بار بار کیا جائے۔ مگر حقیقت میں وہ ہمیں صرف اور صرف تکلیف دیتا ہے۔ ہمیں رب سے دور کرتا ہے اور ختم ہونے پر، ہمیں توڑ دیتا ہے۔اس لئے ہمیشہ حرام سے بچنا۔کہ حرام سے تکلیف کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پھر چاہے تکلیف دنیا کی ہو یا اگلے جہاں کی۔۔۔ باباجان"

یہ صفحہ اس نے بہت بار پڑھا تھا۔اتنی بار کہ اسے ایک ایک لفظ زبانی یاد تھا۔ لیکن پھر بھی وہ یہ سب کیسے بھول گئی تھی۔اس کے آنسو رواں ہو گئے۔وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر زار زار رونے لگی۔خالہ کھانے کی ٹرے لئے اس کے کمرے میں آئی تھیں۔اسے روتا پا کر تیزی سے اس کی

طرف لپک گئیں۔

"زونی میرا بچہ۔کیا ہو گیا" وہ اس کے قریب بیٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔اس نے ان کے لمس پر سر اٹھایا۔

"خالہ۔۔۔کیا حرام ایسے تکلیف دیتا ہے؟ایسے۔۔۔سب خفا ہو جاتے ہیں۔۔۔اتنے پیار۔۔۔ پیار کرنے والے رشتے کھو جاتے ہیں" اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔وہ بمشکل کہہ پائی۔

"بس میرا بچہ۔بس کرو۔ابھی کچھ مت سوچو۔اٹھو اوپر بیٹھو" وہ اسے کندھے سے اٹھا کر کھڑا کرتی ہوئیں بیڈ پر بٹھانے لگیں۔

"خالہ میں نے۔۔۔میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا" وہ صفائی دینا چاہتی تھی۔

"میں جانتی ہوں زونیشہ۔میں جانتی ہوں تم سے نادانستہ طور پر ہو گیا"

"خالہ میں ان دنوں بہت دکھی تھی۔۔۔مجھے کوئی چاہیئے تھا جس سے میں بات کر کے دل ہلکا کر لیتی۔۔۔بس ہو گیا مجھ سے۔۔۔میری بے تکلفی بڑھ گئی،مجھے خود اندازہ نہیں ہوا۔۔۔اور وہ مائر نکلا۔۔۔خالہ جس شخص سے مجھے نفرت تھی۔۔۔جس کو دیکھنا بھی مجھے گوارا نہیں تھا۔آج میں اس سے نظریں ملانے کے قابل بھی نہیں رہی۔۔۔" وہ انہیں وضاحت دے رہی تھی۔وہ بتانا

چاہتی تھی کہ اس کی کوئی غلطی نہیں تھی۔وہ اتنی دیر سے کچھ نہیں کہہ پائی تھی۔نہ ماما سے نہ علیشہ سے اور نہ ہی زبیر بھائی سے لیکن اب وہ کہہ دینا چاہتی تھی۔

"خالہ میرے پاس۔۔۔کوئی نہیں تھا جس کو میں وہ سب کہتی"

خالہ نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو پونچھے تھے۔

"بیٹے اللہ تو تھا نا۔اللہ سے کہہ لیتی تم اپنے دل کی بات۔اللہ سے بڑھ کر تمہیں کون سمجھ سکتا تھا۔کون بہلا سکتا تھا میرے بچے"انہوں نے پیار سے کہا تھا۔وہ رونا بھول کر خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"میرے بچے کسی بھی کمزور لمحے میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کو اپنی زندگی کا اصول بنالو۔اگر ان کمزور لمحے میں تم کسی انجان شخص پر بھروسہ کرو گی تو وہ تمہاری کمزوریوں کو تمہارے ہی خلاف استعمال کرے گا۔کمزور لمحوں میں انجان لوگوں کے سامنے نہیں رویا کرتے۔کمزور لمحوں کا ساتھی تو صرف رب ہوتا ہے۔اور پھر تمہارے ساتھ تمہاری ماں ہے۔اتنی مخلص دوست ہے۔اتنا شفیق اور پیار کرنے والا بھائی ہے،میں ہوں۔ہم سے کیوں نہ کہہ دی تم نے دل کی بات؟تم ان رشتوں کے پاس بیٹھتی،کچھ انہیں سناتی،کچھ اپنا کہتی۔اور ایسے ہی تو دکھ سکھ

بانٹے جانتے ہیں ناں"

"خالہ اگر آپ لوگوں کو میں اپنی اداسی کا بتاتی تو سب پریشان ہو جاتے۔ میں کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"کیوں میرا بچہ۔ ہم تمہارے لئے پریشان نہیں ہوں گے تو پھر کون ہو گا؟ زونی تم نے اپنے دکھ اپنے قریبی لوگوں سے بانٹنے چھوڑ دیئے تو دیکھو کیا ہوا۔ اس سب کی وجہ سے تم اپنے اتنے خوبصورت رشتوں سے دور ہو گئی اور سب سے بڑھ کر اللہ سے دور ہو گئی۔ جس کی وجہ سے تمہارے دل کی بے سکونی بڑھتی گئی۔ اور اسی بے سکونی کو دور کرنے کی لئے تمہارے دل نے تمہیں دنیا کے ایسے کمزور سہارے ڈھونڈنے میں لگا دیا جو آج تمہیں اس مقام پر لے آئے ہیں" وہ نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

اس نے شرمندگی سے سر جھکا رکھا تھا اور سر جھکائے جھکائے ہی اس نے انہیں پکارا۔

"خالہ۔۔۔ جس لمحے میں مجھے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تھا، اس لمحے میں میں انجان شخص کے سامنے رو بیٹھی۔ کیا وہ میرے ایمان کی کمزوری کا لمحہ تھا؟ کیا مجھے آزمایا جا رہا تھا؟"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ بندے کا ایمان ہر وقت مضبوط بھی تو نہیں رہتا نا۔ کبھی جوش پکڑ لیتا ہے اور

کبھی کمزور پڑ جاتا ہے۔اسی لئے تو ہر وقت اللہ کا زکر کرتے رہنا چاہئے۔اللہ کو یاد کرتے رہنا چاہیئے۔ تمہیں پتا ہے اللہ کو یاد کیسے کرتے ہیں؟"انہوں نے اچانک ہی پوچھ لیا۔اس نے سر اٹھا کر یک بارگی انہیں دیکھا، پھر سر نفی میں ہلا دیا۔

"اللہ کو یاد کرنا صرف نماز پڑھ لینے یا دعا مانگ لینے تک محدود نہیں ہوتا زونی۔ہم اس کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کر کے اس کا دل ہی دل میں شکر کر لیں تو یہ بھی اللہ کو یاد کرنا ہوتا ہے۔کسی کے دل کی بات سن لینا، کسی رشتے کے پاس چند گھڑی بیٹھ جانا، کسی کو مسکرا کر دیکھ لینا، کسی کا سہارا بننا، کسی کی اصلاح کرنا، کسی کو اس کا حق دلانا، کسی گناہ کر کرتے کرتے چھوڑ دینا، جہاں کوئی غلط کام عام ہو، وہاں اس غلط کام سے بچنا اور اپنے آس پاس موجود اپنوں کو بچانے کی سعی بھی کرنا، یہ سب کام اللہ کی یاد بن جاتے ہیں جب ہم انہیں اس سوچ کے ساتھ کریں کہ یہ کام رب کو پسند ہیں" وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوئی تھیں،

"اچھا چھوڑو یہ سب باتیں۔مجھے تو بس اس بات کی خوشی ہے کہ میرا لاڈلہ بچہ میرے پاس آ گیا ہے" انہوں نے اس کے چہرہ کو اپنے ہاتھوں میں بھر کر کہا۔

"لیکن سب ناراض ہیں مجھ سے خالہ۔وہ پتہ نہیں کیا سوچ رہے ہوں گے۔بھائی کو تو یہی لگ رہا

ہو گا نا کہ میں نے زری آپی والی غلطی دہرائی ہے۔میں نے بابا کے بعد ان کی عزت کا،ان کے مان کا پاس نہیں رکھا"

ساری صورتحال دوبارہ اس کی نظروں کے سامنے کسی فلم کی طرح گزری تو اس کے آنکھوں کے سمندر میں موجیں ایک بار پھر بپھر گئیں اور آنسو گویا لہروں کی ماند گالوں کے ساحل کو بھگونے لگے۔وہ سرخ ہوتی بھیگی آنکھوں سے خالہ کو دیکھ رہی تھی۔

"بس ابھی تمہیں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔زبیر کا غصہ وقتی ہے، سمجھ جائے گا وہ تمہاری صورتحال کو۔اور فاطمہ۔وہ تو ماں ہے اور مائیں ناراض تھوڑی ہوا کرتی ہیں۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔اور ابھی کے لئے یہی کافی ہے" وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"چلو اب یہ کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔ٹھیک ہے؟"

"جی خالہ"

www.novelsclubb.com

اندھیرا پھیل رہا تھا۔ فضا میں ہلکی ہلکی خنکی تھی۔ وہ وسیع میدان کے عین وسط میں کھڑی تھی۔ دور دور تک کسی زی روح کا گزر نہیں تھا۔ اسے یاد آیا کہ یہ جگہ شاید وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔ اس نے آہستگی سے آگے قدم بڑھایا مگر پیر ہلاتے ہی وہ کراہ کر رہ گئی۔ پاؤں میں شدید درد کی لہر اٹھی تھی۔ اس نے تاروں کی مدھم روشنی میں اپنے پاؤں کی جانب دیکھا۔ اس کے دونوں پاؤں بری طرح زخمی تھے۔ ایسے جیسے وہ کانچ کے ٹکڑوں پر چلتی رہی ہو۔ اسے اچانک یاد آیا تھا۔ یہی میدان اس نے اپنے خواب میں دیکھا تھا۔ اُس وقت یہاں کانچ کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ اُس وقت اسی میدان میں وہ زونیرہ کے پیچھے بھاگتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔ اس نے اپنے پیروں سے نظریں ہٹا کر میدان کی زمین کو ٹٹولا۔ اب وہاں کچھ نہیں تھا۔ زمین صاف تھی۔ کوئی کانچ، کوئی کانٹا نہیں تھا۔ مگر وہ زخمی تھی۔ تنہا تھی۔

"ماما" اس نے کمزور آواز سے پکارا مگر اس کی آواز میدان کی وسعتوں میں کہیں کھو گئی۔ اسے خوف آنے لگا تھا۔ وحشت سی ہونے لگی۔ 'کیا وہ واقعی تنہا کر دی گئی تھی؟' اس نے سوچا تھا۔

"ماما" اس نے ایک بار پھر پکارا تھا۔ اس کی نگاہ کے دائرے میں خود سے چند فٹ کے فاصلے پر اسے گلاب کی بکھری ہوئی خون آلود پتیاں دکھائی دیں۔ اس نے بلا ارادہ قدم آگے بڑھائے تھے

مگر درد سے کراہ کر اس نے یکدم اپنی آنکھیں کھول دیں۔ آنکھ کھلتے ہی احساس ہوا کہ وہ خالہ کے گھر موجود ہے۔ یہ سب ایک خواب تھا۔ یہ احساس ہوتے ہی اسے برے خواب سے متعلق وہ حدیثِ نبوی یاد آئی تو بابا نے اسے سنائی تھی۔ اس نے فوراً بائیں جانب تین بار تھوکا، پھر دائیں جانب کروٹ لے کر آیت الکرسی پڑھنے لگی۔

صبح ناشتے کی میز پر بھی وہ چپ چپ تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" خالہ نے اس کی خاموشی بھانپ لی۔

"خالہ آپ کو یاد ہے۔ مجھے خواب میں ہاتھ میں گلاب تھامے ایک لڑکی نظر آیا کرتی تھی۔ اور کبھی کانٹوں بھرا راستہ دکھائی دیتا تھا۔ جس پر میں بھاگ رہی ہوتی تھی" اس نے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں مجھے یاد ہے" خالہ پوری طرح متوجہ تھیں، "تم نے کہا تھا کہ شاید وہ زنیرہ ہے"

"ہاں۔ پہلے مجھے یہی لگتا تھا۔ لیکن اب لگتا ہے کہ وہ ایک سراب تھا۔ اس خواب کا اصل تو میں تھی۔ وہ کانٹوں بھرا راستہ مجھے ہی طے کرنا تھا۔ کسی نہ کسی طرح، ایک سراب کے پیچھے بھاگتے ہوئے میں نے خود کو زخمی کرنا تھا۔ خالہ میں سمجھ کیوں نہیں سکی؟ مجھے صحیح غلط کا پتہ ہے۔ میں

www.novelsclubb.com

فرق کرنا جانتی ہوں۔ پھر بھی میں اسی راستے پر چل پڑی۔ جس کا اچھا انجام ہونے کے مواقع بے حد کم ہوتے ہیں۔"

"ایسے مایوسی کی باتیں نہیں سوچتے زونیشہ۔ جو ہم پر گزرتی ہے، وہ گزرنے کے لئے ہی ہوتی ہے۔ اس پہ بار بار آنسو بہا کر، روگ لگا کر، زندگی ضائع کرنے کے لئے نہیں ہوتی بیٹا"

"لیکن خالہ جب گزرتی ہے تو گزاری نہیں جاتی۔ سہا نہیں جاتا۔ اور کیا امی اور بھائی کے ساتھ ساتھ اللہ بھی مجھ سے ناراض ہو گا؟" اس نے خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تمہیں پتہ ہے زونیشہ۔ استاد جب چاہتا ہے نا کہ اس کے شاگرد کا ریزلٹ اچھا آئے تو وہ جس قدر ہو سکے ٹیسٹ لیتا ہے۔ مشکل سے مشکل سوال بناتا ہے۔ ٹیسٹ میں چھوٹی موٹی غلطیاں ہو جائیں تو کبھی پیار سے اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ سے سمجھاتا ہے تاکہ شاگرد آخری اہم امتحان میں کامیاب ہو سکے اور شاگرد کا اپنی کامیابی میں کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر ٹیسٹ مکمل تیاری اور ایمانداری کے ساتھ دے۔ اور اپنی غلطیوں سے سیکھ کر انہیں دہرانے سے بچے۔ ایسے ہی اللہ اپنے جس بندے کو آخر میں کامیاب کرنا چاہتا ہے اس کے ایمان کا ٹیسٹ لیتا رہتا ہے۔ اگر تو بندہ ایمان کی مضبوطی کے لئے ہر ٹیسٹ میں کوشش کرتا ہے تو ضرور اللہ کے فضل سے آخرت

میں سرخرو رہتا ہے۔اس لئے زندگی کی مشکلات سے گھبراتے نہیں ہیں۔میں نے تمہیں کل بھی سمجھایا تھا۔مشکل وقت میں اللہ کے اور بھی زیادہ قریب کر لیتے ہیں خود کو۔اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو شیطان کو ہمیں ناامید کرنے،مایوس کرنے کا موقع مل جائے گا اور ہمیں اسے یہ موقع نہیں دینا۔ سمجھ رہی ہو میری بات؟"

وہ اسے نرمی سے سمجھا رہی تھیں۔اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے انہیں مسکرا کر دیکھا۔

"اچھا مجھے تم سے ایک بات پوچھنی تھی" انہیں جیسے کچھ یاد آیا ہو۔زونیشہ انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے ان کی اگلی بات کی منتظر تھی۔

"فاطمہ نے مجھے فون پر کہا کہ تمہارے لئے کوئی رشتہ دیکھوں اور جلد از جلد تمہاری شادی ہو جائے۔کیا تم شادی کرنا چاہتی ہو؟"

ان کی بات پر اس کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی۔اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ بولی۔

"خالہ۔۔۔میں نہیں کرنا چاہتی شادی۔کیا زندگی میں شادی ہی سب کچھ ہوتا ہے؟"

"نہیں میرا بچہ۔لیکن شادی ہو جانا اچھا ہوتا ہے"

"مجھے نہیں کرنی کوئی شادی وادی۔ یا کم از کم ابھی نہیں کرنی۔ میں ابھی بالکل تیار نہیں ہوں شادی کے لئے" اس نے انہیں التجایہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ جب تم تیار ہو گی ذہنی طور پر، تبھی کریں گے تمہاری شادی۔ میں فاطمہ اور زبیر کو سمجھا دوں گی کہ میری بیٹی کو تنگ نہ کریں شادی کے حوالے سے۔ ٹھیک ہے؟" انہوں کے شفقت سے اس کے گال پر ہاتھ پھیرا۔ وہ جواباً مسکرائی تھی۔

ارمغان سے بات پکی ہو جانے کے بعد سے اس نے خود کو اپنے کام میں اتنا مصروف کر لیا تھا کہ اسے اس بارے میں زیادہ سوچنے کا وقت نہ مل سکے۔ لیکن آج اس کی طبیعت بوجھل ہونے لگی تھی۔ انسان حقیقت سے زیادہ دیر تک بھاگ بھی تو نہیں سکتا۔ کافی دیر سے کینوس پر رنگ پھیلاتے ہاتھوں نے گویا تھک کر پینٹ برش سائیڈ پر رکھ دیا۔ اس نے اپنے پینٹ آلود ہاتھوں کو صاف کیا اور کپڑے تبدیل کر کے واک کے ارادے سے کمرے سے نکل آئی۔

"عمارہ کہاں جا رہی ہو؟" طاہرہ رضا نے عمارہ کو باہر کی طرف جاتے دیکھا تو آواز لگائی۔

"زرا دیر کے لئے باہر جا رہی ہوں، چہل قدمی کرنے"

"خیر تو ہے؟ آج واک کا خیال کیسے آ گیا؟" انہیں تعجب ہوا

"بس ایسے ہی۔ دل چاہا" اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

"اچھا پہلے زرا سٹور روم سے کچھ چیزیں تو نکلوا دو میرے ساتھ۔ تمہارے ابو پرانے گھر کے کاغذات مانگ رہے تھے، میرا خیال ہے کہ اماں کے سامان میں ہی رکھے ہوں گے" انہوں نے بیس مینٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلیں میں نکلوا دیتی ہوں" وہ ان کے ساتھ سیڑھیوں کے نیچے بنے بیس مینٹ کی جانب چل دی۔ بیس مینٹ کے آغاز میں اسٹڈی تھی۔ جہاں کتابوں کی دو بڑی بڑی الماریاں اور دو ہی آرام دہ صوفے موجود تھے۔ فرش پر بادامی قالین بچھا ہوا تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں رضا احمد اور کتابوں کا شوقین فہد اپنا اکثر وقت گزارتے تھے۔ اسٹڈی کے بعد ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جسے سٹور کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اماں یعنی محد کی دادی کے انتقال کے بعد ان کا بچا کچا سامان بھی اسی کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ عمارہ نے آگے بڑھ کر سٹور کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

"کس طرف ہے دادی کا سامان؟" اس نے پوچھا۔

"وہ داہنے کونے میں جو دوسرے نمبر پر صندوق رکھا ہے، وہ مجھے نکال دو۔ اسی میں ہو گا۔"

انہوں نے پرانے لکڑی کے بنے دو بڑے بڑے صندوقوں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تو بہت بھاری ہیں ماں، آپ محد بھائی سے نکلوا لیتیں نا"

"محد کا دماغ آج کل ٹھکانے پہ نہیں ہے۔ اسے دو بار کہہ چکی ہوں میں۔ اچھا نکال دوں گا کہہ کر بھول جاتا ہے" وہ خفگی سے کہہ رہی تھیں۔

"تم لگاؤ نہ زور۔ اتنی جو تیس مار خان بنی پھرتی ہو"

"لگا رہی ہوں۔ اف! یہ لیں" خاصی محنت کے بعد عمارہ وہ صندوق نکالنے میں کامیاب ہو گئی۔ جسے طاہرہ نے فرش پر رکھ کر کھولا اور سامان ٹٹولنے لگیں۔ عمارہ قریبی الماری میں کپڑے میں لپٹی ہوئی کتاب نما چیزوں کی طرف متوجہ ہو گئی

"یہ کیا ہے ماں جی؟"

"کیا؟" انہوں نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

"ہاں یہ، دیکھو زرا میں کتنے سالوں سے ان کو بھلائے بیٹھی ہوں۔ یہ اماں کی تفسیر القران کی

کتابیں ہیں"انہوں نے ہاتھ میں تھامے کاغذات ایک طرف رکھے اور آگے بڑھ کر الماری سے وہ کتابیں نکالنے لگیں،"اور یہ رجسٹر جس پر اماں خود قرآن کی آیات ترجمے کے ساتھ لکھا کرتی تھیں"انہوں نے تفسیر کی موٹی کتاب کے نیچے موجود ایک موٹا رجسٹر اٹھا کر اسے دکھایا۔

"یہ دادی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے سب؟"

"ہاں،انہیں بہت شوق تھا۔عمر کے آخری حصے میں انہوں نے مدرسے میں داخلہ لیا تھا۔وہیں سے روز کی چند آیات وہ یہاں لکھ کر ترجمے کے ساتھ یاد کرتی تھیں اور پھر تفسیر کی کتابوں سے تفسیر پڑھا کرتی تھیں۔ان کی بہت سی کتابیں تو میں نے مدرسوں وغیرہ میں ہی بھیج دی تھیں۔ لیکن یہ بقیہ چیزیں دینے کا میرا جی نہیں چاہا"

"لیکن آپ یہ بھی بھجوا دیتیں تو کتنا اچھا ہوتا۔کوئی پڑھ ہی لیتا وہاں۔اب دیکھیں یہاں پڑی پڑی کیسے بوسیدہ ہو رہی ہیں۔"عمارہ نے رجسٹر کے بوسیدہ اوراق پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اداسی سے کہا تھا۔

"اچھا چلو فیالحال تم یہ سب سمیٹو،یہ صندوق واپس اپنی جگہ پر رکھو۔میں تمہارے ابو کو یہ کاغذات دے آؤں،کل سے شور مچا رکھا ہے انہوں نے"وہ اسے تاکید کرتی ہوئیں سٹور سے

نکل گئیں۔

عمارہ نے ہاتھ میں تھامے رجسٹر کو دوبارہ اسی کپڑے میں لپیٹا۔ باقی سامان سمیٹ کر وہ کپڑا اٹھایا۔اسے اچھے سے صاف کیااور انہیں پڑھنے کے ارادے سے اپنے کمرے میں لے آئی۔اس کے کمرے میں آتے ہی سمو کی اس کے گرد چکر کاٹنے لگا۔

"آؤ سمو کی واک کرنے چلیں"اس نے وہ کتابیں سنبھال کر رکھنے کے بعد سمو کی کو اٹھایااور نیچے آگئی۔

"ماں میں جارہی ہوں واک کرنے۔ سمو کی میرے ساتھ ہے" باہر نکلتے ہوئے وہ طاہرہ کو آواز لگانا نہیں بھولی تھی۔

www.novelsclubb.com

خالہ کے گھر آکر وہ ہمیشہ جتنی خوش ہوا کرتی تھی،اس بار اس کا یہاں بھی جی نہیں لگ رہا تھا۔ ادھر اُدھر اپنا دھیان بٹاتے ہوئے مشکل سے اس نے دن گزارا۔اور سورج ڈھلنے سے کچھ قبل

عصر کی نماز کے بعد اپنا چائے کا سیاہ انسولیٹڈ مگ اٹھائے، کاندھے پر لمبی اسٹریپ (تنی) والا چھوٹا برگنڈی بیگ لٹکا کر وہ گھر کے قریبی پارک میں چلی آئی۔

بچوں سے زیادہ گرمیوں کی شام کا لطف کسے آتا ہو گا، وہ بینچ پر بیٹھی جھولوں پر جھولتے کھلکھلاتے ان بچوں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ گرمی ہو یا سردی، شام کی چائے کا ناغہ اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ چائے کے چند گھونٹ لے کر وہ بینچ سے اٹھی اور پاس بنی جالی کی گرِل کے ساتھ جا کھڑی ہوئی، جہاں سے سامنے نظر آتے آسمان پر کئی رنگ پھیلاتے ڈھلتے سورج نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ اسے یاد آیا تھا کہ بابا کو یہ گرمیوں کی شام کا ڈھلتا سورج کتنا اچھا لگتا تھا۔ انہیں کہیں راستے میں بھی ڈھلتا سورج مل جاتا تو کچھ دیر کو ٹھہر کر اسے دیکھنے لگتے۔ انہوں نے ایک بار کہا تھا کہ مغرب سے پہلے کے ان چند لمحوں میں سورج جاتے جاتے آسمان پر ہزاروں رنگ بکھیر جاتا ہے، تم کبھی غور کرو گی تو اللہ کی محبت میں خود کو گرفتار ہوتا پاؤ گی کہ جو رب اتنے خوبصورت مناظر بناتا ہے، اتنے رنگوں سے آسمان سجاتا ہے اس رب کی خوبصورتی کا اور اس کی بنائی جنتوں کی خوبصورتی کا تو کوئی تصور ہی نہیں۔ بابا کی بات یاد آنے پر وہ دھیمے سے مسکرائی تھی۔

اس نے جالی کے اس پار بنے گول فوارے کے پانی میں سورج کا عکس دیکھا۔چائے کا ایک آخری گھونٹ بھر کر کپ بینچ پر رکھا۔اور بیگ سے اپنی اکلوتی سرخ ڈائری نکال کر دوبارہ سورج کی طرف متوجہ ہو گئی۔

سرِ شام

ڈھلتی چھاؤں

جھیل کنارے

ننگے پاؤں

تمہاری یاد میں ہم

مسکرایا کرتے ہیں

تم سے مل کر

تم سا ہو کر

تمہاری باتیں

تم میں کھو کر

www.novelsclubb.com

پانی میں اترے

سورج کو بتلایا کرتے ہیں

وہ شاعری کی شوقین نہیں تھی۔ لیکن کبھی کبھی جب وہ ذہین میں آنے والے الفاظ کو کاغذ پر اتارتی تو وہ شاعری کا روپ دھار لیتے تھے۔اس وقت بھی زہن میں آتی سطروں کو ڈائری میں لکھے بغیر وہ رہ نہ سکی۔اس کے قریب کوئی لڑکی آ کھڑی ہوئی تھی۔اس نے ڈائری بند کر کے بیگ میں رکھی۔اور کپ اٹھا کر جانے سے پہلے ایک آخری نظر سورج کو دیکھنے لگی۔جو گویا غروب ہونے کے آخری مرحلے میں تھا۔

"شامیں خوبصورت ہوتی ہیں۔"اس کے منہ سے بلاارادہ نکلا۔

"مگر اداس ہوتی ہیں"قریب کھڑی لڑکی نے کہا تو اس نے چونک کر اس ہلکی بھوری آنکھوں والی لڑکی کی جانب دیکھا۔ جس کا دھیان آسمان کی طرف تھا اور چہرے پر اداسی پھیلی ہوئی تھی۔

"ہاں۔شاید خوبصورتی خود بھی اپنے زوال پر افسردہ ہوتی ہے۔اس لئے"اس نے اسے دیکھتے ہوئے جواباً کہا۔لڑکی نے آہستگی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔پھر ایک لمحے کو وہ چونک گئی اور اگلے ہی لمحے جیسے اس کے چہرے پر پھیلی اداسی کی جگہ جوش نے لے لی۔

"آپ۔۔۔آپ وہی ہیں نا؟"ان ہلکی بھوری آنکھوں میں شناسائی تھی۔

"وہ کون؟"زونیشہ نے نا سمجھی سے اس کی طرف بغور دیکھا۔

"وہی جو ایک بار ہمارے گھر آئی تھیں اپنی خالہ کے ساتھ اور بمشکل دو تین منٹ بعد خالہ کا ہاتھ پکڑ کر واپس چلی گئی تھیں"وہ گویا خود بھی یاد کرتے ہوئے اسے بتا رہی تھی۔

"اوہ۔آئی ایم سو سوری۔کیا اس وقت میں واقعی اتنی رُوڈ (بد تمیز) تھی؟"زونیشہ کو ایک لمحے میں وہ سارا منظر یاد آگیا۔وہ قدرے شرمندہ ہونے لگی۔

"نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔آپ پلیز شرمندہ نہ ہوں۔آپ کا نام۔۔۔زونیشہ! ہے نا؟"مجھے عمارہ کہتے ہیں" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔زونیشہ نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ کو میرا نام بھی یاد ہے!"زونیشہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"آپ سے ہماری ملاقات ہی ایسی ہوئی تھی کہ آپ بھی یاد رہ گئیں اور آپ کا نام بھی"وہ ہلکا سا ہنسی،"ویسے ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو"

"آپ تھوڑی سی رُوڈ تو تھیں" اس کی بات پر زونشہ نے شرمندگی سے نظریں چرائیں۔

"نہیں زیادہ نہیں بس تھوڑی سی" وہ ہاتھ سے تھوڑی کا اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مجھے اندازہ ہے۔اور میں اس دن کے لئے واقعی شرمندہ ہوں۔مجھے ایسے ری ایکٹ نہیں کرنا چاہئیے تھا۔"

"ایسے خالی خولی شرمندگی سے کام تھوڑی چلے گا۔آپ ہمارے گھر آئیں۔بلکہ آمنہ خالہ کو بھی ساتھ لے کر آئیں۔کچھ دیر بیٹھیں ہمارے ساتھ۔اچھا وقت گزاریں۔پھر آپ کی معافی قبول ہو گی۔"

"یہ تھوڑا مشکل کام ہے میرے لئے"

"ارے۔بالکل بھی مشکل نہیں ہے زونیشہ۔بس آپ نے آنا ہے ہمارے گھر"

"چلو ٹھیک ہے میں آؤں گی۔لیکن وعدہ کرو کہ اس کے بعد تم بھی آؤ گی ہماری طرف"

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے۔وعدہ رہا۔۔۔ویسے ابھی آپ واپس جا رہی ہیں؟"اس نے اسے جانے لئے تیار پا کر پوچھا۔

"ہاں۔مجھے یہاں آئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔مغرب کی اذان بھی ہونے والی ہے اور خالہ بہت پریشان ہو جاتی ہیں"

"ارے ہاں۔میں بھی چلتی ہوں بس اب۔واک کے ارادے سے نکلی تھی"وہ کہہ کر پیچھے کو مڑی،"سموکی!"اس نے ہاتھ سے چٹکی بجا کر قریب رکھی گیند کو پنجے مارتے سموکی کو پکارا۔جو عمارہ کی آواز سنتے ہی اس کے پاس دوڑ آیا۔

"یہ تمہارا بلا ہے؟"زونیشہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"فیالحال تو میرا ہی ہے لیکن دراصل کسی کی امانت ہے"اس نے زونیشہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے سرد آہ بھری۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے؟"عمارہ نے تجسس کے مارے کہا تو زونیشہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اس دن آزر بھائی کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔انہیں آپ کسی اور جیسی لگیں۔آپ کو شاید یہ بات بہت بُری لگی تھی۔ہے ناں"

"تم یہ پوچھنا چاہ رہی ہو کہ اتنی زرا سی بات مجھے کیوں اس قدر بُری لگی کہ میں واپس چلی آئی؟" زونیشہ نے ہلکی سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"امم ہاں! بالکل میں یہی پوچھنا چاہ رہی ہوں۔لیکن آپ نہیں بتانا چاہتیں تو کوئی بات نہیں۔"

"مجھے وہ بات بری نہیں لگی تھی۔بس مجھے توقع نہیں تھی۔دراصل اس شخص نے 'زونیرہ' کہا تھا۔زونیرہ میری بڑی بہن کا نام ہے جن کا کئی سال پہلے انتقال ہو چکا ہے۔اس لئے میرے لئے وہ کافی عجیب اور غیر متوقع سی بات تھی۔اور اس لمحے مجھے وہاں سے جانا ہی مناسب لگا۔ کسی اجنبی کی زبان پر مجھے دیکھتے ہی میری مرحوم بہن کا نام آجائے، حیرت تو ہو گی نا؟

اس کی بات پر عمارہ کے قدم ٹھہر گئے۔ "اوہ!" حیرانی اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں اس کے منہ سے نکلا۔

زونیشہ جو دو قدم آگے نکل گئی تھی، مڑ کر اسے دیکھنے لگی

"کوئی بات نہیں۔یہ بات تو قدرے پرانی ہو گئی اب"

عمارہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

"ماں جی آپ بوجھیں کہ آج میں کس سے ملی؟" لیمن لوف کیک کے آمیزے کو ڈونگے سے سانچے میں منتقل کرتے ہوئے عمارہ نے کہا

"کس سے؟" وہ چلی کباب توے سے اتار کر پلیٹ میں رکھ رہی تھیں

"زونیشہ سے!" عمارہ کباب کی پلیٹ اٹھا کر ڈائننگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"اچھا؟ وہ واپس اسلام آباد آ گئی ہے؟"

"جی کل ہی آئی ہیں۔میری تھوڑی بہت بات چیت ہوئی ان سے۔وہ اپنے اس دن کے رویے پر شرمندہ ہو رہی تھیں جس دن وہ ہمارے گھر آئیں تھیں۔میں نے تو انہیں لگے ہاتھ گھر آنے کی دعوت دے دی۔ صحیح کیا نا؟"

www.novelsclubb.com

"ہاں ہاں بھئی اچھا کیا" رضا احمد نے اسے اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ماں آجائیں اب، بس اتنے کباب کافی ہیں" محد طاہرہ کو پکارے بغیر رہ نہیں سکا۔ وہ ڈائننگ ٹیبل تک آئیں تو محد کو یاد جیسے کچھ یاد آیا۔

"اوہ۔ آپ نے مجھے پرانے گھر کے کاغذات ڈھونڈنے کا کہا تھا نا۔ میں پھر بھول گیا"

"رہنے دو تم۔ میں نے بارہا یاد دلایا تھا۔ آج تنگ آکر عمارہ سے نکلوا لیے میں نے" انہوں نے خفگی ظاہر کی۔ جس پر محد نے کندھے اچکا دیئے کہ چلو اچھا ہی ہوا۔

"عمارہ بیٹے وہ ارمغان آرہا ہے کل پاکستان۔ تو ایک دو ہفتے تک جو رسومات وغیرہ ہیں منگنی کی، وہ ہو جائیں گی۔ آپ اپنی ماں جی کے ساتھ تیاری کر لینا منگنی کی"

وہ اتنی بڑی بات اسے اتنے عام سے انداز میں بتا رہے تھے۔ اس کا نوالے والا ہاتھ منہ تک جاتے جاتے رک گیا۔ اس نے ایک نظر ان کی جانب دیکھا۔ پھر خاموشی سے اٹھ کر بیکنگ اوون بند کیا اور تیزی سے کچن سے نکل گئی۔

"کھانا تو کھا لینے دیتے اسے" طاہرہ نے ان کی طرف ناراض سی نگاہ ڈالی تھی۔

"یااللہ! یہ ارمغان کمال کسی طرح پاکستان آنے کاارادہ ترک کردے۔وہ بھی ہمیشہ کے لئے" سیڑھیاں چھڑتے ہوئے اس نے بڑبڑاکر دعا کی تھی۔

"محد تم کہاں چل دیئے؟" محد ڈائننگ ٹیبل سے اٹھنے لگا کہ رضا احمد نے کہا۔

"میں ادھر ہی اپنے کمرے میں"

"یہ کیاہر وقت کمرے میں بند رہنے لگے ہو تم۔کچھ وقت یہاں بیٹھا کرو سب کے ساتھ۔"

"آج نہیں ابو۔پھر کسی دن۔آج میں بہت تھکا ہوا ہوں،بس اب آرام کروں گا" وہ لاتعلقی سے کہتا ہوا وہاں سے چل دیا۔

"پتا نہیں ہو کیا گیا ہے اسے۔میری تو سمجھ سے باہر ہے۔نہ ٹھیک سے بات کرتا ہے۔نہ وقت دیتا ہے" طاہرہ شکوہ کر رہی تھیں۔

"مصروفیات بڑھ گئیں ہوں گی اس کی۔ویسے بھی اچھا ہے کہ منگنی ٹوٹنے کے بعد سے اس نے خود کو مصروف کر لیا ہے"

"کوئی مصروفیات نہیں بڑھی۔کون شریف مصروف آدمی سارا دن کمرے میں بند رہتا ہے؟" طاہرہ نے شکوہ کیا تھا. -

وہ اپنے بیڈ پر آنکھیں بند کئے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔طاہرہ وہاں آئیں تو اسے ایسے بیٹھا دیکھ کر انہوں نے گہری سانس لی۔

"یہ لو۔ملک شیک بنا کر لائی ہوں تمہارے لئے "انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر مگ رکھتے ہوئے کہا۔ لیکن محد کی طرف سے جواب ندارد۔ وہ جھنجھلا کر آگے بڑھیں اور اس کے کانوں میں لگی ہینڈ فری نکال پھینکی۔

"کیا۔۔۔کیا کر رہی ہیں ماں جی؟ کیا ہوا؟" وہ جو موسیقی میں اتنا محو تھا کہ ان کے اس کے کمرے میں آنے کا بھی اسے پتا نہیں چلا تھا، چونک سا گیا۔

www.novelsclubb.com

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے آخر؟ ہر وقت یہ ٹوٹیاں کان میں لگائے رہتے ہو۔ ہسپتال سے گھر آتے ہو تو کمرے میں۔ کمرے سے نکلتے ہو تو ہسپتال چلے جاتے ہو۔ کرنا کیا چاہتے ہو اپنے ساتھ" وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر بولتی چلی گئیں۔

"دل بہلاتا ہوں اپنا۔ زہن بٹانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس بات سے بھی اعتراض ہے کیا آپ کو؟" وہ ان کی بات پر جیسے زچ سا گیا۔ انہوں نے اسے شاید پہلی بار ایسے ان کی باتوں سے تنگ پڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہیں اچھا نہیں لگا۔

"دل بہلانے اور زہن بٹانے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟ اور نماز پڑھی تم نے عیشاء کی؟"

"عیشاء کی؟ اذان ہو گئی؟" وہ سوچتے ہوئے بولا

"اف محد! اذان تو کیا، جماعت بھی ہو چکی کب کی!" کچھ خدا کا خوف کرو"

"اچھا ماں۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک پڑھ لیتا ہوں نماز"

"تم اتنے ہی سنجیدہ تھے تو ہانیہ کو منا کیوں نہیں لیتے؟" انہوں نے چند لمحوں کے توقف کے بعد اپنے انداز کو قدرے دھیما رکھ کر کہا

"منایار وٹھے ہوؤں کو جاتا ہے ماں۔اور وہ روٹھی نہیں ہے بلکہ اپنی مرضی سے یہ تعلق ختم کیا ہے اس نے۔اور ایک لحاظ سے میں خود بھی اس کے اس فیصلے پر راضی ہوں"

"اتنے تم سودائی! بس کرو۔ قصور کہیں نہ کہیں تمہارا بھی ہے۔اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ زندگی میں سب تعلقات ہمیشہ نہیں رہتے۔ سو بس اب بہت ہوا۔ہانیہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکی ہے۔ تم بھی اب یہ سوگ منانا چھوڑ دو بیٹا۔ تمہیں دیکھ دیکھ کر ہمیں دکھ ہوتا ہے"

"میں سوگ نہیں منا رہا ماں۔اس کی جو مجھے عادت سی ہو چکی تھی،اسے ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"کیسے؟اس طرح ہر وقت کمرے میں بند رہ کر؟ہم سب سے لاتعلق ہو کر؟اب تو تم ٹھیک سے بات تک نہیں کرتے محد۔ کوئی بات کرنا چاہے تو بے زار ہونے لگتے ہو۔اتنے تنہائی پسند تو تم کبھی نہیں تھے۔ جو نعمتیں،جو رشتے تمہارے پاس موجود ہیں،ان کو نظرانداز مت کرو۔ غور کرو ان چیزوں پر جو تمہارے پاس ہیں۔ چھوڑ دو ہر وقت کانوں میں ٹوٹیاں ڈال کر کمرے میں گھُسے رہنا"ان کا اشارہ ہینڈ فری کی طرف تھا۔

"میں نے آپ سے کہا نا کہ میرا دل بہل جاتا ہے۔"

"دل کو بہلایا نہیں جاتا محد۔ سمجھایا جاتا ہے! سمجھوتے کرنا سکھایا جاتا ہے۔ تبھی آپ اپنی زندگی میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔ ورنہ دل کو آخر کب تک بہلا سکتے ہو؟ بتاؤ؟" وہ پوچھ رہی تھیں جبکہ محد رُخ موڑے کھڑکی کے اس پار دیکھنے لگا۔ اسے ان کی باتوں کی طرف متوجہ نہ پا کر انہوں نے ایک آہ بھری اور وہاں سے چل دیں۔

"ملک شیک پی لینا" وہ جاتے جاتے اسے یاد دہانی کروانا نہیں بھولی تھیں۔

-

www.novelsclubb.com

پارہ نمبر ۱ - سورۃ البقرہ—مدنی

"الم ○"

ال م۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن یہ حروف معنی جانے بغیر بھی ہمیں بہت کچھ سکھا رہے ہیں۔ ال م پڑھ کر تجسس ہوتا ہے نا۔ کہ ان حروف کے پیچھے کیا راز ہے۔ یہ اللہ نے یہاں کیوں استعمال کئے۔ یہ سورت کے آغاز میں کیوں رکھے گئے۔ ایسے ہی مختلف سورتوں میں الگ الگ الفاظ، کبھی ال ر، کبھی یس، کبھی ال م ر، لیکن یہ تمام حروف قرآن میں جہاں جہاں بھی آئے، ان حروف کے بعد کی آیات میں اللہ تعالی کیا فرماتے ہیں؟ قرآن کا تعارف۔ قرآن کی اہمیت یا قرآن سے متعلق ہی کوئی بات۔

تو یہ حروف ہمیں ضروری اور غیر ضروری سوالوں میں فرق بتلا رہے ہیں۔ ہمیں ان الفاظ کا مطلب جاننا ضروری نہیں کیونکہ اگر وہ ہمارے لئے ضروری ہوتا تو اسے راز نہ رکھا جاتا۔ بلکہ جو بات ان حروف کے بعد کی آیات میں کی گئی ہے، اسے جاننا ضروری ہے۔ یہ حروف ہمیں سکھاتے ہیں کہ ہر بات کا جاننا ہمارے لئے ضروری نہیں ہوتا۔

یہ حروف گویا ہمیں پڑھائے جا رہے ہیں، اسی طرح جس طرح پہلے دن سکول جانے والے بچے کو سب سے پہلے حروفِ تہجی سکھائے جاتے ہیں، اسے راستہ دکھایا جاتا ہے۔ اس کی تعلیم کی بنیاد

رکھی جاتی ہے۔اس وقت اس بچے کو حروفِ تہجی کے معنی تلاش کرنے میں نہیں الجھایا جاتا۔ بلکہ اسے آگے کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔اسی طرح سورہ البقرہ کے یہ حروف ال م سکھاتے ہیں کہ ہمیں اپنے تجسس کو صحیح سمت میں کیسے لگانا ہے،اسے کون سی راہ دکھانی ہے؛ وہ راہ جو ہمیں قرآن سے ملاتی ہے؛وہ قرآن جو ہمیں اللہ سے ملاتا ہے۔یعنی ان حروف کے بعد کی آیات پر غور کرنا ہے!

ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین ○

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں،اس میں ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

سورہ البقرہ مدینہ میں نازل ہونے والی شروع شروع کی سورتوں میں سے ہے۔مدینہ میں اس وقت عیسائی اور یہودی رہتے تھے، جن پر نازل ہونے والی پچھلی آسمانی کتابوں میں قرآن کے نزول کا ذکر ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے اس آیت میں ان کے لئے کہا گیا کہ یہی وہ کتاب ہے، جس کے تم منتظر تھے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔جس کے سچے ہونے کا تمہاری پچھلی کتابوں میں ذکر کیا گیا تھا۔

الکتاب اس کو کہتے ہیں جسے لکھ دیا گیا ہو ایسے جیسے پتھر پر کریدا جاتا ہے، جس میں کوئی مزید تبدیلی ممکن نہیں ہوتی، کوئی ردوبدل ممکن نہیں ہوتا۔

"لیکن قرآن تو نازل ہوا تھا ناں۔ سنایا گیا تھا، سکھایا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ لکھا تو بعد میں گیا تھا تو پھر!؟" اس نے تکیے پر رکھے رجسٹر سے نظریں ہٹا کر خود سے سوال کیا۔ چند لمحے سامنے کی دیوار کو دیکھتے دیکھتے کچھ سوچا اور پھر دوبارہ نظریں رجسٹر پر جما دیں۔

یہاں ھذا الکتاب کی بجائے ذالک الکتاب کہا گیا۔ عربی میں 'ھذا' قریب کی شے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ 'ذالک' دور کی شے کے لئے۔ چونکہ قرآن آسمانی کتاب ہے۔ آسمان میں اسے لکھا گیا، آسمان میں اسے الکتاب بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ اس لئے ذالک الکتاب کہا گیا۔ اور پھر یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو دل میں کھٹکتی ہو۔

وہ ایک بار پھر پڑھتے پڑھتے رک گئی۔ "میرا ایمان ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان نہیں لانا چاہتے، وہ بھی تو اس کتاب کو پڑھتے ہیں۔

اگرچہ نعوذ باللہ قرآن میں بھی غلطیاں تلاش کرنے کے لئے اسے پڑھتے ہیں مگر پڑھتے تو ہیں" اس کے ذہن میں سوال ابھرنے لگے تھے۔ سر جھٹک کر وہ دوبارہ پڑھنے لگی۔

---اس میں ہدایت ہے یعنی یہ درست سمت کا تعین کراتی ہے ان لوگوں کو جو پرہیزگار ہیں، جو بچنا چاہتے ہیں۔ یہ ہر اس شخص کے لئے لاریب ہے جو اس کتاب سے ہدایت پانے کے لئے اسے کھولتا ہے۔ جو دل سے اسے سمجھنے، اسے جاننے کے لئے کھولتا ہے یہ کتاب اس کے لئے معجزہ بن جاتی ہے۔

یہ ویسا معجزہ نہیں ہے جو پچھلے انبیاء اور ان کی قوموں کو دکھائے گئے تھے۔ یہ نظر آنے والا معجزہ نہیں ہے۔ یہ دلوں میں اتر جانے والا معجزہ ہے۔ یہ وہ معجزہ ہے جو نازل کیا گیا اور سنایا گیا۔ پھر جس نے اسے سنا، اس پر غور کیا اور اسے سمجھا، اس کتاب نے اس کے دل کو اپنا لیا۔ اس کے دل میں کھٹکنے والے سبھی شکوک و شبہات کو مٹا دیا۔

www.novelsclubb.com

اور جس نے اسے محض پڑھ کر، بغیر غور کیے، بغیر سمجھے چھوڑ دیا۔ تو اس کتاب نے بھی اس کے دل کو شک میں مبتلا چھوڑ دیا۔ اسی لئے کہا گیا۔ کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں، اس میں ہدایت ہے ان کے لئے جو پرہیز گار ہیں، جو تقوی اختیار کرتے ہیں۔۔۔"

وہ آگے نہیں پڑھ پا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں امڈتے آنسو منظر کو دھندلا رہے تھے۔ اور دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے رجسٹر بند کر کے ہاتھ سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔ اور تیزی سے کمرے سے نکل آئی۔

وہ دوڑتی ہوئی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ وہ خوفزدہ تھی، بے یقین تھی یا محوِ حیرت تھی، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ وہ سیڑھیاں اتر کر وہیں ٹھہر گئی اور گہرے سانس لینے لگی

"عمارہ کیا ہوا تمہیں؟" طاہرہ نے اسے گھبرائے ہوئے دیکھا تو اس کے قریب آئی تھیں۔

"ماں جی وہ۔۔۔ میں وہ دادی کے رجسٹر۔۔۔ میں نے دیکھا کہ"

"عمارہ کیا ہو گیا ہے۔ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو تم؟ آرام سے بیٹھ کر مجھے بتاؤ" وہ اسے صوفے پر بٹھا رہی تھیں۔

"ماں میں دادی کی وہ کتابیں سٹور سے لے آئی تھی۔ میں انہیں پڑھنا چاہتی تھی۔ ابھی جب میں وہ تفسیر پڑھ رہی تھی۔۔۔ تو مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے مجھے کوئی اللہ کی آیتیں کھول کھول کر سنا رہا ہو۔ کوئی میرے سامنے موجود مجھے میرے ذہن میں آنے والے ہر سوال کو جان کر اس کا واضح الفاظ میں جواب دے رہا ہو۔ مجھے بہت عجیب سی بے چینی ہونے لگی۔ میں۔۔۔ میں دو آیتوں سے زیادہ نہیں پڑھ پائی" وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ انہیں بتلا رہی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو پونچھے۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قرآن معجزہ ہے۔ اور آج یہ معجزہ تمہارے دل پر ظاہر ہوا ہے تو تم گھبرا گئی ہو؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے پگلی اور آگے بڑھ کو اس معجزے کو زندگی بھر کے لئے تھام لینا چاہیئے" وہ مسکرائیں تھیں۔

"آنسو پونچھو اور یہ جو اللہ کی رسی کا سرا تمہارے ہاتھ میں اللہ تعالی تھمارہے ہیں، اس رسی کو مضبوطی سے تھام لو ایسے کہ کبھی بھی، کہیں بھی یہ رسی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے"

"کیا ہوا؟ عمارہ رو کیوں رہی ہو؟" محد آنکھیں ملتا ہوا وہاں آیا تو پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں ہوا بھائی" عمارہ نے فوراً سے گالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"رشتے والی بات کی وجہ سے پریشان ہو؟"

"اس بات پر اگر میں پریشان ہوں بھی تو کیا فرق پڑتا ہے" عمارہ نے خفگی سے کہا اور جھٹ سے اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ محد نے کندھے اچکائے اور کچن کی جانب چل دیا کہ اسے پیاس لگی تھی اور اسی غرض سے وہ نیند میں چلتا ہوا وہاں آیا تھا۔

وہ کمرے میں واپس پلٹی تو بستر پر تکیے کے اوپر رکھے رجسٹر نے اسے اپنی کچھ دیر کی کیفیت دوبارہ یاد دلادی۔ اس ایک لمحے سے پہلے کی عمارہ اور اس ایک لمحے کے بعد کی عمارہ میں کچھ تو فرق تھا۔ وہ آہستگی سے قدم بڑھاتی رجسٹر کے قریب جا بیٹھی۔

جس طرح انسان کے گمراہ ہونے لے لئے ایک لمحہ کافی ہوتا ہے، اسی طرح اسے درست سمت کے مل جانے کا انکشاف ہونے کے لئے بھی محض ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔ اور یہ ایک لمحے کا انکشاف زندگیاں بدل دیتا ہے۔ وہ رجسٹر کے اوپر لکھے نام 'ثُبیتہ' پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

اسے آج اسلام آباد جانا تھا۔ایک کاروباری ڈیل کے سلسلے میں جو ایک نئ کمپنی سے طے پائی تھی،اس کے ڈیلر سے رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔طے شدہ رقم وہ ادا کر چکا تھا مگر کمپنی نے ابھی تک اسے سامان نہیں پہنچایا تھا۔سو آج وہ خولہ بھابھی کو اپنے اسلام آباد جانے کی اطلاع دے کر اور انہیں امی کو نہ بتانے کا کہہ کر نکل آیا تھا۔

وہ کئ گھنٹے کمپنی کے ڈیلر سے ملنے کی تگ و دو میں رہا، مگر اسے نہیں ملنا تھا سو وہ نہیں ملا۔اب کرے تو کیا کرے،انہی سوچوں میں گُم اس نے پینٹ کی جیب سے نمکو کا ایک پیکٹ نکالا اور چلتے چلتے کھانے لگا۔جلدی میں وہ گرمی کی تیز دھوپ سے بچاؤ کا بندوبست کرنا بھول گیا تھا۔ نمکو ہاتھ میں نکال کر منہ میں بھرنے کے بعد وہ قریبی دکان میں گھُس گیا۔جہاں لٹکی ہوئی سرخ پی کیپ پر اسکا دل آ گیا۔اگلے کچھ لمحوں بعد وہ اپنے گھنگریالے بال پی کیپ میں چھپا چکا تھا۔ ابھی اسے واپس جانا تھا مگر ایک خیال کے تحت اس نے محد کا نمبر ملایا مگر محد نے بھی فون نہیں اٹھانا تھا، سو نہیں اٹھایا۔

"عجیب! کوئی بندہ مل کے ہی نہیں دے رہا آج" اس نے بے بسی سے سوچا۔

اسے یاد آیا کہ عمارہ کا کالج یہاں سے کافی قریب تھا۔اس کے قدم بلاارادہ ہی اس کے کالج کے راستے پر چل پڑے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کالج کے سامنے موجود تھا۔اسے پیاس لگنے لگی تو قریبی سٹال سے وہ مینگو سلش لے کر دوبارہ کالج کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر کلائی پر بندھی گھڑی سے وقت دیکھا۔

"یہ تو اس کی واپسی کا وقت ہے۔ہو سکتا ہے قسمت مجھ پر آج مہربان ہو جائے" ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ہاتھ میں آرٹ اور پینٹنگ سے متعلقہ سامان اٹھائے عمارہ کالج کے گیٹ سے باہر آئی تھی۔

"زہے نصیب!" سلش کا گلاس ہاتھ میں تھامے دوسرے ہاتھ سے پی کیپ سر پر سیٹ کرتے ہوئے اس نے سلش کا ایک گھونٹ بھرا اور آگے بڑھ گیا۔وہ عمارہ کے پیچھے کیوں جا رہا تھا،اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہا تھا۔ عمارہ نے ہلکے گلابی رنگ کی اونچی قمیض کے ساتھ سفید کھُلی شلوار پہن رکھی تھی۔ پاؤں میں سفید کھُسہ تھا اور گلابی پھول دار دوپٹہ اس نے سینے پر پھیلا رکھا تھا۔

اچانک وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ علی کے قدم بھی یکایک وہیں جامد ہوئے۔ قدموں کے ساتھ ہی اس کی سانس بھی گویا اٹک گئی۔ چند ساعتوں کے وقفے کے بعد عمارہ نے دوبارہ چلنا شروع کیا تو علی نے سانس بحال کی اور دوبارہ اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس وقت وہ کسی جاسوس سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ کچھ دور تک یونہی چلتے چلتے وہ عمارہ کے خاصا قریب آ گیا تھا۔ قریب آ جانے پر اسے احساس ہوا کہ عمارہ نے آہستہ چلنا شروع کر دیا تھا۔ ابھی وہ صورتحال سمجھنے کی کوشش میں تھا کہ اس کا بازو عمارہ کے ہاتھ میں پکڑے چارٹ کے رول سے ٹکرایا اور ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر عمارہ گھوم کر پلٹی اور ایک ہائی کِک علی کے گال پر آ لگی۔ علی کی سرخ پی کیپ عمارہ کے کھُسے کی تاب نہ لا کر اڑتی ہوئی دور جا گری تو گھنگریالے بال کیپ کی قید سے آزاد ہو کر ماتھے پر پھیل گئے اور سلش کا گلاس علی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس نے ہاتھ اپنے زخمی ہو جانے والے گال پر رکھ کر عمارہ کو دیکھا تھا۔

"عمارہ کی بچی!" وہ روہانسی شکل بنا کر بولا

"آپ؟" عمارہ کی آنکھوں میں ڈھیر حیرانی تھی، "آپ کیا کر رہے ہیں یہاں؟"

"فٹ بال کھیل رہا ہوں۔اور تم کُشتی کھیلنے آئی ہو، ہے نا" وہ خفگی سے کہہ رہا تھا

"آپ ایسے میرا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟ مجھے کیا پتا تھا کہ آپ ہیں۔مجھے لگا ہو گا کوئی آوارہ ۔۔۔"

"میں تمہیں آوارہ لگ رہا ہوں؟" علی نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

"حرکتیں تو یہی بتا رہی ہیں، وہ بڑبڑائی، "دکھائیں زیادہ زور سے لگ گئی کیا؟" اس نے بات بدلی۔

"نہیں تو۔پھول برس رہے ہیں میرے گال پر" اس نے گال پر آہستہ آہستہ سے ہاتھ پھیر کر وہاں لگی چوٹ کو محسوس کیا۔

عمارہ نے قریب ہو کر علی کے گال کا جائزہ لیا۔جس پر چھوٹی سی خراش آچکی تھی۔

"نہیں اتنی خاص چوٹ نہیں لگی" گویا اس نے خود کو تسلی دی تھی۔علی انہی خفا نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔پھر اس کی نظر نیچے گرے چارٹس پر پڑی تو وہ جھک کر اٹھانے لگا۔عمارہ اتنی دیر میں اس کی لال پی کیپ اٹھا لائی تھی۔

"آپ نے بتایا نہیں کہ آپ یہاں کیسے؟" وہ اسے کیپ تھما رہی تھی

"ایک کام سے آیا تھا اس طرف" علی نے کیپ سر پر سیٹ کی اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"گھر آئیں گے؟"

"نہیں میں بس واپس پنڈی جاؤں گا اب"

"ٹھیک"

"تم چاہتی ہو کہ میں گھر آؤں؟" وہ ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں کیوں چاہوں گی۔ہاں البتہ میری منگنی پر ضرور آیئے گا" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی۔

"عمارہ!" اس نے کہا تو عمارہ اسے دیکھنے لگی۔ "تھوڑا انتظار نہیں کر سکتیں تم میرے لئے؟" وہ التجا یا نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کتنا انتظار؟"

"دو، تین سال"

"ابو نہیں کر سکتے انتظار۔اور ویسے بھی ارمغان ایک کامیاب بزنس مین ہے،اخلاقی لحاظ سے بھی ابو کو پسند ہے۔تو میری بات وہ ماننے والے نہیں ہیں"

"اور میں؟"

"میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی"اس نے نظریں چرائیں۔

"لیکن کیوں؟"

"کیوں کہ ابو کو نکمہ داماد نہیں چاہیئے"وہ بغیر ہچکچائے کہہ گئی۔علی نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا تھا۔کچھ دیر تک وہ اسے ایسے ہی بے یقینی سے دیکھتا رہا۔

"عمارہ اگر کبھی میرے حق میں بولنے کی ہمت ہو،"وہ کہہ رہا تھا،"تو پھوپھا کو یہ ضرور بتانا کہ میرے باپ نے ارمغان کے باپ کی طرح میرے لئے بنا بنایا کاروبار نہیں چھوڑا۔اگر ایسا ہوتا تو آج میں بھی اس جیسے کامیاب لوگوں میں شمار ہوتا اور یہ بھی بتانا کہ میں ان کی بیٹی کے بغیر خوش نہیں رہ سکوں گا لیکن اگر ان کی بیٹی میرے بغیر بھی خوش رہ لے گی تو پھر میں خود پیچھے ہٹ جاؤں گا۔"اس نے نگاہ بھر عمارہ کو دیکھا جو خاموشی سے اس کی بات سن رہی تھی۔

"چلتا ہوں۔اپنا خیال رکھنا" کہہ کر وہ کوئی جواب سننے کے لئے رُکا نہیں تھا۔عمارہ اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔علی کی بات نے اس پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔اسی لمحے اس نے کچھ نوٹ کیا؛سبز ٹی شرٹ، نیلی پینٹ، سرخ پی کیپ!رنگوں کے اس امتزاج پر اسے نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔

"بسنتی!"اس کے منہ سے بلا اختیار نکلا تھا۔

گھر پہنچتے ہی وہ کچن میں گھُسا اور فریج سے پانی کی بوتل نکال کر منہ کو لگاتا ہوا لونگ روم کے صوفے پر آڈھیر ہوا اور پی کیپ اتار کر ایک طرف کو اچھال دی۔

"آج کا دن تو بہت ہی خراب گیا"بوتل کا آدھا پانی ایک ہی گھونٹ میں پی لینے کے بعد وہ بڑبڑایا۔

"ہائیں علی پتر۔کس سے مار کھا کے آرہے ہو تسی؟کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"آیا جی اس کے گال پر لگی خراش کو دیکھ کر پریشانی سے اس کے قریب آئیں۔

"نہیں آیا جی۔سب ٹھیک ہے"

"سب ٹھیک ہے تو یہ گال پہ کیا ہوا ہے پتر" وہ اس کے ساتھ آ بیٹھیں۔

"کسی کے کھُسّے کی عنایت ہے آیا جی۔اب کیا بتاؤں آپ کو" اس نے بے دلی سے کہا تو آیا جی نے بات سمجھ آ جانے پر اپنی ہنسی دبانے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

"نوبت یہاں تک آ گئی ہے کیا؟ مان نہیں رہی عمارہ بیٹی؟" انہوں نے تشویش سے پوچھا تو علی نے معصومیت سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"کوئی بات نہیں پُتر۔مان جائے گی۔بس آپ ہمت نہ ہارو۔ڈٹے رہو"

"کیا ڈٹا رہوں آیا جی۔پرسوں اس کی منگنی کی رسم ہے" وہ بے بسی سے کہہ رہا تھا

"منگنی ہی ہے ناں پتر۔نکاح تھوڑی ہے۔بلکہ میں تو کہتی ہوں ہیرو بن کے عین منگنی کے وقت ان کے گھر جاؤ اور منگنی رُکوا دو، کیا خیال ہے؟" آیا جی اسے ڈرامائی انداز میں ہدایات دے رہی تھیں اور وہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے انہیں دیکھنے لگا۔

"کیسی فلمی باتیں کر رہی ہیں آپ آیا جی" اس نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ جو باتیں آپ میری ساس کے لاڈلے کو سکھا رہی ہیں آیا جی، یہ اگر انہوں نے سن لی تو ان کے اندر آپ کی ساس کی روح آجائے گی" خولہ ہاتھ میں سیب لیے وہاں چلی آرہی تھی جب ان دونوں کی گفتگو پر اس کے کان کھڑے ہوئے تو ان کے قریب آکر بیٹھ گئی۔

"خولہ پتر۔ وہ کہتے ہیں نا لوگ کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے" آیا جی نے لقمہ دیا۔

"دیکھیں جی۔ محبت اور جنگ میں سب جائز ہو یا نہ ہو، مگر محبت میں جنگ اور جنگ میں محبت ہر گز جائز نہیں ہوتی اور آپ اسے محبت میں جنگ کرنے کا کہہ رہی ہیں! آپ کو اسے سمجھانا چاہیئے کہ جب کوئی انکار کر دے تو اس انکار کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ضد نہیں بنائی جاتی۔ محبت فراغ دل ہوتی ہے، ضدی نہیں!"

"انکار اگر عمارہ خود کر دے گی تو میں اس کے انکار کا احترام کروں گا" علی نے پورے اعتماد کے ساتھ انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"عمارہ کے والد صاحب کے انکار کا احترام نہیں کرو گے؟" انہوں نے اسے چھیڑا۔

"بھابھی میں آج بہت ڈسٹرب ہوں۔ پلیز مجھے تنگ نہ کریں" وہ واقعی چِڑ گیا۔

www.novelsclubb.com

"اوہو۔کیا ہوا علی۔ایسا کیا کہہ دیا عمارہ نے؟بتاؤ تو سہی کہ بات کیا ہوئی ہے؟"

"اس نے کہا کہ پھوپھا کو نکمہ داماد نہیں چاہیئے اور اسی لئے وہ مجھ سے شادی نہیں کر سکتی"اس نے ایک بار پھر بوتل سے پانی کا ایک گھونٹ بھرا۔اس کی بات پر خولہ نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

"لیکن اس نے تمہاری ملاقات ہوئی کیسے؟تم تو وہ اس ڈیلر سے ملنے گئے تھے نا؟"

"وہ ڈیلر؟وہ فریبی بھاگ گیا"اس نے خالی بوتل پی کیپ کے قریب اچھال دی

"کیا مطلب بھاگ گیا؟"خولہ کو دھچکا سا لگا۔

"بھاگ گیا مطلب بھاگ گیا۔میرے دو لاکھ ہڑپ کر گیا کمبخت!"

"ایسے کیسے؟پیپر ورک کیا تھا تم نے؟"

"سب کیا تھا بھابھی۔ساری معلومات کروانے کے بعد ڈیل کی تھی مگر آج کل کچھ بھی ہو سکتا ہے۔سب کچھ نقلی بنوایا جا سکتا ہے سو میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔آتے ہوئے آزر بھائی سے مل

کر آرہا ہوں۔ کہہ رہے ہیں کہ کچھ کریں گے اس بارے میں۔ لیکن فی الحال وہ کسی بہت بڑے کیس میں الجھے ہوئے ہیں"

"یہ تو بہت ہی بُرا ہوا پتر۔ اللہ پوچھے ایسے دھوکے بازوں کو" آیا جی نے اظہارِ افسوس کیا۔

"ویسے علی۔ کیا یہ محض اتفاق ہے؟" خولہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"یہی اتنا سب کچھ ایک ساتھ۔ ناکام عاشق، نہ ہونے والا نکما داماد اور دھوکہ کھایا ہوا نیا نویلا بزنس مین! واہ کیا بات ہے میرے بھائی کی!" خولہ سے ہنسی مزید دبائی نہ گئی۔ اس کی بات پر آیا جی بھی ہنس پڑیں۔

"کتنا مزہ آرہا ہے آپ دونوں کو۔ کچھ تو احساس کریں میری بے بسی کا" وہ روہانسا ہوا۔

"اوہو علی۔ پریشان نہیں ہو۔ آزر نے کہا ہے تو وہ دیکھ لیں گے سارا معاملہ۔ اور مل جائے گا وہ آدمی بھی لیکن اگلی بار کے لئے تم زیادہ محتاط رہنا اب"

www.novelsclubb.com

"آیا جی کھانا بن گیا؟" علی کو سمجھانے کے بعد وہ آیا جی کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"ہاں جی خولہ پتر سالن تیار کر دیا تھا ثمینہ باجی نے، بس روٹیاں بنانی باقی ہیں"

"اچھا چلیں میں روٹیاں بناتی ہوں۔تب تک آپ خالہ امی کو بُلا لائیں۔ علی تم بھی آجاؤ فریش ہو کر کھانے کے لئے" وہ کہتی ہوئی کچن کی جانب بڑھ گئی تو علی نے تھکے ہارے انداز میں اٹھتے ہوئے گری ہوئی بوتل اٹھا کر میز پر رکھی، اپنی پی کیپ اٹھائی اور کمرے کی جانب چل دیا۔

اگست 2018

www.novelsclubb.com

قاسم شان کا نام وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ایک ہی لمحے نے اسے دس گیارہ سال پیچھے پہنچا دیا تھا۔ جُنید کو مزید کوئی ہدایت دیئے بغیر وہ تیزی سے اپنے آفس میں لوٹ آیا تھا۔اور وہاں جُنید نا سمجھی کے عالم میں آزر کو جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

آفس آکر اس نے میز کی دراز سے وہی فائل نکالی جس کا تعلق اس کی زندگی کے سب سے اہم کیس سے تھا۔اس نے میز پر رکھی دیگر چیزوں کو ایک طرف کر کے جگہ بنائی اور فائل سے مختلف کاغذات نکال کر میز پر پھیلانے لگا۔کچھ اخبار کی سرخیاں، کچھ رپورٹس، کچھ تصاویر۔وہ باری باری سب ترتیب سے رکھ رہا تھا کہ ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی اس کے ہاتھ حرکت کرنا بھول گئے۔

"وہ ملک۔۔۔ملک پور"

"قاسم۔۔۔"

"اللہ۔۔۔"

www.novelsclubb.com

زنیرہ کی کراہتی ہوئی آواز آج بھی اس کے کانوں میں تازہ تھی۔وہ بغور اس تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ٹرین کی پٹڑی کے پاس پڑا وہ وجود جس کی ٹانگوں کا نچلا حصہ کٹ چکا تھا،ٹرین کے آس پاس بکھرا ہوا لال رنگ،'نا جانے کتنا خون بہا ہو گا اس کا'اس نے سوچا تھا۔اور پھر تصویر الٹی کر کے رکھ دی۔

"سر" گل یار عجلت میں وہاں آیا۔اس کے آنے پر آزر چونک سا گیا۔

"ہاں گل یار۔کیا بات ہے؟"

"سر آپ ٹھیک تو ہیں؟"آزر کے چہرے پر اتری دس سال پرانے کیس کی تھکن واضح تھی۔گل یار پوچھے بغیر رہ نہ سکا

"ہاں سب ٹھیک ہے۔تم بتاؤ کیا خبر لائے ہو"

"سر ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ آج شام چار بجے فلوریڈا جانے والی فلائٹ میں ایک شظفا نامی لڑکی کا نام بھی شامل ہے۔سر ممکن ہے کہ یہ وہی لڑکی ہو جس کی ہمیں تلاش ہے"

"شظفا۔مرحوم عامر کی بیوی جو لاپتہ ہو گئی تھی،ہے نا"

"یس سر۔اب کیا کرنا ہے سر"اس نے کہا تو آزر نے گھڑی پر وقت دیکھا جو دن کے ایک بجا رہی تھی۔

"کانفرس روم میں میٹنگ کے لئے کہہ دو سب کو۔ پانچ منٹ کے اندر اندر" تھوڑی ہی دیر میں وہ سب کانفرس روم میں موجود تھے۔

"زونیر کو مل کا کیس یاد ہے آپ کو" وہ بورڈ پر کچھ لکھتے ہوئے ان سے پوچھ رہا تھا۔

"بالکل یاد ہے سر۔" ایس ایچ او سکندر گویا ہوئے

"تو پھر آپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ وہ کیس ایس ایس پی فاخر زمان کی زندگی کا آخری کیس اور پہلا ناکام کیس تھا۔ جس کا مجرم آج بھی ہمارے ہاتھ نہیں آ سکا"

"لیکن سر اس کیس کا شظفا کے معاملے سے کیا تعلق ہے"

"تعلق کیا ہے، یہی تو پتہ کرنا ہے گل دیار خان۔ زنیرہ کیس کا مجرم قاسم شان جو کہ مجرم ثابت ہو بھی چکا تھا مگر پکڑا نہ جا سکا اور اب میری انویسٹیگیشن کے مطابق وہ آج کل فلوریڈا میں ہو سکتا ہے۔ یہ دیکھیئے" وہ انہیں سفید لفافے دکھانے لگا، "ان لفافوں پر ایک کونے میں جو چھوٹا سا نشان بنا ہوا ہے، یہ فلوریڈا کے ایک شراب خانے کا لوگو ہے، ٹرپل ایس دی بار (مے خانہ) اور یہ شراب خانہ کسی فاکس ایرک کے نام ہے لیکن اس کو بنانے والا قاسم شان ہے"

"او میرے خدا۔ پھر تو ہمیں فوراً اپنا اگلا لائحہ عمل شروع کر دینا چاہیئے سر۔ کیونکہ آج شام چار بجے شنطفا بھی فلوریڈا روانہ ہو جائے گی" گل یار نے تشویش ظاہر کی۔

"لیکن چونکہ قاسم شان کا نام اس کیس میں آ چکا ہے، تو میں ایک بار فیصل آباد کے وہ علاقے دوبارہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں زونیرہ کیس واقع ہوا تھا۔ لیکن ابھی ضروری اور اہم شنطفا کو بچانا ہے"

"سر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شنطفا اس فلائٹ میں نہ ہو، یہ صرف ہمارے بہکانے کے لئے کیا گیا ہو تو اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ وہیں ہو جہاں قاسم شان ہے" ایس ایچ او سکندر نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تو پھر شنطفا کو ریسکیو کرنے کے لئے ٹیم فوری طور پر تیار کریں۔ گل یار خان تم اس ٹیم کو لیڈ کرو گے۔ اور میں فیصل آباد کے لئے نکلتا ہوں"

"سر آپ اکیلے جائیں گے؟" دلاور پوچھ رہا تھا۔

"مجھے زیادہ لوگوں کی ضرورت نہیں ہے دلاور کیونکہ میں فیصل آباد کے ایس ایس پی حماد کی ٹیم کے ساتھ وہاں جاؤں گا۔مجھے یقین ہے کہ وہ تعاون کریں گے۔اور گل یار، کوئی سوال؟ یہ کام آسان نہیں ہے"

"سر آپ کو میری قابلیت پر شک ہے؟"

"نہیں گل یار۔مجھے تمہاری قابلیت پر پورا بھروسا ہے لیکن مجھے تمہاری فکر ہے۔تمہارا ابھی زیادہ تجربہ نہیں ہے اور تم ہمارے لئے بہت اہم ہو۔تم اکیلے پوری ٹیم کو لیڈ (رہنمائی) کر سکو گے؟"

"قربان دے شم (قربان جاؤں) سر آپ بے فکر رہیں۔تجربہ کام کرنے سے آئے گا۔میں ان شااللہ کامیاب لوٹوں گا"

"لیکن سر آپ فیصل آباد خود کیوں جانا چاہتے ہیں۔میرا مطلب ہے کہ ہم یہاں رہ کر بھی فیصل آباد کی پولیس سے مدد لے سکتے ہیں"

"دیکھو دلاور۔ سوال یہ ہے کہ اتنے مہینوں سے ہم شظفا کی تلاش میں تھے۔اور آج اچانک ہمیں اطلاع مل جاتی ہے اس کے فلوریڈا جانے کی۔اتنے ماہ اسے کہاں رکھا گیا ہو گا؟ قاسم شان کے اس کیس کا تعلق ہونے کی وجہ سے میری چھٹی حِس کہتی ہے کہ فیصل آباد میں انہی جگہوں پر جا کر ایک بار دیکھ لینا ضروری ہے۔ہو نہ ہو زونیرہ کیس کا کوئی سرا اس ساری صورتحال سے ملا ہوا ہے"

"ممکن ہے سر ایسا ہی ہو۔اور ایک بات جو مجھے الجھا رہی ہے سر، وہ یہ کہ انہوں نے شظفا کی شناخت مخفی نہیں کی۔حالانکہ انہیں اندازہ تو ہو گا کہ ہم شظفا کی تلاش میں ہیں" سکندر صاحب نے نکتہ اٹھایا تھا۔

"بالکل۔ہو سکتا ہے شظفا محض ایک مہرہ ہو ہمیں بہکانے کے لئے۔اور دیکھیں اس بات کو سمجھیں، ہمیں جن لوگوں کی تلاش ہے وہ پیشہ ور مجرم ہیں۔ان کے پاس پورا سسٹم ہے اس پیشے کو چلانے کے لئے۔اس لئے ہمیں ہر قدم محتاط رہتے ہوئے اٹھانا ہے۔اور سب سے اہم بات یہ کہ آپ سب اپنے ہر نئے موو (حرکت) سے پہلے اطلاع دیں گے"

www.novelsclubb.com

"اس کا مطلب ہے سر کہ ہمیں یہ بھی کنفرم کرنا ہے کہ وہ لڑکی شظفا ہے بھی یا نہیں"

"بالکل گل یار۔اور مجھے نہیں لگتا کہ شظفا اس فلائٹ میں ہو گی بہر حال اب تم ائیر پورٹ جانے کی تیاری کرو۔ سکندر صاحب آپ تھانے کے معاملات دیکھیئے گا۔دلاور تم میرے ساتھ فیصل آباد چل رہے ہو۔ ہمیں کوئی مدد چاہیئے ہو گی تو سکندر صاحب آپ بیک اپ کے طور پر موجود رہیں گے"

"یس سر"

گل یار اپنی ٹیم کے ساتھ نکل گیا تو وہ اپنے آفس چلا آیا۔میز پر وہ سارے کاغذات بکھرے پڑے تھے جو وہ کچھ دیر پہلے دیکھ رہا تھا۔ کہیں کوئی جھول تھا جو اس سے سلجھ نہیں رہا تھا۔وہ یہ تو جانتا تھا کہ کچھ ہے جو اس کی نظر میں نہیں آیا۔ مگر کیا؟ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے دوبارہ کانفرس روم کا رُخ کیا تھا۔بورڈ کے سامنے کھڑا وہ گہری سوچ میں غرق تھا۔اسی لمحے اس کا موبائل بجا تھا۔

"سر"کچھ دیر بعد دلاور تقریباً دوڑتا ہوا آیا تھا"ایک اچھی خبر لایا ہوں"

آزر موبائل پر موصول ہونے والا پیغام پڑھ رہا تھا دلاور کی آواز پر اس کی جانب مڑا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیس نمبر دو کا ملزم رضوان مل گیا ہے. ہم نے کارروائی کا آغاز کر دیا ہے سر" دلاور خوشی سے کہہ رہا تھا۔

"زبردست دلاور۔ چلو آؤ زرار ضوان سے گپ شپ لگاتے ہیں" اس نے گپ شپ پر زور دے کر کہا۔ اسی اثناء میں واکی ٹاکی میں کھڑ کھڑ کی آواز آنے لگی۔

"ہیلو ہیلو پٹھان اسپیکنگ۔ پٹھان اسپیکنگ سر" گل یار اپنا کوڈ نیم دہرا رہا تھا۔

"ہاں ہاں بولو۔ ہم تمہیں سن سکتے ہیں" وہ واکی ٹاکی چہرے کے قریب لا کر بولا۔

"سر آپ کا شک صحیح تھا۔ جو لڑکی شنطفا کے نام سے درج ہے، وہ اس تصویر سے نہیں ملتی جو تصویر ہمارے پاس ہے سر۔ یہ تو کوئی سنہری بالوں والی چھوٹے سے قد کی لڑکی ہے۔ اسد کو لڑکی کے بھیس میں اس لڑکی کے ساتھ بٹھا رکھا ہے اور اسی نے دیکھا کہ لڑکی کے ٹکٹ پر شنطفا کا نام درج ہے"

"اس کے علاوہ کوئی غیر معمولی بات جو تم نے محسوس کی ہو گل یار؟" آزر پوری توجہ سے اس کی بات سن رہا تھا۔

"سر اور یہاں ایک کالے سوٹ میں ملبوس آدمی کے ساتھ مکمل برقعے میں ایک خاتون موجود ہے جس پر مجھے شظفا ہونے کا شک ہے"

اور تمہیں اس پہ شک کیوں ہے؟"

"سر یہ آدمی لگ بھگ اسی حلیے میں ہے جیسا حلیہ دلاور نے عمیر کے قاتل کا بتایا تھا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہ وہی ہے سر"

"سنو پٹھان۔ فلائٹ میں ابھی ایک گھنٹہ ہے"، اس نے کلائی میں بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی، "تم تب تک پتہ لگاؤ کہ وہ برقعہ پوش شظفا ہے یا نہیں۔ شظفا فلوریڈا نہیں جانی چاہیئے۔ کسی بھی حالت میں ہمیں اسے بچانا ہے۔ اور میں آج فیصل آباد نہیں جا رہا، میری حماد سے بات ہو گئی ہے، وہ فیصل آباد ریلوے کے قریبی علاقوں میں شظفا کی تلاش جاری رکھے ہوئے ہے۔ میں تھوڑی دیر تک تمہارے پاس ائیر پورٹ پہنچ جاؤں گا۔ آگے تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔

خود کو نظر میں نہیں آنے دینا اور معاملہ ہاتھ سے نکلتا لگے تو آگے نہیں بڑھنا۔اپنی اور ٹیم کی حفاظت تمہاری پہلی ترجیح ہونی چاہیئے۔ سمجھ گئے؟"

"یس سر"

اس کے ساتھ ہی واکی ٹاکی میں خاموشی چھا گئی اور وہ دلاور کے ساتھ کانفرنس روم سے نکل گیا۔

حوالات میں منظر اس کی توقع سے زرا الگ تھا۔سلاخوں کے پیچھے رضوان موجود تھا اور اِس پار ایس ایچ او سکندر کے سامنے والے صوفے پر خولہ بیٹھی تھی۔

"السلام علیکم ایس ایس پی آزر، کیسے ہیں آپ؟" وہ اسے دیکھ کر دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"وعلیکم السلام پراسیکیوٹر خولہ اصغر" وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں بپلک پراسیکیوٹر کی حیثیت سے یہاں موجود ہوں" اس نے دوٹوک کہا تھا۔آزر قریب آ کر میز پر رکھی فائل اٹھاتے ہوئے کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں سمجھ گیا پر اسیکیوٹر صاحبہ۔ لیکن آپ جلدی نہیں آ گئیں؟"

"مجھے جیسے ہی اطلاع ملی، میں فوراً چلی آئی کیونکہ مجھے رضوان کے پکڑے جانا کا بہت انتظار تھا"

"آپ کو تھوڑا اور انتظار کرنا پڑے گا"

"کوئی مسئلہ نہیں"

"اچھا تو پھر آپ تفتیش مکمل ہونے تک یہاں انتظار کیجئے۔ اس کے بعد میں آپ کو ساری معلومات مہیا کروں گا۔ ٹھیک ہے؟ تب تک اگر آپ چاہیں تو دلاور سے اس کیس کے متعلق جو پوچھنا ہے، پوچھ سکتی ہیں"، وہ دلاور کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔ وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا تو سکندر صاحب اس کے ساتھ ہو لیئے۔ اور دلاور خولہ کو ساتھ لئے کانفرس روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

دلاور خولہ کو ضروری تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا جب آدھے گھنٹے کے وقفے کے بعد آزر اور سکندر صاحب تفتیش مکمل کر کے وہاں آئے۔

"رضوان نے سب اُگل دیا ہے۔وہ خود ان لوگوں سے بچتا پھر رہا ہے جن کے لئے اس نے کائنات پر ظلم کیا۔رضوان سے ہمیں کافی سراغ ملے ہیں۔لیکن اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ گل یار کی طرف سے کیا اپڈیٹ ہے؟"آزر پوچھ رہا تھا۔

"سر اس نے دوبارہ رابطہ نہیں کیا"دلاور کی بات مکمل ہوتے ہی آزر واکی ٹاکی منہ کے قریب لے جا چکا تھا۔

"پٹھان ہمیں وہاں کی صورتحال بتاؤ"وہ پوچھ رہا تھا۔

"پٹھان!کیا تم مجھے سن سکتے ہو؟" واکی ٹاکی میں شور سا ہوا۔اور پھر کسی کی پھٹی پھٹی سی آواز سنائی دی۔

"ٹینکی اسپیکنگ سر۔شظفا کو ریسکیو کر لیا گیا ہے۔اور ہمارے کچھ سپاہی اس کالے سوٹ میں ملبوس آدمی کو پکڑنے اس کے پیچھے گئے ہیں"یہ اسد تھا

"پٹھان کہاں ہے؟"

"شظفا کی جگہ جہاز میں ہے سر"

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب؟" آزر چلایا

"سر میں آپ کو تھانے پہنچ کر سب بتاتا ہوں" اسد اجلت میں کہہ رہا تھا۔ وا کی ٹا کی میں پھر شور ہونے لگا۔

"بیک اپ۔ بیک اپ" کوئی کہہ رہا تھا۔ اس آواز نے وہاں موجود سبھی کے کان کھڑے کر دیئے

"دلاور چلو ائرپورٹ کی طرف۔ سکندر صاحب۔ ٹیم تیار ہے؟"

"جی سر" اس کے ساتھ ہی آزر اور دلاور وہاں سے چل دیئے۔ سکندر صاحب نے خولہ کی طرف رُخ کیا تھا جو معاملے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"بیٹھیئے پلیز۔" سکندر صاحب نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، "رضوان نے کافی حد تک اقبالِ جرم کر لیا ہے اور اس کے خلاف ثبوت بھی موجود ہیں۔ آپ سمجھیں کہ کائنات کا کیس آپ تقریباً جیت چکی ہیں"

سکندر صاحب اسے رضوان کے متعلق بتانے لگے۔

وہ ائیر پورٹ پہنچتے ہی مطلوبہ جگہ تلاش کرنے لگا۔ائیر پورٹ کے پیچھلے راستے پر اس کے دو سپاہی خون میں لت پت پڑے تھے۔آزر نے نظر پڑتے ہی ان کی طرف دوڑ لگا دی

"دلاور۔گل یار کو ڈھونڈو"اس نے ہانپتے ہوئے کہا تو دلاور ائیر پورٹ کے اندر کی طرف بھاگا۔ آزر نے قریب جا کر ان دونوں سپاہیوں کی گردن پر دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں رکھ کر نبض محسوس کرنے کی کوشش کی۔پھر اپنی مٹھیاں دبا کر رہ گیا۔کچھ پل وہ ان دونوں کے چہروں کو دیکھتا رہا اور پھر موبائل نکال کر کوئی نمبر ملانے لگا۔

"ڈاکٹر ڈان۔آپ کو دو ڈیڈ باڈیز بھیج رہا ہوں۔عمیر کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کو ذہن میں رکھیئے گا۔کام ارجنٹ ہے"اس نے سرسری سی اطلاع دی اور رابطہ منقطع کر دیا۔

وہ واپسی کے لئے پلٹا کہ اس کی طرف دوڑ کر آتے دلاور کو دیکھ کر وہیں ٹھہر گیا۔

"فلائٹ ٹیک آف کر چکی ہے سر۔ہم نے پورا ائیر پورٹ دیکھ لیا ہے، گل یار کہیں نہیں ہے۔ بظاہر یہی لگ رہا ہے کہ وہ جہاز میں ہی تھا" دلاور اسے بتا کر اس کے جواب کا منتظر تھا۔ مگر وہ خاموشی سے کھڑا رہا۔چند لمحے یونہی گزر گئے تھے۔

"سر؟" دلاور نے پکارا تو وہ اپنی سوچوں سے واپس آیا اور خاموشی سے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ دلاور بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا۔

وہ تھانے پہنچا تو خولہ جا چکی تھی۔ جبکہ شنطفا کی حالت مارے خوف کے قدرے ناساز تھی۔وہ بار بار بے ہوش ہو رہی تھی۔ سو اسے فوری طور پر ہسپتال بھیج دیا گیا تھا۔

"سر وہ آدمی پھر ہاتھ سے نکل گیا؟" اسد پوچھ رہا تھا

"صرف وہ آدمی نہیں بلکہ ہمارے دو سپاہیوں کی جانیں بھی۔ بہر حال ہوا کیا تھا؟" اسی لمحے آزر نے اسد کے حلیے پر غور کیا تھا۔اسد خاصا خوبصورت دبلا پتلا سا تھا۔ کلین شیو کے ساتھ میک اپ اور لمبے بالوں کی وِگ لگا کر وہ کسی کو بھی لڑکی ہونے کا دھوکہ دے سکتا تھا۔

اسد نے آزر کی نظریں خود پر محسوس کیں تو جھٹ سے وِگ اتار دی اور قریب رکھے ٹشو کے ڈبے سے ٹشو نکلا کر ہونٹوں پر لگی گلابی لپ اسٹک صاف کرنے لگا۔

"سر وہ سنہری بالوں والی لڑکی غیر ملکی ہے اور وہ اس کالے سوٹ بوٹ والے آدمی کی ہی ساتھی ہے۔ شنطفا کو وہ آدمی اپنے ساتھ لایا تھا اور اس لڑکی کے حوالے کر دیا تھا۔ سنہری بالوں والی لڑکی اکیلی نہیں ہے، اس کے ساتھی پورے ائیر پورٹ پر پھیلے ہوئے تھے۔ چونکہ شنطفا کا ٹکٹ اسی لڑکی کے پاس تھا تو ہمیں یہی تاثر ملا کہ وہی شنطفا ہے۔ بہر حال، شنطفا کو بچانے کے لئے اس وقت یہی بہتر تھا کہ اسے منظر سے ہٹایا جائے۔ میں نے شنطفا کے برقعے پر چاہے گرا دی تھی جس کی وجہ سے اسے ریسٹ روم جانا پڑا۔ میں ساتھ ساتھ تھا کیونکہ میرے ہاتھوں پر بھی چائے گری تھی۔ غیر ملکی لڑکی اس وقت بورڈنگ کروا رہی تھی سو وہ ساتھ نہ جا سکی۔ اور ویسے بھی کامران نے اسے باتوں میں الجھا لیا تھا۔ البتہ اس کے ساتھی ریسٹ روم کے باہر نگرانی پر موجود تھے"

اسد نے اپنے ساتھی کامران کی جانب اشارہ کیا جو نیلے پینٹ کورٹ میں ملبوس جینٹل مین بنا کھڑا تھا۔ایک طرف خالی سوٹ کیس تھا جو یقیناً اس نے خود کو مسافر ظاہر کرنے کے لئے ساتھ رکھا تھا۔

"ریسٹ روم میں گل یار پہلے سے موجود تھا۔کیونکہ ہم سب میں سے صرف گل یار کا قد کاٹھ شظفا سے ملتا تھا سو وہ برقعہ پہن کر شظفا کی جگہ چل دیا۔اس کے ساتھ ساتھ اس کے نگران بھی آگے بڑھ گئے تو ہم شظفا کو لے کر ائیر پورٹ سے نکل آئے۔جب آپ سے رابطہ ہوا تب ہم شظفا کو لے کر نکل رہے تھے سر"

"اور بیک اپ کے لئے الیاس وغیرہ نے کہا تھا جو اس آدمی کے پیچھے گئے تھے۔واللہ عالم کے ان کے بیچ کیا ہوا تھا"

"اور یہ ساری منصوبہ بندی گل یار خان نے ہی کی ہو گی"

"جی سر"

www.novelsclubb.com

"لیکن اسے فلوریڈا نہیں جانا چاہیئے تھا۔اس آدمی نے ہمارے بندے مار کر فوری طور پر اس لڑکی کو اطلاع دے دی ہو گی"

"لیکن سر مجھے یقین ہے اسے شک نہیں ہوا ہو گا کہ برقعے میں شنطفا کی جگہ کوئی اور ہے۔اس نے گرین سگنل ہی دیا ہو گا تبھی وہ آدمی چلا گیا۔ورنہ وہ فوری طور پر واپس پلٹ جاتا۔اور آپ فکر نہیں کریں سر۔گل یار سب سنبھال لے گا"

"کیسے سنبھال لے گا دلاور۔وہ اکیلا ہی چل پڑا فلوریڈا اور اب اس سے رابطہ بھی نہیں ہو پا رہا"

"سر وہ جیسے ہی رابطہ کرے گا ہم اپنی ٹیم اس کی مدد کے لئے بھیج سکتے ہیں۔انٹیلیجنس سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔آخر وہاں کسی کو تو جانا ہی تھا"سکندر صاحب نے مثبت پہلو نکالا تھا۔آزر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اگلی صبح وہ فیصل آباد کے لئے نکل گیا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ دس سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے۔اور مجرم ابھی تک آزاد ہے!"

نشاط آباد ریلوے لائن کے قریب کھڑا حماد، آزر سے کہہ رہا تھا جو ٹکٹکی باندھے ایک ہی سمت دیکھ رہا تھا۔ گویا وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔اس کی آنکھوں میں اس وقت جو اضطراب تھا، آج اس اضطراب کی جگہ عزم تھا۔البتہ اُس لمحے کی بے بسی آج بھی موجود تھی۔

"لیکن وہ زیادہ دیر آزاد نہیں رہ سکے گا حماد۔اسے میں اس کے انجام تک پہنچاؤں گا اور اس کے لئے مجھے تمہاری مدد چاہیئے"

"میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں۔اسی طرح جس طرح دس سال قبل ساتھ کھڑا تھا۔یہ لڑائی ہم سب کی لڑائی ہے" حماد پُر عزم تھا، "چلو ملک پور چلیں" حماد نے اسے ساتھ چلنے کا کہا تو وہ ایک آخری نگاہ پٹڑی پر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔

ملک پور کی گلیوں میں اپنی جان اور آبرو کو بچانے کے لئے بھاگتی ہوئی زونیرہ کے قدموں کا شور تھا۔یا شاید اس کے لاشعور میں وہ لڑکی آج بھی بھاگ رہی تھی۔وہ ملک پور کی حدود میں داخل

www.novelsclubb.com

ہوتا ہوا اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ ہر زاویے سے چاروں طرف نگاہ دوڑاتا جا رہا تھا۔ کہ یکایک اس کے قدم رُک گئے۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا؟ یہاں تو ایک حویلی ہوا کرتی تھی ناجہاں سے زونیرہ کے یونیفارم کا دوپٹہ ملا تھا؟ اور یہی شک تھا کہ اسے اغوا کے بعد یہیں رکھا گیا تھا؟" آزر ششدر رہ گیا کہ اس کے سامنے کسی حویلی کی بجائے ایک مزار تھا۔ ایک بڑا وسیع مزار جس کے داخلی دروازے کے اوپر بڑے حروف میں 'آستانہ سردار' لکھا ہوا تھا۔

"ہاں یہاں وہی حویلی تھی۔ لیکن اب یہاں یہ مزار بن چکا ہے۔ غالباً چھے سال پہلے بنا تھا یہ۔ میں کل تمہارا فون آنے پر اپنے کچھ لوگوں کو سِول کپڑوں میں بھیج کر اس مزار کا اچھی طرح جائزہ لے چکا ہوں لیکن یہاں کوئی غیر معمولی شے نہیں ملی اور اسی دربار کی وجہ سے ہی میں نے تمہیں یونیفارم میں آنے سے منع کیا تھا۔ پولیس وردی کے ساتھ اندر جانا دشمن کو محتاط کر سکتا تھا۔

"ہاں میں سمجھ گیا تھا۔ لیکن یہ مزار بنوایا کس نے؟ اور یہاں تو اچھا خاصا ہجوم ہے لوگوں کا"

"یہاں کے لوگ اپنی منتیں مرادیں پوری کروانے یہیں آتے ہیں۔اور اس مزار کا بہت احترام کرتے ہیں۔ان پانچ چھے سالوں میں یہ مزار اس علاقے میں خاصا مقبول ہو چکا ہے۔لوگ مذہب کے نام پر ایسی چیزوں پر اندھا اعتماد جو کر لیتے ہیں بغیر یہ سوچے کہ ان کے حد سے گزر جانے پر وہ شرک کے مرتکب بھی ہو سکتے ہیں" حماد اسے تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

"چلو پھر اندر چل کر دیکھتے ہیں"

مزار کی عمارت پر جگہ جگہ سبز کپڑے باندھے گئے تھے۔دائیں جانب موجود برگد کے درخت کے گرد لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس درخت پر منت کے سرخ اور سیاہ دھاگے باندھ رہے تھے۔دربار کی سیڑھیاں چوڑی تھیں۔جن کے فوراً بعد ایک وسیع برآمدہ تھا۔اور برآمدے کو عبور کر کے وہ کمرہ جہاں کئی لوگ کھڑے دعا گو تھے۔وہاں موجود ایک قبر کو ٹائلیں لگا کر خاصا اونچا کیا گیا تھا۔قبر تازہ گلاب کی پتیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔آزر کی نگاہ قبر کے قطبے پر جا کر ٹھہری تو وہ وہیں رُک گیا۔

"حضرت سردار سبکتگین شاہ سرکار-وصال 2012ء" آزر نے قطبے پر لکھے حروف زیرِ لب دہرائے۔

"یہ نام کہیں سُنا سُنا لگ رہا ہے" حماد اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا جبکہ آزر نے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

"آؤ اس مزار کو اچھے سے جائزہ لیتے ہیں۔ کیونکہ میرا شک اب یقین میں بدل گیا ہے کہ ہم صحیح جگہ پر ہیں" آزر نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اگلے ایک ڈیڑھ گھنٹے تک وہ مزار کا ہر کونہ دیکھ چُکے تھے۔

"میری تو سمجھ سے باہر ہے۔ یہ معاملہ آخر ہے کیا"

حماد نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اب مزار سے باہر آ رہے تھے۔ مزار کی چوڑی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر آزر نے ایک بار پھر چاروں اطراف کا جائزہ لیا۔ اور پھر ایک طنزیہ ہنسی اس کے لبوں پر آ گئی۔

"کیا ہوا؟" حماد نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"میں حیران ہوں حماد۔بلکہ یوں کہو کہ میرا ذہن یہاں کام کرنا چھوڑ رہا ہے۔سردار سبکتگین شاہ! تمہیں یاد دلادوں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے قاسم شان کی پشت پناہی کی تھی،ابو کی ڈائری میں یہ نام میں نے کئی جگہ پڑھا ہے۔اور یہ وہی شخص ہے جس کو ابو کی تفتیش کی خبر مل گئی تھی اور اس نے موقع ملتے ہی اس وقت کے آئی جی کے ساتھ مل کر ابو پر حملہ کروادیا جس سے ان کی جان چلی گئی۔اور زونیرہ کو مل کا یہ کیس بند کروادیا تاکہ اس کے اور اس کے اس لاڈلے قاسم شان کے جرائم سامنے نہ آسکیں۔اور آج اسی شخص کی قبر پر یہ لوگ،یہ عقل کے اندھے لوگ چڑھاوے چڑھا رہے ہیں!اس کے مزار پر منتیں مان رہے ہیں!یہ کیسی دنیا ہے حماد؟یہ کیسے لوگ ہیں؟"آزر کہہ رہا تھا،"تم اندازہ لگا سکتے ہو اس وقت میری حالت کا؟"

حماد بغیر پلک جھپکے اس کی بات سن رہا تھا۔جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو۔اس نے ایک نظر آزر کو اور دوسری نظر مزار پر موجود لوگوں کے ہجوم پر ڈالی اور پھر ایک سرد آہ بھری۔

"آزر!دنیا صرف وہ دیکھتی ہے جو اسے دکھایا جاتا ہے۔وہ کہتے ہیں نا کہ آنکھ وہ نہیں دیکھ سکتی جو ذہن جانتا نہ ہو۔جب تک یہ لوگ اپنا ذہن اپنی عقل کا استعمال نہیں کریں گے،ان کی آنکھ بینا

ہو کر بھی نابینا ہو گی۔ سردار سبکتگین شاہ کا یہاں کافی نام تھا۔اس کے جرائم لوگوں کے سامنے نہیں ہیں،البتہ لوگ اس کی ان عنایات کو نہیں بھولے جو اس نے یہاں کے غریبوں پر کی۔اس نے اس علاقے میں اپنی ایک ساکھ بنا رکھی تھی۔یہ لوگ تو سوچ بھی نہیں سکتے ہوں گے کہ سردار در حقیقت گداگروں کا سردار تھا،چائلڈ ٹریفکنگ کرتا تھا۔

اور یہ مزار تو ان سارے مزاروں کی بھی توہین کر رہا ہے جو واقعتاً ولیوں کی قبروں پر یادگار کے طور پر بنائے گئے ہیں۔یہ مزار تو ایک فریب ہے۔جھوٹ ہے محض دھوکہ ہے"حماد کی بات مکمل ہوئی ہی تھی کہ کوئی شخص آزر سے ٹکرایا تھا۔آزر لڑکھڑایا اور سیڑھیوں سے گرنے لگا مگر حماد نے فوراً آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ان کے پیچھے ایک خوبرو شخص کھڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

"معاف کیجئے گا"وہ گھمبیر آواز میں آزر سے مخاطب ہوا تھا۔

"کوئی بات نہیں"آزر نے مسکرا کر جواب دیا تو وہ شخص پلٹ کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔آزر بغور اس کی لنگڑی چال کو دیکھ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں چلنا چاہیئے اب" حماد نے کہا تو آزر نے اس کی بات کی تائید میں قدم واپسی کے لئے بڑھا دیئے۔

"اب کیا کرنا ہے۔ ہمیں تو کوئی سراغ نہیں ملا یہاں سے" حماد پوچھ رہا تھا۔

"میں خود نہیں جانتا کہ اب کیا کرنا ہے" آزر کے انداز میں تھکن تھی۔ حماد نے اس تھکن کو محسوس کیا تھا سو اس نے مزید کوئی بات نہ کی۔

"ماں آپ نے ابو سے بات کی؟" کالج سے گھر آتے ہی وہ طاہرہ سے پوچھنے لگی۔

"کونسی بات؟"

"افوہ۔ یہی منگنی والی جو انہوں نے کل فیصلہ سنایا تھا"

"عمارہ میں بات کر بھی لیتی تو کوئی فائدہ ہو سکتا تھا؟ اور سچ کہوں عمارہ، میں ملی ہوں ارمغان سے۔ اچھا لڑکا ہے۔ ملنسار ہے سلجھا ہوا، تم ملو گی تو اچھا لگے گا تمہیں بھی" وہ کہہ رہی تھیں اور

www.novelsclubb.com

عمارہ آنکھیں پھیلائے انہیں دیکھے گئی۔ بھری دنیا میں اللہ کے بعد ایک وہی تو تھیں جو اس کے دل کی حالت سے واقف تھیں اور آج وہ بھی اس کے دل کی حالت کو ایسے نظر انداز کر رہی تھیں جیسے بالکل لاعلم ہوں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں تو اس نے جھٹ سے منہ پھیر لیا اور خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ طاہرہ افسردگی سے اسے جاتا دیکھتے ہوئے ہاتھ مل رہی تھیں کہ عمارہ کے حق میں وہ جتنی کوشش کر سکتی تھیں، کر چکی تھیں۔

جالی دار دروازہ کھلا تھا اور وہ راہداری عبور کر کے لاؤنج میں آتا ہوا وہاں کھڑی ہاتھ ملتی طاہرہ کو دیکھ کر ٹھہر گیا۔

"کیا ہوا ماں؟" وہ آگے بڑھا تھا۔ اس کی آواز پر وہ چونک کر مڑیں اور سرد آہ بھر کر صوفے پر آ بیٹھیں۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہونا ہے۔ منگنی سر پر ہے اور لڑکی رضامند نہیں ہے، تمہارے ابو کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ بتاؤ میں کیا کروں؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں، "بلکہ محد۔ تم بات کرو ناں رضا سے، وہ تمہاری بات سنتے ہیں"

"ماں میں کیا بات کروں"، وہ چِڑ سا گیا، "خوامخواہ وہی ساری بحث دوبارہ ہو گی اور ابو خفا الگ ہوں گے۔ عمارہ کو سمجھائیں آپ کہ کر لے منگنی، تھوڑا وقت گزارے ہو سکتا ہے اس کا دل مان جائے"

"جیسے آپ کا دل مان گیا تھا؟ اور جیسے ہانیہ کا دل بدل گیا آپ کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد؟" وہ جو آدھی سیڑھیوں سے پلٹ آئی تھی، قدرے خشک لہجے میں کہنے لگی، "ان سے آپ بات ہی کیوں کر رہی ہیں ماں؟ محد بھائی کو آج کل کسی کی پرواہ ہے؟ انہیں زرا سا خیال بھی ہے کہ ان کے آس پاس کے لوگوں کو ان کی ضرورت ہو سکتی ہے؟"

"عمارہ میں ابو سے بات کر چکا ہوں۔ مزید نہیں کروں گا۔ اور تم بھی تھوڑی لچک پیدا کرو خود میں۔ ضد ہی لگا کر بیٹھ گئی ہو۔ کیا برائی ہے ارمغان میں؟" اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور لہجہ قدرے

کرخت۔ عمارہ نے بے یقینی سے محد کو دیکھا تھا جیسے اس کی آخری امید بھی اس لمحے دم توڑ گئی ہو۔

"میں چاہتی بھی نہیں کہ آپ بات کریں۔ آپ اپنا ہجر منائیں، وہ زیادہ اہم ہے۔ اور ماں" اس نے رُخ موڑ کر طاہرہ کی طرف دیکھا، "ابو سے کہہ دیجئے گا کہ میں منگنی کے لئے تیار ہوں" سرد مہری سے کہہ کر بات مکمل کرتے ہوئے اس نے ایک سرد نگاہ محد پر ڈالی، اور بے نیازی سے "سمو کی کہاں ہے؟" کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

محد نے جھنجھلا کر ماں کی طرف دیکھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے محد؟ تم جانتے ہو کہ وہ پریشان ہے۔ کیوں غصہ کرنے لگے ہو بات بات پر"

"آپ کو لگتا ہے کہ اس نے جو کچھ مجھے کہا وہ اسے کہنا چاہیئے تھا؟ ایسے طعنہ دینا چاہیئے تھا؟"

"طعنہ نہیں دیا اس نے۔ حقیقت سے آگاہ کیا ہے اور اسے ایسا بولنے پر تمہارے رویے نے مجبور کیا" وہ سمجھانے کے سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"ماں میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا" اس نے جھجھلا کر کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

-

کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ وہ معمول کے مطابق اپنے بستر پر نیم دراز، کانوں میں ہینڈ فری لگائے اپنے پسندیدہ گیت سننے میں مگن تھا۔ گیت کی دُھن کے ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ بلا اختیار چُٹکی بجا رہے تھے۔

اس کا کچھ دیر پہلے عمارہ کی باتوں پر آیا غصہ قدرے زائل ہو چکا تھا۔ ساتھ ہی موبائل سرچ انجن پر وہ اپنے پسندیدہ گلوکار کی نئی البم کے گانے نکال رہا تھا۔ اپنے موڈ کے مطابق وہ ہر طرح کے گانے سن لیا کرتا تھا مگر ہپ ہاپ اور ریپ سے اسے الگ ہی لگاؤ تھا۔ تھوڑا بہت تنہا پسند تو وہ پہلے بھی تھا مگر وہ آج تک کبھی ایسی کسی شے کا عادی نہیں ہوا تھا اور اب جب اسے ایسی موسیقی اور تنہا پسندی کی عادت پڑی تھی تو ایسی کہ شاید ہی وہ اسے چھوڑ پاتا۔

پھر ایسی عادتیں جب حد سے بڑھ جائیں تو فائدے سے زیادہ نقصان دیا کرتی ہیں۔ایسے اپنے منفی اثرات مرتب کرنے لگتی ہیں کہ انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا۔اپنے پسندیدہ گلوکار کی نئی میوزک البم ڈھونڈتے ڈھونڈتے نا جانے کب کیسے وہ ایسی ویب سائٹس پر جا پہنچا جہاں اسے نہیں جانا چاہیئے تھا۔جہاں کسی کو بھی نہیں جانا چاہیئے کہ وہ راستہ شیطان کا راستہ ہے۔تباہی کا راستہ ہے۔

"اور دیکھو زنا کے قریب بھی نہ جاؤ" کبھی کہیں سنی ہوئی آیت کا ٹکڑا ایک لمحے کو اس کے ذہن میں آیا بھی مگر اگلے لمحے نفس نے اسے ذہن میں وہیں پیچھے دھکیل دیا جہاں سے وہ ابھرا تھا۔

بس وہ ایک ہی لمحہ اسے بھٹکانے کے لئے کافی تھا۔سو وہ آج بھٹک گیا تھا اور ایسے بھٹکا تھا کہ اسے خود بھی علم نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

گناہ کا سرور گناہ کرتے وقت خوفِ سزا مٹا کر ضمیر کو سُلا دیتا ہے۔اور آج اس کا ضمیر بھی کہیں جا سویا تھا۔جبکہ وہ خود رات دیر تک نیم تاریک کمرے میں بیٹھا تاریکیوں میں ڈوبتا رہا۔

صبح کسی الارم پر اس کی آنکھ نہیں کُھلی تھی۔جس کے باعث اسے ہسپتال سے بھی خاصی دیر ہو گئی۔بے توجہی سے ہسپتال میں کام نمٹاتے، بار بار بھٹکتے ذہن کو دوبارہ کام پر لگاتے اور رات

دیر تک جاگتے رہنے کے باعث نیند کی کمی کو نظر انداز کرتے اس نے بمشکل دن گزارا تھا۔ شام کو گھر لوٹا تو رضا احمد اسی کے منتظر تھے۔ وہ اسے اگلے دن ہونے والی عمارہ کی منگنی کی تقریب کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔

"جی ابو میں کل کی چھٹی لے آیا ہوں" وہ انہیں کہہ کر اور باقی معاملات سمجھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

اسے لگا تھا کہ وہ آج خوب سوئے گا مگر رات کب کی طاری ہو چکی تھی اور نیند تھی کہ اس کی انکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ بستر پر لیٹا مسلسل چھت کو گھور رہا تھا۔ ندامت، ہتک یا مایوسی، ناجانے کیا تھا جو اسے سونے نہیں دے رہا تھا۔ کل رات کی کیفیت کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کا دل بھاری ہو رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ ہے جو اس سے چھوٹ گیا ہو۔ گھبراہٹ، خوف اور غیر معمولی اداسی کی سی کیفیت مسلسل اس پر طاری تھی۔

اس کا موبائل سائیڈ ٹیبل پر موجود تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل پر وقت دیکھا، رات کے آخری پہر کا وقت تھا۔ اس نے موبائل دوبارہ وہیں چھوڑ دیا اور بستر سے اٹھ کر کمرے میں چہل

قدمی کرنے لگا۔چلتے چلتے وہ کھڑکی کے قریب آکر ٹھہر گیا۔اسٹڈی ٹیبل پر رکھا اے سی کا رموٹ اٹھایا اور درجہ حرارت پہلے سے کم کر دیا کہ شاید اے سی کی ٹھنڈک اس کی گھبراہٹ کو کم کر سکے۔

کچھ دیر تک وہ یونہی کھڑکی کے پاس کھڑا رہا۔پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔اس سے پہلے اس وقت اس کی آنکھ کھل جاتی تھی تو وہ تہجد کی تیاری میں لگ جاتا تھا۔لیکن اب کئی دنوں سے وہ جو نماز بمشکل پڑھتا تھا، تہجد کیسے ادا کرتا۔اس کے دل میں آج تہجد کا خیال دور دور تک نہیں تھا۔

دس پندرہ منٹ گزر جانے کے بعد اس کی بے قراری میں کچھ کمی آگئی تھی۔وہ بہتر محسوس کر رہا تھا سو آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا دوبارہ بستر پر آلیٹا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔مگر نیند ندارد۔

زندگی عجیب ڈگر پر چل نکلے گی، اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔اسے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ کبھی ایسے راستوں پر چل نکلے گا جن راستوں کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔اسے یہی لگتا تھا کہ ہانیہ کے چھوڑ جانے کے بعد اس کا اب کسی کام میں جی نہیں لگتا تھا۔حالانکہ حقیقت کچھ اور تھی۔

اس کے مزاج میں آتی نمایاں تبدیلی کم از کم ہانیہ کے جانے سے نہیں آئی تھی۔البتہ ہانیہ کے ایسے اچانک اسے چھوڑ دینے کو اس نے خود پر اتنا حاوی کر لیا تھا کہ اب بات بات پر وہ چڑ چڑا ہونے لگتا تھا۔کسی روبوٹ کی طرح صبح ہسپتال جاتا تھا اور شام کو واپس آ کر اپنے کمرے میں بیٹھا رہتا۔کبھی کبھی رات کے وقت بھی اسے ہسپتال جانا پڑتا تو اگلی صبح دیر تک وہ سوتا رہتا۔وہ اپنی اس غیر معمولی اداسی سے چڑنے لگا تھا۔

"کیوں شرک میں ہے تو پھنسا ہوا"

"کیوں نور سے تُو دور ہے"

وہ اپنی اس کیفیت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا جب اس آواز پر اس کے کان کھڑے ہوئے۔یہ آواز اس نے پہلے سن رکھی تھی۔آج کتنے دنوں بعد اسے یہ آواز دوبادہ سنائی دی تھی۔وہی سوز تھا اس آواز میں۔وہ محسور سا ہو کر دوبارہ اٹھ بیٹھا۔

"جِسے ڈھونڈتا ہے یہاں وہاں"

"دل میں تیرے موجود ہے"

"نہ تیرا خدا کوئی اور ہے"

"نہ میرا خدا کوئی اور ہے"

"یہ جو راستے ہیں جُدا جُدا"

"یہ معاملہ کوئی اور ہے"

اس کے کانوں میں وہ پر سوز آواز پڑ رہی تھی جسے سن کر اس کے اندر کی ہلچل گویا تھمنے سی لگی۔ کئی طرح کی موسیقی سننے کے بعد بھی اس نے اپنے دل پر ایسا اثر ہوتا ہوا کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔اسے فیصلہ کرنے میں ایک لمحہ لگا تھا۔وہ جھٹ سے وضو کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کا اندازہ تھا کہ یہ آواز جامع مسجد سے آ رہی تھی سو وہ گھر سے نکلتے ہی جامع مسجد کے راستے پر چل پڑا تھا۔اور اس کا اندازہ درست تھا کہ جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا، آواز واضح ہوتی جا رہی تھی۔

"تُو کیوں پوجتا ہے انسان کو"

پڑھنے والے کی گویا رونے سے آواز قدرے بھاری ہونے لگی تھی۔ محد مسجد کے اندر قدم رکھ رہا تھا۔

"تُو کیوں پوجتا ہے انسان کو"

"اللہ ہی لا معبود ہے"

آج کتنے دنوں بعد وہ مسجد آیا تھا۔ شاید پچھلے ہفتے آخری بار وہ یہاں آیا تھا۔ ہاں جمعہ پڑھنے، وہ آگے بڑھتا ہوا سوچ رہا تھا۔ مسجد بالکل خالی تھی۔ مسجد کے وسیع صحن میں صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ اس کا جی چاہا کہ وہیں بیٹھ جائے سو وہ ایک ستون کے قریب بیٹھ گیا۔

"پھر عبادتوں کے ہیں سلسلے"

"پھر قربتوں کے وہ دور ہیں"

"جو نہ جھک سکا، وہ نہ پا سکا"

"یہی سلسلہ ہر دور ہے"

www.novelsclubb.com

"نہ تیرا خدا کوئی اور ہے"

"نہ میرا خدا کوئی اور ہے"

وہ سر جھکائے بیٹھا سن رہا تھا۔اس کا اندر باہر یکدم پر سکون سا ہونے لگا۔مسجد میں آ کر گویا اس کی روح کو تسکین مل رہی تھی۔فضا میں معمولی سی ٹھنڈک تھی جو گرمیوں کی راتوں میں اکثر ہوا کرتی ہے۔مسجد کے برآمدے میں جلتا ہوا اکلوتا بلب اپنی روشنی صحن تک پھیلانے کی حتی الامکان کوشش کر رہا تھا۔

اس نے ایک نگاہ آسمان پر ڈالی۔آج چاند نہیں نکلا تھا۔آسمان صاف تھا جس پر ان گنت ستارے آج اس کی وہاں موجودگی کے گواہ تھے۔اسے ستاروں کی چمک معمول سے زیادہ لگ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اسی کی راہ تک رہے ہوں۔جیسے وہ مسجد کے اس صحن میں اس کے آنے کے منتظر ہوں۔

"ڈاکٹر محد؟"اس کے پیچھے ابھرنے والے سائے نے اس کے قریب آکر پکارا تو وہ جو حمد سننے اور ستاروں کو دیکھنے میں اتنا محو تھا، چونک سا گیا۔اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔ وہاں مسجد کے امام حافظ موسی بن عمر کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"حافظ صاحب؟ کیسے ہیں آپ"وہ ایک لمحے میں پہچان گیا کیوں کہ وہ چند روز قبل اس کے پاس ہسپتال آئے تھے۔وہ جھٹ سے اٹھا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے جنہیں موسی بن عمر نے تھام لیا۔

"آپ کھڑے کیوں ہو گئے، بیٹھیئے پلیز"وہ اس سے کہنے لگے"میں ذرا دو نفل پڑھ لوں پھر آپ کی طرف آتا ہوں"محد نے مسکرا کر سر ہلا دیا اور دوبارہ وہیں بیٹھ گیا۔پھر کسی خیال کے تحت دوبارہ اٹھا اور برآمدہ عبور کرتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔پہلی صف میں حافظ صاحب کھڑے تہجد کی نیت باندھ چکے تھے۔جب کے دائیں طرف کے کونے میں ایک شخص التحیات کی حالت میں بیٹھا اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے غالباً دعا گو تھا۔

www.novelsclubb.com

محد چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر تہجد کے لئے تکبیر ادا کرلی۔اس نے جب سلام پھیرا تو حافظ موسی ایک طرف بیٹھے گویا اسی کے منتظر تھے۔اس نے مختصر سی دعا مانگی اور ان کی طرف چل دیا۔

"آپ کے دانت کا درد کیسا ہے اب"

"پہلے سے کچھ بہتر ہے مگر مکمل ٹھیک نہیں۔مجھے لگتا ہے آپ کے مشورے کے مطابق یہ دانت نکلوانا ہی پڑے گا"

"جی بہترین حل یہی ہے کہ آپ یہ دانت نکلوا کر اس کی جگہ نیا دانت لگوالیں" وہ ان کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے وہ حمد آپ پڑھ رہے تھے؟" محد پوچھے بغیر رہ نہ سکا۔موسی بن عمر نے ایک لمحے کو سوچا تھا پھر گویا ہوئے۔

www.novelsclubb.com

"حمد؟اچھاہاں وہ۔نہیں یہ ہمارے مؤذن صاحب ہیں ناں،یہ اکثر جب یہاں آتے ہیں توپڑھا کرتے ہیں۔بہت ہی سوز ہے ان کی آواز میں"وہ کونے میں بیٹھے اس شخص کی طرف اشارہ کر رہے تھے جو بدستور اسی طرح بیٹھا دعا میں مصروف تھا۔

"ان کو کبھی یہاں دیکھا نہیں میں نے"

"یہ یہاں نہیں رہتے۔البتہ مجھے تو معلوم نہیں کہ کہاں رہتے ہیں۔لیکن اکثر لوٹ آتے ہیں تو کچھ دن یہیں مسجد میں ٹھہرتے ہیں۔اور پھر کافی عرصے تک غائب رہتے ہیں"

"لیکن یہ ہیں کون؟میرا مطلب ہے کہ ان کا نام وغیرہ"

"نام بھی انہوں نے کبھی نہیں بتایا۔بس اذان دیتے ہیں تو ہم انہیں موزن صاحب کہہ کر پکارتے ہیں۔کبھی کبھار یہ حمد بھی پڑھا کرتے ہیں۔زیادہ بات نہیں کرتے۔خدا جانے کہاں سے آتے ہیں اور کہاں چلے جاتے ہیں"وہ اسے بتا رہے تھے۔"لیکن ان کی آواز میں کچھ تو ہے کہ بار بار سننے کا جی چاہتا ہے۔اور اکثر تو میں نے انہیں یونہی روتے ہوئے پایا ہے۔کتنی ہی دیر روتے رہتے ہیں"

محد خاموشی سے اس شخص کو دیکھتے ہوئے موسی بن عمر کی بات سن رہا تھا۔

"آج آپ کو بھی کافی دنوں بعد میں یہاں دیکھ رہا ہوں" انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"جی بس۔ جاگ تو میں رہا تھا۔ حمد کی آواز سنی تو بس بغیر سوچے سمجھے چلا آیا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ حمد آپ کو یہاں بلانے کا محض ایک بہانہ ہو" ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ برقرار تھی۔

"میں سمجھا نہیں" اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"سمجھ جائیں گے۔ آپ نے ان کی حمد سننی ہو تو اس وقت یہاں چلے آیا کریں۔ یہ اکثر اس وقت یہاں مل جاتے ہیں" وہ اسے بتا رہے تھے

"میں نے پچھلے چند ماہ سے اپنے آس پاس ہونے والی چیزوں اور لوگوں سے دھیان بٹانے کے لئے موسیقی کا سہارا لے رکھا ہے۔ اور میں اب تک موسیقی کا کافی عادی ہو گیا ہوں" وہ جو کسی

سے اپنے متعلق بات نہیں کرتا تھا آج بلا اختیار کہنے لگا، "جب تک میں سن نہ لوں، مجھے لگتا ہے کہ کچھ کمی ہے۔اور سن لینے کے بعد بہتر محسوس کرتا ہوں۔ذہن سکون میں آجاتا ہے۔

لیکن پتا نہیں کیا ہے کہ اب کچھ دن سے ایک عجیب اداسی کی سی کیفیت طاری ہے۔اپنے پسندیدہ گانے سننے کے بعد مجھ پر بے چینی طاری ہونے لگتی ہے۔اور آج کل تو بہت چڑچڑاپن ہے۔اتنا کہ موسیقی سن لینے کے بعد بھی وہ کمی اب برقرار رہتی ہے۔حالانکہ میں نے سنا تھا کہ موسیقی روح کی غذا ہوتی ہے۔لیکن میری بے قراری تو بڑھتی جا رہی ہے۔اور دوسری طرف ایک دو بار پہلے بھی جب میں نے یہ حمد کی آواز سنی،اس آواز نے مجھے مسحور کر دیا تھا۔آج بھی اس شخص کی آواز مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔جبکہ کچھ عرصے سے میں یہاں آنے پہ دل کو راضی نہیں کر پاتا۔کبھی آتا ہوں تو زبردستی چلا آتا ہوں۔مگر آج دل مجھے یہاں کھینچ لایا ہے" وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ سے کس نے کہہ دیا کہ موسیقی روح کی غذا ہے؟" حافظ موسی چہرے پر اپنی وہی مخصوص مسکراہٹ سجائے پوچھ رہے تھے۔

"زہن بٹ جاتا ہے سب پریشانیوں سے موسیقی سننے سے، اچھا محسوس ہوتا ہے" محد نے دلیل دینا چاہی تھی۔

"چلیں مان لیا کے زہن بٹ جاتا ہو گا۔ مگر دل؟ کیا دل بھی سکون پالیتا ہے؟" محد نے سر اٹھا کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"دیکھیں مجھے نہیں لگتا کہ موسیقی روح کی غذا ہوتی ہے۔ ہاں البتہ اچھی آواز روح کی غذا ہو سکتی ہے۔ ایسی شے جو دل کو قرار دے، وہ روح کی غذا ہوتی ہے۔ اور ایسی شے جو محض وقتی طور پر اچھی لگے مگر دل کو بے قرار کر دے۔ اسے آپ روح کی غذا کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں حافظ صاحب کہ موسیقی میں یقیناً غیر مہذب الفاظ ہوتے ہیں، جو اخلاقی اور دینی دونوں لحاظ سے غلط ہیں۔ لیکن الفاظ پر توجہ نہیں دیتا میں۔ میرا مقصد صرف کچھ اچھا وقت گزارنا ہوتا ہے" وہ وضاحت دے رہا تھا جسے موسی بن عمر بہت توجہ سے سن رہے تھے۔

"لہوالحیث!"

"لہوالحدیث!"

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ" وہ شخص بہت دھیمے لہجے میں اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اس شخص کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔بے حد ویرانی۔ محد اس کی بات سے زیادہ اس کی آنکھوں کی ویرانی پر چونکا تھا۔وہ شخص کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا۔اس کے جانے کے بعد محد نے حیرت سے حافظ صاحب کی طرف دیکھا جو بدستور مسکرا رہے تھے۔

"یہ کیا کہہ رہے تھے؟"

"یہ جو کہہ رہے تھے اس کا مطلب جاننا آپ کا کام ہے ڈاکٹر محد۔مجھے امید ہے آپ جلد جان جائیں گے۔البتہ میں آپ کو بخاری کے مطابق اتنا بتا سکتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زناکاری کو، ریشم پہننے کو، شراب پینے کو اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے "(بخاری 5590)۔اس پر غور و فکر کیجیئے گا اور ایک بات کہوں گا آپ سے کہ موسیقی کو آپ صحیح سمجھیں یا غلط، لیکن اپنے احساسات اور جذبات کے لئے موسیقی پر انحصار مت کریں"

محد کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔وہ خاموش بیٹھا انہماک سے سنتا رہا۔نہ ہی وہ یہ جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔حافظ موسی اسے بغور دیکھ رہے تھے۔

"آپ اگر لہوالحدیث کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو وہاں الماری میں قرآن موجود ہے،آپ قرآن سے رجوع کریں۔ویسے بھی کچھ ہی دیر میں فجر کا وقت ہونے والا ہے۔مجھے امید ہے کہ آج آپ فجر پڑھ کر ہی یہاں سے جائیں گے۔"وہ وہی مسکراہٹ سجائے اٹھ کھڑے ہوئے۔

محد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ان کے جانے کے بعد وہ الماری سے قرآن اٹھا لیا تھا۔

16 ستمبر 2018۔اتوار

ارمغان واقعی اچھا تھا۔خاصا معقول تھا لیکن وہ کیا کرتی کہ وہ دل کو اچھا نہیں لگا تھا۔یا کم از کم اتنا اچھا نہیں لگا تھا جتنا علی۔وہ ہلکے آسمانی رنگ کی میکسی میں ملبوس تھی جس کے پاؤں تک آتے

دامن پر بھاری سلور موتیوں کا کام تھا اور کلائی تک لمبی آستینوں پر کندھے سے نیچے آتی سلور موتیوں کی بیل تھی جو کلائی سے زرا اوپر ختم ہو جاتی تھی۔

سنگھار میز کے سامنے رکھے سٹول پر بیٹھی وہ بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے گھماتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"کیسی ہو منگنی شدہ بہن" فہد دھڑلے سے کمرے میں آیا تھا۔اس نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔

"تم اب پہنچے ہو؟ منگنی ہو جانے کے بعد؟ کیسے بھائی ہو!" وہ اداسی سے گویا ہوئی

"مجھے بتایا کب تھا کہ تم منگنی کے لئے تیار ہو گئی ہو۔اور بتایا بھی تو اتنا اچانک اور وہ علی بھائی؟ ان کا کیا بنا؟"

"ان کا کچھ بنے یا نہ بنے لیکن اب اگر تم نے میرے سامنے اس شخص کا نام لیا تو تمہارا مقبرہ ضرور بنا دوں گی میں فہد۔"

"افوہ۔اچھا چلو چھوڑو۔ماں اور ابو کیا ابھی تک نہیں آئے؟"

"ہاں۔میں محد بھائی کے ساتھ جلدی آگئی تھی ہال سے۔آتے ہوں گے وہ بھی۔تم بتاؤ تمہارا داخلے کا امتحان کیسا رہا؟"وہ اس کے اسی دن ہونے والے امتحان کے متعلق پوچھ رہی تھی۔

"اچھا رہا۔بس اب دعا کرو کہ مجھے کسی اچھے طبّی درس گاہ میں داخلہ مل جائے تو میں اپنے بچپن کے خواب کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں"وہ بستر پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہنے لگا تو عمارہ ہنسی

"اردو دان تم نے اردو کا انتخاب کیوں نہیں کیا؟ڈاکٹر ہی کیوں بننا چاہتے ہو؟"

"کیوں؟طبیب اردو نہیں بول سکتا یا اردو سے محبت کرنے والے کے لئے طبیب بننے کی ممانعت ہے؟اور یہ تم کن باتوں میں پڑ گئی ہو؟بھائی اتنے عرصے بعد گھر آیا ہے،کچھ کھلا پلا ہی دو یار۔بہت بھوک لگ رہی ہے عمارہ"وہ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"میں یہ کپڑے تو بدل لوں،پھر کھلا پلا بھی دوں گی"وہ میکسی کو دونوں اطراف سے پکڑ ڈریسنگ کی طرف چل دی۔کپڑے بدل کر واپس آئی تو فہد اس کے بیڈ پر اوندھا لیٹا تھا۔

"آؤ چلیں نیچے۔کیا کھاؤ گے؟"اس نے کہا تو فہد جھٹ سے اٹھ کر اس کے پیچھے چل دیا۔گویا وہ اس کے اشارے کے انتظار میں تھا۔وہ ابھی آدھی سیڑھیوں میں تھی کہ ٹھٹھک کر رک گئی۔

"یہ۔۔۔یہ کیا ہے؟"لاؤنج کا منظر اس کے قدم روکنے کے لئے کافی تھا۔پورے لاؤنج میں کتابوں سے بھرے شاپر اور کئی کارٹن بکھرے پڑے تھے۔قریب ہی دو بڑے بیگ رکھے تھے اور صوفے پر فہد کا کالج بیگ غالباً پھینکا گیا تھا۔

"یہ میرا سامان ہے بھئی۔"فہد نے عام سے انداز میں کہا اور اس کے پیچھے سے آگے آکر تیزی سے سیڑھیاں اتر گیا۔

"محد بھائی ایک کارٹن اور ہے"اس نے سارے سامان پر نظر ڈالنے کے بعد وہیں کھڑے کھڑے آواز لگائی۔

"لا رہا ہوں یار۔تمہارا اتنا سامان تھا تو تم ہمیں بتا دیتے،ہم لینے آجاتے تمہیں۔اپنے دوست کو بلاوجہ زحمت دی تم نے۔اس بیچارے کی چھوٹی سی گاڑی کا تو ستیاناس ہو گیا ہو گا۔اور تم یہ کیا کیا بھر لائے ہو ان کارٹنز میں؟"محد ایک کارٹن گھسیٹتا ہوا اندر آرہا تھا۔اس کی پسینے سے شرابور شرٹ اس کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔کارٹن اندر لا کر اس نے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر ٹپکتے پسینے کو صاف کیا۔

"کتابیں ہیں میری" فہد صوفے پر ڈھیر ہوتا ہوا بولا تھا۔

"ان سب میں تمہاری کتابیں ہیں؟" عمارہ نے حیرت سے منہ کھولا "اور محد بھائی آپ نے یہ سب یہاں کیوں رکھ دیا بیچ لاؤنج میں؟"

"چچا نیاز چھٹی پر ہیں اور میں اکیلا یہ سب اوپر اس کے کمرے تک نہیں لے جا سکتا۔" وہ صوفے پر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔

"ابو لوگ آ گئے ہوں گے، میں دیکھتا ہوں۔ عمارہ تم پلیز سکنجبین تو بنا دو۔ میرے سارے نمکیات اس کی کتابوں نے نچوڑ لئے ہیں" محد نے غصے بھری نگاہ فہد پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھ میں کوئی پارسل اٹھا کر لا رہا تھا۔ اس نے وہ پارسل چکور میز پر رکھ دیا

"یہ تو میرا نہیں ہے" فہد نے ہاتھ اٹھائے تو محد نے اسے گھورا

"عمارہ تمہارا پارسل آیا ہے" محد اب صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ عمارہ ہاتھ میں دو شیشے کے سکنجبین سے بھرے چوڑے گلاس اٹھائے کچن سے باہر آئی۔ اور حیرت سے محد کے ہاتھ میں موجود پارسل کو دیکھا۔ گلاس میز پر رکھ کر اس نے پارسل اٹھایا اور چاروں طرف سے جائزہ لینے لگی۔

"یہ کہاں سے آیا۔میں نے تو کچھ نہیں منگوایا"

"پتہ نہیں،نام وغیرہ نہیں لکھا اس پہ"

"یہ کہیں آپ کے منگیتر نے تحفہ تو نہیں بھیج دیا۔ابھی سے!"فہد نے گلاس منہ سے لگاتے ہوئے لقمہ دیا

"شٹ اپ۔ناممکن"وہ آرام آرام سے پارسل کھول رہی تھی۔اوپر کا کاغذ اتارا تو اندر سے چند انچ لمبا گتے کا ڈبا جھانک رہا تھا۔اس نے احتیاط سے ڈبہ نکال کر میز پر رکھا۔ساتھ ہی ایک سفید کارڈ موجود تھا۔جس کے عین بیچ میں ایک سیاہ گلاب بنا ہوا تھا۔اس نے کارڈ کھولا۔

"سالگرہ مبارک"کارڈ پر لکھے الفاظ اس نے زیرِ لب دہرائے تھے۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔آج تمہاری سالگرہ ہے عمارہ؟اوہ ہاں آج 16 ستمبر ہے"فہد چونکا۔محد نے حیرت سے عمارہ کی طرف دیکھا۔

"کسی کو یاد ہی نہیں تھا؟ کیوں محد بھائی؟ اس کی سالگرہ کے دن ہی منگنی کر دی؟ وہ بھی اس کے ناپسندیدہ آدمی کے ساتھ؟" فہد نے پوچھا تو محد نے کندھے اچکا دیئے۔ عمارہ اب ڈبہ کھول رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک چھوٹی سیاہ لالٹین اس کے ہاتھ میں تھی۔

لالٹین میں آسمانی رنگ کے شیشے سے بنا صراحی کے نچلے چوڑے حصے جیسا گلوب تھا جس کے اندر ایک چوڑی موم بتی رکھی ہوئی تھی۔ اس گلوب کے نیچے سیاہ دھات سے بنا چکور حصہ جس کے اندر گلوب رکھا گیا تھا۔ اسی چکور سے نکلتی دھات کی سیاہ تاریں دائیں بائیں سے گلوب کو گھیرتی اوپر تک آتی تھی۔ اور گلوب کے آخری سرے پر گولائی میں مڑ کر لالٹین کو پکڑنے کے لئے ہینڈل بناتی تھی۔ اوپر دھات کا ہی ڈھکن اس گلوب کے کھلے منہ کو ڈھانپے ہوئے تھا۔ ڈھکن پر بہت باریکی سے پھول تراشے گئے تھے۔ عمارہ ایک لمحے میں سمجھ گئی تھی یہ کس نے بھیجی ہے

"یہ کتنی خوبصورت ہے" فہد آگے بڑھ کر دیکھنے لگا، "ارمغان بھائی کی پسند کو داد دینی پڑے گی"

"ارمغان نے نہیں بھیجی یہ "عمارہ نے اسے گھورا اور لالٹین واپس احتیاط سے ڈبے میں رکھنے لگی۔دروازے کی گھنٹی بجی تھی۔ محد نے التجائیہ نظروں سے فہد کو دیکھا۔جس نے اشارہ سمجھتے ہی سر نفی میں ہلاتے ہوئے ہاتھ اٹھا دیئے

"میں بہت تھکا ہوا ہوں بھائی۔آپ ہی کھولیں گے دروازہ "محد نے اسے آنکھیں دکھائیں مگر وہ ڈھیٹ بنا بیٹھا رہا۔ گھنٹی دوبارہ بجی تو محد ہمت کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔عمارہ لالٹین اور کارڈلے کر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

"ابو ہماری اسٹڈی میں یہ ساری کتابیں پوری آجائیں گی؟ فہد لاؤنج کے فرش پر بیٹھا باری باری کارٹن کھولتا ہوا صوفے پر براجمان رضا احمد سے مخاطب تھا۔ محد اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

"فہد کیا ضرورت ہے ابھی یہ سب کھولنے کی۔ایک طرف رکھ دو سارا سامان۔فرصت سے سمیٹ لیں گے سب مل ملا کے "طاہرہ نے ڈپٹ لگائی،ابھی تو ہم تمہاری بہن کی منگنی سے لوٹے ہیں"

"بہن سے یاد آیا، آپ کو یاد بھی ہے کہ آج صرف اس کی منگنی نہیں تھی۔ بلکہ اس کی سالگرہ بھی ہے"

"اور تمہارا اینٹری ٹیسٹ بھی تھا۔ رات تک اس کا نتیجہ بھی آجائے گا نا" محد اسی جانب آرہا تھا۔

"آپ مجھے بھولنے نہ دیجیئے گا کہ آج میرے مستقبل کا فیصلہ ہونے جارہا ہے" فہد ناراض ہونے لگا۔

"ماں، ابو آپ لوگ آرام کریں۔ میں فہد کے ساتھ رکھوادوں گا یہ سب سامان" محد ایک کارٹن میں سے کتابیں نکال کر دیکھ رہا تھا۔

"ابو کے سامنے میرے داخلے کے امتحان کا ذکر چھیڑنا ضروری تھا کیا؟" ان کے جانے کے بعد وہ محد سے سرگوشی کے سے انداز میں شکوہ کرنے لگا۔

"کیوں تمہیں ڈر لگ رہا ہے کہ امتحان پاس نہیں کر پاؤ گے؟" محد نے گویا دروازہ نہ کھولنے کا بدلہ اتارا تھا کہ اس کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ لیکن آپ کو پتا تو ہے کہ میرٹ کتنا زیادہ ہے۔ داخلہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بہت مشکل" وہ اداسی سے کہہ رہا تھا۔

"اچھا چلو، پریشان نہ ہو۔ اللہ نے چاہا تو ضرور ملے گا داخلہ" محد نے ایک کارٹن اٹھایا اور بیسمنٹ کی سیڑھیاں اترنے لگا۔ کہ یہ ساری کتابیں اب اسٹڈی میں سجائی جانی تھیں۔

"یہ لو پانی"

پورے لاونج کو اس کی اصلی حالت میں لانے کے بعد فہد تھکے تھکے انداز میں بیسمنٹ کی سیڑھیاں چڑھ کر واپس صوفے پر آ ڈھیر ہوا تھا جب محد نے اس کے سامنے پانی کا گلاس رکھ دیا۔ جس پر فہد نے نگاہِ تشکر ڈال کر منہ سے لگا لیا۔ محد اس کے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔ بھائی ٹیسٹ کی کی آ گئی ہو گی" "

وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

"چلو پھر چیک کرتے ہیں"

"نہیں بھائی۔ بعد میں" وہ کسمکسایا

"کچھ نہیں ہوتا فہد۔بعد میں چیک کرنے سے تمہارے نمبر بڑھ تھوڑی جائیں گے۔ چلو بہادر بنو شاباش "اس نے فہد کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ فہد نے ایک آہ بھری اور اپنے بیگ سے کاربن کاپی نکالنے لگا جو داخلے کے امتحان میں خود چیک کرنے کے لئے ساتھ ملا کرتی ہے کہ اس پر سب جوابوں کے نشان موجود تھے۔اس کے بعد اس نے موبائل پر کی نکالی، پھر ایک نظر محد کو دیکھا اور کی سے آنے جوابات ملانے لگا۔

"لاؤ میں گنتا ہوں نمبر "وہ سارے جوابات چیک کر چکا تو محد نے اس کے ہاتھ سے کاربن کاپی پکڑ لی۔اور گننے لگا، "پچاسی فیصد نمبر بنتے ہیں تمہارے "وہ حساب لگانے کے بعد اسے بتا رہا تھا۔ فہد نے سنتے ہی اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

www.novelsclubb.com

"بہت مشکل ہے کہ میرا داخلہ ہو"

"کیوں مشکل ہے؟اتنے اچھے نمبر ہیں،اور ابھی دوسرے سال کا نتیجہ آنا باقی ہے۔ہو جائے گا داخلہ انشاءاللہ "محد نے اس کی حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ خود بھی جانتا تھا کہ ہر سال کے بڑھتے ہوئے میرٹ کے ساتھ یہ واقعی مشکل تھا۔

"نہیں ہو گا بھائی۔ میں جانتا ہوں۔ شاید میرا ڈاکٹر بننے کا خواب ادھورا ہی رہ جائے" فہد نے صوفے سے ٹیک لگائی۔

"تو پھر تم آج سے نئے خواب بننا شروع کر دو" محد اس کے کندھوں کے گرد اپنے بازو سے ہالہ بناتے ہوئے بولا تو فہد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"خیال بُرا نہیں ہے ویسے"

"ہاں نا۔ اور اگر اپنے خواب بُننے کا موڈ نہ ہو تو ابو کا خواب ہی پورا کر دو۔ بزنس پڑھ لو"

"یار بھائی مجھے نہیں پسند ناں یہ کاروبار وغیرہ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا" وہ چِڑ گیا۔

"داخلے ملنے کا چانس نہیں ہے کیا؟" رضا احمد وہاں آ رہے تھے جب ان کے کانوں میں دونوں بھائیوں کی گفتگو پڑی۔ فہد چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"بہت کم چانس ہے۔ شاید ہو جائے، شاید نہ ہو" محد بتا رہا تھا۔

"تو اگر نہیں ہوتا داخلہ بالفرض، پھر کیا کرو گے تم؟"

"ابھی سوچا نہیں اس بارے میں ابو" فہد نے سر جھکائے جھکائے کہا۔

"تو سوچنا شروع کر دو۔اور اپنا وعدہ بھی یاد رکھنا جو ایف ایس سی پری میڈیکل کرتے ہوئے تم نے مجھ سے کیا تھا۔

"کون سا وعدہ؟" وہ واقعی بھول چکا تھا۔

"یہی کہ تم بھی میرے باقی بچوں کی طرح اپنے باپ کے بزنس میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ البتہ اگر تمہارا داخلہ نہیں ہوتا تو پھر تم اس بارے میں سوچو گے" انہوں نے سپاٹ لہجے میں کہا تو محد نے حیرت سے فہد کی جانب دیکھا۔جیسے تصدیق کرنا چاہ رہا ہو۔فہد نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا کر رضا احمد کی بات کی تصدیق کی تو محد نے سر پکڑ لیا۔

"ابو ہو سکتا ہے کہ اس کو داخلہ مل جائے۔ابھی تو کچھ نہیں کہا جا سکتا نا؟"

"تم مجھے مت بتاؤ محد۔تم اپنے بارے میں سوچو کہ ہاؤس جاب کے بعد نوکری کرنے کی تمہاری نیت ہے؟ اگر ہے تو اپنے آپ کو اور اپنے معمول کو درست کرو۔تمہاری کافی شکایتیں مل رہی ہیں مجھے تمہاری ماں سے۔اور میں نے سوچ لیا ہے کہ اگر میں عمارہ کی شادی کسی بے روزگار

سے نہیں کر سکتا تو تمہاری بھی تب تک شادی نہیں کروں گا جب تک تم بے روزگار ہو" انہوں نے اسے جھڑک دیا۔اب سر جھکانے کی باری محد کی تھی۔

"ابو کو میرے سامنے آپ کو نہیں ڈانٹنا چاہئیے تھا بھائی" فہد نے ان کے جانے کے بعد افسردگی سے کہا۔تو محد اسے دیکھ کر پھیکا سا مسکرا دیا۔

"کچھ نہیں ہوتا،انہیں پتہ ہے تم بہت سمجھدار ہو۔اور ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں وہ۔تمہارے سامنے اسی لئے ڈانٹا ہو گا تاکہ تم میرے جیسے نہ ہو جاؤ"

"ویسے بھائی۔میرا ایک اور خواب بھی تو ہے" فہد نے اس کی بات گویا ان سنی کر دی۔اس کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔

"کیسا خواب؟"

"کتابیں!" وہ پر جوش تھا۔

"کتابیں؟" محد نے نا سمجھی کے عالم میں پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں کتابیں! بہت ساری کتابیں! کتابیں تو میرا سب کچھ ہیں۔ میں۔۔۔ میں اپنی پبلیشنگ کمپنی بناؤں گا۔ جہاں کتابیں شائع کی جائیں گی۔ ہر طرح کی کتابیں۔ ڈھیر ساری کتابیں۔ ہاں! بس طے ہوا۔ اور۔۔۔ اور یہ بھی تو ایک طرح کا کاروبار ہی ہوا نا! بس ہو گیا فیصلہ! میں۔۔۔ میں ابو کو بتا کر آتا ہوں" وہ ایک لمحے میں فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور رضا احمد کے کمرے کی طرف لپک گیا۔ محد اس نے جانے کے بعد بھی اس کے خواب کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا اتنی جلدی نئے خواب بُنے جا سکتے ہیں؟" اس نے خود سے سوال کیا تھا

وہ فیصل آباد سے واپس آ کر تھکے تھکے انداز میں کانفرس روم کی طرف چلا آ رہا تھا۔ جہاں وہ سب بورڈ کے سامنے کھڑے کیس کو سمجھنے کی کوششوں میں تھے۔

"سر کیا واقعی یہ وہی آدمی تھا جس نے عمیر کو مارا تھا؟" دلاور سکندر صاحب سے پوچھ رہا تھا۔

"بظاہر تو یہی لگتا ہے" انہوں نے ہاتھ میں پکڑے ایک چھوٹے سے چمکتے ہوئے سرخ پتھر کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"گل یار کی طرف سے کوئی خبر؟"آزر نے پوچھا تو وہ سب آزر کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"نہیں سر"

"اور اس پتھر کا کچھ پتا چلا؟"اس نے سکندر صاحب کے ہاتھ میں پکڑے پتھر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے سر نفی میں ہلا کر پتھر اس کی طرف بڑھا دیا۔آزر پتھر تھام کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔اسی لمحے کانفرس روم کے شیشوں سے باہر آئی جی سہیل آتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ان کی جیسے ہی نظر پڑی وہ سب چوکنا ہو گئے۔سہیل آفندی اندر آ چکے تھے۔

"ایس پی آزر کیا آپ کو لگتا ہے کہ گل یار کو اکیلے فلوریڈا بھیج کر آپ نے صحیح کیا؟اور کیا ہمارے دو سپاہیوں کی موت کی زمہ داری آپ لیتے ہیں؟"وہ طیش کے عالم میں کہہ رہے تھے۔

"سر اپنے دونوں سپاہیوں کی موت کا مجھے بے حد افسوس ہے۔اور میں پوری پوری زمہ داری لیتا ہوں۔لیکن سر گل یار کا فلوریڈا جانا میرے خیال سے درست ہے"آزر بالکل سیدھا کھڑا تھا،"گل یار ایک قابل آفیسر ہے۔مجھے اس پر پورا یقین ہے کہ وہ ان جرائم پیشہ افراد کو ضرور بے نقاب کرے گا۔بس سر آپ ہمیں تھوڑا وقت تو دیں"وہ التجائیہ کہہ رہا تھا۔

"تمہیں ضرورت سے زیادہ وقت دے چکا ہوں۔اور اب یہ آخری موقع ہے۔اس کے بعد کیا ہو گا، یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔اور گل یار کو کچھ ہوا تو۔۔۔"

"انشاءاللہ اسے کچھ نہیں ہو گا سر۔میں اور میری ٹیم آپ کو مایوس نہیں کریں گے"

"اس سے زیادہ کیا مایوس کرو گے ؟اور وہ شنظفا؟"

"سر جتنے عرصے سے وہ غائب تھی، تب سے اب تک اسے نشے کا ایسا عادی بنا دیا گیا ہے کہ نشہ نہ ملنے پر اس کی حالت بگڑنے لگتی ہے۔اس کے جسم پر انجیکشن کے بے شمار نشانات موجود ہیں۔ ابھی اسے سنبھلنے میں کافی وقت لگ جائے گا۔لیکن ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس سے کچھ پتا چل سکے۔کم از کم اتنا پتا چل جائے کہ اسے کہاں رکھا گیا تھا۔فی الوقت اسے بحالی مرکز منتقل کر دیا ہے"آزر باادب کھڑا تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

"رضوان کی طرف سے کیا معلومات مل سکی ہیں؟"انہوں نے پوچھا تو آزر نے سکندر صاحب کو اشارہ کیا۔

"سر۔رضوان کے مطابق اسے کچھ لوگوں نے باہر بھیجنے کا وعدہ لیا تھا۔ مگر اس کے لئے ان کے بیچ جو معاہدہ طے پایا تھا اس کے مطابق شادی کے بعد دونوں میاں بیوی کو کچھ عرصہ الگ الگ ممالک میں کام کرنا ہو گا۔اور اس کے بعد جب وہ دونوں ان کے طے شدہ عرصے تک ٹارگٹ کے مطابق کام کر لیں گے تو کسی اچھی جگہ انہیں گھر اور دیگر آسائیشیں مہیا کی جائیں گی" سکندر صاحب کہہ رہے تھے، "لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی معاہدے کی خلاف ورزی کرے یا غیر ملک جانے سے انکاری ہو تو معاہدہ کرنے والے کو پچاس لاکھ جرمانہ بھرنا ہو گا۔ سو جب کائنات فلوریڈا نہ جانے کے لئے ڈٹ گئی تو رضوان نے جرمانہ بھرنے کے لئے کائنات کے سبھی سامان زیورات اور نقدی وغیرہ پر قبضہ کیا اور فرار ہو گیا۔ کئی دن وہ اسی خوف سے چھپا رہا کہ کہیں کائنات پر کیے گئے تشدد کی وجہ سے اسے کوئی پکڑ نہ لے۔اور آج وہ وہی پچاس لاکھ جرمانہ بھرنے نکلا تھا مگر پکڑا گیا۔ سر رضوان کی یہ کہانی اگر سچی ہے تو یہ اس طرح باہر بھیجنے کے وعدے اور اس قسم کے معاہدے کرنے والے یہ لوگ بلکہ یہ گروہ تو اب تک نہ جانے کتنے نوجوان لڑکوں کو بیوقوف بنا چکا ہو گا اور کتنی ہی لڑکیوں کو نقصان پہنچایا جا چکا ہو گا۔

"دیکھو سکندر اسی لئے کیسے بھی کر کے ہمیں اس سارے کھیل کو ختم کرنا ہے۔ بڑھتے ہوئے اسی قسم کے واقعات کی وجہ سے ہم پر میڈیا کی طرف سے بھی اچھا خاصا دباؤ ہے۔"

"جی سر ہمیں اندازہ ہے"

"ہمارے سپاہیوں کے قاتل کی کوئی خبر؟"

"سر ان کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق انہیں اسی پستول سے گولی لگی ہے جس سے عمیر کو مارا گیا تھا" دلاور نے بتایا۔ سہل آفندی نے کچھ نہ کہا۔ آگے بڑھ کر بورڈ پر ایک نگاہ ڈالی اور کانفرس روم سے نکل گئے۔

سکندر صاحب وہ پچاس ساٹھ لاکھ جو رضوان سے برآمد ہوئے ہیں وہ کائنات تک پہنچانے کا بندوبست کریں" ان کے جانے کے بعد آزر کرسی گھسیٹتے ہوئے بولا۔

"سر آپ گھر چلے جاتے۔ آج بھی آپ کا سارا دن فیصل آباد کے سفر میں کٹا۔ کل کی گہما گہمی سے بھی کافی تھکن ہو گئی ہو گی" دلاور کہہ رہا تھا۔ آزر نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور کرسی پر ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

وہ بستر پر اپنے سامنے رکھے تکیے کے اوپر دادی کا رجسٹر کھولے بیٹھی بڑے انہماک سے پڑھ رہی تھی۔ سمو کی اس کے قریب ہی نیم غنودگی کی حالت میں بیٹھا تھا۔پڑھتے پڑھتے اچانک اس نے رجسٹر بند کیااور بستر سے اٹھ کر اپنی الماری کی طرف بڑھ گئی۔الماری کے چار دروازوں میں سے انتہائی دائیں جانب کا دروازہ کھول کر اندر رکھا چورس سیاہ پرس نکالا۔اور زِپ کھول کر بیگ کے اندر موجود چیزیں ٹٹولنے لگی۔ تسلی کر لینے کے بعد اس نے بیگ کی تنی کو سیدھا کر کے دائیں کندھے پر پہنا۔سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا، سمو کی کی کمر پر دھیرے سے ہاتھ پھیرا جو اب تک نیند کی وادیوں میں گھوم رہا تھا۔اور کمرے سے نکل آئی۔

www.novelsclubb.com

"کہاں جا رہی ہو عمارہ؟" فہد اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"مجھے کچھ کام تھا۔ماں کہاں ہیں؟"

"ماں۔۔۔" وہ دماغ پر زور دینے لگا۔

"ماں کو بتا دینا میں تھوڑی دیر تک آ جاؤں گی" وہ گویا ایک بھی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی فہد کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہتی ہوئی تیزی سے جالی دار دروازہ عبور کر گئی۔اس کے ایسے چلے جانے پر فہد نے کندھے اچکا دیئے اور چکور میز پر دھری اپنی چند پسندیدہ کتابوں میں سے ایک کتاب منتخب کی اور صوفے پر ڈھیر ہو کر کتاب کے صفحات پلٹنے لگا۔

عمارہ لگ بھگ ایک گھنٹے بعد واپس آئی تھی۔

"کہاں گئی تھی تم؟" فہد کتاب کے آخری صفحے پلٹ رہا تھا جب اسے واپس آتا دیکھ کر جھٹ سے اٹھ بیٹھا

"خود کو ڈھونڈنے" اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔وہ صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔

"پھر؟ مل گئی تمہیں تم؟" وہ دلچسپی سے پوچھ رہا تھا

"ابھی تو ڈھونڈنا شروع کیا ہے"

"اچھا ویسے یہ محد بھائی کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟" فہد نے بات بدلی

"پتا نہیں یار۔ عجیب سے ہو گئے ہیں"

"تو تم نے ان سے بات نہیں کی؟ پوچھا نہیں کہ انہیں کیا ہوا ہے؟"

"کیا پوچھتی فہد؟ وہ بات ہی نہیں کرتے۔ ہمارے ساتھ بیٹھنے کا، بات کرنے کا ان کے پاس وقت ہی کہاں ہے؟ تمہیں معلوم ہے بھائی کیسے ہر معاملے میں ہمارا ساتھ دیتے تھے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو، فوراً ابو سے بات کر لیتے تھے۔ بات منوا لیتے تھے۔ اب تو جیسے انہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ جیسے ان کی بلا سے کوئی جیئے یا مر جائے، انہیں کیا" وہ شکوے کر رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جانے کب سے وہ اسی انتظار میں تھی کہ کوئی اس سے پوچھے اور وہ اپنے دل کی بات کہہ ڈالے۔

www.novelsclubb.com

"عمارہ تم تو بھائی کے لئے بہت غلط سوچنے لگی ہو۔ ہو سکتا ہے وہ خود بھی پریشان ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں بھی کسی دوست کی ضرورت ہو۔ ہانیہ کے لئے بھی وہ جذباتی طور پر کافی فیل کرنے لگے تھے۔ انسیت ہو گئی تھی انہیں ہانیہ سے" فہد نے اس کی منفی سوچ کو مثبت زاویے پر لانے

کی کوشش کی۔ عمارہ نے نظریں اٹھا کر فہد کو دیکھا جیسے فہد کے دکھائے آئینے میں اسے اپنی غلطی نظر آنے لگی ہو۔

"فہد شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں اپنے مسئلوں میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ میں نے بھائی سے ان کے متعلق کھل کر بات کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ انہیں کتنی ضرورت ہو گی ہماری۔ اف کتنی پاگل ہوں میں!" اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"دیکھا۔ میں ٹھیک کہتا ہوں ناں کہ ہر رویے کے پیچھے کوئی کہانی ہوتی ہے۔ کوئی ان کہی، ان سنی کہانی جسے کہنے کی اور سننے کی ہم انسان کوشش نہیں کرتے۔ اور پھر یہی ان کہی ان سنی کہانیاں ہمیں ایک دوسرے سے بہت دور کر دیتی ہیں" فہد کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ آج بھائی آئیں گے تو ہم کہیں باہر چلتے ہیں، کیا خیال ہے؟"

"بہترین"

مگر آج محد نے آنے میں خاصی دیر کر دی۔ وہ ہسپتال سے لوٹا تو ان دونوں کو اپنے انتظار میں بیٹھا پا کر حیران ہوا تھا۔

"بھائی اتنی دیر کہاں لگادی۔ ہم کب سے آپ کے منتظر بیٹھے ہیں" فہد نے صوفے پر لیٹے لیٹے کتاب منہ سے ہٹا کر اسے دیکھا۔

"میرے منتظر کیوں؟ مجھے فون کر لیا ہوتا"

"فون کیا تھا۔ موصوف کا نمبر بند تھا" فہد نے طنز جھاڑا۔

"آج ہم نے سوچا تھا کہ آپ آئیں گے تو ہم کہیں باہر چلیں گے کھانا کھانے" عمارہ سموکی کی پلیٹ میں ابلے ہوئے چکن کے ٹکڑے ڈال رہی تھی۔

"کھانا تو میں نے ہسپتال کے کیفے ٹیریا سے ہی کھا لیا تھا۔ اور میں کافی تھکا ہوا ہوں۔ کل چلیں؟" وہ سر کھجاتے ہوئے کہنے لگا تو ان دونوں نے کل کی حامی بھر لی۔

"محد بھائی۔ ایک بات کہوں آپ سے؟" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا کہ فہد کی آواز پر رک گیا

"کہو" اس نے چند ثانیے سوچ کر کہا

"رشتے کتنے ہی قریبی ہوں، کوئی کسی کے دل میں تھوڑی جھانک سکتا ہے۔اس لئے کبھی کبھی دل کی باتیں بھی کہہ دینی چاہیئے تاکہ احساس کا رشتہ دونوں طرف سے جُڑا رہے"اس نے کہا تو عمارہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر محد پر نگاہ ڈالی جس نے فہد کی بات بغور سنی اور پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا دیا۔

"کہاں پڑھایہ ڈائلاگ؟"محد کے جاتے ہی عمارہ نے اس کے سر پر چپت لگائی

"بابا فہد کی زندگی کی کتاب میں"اس نے جھٹ سے کہا اور عمارہ کو زبان دکھا کر صوفے کی طرف بڑھ گیا۔جہاں رکھی کتاب کے آخری صفحات اس کی نظرِ ثانی کے منتظر تھے۔

www.novelsclubb.com

"ماں میں جامعہ جا رہی ہوں"وہ سر پر دوپٹہ ٹکائے کندھے پر چورس سیاہ بیگ لٹکائے مدرسے جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔اس نے کہا تو کچن سے طاہرہ نے حیرت سے "کیا" کہتے ہوئے منہ باہر نکالا۔جبکہ لاؤنج میں صوفے پر نیم دراز فہد چونک کر اٹھ بیٹھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟ابھی تو کالج سے لوٹی ہو"طاہرہ کچن سے نکلتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"میں قرآن کلاسز لینا چاہتی ہوں۔کل داخلہ لے آئی تھی۔شام میں جایا کروں گی روز" وہ اطمینان سے کہہ رہی تھی۔

"تو کل تم یہی کرنے گئی تھی؟" فہد سمجھنے کی کوشش کرنے لگا

"بیٹا ایسے اچانک؟" طاہرہ پوچھ رہی تھیں

"میں نے سنا تھا کہ دل اچانک بدل جایا کرتے ہیں۔آپ سمجھیں کہ میرا دل بھی اچانک بدلنا چاہتا ہے۔مجھے اپنا آپ کہیں کھویا ہوا لگتا ہے ماں۔سو میرا دل کہتا ہے کہ اپنے اپ کو ڈھونڈنے کے لئے مجھے اسے ڈھونڈنا ہے جس نے مجھے بنایا ہے" اس نے اپنے ہاتھ میں تھامے دادی اماں کے قرآن اور رجسٹر پر گرفت مضبوط کرلی

"اچھا لیکن کھانا کھا کر جاؤ۔اور کیسے جاؤ گی؟" انہوں نے پوچھا

"فہد کے ساتھ۔یہی چھوڑ کر آئے گا کیونکہ یہی دنیا کا فارغ ترین انسان ہے آج کل" وہ کچن میں ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگی

"میرے ساتھ؟اور یہ دیکھو۔میں اس وقت دنیا کا سب سے مصروف انسان ہوں"اس نے آگے بڑھ کر اپنی کتاب عمارہ کے سامنے لہرائی اور خود بھی ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"ماں میں بھی کھانا کھا کر ہی جاؤں گا عمارہ کو چھوڑنے"وہ عمارہ کو گھورتے ہوئے بولا تھا۔

مدرسے سے واپس آکر وہ خاصی تھک چکی تھی۔اسے اپنے اس نئے معمول کا عادی ہونے میں کافی وقت لگنا تھا سو محد بھائی کے ساتھ رات کا کھانا باہر جانے کا ارادہ آج پھر ترک ہو گیا تھا

نفس تین طرح کا ہوتا ہے۔ایک وہ جو انسان کو برائی پر اور بری خواہشات کی تکمیل پر اکساتا ہے۔ یہ کسی اخلاقی یا عقلی حد کو نہیں مانتا،اسے نفسِ امارہ کہتے ہیں۔دوسرا وہ جو انسان کو گناہ کے بعد اس گناہ پر ملامت کرتا ہے، غلطی کا احساس دلاتا ہے۔اسے نفسِ لوّامہ کہتے ہیں۔اور تیسرا وہ جو انسان کو نیکی کے کاموں پر مطمئین رکھتا ہے۔اسے نفسِ مطمئینہ کہا جاتا ہے۔

جس نفس کو زیادہ خوراک ملتی ہے، وہ باقی نفس پر حاوی ہو جاتا ہے۔ جب انسان برائیوں کا راستہ اختیار کرتا ہے تو نفسِ امارہ، نفسِ مطمئینہ پر حاوی ہو جاتا ہے۔ البتہ نفسِ لوامہ انسان کو ملامت کرتا رہتا ہے حتی کہ انسان اس برائی سے باز آجائے۔ سو برائی سے بچتے رہنا اور گناہوں پر نادم ہونا تو انسان کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔

وہ بھی نادم تھا۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ برائی سرزد ہو جانے کے بعد شرمندہ تھا۔ اس کا نفسِ لوامہ اسے ملامت کر رہا تھا کہ وہ غلط راستے پر چل نکلا ہے۔ یہ رستہ کبھی سے اس کی اصل منزل تک نہیں لے جا سکتا۔ وہ چلتے چلتے بھٹک گیا ہے، بہک گیا ہے۔

نیم تاریک کمرے میں موبائل ہاتھ میں تھامے وہ اپنے بستر پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اب تو جیسے اس کا معمول بنتا جا رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی نفسِ امارہ کو خوراک دینے سے خود کو روک نہیں پاتا تھا۔ بے بسی انتہا کو پہنچ رہی تھی اور وہ جیسے کسی کھائی میں خود کو نیچے ہی نیچے گرتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اپنے گناہوں سے بھاری پڑتے وجود کو اس نے گھسیٹتے ہوئے بیت الخلاء کی طرف دھکیلا تھا۔ فجر میں ابھی تھوڑا وقت باقی تھا۔ وہ باوضو ہو کر اس نیم تاریک کمرے سے اور پھر گھر سے نکل آیا

تھا۔اس کے قدم بلااختیار جامع مسجد کی طرف بڑھ گئے تھے۔اس کی کمر جھکی ہوئی تھی گویا کمر پر کوئی ان دیکھا بوجھ تھا۔اسے معلوم تھا کہ یہ ایسا بوجھ ہے جس کے بارے میں اس کے علاوہ صرف اللہ کو علم ہے۔سو وہ اللہ کے پاس ہی یہ بوجھ ہلکا کرنے جانا چاہتا تھا۔

لیکن اللہ سے کیا کہتا؟ معافی مانگتا یا راہِ ہدایت کی دعا کرتا؟ وہ نہیں جانتا تھا کہ گناہگار جب مدتوں بعد اللہ کی بارگاہ میں پلٹتے ہیں تو اللہ سے کیا مانگتے ہیں سو مسجد کے خالی کشادہ صحن میں ایک ستون سے ٹیک لگائے اس نے خود کو گویا گرار کھا تھا۔نگاہیں آسمان کی طرف تھیں جس پر موجود تاروں کی چمک اتنی مدھم تھی کہ وہ نظر بھی بمشکل آرہے تھے۔اسے لگا جیسے تارے بھی اس کے دل کی طرح بجھے بجھے سے ہیں یا شاید وہ اس کی ندامت میں اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔اس نے بلااختیار آنکھیں بند کرلیں۔

"غلط راستے پہ چل نکلے ہو؟" دھیمی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور اکلوتے بلب کی مدھم روشنی میں آواز کی سمت دیکھنے لگا۔اس سے زرا فاصلے پر دوسرے ستون کے قریب وہی شخص بیٹھا تھا جسے حافظ موسی بن عمر نے مؤذن بتایا تھا۔وہ

www.novelsclubb.com

شخص اپنی انہی ویران آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے کچھ کہے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا۔ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

"یہیں سے واپس پلٹ جاؤ میرے دوست کہ ایک بار اس دلدل میں پاؤں رکھ دیا تو یہ تمہیں پورا پورا نگل لے گی" وہ گویا اسے باخبر کر رہا تھا۔

"اور اگر کوئی دلدل میں پاؤں رکھ چکا ہو تو؟" اس نے ہارے ہوئے انداز میں سوال کیا۔مسجد کے اس وسیع صحن میں چند لمحوں کے لئے خاموشی ٹھہر گئی پھر اس شخص نے ایک آہ بھری تھی۔

"تو وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے اور تھامے رکھے۔اللہ اسے اس دلدل سے کھینچ نکالے گا" وہ شخص اطمینان سے کہہ کہ وہاں سے اٹھنے لگا۔

"اللہ کی رسی؟" اس نے پوچھا

"ہاں اللہ کی رسی۔سب کے پاس ہوتی ہے" وہ شخص اٹھتے اٹھتے رک گیا تھا

"میرے پاس تو نہیں ہے" اسے اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"تمہارے پاس بھی ہے۔ تم کہیں رکھ کر بھول گئے ہو گے "اس شخص نے کہا اور جانے کے لئے اٹھ گیا۔

محد اس کی بات پر سوچتے ہوئے اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ وہ زار زار رونا چاہتا تھا۔ وہ اس دلدل بھرے راستے کا مسافر نہیں بننا چاہتا تھا۔ ہاتھوں کو بے حد خالی پا کر اس نے خود کو مسجد کے صحن کے فرش پر جھک جانے دیا۔ اس کی آنکھوں کے سمندر پر بندھا بند یکدم کھل گیا تھا اور آنکھوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا ساحلِ رخسار بگھونے لگا

وہ ہاتھ میں ایک کپڑا تھامے اپنے آفس میں موجود کرسی کے پیچھے والی دیوار پر سجائے اپنے قیمتی نوادارات کے مجموعے پر سے گرد صاف کرنے میں مصروف تھا جو وہ گھر سے نئے آفس کو سجانے کے شوق میں اٹھا لایا تھا۔ جن میں وہ شیشے کی گدھا گاڑی، لالٹین، چند پیادے اور کچھ پتھر شامل تھے۔ بہت پیار اور احتیاط سے صفائی کرنے کے بعد اس نے اپنے کچھ ضروری کام نمٹائے۔ گھڑی پر وقت دیکھا اور پھر گھر واپس جانے کے خیال سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اسی لمحے اس کے آفس کے دروازے پر دستک کے ساتھ ایک شخص داخل ہوا تھا۔

"مسٹر علی احمد زمان؟" اس شخص نے دروازے پر کھڑے کھڑے پوچھا۔

"جی۔آیئے" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا

"مجھے فردان ساحر کہتے ہیں" وہ مسکراتے مصافحے کے لئے آگے بڑھا۔ علی نے بھی آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کے کر خود بھی وہیں بیٹھ گیا۔

"بتایئے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں"

"میری کاسمیٹکس کمپنی ہے" اس نے اپنی جیب سے بزنس کارڈ نکالا کر اس کے سامنے کر دیا،

"ہیزل کاسمیٹکس نام تو سنا ہو گا آپ نے"

علی نے کارڈ پر نظر ڈالی "جی جی بالکل میں جانتا ہوں۔آیئے بیٹھیئے پلیز" اس نے صوفے کی جانب اشارہ کیا تو وہ شخص مسکرا کر بیٹھ گیا۔

"مجھے اپنی کمپنی کے لئے اس علاقے میں کچھ نئے ڈسٹریبیوٹرز کی تلاش تھی جن کے ذریعے میں مارکیٹ میں اپنی کمپنی کی کچھ نئی پراڈکس (نئی مصنوعات) متعارف کرواسکوں"

"دیکھیں فردان صاحب۔ میں مارکیٹ میں بالکل نیا ہوں اور کاسمیٹکس کے حوالے سے تو ویسے ہی کچھ نہیں جانتا۔ ابھی تک میں نے جتنا کام کیا ہے وہ بسکٹ، نمکو اور ٹشو پیپر کی کمپنیوں کے ساتھ کیا ہے" علی اسے واضح طور پر بتا رہا تھا۔

"جی میں اس بات سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ لیکن تھوڑے سے عرصے میں آپ اتنا اچھا کام کر رہے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ مجھے اپنی نئی پراڈکس کے لئے نئے لوگوں کی ضرورت ہے سو میں آپ کے پاس چلا آیا ہوں" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کام مشکل نہیں ہے۔ ہماری کمپنی اپنے ڈسٹریبیوٹر کو پورا پورا منافع دیتی ہے۔ ڈسٹریبیوٹر کو دیا گیا ٹارگٹ پورا ہونے پر ہمارے قرعہ اندازی کے پروگرام بھی ہر سال منعقد کیے جاتے ہیں۔ جس میں انعامات تقسیم ہوتے ہیں"

www.novelsclubb.com

"فردان صاحب میں آپ کی کمپنی کے بارے میں جانتا ہوں لیکن میں آپ کو فوری طور پر جواب نہیں دے سکتا"

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔آپ جتنا وقت چاہیں لے لیں۔پھر جو بھی فیصلہ کریں، آپ مجھے فون کر کے بتا سکتے ہیں" وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔اسی لمحے اس کی نظر سامنے دیوار سجائی چیزوں پر پڑی

"ارے واہ۔آپ بھی نوادارات کے شوقین لگتے ہیں" اس کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ علی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"جی بس تھوڑا بہت شوق رکھتا ہوں"

"یہ کے آر ہیلے گلاس ورکس کمپنی کی گدھا گاڑی ہے نا؟" وہ شیشے کی گدھا گاڑی کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔علی نے حیرانی سے اسے دیکھا

"جی بالکل یہ اسی کی نقل ہے۔اصلی تو میرے پاس ہونے سے رہا" علی کافی دنوں بعد دل سے مسکرایا تھا۔

"بہت خوبصورت۔ کیا آپ اسے بیچنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"بالکل بھی نہیں" علی نے جھٹ سے کہا تو فردان نے قہقہہ لگایا۔

"میں جانتا تھا۔ بس یونہی پوچھ بیٹھا۔ اچھا چلیں میں چلتا ہوں۔ آپ کے فون کا منتظر رہوں گا" علی اسے دروازے تک رخصت کرنے ساتھ چلا آیا تھا۔

ہسپتال میں آج اس کی ہاؤس جاب کا آخری دن تھا۔ سو وہ اپنے ضروری کام نمٹا کر سب سے ملتا پھر رہا تھا جب ڈینٹل او پی ڈی کے ویٹنگ ایریا میں بیٹھے حافظ موسی بن عمر پر اس کی نظر پڑی تو وہ چلتے چلتے رک گیا

www.novelsclubb.com

"حافظ صاحب؟" اس نے پکارا تو وہ جو کسی کتاب پر سر جھکائے پڑھنے میں محو تھے، چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"ارے ڈاکٹر محد۔ کافی دنوں بعد نظر آئے آپ" انہوں نے اسے دیکھتے ہی کتاب بند کی اور اٹھ کر گلے ملنے لگے

"آپ خیریت سے آئے ہیں؟"

"وہی دانت جو نیا لگوایا تھا۔اس میں آج صبح سے بہت درد ہے تو سوچا ایک بار چیک کروالیا جائے"

"آئیں چلیں پھر میں چیک کرلیتا ہوں" اس نے کہا تو وہ ہاتھ میں کتاب تھامے اس کے ساتھ ہو لیے۔

"آپ کتابوں کے شوقین لگتے ہیں" راستے میں اس نے پوچھا۔

کتابوں کا بھی مگر شاعری کا کافی شوقین ہوں" ان کے چہرے پر وہی مخصوص مسکراہٹ تھی۔

"واقعی؟" محد نے حیرانی سے پوچھا۔اسے مسجد کے امام کے شاعری سے لگاؤ پر واقعی حیرت ہوئی تھی۔

"میں سمجھتا ہوں کہ انسان کو تفریح کے لئے ایسی عادات کا انتخاب کرنا چاہیئے جو اسے صرف تفریح ہی دیں یا تفریح کے ساتھ علم دیں۔ جنون اور غفلت نہیں! اس لئے میں نے اپنے لئے اچھی کتابوں اور اچھی مہذب شاعری کو منتخب کیا"

ان کی بات پر محد نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔وہ او پی ڈی کے اندر پہنچ چکے تھے۔

"آپ دن میں تین چار بار گرم پانی میں نمک ڈال کر کُلیاں ضرور کیا کیجئے۔بلکہ اپنے روزانہ کے معمول میں اس عادت کو بھی شامل کر لیں۔انشاءاللہ فائدہ ہو گا" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔معائنہ کر کے اس نے انہیں کچھ مزید تجاویز دیں اور رخصت کر دیا۔

چند مریض اور دیکھ کر اور باقی سارے معاملات مکمل کر کے وہ اپنا سامان سمیٹ کر واپسی کے نکلنے لگا کہ اس کی نظر کاؤچ پر رکھی کتاب پر پڑی جو حافظ موسی بن عمر یہیں بھول گئے تھے۔اس نے آگے بڑھ کر کتاب اٹھالی۔

"ملاقات ہو گی تو لوٹا دوں گا" سوچ کر اس نے کتاب اپنے سامان کے ساتھ رکھ دی اور گھر کے لئے نکل آیا۔

گھر آتے ہی وہ سونے کے لئے کمرے میں گھُس گیا کہ پچھلی رات بھی اس نے جاگ کر گزاری تھی۔جب وہ سو کر اٹھا تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو" اسے مؤزن کی بات یاد آئی تھی۔ وہ اٹھا اور نماز پڑھنے کے لئے نکل گیا۔

نماز سے واپس آکر اس نے ماں سے کھانے کا کہا اور اپنے کمرے میں آکر سب سامان سمیٹنے لگا۔

وہ جو علی کو اپنے کمرے میں زرا سا بھی گند ڈالنے نہیں دیتا تھا، اب اتنے عرصے سے وہ اپنے کمرے میں بکھری چیزوں پر بھی دھیان نہیں دے رہا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ انسان خود بکھرا ہو تو اس کے آس پاس سب کچھ بکھرنے لگتا ہے۔ شاید اس کا کمرہ بھی اس کے اندر کی عکاسی کر رہا تھا۔

اگر علی اس کے کمرے کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو کبھی یقین نہ کرتا کہ یہ محد کا کمرہ ہے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنا آپ بھلا بیٹھا تھا۔ مگر آج اس کا جی چاہا کہ وہ غلط سے صحیح کی طرف پلٹ جائے۔

سامان سمیٹنے کے بعد اس نے اپنے بیگ میں رکھی چیزیں نکال کر اپنی جگہ رکھنا شروع کیں کہ وہی کتاب اس کے ہاتھ آگئی۔ وہ عربی شاعری کی کوئی کتاب تھی جس کا انگریزی میں ترجمہ

عربی اشعار کے ساتھ ساتھ موجود تھا۔اس نے صفحات پلٹ کر سرسری سی نگاہ ڈالی کہ ایک صفحے پر اس کی نظر ٹھہر گئی۔

وھذا الاسم لي...وہ محمود درویش کی اس نظم کا انگریزی ترجمہ پڑھنے لگا۔

یہ نام میرا ہے

اور یہ میرے احباب کا ہے،وہ جہاں کہیں بھی ہوں (مجھے اس نام سے پکارتے ہیں)

یہ عارضی جسم میرا ہے،بھلے موجود ہو یا غائب

اور ابھی کے لئے زمین کے دو گز میرے لئے کافی ہیں

بلکہ میرے لئے تو کافی ہے فقط 1.75 گز

اور بقیہ حصہ مختلف رنگ کے پھولوں کے لئے

جو آہستہ آہستہ مجھے جذب کر لیں گے

www.novelsclubb.com

اور میرا ہے وہ جو میرا رہ چکا ہے؛ یعنی میرا کل

اور جو آنے والا ہے یعنی مستقبل، میرا ہے

دور میرا ماضی، میرا ہے

اور میری بھٹکتی ہوئی روح کا واپس اپنی منزل کو پلٹنا

ایسے پلٹنا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو

اس مضحکہ خیز حال کے بازو میں ایک بے ضرر سا زخم پڑتا ہے

اور تاریخ ہنسنے لگتی ہے اپنے فاتحین پر

ان فاتحین پر ایک نگاہ ڈالتی ہے اور گزر جاتی ہے

یہ سمندر میرا ہے

یہ خنک ہوا میری ہے

میرا نام

www.novelsclubb.com

چاہے کافور پر اس کے غلط ہجے کئے جائیں

میرا ہے!

جہاں تک میری اپنی ذات کی بات ہے،

جدا ہونے کی تمام وجوہات سے بھرے ہو کر

میرا وجود میرا نہیں ہے!

میں اپنا نہیں ہوں!

www.novelsclubb.com

وہ پڑھتا چلا گیا۔ "محد گیٹ کھول دو پلیز" طاہرہ کی آواز پر اس کا تسلسل ٹوٹا اور وہ کتاب ہاتھ میں لئے تیزی سے باہر نکل آیا۔

"کون؟" گیٹ کے قریب جا کر اس نے پوچھا

"طاہرہ آنٹی گھر پر ہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی۔اس نے سنا اور مزید کچھ کہے بغیر دروازہ کھول کر خود ایک طرف کو ہو کر کتاب کے صفحات پلٹنے لگا۔

وہ جو ہاتھ میں ایک درمیانے سائز کی گول ٹرے لیے کھڑی تھی، دروازہ کھل جانے پر کسی کے اسے اندر بلانے کی منتظر تھی۔چند لمحے بعد بھی کوئی نہیں آیا تو اس نے پاؤں سے دروازہ تھوڑا اور دھکیل کر اندر قدم رکھ دیئے۔پھر اس جانب دیکھا جہاں وہ کھڑا کتاب کے کسی ورق پر نظریں جمائے اس کے وہاں آنے سے بے خبر لگ رہا تھا۔

"عمارہ گھر پر ہیں؟" اس نے پھر پوچھا۔

"جی اندر ہیں" اس نے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔

"عجیب۔سڑیل" وہ بلا ارادہ زیرِ لب بڑبڑائی اور پورچ عبور کر کے اندر کی طرف چل دی۔

"ارے ذونیشہ!" اسے لاؤنج کی طرف آتا دیکھ کر طاہرہ خوشی سے اس کی طرف لپکی تھیں۔

"اکیلی آئی ہو؟ آمنہ نہیں آئیں؟" وہ اسے صوفوں کے پاس لے جاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں

"میں نے انہیں کہا تھا کہ ساتھ چلیں لیکن۔۔۔اور یہ آپ کے لئے "اس سے بات نہ بن پائی تو ٹرے ان کے آگے کر دی۔

"یہ کیا لے آئیں تم"

"وہ آنٹی میں نے بریانی بنائی تھی۔اور پھر آپ سے معذرت بھی تو کرنی تھی "وہ مسکرائی

"بہت اچھا کیا تم نے۔بیٹھو بیٹھو۔میں عمارہ کو بلاتی ہوں "انہوں نے ٹرے اس کے ہاتھ سے لے لی۔اس نے چاروں طرف نظر دوڑا کر عمارہ کے آجانے تک صوفے پر خاموشی سے بیٹھ جانا ہی مناسب سمجھا۔

"فہد۔بیٹا عمارہ کو بھیجو "طاہرہ نے آواز لگائی۔

"آنٹی اگر وہ مصروف ہے تو میں پھر کسی وقت آجاؤں گی "اسے جانے کی جلدی تھی۔محدوہ کتاب ہاتھ میں لیے لیے ہی اندر آیا اور ایسے کچن میں چلا گیا جیسے اس نے وہاں کسی مہمان کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔

"کھانا پھر ٹھنڈا ہو گیا ہو گا محد "وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھنے لگا جب طاہرہ نے کہا۔

"میں گرم کر لیتا ہوں" اس نے کتاب ایک طرف رکھ کر پلیٹ اٹھائی اور اوون کی طرف بڑھ گیا۔ وہ باہر بیٹھی سب باآسانی سن سکتی تھی۔ جب وہ اوون کی طرف آیا تو لاؤنج کے طرف کی کچن کی کھڑکی میں اسے وہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ اس سنجیدہ مزاج شخص کو دیکھ رہی تھی اتنے میں فہد سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آیا۔ اسے دیکھتے ہی فہد نے سلام کہا تھا۔

"آپ عمارہ کی دوست ہیں؟" اس نے سامنے کے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تو زونیشہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"عمارہ ویسے اس وقت مدرسے جاتی ہے۔ لیکن آپ کی قسمت اچھی تھی کہ آج مدرسے سے چھٹی ہو گئی تو وہ کالج سے آ کر سو گئی تھی۔ میں اٹھا کر آیا ہوں، ابھی آ جائے گی" وہ اسے صورتحال سے آگاہ کر رہا تھا اور وہ خاموشی سے بیٹھی سن رہی تھی۔

"آپ بولتی نہیں ہیں؟" فہد سے اسے خاموش نہ دیکھا گیا۔

"ایک منٹ۔ کہیں آپ وہ کھڑکی والی تو نہیں؟" اسے یک دم کچھ یاد آیا تھا۔

"فہد!" طاہرہ نے اسے آواز لگائی تو وہ 'جی ماں' کہتا ہوا کچن میں چلا گیا۔

"کھڑکی والی؟"اس نے سوچا۔کھڑکی والی سن کر تو اندر بیٹھے محد کے بھی کان کھڑے ہوئے تھے مگر وہ بے توجہی ظاہر کرتا ہوا کوفتوں کے ساتھ انصاف کرنے کے بعد اب بریانی کی ٹرے کی جانب ہاتھ بڑھا رہا تھا۔فہد کچن میں چلا گیا تو طاہرہ نے اسے کچھ کہا، پھر ہاتھ دھو کر مسکراتی ہوئی اس کے پاس آ بیٹھیں۔

"میرا خیال ہے بیٹا تم اوپر عمارہ کے کمرے میں ہی چلی جاؤ۔یہاں تو ان لڑکوں کا آنا جانا لگا رہے گا۔تم دونوں ٹھیک سے بات چیت بھی نہیں کر سکو گے۔میں بھی تھوڑی دیر تک وہیں آ جاؤں گی"وہ اسے کہہ کر عمارہ کے کمرے کا راستہ سمجھا رہی تھیں۔

اس نے مسکرا کر حامی بھری اور اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔اس لمحے محد نے لاؤنج میں جھانکتے ہوئے اسے ایک نظر دیکھا تھا جیسے جاننا چاہ رہا ہو کہ کیا یہ وہی ہے۔

"کھڑکی والی ہے نا؟"فہد نے اسے سر ٹیڑھا کر کے لاؤنج میں جھانکتے ہوئے دیکھا تو کہا

"شٹ اپ"اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا اور ہاتھ دھو کر کچن سے نکل آیا۔فہد نے اس کے پیچھے سے قہقہہ لگایا تھا

"میں اندر آ جاؤں؟" عمارہ کے کمرے کے دروازے پر کھڑے کھڑے اس نے پوچھا۔ عمارہ جو ہاتھ میں تولیہ تھامے سنگھار میز کے سامنے کھڑی چہرے سے ٹپکتے پانی کو صاف کر رہی تھی، چونک کر مڑی

"جی جی آئیں پلیز" اس نے تولیہ جلدی سے منہ پر پھیرا اور ایک طرف کو رکھ کر اس کی طرف بڑھی

"سوری آپ کو اتنا انتظار کرنا پڑا۔ دراصل میں کالج سے آ کر سو گئی تھی" اس نے وضاحت دینا چاہی

"کوئی بات نہیں۔ میں بھی تو بتائے بغیر آ گئی" وہ مسکرائی، "اور مبارک ہو یار۔ آنٹی بتا رہی تھیں کہ تمہاری منگنی ہو گئی ہے" اس کی آواز نے یک دم جوش پکڑا۔ اسے واقعی خوشی ہوئی تھی مگر عمارہ کے چہرے کی مسکراہٹ قدرے ماند پڑ گئی۔

"جی منگنی ہو گئی" اس نے کہا اور بیڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھا کر کندھے پر ٹکانے لگی

www.novelsclubb.com

"کیا ہوا؟"تم خوش نہیں ہو؟"زونیشہ اس کے قریب آئی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے"

"عمارہ اگر کوئی بات تم مجھ سے بانٹنا چاہو گی تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔دوست سمجھ کر ہی بتادو" وہ اپنایت سے کہہ رہی تھی۔

"چھوڑیں اس بات کو۔یہ بتائیں کہ آپ مجھے اپنا دوست ماننے لگی ہیں؟"عمارہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے بیٹھنے کا کہا۔اور خود بھی بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"ہاں۔مجھے تو اسلام آباد کے پارک میں بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی دوست مل گئی۔اور پتہ ہے میں اتنے دنوں سے تم سے ملنے آنا چاہ رہی تھی لیکن بس کسی نہ کسی وجہ سے نہیں آپاتی تھی۔"

"پھر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے بتائیں گی؟"عمارہ جو اتنے دنوں سے اس کی کہی باتوں پر سوچ رہی تھی،اب بلا تمہید پوچھنے لگی۔

"کیا؟"

"زونیرہ کو مل کیس کے بارے میں" اس نے بغیر کسی تگ ودو کے کہا تو زونیشہ کے چہرے کا رنگ اڑ سا گیا۔اس نے بے یقینی کے عالم می عمارہ کو دیکھا جو اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"تم کیسے جانتی ہو؟"

"میں زیادہ نہیں جانتی زونیشہ۔اور مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ آپ ہر کسی سے، بلکہ کسی سے بھی اس بارے میں بات کرنا پسند نہیں کریں گی۔ہیں نا؟"

"ہنمم" زونیشہ نے نظریں چرائی تھیں، "پھر تم کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"جو کچھ آپ جانتی ہیں وہ سب۔مجھے پتہ ہے کہ یہ بات بہت پرانی ہے۔ہم اس وقت کافی چھوٹے تھے مگر اتنا جانتی ہوں کہ اس کیس کا ہمارے خاندان سے گہرا تعلق ہے۔میں اتنے سالوں پرانی اس پہیلی کو ختم کر دینا چاہتی ہوں۔آپ کے لئے بھی اور ہمارے لئے بھی" وہ کہہ رہی تھی مگر زونیشہ حیرانی سے اسے دیکھے گئی۔

"تمہارے خاندان کا تعلق ہے؟ لیکن کیسے؟ مجھے سمجھ نہیں آرہا" عمارہ کی باتیں اس کا ذہن الجھا رہی تھیں۔

"آپ کی بہن کا کیس فاخر زمان نے لڑا تھا، اتنا تو معلوم ہو گا ناں آپ کو؟" اس نے پوچھا

"ہاں مگر ان کو مار دیا گیا تھا کیونکہ ان کے ہاتھ مخالفین کے خلاف کافی ثبوت لگ گئے تھے اور کیس وہیں بند کر دیا گیا تھا"

"فاخر زمان میرے ماموں تھے" وہ زونیشہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی جو یہ بات سنتے ہی حیرانی سے قدرے پھیل گئیں۔ عمارہ نے چند لمحوں کا توقف کیا، بغور اس کے تاثرات دیکھے اور پھر اپنی بات جاری رکھی۔

"اور وہ شخص جسے آپ کو دیکھ کر زونیرہ یاد آئی تھی وہ فاخر زمان کا بڑا بیٹا ہے؛ ایس ایس پی آزر زمان! ان کا آپ کو دیکھ کر چونکنا اتفاقیہ نہیں تھا۔ وہ آپ کی بہن کی موت کے چشم دید گواہوں میں سے ایک ہیں۔ اور وہ بہت سالوں سے اس کیس کی تہہ تک پہنچنا چاہتے ہیں"

"پچھلی ملاقات کے بعد سے میں اسی کشمکش میں تھی۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ شخص کسی نہ کسی طرح آپی کے بارے میں جانتا ہو گا۔ عمارہ کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟" زونیشہ نے اس کی بات مکمل ہونے کے بعد التجائیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ عمارہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تمہاری دوست چلی گئی؟" رات کے کھانے کے دوران کھانے کی میز پر محد نے پوچھا تھا۔

"ہاں۔ کب کی" عمارہ نے عام سے انداز میں جواب دیا تھا۔

"کیوں بھائی آپ کو کوئی کام تھا ان سے؟" فہد پوچھ رہا تھا۔

"نہیں بھئی۔ مجھے کیوں کوئی کام ہو گا۔ میں نے تو اس لئے پوچھا کہ اس کے جانے کے بعد سے عمارہ چپ چپ ہے" محد نے دلیل دینا چاہی۔

"نہیں میں بس کچھ سوچ رہی تھی۔ ماں آزر بھائی اسلام آباد نہیں آئے ناں کافی عرصے سے۔ انہیں اور خولہ بھابھی کو گھر بلائیں؟"

"وہ آ ہی نہ جائے اپنی بیگم کو لے کر ہماری طرف۔ تمہاری منگنی پر بھی خولہ اور ثمینہ آپا آئی تھیں بس۔ آزر کی شادی کی دعوت بھی ابھی تک ہم نہیں کر سکے کہ آزر کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا" طاہرہ نے شکوہ کیا تھا۔

"تواب کر لیتے ہیں ناں۔ بلکہ آپ خولہ بھابھی سے بات کریں۔ وہ منالیں گی آزر بھائی کو کہ تھوڑا وقت نکال لیں"

"چلو کوشش کر لیتے ہیں"

"محد تمہارا کیا ارادہ ہے آگے ؟" رضا احمد جو کافی دیر سے خاموش بیٹھے ان کی باتیں سن رہے تھے، پوچھ بیٹھے

"میں ایک دو جگہ جاب کے لئے اپلائی کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اچھی جاب مل جائے گی۔ کچھ عرصے بعد پھر اپنا کلینک کھول لوں گا" وہ انہیں تفصیل سے بتانے لگا۔

"آج اتنے عرصے بعد ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں۔ محد بھی آج ہی قابو آیا ہے اور فہد بھی موجود ہے، اس وقت کوئی سنجیدہ گفتگو نہیں ہو گی" طاہرہ رضا احمد کے سوال پر برا مناگئی تھیں، "آپ نے یہ بریانی چکھی ؟ بہت لذیذ ہے۔ یہ آمنہ خاتون ہیں ناں، ان کی بھانجی بنا کر لائی تھی آج" وہ ان کی پلیٹ میں بریانی ڈالتے ہوئے بتانے لگیں۔

کھانے کے بعد عمارہ نے کمرے میں آکر سب سے پہلے موبائل پکڑااور ایک پیغام بھیج کر سمو کی کے ساتھ کھیلنے لگی۔

زونیشہ خالہ کو دوادے کر انہی کے پاس بیٹھی ادھر ادھر کی باتوں سے اپنااور ان کا دل بہلا رہی تھی جب اس کا موبائل بجا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایااور پیغام کھولا۔

"اتنی مزے دار بریانی کے لئے شکریہ "عمارہ کے پیغام پر وہ مسکرائی تھی۔"پھر مجھے کُکنگ کلاسز کب دے رہی ہیں آپ؟ کیونکہ مجھے تو بیکنگ کے علاوہ کچھ نہیں آتا"دوسرا پیغام موصول ہوا تھا

"جب تم مجھے کیک بنانا سکھاؤ گی،تب"وہ مسکراتے ہوئے جواب لکھ رہی تھی

"بڑا مسکرایا جارہا ہے آج"خالہ نے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"یار خالہ"اس نے موبائل ایک طرف کو رکھ دیا،"آپ کو پتا ہے میری ایک نئی دوست بنی ہے"

"واقعی؟تم تو کسی کو دوست نہیں بناتی۔علیشہ کے علاوہ کبھی کسی دوست کا ذکر نہیں سنا تم سے میں نے "خالہ کو تعجب ہوا تھا۔

"وہی تو خالہ۔لیکن عمارہ سے پہلی بار مل کر مجھے زرا نہیں لگا کہ میں کسی اجنبی سے مل رہی ہوں۔بہت اپنائیت سے ملی وہ مجھے۔مجھے بہت اچھی لگی "وہ خوش تھی۔آج خوشی اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔

"اور مجھے تم ایسے بہت اچھی لگ رہی ہو۔ہنستی بولتی ہوئی۔ایسے ہی خوش رہا کرو میرا بچہ۔"خالہ نے اسے محبت سے دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"سر آپ گل یار کے لئے پریشان ہیں؟"دلاور پوچھ رہا تھا

"کیسے نہ پریشان ہوں دلاور۔وہ بیوقوف اگر پکڑا گیا تو مارا جائے گا"

"سر مجھے یقین ہے کہ وہ پکڑا نہیں جائے گا۔اس کے پاس یقینا کوئی منصوبہ ہو گا"

"لیکن مجھے یقین نہیں ہے اس کے منصوبوں پر۔ بہت جلد باز ہے وہ۔ ڈی آئی جی کے سامنے تو میں نے ایسے ہی شیخی بھگاری، ورنہ وہ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ یہ سب کتنا خطرناک ہے" اسی دوران اسد وہاں آیا تھا۔

"سر ڈاکٹر ڈان نے اس پتھر کے متعلق کچھ بتایا؟"

"نہیں" آزر نے اپنی میز کی دراز کھولی اور اس میں رکھا ایک پیکٹ نکالا۔ جس میں گہرا لال پتھر موجود تھا، "وہ اس بارے میں کچھ خاص نہیں بتا سکے۔ مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا" آزر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں گھر جا رہا ہوں۔ کچھ بھی غیر معمولی ہوا تو مجھے فوراً فون کرنا"

وہ کہہ کر آفس سے نکل گیا۔

گھر پہنچتے ہی اس نے خولہ سے سب سے پہلے علی کا پوچھا تھا

"پہلے آپ میری بات سنیں۔ کل ہم طاہرہ پھوپھو کی طرف جا رہے ہیں اور یہ طے ہو چکا ہے!" خولہ نے دوٹوک کہا

"خیریت؟"

www.novelsclubb.com

"دعوت دی ہے انہوں نے آزر۔وہ بچاری اتنے عرصے سے بلا رہی ہیں ہمیں۔بس اب انہیں مزید انتظار نہیں کروانا، ہم کل جائیں گے اور دوپہر کا کھانا وہیں کھائیں گے"

"اچھا اچھا بیگم چلے چلیں گے۔اب میں علی سے مل لوں؟"آزر نے ہاتھ اٹھا دیئے کہ پرا سیکیوٹر بیگم کے آگے ایس ایس پی کی کہاں چلنے والی تھی

"علی تو ابھی آیا نہیں آفس سے۔بس آتا ہی ہو گا۔سب خیر ہے نا؟"

"ہاں بس اس سے کچھ ڈسکس کرنا تھا"

"آزر پتر وہ علی کے ساتھ جو فراڈ ہو گیا تھا،اس کا کچھ پتا چلا؟"آیا جی پوچھ رہی تھیں

"جی آیا جی۔وہ تو اسی دن پکڑا گیا تھا۔علی نے بتایا نہیں آپ کو؟"آزر نے خولہ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس تھامتے ہوئے بتایا۔

"کہاں بتایا۔وہ بیچارا تو اپنے بزنس کی نظر ہو گیا ہے"

"اچھی بات ہے ناں آیا جی۔ابھی نیا نیا کاروبار ہے،ابھی سے پورا وقت دے گا تبھی کاروبار چلے گا"

اسی لمحے علی لونگ روم میں داخل ہوا تھا۔

"چلو اچھا ہوا آج دونوں آ گئے۔میں خالہ امی کو بلاتی ہوں، کھانا ایک ساتھ کھا لیتے ہیں"خولہ نے کہا اور وہاں سے چل دی۔جبکہ آزر علی کو اپنے ساتھ کمرے میں لے آیا۔

"علی اس پتھر کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟میں نے یہ کہیں دیکھا ہے مگر یاد نہیں آ رہا کہ کہاں"آزر نے چھوٹا پلاسٹک کا لفافہ اس کی جانب بڑھا دیا۔علی نے پیکٹ سے وہ پتھر نکالا۔وہ چنے کے دانے جتنا بیضوی شکل کا پتھر تھا۔علی اسی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے بیچ پکڑ کر بغور دیکھنے لگا۔

"یاقوت ہے کیا؟"

"نہیں۔یہ بہت گہرا ہے۔جمے ہوئے خون جیسا میرون۔مگر یہ چمک دیتا ہے۔یاقوت ایسا نہیں ہوتا۔اور اس میں کہیں کہیں سفید لکیریں بھی دکھائی دے رہی ہیں۔یہ۔۔۔یہ آپ کو ملا کہاں سے؟"علی نے حیرت سے پوچھا۔

"ایک جائے وقوعہ سے۔قاتل نے ہمارے دو سپاہیوں کا قتل کیا ہے۔اور غالباً یہ پتھر اسی کا ہے"

بھائی اگر میں غلط نہیں ہوں تو یہ پینائٹ ہے۔اور یہ عام نہیں ملا کرتا۔خاصا نایاب پتھر ہے یہ"

"کہاں ملتا ہے یہ؟"

"کم از کم ہمارے ملک میں تو نہیں ملتا۔جہاں تک میں جانتا ہوں،یہ برما میں دریافت ہوا تھا۔دنیا کے نایاب ترین پتھروں میں سے ایک ہے۔لیکن آپ کسی ماہر سے پتہ کروالیں کیونکہ یہ صرف میرا اندازہ ہے کہ پینائٹ ہے"

"اور اگر یہ واقعی پینائٹ ہے تو"

"تو یقیناً یہ جس کا ہے یا تو وہ بہت بڑا رئیس ہے یا پھر اس نے کہیں سے یہ پتھر چُرایا ہے" علی وثوق سے کہہ رہا تھا۔ "اگر آپ کہیں تو میں پتا کرواؤں مزید اس پتھر کے بارے میں؟"

"تم کیسے پتا کرواؤ گے؟" آزر نے پوچھا

"کوشش کرتا ہوں۔ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے"

"ٹھیک ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ بہت اہم اور واحد ثبوت ہے ہمارے پاس۔ تو زرا احتیاط سے۔ میں اپنی ذمے داری پر تمہیں دے رہا ہوں" آزر اسے تلقین کرنے لگا

"آپ بے فکر رہیں بھائی" علی نے وہ پلاسٹک کا پیکٹ اپنی سیاہ پینٹ کی جیب میں اڑس لیا۔

www.novelsclubb.com

17 ستمبر 2018

امریکہ؛ ریاست فلوریڈا- اورلانڈو انٹرنیشنل ائیر پورٹ۔

ائیر پورٹ کے وسیع و عریض لاؤنج کے چمکتے فرش پر جگہ جگہ لگے اونچے کھجور اور صنوبر کے درختوں کے بیچ لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ یہ ائیر پورٹ فلوریڈا کے مصروف ترین ہوائی اڈوں میں شمار ہوتا تھا۔ جہاز میں پورے سفر کے دوران وہ برقعے میں خود کو چھپائے اپنا سانس تقریباً روکے اس سنہری بالوں والی لڑکی کے ساتھ بیٹھا رہا۔ اور اب جب جہاز سے اترنے کا وقت آیا تھا تو اس کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

"ہیرو بننے کے چکر میں بہت بڑی بیوقوفی کر بیٹھا" سنہری بالوں والی لڑکی کے پیچھے اور کئی پینٹ کوٹ میں ملبوس افراد کی تیز نظروں کے بیچ چلتے چلتے جہاز سے نکلتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔

"ماڑا اب ان عقابی نظروں کو چکما دے کر یہاں سے کیسے نکلوں۔ پکڑا گیا تو یہ سب تو کھڑے کھڑے مجھے گولی مار دے گا" اس نے لب کاٹے۔ برقعے کے سکارف کی جالی میں سے بمشکل دیکھتے ہوئے وہ قدم بڑھا رہا تھا۔ جہاز سے نکلتے اور ائیر پورٹ کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے اتنا ہجوم دیکھ کر اس کے دماغ نے تیزی سے کام کیا۔ اس نے لمحہ بھر کو نظریں گھما کر سمت کا تعین کیا۔ اور جہاں زیادہ لوگ تھے اسی جانب دوڑ لگا دی۔

www.novelsclubb.com

اس کے دوڑ لگانے کی دیر تھی یک دم گہما گہمی مچ گئی۔اس کے پیچھے کئی پینٹ کوٹ میں ملبوس افراد دوڑے تھے۔جبکہ سنہری بالوں والی لڑکی نے آنکھوں پر پہنا چشمہ اتار کر صورتحال سمجھنے کی کوشش میں اسی سمت دیکھا جہاں سب دوڑے تھے۔

گل یار نے لوگوں کے ہجوم میں سے جھک کر گزرتے ہوئے چلتے چلتے ہی تیزی سے برقعہ اتار کر قریب رکھے بڑے کوڑے دان میں پھینکا اور زرا دور جا کر یک دم سیدھا ہو گیا۔اور اپنی خاکی پینٹ کی جیب میں دونوں ہاتھ ڈال کر اطمینان سے دھیرے دھیرے چلنے لگا۔یہ دو سے تین منٹ اس کی زندگی کے سب سے بہترین منٹ تھے۔اس کے بھاگنے کے اور شدتِ جذبات کے باعث سرخ ہوتے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔وہیں موجود صنوبر کے درختوں کے ساتھ رکھے بینچ پر اس کی نظر پڑی تو وہ اسی طرح خراماں خراماں چلتے ہوئے بینچ پر جا بیٹھا۔

اب وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے اپنی باریک مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے اور اپنا سانس بحال کرتے ہوئے ائیر پورٹ کے لاؤنج میں نظریں دوڑا رہا تھا۔جہاں جگہ جگہ پھیلے وہ پینٹ کوٹ میں

ملبوس افراد کسی برقعہ پوش کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ گل یار کی نظروں نے اس سنہری بالوں والی لڑکی کو تلاش کیا۔

وہ ایک طرف کھڑی تھی۔اس کے آس پاس دو تین گروہ کھڑے تھے اور ہر گروہ کے ساتھ کچھ لڑکیاں موجود تھیں۔ جن میں چند نقاب پوش تھیں اور چند عام لباس میں۔ گل یار کے ماتھے پر بل پڑنے لگے تھے۔

"یعنی صرف شظفا نہیں، بلکہ کئی اور لڑکیاں بھی آج فلوریڈا بھیجی گئی ہیں" اس نے سوچا۔

کافی دیر وہ افراد شظفا کو ڈھونڈتے رہے مگر وہ وہاں ہوتی تو انہیں ملتی، بلآخر سنہری بالوں والی لڑکی نے انہیں اشارہ کیا تو وہ سب واپسی کے لئے پلٹ گئے۔

"ہائے رے قسمت۔ میں وہ واحد آدمی ہوں گا جو بغیر پاسپورٹ کے فلوریڈا پہنچ گیا ہو گا" اس نے ایک آہ بھری اور محتاط انداز میں آگے بڑھتا ہوا ان کا پیچھا کرنے لگا۔

ائیر پورٹ سے نکلتے ہی وہ سب تیار کھڑی گاڑیوں میں بیٹھنے لگے تو گل یار نے اجلت میں قریب کھڑی ٹیکسی میں گھس کر اسے ان کا پیچھا کرنے کا کہا۔

گاڑیاں ایک عالیشان ہوٹل کے سامنے جا کر رکی تھیں۔ گل یار تیزی سے ٹیکسی سے باہر نکلنے لگا کہ ڈرائیور نے اس سے کرایہ مانگا۔

"Hey Hey, You have to pay me 20 dollars"

ڈرائیور تقریبا چلایا تھا۔

"ہاں ہاں اچھا اچھا دے رہا ہوں" گل یار نے زچ آتے ہوئے کہا اور تیزی سے اپنا والٹ نکالا۔ والٹ کھولتے ہی پاکستانی کرنسی اس کا منہ چڑھانے لگی۔

"بیڑا غرق۔ ماڑا اب میں کدھر جائے گی" وہ ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ پھر اسے خیال آیا تو تیزی سے اپنے ہاتھ میں پہنی چاندی کی دونوں انگوٹھیاں نکالی اور ڈرائیور کی طرف بڑھا دیں۔

"Silver? I don't have dollar , sorry"

وہ ڈرائیور کو سمجھانے لگا۔ لیکن وہ ڈالر کے علاوہ کچھ لینے پر تیار نہیں تھا۔ اسے منانے میں گل یار کو خاصا وقت لگ گیا۔ بلا آخر وہ انگوٹھیاں لینے پر رضامند ہوا تو گل یار نے جان چھڑوا کر اپنے ہاتھ جھاڑے اور ہوٹل کو باہر سے بغور دیکھنے لگا۔ ہوٹل کی عمارت خاصی بڑی تھی۔ وہ وہیں

چاروں اطراف چکر کاٹتے ہوئے آگے کہ منصوبہ بندی کرنے لگا۔کچھ دیر بعد سنہری بالوں والی لڑکی اپنے بندوں کے ساتھ باہر نکلی اور گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔ائیر پورٹ پر جو لڑکیاں اس کے ساتھ تھی،اب وہ اس کے ساتھ باہر نہیں آئی تھیں۔ابھی گل یار اس صورتحال کو سمجھنے کی کوشش میں تھا کہ کئی پینٹ کوٹ میں ملبوس افراد کے ساتھ وہ لڑکیاں ہوٹل سے نکلی اور انہیں قریب کھڑی ویگن میں بیٹھا دیا گیا۔ان کے بیٹھتے ہی ویگن چل پڑی تھی۔گل یار نے ویگن کے پیچھے دوڑ لگائی مگر ویگن جلد ہی اس کی نظروں سے اوجھل ہونے لگی۔اب وہ سڑک پر بھاگتا ہوا ادھر ادھر کچھ تلاش کرنے لگا۔ایک دکان کے باہر کھڑی سائیکل پر اس کی نظر پڑی تو وہ تیزی سے سائیکل پر سوار ہوا اور پوری محنت سے سائیکل دوڑانے لگا۔ویگن زیادہ دور نہیں گئی تھی۔جب تک وہ ویگن کے قریب پہنچا،وہ کسی عمارت کے باہر رک چکی تھی۔گل یار نے سائیکل کو بریک لگائی اور نظریں اٹھا کر عمارت کو دیکھا۔

"SSS The Bar"

اس نے زیرِ لب نام پڑھا اور ایک فاتحانہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ وہ ان سب کے بار کے اندر جانے کا منتظر تھا مگر وہ افراد لڑکیوں کو بار کے دروازے کی بجائے بار کے ساتھ جاتی گلی میں داخل ہو گئے۔ گل یار نے عجلت میں سائیکل کے پیڈل گھمائے اور گلی کی طرف بڑھا مگر جب تک وہ گلی میں پہنچا، وہ لوگ اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

اس نے ناکام ہو جانے پر اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ مگر یہ جان کر وہ خوش تھا کہ وہ ٹرپل ایس دی بار کے سامنے موجود تھا۔ سائیکل کو ایک طرف کھڑا کر کے وہ بار کے اندر داخل ہو گیا۔

ڈسکو لائیٹ کے ساتھ باآواز بلند موسیقی اور ان گنت ناچتے ہوئے لوگ! لمحہ بھر کو اس نے آنکھیں میچی اور کانوں میں انگلی گھما کر گویا انہیں صاف کیا۔ چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی نظر ایک کونے میں پڑے ڈبے کے اندر رکھے موپ پر پڑی جو صفائی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر وہ موپ اٹھایا، وہیں پڑا ایک ملگجا سا کپڑا اپنے کندھے پر ڈالا اور اس بالٹی نما ڈبے کو ہینڈل سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ اب وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہا

تھا۔جہاں کئی لوگ بیٹھے گلاسوں میں بھرے دوزخ کو اپنے اندر انڈیل رہے تھے۔کچھ ادھ موا حالت میں کاؤنٹر پر جھکے ہوئے تھے اور کچھ وہیں رکھے سٹولوں پر ادھر ادھر ڈول رہے تھے۔

"تمہارا مینجر کہاں ہے؟"گل یار نے کاؤنٹر پر کھڑے شخص سے باآواز بلند پوچھا۔

"تم کون ہو؟اور کیا کام ہے؟"اس شخص نے گل یار کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔تو گل یار نے موبائل اس کے سامنے کر دیا۔

"I am gulu. I am here for a job"

گل یار اسے پورے اعتماد کے ساتھ بتا رہا تھا۔

"مینجر آج مصروف ہے۔آج نہیں مل سکتا"وہ شخص جان چھڑوانے کے سے انداز میں کہہ کر آگے بڑھنے لگا کہ گل یار نے اس کا بازو تھام لیا۔

"دیکھو میں غریب آدمی ہوں۔مجھے نوکری دے دو۔مجھ غریب کا بھلا ہو جائے گا۔ایسی صفائی کروں گا کہ تمہارا ہوٹل چمک جائے صاحب۔بس اپنے مینیجر سے ملنے دو"گل یار منت کرنے لگا۔

"پرانا لڑکا دو دن سے آیا نہیں ہے اور معلوم نہیں کب آئے گا۔آئے گا بھی یا نہیں۔میرا خیال ہے کہ اسے کام پر رکھ لیتے ہیں، بعد میں منیجر سے بات کر لیں گے "ایک دوسرا لڑکا قریب آکر اس شخص کے کان میں کہہ رہا تھا۔اس کی بات سن کر وہ گل یار کی طرف مڑا

"اچھا ٹھیک ہے گُلو۔تم فی الوقت یہاں کام کر سکتے ہو۔لیکن کل مینیجر سے بات کرنے کے بعد طے ہو گا کہ تمہیں مستقل طور پر نوکری دینی ہے یا نہیں"

گل یار نے فوراً حامی بھر لی اور موپ اٹھائے ایک کونے سے صفائی کرنے لگا۔وہ اب تک کے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب رہا تھا سو فاتحانہ مسکراہٹ نے اس کے باریک گلابی ہونٹوں کو کانوں تک پھیلا دیا۔

www.novelsclubb.com

گناہ کے راستے پر قدم رکھتے ہوئے انسان کو اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ کس دلدل میں پاؤں رکھ رہا ہے۔شیطان گناہوں کو اتنا خوبصورت کر کے دکھاتا ہے کہ انسان اس کے سرور میں محو ہو کر خوفِ خدا کو دل سے نکال دیتا ہے۔جب تک انسان واپس ہوش میں آتا ہے، تب تک خاصی دیر

ہو چکی ہوتی ہے۔ مگر کیا ایسے دیر سے احساس ہو جانے والوں کے لئے اللہ کے ہاں کوئی جگہ ہے؟ دیر سے واپس پلٹنے والوں کو بھی رحمتیں سایہ دیتی ہیں؟

وہ ہر بار کی طرح 'غلطی' دہرا کر دوبارہ اسی رب کے در پر آ بیٹھا تھا جس رب کی اس نے نافرمانی کی تھی۔ جس رب کی رسی کو بار بار تھامتا تھا اور ہر بار چھوڑ دیتا تھا۔ جس رب کے ساتھ اس نے پہلے ہمیشہ دوستی لگائے رکھنے کی کوشش کی تھی مگر اب کئی کئی دن وہ اس دوست کو یاد تک نہیں کرتا تھا۔ وہ جو کسی کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھتا تھا، آج کیا کچھ دیکھ لیتا تھا اور دیکھتے ہوئے اس کا دل بھی نہیں ڈرتا تھا نہ اس کے ہاتھ کانپتے تھے۔

آخر کب اور کیسے وہ ایسا ہو گیا تھا؟ کیا شے تھی جس نے اسے اس کے راستے سے بھٹکا دیا تھا؟ کیا بات تھی جس نے اس سے اس کا ہوش چھین لیا تھا اور اتنا بہکا دیا کہ وہ اپنی ذات کو بھلا بیٹھا۔

مسجد کے صحن میں سر جھکائے بیٹھا وہ اپنا محاسبہ کر رہا تھا۔ وہ اپنی ذات کو پانا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا، اسے احساس تھا کہ وہ یہ نہیں ہے جو وہ بن بیٹھا ہے۔

"اللہ کی رسی نہیں مل رہی؟ یا تم نے ابھی اسے ڈھونڈا ہی نہیں؟" موذن صاحب آج اس کے قریب اس کے پہلو میں آ بیٹھے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ اس کی آنکھیں رو رو کر لال ہو رہی تھیں مگر دل کے داغ تھے کہ دُھل ہی نہیں رہے تھے۔

"کیا اللہ مجھ جیسے کو اپنی رسی تھما دیتا ہے؟" اس نے ہارے ہوئے انداز میں پوچھا

"تمہیں پتا ہے اللہ کو نیک بندوں سے محبت ہے؟" موذن نے پوچھا تو محد نے سر ہلا دیا

"اور کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کو گناہگار بھی پسند ہیں۔ وہ گناہگار جو پلٹ آتے ہیں۔ شرمندگی اور ندامت کے احساس کے ساتھ۔ توبہ کے عزم کے ساتھ۔ جو ہر بار اللہ کے ہاں پلٹ آتے ہیں، اللہ کو وہ گناہگار پسند ہیں" مؤذن کی آنکھوں میں آج بھی وہی ویرانی تھی جو اس نے پہلے دیکھی تھی۔ اسے آج اس ویرانی میں اپنا عکس پہلے سے بھی زیادہ چھوٹا دکھائی دے رہا تھا۔ گویا کسی کھائی میں وہ اور نیچے دھکیلا جا چکا ہو۔

"اتنی بار بھٹکتا ہوں اور اتنی بار پلٹتا ہوں۔ آخر میں ایسا کیسے بن گیا۔ کیسے میں خود کو اس دلدل سے نکالوں۔ کیسے تھامے رکھوں اللہ کی رسی کو" وہ تھک رہا تھا۔ اس کے لہجے میں دنیا جہاں کی

تھکاوٹ تھی۔ جیسے کوئی صحرا میں سمت کا تعین کرنے کی کوشش میں تھک جائے اور پیاس بجھانے کو پانی بھی پاس نہ ہو۔ وہ ایسی ہی تھکن میں مبتلا تھا۔ اس کا دل پیاسا تھا جس کی پیاس اس کے آنسو بھی بجھا نہیں پا رہے تھے۔

"جب تک تم اپنے بھٹکنے کی وجہ کو جڑ سے نہیں مٹا دیتے، تم صحیح سمت کا تعین کیسے کر سکتے ہو؟" موزن صاحب کہہ رہے تھے۔

وہ کیسے بھٹکا تھا؟ صحرا میں وہ کیوں بہک رہا تھا؟ راستہ بھول گیا تھا؟ نہیں راستہ تو اسے معلوم ہی نہیں تھا۔ تو پھر صحرا میں درست راستہ کیسے ڈھونڈا جاتا ہے؟ وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔

"اور میں وہ وجہ کیسے تلاش کروں۔ جب تک وجہ نہیں ملے گی۔ اسے جڑ سے کیسے مٹا سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"انسان کے بہکنے کی ابتدا چھوٹے گناہوں سے ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ ان گناہوں سے جنہیں وہ چھوٹا سمجھتا ہے۔ پھر جب وہ گناہ اسے اس کے اصل رستے سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ نقشہ کھولنے کی

زحمت بھی نہیں کرتا۔انسان کو خود پر بڑا زعم ہوتا ہے میرے دوست۔اسے لگتا ہے کہ وہ جو کر رہا ہے وہی ٹھیک ہے۔وہی سچا ہے"موزن صاحب کہہ رہے تھے۔

صحرا میں درست سمت کو کیسے ڈھونڈا جاتا ہے۔کمپاس!ہاں کمپاس سے سمت کا پتا چلتا ہے۔ نقشوں سے راستے کا علم ہوتا ہے!مگر۔۔۔مگر میرا نقشہ کہاں ہے؟کون دے گا مجھے میرا نقشہ۔ کون ٹھیک کرے گا میرے کمپاس کی لال سوئی کو۔وہ سوچ رہا تھا۔وہ جتنا سوچ رہا تھا،اتنا ہی الجھ رہا تھا۔

"اور وہ نقشہ ملے گا کیسے؟"وہ بالآخر پوچھ بیٹھا

"اللہ کی رسی تھام کر۔یہی رسی تمہیں نقشہ دلوائے گی میرے دوست اور یہی نقشہ تمہیں بتائے گا کہ کون سا راستہ تمہیں تمہاری اصل منزل تک لے کر جائے گا"موزن صاحب کہہ کر جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔محد نے انہیں روکنا چاہا مگر الفاظ منہ میں رہ گئے۔

"اللہ کی رسی؟"اس نے خود سے سوال کیا تھا۔وہ دوبارہ اسی نقطے پر آ کھڑا ہوا تھا۔

کافی دیر مسجد میں گزارنے کے بعد وہ فجر پڑھ کر گھر لوٹا تھا۔ مگر اس کا دل ابھی بھی بھاری تھا۔ وہ کسی سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اپنے بارے میں کسی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ ایسا کیوں ہو گیا ہے۔ بلا اختیار وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ آہستہ آہستہ اٹھتے قدم اسے عمارہ کے کمرے تک لے گئے تھے۔

"کیا مجھے عمارہ سے اس بارے میں بات کرنی چاہیئے؟" اس نے سوچا۔ مگر دل نے حامی نہ بھری تو وہ واپسی کے لئے پلٹا مگر عمارہ کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے عمارہ اسے دیکھ چکی تھی۔

"بھائی؟ خیر تو ہے؟ کیا ہوا؟" وہ اسے پکارتی ہوئی دروازے پر آئی تھی۔ وہ پلٹتے پلٹتے ٹھہر گیا۔

"ہاں بس ویسے ہی۔ چھت پہ جا رہا تھا کھُلی فضا میں" اس نے بات بنائی

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ اس کے لئے پریشان ہوئی تھی۔

"ہاں ہاں طبیعت ٹھیک ہے۔ بس نیند نہیں آ رہی تھی تو سوچا تھوڑی واک کر لوں۔ سمو کی کہاں ہے؟"

"سمو کی نیچے لان میں ہے شاید۔ آپ کو معلوم تو ہے وہ صبح صبح لان میں چلا جاتا ہے" وہ مسکرائی

"اوہاں۔ چلو ٹھیک ہے میں بھی لان میں چلا جاتا ہوں پھر۔"اس نے جواباً مسکرا کر کہا تو عمارہ نے سر ہلا دیا اور کمرے میں لوٹ گئی۔

محد نے آہستہ سے قدم سیڑھیاں اترنے کے لئے آگے بڑھائے تھے۔ مگر بھاری ہوتے دل کے ساتھ قدم آگے بڑھانا مشکل تھا۔ وہ بے بسی سے وہیں بیٹھ گیا۔اس کا کچھ کرنے کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔ عمارہ کے پڑھنے کی ہلکی ہلکی آواز اس کے کانوں میں پڑنے لگی۔ وہ چند آیات عربی میں پڑھتی اور پھر اردو میں ان آیات کو سمجھنے کے سے انداز میں تفسیر پڑھنے لگتی۔اگلے دس پندرہ منٹ تک وہ وہیں بیٹھا سنتا رہا۔ پھر یک دم وہ ایسے کھڑا ہوا جیسے کوئی کرنٹ لگا ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے"

(سورہ القمان-آیت 6)

عمارہ پڑھ رہی تھی۔ وہ سنتے ہی چونکا تھا۔ پھر تیزی سے مڑا اور جھٹ سے عمارہ کے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ عمارہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بھائی؟" اس کے منہ سے بلا ارادہ نکلا۔ محد کی اڑی اڑی رنگت دیکھ کر وہ پریشان ہونے لگی۔

"عمارہ ابھی جو تم پڑھ رہی تھی۔ وہ آیت دوبارہ پڑھو" محد اس کے قریب رکھے کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے۔ عمارہ نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔ پھر نظریں اپنے سامنے کھلے رکھے قرآن پاک پر مرکوز کر لیں۔

"وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ....."

"ہاں۔ یہی" اس کے پڑھتے ہی محد کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ "یہی ہے وہ آیت۔ مجھے اس کا، لہوالحدیث کا مطلب سمجھا سکتی ہو؟" وہ التجائیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ کو اس کی تفصیل سنا دیتی ہوں" اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا اور اپنی تفسیر کی کتاب سے اسے پڑھ کر سنانے لگی۔

"لہوالحدیث یعنی واہی باتوں سے مراد وہ تمام فضولیات اور بے ہودہ باتیں ہیں جو انسان کو اپنے آپ میں اور اپنی خواہشات میں مشغول کر کے بھلائی کے راستہ سے روک دیں۔ جیسے کہ بے ہودہ قصے کہانیاں، ہنسی مذاق، گانا بجانا اور اسی جیسی دوسری چیزیں۔ اکثر صحابہ وتابعین نے اس کی تفسیر خاص طور پر "گانا بجانا" سے کی ہے۔(قرطبیؒ)

حضرت عبداللہ بن معسود سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں "لہوالحدیث" سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے تین مرتبہ زور دے کر فرمایا کہ "الغنآء واللہ الذی لاالہ الاھو" اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس سے مراد گانا ہے۔(ابن جریر، ابن ابی شیبہ، حاکم)

امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے اور اس کے سازوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے (ابن کثیر) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو عجمیوں کے قصے کہانیاں خرید کر لایا تھا۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نضر بن حارث نے گانے بجانے والی دو لونڈیاں خرید کر رکھی تھیں۔ وہ جس کو اسلام کی طرف مائل ہوتا دیکھتا، اس پر اپنی کوئی لونڈی مسلط کر دیتا اور وہ لونڈی اسے اپنے گانے بجانے

سے مرغوب کرتی اور پھر وہ اس شخص سے کہتا کہ جس نماز روزہ کی طرف محمد (ﷺ) دعوت دیتے ہیں وہ بہتر ہے یا یہ گانا بجانا۔یعنی وہ قرآن کے مقابلے میں گانے کو رکھتا تھا۔اور لوگوں کو بہکا دیتا تھا۔اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس سے اگلی آیات میں بھی اسی موضوع پر۔۔۔۔"

عمارہ نے سناتے سناتے ایک نظر محد کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپائے بیٹھا تھا،"محد بھائی!"عمارہ کتاب بند کر کے اس کی طرف لپکی۔وہ رو رہا تھا۔وہ زار زار رو رہا تھا۔

وہ کبھی اس کے سامنے ایسے نہیں رویا تھا۔یا شاید وہ کبھی رویا ہی نہیں تھا۔

اسے اللہ کی رسی مل گئی تھی۔اللہ کی کتاب ہی تو اللہ کی رسی ہے اور رسی کے ساتھ اس راستے کا نقشہ بھی جس راستے کی منزل اس کا اصل تھی۔رسی بھی اس کے پاس تھی،نقشہ بھی واضح تھا اور منزل بھی روبرو۔پھر بھی وہ دربدر بھٹک رہا تھا۔رسی چھوٹ جائے تو گناہوں کی کھائی گہری ہونے لگتی ہے اور منزل سے بھٹکنا مقدر۔

www.novelsclubb.com

"بھائی کیا ہو گیا ہے۔کچھ بتائیں تو سہی۔آپ مجھے پریشان کر رہے ہیں"عمارہ بے چین ہونے لگی۔اسے آج احساس ہوا کہ محد کتنا بکھرا ہوا تھا۔کیا کچھ تھا جو وہ خود میں سمائے پھر رہا تھا اور کیا کچھ تھا جس نے اسے ایسے رونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"بھائی آپ ایسے کیوں رو رہے ہیں"اس نے بے قراری سے پوچھا۔وہ اس کے چہرے سے اس کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں۔۔۔میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا عمارہ کہ میں کیوں رو رہا ہوں"اس نے ہاتھ ہٹا کر روتی آنکھوں سے عمارہ کو دیکھا،"میں کتنا گمراہ ہوں۔۔۔گناہ کی کھائی سے نکلنے کے لئے رسی پاس ہے مگر میں۔۔۔میں اسے تھامنا بھول گیا ہوں۔۔۔ہاتھ سلامت ہیں مگر۔۔۔ہاتھ بڑھانا بھول گیا ہوں۔پستیوں میں جاتا جا رہا ہوں۔۔۔میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا کہ جس کھائی میں میں گرا ہوں وہ کتنی تاریک اور گہری ہے اور میں رسی تھامنے سے قاصر ہوں جو مجھے کھائی سے نکال سکتی ہے۔میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا عمارہ۔۔۔"

www.novelsclubb.com

عمارہ کا دل کٹ کے رہ گیا۔وہ خود اپنے آنسو روک نہ سکی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ کسی بھٹکے ہوئے کو اپنی راہ مل جائے تو وہ ایسے ہی روتا ہے۔اس دکھ میں نہیں کہ وہ بھٹک گیا تھا۔بلکہ اس رب کی محبت کے احساس ہو جانے پر روتا ہے جس رب کی نافرمانی کرے پھر بھی وہ رب بے سہارا نہیں چھوڑتا بلکہ خود اپنے بندے کو درست راستے کی طرف کھینچ لاتا ہے۔جب کھائی میں گرا ہوا شکست خوردہ بندہ کھائی کی تاریکی میں رسی ٹٹولنے کی کوشش کرتا ہے تو یقیناً اسے اس کا رب رسی تک رسائی دے دیتا ہے تاکہ بندہ اسے تھام لے۔بندہ اسے تھام لیتا ہے تو اسے راستے کا تعین ہونے لگتا ہے۔آہستہ آہستہ اوپر آتے ہوئے ایک وقت آتا ہے جب روشنی کھائی کے اندر جھانکتی دکھائی دینے لگتی ہے۔بس اسی روشنی کی سمت بڑھنا ہوتا ہے کہ وہ منزل کی روشنی ہوتی ہے!

عمارہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"نہ کوئی ان ﷺ سا چہرہ ہے،نہ ہے خندہ جبیں کوئی

www.novelsclubb.com

ابھی تک جنم سکی نہ عورتیں ان ﷺ سا حسیں کوئی

نہیں رکھی ہے قدرت نے، کوئی بھی کمی ان ﷺ میں

گویا جو انہوں نے چاہا، وہ رکھا ہے سبھی ان ﷺ میں"

اگلے دن وہ کھڑکی کے سامنے کرسی پر بیٹھا عربی شاعری کی وہ کتاب کھولے پڑھنے میں مگن تھا۔ حسان ابن ثابت کے حضرت محمد ﷺ کے لئے کہے گئے اشعار اس کے نظروں کے سامنے تھے۔

"میں اپنے الفاظ سے محمد ﷺ کی تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ محمد ﷺ کے نام سے میرے الفاظ قابلِ تعریف ہو جاتے ہیں"۔ حسان ابن ثابت

وہ شاعری کے اختتام پر لکھے شاعر کا تعارف پڑھ کر حیران ہوا تھا۔ آج اسے یہ کتاب واپس لوٹانا تھی سو وہ ایک بار سرسری سی نظر اس کتاب پر ڈالنا چاہتا تھا۔

"واقعی شاعری اتنی اچھی بھی ہو سکتی ہے، میں نے کبھی سوچا نہیں تھا اور اگر عربی شاعری ہو تو بات کا وزن اور گہرائی گویا بڑھ جاتی ہے" اس نے سوچا اور کتاب بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ظہر کی نماز میں ابھی تھوڑا وقت باقی تھا۔ وہ آج خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ مسجد کے باہر کھڑا وہ موسی بن عمر کا منتظر تھا۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی جو اس کے اندر کی طمانیت کا واضح ثبوت تھی۔ وہ مسجد کے باہر ٹہل رہا تھا کہ ایک طرف سے آتے وہی مسکراہٹ چہرے پر سجائے موسی بن عمر اس کی جانب آتے دکھائی دیئے۔ محد بھی انہیں اپنی جانب دیکھتا پا کر مسکرا دیا۔

"یہ آپ کی امانت۔ آپ اس دن ہسپتال میں بھول آئے تھے" اس نے کتاب ان کی طرف بڑھا دی۔

"اوہ۔ تو یہ آپ کے پاس تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ شاید میں کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں۔۔۔ خیر آپ بتائیں کیسے ہیں آپ" وہ اس سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"میں۔۔۔" اس نے لمحہ بھر کو سوچا۔

www.novelsclubb.com

"میں آج بہت عرصے بعد خاصا پر سکون ہوں"

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے ڈاکٹر محد۔مجھے یہ جان کر بہت اچھا لگا"

"میں لہوالحدیث کا مطلب جان گیا ہوں۔اور یہ بھی کہ میرے بہکنے کی ابتدا کہاں سے ہوئی"

"پھر آپ کو کیا جواب ملا"

"جب میں نے خود کو اللہ سے دور کر دینے والی چیزوں میں مگن کیا تو میرا نمازوں سے دل پھرنے لگا۔اور نمازیں چھوڑنے کی عادت کے باعث میں مزید اپنے اصل سے ہٹتا گیا حتی کہ میں بھٹک گیا۔لیکن میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں"

"پوچھیئے۔میں سن رہا ہوں"اسی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کہا گیا۔

"آپ نے کہا تھا کہ اچھی آواز روح کی غذا ہوتی ہے۔لیکن یہ اچھی آواز موسیقی کے علاوہ کہاں ہوتی ہے؟"

اس کے معصومانہ سوال پر حافظ موسی بن عمر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

دیکھیں ڈاکٹر محد۔ ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو (سنن ابوداود-1468)

اس سے مراد قرات کے ساتھ کی جانے والی تلاوت ہے۔اور یقینا یہی وہ اچھی آواز ہے جو روح کی غذا ہے۔آپ کبھی تلاوت لگا کر سنیئے گا۔ہو سکتا ہے آپ کی روح کو اس کی اصل غذا مل جائے اور آپ کو آپ کی اصل منزل بھی"

"میں ضرور سُنوں گا" وہ پر عزم تھا۔

"اور ایک بات کہنا چاہتا ہوں آپ سے۔جب ہم دل کو اللہ کی طرف لانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تو ایک وقت ایسا آتا ہے جب دل ہمیں اللہ کی طرف کھینچ لاتا ہے۔ہر خوشی میں، ہر غم میں، ہر کامیابی اور ہر ناکامی میں۔اللہ سے رجوع کرنے کا دل چاہنے لگتا ہے۔پھر بھلے ہم کتنے ہی گناہ گار ہوں، ہماری نیکیاں ہماری برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

'اور دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو۔ یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ایک نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت مانیں۔'(سورہ الھود-آیت 114)" بات مکمل کر کے انہوں نے کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔

"نماز کا وقت ہو گیا ہے، آ جائیں۔ اور ہاں یہ کتاب۔ یہ میرے بابا کہ لکھی ہوئی کتاب ہے۔ وگرنہ عربی شاعری کے مجموعے ایسے کسی کتاب کی شکل میں مشکل ہی ملتے ہیں تو یہ میں آپ کو تحفے کے طور پر دینا چاہتا ہوں"

"واقعی؟ میں تو ایسی کتابیں خریدنے کا سوچ رہا تھا"

"عربی بہت زہین لوگ ہوتے ہیں اور انہیں اپنی زہانت پر بڑا ناز ہوتا ہے۔ وہ ہر بات یاد کر لیا کرتے ہیں سو کتابیں کم ملتی ہیں۔ مل جائیں بھی تو ہم جیسوں کے لئے باترجمہ نہیں ملتی" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تو محد نے شکریہ کے ساتھ کتاب رکھ لی اور اس کے ساتھ ہی مسجد کے اندر قدم رکھ دیئے۔

وہ ہیزل کا سمیٹکس کے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ سو اس نے فردان ساحر کو فون کر دیا جس نے اگلے دن اس کے آفس آنے کی حامی بھر لی۔

سو آج اسے فردان ساحر سے ملاقات کے بعد اپنے ایک دوست سے مل کر اس سے اس پتھر کے متعلق بھی دریافت کرنا تھا۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا فردان کا منتظر تھا۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ لگ بھگ پندرہ منٹ بعد فردان ساحر اس کے آفس میں موجود تھا۔

انہیں کاروباری معاملات طے کرنے میں خاصا وقت لگ گیا۔ ڈیل طے ہو جانے کے بعد علی فردان سے مصافحہ کے لئے اپنی کرسی سے اٹھا تھا کہ پتھر والا لفافہ جو اس کی جیب میں اڑسا ہوا تھا، نکل کر فرش پر جا گرا۔ علی نے گرنے کی آواز پر مڑ کر فرش پر دیکھا اور جھٹ سے لفافہ اٹھا کر پتھر کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا کہ وہ کہیں ٹوٹ تو نہیں گیا۔ فردان ساحر جو واپسی کے لئے مڑنے والا تھا، پتھر دیکھ کر وہیں رک گیا۔

"معاف کیجئے گا علی احمد صاحب لیکن یہ پتھر پینائٹ تو نہیں؟" فردان گویا ایک ہی نظر میں پہچان گیا تھا۔

علی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اس بارے میں تو ابھی مجھے معلوم کرنا ہے"

"آپ کے پاس زمرد، نیلم اور عقیق دیکھ کر میں سمجھ گیا تھا کہ آپ بھی میری طرح پتھر جمع کرنے کا شوق رکھتے ہیں" فردان نے اپنے ہاتھ کی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو اس کی جانب کیا۔ جس کی تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی میں زمرد جڑا ہوا تھا۔

"کیا آپ اس پتھر کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟" علی نے لمحہ بھر کو سوچ کر اس سے پوچھ لیا

"یہ آپ کو کہاں سے ملا" وہ آگے بڑھ کر علی کی طرف ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"یہ۔۔۔مجھے کہیں سے ملا۔تفصیلات فی الوقت آپ کو نہیں بتا سکتا" علی نے اسے دیکھا۔وہ لمحہ اسے تھوڑا عجیب لگا تھا۔شاید وہ اسے واضح طور پر نہیں بتانا چاہتا تھا یا وہ اس پر ابھی اتنا اعتبار نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"علی احمد صاحب یہ تو بہت قیمتی اور نایاب پتھر ہے۔میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ پینائٹ ہی ہے" فردان پورے وثوق سے کہہ رہا تھا۔

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں" علی نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔
فردان اپنی سرمئی آنکھوں سے پتھر کی بجائے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"ہاں جنید۔ گل یار کا کچھ پتا چلا؟" آزر آئی ٹی روم میں داخل ہوتے ہی بولا

"سر گل یار کا فون مسلسل بند ہے۔ اور بند فون کو ٹریس نہیں کیا جا سکا۔ جب تک اس کا فون آن نہیں ہوتا، یہ پتا لگانا مشکل ہے کہ وہ کہاں ہے" جنید نے مایوسی سے بتایا۔

"اور یہ علی خدا جانے کہاں ہے۔ کب سے فون لگا رہا ہوں اسے" آزر نے ایک بار دوبارہ علی کا نمبر ملاتے ہوئے کہا تھا۔ علی کا فون بج رہا تھا۔

"علی صاحب"

"علی صاحب۔ آج آپ نے گھر نہیں جانا؟ آپ کا فون بھی بڑی دیر سے بج رہا ہے" دربان اسے ہلا رہا تھا جبکہ وہ اپنے آفس کی میز پر سر جھکائے گہری نیند میں تھا۔ دربان نے اسے جھنجھوڑا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"ہاں بھئی کیا ہو گیا؟" علی ناسمجھی کے عالم میں دربان کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"صاحب آج آپ نے گھر نہیں جانا؟ بڑی دیر ہو گئی ہے" اس کی بات پر علی نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ وہاں اندھیرا پھیل رہا تھا۔ پھر آنکھیں ملتے ہوئے سامنے لگی وال کلاک پر نظر ڈالی۔ شام کے سات بج رہے تھے۔

"میں آج یہاں کیسے سو گیا۔ جاؤ تم چھٹی کرو۔ میں بھی جاتا ہوں گھر" علی نے کہا اور کرسی سے اٹھ کر انگڑائی لی۔ دربان دفتر سے نکلا ہی تھا کہ علی کو جیسے کچھ یاد آیا۔

"وہ پتھر! پتھر کہاں ہے؟" اس نے خود کلامی کی اور دونوں ہاتھوں سے اپنی پینٹ کی جیب ٹٹولنے لگا۔ پتھر والا لفافہ وہاں نہیں تھا۔ اس نے فرش پر نظر دوڑائی۔ پھر تیزی سے اپنی میز پر رکھی چیزوں کے بیچ دیکھا۔ اور یک دم آفس سے باہر نکل گیا۔

"اسلم اسلم" وہ باہر جاتے دربان کو پکار رہا تھا۔

"جی صاحب؟"

میرے آفس میں کوئی آیا تھا کیا؟"

"صاحب وہ فردان صاحب ہی آئے تھے"

"وہ کب گئے واپس؟"

"آپ خود تو انہیں باہر تک چھوڑنے آئے تھے۔انہیں گئے ہوئے تو دو گھنٹے ہو گئے "اسلم اس کے سوال پر حیران ہوا تھا۔ علی نے تعجب سے اسے دیکھا پھر اپنا سر کھجانے لگا۔اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

"اچھا۔۔۔ٹھیک ہے تم جاؤ"اسلم سے کہہ کر وہ واپس

اندر آیا اور ایک بار پھر سارا دفتر چھان مارا۔ مگر وہ پتھر کہیں نہیں تھا۔اس کا فون بجنے لگا۔آزر کا فون تھا۔اس نے جھٹ سے فون موصول لیا

"آزر بھائی"

"کہاں ہو یار علی تم۔ تمہیں کتنے فون کر چکا ہوں میں۔گھر بھی نہیں گئے ابھی تک۔ہو کدھر تم؟"آزر غصے میں پوچھ رہا تھا۔

"بھائی وہ میں آفس میں ہی ہوں ابھی"

"اچھا۔اس پتھر کا پتا کروایا تم نے؟"آزر پوچھ رہا تھا۔

"بھائی وہ۔۔۔وہ مجھ سے کھو گیا ہے اور مجھے یاد بھی نہیں آرہا کہ میں نے اسے کہاں رکھا ہے" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کیا؟ علی تمہارا دماغ ٹھکانے پر ہے؟ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ وہ کتنا اہم ہے؟ تم ابھی میرے پاس تھانے پہنچو فوراً"آزر نے تیش کے عالم میں کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ علی ایک ہاتھ میں موبائل تھامے،دوسرے ساتھ سے اپنے بال نوچے،لب کاٹتا رہ گیا۔۔۔

-

جاری ہے۔۔۔

قسط نمبر 6 :

www.novelsclubb.com

علی حواس باختہ اُڑی ہوئی رنگت کے ساتھ تھانے پہنچا تھا۔آزر نے اسے آئی ٹی روم میں آنے کا کہا تو وہ سیدھا وہیں چلا آیا۔

"یہ کیا کر دیا ہے تم نے علی؟تم اتنے بیوقوف کیسے ہو سکتے ہو!؟ "آزر نے غصے سے دانت چبائے

"بھائی میں۔۔۔میرا یقین کریں۔میں قطعا یاد نہیں کر پا رہا ہوں کہ وہ پتھر میں نے کہاں رکھا ہے "وہ واقعی پریشان تھا۔ آزر نے اس کے زرد پڑتے چہرے سے اس کی حالت کا اندازہ لگایا اور اسے بیٹھنے کے لئے کہہ کر اسد کو پانی لانے کا اشارہ کیا۔

"تمہارے آفس میں آج کون کون آیا تھا۔اطمینان سے تسلی سے سوچ کر بتاؤ مجھے "آزر اس کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"سب سے پہلے نوید صاحب آئے تھے۔وہ دس پندرہ منٹ بعد چلے گئے تھے۔پھر۔۔۔پھر ہاں وہ بختیار صاحب لیو بسکٹ والے۔۔۔اور "علی اپنی کن پٹی پر ہاتھ رکھے خود کو پر سکون رکھتے ہوئے اپنا ذہن دوڑانے لگا۔

"اور؟ "آزر نے پوچھا

"اور سب سے آخر میں ایک کاسمیٹکس کمپنی کا آدمی فردان آیا تھا۔اور اسلم کہہ رہا تھا کہ میں خود اسے واپسی پہ دروازے تک چھوڑنے گیا تھا۔لیکن بھائی مجھے۔۔۔مجھے ایسا کچھ یاد نہیں ہے۔میرا یقین کریں "وہ لاچاری سے کہہ رہا تھا۔

"ان سب لوگوں کو تم کتنے عرصے سے جانتے ہو؟ "

"بختیار صاحب کو تو شروع سے جانتا ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ پچھلے چار پانچ ماہ سے۔۔۔نوید اور فردان دونوں سے پچھلے ہفتے ہی رابطہ قائم ہوا ہے "

"اور سب سے آخر میں فردان ساحر گیا تھا، جہاں تک تمہیں یاد ہے۔ہے ناں؟ "

"جی۔جہاں تک مجھے یاد ہے "

"مجھے بتاؤ کہ فردان ساحر سے تمہاری ملاقات کیسی رہی اور کتنی دیر؟ "

"لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ۔ہم ڈیل کے حوالے سے بات چیت کر رہے تھے اور۔۔۔ڈیل فائنل کر کے فردان ساحر جانے کے لئے اٹھ گیا تھا۔اس سے بعد مجھے یاد نہیں آرہا بھائی "!وہ رونے کے قریب تھا۔

"علی ایسے کیسے یاد نہیں تمہیں۔دکھنے میں کیسا ہے وہ؟ضعیف ہے؟ "

"نہیں نہیں۔لگ بھگ آپ ہی کی عمر کا ہوگا۔ خوبصورت ہے۔خوش شکل ہے۔۔۔چھوٹی چھوٹی سیاہ فرنچ کٹ داڑھی۔۔۔ترچھی سرمئی آنکھیں "علی بتا رہا تھا۔اسی لمحے جنید کے کمپیوٹر نے سبز سگنل دیا تھا۔

"سر۔گل یار کا فون ٹریس ہو گیا ہے۔وہ اس وقت فلوریڈا میں ہے "جنید نے کہا تو آزر علی پر ایک افسوس بھری نگاہ ڈال کر کمپیوٹر کی جانب لپکا۔

"پہلے میں اس گل یار سے تو نمٹ لوں "آزر نے غصے سے کہا اور تیزی سے اپنے موبائل پر گل یار خان کا واٹس ایپ نمبر ملانے لگا۔ تین چار گھنٹیوں کے بعد فون موصول کر لیا گیا تھا۔

"سر سر ڈانٹیئے گا نہیں پلیز "آزر کے الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ فون اٹھاتے ہی گل یار منت کرنے لگا۔

"ہو کہاں تم؟ "

"پٹھان رپورٹینگ سر۔ "گل یار گویا یکدم اپنی ڈیوٹی موڈ پر آیا تھا،اس نے آواز کو قدرے دھیما کر رکھا تھا۔" میں اس وقت ٹرپل ایس میں ایک صفائی والے لڑکے کے روپ میں موجود ہوں "

"کیا مطلب؟ مجھے تفصیل سے بتاؤ "آزر نے حیرت سے پوچھا۔ گل یار اسے پوری روداد سنانے لگا۔

"آگے کیا منصوبہ ہے تمہارا؟ "

"سر جب تک میرے ہاتھ کچھ لگ نہیں جاتا۔ تب تک میں یہیں موجود ہوں۔ آہستہ آہستہ اس پوری عمارت کا جائزہ لے رہا ہوں۔ جیسے ہی مجھے کوئی خبر ملے گی، میں فوری طور پر رپورٹ

www.novelsclubb.com

کروں گا۔ کیونکہ سر لڑکیوں کو ریسکیو کرنا مجھ اکیلے کے لئے مشکل ہو گا۔ میرے پاس تو اپنا پاسپورٹ بھی نہیں ہے اور پاسپورٹ کے بغیر میں خود خطرے میں ہوں "

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا گل یار۔ تمہیں کسی قسم کی جلد بازی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت محتاط ہو کر اس جگہ کی تفتیش کرو۔ تمہارا کام ہے وہاں سے ملنے والے سراغ کو صرف رپورٹ کرنا۔ ایکشن لینا ہے یا نہیں، یہ ہم دیکھ لیں گے "آزر اسے ہدایات دے چکا تو دوبارہ علی کی طرف مڑا تھا۔

"تم فون لگاؤ فردان کو۔ تھانے بلاؤ "آزر نے حکم صادر کیا۔

علی نے سنتے ہی فون اپنی جیب سے نکالا کہ آزر نے اسے اشارے سے روکا۔

"بلکہ روکو! اسے صبح اپنے آفس بلاؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اسے کہو کہ نئی نئی کاروباری پارٹنرشپ کے تحت تم اسے کھانے پر بلانا چاہتے ہو، آفس کے قریبی رسٹورانٹ میں "آزر کہہ رہا تھا۔ علی اسے نا سمجھی کے عالم میں دیکھنے لگا۔

"دیکھ کیا رہے ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ تم ایک فون پر اس سے پتھر کے متعلق پوچھو گے اور پتھر بالفرض اسی کے پاس ہو تو کیا وہ بتا دے گا؟ "ملاؤ فون اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا کرو۔ اسپیکر آن رکھنا "آزر نے اسے ڈپٹ لگائی۔ علی نے فون ملایا تو دوسری ہی گھنٹی پر فون موصول کر لیا گیا۔ فردان عام سے انداز میں بات کر رہا تھا۔ اگلے دن کی ملاقات پر اس نے بخوشی حامی بھر لی تھی۔

◇◇◇

اگلی دن فردان ٹھیک طے شدہ وقت پر علی کے آفس میں موجود تھا۔ فردان سے ہلکی پھلکی گپ شپ کے ساتھ علی اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ مگر ایسا کچھ غیر معمولی اس نے محسوس نہیں کیا کہ اسے فردان پر شک ہوتا۔ مگر اس کی پریشانی اپنی جگہ برقرار تھی کہ " اسے کچھ یاد نہیں تھا "

تھوڑی ہی دیر میں آزر، ایس ایس پی کی حیثیت سے نہیں بلکہ علی کے بھائی کی حیثیت سے سیاہ پینٹ کوٹ کے ساتھ سیاہ چشمہ آنکھوں پر لگائے اور سر پر ہیٹ پہنے آفس میں داخل ہوا۔

"علی یار وہ جو میں نے تمہیں کہا تھا۔۔۔ " آزر آفس میں آتے ہی کچھ کہہ رہا تھا کہ فردان پر نگاہ پڑی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوا، " اوہ معاف کیجئے گا، میں نے آپ کو دیکھا نہیں، السلام و علیکم "آزر نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو فردان اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملانے لگا۔

"فردان صاحب یہ میرے بڑے بھائی ہیں آزر۔ یہ بھی نودرات بالخصوص پتھر جمع کرنے کا شوق رکھتے ہیں "

"اور یہ میرے نئے بزنس پارٹنر ہیں، فردان ساحر "علی نے انہیں متعارف کروایا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی "فردان نے کہا تو آزر مسکرا دیا اور دوبارہ علی کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں میں وہ پتھر لینے آیا تھا تم سے۔ تم نے اپنے دوست سے پتا کروایا کہ وہ اصلی پینائٹ ہے یا نہیں؟ "آزر پوچھ رہا تھا۔ سب کچھ اس کی منصوبہ بندی کے مطابق چل رہا تھا۔اس کا خیال تھا

کہ فردان ہی نے وہ پتھر چرایا ہے۔ مگر پینائٹ کی بات پر فردان کے چہرے کے تاثرات میں زرا برابر فرق نہیں آیا تھا۔

"وہ پتھر۔ میں نے یہیں کہیں رکھا تھا "علی نے پتھر ڈھونڈنے کی اداکاری کرتے ہوئے ادھر ادھر ٹٹولا۔

"کیا آپ اسی پتھر کی بات کر رہے ہیں جو آپ نے کل مجھے دکھایا تھا؟ "فردان نے اچانک کہا تو وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ علی نے چونک کر فردان کی طرف دیکھا۔ فردان اپنی ترچھی سرمئی آنکھوں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں ہاں وہی "علی کو یکدم کچھ یاد آیا تھا۔ وہ جوش سے آزر کی طرف متوجہ ہوا۔

"آزر بھائی انہوں نے ہی تو مجھے بتایا تھا کہ وہ اصلی پینائٹ ہے جو برما میں دستیاب ہوتا ہے۔ اور بے حد نایاب پتھر ہے۔ برما کے علاوہ یہ کہیں اور سے عموماً نہیں ملتا "علی فر فر بتانے لگا۔ آزر نے حیرت سے علی کو دیکھا اور پھر فردان کو۔ فردان آزر کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"واقعی؟ "آزر نے فردان کو دیکھتے ہوئے پوچھا اور دل ہی دل میں علی کو کوسا۔ علی کیا کر رہا تھا ،اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

"جی بالکل۔ مگر میں نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا تھا کہ اپنے ماہر دوست سے بھی تسلی کروالیں ایک بار۔ کیونکہ میں ماہر نہیں ہوں۔ اور آپ وہ پتھر لے کر میرے ساتھ ہی اپنے آفس سے نکلے تھے، اپنے دوست کی طرف جانے لے لئے " فردان نے علی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بھائی۔ میرا خیال ہے پتھر شاید میں اسے دے آیا تھا۔ آج اس کی طرف چکر لگاتا ہوں " علی نے زبردستی مسکرا کر آزر کو دیکھا جبکہ آزر علی کو معنی خیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

"چلو ٹھیک ہے پھر۔ گھر آتے ہوئے وہ پتھر اپنے دوست سے لیتے آنا، میں نکلتا ہوں "آزر انہیں خدا حافظ کہہ کر نکل آیا تھا۔ دلاور کو علی اور فردان کی نگرانی پر لگا کر وہ گھر پہنچا۔ کیونکہ خولہ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق آج انہیں اسلام آباد جانا تھا

◇◇◇

"خولہ علی کا رویہ کیسا ہے گھر میں آج کل؟ "اسلام آباد کے راستے میں آزر پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے جیسا ہوتا ہے۔کیوں؟ "

"ویسے ہی پوچھ رہا تھا "

"ٹھیک ہے بلکہ پہلے سے قدرے بہتر ہے۔اسے کاروبار کی سمجھ آنے لگی ہے اور کام بھی اچھا جا رہا ہے اس کا۔کوئی بات ہوئی ہے کیا؟ "خولہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"نہیں کچھ نہیں "اس نے اسے بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

وہ اسلام آباد پہنچے تو وہ سب انہی کے منتظر تھے۔خوش گپیوں کے ساتھ کھانے کے بعد شام کی چائے سے زرا پہلے عمارہ نے آزر کو ایک طرف لے جا کر کچھ بات کرنا چاہی۔آزر اس کی بات پر لمحہ بھر کو چونکا پھر جیسے حامی بھرتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا اور واپس چکور میز کے گرد رکھے صوفوں میں اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔

آزر سے بات کر کے عمارہ نے زونیشہ کا نمبر ملایا تھا۔

"آپ آسکتی ہیں ابھی؟ "

"ابھی؟ کیوں؟ "

"آزر بھائی آئے ہوئے ہیں اور میں نے ان سے بات بھی کر لی ہے "

"اچھا میں آجاتی ہوں تھوڑی دیر تک "زونیشہ نے کہا اور فون رکھ دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ ثُبیتہ ہاؤس کے باہر موجود تھی۔ دروازے کی گھنٹی بجا کر اسے کچھ لمحے انتظار کرنا پڑا تھا۔

"کون "کسی نے پوچھا تھا۔

"عمارہ گھر پر ہے؟ "اس نے پوچھا تو دروازہ کھول دیا گیا۔ سامنے وہی کھڑا تھا جسے پچھلی بار اس نے سڑیل کہا تھا۔ البتہ اس بار وہ دروازہ پورا کھول کر ایک طرف کھڑا اس کے اندر آجانے کا منتظر تھا۔ اس نے لمحہ بھر کو سوچ کر قدم اندر کی طرف بڑھا دیئے۔ اس کے پیچھے محد نے دروازہ بند کر رہا تھا۔

"آپ کا نام کافی بڑا نہیں ہے؟ "وہ اس کے پیچھے آتا پوچھنے لگا۔

"کیا مطلب؟ "اس نے نا سمجھی کے عالم میں پلٹ کر اسے دیکھا۔

"میں پوچھتا ہوں کہ کون۔تو آپ کہتی ہیں،' عمارہ گھر پر ہے'۔آپ کو بلانا ہو تو کوئی کیسے بلائے گا؟'عمارہ گھر پہ ہے زرا بات سنو " 'وہ معصومیت سے کہہ رہا تھا۔

"بہت برا مزاق تھا "اسے برا لگا تھا۔

"جو آپ نے کیا،وہ؟کیونکہ میں تو مزاق نہیں کر رہا "محد پوچھ رہا تھا۔وہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔" اب کیا کہوں اسے میں "اس نے سوچا

اس سے پہلے کہ وہ اسے جواب میں کچھ کہتی،عمارہ باہر آئی تھی۔اس وقت اس نے کوئی جواب دیئے بغیر عمارہ کے ساتھ اندر جانا مناسب سمجھا۔

وہ آزر کے سامنے خاموشی سے بیٹھی اپنی گود میں رکھے فائل کو دیکھ رہی تھی۔اس کے ساتھ عمارہ موجود تھی اور دوسری طرف آزر کے قریب خولہ بیٹھی تھی۔وہ سب شاید یہی سوچ رہے تھے کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔بالآخر آزر نے خاموشی کا تسلسل توڑا۔

"عمارہ بتا رہی تھی کہ آپ زونیرہ کیس کے متعلق جاننا چاہتی ہیں "

آزر کی بات پر اس نے اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ واقعی زونیرہ جیسی تھی۔آزر کو لمحہ بھر کو لگا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس کو دس سال قبل اس نے ریل کی پٹڑی پر سسکتے دیکھا تھا۔

"میں۔۔۔بس آپی کو انصاف دلوانا چاہتی ہوں "وہ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہی تھی۔

"دیکھیں زونیشہ۔انصاف دینے والی ذات تو صرف اللہ کی ہے۔ہم زمین والے زمین پر رہتے ہوئے انصاف دلوا تو نہیں سکتے،البتہ انصاف دلوانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔جہاں تک زونیرہ کیس کی بات ہے تو وہ آپ کی طرح میری زندگی کا بھی بہت اہم سانحہ ہے۔اور اس گتھی کو حل کرنے کی جتنی میں کر سکتا تھا،اتنی کوشش میں آج تک کرتا رہا ہوں اور آگے بھی کروں گا " آزر نرمی سے اسے سمجھانے کے سے انداز میں کہنے لگا۔اس نے پوری بات خاموشی سے سنی اور پھر اپنی گود میں رکھی فائل آزر کی طرف بڑھا دی۔

"اس میں کچھ چیزیں ہیں۔کچھ آپی کی چیزیں ہیں اور کچھ رپورٹس کی کاپی ہے جو آپ کے والد فاخر زمان نے میرے والد کو دی تھیں تا کہ ہمارے پاس ثبوت رہے۔شاید وہ آنے والے

حالات کی سنگینی بھانپ گئے تھے۔ "وہ اسے بتانے لگی۔آزر فائل کھول کر باری باری سبھی کاغذات دیکھ رہا تھا۔

"زونیشہ یہ سبھی کاپیاں ابو کے سامان میں بھی موجود تھیں اور میرے پاس آج تک محفوظ ہیں۔لیکن کیس کو وقت بہت زیادہ بیت گیا ہے سو یہ کیس دوبارہ کھولنا تقریباً ناممکن ہے۔البتہ قاسم شان آج بھی اپنے گھناؤنے کاموں میں مگن ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اب پہلے سے زیادہ بڑے جرائم کا مرتکب ہو چکا ہو گا۔لیکن میرا آپ سے وعدہ ہے۔کہ آپ کی بہن اور میرے باپ کا مجرم بھلے زونیرہ کیس میں نہ پکڑا جائے، لیکن اسے اس کے انجام تک پہنچانے کی میں ہر ممکن کوشش کروں گا "آزر اسے تسلی دیتے ہوئے سبھی کاغذات واپس فائل میں رکھ رہا تھا۔کہ چند صفحات پر اس کی نگاہ ٹھہر گئی،" یہ کیا ہے؟ "اس نے سوالیہ نظروں سے زونیشہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ وہ چند خطوط ہیں جو قاسم نے آپی کو لکھے تھے "

"خطوط؟ "آزر کو تعجب ہوا۔

"آپی قاسم کو پسند کرنے لگی تھی۔شاید قاسم کی طرف سے بھی یہی تعلق ہو مگر وہ انہیں غلط راستے سے اپنانا چاہتا تھا۔آپی کے انکار پر ہی تو قاسم نے انہیں اغوا کیا تھا "زونیشہ بتا رہی تھی۔

"یہ میں نہیں جانتا تھا۔ریکارڈ میں تو صرف اغوا کرنے کی حد تک تفصیلات موجود ہیں۔البتہ یہ سوال مجھے آج تک پریشان کرتا رہا ہے کہ قاسم شان جو بچوں کو اغوا کرتا تھا وہ ایک لڑکی کو اغوا کیوں کرے گا "آزر نے حیرت سے کہا اور بغور وہ خطوط پڑھنے لگا۔کاغذ کے بوسیدہ ٹکڑوں پر لکھے حرف جگہ جگہ سے مٹے ہوئے تھے مگر وہ اتنا سمجھنے میں کامیاب رہا تھا کہ ان خطوط میں سوائے اظہارِ محبت اور اظہارِ پسندیدگی کے کچھ نہیں تھا۔

"اگر قاسم کی لکھی ہوئی باتیں سچی ہیں تو اس وقت ممکن ہے کہ زونیرہ کی موت اس کے لئے بھی کسی صدمے سے کم نہ رہی ہو "آزر کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا،" ہاں مجھے یاد ہے کہ زونیرہ کے ٹرین گزر جانے کے بعد کی حالت پر قاسم کیسے بے قابو ہو رہا تھا اور وہ دوسرا شخص

www.novelsclubb.com

اسے زبردستی وہاں سے لے گیا تھا "آزر آنکھیں بند کیے گویا وہ منظر آنکھوں کے سامنے دہرا رہا تھا۔

"آپ اور کیا جانتے ہیں۔آپی نے کچھ کہا تھا موت سے پہلے؟آپی کے ساتھ کیا ہوا تھا؟کیا آپ مجھے کچھ بتا سکتے ہیں؟ "زونیشہ نے بے چینی سے التجا کی تھی۔آزر نے آنکھیں کھول کو اسے دیکھا۔پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے ایک آہ بھری۔

"دیکھیں زونیشہ۔آگہی دردناک ہو سکتی ہے۔لاعلمی ہمیں بہت سے تکلیف دہ لمحات سے بچا لیتی ہے۔میں نہیں چاہوں گا کہ آپ مزید اس حوالے سے کچھ بھی جاننے کی کوشش کریں " آزر اسے سمجھانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"آزر ٹھیک کہہ رہے ہیں زونیشہ۔آپ زونیرہ کے لئے دعا کریں۔ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کریں اور آگے بڑھ جائیں "خولہ نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"میں آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔لیکن نہیں بڑھ پاتی۔بھلے میں اس وقت عمر میں قدرے چھوٹی تھی مگر وہ سبھی لمحات آج بھی شفاف منظر کی طرح میرے ذہن کے آئینے پر دکھائی

دیتے ہیں۔ نیند میں نظر آنے والے عجیب و غریب خواب مجھے آگے بڑھنے نہیں دیتے۔ مجھے لگتا ہے اگر میں آپی کے لئے کچھ نہیں کروں گی تو شاید یہ خواب مجھے عمر بھر ستاتے رہیں "اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔ عمارہ نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"آپ کو برے خواب آتے ہیں؟ "خولہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی۔ آزر نے اسے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر وہاں سے چل دیا۔

"اب اتنے زیادہ نہیں آتے۔ مگر میں اکثر آپی کو کسی سڑک پر، کبھی کسی میدان میں، کبھی کسی کانٹوں بھری جگہ پر بھاگتے دیکھتی ہوں۔ اور میں خواب میں ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے اپنا آپ زخمی کر لیتی ہوں۔ میں جانتی ہوں یہ محض میرا خیال ہے۔ ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی۔۔۔ "اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اس کی وجہ یہ نہیں ہے زونیشہ کہ آپ کو زونیرہ کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ابھی تک اس صدمے کے اثرات کا شکار ہیں۔ اسے پوسٹ ٹرامیٹک

سٹریس ڈِس آرڈر (صدماتی اور ذہنی تناؤ سے جڑا عارضہ) کہتے ہیں۔اس بارے میں جانتی ہیں آپ؟ "خولہ نے ہوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"جانتی ہو پھر بھی اپنے اندر ہونے والی ان چیزوں پر غور نہیں کیا؟ "خولہ مسکرائی،" کوئی بات نہیں۔ہم سب یہی کرتے ہیں۔صدمات کو، حادثات کو اپنے اوپر حاوی کر لیتے ہیں۔اور اس میں ہمارا قصور نہیں ہوتا۔بعض اوقات چوٹ ہی ایسی سخت ہوتی ہے کہ انسانی ذہن اسے خود پر حاوی ہونے سے روک نہیں پاتا۔اسی لئے تو تھیراپی ایجاد کی گئی ہے۔انسانی نفسیات کو سمجھنے اور اپنی سوچوں کو بہتر سمت دکھانے کے لئے نفسیات پڑھی اور سمجھی جاتی ہے۔لیکن وہی بات ہے ناں کہ ہمارا معاشرہ کسی کے ماہرِ نفسیات سے رجوع کرنے پر کئی کہانیاں گڑ لیتا ہے۔ ہر اس شخص کو جو ماہرِ نفسیات سے رجوع کرتا ہے، پاگل یا ذہنی مریض قرار دے دیتے ہیں لوگ۔حالانکہ میری نظر میں کسی حادثے کے بعد تھیراپی کو اور کاؤنسلینگ (مشاورت) کو لازمی قرار دیا جانا چاہیئے۔تاکہ بندے کو معلوم ہو کہ اسے مختلف ذہنی حالتوں سے کیسے نکلنا ہے۔اور ہاں! کسی سے اپنی پریشانیاں بانٹ لینا بھی تھیراپی ہی ہوتی ہے۔ کسی دوست کو اپنا ہم راز بنا لینا , کسی کو اپنے احساسات سے آگاہ کر دینا۔اللہ سے دعا مانگنا، مناجات

کرنا،اللہ کو اپنے دل کی باتیں بتانا۔یہ سب تھیراپی کا ہی حصہ ہے "خولہ بہت پیار سے اسے بتا رہی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔میں نے شاید خود کو اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ کسی سے کھل کر اس حوالے سے کوئی بات کر سکوں۔بابا سے تھوڑی بہت باتیں بانٹ لیا کرتی تھی۔اب بابا بھی نہیں رہے۔ایک دوست ہے علیشہ،وہ بھی بہت مصروف رہنے لگی ہے "

"اچھا بس اب زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔میں ہوں ناں۔خبردار جواب آپ نے مجھ سے کوئی بات چھپائی "عمارہ نے آگے بڑھ کر گویا دوستی کا حق جتایا تو وہ دونوں ہنس دی۔

"اور تم بھی کچھ چھپاؤ گی تو مار کھاؤ گی "!زونیشہ کو منگنی کی بات پر اس کے چہرے کی اداسی یاد آئی تھی۔

"خوابوں کے علاوہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے ناں؟ "خولہ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں۔بس تھوڑی وہمی ہوں آپی کے اغوا ہونے کے بعد سے۔ مجھے اکثر وہم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی میرا پیچھا کر رہا ہو اور مجھے اغوا کر لے گا۔آخری بار جب میں اسلام آباد آئی تھی بابا کے انتقال سے پہلے،اس وقت بھی کئی بار مجھے یہ احساس ہوا اور ایک بار تو یہ احساس کافی شدید تھا " زونیشہ نے کہا تو عمارہ کے ذہن نے گویا کوئی گھنٹی بجائی۔وہ ایک منٹ میں سمجھ گئی تھی کہ زونیشہ کس وقت کی بات کر رہی ہے۔اس نے دل ہی دل میں محد کو کوسا۔

"اوہو پاگل لڑکی۔مضبوط بنو۔عمارہ کی طرح۔جو کسی کے بھی اپنے پیچھے موجود ہونے کے احساس پر مڑ کر اسے ہائی کِک رسید کرتی ہے وہ بھی سیدھے اس کے گال پر "خولہ ہنسی تو عمارہ نے نظریں چرا لیں۔وہ سمجھ گئی تھی خولہ کا اشارہ علی کی طرف تھا۔

"ویسے زونیشہ تمہاری بات سے مجھے ایک بات یاد آئی۔لڑکیوں کو بالکل بھی نازک نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ وہ نازک نہیں ہیں۔ہاں البتہ انہیں حیادار ضرور ہونا چاہیئے کیونکہ حیا ان کی فطرت کا حصہ ہے،نزاکت نہیں "خولہ کہہ رہی تھی۔

"مجھے اپنا نام بہت پسند ہے۔پہلے تو صرف اس لیے پسند تھا کہ یہ میرے بابا نے رکھا تھا۔لیکن پھر میں نے ایک صحابیہ کا واقعہ پڑھا۔خولہ بنتِ ازور کا۔تمہیں پتہ ہے کیا اس بارے میں؟ " خولہ عمارہ سے پوچھ رہی تھی۔

"وہی حضرت خالد بن ولید کے زمانے سے؟خولہ بنتِ ازور جو حضرت ضرار رضی اللہ کی بہن تھیں ناں؟اور جنگِ اجنادین میں کیسے وہ دشمن کے بیچ گھس گئی تھیں گھوڑے پر سوار ہو کر " عمارہ کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔

"ہاں وہی۔اُف کیا کمال بہادر خاتون تھیں وہ "خولہ کہہ رہی تھی۔

"زونیشہ آپ کو پتہ ہے؟حضرت ضرار رضی اللہ کی بہادری سے تو سب واقف ہیں کہ کیسے وہ جب اپنی زرہ اور حتی کہ اپنا کُرتا تک اتار کر بال لہراتے ہوئے گھوڑے پر سوار میدانِ جنگ میں آتے تھے تو ان کے پیچھے دھول ہوتی تھی اور آگے دشمنوں کی لاشیں۔اور حضرت خالد بن ولید کے دور میں رومیوں سے جنگ کے دوران جب خبر ملی کہ حصرت ضرار رضی اللہ لشکر سے بچھڑ گئے تو دشمن نے انہیں اکیلا دیکھ کر نرغے میں لے لیا اور ان کو قید کر لیا گیا ہے۔تو ان

کی بہن خولہ نقاب اوڑھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بھائی کو آزاد کروانے میدانِ جنگ میں داخل ہو گئی تھیں۔اور ایسے لڑی تھیں کہ حضرت خالد بن ولید بھی پہچان نہیں پائے کہ یہ دلیر نقاب پوش گھڑ سوار کون ہے۔بعد میں پتا چلا کہ وہ خولہ بنت ازور تھیں جنہوں نے اپنے بھائی کو آزاد کروا کر ہی دم لیا "عمارہ اسے واقعہ سنا رہی تھی۔

"دیکھو ہمارے پاس اتنی پر اثر بہادر مسلم خواتین کی مثالیں موجود ہیں، پھر ہم کیسے مان لیں کہ لڑکی ذات نازک ہوتی ہے "خولہ نے کہا۔

"یہ لیں بھئی آپ لوگوں کی چائے جو ٹھنڈی ہو گئی تھی اور میں دوبارہ گرم کر کے لایا ہوں " فہد نے ان کی باتوں میں مداخلت کی تھی۔مگر وہ تینوں باتوں میں اتنی مگن تھیں کہ عمارہ نے اسے محض ہاتھ کے اشارے سے چائے میز پر رکھنے کا کہا تو وہ خاموشی سے چائے رکھ کر چلتا بنا۔ نا جانے کتنی دیر وہ تینوں یونہی باتوں میں مگن رہیں۔آزر رضا احمد کے کمرے سے نکلا تو ان تینوں کے قہقہوں کی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔

"چلو خولہ۔میرے خیال سے ہمیں اب چلنا چاہیئے "اس کے ساتھ ہی سبھی مرد حضرات کے ساتھ طاہرہ بھی کمرے سے لاؤنج میں آ رہی تھیں۔

"ابھی سے ؟رات تورُک جائیں آزر بھائی۔ ہمیں اتنا مزہ آرہا تھا باتیں کرنے میں "عمارہ نے منہ بنایا۔اسی لمحے زونیشہ کا موبائل بجا تھا۔زبیر بھائی کا نمبر دیکھ کر اس نے عمارہ کو اشارے سے بتایا اور جالی دار دروازہ عبور کر گئی۔

"واقعی یار بہت مزہ آرہا تھا۔کتنے عرصے بعد ہمیں ایسے مل بیٹھنے کا موقع ملا،ہے ناں "خولہ نے کہا۔

"ہاں تو رک جاؤناں پھر۔اسی بہانے عمارہ کا بھی دل لگا ہوا ہے "طاہرہ آزر سے کہنے لگیں۔

"پھوپھو ہم رُک بھی جائیں تب بھی صبح تک ان کی باتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں "آزر نے کیا تو لاؤنج ان سب کے قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔" اور آپ جانتے ہی ہیں کہ میں نہیں رک سکتا "

وہ سب انہیں رخصت کرنے پورچ تک ان کے ساتھ آئے تھے۔جہاں ایک طرف کھڑی زونیشہ فون پر بات کرنے میں مصروف تھی۔

"لیکن زبیر بھائی۔۔۔ "وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔

"زونی تم نے میرا مان توڑا ہے۔میں تمہاری کوئی وضاحت،کوئی بہانہ نہیں سننا چاہتا۔میں نے تمہیں زری سے مختلف سمجھا تھا۔میں سمجھتا تھا تم زری کے حادثے سے سیکھ چکی ہو۔لیکن تم نے بھی اس کے نقشے قدم پر چلنے میں کوئی قصر نہیں چھوڑی "زبیر غصے سے کہہ رہا تھا۔

"بھائی کیا ہو گیا ہے آپ کو۔میں نے ایسا کچھ نہیں کیا نہ ہی ایسا کچھ کرنے کا سوچ سکتی ہوں۔آپ میری بات تو سن لیں "

"میں نے خالو سے کہہ دیا ہے کہ تمہارے لئے رشتہ ڈھونڈیں اور شادی نا سہی،کم از کم نکاح کر دیں تمہارا۔میں تایا جان کا منہ بند کروانے کے لئے تمہارے حق میں مزید صفائیاں نہیں دے سکتا۔تم کسی سے منسلک ہو جاؤ گی تو خود ہی سب کے منہ بند ہو جائیں گے "

www.novelsclubb.com

"انہیں صفائی دینے کی ضرورت ہی کیا ہے بھائی؟آپ کو مجھ پہ زرا بھی اعتبار نہیں رہا؟ "وہ رونے کے قریب تھی۔

"نہیں "زبیر نے جھٹ سے کہااور فون بند کر دیا۔

"اتنی ناراضگی؟ "اس نے نم آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔

باقی سب آزراور خولہ کو رخصت کر کے اندر جا چکے تھے البتہ عمارہ دوسری طرف کھڑی شاید اسی کی منتظر تھی۔اس نے چند گہرے سانس لے کر خود کو پر سکون کیااور عمارہ کی طرف مڑ گئی۔

"سب ٹھیک ہے نا؟ "وہ پوچھ رہی تھی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔گھر سے فون تھا۔میرا خیال ہے کہ مجھے بھی اب چلنا چاہیئے۔کافی دیر ہو گئی ہے "زونیشہ نے بمشکل مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"پھر مجھ سے کچھ چھپایا تو نہیں جارہا؟ "عمارہ نے اس کی آنکھوں میں نمی کو ٹٹولا۔" آپ پریشان لگ رہی ہیں "

"ارے نہیں یار "زونیشہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے ہنسی۔" مجھے بس وہ فائل لا دو اندر سے پلیز۔ مغرب کا وقت ہونے والا ہے اور مزید دیر ہوئی تو خالہ بہت ناراض ہوں گی"

"اچھا میں لا دیتی ہوں "عمارہ اندر چلی گئی تو وہ وہیں پورچ میں کھڑی اس کا انتظار کرنے لگی۔

مغرب کے وقت کا آسمان کیوں اتنا اداس لگتا ہے؟ ایسے جیسے کچھ کھو رہا ہو، جیسے روشنی کا آخری سرا ہاتھ سے چُھوٹ رہا ہو، جیسے امید کی آخری کرن بجھ رہی ہو۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اداسی وجود پر طاری ہونے لگتی ہے۔ لیکن اس اداسی کی ذد میں آتا دل ان ستاروں کا انتظار کیوں نہیں کرتا جو روشنی کے چاند کو ساتھ لئے امید جگانے اندھیرے سے اُمڈ آگے ہیں۔ وہ آسمان کو تکتی سوچ رہی تھی کہ عمارہ ہاتھ میں فائل تھامے باہر آئی تو پیچھے پیچھے محد بھی چلا آرہا تھا۔ عمارہ زونیشہ کے پاس آکھڑی ہوئی جبکہ محد اگے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"محد بھائی آپ کہاں چل دیئے؟ "عمارہ نے اسے باہر جاتے دیکھ کر پکارا

"نماز پڑھنے "محد نے مڑ کر جواب دیا تھا

"ابھی تو اذان نہیں ہوئی "

"راستے میں ہو جائے گی "وہ جو دو دن سے اذان سے پہلے ہی مسجد جا رہا تھا، آج بھی وقت سے پہلے نکلنا چاہتا تھا۔ عمارہ نے اس کی بات پر کندھے اچکا کر فائل زونیشہ کی طرف بڑھا دی اور اسے دروازے تک چھوڑنے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ جب تک وہ دونوں دروازے تک پہنچیں، محد دروازے کا لاک کھول چکا تھا۔ ان دونوں کو اس طرف آتا دیکھ کر کسی خیال کے تحت وہ دروازہ کھول کر ایک طرف کو ہو گیا۔ گویا وہ زونیشہ کو پہلے جانے کا راستہ دے رہا تھا۔ زونیشہ نے لمحہ بھر کو رک کر اسے دیکھا تھا۔ محد اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔ خاموش آنکھوں میں بولتی اداسی۔ اسے لگا وہ چند لمحے مزید دیکھتا رہا تو اس اداسی میں ڈوب جائے گا۔ اس نے جھٹ سے نظریں جھکا لیں۔ زونیشہ گیٹ عبور کر گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد عمارہ کو گیٹ بند کرنے کا کہہ کر وہ بھی مسجد کے راستے پر نکل گیا۔

◇◇◇

"خالو آپ کو زبیر بھائی نے کچھ کہا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ میرے حوالے سے کوئی بات ہوئی؟ "گھر آتے ہی اس نے احسان خالو سے پوچھ لیا۔ وہ جو کسی کتاب کی رو گردانی کر رہے تھے، کتاب بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہاں کافی کچھ "

"مثلاً "

"تمہارے شادی کے لئے فکر مند ہو رہا ہے وہ "

"فکر مند ہونا تو اور بات ہے۔انہوں نے یہ کہا کہ جلدی شادی کر دیں میری؟ "

"نہیں۔ایسا کیوں کہے گا وہ۔تم سے جان تھوڑی چھڑوانی ہے۔وہ بس پوچھ رہا تھا کہ اگر ہماری نظر میں کوئی مناسب رشتہ ہو اسے بتائیں "

"پھر؟آپ نے کیا کہا؟ "

"میں نے کہا کہ ایسی نظر سے اپنے آس پاس کبھی دیکھا نہیں۔اب تم کہہ رہے ہو تو نظر ڈالوں گا۔شاید کوئی مناسب رشتہ نظر آجائے "خالو نے گویا اس کی مشکل آسان کر دی تھی۔

"تو بس پھر آپ بھائی سے کہہ دیں کہ نہیں نظر آیا آپ کو کوئی مناسب رشتہ "

"پہلے مجھے دیکھنے تو دو بیٹا "

"آپ نہیں دیکھیں ناں۔مجھے نہیں کرنی شادی فی الحال "

"رشتہ دیکھنے اور شادی ہو جانے میں فرق ہوتا ہے اور ان دونوں کے بیچ خاصا وقت بھی لگ جاتا ہے۔تم بلاوجہ زبیر کی بات کو سر پہ سوار کر رہی ہو "

"وہ مجھ سے ناراض ہیں اور اس بار وہ بہت سنجیدہ ہیں "

"تو کیا ناراض ہونا نہیں بنتا؟ "

"بنتا ہے۔میں مانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔لیکن بھائی اب کچھ زیادہ ری ایکٹ کر رہے ہیں،یہ بات آپ بھی جانتے ہیں"

"ارے کچھ نہیں ہوتا۔ویسے ایک رشتہ تو ہے میری نظر میں "خالو نے اسے تنگ کرنے کے انداز میں کہا۔

"خالو! جائیں میں نہیں کر رہی آپ سے بات "اس نے ناراضگی ظاہر کی تھی۔وہ جو اپنے غصے، اداسی یا خوشی کا یوں اظہار نہیں کیا کرتی تھی،آج خالو سے ناراض ہونے پر یہ ناراضگی ظاہر کرنا چاہتی تھی۔شاید خولہ اور عمارہ سے ہونے والی گفتگو کا اثر تھا۔

"آج تم مجھے کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی ہو زونی "انہوں نے اچانک بات بدلی

"کیا مطلب؟ بدلی بدلی سی کیسی؟ "

"تم ایسے کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتیں۔ خاموش ہو جاتی ہو یا کوئی بات بری لگے تو اٹھ کر کمرے میں چلی جاتی ہو "خالو اسے کتنا جانتے تھے۔انہوں نے اس کے مزاج میں آئی تبدیلی کو پرکھ لیا تھا۔

"وہ شاید اس لئے کیونکہ آج سے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنے احساسات کا اظہار کر دیا کروں گی۔مجھے گھُٹ گھُٹ کر نہیں جینا خالو۔ اگر رونا ہے تو کھل کر رونا ہے اور ہنسنا ہے تو کھل کر ہنسنا ہے۔ "اس کے انداز میں ٹھہراؤ تھا،اطمینان تھا۔جیسے آج اس نے کوئی بہت بڑا بوجھ اپنے دل و دماغ سے اتار پھینکا ہو۔خالو اسے محبت سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔یہ مثبت تبدیلی تھی اور وہ اس تبدیلی پر اس کے لئے خوش تھے۔

"یہ ہوئی ناں بات!اسی بات پر ہو جائے پھر جیلاٹو آئیس کریم؟ "

"ابھی؟ "

"ہاں ابھی "

"چلیں پھر ہو جائے۔میں خالہ کو بلاتی ہوں۔کتنا مزہ آئے گا خالہ کو ایکسیلیٹر پر چلانے کا "اس نے قہقہہ لگایا اور خالہ کو بلانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

◇◇◇

وہ لاؤنج میں بیٹھا عربی شاعری کی وہی کتاب کھولے پڑھ رہا تھا۔

"اوہ میرے خدا۔یہ آخر میں کیا دیکھ رہا ہوں۔میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔مجھے تو اپنی ان خوبصورت آنکھوں پر یقین ہی نہیں آرہا "فہد بیسمنٹ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا لاؤنج میں آیا اور محد کو کتاب کھولے اس میں محو دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

"اتنے اوور (over) قسم کے ڈائیلاگ کی یہاں ضرورت نہیں تھی ویسے "محد نے اس کی اُبلتی جذباتیت پر کتاب سے نظریں ہٹا کر اسے گھورتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"میرے ساتھ مارکیٹ چلو گے؟ "محد نے کتاب بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے فہد سے پوچھا،جو اس کے پہلو میں بیٹھ چکا تھا۔

"کیا کرنے؟ "

"مجھے کچھ کتابیں خریدنی ہیں "محد نے کہا تو فہد نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا ہے؟ "اسے فہد کا اپنی طرف ایسے دیکھنا زرا نہیں بھاتا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ "فہد پوچھ رہا تھا

"طبعیت تو تمہاری بیٹا میں درست کرتا ہوں ، ٹھہرو تم "محد کتاب اٹھا کر اسے مارنے کے لئے بلند کا چکا تھا کہ فہد فوراً کتاب کے نیچے سے خود کو بچاتے ہوئے اٹھ کر ایک طرف ہو کر ہنسنے لگا

"اچھا اچھا معاف کر دیں۔ چلیں چلتے ہیں مارکیٹ۔ ویسے کونسی کتاب چاہیئے آپ کو؟ "

"تم بالکل علی کا دوسرا ورژن ہو سچ میں "محد کو اس کے ڈر کر بھاگ نکلنے پر ہنسی آئی تھی،

"مجھے عربی کی کچھ کتابیں چاہئیں۔ عربی لغت وغیرہ "

"عربی سیکھیں گے؟ "

"ہاں اب جب تک نوکری نہیں مل جاتی تب تک سوچا یہی کر لوں۔ نئی زبان سیکھنے سے سوچوں کے پردے کھُلتے ہیں اور علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ تو سوچا عربی ہی سیکھ لوں۔ کافی دلچسپ زبان لگ رہی ہے مجھے یہ۔ خود کو مصروف رکھنا چاہتا ہوں میں "اس نے شاعری کی اس کتاب تو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا خیال ہے۔ ایک کام کرتے ہیں۔ ہمارا وہ جو ڈِنر اتنے دنوں سے ملتوی ہو رہا ہے، آج کر ہی لیتے ہیں۔ پہلے کچھ خریداری وغیرہ کریں گے اور پھر کھانا کھا کر واپس۔ کیا خیال ہے "فہد نے کھڑے کھڑے پوری منصوبہ بندی کر لی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر۔ بلاؤ عمارہ کو۔ ماں اور ابو سے بھی پوچھ لو۔ اگر وہ بھی ساتھ چلنا چاہیں "

محد نے کہا تو فہد تیزی سے اوپر بھاگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عمارہ کے ساتھ نیچے موجود تھا مگر اس کی نظر عمارہ پر ٹھہر گئی جو سر سے نیچے تک سیاہ عبایہ میں چھپی ہوئی تھی۔

"یہ نیک خاتون کون ہے؟ "محد نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔

"آپ کی ہمشیرہ۔ میرا مطلب ہے نیک پروین ہمشیرہ "فہد نے لقمہ دیا۔

"تمہیں میں ایک لگاؤ گی فہد اور تم واپس ہاسٹل پہنچ جاؤ گے "عمارہ نے اپنے کھُسے کی طرف اشارہ کیا تو محد ہنسنے لگا۔

"ویسے اچھی لگ رہی ہو "محد نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو عمارہ اسے گھورنے لگی۔

"مزاق نہیں کر رہا۔سچ میں اچھی لگ رہی ہو "اس کی بات پر عمارہ نقاب کے پیچھے سے مسکرا دی۔

"اچھا ماں اور ابو نہیں آئیں گے، میں نے پوچھ لیا ان سے۔اب ہم چلیں؟ مجھے واپس آکر بہت پڑھائی کرنی ہے "عمارہ نے محد سے التجا کی۔

"ہاں ہاں چلو "محد کتاب ایک طرف رکھ کر فون اسٹڈ کے قریب لٹکی گاڑی کی چابی اتار کر آگے بڑھ گیا۔

◇◇◇

اگلے دن وہ کالج میں تھی جب طاہرہ کا فون آیا کہ ارمغان اسے بارہ بجے دوپہر کے کھانے پر لے جانا چاہتا تھا۔اور پوچھ رہا تھا کہ کیا اس وقت وہ اس کے ساتھ جا سکے گی۔اور عمارہ کو نہ چاہتے

ہوئے بھی حامی بھرنی پڑی کہ اب تو منگنی بھی ہو چکی تھی اور ماں نے اسے خود جانے کا کہہ دیا تھا۔

اب وہ کالج کے گیٹ پر کھڑی ارمغان کی منتظر تھی کہ اس نے اسے وہیں سے پِک کرنے کا کہا تھا۔اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔وہ اپنی گرے سیوِک میں تھوڑی دیر بعد ہی اس کے کالج کے سامنے موجود تھا۔

"تم نے پردہ کب سے شروع کیا؟میرا مطلب ہے منگنی سے پہلے تک میں نے تمہیں ایسے نہیں دیکھا "وہ اسے عبایہ میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"آپ کو کوئی مسئلہ ہے اس سے؟ "اس نے گاڑی کی ونڈ اسکرین سے سامنے دیکھتے ہوئے اطمینان سے پوچھا تھا۔

"ارے نہیں نہیں۔بھلا مجھے کیوں اعتراض ہو گا۔بلکہ بہت اچھی بات ہے یہ۔آئی اپریشی ائیٹ "اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا تو مسئلہ کیسے ہو سکتا تھا۔

"پھر تمہارا کیا ارادہ ہے آگے۔میرا مطلب ہے کہ گریجوئیشن کے بعد؟ "

"میں اِنٹیریئر ڈیزائینگ میں ماسٹرز کرنا چاہتی ہوں "وہ اب بھی اطمینان سے ہی بتا رہی تھی۔

"ویری گُڈ۔مجھے ایسی ہی لڑکیاں پسند ہیں جو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا جانتی ہوں اور اپنے تعلیمی شعبے کے حوالے سے سنجیدہ ہوں "

"یعنی اگر میں آگے نہ پڑھنا چاہتی تو آپ کو ناپسند ہوتی؟ "اس نے پہلی بار نظر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا تو وہ ہنس دیا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔مجھے ویسے امی کی میرے لئے پسند کی گئی کسی بھی لڑکی پر اعتراض نہیں ہونا تھا۔تمہاری جگہ کوئی اور کم پڑھی لکھی لڑکی ہوتی،تب بھی۔میں تو بس اپنی رائے دے رہا تھا۔بلکہ سچ کہوں تو آج بھی امی کے اصرار کرنے پر ہی تمہیں لنچ پر لے جا رہا ہوں۔ " وہ ایسے بتا رہا تھا جیسے اس کے لئے یہ بہت معمولی سی بات ہو۔اسے واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔اسے کیا معلوم تھا کہ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے کتنی مشکل سے اس سے منگنی کی حامی بھری تھی۔اس کو کیا معلوم تھا کہ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی کو اپنے پسندیدہ شخص کے ساتھ نہ ہونے سے کتنا فرق پڑتا تھا۔

"ویسے امی تو ہماری شادی کرنا چاہتی تھیں جلد از جلد۔ لیکن میں ابھی شادی کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بہت مشکل سے انہیں منگنی پر رضامند کیا میں نے "وہ اسے کچھ بتا رہا تھا مگر وہ نہیں سننا چاہتی تھی سو وہ گاڑی کے شیشے کے پار کی دنیا دیکھتے ہوئے ارمغان کی سبھی باتوں کو ان سنا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

جب وہ گھر پہنچی تو خاصی اداس تھی۔ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آج ارمغان کے ساتھ لنچ کے چکر میں اسے مدرسے سے بھی دیر ہو گئی تھی سو گھر میں کسی سے بھی زیادہ بات کیئے بغیر وہ مدرسے کے لئے نکل آئی تھی۔

دو گھنٹے بعد تھکی ہاری مدرسے سے واپس آکر وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی۔ تازہ دم ہو کر اور عصر کی نماز ادا کر کے اس نے بلا ارادہ ہی زونیشہ کو پیغام بھیج دیا۔

"آج میرا دل بہت اداس ہے۔ ہم پارک چلیں؟ "

"آج تو مشکل ہے۔ ماما آج ہی اسلام آباد آئی ہیں۔ کل چلیں گے "تھوڑی دیر بعد زونیشہ کا جواب آیا تو اس نے اداسی سے موبائل ایک طرف رکھ دیا اور نیچے چلی آئی۔

فہد طاہرہ کے ساتھ شام کی چائے کی تیاری کروا چکا تھا۔آج کل فارغ تھا تو وہ طاہرہ کے قابو آیا ہوا تھا۔

"میں فہد کو بھیجنے ہی والی تھی کہ تمہیں بلا لائے۔جاؤ فہد زرا محد کو بلاؤ "طاہرہ کہہ رہی تھیں۔

"محد بھائی ہیں کہاں؟"

"نیچے بیسمنٹ میں ہے اسٹڈی میں۔تم بتاؤ تمہارا لنچ کیسا رہا ارمغان کے ساتھ "

"ٹھیک رہا "اس نے بے زاری سے جواب دیا تھا۔

"محد بھائی نہیں آئیں گے۔میں بھی اپنی چائے لے کر اسٹڈی میں جا رہا ہوں۔کتابوں کے بیچ بیٹھ کر چائے پینے سے چائے کا لطف ہی دوبالا ہو جاتا ہے "اس نے ٹرے میں چائے کے دو کپ رکھتے ہوئے کہا۔" آپ دونوں ماں بیٹی لگائیں گپ شپ۔میں تو چلا "

"لو بھلا۔ایک ساتھ بیٹھ کر ہی پی لیتے۔ یہ محد پر بھی کتابوں کا بھوت سوار ہو گیا ہے۔ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ "طاہرہ برا منا گئیں تھیں۔عمارہ وہیں بیٹھی چائے کے کپ کے کناروں پر انگلی پھیرنے لگی۔اسی لمحے طاہرہ کا فون بجا تھا۔

"دیکھنا زرا کس کا فون ہے؟ "انہوں نے صوفے پر بیٹھے بیٹھے عمارہ سے کہا تو عمارہ اٹھ کر فون اسٹینڈ سے ان کا موبائل اٹھا لائی۔

"ثمینہ ممانی کا "اس نے نام دیکھ کر کہا اور موبائل ان کی طرف بڑھا دیا۔

"آئے ہائے میں سوچ ہی رہی تھی کہ فون کرتی ہوں۔اتنے دن ہو گئے بات نہیں ہو سکی " انہوں نے فون تھامتے ہوئے کہا اور دوسرے ہاتھ میں چائے کا کپ اٹھائے باہر لان میں چلی گئیں۔عمارہ لاؤنج میں اکیلی رہ گئی۔ اس نے بے دلی سے چائے کے کپ کو منہ لگایا۔وہ سوچوں میں مصروف چائے کا آخری گھونٹ بھر رہی تھی کہ محد سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہاں آیا اور اسے گم سم دیکھ کر وہیں رک گیا۔

"تمہیں کیا ہوا؟ "محد کی آواز پر وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی۔

"کچھ بھی نہیں۔بس آج کافی تھک گئی ہوں "وہ آج واقعی تھک گئی تھی۔زہنی طور پر۔

"پکی بات ہے؟ "اس نے تسلی چاہی

"جی۔آپ بتائیں آپ کی جاب کا کیا بنا؟ "اس نے بات بدلنا چاہی۔

"میرے اچھے تعلیمی ریکارڈ کی بدولت ایک قریبی ہسپتال میں جاب ملی تو ہے۔مناسب لگی مجھے۔دو دن بعد جوائننگ ہے "

وہ تھوڑی دیر وہیں اس کے ساتھ بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔پھر کسی کام کے یاد آنے پر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

اس کے جانے کے بعد عمارہ نے چائے کا خالی کپ اٹھا کر کچن میں رکھا اور پھر وہیں لاؤنج میں ٹہلنے لگی۔

دروازے کی گھنٹی بجی تھی۔باہر سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس،کندھے پر اپنا برگنڈی بیگ لٹکائے کھڑی وہ دروازہ کھُلنے کی منتظر تھی۔

"کون "کسی نے پوچھا تھا۔

'عمارہ گھر پر ہے' کے الفاظ اس کے منہ میں ہی ٹھہر گئے۔اس نے لمحے بھر کر سوچا پھر 'زونیشہ کومل' کہہ دیا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟ "کوئی پوچھ رہا تھا۔اس نے غور کیا کہ آواز وہ نہیں تھی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔اسے غصہ سا آیا۔

"اسی لئے سیدھا سیدھا عمارہ کا پوچھتی تھی میں "وہ بڑبڑائی۔

"جی مجھے عمارہ سے ملنا ہے۔میں ان کی دوست ہوں "اس کے کہتے ہی دروازہ کھل گیا تھا۔ اس کے سامنے لگ بھگ چالیس برس کا شخص کھڑا تھا۔چچا نیاز چھٹی سے واپس آ چکے تھے۔

"آئیں بیٹا۔عمارہ بیٹی اندر ہیں "انہوں نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی تھی۔لان میں بیٹھی فون پر مصروف طاہرہ نے اسے دیکھا تو مسکرا کر ہاتھ ہلا دیا۔

وہ طاہرہ سے مل کر جالی دار دروازہ کھولتی ہوئی راہداری میں داخل ہوئی تو سامنے اس سے زرا فاصلے پر کھڑی عمارہ سامنے کی دیوار کو دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ اسے زونیشہ کی آمد کا احساس بھی نہیں ہوا۔

"اس دیوار سے ایسی کیا گستاخی ہو گئی آخر کہ آپ کی نظروں کے وار اب اسے سہنے پڑ رہے ہیں۔ "اس نے عمارہ کے قریب آ کر کہا۔

"زونیشہ!؟آپ کب آئیں؟ "عمارہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"بس ابھی ابھی، جب آپ دیوار کو گھورنے میں مگن تھیں۔ کیا سوچ رہی ہو؟ "وہ پوچھ رہی تھی۔ عمارہ نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی صوفوں پر دیوار کی جانب رخ کر کے بیٹھ گئی۔ زونیشہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"میں سوچ رہی تھی کہ زندگی دیوار پہ لگی اسی پینٹنگ کی طرح ہے ناں۔ کچھ خوشیوں، کچھ غموں، کچھ پریشانیوں اور کچھ اضطراب میں الجھی ہوئی "! عمارہ کی نظروں کے تعقب میں اس نے دیوار پر دیکھا جس پر تین ایک ہی سائز کے کینوس ساتھ ساتھ لگے ہوئے تھے۔ ان کی

زمین سیاہ تھی جس پر رنگین بلبلے بنے ہوئے تھے۔بائیں جانب کی پینٹنگ کے ایک کونے پر 'عمارہ' لکھا تھا۔

زونیشہ پینٹنگ کو دیکھ کر دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"پریشان ہو؟ "اس نے پوچھا۔

"نہیں۔بس ایسے ہی۔۔۔آپ تو کہہ رہی تھیں کہ آج نہیں آسکیں گی "اس نے بات بدلی

"ہاں کہا تو تھا۔لیکن پھر سوچا کہ تمہیں میری ضرورت ہو گی۔تم نے میسج بھی تو ایسا کیا تھا۔۔۔ کیا کچھ ہوا ہے؟ "اس نے دوبارہ پوچھا تو عمارہ اپنے ہاتھ میں پہنی سلور انگوٹھی کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے گھمانے لگی۔

"زونیشہ۔پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے "

"کیا ہو رہا ہے؟ "زونیشہ پوری توجہ سے سن رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں جس کی دسترس میں ہوں وہ مجھے چاہتا نہیں ہے۔۔۔اور جو مجھے چاہتا ہے، وہ میری دسترس میں نہیں ہے "!! آخری جملہ ادا کرتے ہوئے وہ طنزیہ مسکرائی تھی۔اس کی بات سن کر زونیشہ واقعتاً اس کے لئے پریشان ہونے لگی۔اس کا انداز ہی ایسا تھا، جیسے کوئی اپنا آپ ہار گیا ہو۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ آ بیٹھی۔

"منگنی سے خوش نہیں ہو تم، مجھے اندازہ تھا۔خوش نہیں تھیں تو انکار کیوں نہیں کیا؟"

"کیا تھا۔کئی بار کیا تھا۔لیکن حالات ہی ایسے بن گئے کہ کچھ اور نہیں سوچ سکی۔اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب علی کو میں اتنا چاہنے لگی کہ اب اس کے نہ ہونے کے احساس پر دل بھاری ہو رہا ہے۔ "وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی۔زونیشہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔وہ جانتی تھی اگر اس نے مزید کچھ پوچھا تو عمارہ رو دے گی۔

"ایک بات کہوں عمارہ۔میں نہیں جانتی کہ تم نے ارمغان سے منگنی کروا کر ٹھیک کیا یا غلط۔ البتہ یہ اندازہ لگا رہی ہوں کہ علی تمہیں بہت عزیز ہے۔لیکن مجھے لگتا ہے کہ محبت نکاح کے بعد کا جذبہ ہوتا ہے عمارہ۔ ہمیں نامحرم سے محبت نہیں ہوتی، طلب ہوتی ہے۔یہ طلب نکاح

کے بعد ہی محبت میں بدلتی ہے۔ورنہ طلب ہی رہ جاتی ہے۔چاہنے کی، چاہے جانے کی طلب! جو مل جانے پر کم ہونے لگتی ہے۔کیونکہ طلب خود غرض ہوتی ہے۔جبکہ محبت مل جانے پر شروع ہوتی ہے۔پھر گزرتے وقت کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے! کیوں کہ یہ بے غرض ہوتی ہے، خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے۔میں غلط ہو سکتی ہوں لیکن مجھے یہی لگتا ہے۔اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ارمغان کے تمہاری زندگی میں شامل ہونے کے بعد وہ تمہیں اچھا لگنے لگے "وہ اسے نرمی سے کہہ رہی تھی۔

"شاید۔میں امید کرتی ہوں کہ ایسا ہی ہو "اس نے ایک آہ بھری تھی۔

"اچھا چھوڑیں یہ سب باتیں۔یہ بتائیں کہ کیا کھائیں گی؟ "

"کچھ بھی نہیں یار۔بس تھوڑی دیر تمہارے ساتھ وقت گزارنے آئی ہوں۔جلدی جانا ہے گھر۔پہلے تو صرف خالہ سے ڈانٹ پڑتی تھی، آج تو ماما بھی ادھر ہی ہیں۔ڈبل ڈانٹ پڑے گی " وہ ہنسی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میرے ہاتھ کا کیک تو آپ کو کھانا پڑے گا۔اور فٹافٹ بیک ہو جائے گا،یقین کریں۔میں ابھی بناتی ہوں "

اس کے لاکھ منع کرنے پر بھی عمارہ کچن میں گھُس گئی تھی۔زونیشہ وہیں لاؤنج کے چاروں اطراف نظریں گھما کر جائزہ کرنے لگی۔پھر اٹھ کر عمارہ کے ساتھ کچن میں جا کھڑی ہوئی تو عمارہ اسے کیک بیک کرنے پر ہدایات دینے لگی۔ کیک کا آمیزہ تیار کر کے اسے سانچے میں منتقل کرنے کے بعد اس نے بیکنگ اوون کا درجہ حرارت سیٹ کیا اور سانچہ اوون میں رکھ دیا۔

"آپ باہر بیٹھیں۔میں چائے بھی تیار کرتی ہوں،پھر ہم باہر لان میں بیٹھ کر مزے سے ٹی پارٹی کریں گے۔ویسے میں چائے پی چکی ہوں لیکن آپ کے ساتھ تھوڑی اور پینے میں کیا حرج ہے "وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔زونیشہ نے ہامی بھر لی اور لاؤنج میں آ بیٹھی جہاں سے کچن میں چلتی پھرتی عمارہ اسے صاف دکھائی دے رہی تھی۔اس نے اپنے قریب رکھے برگنڈی بیگ کو کھولا۔پھر وہ کچھ لکھنے کے ارادے سے بیگ سے اپنی ڈائری نکال رہی تھی کہ اسی لمحے کچھ

ٹوٹنے کی آواز آئی۔عمارہ تیزی سے کچن سے باہر نکلی۔دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔پھر جیسے عمارہ کی چھٹی حس نے الارم بجایا۔

"سموکی کے بچے "!وہ کہتی ہوئی تیزی سے اوپر کی طرف بھاگی،" آپ یہیں رُکیں میں ابھی آتی ہوں "اس نے سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے زونیشہ سے کہا تو زونیشہ نے سر ہلا دیا۔ابھی وہ اسی سوچ میں تھی کہ کیا ٹوٹا ہوگا کہ اس کی کانوں کو کسی اور آواز نے اپنی طرف جانب متوجہ کیا جو قریبی کمرے سے آرہی تھی۔

لَآ أُقۡسِمُ بِيَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ

وَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلنَّفۡسِ ٱللَّوَّامَةِ

اس نے کانوں میں ہینڈ فری لگا رکھی تھی جن میں قاری مشاری راشد العفاسي کی خوبصورت آواز گونج رہی تھی۔اس آواز کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی سورت القیامہ کی تلاوت کر رہا تھا۔مشاری کے جیسی ہی قرات اور انداز میں۔زونیشہ نے اس کے کمرے سے آتی آواز کی طرف آہستہ آہستہ قدم بڑھائے تھے۔آواز بہت مدھم تھی اور وہ قریب سے سننا چاہتی تھی۔وہ

www.novelsclubb.com

تقریباً اس کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کے پاس پہنچ چکی تھی اور کان لگا کر سننے لگی کہ تلاوت کی آواز کے ساتھ قدموں کی چاپ اسے سنائی دی۔ وہ باہر کی طرف آ رہا تھا۔ زونیشہ نے اس کے قریب آتے قدم بھانپ کر تیزی سے لاؤنج کی طرف دوڑ لگا دی۔ اسی لمحے محد نے ادھ کھلا دروازہ پورا کھولا۔ زونیشہ تیزی سے صوفوں کی طرف مڑ کر وہاں بیٹھ گئی مگر اتنی دیر میں محد اسے دیکھ چکا تھا۔ وہ صوفے پر اس کی طرف پشت کیے بیٹھی بے چینی سے لب کاٹنے لگی۔ اس نے کانوں سے ہینڈ فری نکال کر کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔ پھر آگے بڑھا تھا کہ اس کے پاؤں سے کچھ لگا۔ اس نے سر جھکا کر نیچے دیکھا، وہ سرخ درمیانے سائز کی ڈائری تھی جس پر پیلی ڈوری کھل جانے کے باعث ڈائری کھلی الٹی زمین پر پڑی تھی۔ اس نے جھک کر ڈائری کو اٹھایا کہ بھاگتا ہوا سمو کی اس کے پیروں کے بیچ سے گزرتا ہوا اس کے کمرے میں گھسا۔ وہ ڈائری ہاتھ میں پکڑے پکڑے سمو کی کے پیچھے واپس کمرے میں لپکا۔

"کیا ہوا؟" وہ ڈائری اپنی سائیڈ ٹیبل پر رکھتا ہوا سمو کی سے پوچھنے لگا۔ پھر جیسے اسے خود ہی احساس ہوا کہ وہ بے زبان اسے کیا بتاتا کہ کیا ہوا ہے۔ سو وہ تیزی سے کمرے سے باہر آیا۔

"عمارہ؟ کیا ہوا؟ "اس نے پکارا۔ سیڑھیوں سے اترتی عمارہ ہاتھ میں کانچ کے چند ٹکڑے اٹھائے آنسو پونچھتی ہوئی نیچے آرہی تھی۔ زونیشہ سے صوفے پر بیٹھے بیٹھے مڑ کر اسے دیکھا۔اور پھر یک دم اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔

"عمارہ تم رو رہی ہو؟ "زونیشہ پوچھ رہی تھی۔ محد سوالیہ نظروں سے عمارہ کو دیکھنے لگا۔

"یہ دیکھیں سمو کی نے میری لالٹین توڑ دی ہے۔جو مجھے علی بھائی نے بھیجی تھی "اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے محد کو دیکھا۔ تو محد کا افسوس سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔اس نے مددگار نظروں سے زونیشہ کو دیکھا گویا اسے عمارہ کو چپ کروانے کا کہہ رہا ہو۔زونیشہ نے آگے بڑھ کر عمارہ کو کندھوں سے تھاما اور اپنے ساتھ لاتی ہوئی صوفے پر بیٹھانے لگی۔

"تم ایک لالٹین کے ٹوٹنے پر ایسے رو رہی ہو؟ "وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"محض ایک لالٹین؟ میرے لئے یہ بہت اہم تھی زونیشہ "وہ روتے روتے کہہ رہی تھی۔ محد زینے سے ٹیک لگائے ان کے پیچھے عمارہ کے لئے فکر مند کھڑا تھا۔اس نے عمارہ کو کبھی اپنے سامنے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور وہ بھی ایک لالٹین کے لئے!

کچھ چیزیں بے جان ہو کر بھی انسانوں سے زیادہ دل کے قریب ہوتی ہیں۔ان کے ٹوٹ جانے یا کھو جانے پر ہمیں لگتا ہے جیسے ہمارا بہت بڑا نقصان ہو گیا ہو۔اور کچھ چیزیں ان سے منسلک لوگوں کی وجہ سے دل کے قریب ہوتی ہیں۔ ان کے پاس ہونے سے ہمیں اس لوگوں کے ساتھ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔

محد عمارہ کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ جو علی کے لئے ابو کے انکار پر نہیں روئی تھی۔ ارمغان سے منگنی پر بھی نہیں روئی تھی۔ آج اس لالٹین کے ٹوٹ جانے پر بچوں کی طرح رونے لگی تھی۔زونیشہ عمارہ کو دلاسہ دیتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی مگر وہ سنے بغیر باہر آ گیا تھا۔ اس کے ایسے عمارہ سے کوئی بات کیے بغیر باہر چلے جانے پر زونیشہ نے دل ہی دل میں اسے ایک بار اور 'سڑیل' کہا تھا۔

"جب بھی اسلام آباد آؤ، مجھ سے ضرور ملنا "گھر سے مسجد کے لئے نکلتے ہوئے محد نے علی کے نام پیغام بھیجا تھا۔

◇◇◇

www.novelsclubb.com

"آؤ باہر چلیں "اگلی دوپہر اس نے فہد کے کان میں سرگوشی کی۔

"کدھر؟ "فہد نے حیرانی سے پوچھا تھا

"علی آیا ہے اسلام آباد۔اس سے ملنے "محد اسی طرح سرگوشی میں بتا رہا تھا

"علی بھائی آئیں ہیں؟ "فہد اونچی آواز میں چہکا تھا۔قریب بیٹھی طاہرہ رضا نے مڑ نکلاتے ہوئے کن اکھیوں سے انہیں دیکھا۔

"ابے آہستہ بولو "محد اس کا بازو پکڑ کر کھینچا

"لیکن کیوں؟ "فہد نے منہ بنایا تھا

"وہ گھر نہیں آنا چاہتا ناں۔اور یہ بھی چاہتا کہ گھر میں کسی اور کو اس کے آنے کا علم ہو۔اس لئے ہم باہر جا رہے ہیں ملنے۔ جلدی اٹھو "محد حکم صادر کرتے ہوئے اٹھ گیا۔

"کہاں کے ارادے ہیں؟ "طاہرہ نے انہیں ایک ساتھ باہر کی طرف بڑھتا دیکھ کر پوچھ لیا۔

"ماں وہ ایک دوست سے ملنے جا رہا ہوں۔ سوچا فہد کو بھی ساتھ لے چلوں۔۔۔کوئی کام تو نہیں آپ کو؟ "محد نے بات بنائی۔

"نہیں۔علی کو میرا اسلام کہہ دینا بس "انہوں نے ان دونوں کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا۔محد نے زبان دانتوں میں دبالی اور باہر چلا آیا۔

"چھپا بھی آپ کس سے رہے تھے بھائی۔ماں سے۔ماؤں کو سب معلوم ہوتے ہیں اپنی اولاد کے کرتوت "فہد گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اچھا اب زیادہ باباجی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔اور یہ۔۔۔یہ کتاب تو گھر رکھ آتے "محد نے اس کے ہاتھ میں پکڑی کتاب کی طرف اشارہ کیا تو اس نے کندھے اچکا کر محد کی بات کو قطعی طور پہ نظر انداز کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں رسٹورانٹ میں ایک دوسرے کے سامنے موجود تھے۔

"تمہارا کام کیسا جا رہا ہے؟ "بالآخر محد نے بات کا آغاز کیا۔

"کام ٹھیک ہی جا رہا ہے لیکن میں پتا نہیں کہاں جا رہا ہوں " علی نے اپنے بالوں میں انگلیاں گھُسائیں

"کیوں تمہیں کیا ہوا ہے؟ "

"یار محد۔مجھے لگتا ہے میرا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔میرا مطلب ہے کہ میرے ساتھ عجیب و عجیب چیزیں ہو رہی ہیں۔بلکہ یوں کہو کہ بیوقوفیاں کرتا پھر رہا ہوں۔آزر بھائی سے بھی اتنی ڈانٹ پڑی ہے "

"ایسا بھی کیا ہو گیا؟ "محد کو تشویش ہونے لگی تو علی نے اسی پتھر کی پوری روداد کہہ سنائی۔

"میں اپنے دوست سے ملا تو وہ کہنے لگا کہ میں تو اسے پتھر دکھانے گیا ہی نہیں تھا۔مجھے لگتا ہے میں پاگل ہو رہا ہوں " علی کہہ رہا تھا۔

"یہ سب تو بہت ہی عجیب ہے۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہیں کچھ یاد نہ ہو "محد اظہارِ افسوس کر رہا تھا،" میں تو تمہیں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں عشق نے نکمہ کر دیا ہے "

"کیوں؟ "علی نے پوچھا

"کیونکہ تم پہلے سے ہی نکمے ہو یار "محد نے اسے چھیڑا تو علی اسے گھورنے لگا۔

"دشمن نہ کرے دوست نے جو کام کیا ہے۔بیچ بازار میں ہمیں بدنام کیا ہے "علی جذباتی ہوتے ہوئے بولا۔

"ویسے میں تو تمہارے ساتھ عمارہ کی منگنی تڑوانے کی منصوبہ بندی کرنے آیا تھا۔لیکن تمہارے نازک حالات دیکھ کر مجھے نہیں لگتا کہ منگنی ٹوٹ بھی جائے تو کوئی فائدہ ہوگا "محد کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ "فہد اور علی کے منہ سے یک بیک نکلا۔

"وہ لالٹین جو بھیجی تھی تم نے عمارہ کو۔ وہ ٹوٹ گئی اور اس کے ٹوٹنے پر میں نے عمارہ کو بچوں کی طرح روتے دیکھا ہے۔کیا تم یقین کر سکتے ہو؟ "محد اسے بتانے لگا۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔وہ لالٹین علی بھائی نے بھجوائی تھی؟اور وہ ٹوٹ بھی گئی؟مگر کیسے؟ " فہد کو ایک ساتھ کئی انکشافات ہوئے تھے۔

"تم اپنی کتابی دنیا سے باہر آؤ تو پتہ چلے۔وہ سموکی سے ٹوٹ گئی تھی کل۔سائیڈ ٹیبل سے گرا دی اس نے "محد بتا رہا تھا ،" اب تم کچھ کہو گے ؟ "اس نے رخ علی کی جانب کیا جو خاموشی سے کہنیاں میز پر ٹکائے سر ہاتھوں میں دیئے بیٹھا تھا۔

"میں کیا کہوں۔کیا کہہ سکتا ہوں میں ؟ میں کچھ کہنا یا کرنا چاہتا ہوں تو ہر شخص ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ جاتا ہے۔امی کو منا لیا مگر پھوپھا ہیں کہ وہ نہیں مانتے۔عمارہ ہے کہ اس کے اور اپنے لئے میں کچھ کر نہیں پا رہا۔بھائی ہیں کہ وہ مجھے الگ کوس رہے ہیں۔اور میں ہوں کہ مجھے خود کی ہی سمجھ نہیں آ رہی کہ میرے ساتھ یہ چل کیا رہا ہے "علی بولتا چلا گیا اور اور وہ دونوں اس کے اندر بھرے شکووں کو خاموشی سے نکلتا دیکھتے رہے۔

"یہ سب ہو رہا ہے اس نشترِ محبت سے جو آپ نے اپنے دل کو لگا لیا ہے "علی تھک کر چپ ہوا تو فہد نے کسی تجربہ کار کی طرح آگے بڑھ کر کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے۔پھر نکال پھینکیں اس تیر کو باہر ؟ کیا خیال ہے علی؟ "محد نے علی کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اب نہیں نکل سکتا۔رہنے دو اس تیر کو اندر ہی۔محبت کا تیر ہے،نکل گیا تو بہت سارے ارمان خون کے آنسوؤں کے ساتھ بہہ جائیں گے اور تکلیف کم ہونے کی بجائے بڑھ جائے گی "علی کے انداز میں شکست کا احساس واضح تھا۔

"پھر بتاؤ کیا کیا جائے؟منگنی تڑوادیں۔ منگنی تو ویسے بھی محض ایک رسم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی "محد واقعی ان کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا،" ویسے میں دنیا کا انوکھا بھائی ہوں گا جو خود اپنی بہن کی منگنی تڑوانے کی منصوبہ بندی کر رہا ہو گا"

"چھوڑو یار محد۔کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔دل ٹوٹ گیا ہے اب۔اور اب مزید پھوپھا کے سامنے شرمندہ بھی نہیں ہونا چاہتا میں۔ کچھ کرنا چاہتا ہوں،اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتا ہوں،حلال روزی کمانا چاہتا ہوں۔ دعا کرو کہ کم از کم اس میں کامیاب ہو جاؤں "محد خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔

"کچھ کرنے کے لئے بھی تو بڑا دل جگرا چاہیئے نا۔سو اپنے اس ٹوٹے ہوئے شکستہ دل کو جوڑ لیں علی بھائی "فہد نے کہا

"یار یہ دل کہاں جُڑتا ہے ایک بار ٹوٹ جائے تو۔ تمہارا دل نہیں ٹوٹا نہ کبھی، تمہیں کیا معلوم !

"ہاں صحیح کہہ رہے ہیں۔ میرا دل نہیں ٹوٹا کبھی۔ میرا تجربہ نہیں ہے سو آپ کی حالت سمجھنے سے میں تو قاصر ہوں "فہد اعتماد سے کہہ رہا تھا۔

"تمہارا دل تو پلاسٹک کا ہے، ہے ناں؟ "محد نے پوچھا تو علی کا قہقہہ چُھوٹا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے بھائی،" فہد نے منہ بنایا، "ویسے یہ دل پلاسٹک کا ہی ہونا چاہیئے۔ سرد مزاج لوگوں کے لئے سخت اور جہاں محبت کی حدت ملے، وہیں پگھل کر محبت کے رخ پر مڑ جانا چاہیئے اسے "فہد کی بات پر ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ واقعی اس کی بات میں وزن تو تھا۔

◇◇◇

علی سے ملاقات کے بعد وہ اپنے کمرے میں لوٹا تو سائیڈ ٹیبل پر موجود ادھ کھُلی سرخ ڈائری کل سے جوں کی توں پڑی اس کا منہ چڑانے لگی۔

"یہ یقیناً اسی کی ہو گی "وہ سوچ کر ڈائری بند کر کے عمارہ کو دینے کی نیت سے اٹھانے آگے بڑھا تھا۔ مگر ڈائری کے صفحے پر نگاہ پڑتے ہی اس کے ہاتھ وہیں ساکت ہوئے، وہاں لکھی سطریں اسے جانی پہچانی لگی تھیں۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پڑھنے لگا۔

"مایوسی ایمان کا قتل ہے۔زندگی کے خلاؤں میں بھٹکتے رہنے سے کیا حاصل؟آخر میں پاس پڑے پتھروں کو خلا میں کتنی دیر تھام سکتی ہوں؟ بالآخر پتھروں کے سہارے چھوٹ ہی جاتے ہیں نا۔اور ہم دوبارہ بھٹک جاتے ہیں۔تو کیوں نہ ان خلاؤں کو ایمان سے بھر دیا جائے۔اللہ پر یقین سے بھر دیا جائے۔ کیوں نہ اللہ کی رسی کو تھام لیں جو خلاؤں میں بھی رہنمائی کرے۔۔۔ "

وہ ان سطروں کو پہچانتا تھا۔اس نے یہ کہیں دیکھی تھیں یا پڑھی تھیں۔مگر کہاں؟اس نے سوچا۔پھر اپنا موبائل نکال کر کچھ اس میں تلاش کرنے لگا۔اپنے پاس محفوظ کی ہوئی مختلف چیزوں میں اسے ایک کافی عرصہ پہلے کی تحریر ملی جس کے اختتام پر 'زونہ' لکھا تھا۔اس تحریر کے الفاظ اس تحریر سے ملتے تھے جو ابھی اس کے ہاتھ میں پکڑی ڈائری پر لکھے تھے۔

"زونہ۔۔۔زونیشہ "اس نے زیرِلب دہرایا تھا۔پھر مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ ایک معنی خیز مسکراہٹ۔

◇◇◇

"خالہ۔ماما خیریت سے آئی ہیں؟ "اس نے موقع ملتے ہی ان سے پوچھا۔

"ہاں۔میں نے بلالیا۔کیوں؟ "

"ویسے ہی پوچھ رہی تھی "

"ناراض ہے فاطمہ ابھی بھی تم سے؟ "

"نہیں۔ویسے آپ نے کیوں بلایا انہیں؟میرا مطلب ہے کہ پھر وہی شادی وادی کی بات تو نہیں ہے؟ "زونیشہ نے خدشہ ظاہر کیا

"دراصل زبیر نے ہی بھیجا ہے فاطمہ کو۔ تاکہ ہم سب مل کوئی۔۔۔ "

"اُف! کتنی بار سمجھاؤں میں آپ لوگوں کو؟ میری بات سمجھتے کیوں نہیں؟ "اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر گرالیا۔

"تمہیں ہمارا منتخب کیا ہوا لڑکا پسند نہ آیا تو بھلے انکار کر دینا۔اس میں کیا مسئلہ ہے "خالہ نے عام سے انداز میں کہا۔

"خالو کو تو میں نے منع کر دیا تھا کہ وہ کوئی رشتہ نہیں دیکھیں گے "اس نے سر اٹھایا

"لو بھلا۔وہ تو دیکھ بھی چکے اور مجھے بھی خاصا مناسب لگا وہ۔میں نے فاطمہ سے ذکر کیا تو وہ میرے ایک دفعہ کہنے پر ہی یہاں آنے پر رضامند ہو گئی۔آخر وہ بھی اپنی تسلی کرنا چاہتی ہے ناں۔البتہ ان لوگوں سے ابھی بات نہیں کی ہم نے "

"آپ لوگ۔۔۔کیا کہوں میں آپ سب کو خالہ؟ "وہ تنگ آنے لگی تھی۔پیر پٹختی ہوئی اٹھ کر فاطمہ کے پاس آ بیٹھی جو شام کی تسبیحات میں مصروف تھیں۔

"ماما "اس نے پکارا۔

"اگر تم وہی شادی کے نام پر بحث کرنے آئی ہو تو مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔تمہیں اندازہ بھی ہے کہ نصراللہ بھائی نے کتنا کچھ نہیں کہا زبیر کو تمہارے اور مائر کے تعلقات کے حوالے سے "وہ دوٹوک کہہ رہی تھیں۔

"اُف ماما۔کیسے تعلقات؟میرا اس مائر نامی لومڑ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ ہے۔کیا ایک ہی بات کے پیچھے پڑ گئے ہیں سب کے سب "اسے اب چِڑ ہونے لگی تھی۔مگر ماما کے سامنے وہ اپنے اس چڑچڑے پن کو دبائے رکھنے کی حتی الامکان کوشش کر رہی تھی۔

"یہ تو تم کہہ رہی ہو ناں۔مگر مائر نے اس بات کو نا جانے کتنا بڑھا دیا ہے۔تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے کہ وہ لوگ تمہارے بارے میں کیا کیا سوچ بیٹھے ہیں۔اور مائر نے بھی نا جانے کیا کچھ کہا ہے سب سے تمہارے بارے میں۔اور ہمارے بارے میں کہ ہماری دونوں بیٹیاں۔۔۔ "

"تو سوچنے دیں ان کو ماما۔کہنے دیں ان سب کو جو وہ کہتے پھرتے ہیں۔ہم اس کی سوچ تو نہیں بدل سکتے۔جب ہم نے،میں نے کچھ ایسا کیا ہی نہیں تو ہمیں ان کی سوچ سے،ان کی باتوں سے فرق نہیں پڑنا چاہیئے۔آپ ان کی سوچوں کو مجھ پہ تو مسلط مت کریں "اس نے کہہ کر ان کے جواب کا انتظار نہیں کیا تھا۔وہ اٹھی اور کمرے میں چلی آئی اور دروازہ بند کر دیا۔

ایسے موقعوں پر وہ ایک ہی کام کیا کرتی تھی۔ ڈائری پر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا کام۔اس نے دروازے کے پیچھے رکھا اپنا برگنڈی بیگ اتارا۔

"اس کی زپ کیسے کھُلی رہ گئی "بیگ کی کھُلی زپ دیکھ کر اس نے سوچا۔پھر سر جھٹک کر بیگ میں ڈائری نکالنے کے لئے اس میں ہاتھ ڈالا۔مگر ڈائری وہاں نہیں تھی۔اس نے دوبارہ اچھی طرح پورا بیگ ٹٹولا۔پھر کمرے میں نگاہ دوڑانے لگے۔

"کہاں چلی گئی؟یہیں تو رکھی تھی میں نے "اس نے سوچا۔پھر سائیڈ ٹیبل کی طرف لپکی اور تیزی سے اس کے دراز کھولنے لگی۔پھر سنگھار میز پر،کاؤچ پر،بستر پر،بیڈ کے نیچے،الماری کی درازوں میں،کپڑوں کے بیچ،اس نے سبھی جگہیں چھان ماری۔مگر ڈائری وہاں ہوتی تو اسے ملتی۔

وہ کمرے سے باہر آکر کچن میں کھڑی آمنہ خاتون کی جانب بڑھی۔

"خالہ آپ نے میری ڈائری دیکھی؟ "

انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

"فی الحال چھوڑو ڈائری کو۔ہاتھ دھو کو آؤاور کھانا لگاؤ "فاطمہ اس سے کہہ رہی تھیں۔اس نے ان کی بات مانتے ہوئے کھانے تک ڈائری ڈھونڈنے کو ملتوی کر دیا۔اور بے دلی سے کھانے کی میز پر برتن لگانے لگی۔

"احسان بھائی آپ نے پھر کوئی بات کی اس بارے میں جس لڑکے کا آپ ذکر کر رہے تھے؟ "فاطمہ نے کھانے کے دوران ان سے پوچھا تھا۔

"ابھی تو نہیں۔کچھ دنوں تک جاؤں گا کمال صاحب کے ساتھ ان کی طرف۔ "

زونیشہ ان کی باتوں سے بے زار ہوتی ہوئی بمشکل نوالے منہ میں ڈال رہی تھی۔اس نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر مداخلت کرنا مناسب نہ سمجھا اور خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہی۔

"لوگ تو اچھے ہیں ناں؟ "فاطمہ پوچھ رہی تھیں۔

"ہاں اچھے ملنسار لوگ ہیں۔میں جانتی ہوں انہیں، "آمنہ خالہ بتانے لگیں،" کمال صاحب نے اپنے بیٹے ارمغان کی منگنی کر رکھی ہے ان کی بیٹی سے "

آمنہ نے کہا کہ وہ چونکی۔

"یہ کس کی بات کر رہی ہیں آپ خالہ؟ "اس نے آنکھیں پھیلائیں۔

"طاہرہ، عمارہ لوگوں کی۔اسی کے بڑے بھائی کو دیکھا تھا تمہارے خالو نے مسجد میں۔انہیں اچھا لگا تو انہوں نے کمال صاحب سے پوچھ لیا "وہ اسے تفصیل سے بتانے لگیں۔

"وہ؟۔۔۔وہ محد؟ وہ سڑیل؟ مجھے نہیں کرنی ورنی اس سے شادی بھئی۔کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو؟ "وہ یک دم پھٹ پڑی۔

"زونیشہ! آہستہ بولو۔تمیز بھول گئی ہو؟ "فاطمہ نے اسکے ایسے اچانک ردِ عمل پر اسے گھورا تو وہ لب کاٹتی ہوئی ناراضگی سے کچھ کہے بغیر وہاں سے اٹھ کر کمرے میں جا گھُسی۔

◇◇◇

www.novelsclubb.com

اپنی شادی کی بات کو اس نے سر پہ کچھ زیادہ ہی سوار کر رکھا تھا۔اس بات کا احساس اسے تب ہوا جب وہ دال کو تڑکا لگا کر فاطمہ کے پاس آئی جو اپنی بوجھل طبیعت کے ساتھ بمشکل چلتی ہوئی اپنے بیگ سے استری کرنے کے لئے کپڑے نکال رہی تھیں۔انہیں اسلام آباد آئے ہوئے

تین چار دن گزر چکے تھے مگر ابھی تک اس نے ماما سے محض شادی اور مائر سے متعلق بحث کے علاوہ کوئی بات نہیں کی تھی۔

"لائیں ماما۔ میں نکال دیتی ہوں "اس نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں کر لوں گی "

"میں کر دیتی ہوں ناں استری۔ آپ آرام کریں "

"مجھے نہیں کرنا آرام۔ گھر تھی تو کوئی نا کوئی کام کرتی رہتی تھی۔ اب یہاں تو کوئی مصروفیت ہی نہیں ہے۔ دل گھبرانے لگتا ہے میرا "انہوں نے اداسی سے کہا تھا۔

"آپ وہ کام کریں ناں جو آپ آسانی سے کر سکیں۔ زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ پاتیں آپ، تھک جاتی ہیں۔ اس لئے کہہ رہی ہوں کہ کپڑے میں استری کر دیتی ہوں "وہ اس کے ہاتھ سے کپڑے لے استری والے میز کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"بلکہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ کل ہسپتال چلتے ہیں۔ آپ کا معائنہ کروائے کتنا عرصہ ہو گیا ہے۔ میں جانتی ہوں آخری بار بابا کے انتقال سے پہلے میں ہی لے کر گئی تھی آپ کو۔ زبیر بھائی کے

پاس تو اتنا وقت نہیں ہوتا "اس نے قمیض پر استری پھیرتے ہوئے مڑ کر انہیں دیکھا تو انہوں اثبات میں سر ہلا دیا۔ انہیں لگا تھا کہ اگلے دن وہ بھول جائے گی مگر اسے یاد تھا۔ سو وہ انہیں ہسپتال لے جانے کے لئے تیار کرنے لگی۔

"ماما آپ کو کتنی بار سمجھایا میں نے کہ اپنی ساری فائلیں اپنے ساتھ رکھا کریں۔ ڈاکٹر کو پچھلا ریکارڈ دکھانا ضروری ہوتا ہے کہ اب تک کیا کیا مسئلے رہے ہیں اور آپ کون کون سی دوائی لیتی رہی ہیں "وہ ان کا دوائیوں والا بیگ ٹٹولتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں نہیں جا رہی زونی۔ پھر وہی دوائیوں کی لمبی فہرست تھما دے گا ڈاکٹر "

"جب آپ اپنا خیال نہیں رکھیں گی تو یہی ہو گا۔ خالہ آپ سے بڑی ہیں لیکن دیکھیں وہ اپنا خیال رکھتی ہیں۔ اس لئے تندرست ہیں اور آپ کو جانا پڑے گا۔ اٹھیں دیر ہو جائے گی "وہ جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔

"خالہ آپ کی چادر کہاں ہے؟ "وہ خالہ سے پوچھتی ہوئی ان کے کمرے کی طرف بڑھی تھی، جہاں سامنے ہی اسٹینڈ پر لٹکی چادر اسے نظر آ گئی۔" مل گئی "اس نے کہا اور چادر لے کر فاطمہ کو اوڑھانے لگی۔ بادل ناخواستہ انہیں اس کے ساتھ چلنا ہی پڑا۔

تفصیلی معائنہ کروا کر وہ ہسپتال سے نکلنے والے تھے کہ فاطمہ نے اسے روک لیا۔

"زونی اب گھر سے نکلے ہی ہوئے ہیں تو دانت بھی چیک کروا لیں؟ میری داڑ آدھی ٹوٹ گئی تھی اور اس میں بے انتہا درد ہوتا ہے مجھے "انہوں نے اپنے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کب ٹوٹی؟ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ دکھائیں مجھے "اس نے کہا تو وہ منہ کھول کر اسے دکھانے لگی۔

"ماما اس میں تو کھانا کھاتے ہوئے کچھ نہ کچھ پھنس بھی جاتا ہو گا۔ آپ بھی ناں۔ بتاتی کیوں نہیں ہیں "وہ خفا ہونے لگی۔

"اب بتا رہی ہوں ناں "

www.novelsclubb.com

"ہم ہسپتال نہ آتے تو کیا تب بھی بتا دیتیں آپ؟ چلیں آئیں "وہ ان کا ہاتھ تھامے دانتوں کے ہسپتال کی طرف چل دی۔

وہ دونوں انتظار گاہ میں بیٹھی اپنی باری کی منتظر تھیں۔ابھی انہیں انتظار کرتے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ان کے علاوہ وہاں لگ بھگ سات آٹھ افراد اور موجود تھے اور ان کا نمبر غالباً آخری تھا۔

"کتنی دیر لگے گی۔ہم اگلی بار آجائیں؟ "انہوں نے تھکن سے چور آواز کے ساتھ کہا تو زونیشہ نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

"آجائے گی باری۔ایک بار چیک کروا کر ہی جائیں گے اب "

بالآخر انہیں بلا لیا گیا۔وہ بچوں کی طرح ان کا ہاتھ تھامے ڈاکٹر کے کمرے کی طرف چل دی۔

وہاں ہلکے آسمانی رنگ کی شرٹ اور سیاہ پینٹ پر سفید کوٹ پہنے محد بیٹھا تھا۔اسے دیکھ کر وہ بلا ارادہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔ وہ خود بھی اسے دیکھ کر زرا سا چونکی تھی۔

"یہاں بیٹھ جایئے "اس کے ساتھ کھڑی خاتون کو دیکھ کر اس نے کہا تو فاطمہ قریب رکھے سٹول پر آ بیٹھیں۔" کس مسئلے کے ساتھ آئی ہیں آپ "وہ ان سے پوچھ رہا تھا۔زونیشہ ایک طرف کو کھڑی ہو کر خاموشی سے اسے معائنہ کرتے دیکھنے لگی۔

"سٹریل تو ہے لیکن تحمل مزاج ہے "اس کے ذہن میں محد کو انہاک سے فاطمہ کی بات سنتے اور معائنہ کرتے دیکھ کر اس کے حوالے سے ایک خصوصیت کا اضافہ ہوا تھا۔

"آپ کو اس کے لئے فِلنگ کروانی پڑے گی کیونکہ داڑ کو بہت چھوٹا سا حصہ ٹوٹا ہے۔اور جب تک فِلنگ نہیں کروائیں گی،اس میں درد بھی رہے گا اور انفیکشن کا بھی خطرہ ہے "وہ انہیں بتا رہا تھا۔

"ابھی تو نہیں کروا رہی میں فِلنگ۔اگلی بار کروالوں گی "انہوں نے زونیشہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے پھر میں آپ کو اگلی اپائنٹمنٹ کی تاریخ دے دیتا ہوں "وہ اب کچھ لکھ رہا تھا۔ لکھ کر اس نے صفحہ ان کی طرف بڑھا دیا۔ وہ فاطمہ کو ساتھ واپسی کے لئے مڑی پھر وہیں رُک گئی جیسے اسے کچھ یاد آیا ہو۔

"وہ۔۔۔ عمارہ کیسی ہے؟ "اس نے پوچھا تو محد نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ فاطمہ کمرے سے باہر جا چکی تھیں۔

"اب تو بہت بہتر ہے۔ وہ جذباتی طور پر خاصی مضبوط ہے، حساس نہیں ہے۔ بس اس دن شاید وہ ضبط نہیں کر سکی تھی "اس نے کہا۔

"محبت کے معاملے میں تو بڑے بڑے بھی حساس ہو جاتے ہیں "وہ کہہ رہی تھی۔ محد اس کی بات پر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔" میں عمارہ کو ابھی زیادہ تو نہیں جانتی مگر اتنا سمجھ گئی ہوں کہ وہ علی کے لئے بہت سنجیدہ ہے اور اس منگنی پر خوش نہیں۔۔۔ "

"مجھے معلوم ہے زونیشہ۔ارمغان سے منگنی اس نے محض ابو کی پسند کے احترام میں کی ہے۔ مگر شاید وقت کے ساتھ سب بہتر ہو جائے "اس نے کہا تو زونیشہ نے گہری سانس لے کر ایک نظر اسے دیکھا۔پھر وہاں سے چل دی۔

ان کے جانے کے بعد وہ کچھ کھانے کی غرض سے کیفے جانے کے لئے اٹھا کہ اس کا موبائل بجا تھا۔علی کا فون تھا اور وہ فارغ بھی ہو چکا تھا سو اس نے فون موصول کیا اور وہیں بیٹھ کر سننے لگا۔

"زونیشہ میرا پرس؟ ابھی تو میرے ہاتھ میں تھا "ہسپتال سے باہر نکلتے ہوئے فاطمہ نے اچانک کہا۔

www.novelsclubb.com

"تو کہاں گیا؟ کہیں بھول تو نہیں آئیں آپ؟ "اس نے اپنے ہاتھوں کو ٹٹولا، پھر نیچے آس پاس دیکھنے لگی۔

"پتہ نہیں۔میں نے ہاتھ میں ہی پکڑ رکھا تھا۔میرا موبائل تھا اس میں۔کچھ پیسے بھی "وہ پریشانی سے کہنے لگیں۔

"جب ہم انتظار گاہ میں تھے تب آپ کے پاس ہی تھا، میں نے دیکھا تھا مجھے یاد ہے۔۔۔ماما آپ یہیں رُکیں۔میں دیکھ کر آتی ہوں "اس نے کہا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔وہ تیزی سے ہسپتال کے اندر لپکی تھی۔

انتظار گاہ خالی تھی۔اس نے اس جگہ کے آس پاس دیکھا جہاں وہ بیٹھے تھے، مگر پرس وہاں نہیں تھا۔اس نے ڈاکٹر کے کمرے کی طرف دیکھا۔

"کہیں اندر تو نہیں رہ گیا؟ "خیال آتے ہی وہ تیزی سے اس طرف لپکی اور دروازہ دھکیلنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھائے مگر اس کے کانوں میں پڑتی آواز نے اس کے ہاتھ اور قدم وہیں روک دیئے۔

www.novelsclubb.com

"ہاں ہاں وہی لڑکی جسے کھڑکی سے میں دیکھتا تھا اور وہی جس کے پیچھے گیا تھا۔اب معاف کر دو مجھے، بار بار یاد دلا کر شرمندہ کر دیتے ہو" وہ کہہ رہا تھا۔پھر دوسری طرف سے کی گئی کسی بات پر وہ ہنسا تھا۔

باہر کھڑی زونیشہ نے دروازے پر ہلکی سے دستک دی۔

"آجایئے "اس نے کہاتو زونیشہ دروازہ کھول کراندر آئی۔

"وہ۔۔۔ماماکاپرس شاید یہیں رہ گیاہے"اس نے ایک نگاہ اس پہ ڈال کر پورے کمرے میں نظریں دوڑائیں۔

"یہ تو نہیں؟ "وہ اپنی میز پر پڑا گہرے بھورے رنگ کا چھوٹا سا پرس اٹھا کر اسے دکھانے لگا۔

"جی جی یہی ہے۔شکریہ "اس نے پرس تھام لیا اور تیزی سے باہر نکل آئی۔وہ کچھ پل اس کے جانے کے بعد بند ہوتے دروازے کو دیکھتا رہا۔پھر دوبارہ فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

◇◇◇

اگلی رات وہ اپنے مخصوص انداز میں کرسی پر بیٹھا کسی کام میں محو تھا جب کھڑکی کے پار اس کی نگاہ پڑی اور وہیں ٹھہر گئی۔کہ وہاں کا منظر اسے پچھلے سال کی یاد دلا گیا تھا۔وہ سفید گھٹنوں سے زرا اوپر تک لمبی قمیض اور کھُلی شلوار کے ساتھ گہرے نیلے سکارف سے حجاب کیے سڑک کے کنارے اپنے اسی انداز میں چہل قدمی کرتی آگے بڑھ رہی تھی۔

"بھائی آپ کیا پیئیں گے؟ ملک شیک، چائے یا کافی؟ "عمارہ اس کے کمرے کے کھلے دروازے کو عبور کر کے اندر آتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

"فی الحال کچھ نہیں "اس نے کھڑکی سے باہر دیکھتے دیکھتے کہا۔ عمارہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔

"ارے۔ یہ تو زونیشہ ہیں "وہ کھڑکی کے قریب آ کر شیشے پر سر لگائے دیکھنے لگی۔ سڑک پر چلتی لڑکی کھڑکی کی حدود سے آگے جا رہی تھی۔

"ہاں جی زونیشہ ہے۔ جاؤ مل لو اپنی دوست سے "اس نے نظریں ہٹا کر اپنے سامنے رکھی کتاب پر مرکوز کر لیں۔

"مل لوں؟ کہیں آپ میری زونیشہ سے اس طرح ملنے کی اس ادھوری منصوبہ بندی کو پورا کرنے کی بات تو نہیں کر رہے؟ "عمارہ نے شرارت سے پوچھا تھا۔

"نہیں میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ تمہارا دل بہل جائے گا "

"میرا دل بہلا ہوا ہے۔ ویسے کیا خیال ہے؟ چلیں؟ "

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب چلیں؟ میں نہیں جا رہا بھئی۔ اچھا تھوڑی لگے گا۔ تم نے جانا ہے تو جاؤ۔ اور جانے سے پہلے اس میں ٹھنڈا پانی بھر لانا پلیز، یہ ٹھنڈا نہیں رہا "اس نے میز پر رکھی اپنی پانی کی بوتل اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"برا بھی نہیں لگے گا۔ میں اکیلی نہیں جا رہی۔ آپ بھی چلیں "وہ بوتل کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے کہنے لگی۔ محد نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"اٹھ جائیں بھائی۔ میں ویسے بھی بور ہو رہی ہوں۔ چلتے ہیں ناں "اس نے محد کا بازو کھینچا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا بھئی۔ چلو "اتنے عرصے بعد اسے عمارہ میں اس کا پرانا روپ نظر آیا تھا۔ سو وہ اس کی خاطر اس کے ساتھ چل دیا۔ بوتل اب بھی اس کے ہاتھ میں موجود تھی۔

لاؤنج سے گزرتے ہوئے صوفے پر نیم دراز فہد نے کتابوں سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا تھا۔

"کدھر کدھر؟ "اس نے تفتیش کے سے انداز میں پوچھا تھا

"ایک تو تم یہاں پہرے دار بن کر بیٹھ جاتے ہو فہد۔نیچے اسٹڈی میں پڑھا کرو ناں "عمارہ نے اسے ڈپٹا

"وہاں بیٹھ کر تم پر نظر نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے یہیں بیٹھ جاتا ہوں "وہ کتاب میز پر رکھ کر ان کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔عمارہ تیزی سے طاہرہ کے کمرے کی طرف بڑھی اور ان کی سفید چادر اٹھا لائی۔

"ماں کہاں ہیں؟ "محد نے پوچھا

"وہ دوا لے کر سو گئی ہیں۔ان کے سر میں درد تھا "فہد بتانے لگا۔

"ہم واک کرنے جا رہے ہیں۔اب جلدی چلو۔ اتنی دیر میں تو زونیشہ اپنے گھر پہنچ چکی ہو نگی " عمارہ چادر کو پھیلا کر اپنے گرد لپیٹتے ہوئے کہہ رہی تھی۔فہد نے ایک معنی خیز نظر محد پر ڈالی جس نے اس بات پر کندھے اچکا دیئے۔

"ہاں ہاں چلو چلو "وہ ان دونوں سے آگے نکلتے ہوئے بولا۔

"کیاان کوڈرانا ہے؟ "وہ تینوں تقریبا بھاگتے ہوئے زونیشہ کے قریب پہنچے تھے۔اوراب اس کے اوراپنے بیچ زراسافاصلہ برقرار رکھتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے دبے پاؤں چل رہے تھے جب فہد نے پوچھا۔

"آہستہ بولو یار فہد۔ہاں ڈرانا ہے "عمارہ جوان دونوں کے بیچ چل رہی تھی، سرگوشی میں بولی۔

"کیابچگانہ حرکت ہے عمارہ۔میں جارہا ہوں واپس "محد کہہ رہا تھا۔

"بچگانہ ہی سہی،اس سے کم ازکم زونیشہ کافوبیا(خوف)تودورہوگا "

"کیسافوبیا؟ "محد نے حیرت سے پوچھا۔

"انہیں اغواہونے سے اور پیچھاکیے جانے سے ڈرلگتاہے "اس نے سرگوشی میں کہا،" اوروہ جوآپ اتنے مزے سے اس دن ان کے پیچھے گئے تھے ناں۔بہت ڈرگئی تھی وہ بیچاری "عمارہ نے کہاتواس نے شرمندگی سے نظریں چرائی تھیں۔

"اس نے بتایا تمہیں؟اسے پتا چل گیا تھا کہ وہ میں تھا؟یا تم نے بتایا؟ "اس نے حیرت سے کئی سوال ایک ساتھ کر ڈالے۔

"نہیں۔پتہ نہیں چلااور میں نے بھی ابھی تک تو نہیں بتایا "

"اب ڈرا بھی چُکو یار۔ان کا گھر قریب آگیا ہے اب تو "فہد جوان کی سرگوشیوں سے بے زار ہونے لگا تھا،بولا۔

"تمہیں کیسے پتا؟تم نے دیکھ رکھا ہے آمنہ آنٹی کا گھر؟ "عمارہ نے اس کی طرف رُخ کیا تھا

"تمہارے منگیتر کا۔۔۔میرا مطلب ہے کمال انکل کا گھر تو دیکھ رکھا ہے ناں۔ان کے گھر کے سامنے ہی تو رہتی ہیں آمنہ آنٹی "فہد نے وضاحت دی۔جس کے جواب میں عمارہ نے کچھ نہ کہا۔اب وہ اپنی رفتار بڑھا کر زونیشہ کے قریب جا رہی تھی جو بے خبر آگے بڑھ رہی تھی۔

"بھاؤ "اس نے کان کے قریب جا کر عمارہ نے کہا تو زونیشہ کے چلتے قدم وہیں ساکت ہوئے اور وہ بلا اختیار پیچھے مڑی۔اس کا رنگ فق تھا،سانس گلے میں کہیں اٹک گئی اور منہ نیم وا۔وہ اپنی پوری کی پوری کھُلی آنکھوں سے عمارہ کو دیکھ رہی تھی۔

"عمارہ "اس نے بمشکل کہا۔" ایسے ڈراتے ہیں کیا؟ "

"پھر کیسے ڈراتے ہیں؟ "عمارہ نے اس کے کندھوں کو تھام کر کہا۔

"جان نکال دی تم نے میری۔بہت بری ہو تم "اس نے اپنی سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔

"اچھا اگلی بار کسی اور طرح ڈراؤں گی "عمارہ ہنسی

"عمارہ کتنی بری بات ہے۔اس کی حالت دیکھو۔ جب پتا تھا کہ اس کا دل کمزور ہے تو نہیں ڈرانا چاہیئے تھا۔ "محد نے اسے خوف سے خشک لبوں پر زبان پھیرتے دیکھا تو عمارہ کو ڈانٹنے کے سے انداز میں کہا۔

"دل کمزور نہیں ہے میرا۔ایسے ڈرانے سے تو کوئی بھی ڈر سکتا ہے "اس نے محد کو دیکھتے ہوئے بلاوجہ ہی وضاحت دینا چاہی، شاید اپنی عزتِ نفس کی خاطر۔وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"زونیشہ آپی آپ بیٹھ جائیں۔ایسا لگ رہا ہے آپ کا سارے کا سارا خون خشک ہو گیا ہے "فہد نے اس کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کر کہا۔تو وہ قریب ہی فٹ پاتھ پر بیٹھ گئی۔

"زونیشہ آپی؟تم نے مجھے تو کبھی آپی نہیں کہا فہد کے بچے "عمارہ نے حیرت سے فہد کو دیکھا۔ جبکہ محد ہاتھ میں تھامی بوتل کھول کر اس کے ڈھکن میں پانی ڈال کر زونیشہ کے قریب آیا تھا۔

"پانی؟ "اس نے پوچھا تو زونیشہ جو دونوں ہاتھ سر پر رکھے آنکھیں بند کیے خود کو پر سکون کر رہی تھی، نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے ڈھکن کو۔پھر لمحہ بھر توقف کر کے ہاتھ بڑھایا اور ڈھکن پکڑ لیا۔

"تم میں ایک بھی بڑی بہنوں والی خوبی ہے جو تمہیں آپی کہوں؟ "فہد اور عمارہ کی تکرار جاری تھی

www.novelsclubb.com

"شکریہ۔اس نے ایک ہی گھونٹ میں پانی پی کر ڈھکن محد کو لوٹاتے ہوئے کہا۔عمارہ فہد کو نظر انداز کر کے اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"سوری زونیشہ۔مجھے پتہ تھا کہ آپ ڈر جائیں گی۔لیکن اتنا ڈر جائیں گی،یہ اندازہ نہیں تھا "وہ پشیمانی سے کہنے لگی۔

"معافی کی گنجائش تبھی نکلے گی جب تم مجھے یہ آپ آپ کہنا بند کرو گی۔دوستی کا مزہ خراب ہو جاتا ہے یار "زونیشہ نے شکوہ کیا تھا۔

"لو اس میں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔میں سمجھوں گی کہ تم نے مجھے معاف کر دیا زونیشہ "وہ مسکرائی تو زونیشہ بھی مسکرا دی۔

"عمارہ تمہیں ایسے پیچھا کر کے ڈرانا ہی نہیں چاہیئے تھا "محد کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"لیجیئے۔کہہ بھی کون جناب رہے ہیں جو اپنی کھڑکی سے لڑکیوں کو دیکھتے ہیں اور پھر۔۔۔ "فہد کچھ کہہ رہا تھا کہ محد کا بوتل والا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا جسے دیکھ کر فہد وہیں خاموش ہو گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔میں نے کبھی کسی لڑکی کو ایسے نہیں دیکھا،نہ ایسے ڈرایا "محد نے زونیشہ کے سامنے اپنی اس عزت کو رکھنے کی کوشش کی جس کا فہد فالودہ بنا چکا تھا۔

اسی بات پر زونیشہ کو وہ بات یاد آگئی جو ہسپتال میں محد کسی سے فون پر کہہ رہا تھا اور وہ سن بیٹھی تھی۔

"جھوٹے "وہ نیچھے منہ کیے بلاارادہ بڑبڑائی مگر سڑک کی خاموشی میں اس کی بڑبڑاہٹ واضح سنائی دی تھی۔ان تینوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔اسے جیسے اپنی غلطی کا احساس ہوا،اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا اور فوراً نظریں چرالیں

"میرا مطلب ہے کہ کوئی اتنا شریف بھی نہیں ہوتا "زونیشہ نے بات بنائی۔

"میں کیا شریف نہیں لگتا؟ "اس نے پوچھتے ہوئے باری باری تینوں کی طرف دیکھا تھا۔

"نہیں۔بالکل بھی نہیں "عمارہ نے کہا تو محد اسے گھورنے لگا۔زونیشہ فٹ پاتھ سے کھڑی ہو چکی تھی۔

"چلیں ہم گھر تک آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔۔ اوہو میرا مطلب ہے کہ تمہارے ساتھ زونیشہ "عمارہ نے ماتھے پر ہاتھ مار کر مسکرائی

"ویسے میرے خیال سے آپ کو سب زونی کہتے ہیں،ہے ناں۔اس دن آمنہ آنٹی آپ کو زونی کہہ رہی تھیں جب آپ کتے کو بھگا رہی تھیں "عمارہ اس کے ساتھ چلتے چلتے باتیں کرنے لگی۔

"زونیشہ آپی آپ واقعی کتے سے نہیں ڈرتیں؟ "وہ چاروں ایک ساتھ خالی سڑک پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔

"نہیں۔کتے کچھ نہیں کہتے جب تک کہ آپ انہیں چھیڑو نہیں۔اور اگر ان سے ڈر کر ان کے سامنے بھاگنا شروع کر دو تو زیادہ پیچھے آتے ہیں۔ورنہ کچھ نہیں کہتے"

"پھر تو آپ عمارہ سے زیادہ بہادر ہیں۔ یہ ایویں ہی تیس مار خان بنی پھرتی ہے حالانکہ کتے سے بہت ڈرتی ہے "فہد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں تو ہر انسان کا کوئی خوف ہوتا ہے۔ جیسے تم چھپکلی سے ڈرتے ہو۔جیسے زونیشہ اغوا ہونے سے "عمارہ کہہ رہی تھی،" اور محد بھائی۔۔۔بھائی آپ کس سے ڈرتے ہیں؟ "وہ محد کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

"میں۔۔۔اس لمحے سے ڈرتا ہوں جس لمحے میں انسان سیدھی راہ سے بہک جائے۔اور کسی اپنے کو کھو دینے سے بھی بہت خوف آتا ہے مجھے "

اس کے انداز میں سنجیدگی تھی۔زونیشہ نے گردن موڑ کر دوسری طرف چلتے محد کو دیکھا تھا۔ وہ اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے نظریں جھکائے چل رہا تھا۔ان دونوں کے بیچ عمارہ اور فہد کے وجود نے فاصلہ بنا رکھا تھا۔ چند لمحے کو خاموشی ٹھہر گئی۔وہ اتنا بھی سڑیل نہیں تھا،اس نے سوچا۔

"ہاں یاد آیا۔زونیشہ آپ کی والدہ کیسی ہیں؟ان کی داڑھ کا درد؟ "اس نے خاموشی کا تسلسل توڑا تھا۔

"کل کی نسبت بہتر ہے "اس نے مختصر سا جواب دیا۔

عمارہ اور فہد ان دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"وہ زونیشہ کل ہسپتال آئیں تھی۔اپنی والدہ کے ساتھ "محد ان کی نظروں کا مطلب جان کر بتانے لگا۔

"لگتا ہے یہی ہے آمنہ آنٹی کا گھر "کمال صاحب کے گھر کے سامنے سڑک کے دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے فہد نے کہا۔

"ہاں یہی ہے۔۔۔آپ لوگ یہاں تک آ گئے تو اندر بھی آ جائیں؟ "وہ رسماً پوچھ بیٹھی۔

"نہیں ہم پھر کسی دن چکر لگائیں گے۔ماں کے ساتھ۔اس وقت ایسے مناسب نہیں لگتا " عمارہ نے کہا تو وہ مسکرا دی۔اس کے گھر کے اندر چلے جانے تک وہ تینوں وہیں کھڑے رہے تھے۔

◇◇◇

کئی دن بیت گئے تھے اور ابھی تک وہ ڈائری اس نے اسے واپس نہیں کی تھی۔اور آج نا چاہتے ہوئے بھی وہ لگ بھگ پوری ڈائری پڑھ بیٹھا تھا۔حالانکہ وہ جانتا تھا کہ کسی کی ذاتی ڈائری اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا غلط ہے۔ اخلاقیات کے خلاف ہے اور۔۔۔خیر اب تو وہ پڑھ چکا تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کی تحریریں وہ کبھی کبھار پڑھ لیا کرتا تھا۔اور یہ وہی لڑکی تھی جسے وہ اسی کھڑکی کے پار دیکھا کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"محض اتفاق یا پھر قسمت؟ "کرسی پر بیٹھے کھڑکی سے باہر دیکھتا ہوا وہ سوچ رہا تھا۔ پھر اٹھا اور عمارہ کے کمرے کی طرف چل دیا۔ عمارہ کینوس پر ہاتھ میں تھامے برش سے کچھ بنانے میں مصروف تھی۔

"میں اندر آجاؤں؟ "اس نے دروازے پر کھڑے کھڑے پوچھا۔

"جی بھائی۔آئیں "

"یہ اسی پراجیکٹ پر کام چل رہا ہے؟ "اس نے پوچھا۔

"جی یہ وہی ہے۔بس مکمل ہونے والا ہے "

"دکھاؤ "وہ دیکھنے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

"نہیں۔ابھی نہیں۔جب مکمل ہو جائے گا پھر دکھاؤں گی۔بلکہ جب یہ ایگزیبیشن میں لگے گا تب ہم سب دیکھنے جائیں گے "وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

"اچھا۔چلو یہ بھی صحیح ہے "وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔

"آج تمہاری دوست نہیں آئی؟ "وہ بلا ارادہ پوچھ بیٹھا۔

"کون؟زونیشہ؟ "عمارہ نے کینوس سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"کتنی دوستیں ہیں تمہاری؟زونیشہ کا ہی پوچھ رہا ہوں "

"وہ روز تھوڑی آتی ہیں۔لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟کوئی کام ہے آپ کو؟ "

"نہیں تو۔بس ویسے ہی "اس نے نظریں چرائی تھیں

"آپ کی جاب کیسی چل رہی ہے؟آج آپ جلدی نہیں آگئے ہسپتال سے؟ "وہ پوچھ رہی تھی

"ٹھیک ہے۔ گزارا ہو رہا ہے۔آج بس کام نہیں تھا اتنا خاص "

"چلیں اچھی بات ہے۔کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر۔۔۔یہ ڈرائنگ روم میں کوئی آیا ہوا ہے کیا؟ "

"ہاں۔تمہارے سسر صاحب "اس نے عمارہ کو چڑانے کے لئے کہا تو اس نے اسے انکھیں دکھائیں۔

"میرا مطلب ہے کمال انکل آئے ہوئے ہیں۔ اسی لئے ابو آج جلدی آگئے آفس سے "

"وہ کیوں آئے؟ "عمارہ کو تشویش ہوئی کہ کہیں وہ اس کی شادی کی بات کرنے نہ آگئے ہوں۔

"مجھے کیا معلوم۔ "محد نے کندھے اچکائے۔ دروازے کی گھنٹی بجی تھی۔ محد اٹھ کر کھڑکی کی طرف آیا۔عمارہ کے کمرے کی کھڑکی ان کے گھر کے گیٹ والی طرف کھُلتی تھی سو وہ کھڑکی سے نیچے جھانکنے لگا۔وہاں زونیشہ کھڑی تھی۔

"تم تو کہہ رہی تھی کہ تمہاری دوست روز نہیں آتی "محد بولا

"زونیشہ آئی ہیں؟ "عمارہ کو تعجب ہوا تھا۔

"ہاں۔لیکن خاصی اجلت میں لگ رہی ہے۔جاؤ مل لو "محد نے کھڑکی سے باہر دیکھتے دیکھتے ہی جواب دیا تو عمارہ قریب پڑے کپڑے سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

"عمارہ تمہارا بھائی کہاں ہے؟ "عمارہ سے ملتے ہی اس نے پوچھ ڈالا تو عمارہ نے حیرت سے اسے دیکھا کہ کچھ دیر پہلے محد بھی اس کا پوچھ رہا تھا۔

"آج ہو کیا گیا ہے؟ بھائی سے ملنا چاہتی ہیں آپ؟ "

"ہاں مجھے اس سے کچھ بات کرنی ہے۔ لیکن تم ساتھ ہی رہنا، اچھا "اس نے التجا ہی تھی۔

"اچھا۔ چلیں پھر اوپر میرے کمرے میں چلتے ہیں۔ بھائی وہیں ہیں "عمارہ نا سمجھی کے عالم کہہ کر اسے ساتھ لئے کمرے میں چلی آئی۔

"بھائی۔ زونیشہ آپ سے بات کرنے آئی ہیں "محد وہیں کھڑکی کے ساتھ کھڑا تھا کہ عمارہ کی بات پر چونکا۔

"مجھ سے؟ "وہ مڑا تو عمارہ کے پیچھے ہی وہ کھڑی تھی۔

"ڈائری کے لئے لڑنے تو نہیں آگئی "اسے دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

www.novelsclubb.com

"آپ دونوں بات کریں۔میں اپنا یہ سامان سمیٹ لوں زرا "وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔
محد کھڑکی سے ہٹ کر چلتا ہوا دروازے کے قریب آیا تھا جہاں وہ کھڑی تھی۔

"جی کہیئے "اس نے پوچھا تو وہ چند لمحے کھڑی کچھ سوچتی رہی۔وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"وہ آپ کے ابو سے آج جو ملنے آئیں ہیں وہ میرے خالو ہیں "اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ بات شروع کہاں سے کرے۔

"آپ کے خالو؟میرے ابو سے ملنے آئیں ہیں؟ کیوں؟ "

"وہ۔۔۔کوئی رشتے کی بات کرنے "

"کون سا رشتہ؟ "وہ واقعی حیران ہوا تھا۔یہ بات تو خود اس کے بھی وہم و گمان میں نہیں تھی۔اس کے سوال پر زونیشہ سے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے وہ چاہ رہی ہو کہ وہ شخص ساری بات خود ہی سمجھ جائے اور اسے لفظ بہ لفظ بتانا نہ پڑے۔

"تو پھر؟ "وہ شاید واقعی سمجھ گیا تھا،پوچھنے لگا۔

"تو پھر یہ کہ آپ سے ایسی کوئی بات پوچھی جائے تو انکار کر دینا "

"اچھا! ؟تو آپ رشتے کی بات ہونے سے پہلے ہی اسے ختم کرنے آئی ہیں؟ایسا ہی ہے؟ "وہ ساری بات سمجھ گیا تھا۔

"ہاں۔بالکل "

"اچھا! تو میں انکار کی وجہ کیا بتاؤں گا؟ "اس کی دلچسپی بڑھی تھی،نا جانے کیوں۔

"کچھ بھی کہہ دینا کہ میں پسند نہیں ہوں۔ یا آپ کسی اور کو پسند کرتے ہیں،وغیرہ؟

"آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں؟ "اس نے پلٹ کر سوال کر ڈالا۔

"نہیں "وہ جھٹ سے بولی تھی۔

"تو پھر میں پسند نہیں ہوں، سمجھ گیا !تو آپ خود کیوں نہیں کر دیتیں انکار "

"کر چکی ہوں۔مگر میری بات کوئی سن لیتا تو آپ سے بات کرنے کیوں آتی میں؟ "وہ اسے تنگ کر رہا تھا یا وہ خود تنگ ہو رہی تھی،وہ نہیں جان پائی۔

"دیکھو۔انکار کی کوئی معقول وجہ تو ہونی چاہئیے ناں۔ تبھی انکار کو سنجیدہ لیا جائے گا۔اب کوئی معقول وجہ بتادو تو میں انکار کردوں گا "اس نے ساری بات اسی پر ڈال دی تھی۔عمارہ نے اپنے پینٹ برش اکٹھے کرتے ہوئے کن اکھیوں سے انہیں دیکھا تھا۔

"مجھ میں واقعی بہت خامیاں ہیں۔سچ کہہ رہی ہوں "

"اچھا! مثلاً؟ "وہ اس کی خامیاں جاننا چاہتا تھا۔

"میں۔۔۔میرے سر پر بال نہیں ہیں "اس نے جو منہ میں آیا، کہہ دیا۔محد نے حیرت سے اس حجاب میں لپٹی لڑکی کو دیکھا۔پھر بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

"کوئی مسئلہ نہیں "وہ بڑے آرام سے کہہ رہا تھا۔

"ایسے کیسے کوئی مسئلہ نہیں؟آپ کو برا نہیں لگے گا؟ "اس نے تعجب سے محد کو دیکھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا ایسی باتوں سے "اس نے کہا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔" بہت ہی ڈھیٹ ہے "اس نے سوچا۔

"میرے بارے میں لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں "وہ اپنی طرف سے سچ بتاتے ہوئے بولی

"وہ تو میرے بارے میں بھی کرتے ہوں گے۔ کرنے دو، مجھے فرق نہیں پڑتا "وہ اب بھی ہاتھ سینے پر باندھے اسے دیکھتے ہوئے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

آپ واقعی اتنے اچھے ہیں یا مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ "وہ چِڑ گئی۔

"تم ایسی باتوں سے متاثر ہو جاتی ہو؟ "پلٹ کر سوال کیا گیا تھا۔ زونیشہ نے اس کی اس بے تکلفی پہ چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔ میں اتنی جلدی کسی سے متاثر نہیں ہوتی "وہ کسمسا گئی۔

میں بھی پہلی ملاقاتوں میں کسی کو متاثر نہیں کرتا "وہ اسی اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"پہلی ملاقات میں تو واقعی تم نے مجھے زرا متاثر نہیں کیا تھا۔ سڑیل "! اسے ثُبیتہ ہاؤس کے دروازے پر ہوئی پہلی ملاقات یاد آئی تو وہ بڑبڑانے لگی۔ عمارہ ان سے زرا فاصلے پر کھڑی انہیں دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

"کچھ کہا آپ نے؟ "محد نے اس کی بڑبڑاہٹ سننا چاہی تھی۔

"ہاں میں کہہ رہی تھی کہ۔۔۔میں بہت بد تمیز اور بد تہذیب لڑکی ہوں "اس نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا

"ہاں یہ تو میں جانتا ہوں۔تمیز دار لڑکیاں کسی کو 'عجیب سڑیل' نہیں کہتیں۔اور نہ ہی کسی کے کمرے کے بند دروازے پر کان لگایا کرتی ہیں "محد نے اتنے ہی اعتماد کے ساتھ کہا تو اس کا سر شرمندگی سے ہلکا سا جھک گیا

'کیا مطلب وہ سب جانتا تھا؟'اس نے لب کاٹتے ہوئے سوچا۔

"تو کیا تم رہ لو گے ایسی بد تہذیب لڑکی کے ساتھ؟ "اس نے اگلے ہی لمحے شرمندگی کو ایک طرف کر کے سر اٹھا کر اعتماد بحال کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ظاہر ہے جب شادی ہو جائے گی تو گزارہ تو کرنا پڑے گا نا "وہ دل ہی دل میں اس کے تنگ ہونے اور آپ سے تم پر آجانے پر مسکرایا تھا۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ گزارہ کیوں کرنا ہے آخر؟اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرو اور بھر پور جیو۔بس مجھ سے شادی سے انکار کر دو۔ "

"لیکن تم مجھے ناپسند تو نہیں ہو "محد نے کہا تو اس نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اپنی اس بحث کو ناکام ہوتے دیکھ کر وہ کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل آئی۔

"زونیشہ بات سنیں "عمارہ اس کے پیچھے لپکی تھی۔ محد بھی عمارہ کے ساتھ ہی کمرے سے نکل آیا۔

"کیا پاگل دوست بنائی ہے تم نے "محد نے تیزی سے سیڑھیاں اترتی زونیشہ کو دیکھتے ہوئے عمارہ سے کہا۔

"پاگل نہیں ہے۔اتنی اچھی ہے میری دوست "اس نے مڑ کر اپنی دوست کی حمایت کی تھی۔ کہ محد کی نظر سیڑھیوں سے نیچے فرش پر گرے پانی پر پڑی۔

"زونیشہ! آرام سے۔آگے پانی ہے۔پھسل مت جانا "وہ تقریباً چلایا۔زونیشہ اسی لمحے بیچ سیڑھیوں میں ٹھہر گئی۔عمارہ نے محد کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو وہاں فرش پر واقعی پانی چمک رہا تھا۔اور بے دھیانی میں زونیشہ واقعی پھسل سکتی تھی۔

"یہ کس نے گرا دیا یہاں۔یقیناً سموکی کے کام ہوں گے "وہ تیزی سے زونیشہ کی قریب آئی تھی۔" آپ یہیں رکیں، میں صاف کر دیتی ہوں "اس نے کہا اور احتیاط سے آگے قدم بڑھا دیئے۔اتنی دیر میں محد اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔اس نے ایک نظر وہاں گرے پانی کو دیکھا، پھر پلٹ کر محد کو۔

"آپ واقعی اتنے اچھے ہیں یا میرے سامنے بن رہے ہیں "اس نے پوچھا۔

"میں آپ کے سامنے اچھا کیوں بنوں گا؟ "وہ اسے اپنی نظروں سے جانچتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اس کے پاس محد کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"ویسے میں اتنا برا بھی نہیں ہوں جو تم مجھ سے شادی کے ذکر پر گھبرا رہی ہو "اس نے کہا

"میں گھبرا نہیں رہی "وہ نظریں چرائے کہہ رہی تھی۔

"اچھا!؟ "اسے اس لڑکی کو ستانے میں مزہ آرہا تھا۔اسی لمحے فہدان کی طرف آیا تھا۔

"بھائی آپ کو ابو بلا رہے ہیں۔ڈرائنگ روم میں "فہد نے کہا تو زونیشہ التجائیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ایک نظر زونیشہ پر ڈال کر وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

◇◇◇

کچھ دیر عمارہ نے اسے روک لیا اور رشتے کے متعلق پوچھنے لگی۔وہ وہاں مزید رُکنا نہیں چاہتی تھی سو عمارہ کو سرسری سا بتا کر وہاں سے نکل آئی مگر ثُبیتہ ہاؤس کے گیٹ سے باہر قدم رکھتے ہی وہاں جانے کے لئے تیار کھڑے احسان خالو اسے دیکھ چکے تھے۔ان کے ساتھ کمال آفندی بھی تھے۔وہ دونوں غالباً ابھی ہی ڈرائنگ روم کے دروازے سے نکلے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ارے زونی بیٹا تم یہاں؟ "خالو اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

"وہ میری دوست ہے ناں عمارہ،اس سے ملنے آئی تھی خالو جان "اس نے اپنی شرمندگی چھپاتے ہوئے جھوٹ بول دیا جس پر خالو نے یقین بھی کر لیا۔یہی جھوٹ وہ گھر بھی بول کر

آئی تھی۔ پھر وہ ان کے ساتھ ساتھ ہی چلنے لگی کہ جانا تو اسے بھی وہیں تھا جہاں وہ دونوں جا رہے تھے۔

گھر پہنچ کر خالو اپنے کمرے میں چل دیئے اور وہ لاؤنج میں بیٹھی خالہ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"مل آئیں عمارہ سے؟ "انہوں نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا جیسے وہ اس کا کوئی راز جانتی ہوں،" تمہیں کیا لگتا ہے کہ مجھے نہیں پتا تم اسی وقت اپنے خالو کے گھر سے نکلتے ہی عمارہ سے ملنے کیوں گئی تھی "

"آہستہ بولیں ناں خالہ، ماما نے سن لیا تو بہت ڈانٹیں گی۔ اور مجھے یہ بتائیں کہ خالو نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ میرے بارے میں غلط تو نہیں سوچ رہے ہوں گے؟ "

"کوئی غلط کام کر کے آئی ہو جو ایسے ڈر رہی ہو؟ بتاؤ۔ کیا نیا کارنامہ سرانجام دیا؟ "

"کچھ زیادہ نہیں۔ بس محد سے کہا کہ وہ انکار کر دے "

"بڑی اچھی لگ رہی ہو۔ شرم تو نہیں آتی تمہیں "خالہ نے اسے ڈپٹا۔

"لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔میں نے فضول میں اس کے سامنے پتا نہیں کیا کچھ کہہ دیا "اسے اپنی کہی ہوئی بیوقوفانہ باتیں یاد آئیں تو وہ اپنے ہاتھ کے ناخنوں سے کھیلنے لگی۔

"کس کو کیا کہہ دیا؟ "فاطمہ وہیں آرہی تھیں۔زونیشہ نے خالہ کو چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"ماما کل آپ کی اپائنٹمنٹ ہے۔دانتوں کی فِلنگ کروانی ہے۔پلیز پلیز یاد سے چلی جایئے گا۔ خالہ آپ کل ماما کو لے جائیں گی؟ "

"ہاں بھئی یاد ہے مجھے اور کیوں تم نہیں چلو گی؟ "وہ پوچھ رہی تھیں

"میں دوبارہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی "وہ بڑبڑائی

"کس کا؟ "فاطمہ نے پوچھا۔

"آپ کے اس دانتوں کے ڈاکٹر کا۔وہی ہے جس کو رشتے کے لئے دیکھتے پھر رہے ہیں احسان خالو "

"واقعی؟وہ تو کافی اچھا لڑکا ہے۔اچھا لگا تھا مجھے "فاطمہ کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"لو جی۔ایک ہی ملاقات میں آپ کو وہ اچھا بھی لگ گیا؟کمال کرتی ہیں یار ماما آپ "وہ تنگ آنے لگی سو اٹھ کر کمرے میں جا گھسی۔

"پھر تو بس کل تمہارے ساتھ میں ہی چلوں گی۔آخر میں بھی تو دیکھوں "آمنہ خالہ ہنسی تھیں

◇◇◇

"کیف حالک یا حبیب "علی کے فون موصول کرتے ہی اس نے عربی میں پوچھ ڈالا۔

دوسری طرف علی جس نے محد کا نام دیکھ کر فون موصول کیا تھا،فون کان سے ہٹا کر ایک بار اپنی تسلی کے لئے دوبارہ فون کرنے والے کا نام پڑھنے لگا۔

"یہ تمہارے اندر کس عربی کی روح آگئی ہے؟ "وہ فون کو دوبارہ کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

محد جو بستر پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا،ہنسنے لگا۔

"حال چال پوچھ رہا ہوں یار۔بس تھوڑا بہت شوق چھڑا ہے عربی سیکھنے کا "پھر وہ اسے فون کرنے کی اصل وجہ بتانے لگا۔

"ویسے بہت ہی کوئی بھرے بھاگ ہیں تمہارے۔ اتنے اچھے اچھے رشتے خود ہی چل کر تمہارے گھر آجاتے ہیں۔ایسے رشتے تو لڑکیوں کے بھی نہیں آتے ہوں گے "۔فون کے دوسری طرف علی ستائشی انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کوئی اچھی چیز دیکھیں یا اچھی بات سنیں تو ماشاءاللہ بولتے ہیں۔اور تم اندازہ لگاؤ کہ یہ اسی لڑکی کا رشتہ ہے جو۔۔۔ "وہ اسے تفصیل بتانے لگا

"پتا ہے جگر مجھے سب پتا ہے۔یہ بھی جانتا ہوں کہ آزر بھائی اس سے مل چکے ہیں اور یہ بھی کہ عمارہ کی اس سے خاصی دوستی ہو چکی ہے۔سب جانتا ہوں میں، بے خبر نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ابو نے مجھے رشتے کا بتایا اور کہا کہ انہیں مناسب لگ رہا ہے لیکن میں سوچ سمجھ کر فیصلہ لوں۔پہلے کی طرح نہ ہو کہ۔۔۔ "

"ہاں تو ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں پھوپھا۔ اور اب تم مجھ سے مشورے مت لینا شروع کر دینا کیونکہ تم بہت ہی کنفیوزڈ آدمی ہو۔ میرے مشورے تم پر ضائع ہی ہوتے ہیں " علی صاف پیچھے ہٹ گیا۔

"تم سے مشورہ نہ مانگوں تو کس سے مانگوں؟ "

"یہ میں نہیں جانتا۔ خود سوچو، سمجھو اور فیصلہ لو۔ اچھا مجھے صبح جلدی آفس جانا ہے تو میں سونے جا رہا ہوں "

"تم تو ابو جیسی باتیں کرنے لگ گئے ہو بزنس میں آتے ہی "

"کیا کریں پھر۔ کاروبار کو وقت دینا پڑتا ہے "

علی سے بات کر کے وہ بھی سونے کی تیاری کرنے لگا کہ اسے بھی صبح ہسپتال جانا تھا۔

فجر کی نماز سے واپسی پر اس کی ملاقات حافظ موسی سے ہو گئی تو زرا سوچنے کے بعد اس نے انہی سے پوچھ لیا۔

"حافظ صاحب اگر کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو۔میرا مطلب ہے کہ زندگی کا کوئی بہت اہم فیصلہ کرنا ہو لیکن سمجھ نہ آرہی ہو کہ کیا فیصلہ کیا جائے۔تو انسان کیا کرے؟ "

"تو انسان اللہ سے مشورہ کرے "ان کے چہرے پر وہی مخصوص مسکراہٹ تھی۔وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اللہ سے مشورہ؟ "اس نے پوچھا

"میرا مطلب ہے کہ استخارہ کرے۔یہ اللہ سے صلاح لینا یا مشورہ کرنا ہی ہوتا ہے۔آپ دو نفل پڑھ کر استخارے کی دعا پڑھیں اور اللہ سے دعا کریں۔جو فیصلہ آپ کے حق میں بہتر ہو گا، انشاءاللہ اللہ تعالی وہی بات آپ کے دل میں ڈال دیں گے اور دل کو اس پر مطمئن کر دیں گے یا جو راستہ آپ کے حق میں اچھا ہو گا،اسے واضح کر دیں گے۔یا جس مشکل میں آپ ہوں،اس سے نکلنے کا راستہ بنا دیں گے انشاءاللہ"

"تو استخارہ میں کب کر سکتا ہوں؟ "اس نے پوچھا۔

"کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔دن میں،رات کو سونے سے پہلے، تہجد میں،جب چاہیں کر سکتے ہیں "

"اور اگر استخارے کے بعد بھی دل کسی ایک نقطے پر نہ ٹھہرے تو؟ "

"تو آپ استخارہ دوبارہ کر لیں۔جتنی بار چاہے کر لیں۔تب تک کرتے رہیں جب تک کہ دل کو کوئی تسلی بخش جواب نہ ملے۔کوئی راستہ واضح نہ ہو جائے "وہ اسے استخارے کا طریقہ تفصیل سے بتانے لگے۔

"اور ہاں یاد آیا۔وہ موذن صاحب نظر نہیں آئے کئی دن ہو گئے "محد نے پوچھا

"میں نے آپ کو بتایا تھا ناں کہ وہ یونہی اچانک کہیں چلے جاتے ہیں اور کچھ عرصے بعد لوٹ آتے ہیں۔میں بھی نہیں جانتا کہ وہ آج کل کہاں ہیں "موسی بن عمر اسے بتانے لگے۔

"حافظ صاحب اگر آپ کے پاس وقت ہو تو ایک اور بات پوچھنا چاہتا ہوں "اس نے زرا جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"وقت ہی وقت ہے۔آپ پوچھیں کیا پوچھنا چاہتے ہیں "موسی بن عمر اسی نرمی اور مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہے تھے۔

"میں یہ تو سمجھ گیا ہوں کہ دل اور زہن اللہ سے دور کر دینے والی چیزوں کا عادی ہو جائے تو انسان واقعتاً اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔اور آج کل موسیقی ایسی چیزوں میں میری نظر میں سب سے پہلے نمبر پر ہے۔لیکن میں یہ نہیں سمجھ پا رہا ہے کہ محض چند بول اور چند موسیقی کے آلات کی دُھنیں بھلا کیسے انسان کو غافل کر دیتی ہیں "اس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہم مسجد کے اندر بیٹھ کر آرام سے بات کرتے ہیں "حافظ صاحب نے اس کا سوال سن کر کہا تو اس نے حامی بھر لی۔ وہ دونوں مسجد کے وسیع صحن میں ایک جگہ بیٹھ گئے تھے۔

"دیکھیں ڈاکٹر محد۔میں آپ کو سادہ الفاظ میں سمجھاتا ہوں۔یہ جو دُھن ہوتی ہے نا۔یہ ہمارے دماغ میں پیدا ہونے والی لہروں کی ترتیب کو ڈسٹرب کرتی ہیں۔آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ کچھ گانے ہمارے اندر جوش پیدا کر دیتے ہیں،اور کچھ گانے سن کر ہم بے حد خوشی

محسوس کرتے ہیں یا بے حد سستی محسوس کرتے ہیں۔یہ سب اسی لئے ہوتا ہے کہ وہ خاص دھن دماغ میں پیدا ہونے والی کچھ خاص لہروں کی ترتیب کو بدل دیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ لوگ موسیقی کو تھیراپی کا نام دینے لگتے ہیں۔ مگر اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ یہ دھنیں دماغ کی لہروں کو اپنا عادی بنا دیتی ہیں۔ جس کے باعث آہستہ آہستہ یہ دھنیں اپنا اثر چھوڑ دیتی ہیں اور انسان پر مستقبل بے قراری طاری ہو جاتی ہے۔رہی بات گانوں میں گائے جانے والے الفاظ کی،تو آپ خود غور کریں کہ گانوں میں زیادہ تر نفسانی خواہشات کے حصول کی باتیں ہوتی ہیں۔یا زندگی کے دکھوں پر انتہائی مایوس کر دینے والی باتیں۔یا اگر کسی محبوب کا ذکر ہوتا ہے تو اس میں شرکیہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ الفاظ بار بار سنتے رہنے سے انسان کے ذہن پر اثر انداز نہیں ہوں گے؟ "وہ پوچھ رہے تھے۔

"بالکل اثر انداز ہوں گے۔یہ تو انسانی نفسیات ہے کہ کان جو باتیں بار بار سنتا ہے۔ذہن اسی پر سوچنے لگتا ہے اور پھر جسم اسی طرح کے ردِ عمل ظاہر کرتا ہے "محد جو بغور ان کی باتیں رہا تھا، کہنے لگا۔

"آپ درست سمجھے ہیں۔یہ تو بات ہو رہی تھی گانوں میں براہِ راست استعمال ہونے والے الفاظ کی۔اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ سَب لِمِنَل میسج (subliminal message) کے بارے میں جانتے ہیں؟ "

انہوں نے پوچھا تو محد نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"یہ ایسے پیغامات ہوتے ہیں جو چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔گانے کے الفاظ کے پیچھے ہلکی آواز میں بار بار دہرائے جاتے ہیں۔جنہیں انسان شعوری طور پر نہیں سنتا مگر یہ لاشعور میں رہ جاتے ہیں۔ان پیغامات میں کبھی خود کو خدا کہا جا رہا ہوتا ہے، کبھی شیاطین کو پکارا جا رہا ہوتا ہے، کبھی سیدھی راہ ہٹ جانے کی باتیں ہوتی ہیں، زندگی کو اپنی مرضی سے جینے کی بات ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ ایسے پیغامات جب ہم لاشعوری طور پر سنتے ہیں تو لاشعوری طور پر ہی اپنے نفس کی غلامی کرنے لگتے ہیں "وہ بتا رہے تھے،" انسان کی فطرت ہے کہ وہ دانستہ طور پر بھلے ایسا کچھ نہ کرنا چاہے۔مگر جو چیزیں اس کے لاشعور میں چلی جاتی ہیں، وہ اس سے ایسے اعمال بھی کروا لیتی ہیں "

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ "

"ہاں البتہ کچھ اچھا گنگنا لینا یا کچھ ایسا سن لینا جس میں آلات، شرکیہ یا غلط الفاظ کا استعمال نہ ہو تو اس میں کوئی مسئلہ نہیں انشاءاللہ۔امید ہے آپ کے زہن کی الجھنیں دور ہو گئی ہوں گی؟ مجھے دیں اجازت، کچھ کام نمٹانے ہیں "وہی مخصوص مسکراہٹ ان کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔

"جی حافظ صاحب، آپ کے وقت کا بہت شکریہ "

ان سے مصافحہ کر کے انہیں رخصت کرنے کے بعد وہ استخارے کی نیت سے وہیں ٹھہر گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

◇◇◇

ہسپتال میں آج کا دن قدرے مصروف تھا۔دوپہر تک وہ خاصا تھک چکا تھا مگر ابھی چند مریض دیکھنا باقی تھے۔وہ ہاتھوں سے آنکھیں ملتے ہوئے اگلے مریض کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی ہی دیر میں فاطمہ آمنہ خالہ کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھیں۔جنہیں دیکھ کو وہ چوکنا ہو گیا۔اس

نے ایک نظر بلاارادہ ان دونوں کے پیچھے جھانکا گویا وہ کسی اور کے وہاں موجود ہونے کی توقع کر رہا تھا۔

"بس ہم ہی ہیں بیٹا "آمنہ نے اسے دیکھتے ہی کہا تو وہ مروتاً مسکرا دیا۔

جتنی دیر وہ معائنہ اور فلِنگ کرتا رہا، وہ دونوں خواتین اس سے کوئی نہ کوئی بات کرتی رہیں۔ وہ ان کی نظروں اور باتوں کو خوب سمجھ رہا تھا سو پوری تسلی سے اور مسکراہٹ کے ساتھ انہیں جواب دیتا رہا۔

رات کو وہ سونے سے پہلے دوبارہ استخارہ کرنا نہیں بھولا تھا کہ اس کا دل ابھی بھی تذبذب کا شکار تھا۔

صبح اٹھا تو اسے اپنا آپ خاصا ہلکا پھلکا لگا۔ ہسپتال کے لئے تیار ہوتے ہوئے وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

"ابو مجھے ان لوگوں سے کچھ بات کرنی ہے تو آپ انہیں آج شام میں آنے کا کہہ دیں گے؟ میں ہسپتال سے جلدی آجاؤں گا "

www.novelsclubb.com

"تو پھر کیا سوچا تم نے؟ "انہوں نے پوچھا۔

"یہ میں ان سے بات کرنے کے بعد بتاؤں گا "وہ مسکرایا۔

"ٹھیک ہے میں احسان بھائی کو فون کر دوں گا کہ اگر آج آسکیں تو آجائیں "

شام کو وہ گھر لوٹا تو احسان، آمنہ اور فاطمہ تینوں ہی ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔رسمی سلام دعا کے بعد وہ مدعے پر آیا تھا۔

"انکل، آنٹی۔کیا آپ میری پچھلی منگنی کے بارے میں جانتے ہیں؟ وہ ان سب سے مخاطب تھا

"بالکل۔رضا صاحب نے سب بتایا ہمیں "احسان خالو نے کہا تو اس نے چند لمحے توقف کے بعد دوبارہ بات شروع کی۔

"دیکھیں انکل میرا ارادہ تو یہی تھا کہ جب تک میں معاشی طور پر اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو جاؤں تب تک شادی نہیں کروں گا کہ شادی ایک زمہ داری ہے۔میں کم از کم اتنا تو کمانے لگوں کہ جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں آئے گی، اس کی زندگی میں کسی چیز کی کمی نہ ہو اور یقیناً آپ لوگ

بھی یہی چاہتے ہوں گے۔لیکن ابھی میں اتنا قابل نہیں ہوا ہوں "وہ کہہ رہا تھا پورے اعتماد اور اطمینان سے ساتھ۔" مجھے زونیشہ پسند ہے۔لیکن میں فی الوقت شادی کے لئے رضامندی نہیں دے سکتا "آمنہ خالہ نے اسے انہماک سے سنتے ہوئے اس کی زونیشہ کے لئے پسندیدگی پر مسکرا کر ساتھ بیٹھی فاطمہ کو دیکھا تھا۔

"اور صرف نکاح کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے محد بیٹے؟ "فاطمہ نے پوچھا

"اگر یہ رشتہ طے پا جاتا ہے تو میں منگنی کے حق میں ہوں ہی نہیں آنٹی۔سو اگر رخصتی کے لئے زونیشہ انتظار کر سکتی ہے تو مجھے نکاح پر اعتراض نہیں۔لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ زونیشہ کی مرضی جان لیں۔ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے منسلک نہ ہونا چاہے۔اگر وہ انکار کر دیتی ہے تو میں آپ لوگوں سے بھی یہی کہوں گا کہ پلیز اس کے انکار کا احترام کیجئیے گا۔حتمی فیصلہ زونیشہ کا ہو گا "

"فکر نہیں کرو محد۔تمہاری بات پر ہم مکمل عمل کریں گے اور حتمی فیصلہ زونی کو ہی کرنے دیں گے "خالہ کہنے لگی۔اسی لمحے عمارہ چائے کی ٹرے لئے وہاں آئی تھی۔محد تھوڑی دیر

گپ شپ کے بعد وہاں سے چلا آیا کہ لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے رضا احمد اور میگزین ٹٹولتی ہوئی طاہرہ اسی کے منتظر تھے۔

"میں نے بات کر لی ہے ابو۔آگے اب وہ لوگ جو بھی فیصلہ لیں گے،وہی میرا فیصلہ ہے "اس نے کہا تو رضا احمد نے آگے بڑھ اس کا کندھا تھپتھپایا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دیئے۔

"انکار تو نہیں کیا ناں؟ "طاہرہ ان کے چلتے چلتے رک کر اس سے پوچھنے لگیں تو اس نے مسکرا کر سر نفی میں ہلا دیا۔

"ویسے آمنہ آنٹی آنا تو میں نے تھا ماں کو ساتھ لے کر آپ کی طرف زونیشہ کے لئے بات کرنے۔لیکن مجھے ایسا کوئی موقع مل نہیں رہا تھا کہ یہ بات بھائی،ماں اور ابو سے کر سکوں " اندر عمارہ کہہ رہی تھی۔

"دیکھو پھر ہم خود ہی چلے آئے۔ضروری تھوڑی ہے کہ پہلے لڑکے والے ہی دیکھنے جائیں لڑکی کو۔لڑکی والے بھی تو آ سکتے ہیں ناں "

"بہت اچھا کیا آپ نے "طاہرہ مسکرا دیں،" فاطمہ یہ کیک بھی چکھیں، عمارہ نے بیک کیا ہے "انہوں نے میز پر رکھے کیک کی جانب اشارہ کیا۔

"جی عمارہ کو بس یہ کیک ہی بنانا آتا ہے۔ وہ بھی اس کی بارہا کوششوں کے بعد اب جا کر ذائقے میں کچھ بہتر ہوا ہے "یہ فہد تھا جو اچانک اپنی کتابی دنیا سے نکل کر وہاں آدھمکا تھا۔ عمارہ نے قریب رکھا کُشن اٹھایا اور کھینچ کر اسے دے مارا۔" بدتمیز "

"اور یقین کریں کہ سب سے زیادہ میرے ہاتھوں سے بنا ہوا کیک یہی کھاتا ہے "اس نے صفائی دی تو وہ سبھی ان کی نوک جھوک پر ہنسنے لگے۔

◇◇

"کیا کہا اس نے؟ "ان لوگوں کے گھر لوٹتے ہی وہ جاننے کے لئے بے صبری ہوئی تھی۔ سو خالہ کے پہلو میں آبیٹھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ اچھا لڑکا ہے وہ۔ بڑا ہی سیدھا بچہ ہے "آمنہ خالہ نے اسے قطعی نظر انداز کیا اور پاس کھڑی فاطمہ سے کہنے لگیں جو اپنی چادر اتار کر اسے تہہ لگا رہی تھیں۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔میرے دل کو تو وہ پہلی ملاقات میں ہی بھا گیا تھا "فاطمہ مطمئین تھیں۔

"کوئی مجھے بھی کچھ بتائے گا؟ "اس نے ان دونوں کو خفگی سے دیکھا۔

"آپ اس کو بتادیں،اس کے پیٹ کا درد تو کم ہو۔میں زبیر سے بات کرلوں زرا "فاطمہ کہہ کر کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

"بتائیں ناں خالہ۔اس نے انکار نہیں کیا کیا؟ "

"نہیں "

"مجھے اس کی نیت پہ پہلے ہی شک تھا "اس نے لب بھینچے۔

"لیکن اقرار بھی نہیں کیا "خالہ اسے دیکھ کر مسکائیں

"کیا مطلب؟ "وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"اس نے کہا کہ اسے تم پسند ہو لیکن جو فیصلہ تم کرو گی، وہ چاہتا ہے کہ ہم سب اس کا احترام کریں اور یہ کہ تمہارا فیصلہ ہی حتمی فیصلہ ہو گا "خالہ بتا رہی تھیں، وہ لمحہ بھر کو انہیں آنکھیں پھیلائے دیکھے گئی۔

"ایسا کہا اس نے؟ "اس نے پوچھا

"ہاں "

"ویسے اتنا برا بھی نہیں ہے وہ جتنا برا اسے تم نے بنا رکھا تھا "خالہ نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"خالہ مجھے اس سے مسئلہ نہیں ہے۔مجھے شادی سے مسئلہ ہے "

"زونی تم کیا سمجھتی ہو کہ ہم تمہیں جانتے نہیں ہیں؟ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہیں شادی سے مسئلہ نہیں ہے بلکہ زبیر سے ضد لگا رکھی ہے تم نے کہ نہیں کرنی شادی۔اور ادھر زبیر کی ضد ہے کہ تمہاری شادی کر دی جائے۔ اسی ضد کی وجہ سے تمہیں اس رشتے کے مثبت پہلو

دکھائی نہیں دے رہے۔اب اچھی طرح سوچ بچار لو۔پھر جو بھی دل مانا،وہ بتا دینا فاطمہ کو "وہ کہہ کر وہاں سے چل دیں۔

"واقعی اتنا برا بھی نہیں ہے وہ "اس کے دل پہ بندھی گرہیں کھُلنے لگی تھیں۔ان کے جانے کے بعد وہ سوچنے لگی اور اگلے تین چار دن تک بھی اس کے ذہن میں یہی سب چلتا رہا۔بالآخر اس نے ہمت کر کے زبیر کا نمبر ملایا تھا۔

"بھائی۔آپ نہیں ملیں گے اس لڑکے سے؟ "وہ پوچھ رہی تھی۔

"مجھے ماما نے بتا دیا ہے سب۔انہیں مناسب لگ رہا ہے "

"یہ بات میں جانتی ہوں۔لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ ایک بار اس سے مل تو لیں اور مجھ سے ناراضگی ختم کر دیں۔میں آپ کی رائے جانے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی بھائی۔نہ ہی کر سکوں گی "وہ منت کے سے انداز میں کہنے لگی۔ناچاہتے ہوئے بھی اس کے آنسو چھلک گئے تھے۔

"میں جانتا ہوں کہ تم باشعور ہو۔ مگر بابا کے بعد تم اپنے سب فیصلے کسی کی رائے جانے بغیر خود کر سکتی ہو۔ کسی اور کی رائے جاننے کی تمہیں ضرورت ہی کیا ہے۔ "دوسری طرف سے تلخی سے کہا گیا تھا۔ اس کا دل کٹ کے رہ گیا۔

"بھائی۔ بابا کے بعد میں نے بابا کی جگہ آپ کو رکھا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ لیکن میرا یقین کریں کہ مائر کی کہی ہر بات سچ نہیں ہے۔ کیا آپ کو اتنا سا بھی بھروسا نہیں رہا مجھ پہ؟ "اس کی آواز بھاری ہونے لگی

"رونا بند کرو۔ ہم کل آرہے ہیں اسلام آباد۔ خالو سے بات ہو گئی تھی میری "انہوں نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے ایک آہ بھری۔ ایک زرا سی امید تو بندھی تھی !

زبیر نے آتے ہی سب سے پہلا کام محد اور رضا احمد سے ملاقات کرنے کا کیا تھا۔ محد سے ملنے کے بعد وہ خاصا مطمئین تھا۔ پھر وہ زونیشہ کو ساتھ لئے قریبی پارک میں چلا آیا۔ وہیں جہاں کبھی کبھار وہ خود بھی جایا کرتی تھی۔

"آپ ابھی تک ناراض ہیں؟ "اس نے پوچھ لیا

"میں ناراض نہیں تھا تم سے۔بس میرا مان ٹوٹا تھا کہ تم کبھی کچھ ایسا نہیں کرو گی۔تو اسکا کوئی ردِ عمل بھی تو ہونا تھا "

"اگر بات مان کی ہے تو۔۔۔مجھے بھی بہت مان تھا کہ آپ مجھ پر اعتبار کرتے ہیں۔کم از کم اتنا اعتبار تو کرتے ہیں کہ مائر کی باتوں میں نہیں آئیں گے "

"تمہیں اس سے ایسے رابطہ ہی نہیں رکھنا چاہیئے تھا۔بھلے تم اسے جانتی یا نہ جانتی،ایسے رابطوں کا عموماً یہی انجام ہوتا ہے "

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتی ہوں اور یہ بھی سمجھ گئی ہوں کہ حرام ہمیشہ تکلیف دیتا ہے۔دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور۔ "وہ کہہ رہی تھی۔

"جتنا اعتبار،اعتماد اور اطمینان ہمیں حلال دیتا ہے،حرام اتنی ہی پستیوں میں دھکیل دیتا ہے۔ اور حرام کو لوگ چاہے کتنے ہی حلال پردوں کے پیچھے چھپالیں،کتنے ہی حیلے تلاش کر لیں، حرام حرام ہی رہتا ہے!یہ کبھی حلال کے برابر نہیں آسکتا۔ "وہ پوری توجہ سے سر جھکائے

زبیر کو سن رہی تھی،" میرا دل کہتا کہ محد تمہارے لئے اچھا سا تھی ثابت ہو گا زونی "زبیر نے یک دم بات بدل ڈالی تو اس نے سر اٹھایا۔

"میں اسی سے مل کر آرہا ہوں۔وہ ایک اچھا انتخاب ہو گا۔اگر بابا ہوتے تو یقیناً انہیں بھی وہ اچھا لگتا۔آگے فیصلہ تمہارا ہے۔ میں شادی کو تم پر مسلط نہیں کرنا چاہتا،میں بس تمہیں محفوظ،آباد اور کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں "وہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔اس کی بات سنتے ہی اس کے دل پہ بندھی گویا سب گرہیں کھل گئیں۔وہی لمحہ فیصلے کا لمحہ تھا۔

"بھائی۔مجھے محد سے نکاح پر کوئی اعتراض نہیں ہے "اس نے زبیر کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

زبیر نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

www.novelsclubb.com

◇◇◇

جمعرات۔4اکتوبر2018-رات10بجے

فلوریڈا-ٹرپل ایس دی بار

اسے اس جگہ پر آج بیسواں دن تھا۔وہ چیونگم چباتا ہوا فرش پر موپ پھیرتا مے خانے کے پیچھلے حصے میں آ گھُسا، جہاں لمبے کوریڈور کے دونوں اطراف کمروں کے چوڑے چوڑے دروازے موجود تھے۔اس نے کوریڈور کے آغاز سے زرا پہلے رک کر اپنی جیب سے پستول نکالی اور دیوار کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے نشانہ لیا اور کوریڈور میں لگے چاروں کیمروں کو باری باری فائر کر کے توڑ دیا۔پستول میں لگے سائلینسر نے کوئی آواز پیدا نہ ہونے دی تھی۔

اس نے آس پاس دیکھا، کسی کو وہاں موجود نہ پا کر جیب سے موبائل نکالا اور آگے بڑھ کر کئی زاویوں سے تین چار تصاویر کھینچ لیں۔پھر موبائل دوبارہ جیب میں رکھتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اسے ان کمروں کی طرف جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہاں کی صفائی ستھرائی کے لئے عملہ الگ تھا۔اس کا کام صرف مے جانے کی حد تک محدود تھا۔سو وہ محتاط انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔

اسے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ جھٹ سے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر گھُس گیا۔کمرہ اس کی توقع کے برعکس لاک نہیں تھا۔اندر جاتے ہی وہ کمرے کی چکاچوند پر حیران رہ گیا۔اس ایک کمرے میں تو اس کے گھر کے تین کمرے باآسانی سما سکتے

تھے۔کمرہ بے حد وسیع اور ہر طرح کی آسائیشوں سے آراستہ تھا۔وہ محتاط انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔اسے نل چلنے اور پانی بہنے کی آواز آئی تو وہ یکدم چوکنا ہو گیا اور نظر گھما کر داہنی جانب بنے بیت الخلاء کے دروازے کو گھورا پھر وقت ضائع کیے بغیر تیزی سے پورے کمرے کا معائنہ کرنے لگا۔مگر نل اس کی توقع سے پہلے ہی بند ہو گیا۔اس نے ادھر ادھر چھپنے کہ جگہ ڈھونڈنے کے لئے نگاہ دوڑائی،اس کی نظروں کے سامنے وسیع ڈبل بیڈ تھا۔وہ جھٹ سے موپ ہاتھ میں تھامے بیڈ کے نیچے گھُس گیا۔اسی لمحے بیت الخلاء کا دروازہ کھلا اور سفید تولیہ لپیٹے ایک لمبی قد و قامت والا شخص باہر نکلا۔اس نے باہر نکلتے ہی کمرے میں متلاشی نگاہ دوڑائی، اگلے لمحے اس کے ماتھے پر شکن نمودار ہوئی اور وہ تیزی سے بیڈ کی جانب جانے لگا۔ بیڈ کے نیچے پیٹ کے بل لیٹے گل یار نے اس کے اپنی جانب بڑھتے قدم دیکھ کر اپنی سانس تقریبا روک لی۔مگر وہ شخص بیڈ سے چند قدم پہلے بائیں طرف دیوار کے ساتھ بنے پتھر کے ریک کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اس ریک پر کئی مختلف سجاوٹی چیزوں کے ساتھ رکھے انٹر کام کے ہیڈل کو اٹھا کر کوئی نمبر ملایا اور پھر کان سے لگا لیا۔دوسری جانب سے فون موصول

ہوتے ہی وہ تیش کے عالم میں انگریزی گالیوں کے ساتھ چند جملے بولتا رہا۔ پھر ہینڈل پٹخ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

گل یار اس کی ساری حرکات و سکنات بغور دیکھ رہا تھا۔ لگ بھگ دس منٹ بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور دروازہ کھول کر ایک آدمی نے اپنے ہمراہ لائی لڑکی کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ لڑکی جو چھوٹے لباس میں ملبوس تھی، آنکھوں میں خوف لئے ڈرے ڈرے انداز میں اندر آگئی۔ باہر کھڑے شخص نے اس لڑکی کے اندر آجانے کے بعد ہلکا سا سر خم کیا اور دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

گل یار نے بیڈ کے نیچے سے ہی دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ لڑکی غالباً انیس بیس سال کی لگ رہی تھی۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ شخص اس لڑکی کی طرف جھپٹا تھا۔ گل یار کی جانب اس کی پشت تھی اور وہ لڑکی پر جھکا ہوا تھا۔ اس سے اچھا موقع شاید دوبارہ نہ ملتا سو گل یار بغیر آواز پیدا کئے تیزی سے بیڈ کے سے نکلا، موپ پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کی اور آگے بڑھ کر پوری قوت سے موپ اس لمبے چوڑے شخص کے سر کی پشت پر دے مارا۔ ایک آہ کی آواز کے ساتھ وہ

شخص اگلے سیکنڈ میں بے ہوش ہو کر نیچے گرا،اور لڑکی جس نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ گل یار کو ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے دیکھ کر خوفزدہ آنکھوں سے منہ کھولے ساکت کھڑی رہ گئی۔

"یہ تو بڑے کام کی چیز ہے۔فٹافٹ گندگی کا صفایا کر دیا "گل یار نے اس آدمی کو زمین پر ڈھیر ہوئے دیکھ کر موپ کو داد دیتے ہوئے اردو میں کہا۔وہ اسے گولی بھی مار سکتا تھا مگر اس کے زہن میں چلتے منصوبے کے مطابق اس آدمی کو زندہ رکھنا ضروری تھا۔سو اس نے اسے بے ہوش کرنے پر اکتفا کیا۔

"کک۔۔۔کون ہو تم "وہ لڑکی پوچھنے لگی۔

"تمہیں اردو آتا ہے؟ "گل یار نے چونک کر اسے دیکھا،" پاکستانی ہو؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔اس لڑکی نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"گھبراؤ نہیں۔مجھے ایک منٹ دو بس "گل یار نے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے لاک لگایا۔پھر موبائل نکال کر اس آدمی کی تصاویر لینے لگا۔تصاویر لے چکا تو بیڈ کے ساتھ موجود

کاؤچ پر رکھے اس شخص کے کپڑوں کی طرف بڑھا۔اس کے بٹوے میں سے سب چیزیں نکل کر ان کی بھی تصاویر بنائی۔بٹوے میں اچھی خاصی رقم موجود تھی،اس نے رقم نکال کر اپنی جیب میں گھسائی اور پھر سب چیزیں ان کی اصلی حالت میں واپس لا کر اس لڑکی کی جانب مڑا۔

"نام کیا ہے تمہارا بیٹا؟ "وہ اس کی اُڑی ہوئی رنگت دیکھ کر نرمی سے پوچھنے لگا۔

"شیز "(shayz)وہ بولی

"شیز ؟اوہ۔میں سمجھ گیا۔اصلی نام کیا ہے؟شازیہ؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔وہ لڑکی اسے دیکھتے ہوئے سوچ میں پڑ گئی۔گویا اسے یاد کرنے میں دقت ہو رہی تھی۔

"ش۔۔۔شیزہ "چند لمحے بعد اس نے کہا۔گل یار نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

"دیکھو شیزہ۔ہمارے پاس وقت کم ہے سو ابھی میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم یہاں کیسے پہنچی۔مگر میری بات دھیان سے سنو۔تمہیں یہاں سے بھاگنا ہے۔اس جگہ سے نکلنا ہے۔ "

"یہاں سے بھاگا نہیں جا سکتا۔یہاں سے باہر جانا ہمارے لئے ناممکن ہے "اس کی اواز بھر آئی۔

"میں ہوں ناں؟لالہ ساتھ ہو تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔میں تمہیں یہاں سے نکالوں گا "گل یار نے کہااور دروازہ کھول کر محتاط انداز میں باہر جھانکنے لگا۔اپنی تسلی کر لینے کے بعد اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا،" چلو "اور تیزی سے کمرے سے نکل آیا۔نکلتے ہوئے وہ دروازے کو بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

شیزہ کو ساتھ لئے وہ تیزی سے کوریڈور میں سیدھا چلتا جا رہا تھا۔تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ پیچھے مڑ کر دیکھتا اور تسلی کر کے دوبارہ چلنے لگتا۔پھر کوریڈور ختم ہونے سے زرا پہلے اچانک دائیں جانب کے ایک دروازے کے آگے رک گیا۔پھر اپنی جیب سے ایک پن نما شے نکالی اور دروازے کے لاک میں وہ پن ڈال کر گھمانے لگا۔ایک ہی چکر میں گھمانے پر دروازہ ٹِک کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔

"زرا سا پیچھے ہو جاؤ "گل یار نے موپ ایک جانب کھڑا کیا اور جیب سے پستول نکالتے ہوئے سرگوشی کی۔شیزہ چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔پھر اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور

www.novelsclubb.com

ایک لمحے کے توقف کے بعد جھٹ سے دروازہ کھولا اور ہاتھ میں پکڑی پستول سے فائر چلا دیئے۔وہاں موجود دو پہرے دار بغیر آواز کے ڈھیر ہو گئے۔

"چلو "وہ دوبارہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ لئے آگے بڑھ گیا۔یہاں سے ایک لمبا کچا راستہ شروع ہوتا تھا۔وہاں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔اس راستے پر پانچ منٹ چلتے رہنے کے بعد ایک اور دروازہ تھا۔گل یار نے دروازہ کھولا اور شیزہ کے ساتھ باہر نکل آیا۔

اب وہ اسی گلی میں موجود تھا جس گلی میں داخل ہوتے ہی وہ سب لڑکیاں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھیں جنہیں بیس روز قبل سنہری بالوں والی لڑکی قریبی ہوٹل میں چھوڑ گئی تھی اور پھر وہ لڑکیاں ہوٹل سے یہاں تک لائی گئی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"آخر میری بیس دن کی جاسوسی کام آئی "اس نے گہرا سانس لیا۔

"چلو تمہیں پناہ گاہ تک لے چلتا ہوں "وہ اس گلی میں اندر کی طرف چلنے لگا۔اس کی رفتار اب بھی تیز تھی مگر شیزہ اس کی رفتار کے ساتھ قدم نہیں ملا پا رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ "گل یار نے اس کے لڑکھڑاتے قدموں کو دیکھا۔

"میں اور نہیں چل سکتی "وہ بمشکل کہہ رہی تھی،" مجھے درد ہو رہا ہے ٹانگوں میں، بازوں میں "

گل یار چند قدم واپس چل کر اس کے قریب آیا۔ اسے بغور دیکھا پھر معاملہ سمجھ آجانے پر تیزی سے اس کے بازوؤں سے آستین ہٹادی۔ وہاں جگہ جگہ باریک سوئیاں چبھنے کے نشان تھے۔

"بس تھوڑا اور چلنا ہے۔ ہمت کرو "گل یار نے دوبارہ اس کا ہاتھ تھام لیا اور دوبارہ چلنے لگا۔ پندرہ منٹ چلتے رہنے کے بعد وہ ایک گاڑیوں کی ورکشاپ کے سامنے جا رکا جس کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا اور اندر کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

اندر آکر وہ ورکشاپ کے آخری حصے تک آگیا۔ وہیں زمین پر ایک کپڑا بچھا ہوا تھا۔ اور قریبی ایک ٹوٹی پھوٹی میز پر چند کھانے کی چیزیں اور پانی کی دو تین بوتلیں موجود تھیں۔ گل یار نے اس کی طرف دیکھا جس کی حالت پہلے سے بھی غیر ہونے لگی تھی۔ گل یار آگے بڑھا اور میز پر رکھی درد کی گولی اٹھا کر پانی کی بوتل پکڑے اس کی طرف بڑھا۔

"یہ وہی دوا ہے جس کے انجیکشن لگا لگا کر تمہیں اس کا عادی بنایا گیا ہے۔یہ کھالو، تمہاری طبیعت بہتر ہونے لگے گی "اس نے جھوٹ بولا تھا اور اس کے جھوٹ پر اس ادھ موا لڑکی نے یقین بھی کر لیا۔اس نے گل یار کے ساتھ سے دوا اور پانی لے لیا۔اسی وقت گل یار نے موبائل نکال کر اس کی ایک تصویر کھینچی اور اسے کسی نمبر پر بھیج کر اپنے موبائل سے ڈیلیٹ کر دیا۔

"تم یہاں رکو۔اور یہاں سے باہر مت جانا جب تک میں واپس نہ آجاؤں "اس کے دوا لے لینے کے بعد جانے کے لئے مڑا تھا۔

"لیکن آپ کہاں جا رہے ہیں؟ "وہ روہانسی ہوئی۔

"میرا واپس جانا ضروری ہے۔تمہارے ساتھ ساتھ میری غیر موجودگی ہم دونوں کے لئے مشکل کھڑی کر دے گی۔موقع ملتے ہی میں تمہیں کسی طرح پاکستان بھجوا دوں گا۔تب تک تمہیں یہیں رہنا ہو گا "وہ کہہ کر مزید وقت ضائع کیے بغیر وہاں سے نکل آیا۔

www.novelsclubb.com

مے خانے میں لوٹتے ہی وہ صفائی ستھرائی میں مگن ہو گیا۔البتہ اس نے اپنے کان کھُلے رکھے تھے۔اس بے ہوش آدمی نے ہوش میں آتے ہی خاصا ہنگامہ کھڑا کیا تھا۔اسی ہنگامے کے باعث بار کے سی ای او، فاکس ایرک کو وہاں آنا پڑا کیونکہ مینجر سے صورتحال سنبھالی نہیں جا رہی تھی۔اور یہی تو گل یار چاہتا تھا۔

مگر اس ہنگامی صورتحال میں بہت کوشش کے بعد بھی گل یار نہ سی ای او کو صحیح طرح دیکھ سکا اور نہ ہی اس کی کوئی واضح تصویر لے سکا

وہ جب واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو رات کے 2 بج رہے تھے۔چونکہ دوسرے لڑکے کی غیر حاضری کے باعث آج اس کی شفٹ رات 1 بجے تک تھی۔

www.novelsclubb.com

◇◇◇

جمعہ، 5 اکتوبر 2018-وقت دوپہر 12 بجے

پاکستان-راولپنڈی

(پاکستان کا وقت فلوریڈا سے 9 گھنٹے آگے ہے)

"سر گل یار نے جس آدمی کی تصاویر بھیجی تھیں اس کا شمار فلوریڈا کے بڑے کاروباری آدمیوں میں ہوتا ہے۔خاصا امیر شخص ہے یہ۔ اور یہ لڑکی شیزہ۔یہ اٹھارہ سال کی ہے۔اس کا تعلق چکوال کے قریبی گاؤں سے ہے اور ریکارڈ کے مطابق یہ کسی کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی تھی "جنید آزر کو کمپوٹر پر مختلف تصاویر دکھاتا ہوا تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

"بھاگی نہیں جنید۔ورغلا کر بھگا دی گئی اور وہاں بیچ دی گئی۔وومین ٹریفکنگ کا ایک اور کیس۔ اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسی ہزاروں لڑکیاں ٹرپل ایس جیسی جگہوں پر بھیڑیوں کے حوالے کی جا رہی ہیں "آزر کی تیش سے کنپٹی کی نسیں ابھرنے لگی تھیں۔

"لیکن سر یہ اس تصویر میں چہرہ واضح نہیں ہے۔میں نے بہت کوشش کی مگر پتہ نہیں لگا سکا کہ یہ کون ہے "جنید سی ای او کی تصویر کے بارے میں بتا رہا تھا مگر آزر نے جیند کی بات پر کوئی جواب نہ دیا۔بس خاموشی سے اس تصویر کو دیکھتا رہا۔پھر وہیں آئی ٹی روم میں بے چینی سے چہل قدمی کرنے لگا۔

"سر۔نہ تو عمیر اور ہمارے سپاہیوں کے قاتل کا کچھ پتہ چلا۔اور نہ ہی وہ پتھر مل پایا ہے ابھی تک "دلاور وہاں آیا تھا۔

"اور فردان ساحر؟ "

"جی سر اس کے بارے میں بس اتنی معلومات ہی مل سکی ہیں کہ اس کا تعلق برما سے ہے۔اس نے وہیں شادی کی، کچھ عرصہ پہلے ہی وہ برما سے واپس پاکستان آیا ہے۔اس کی اپنی ایک کاسمیٹکس کمپنی۔۔۔ "دلاور آگے بتا رہا تھا کہ آزر نے اس کی بات کاٹی۔

"کتنا عرصہ پہلے واپس آیا ہے وہ؟ "

"سر چھ سال پہلے "دلاور نے بتایا۔ اسی لمحے آزر کا فون بجا تھا۔

"ہاں پٹھان۔بولو "آزر نے فون کان سے لگاتے ہی کہا۔

"سر۔شیزہ کو کسی نے مار دیا ہے "وہ گھبرائی آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ کیسے؟ "

"سر میں آج صبح اسے اپنے ٹھکانے پر چھوڑ کر گیا تھا۔اب رات میں واپس لوٹا ہوں تو شیزہ کا سینہ گولیوں سے چھلنی ہے "

"گل یار شیزہ کے پاس کوئی ایسی چیز تو نہیں تھی جس سے اسے ٹریس کر لیا گیا ہو؟ "

"نن نہیں سر۔۔۔ایک منٹ رُکیں سر "گل یار فون اسپیکر پہ لگا کر ایک طرف رکھا اور تیزی سے شیزہ کا لباس ٹٹولنے لگا۔ مگر اسے کچھ نہ ملا۔اسی لمحے اس کی نظر اس کے کندھے کی ہڈی سے نیچے پڑی جہاں چاقو کے زخم کا نشان تھا۔

"او میرے خدا "اس کے منہ سے نکلا تھا۔

"کیا ہوا؟ "آزر بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔

"سر اس کے دائیں کندھے کی ہڈی سے زرا نیچے سینے پر چاقو سے کاٹا گیا ہے۔یقیناً اس کے جسم میں چِپ ڈالی گئی ہو گی جس سے ٹریس کیا جا سکے۔اور اب اسے مار کر وہ چِپ نکال لی گئی ہے " گل یار بتا رہا تھا۔

"وہاں سے نکلو ابھی فوراً "آزر تقریبا چیخا،" وہ لوگ اس جگہ ہوں گے یا کہیں آس پاس ہوں گے۔تم پکڑے جاؤ گے "

گل یار نے آزر کی بات سنتے ہی ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر جیسے بات سمجھ میں آجانے پر اس کی آنکھیں پھیلیں اور اس نے تیزی سے باہر کی طرف دوڑ لگا۔باہر نکل کر وہ رُکا نہیں تھا بلکہ اندھا دھند جہاں تک بھاگ سکتا تھا ، بھاگتا رہا۔اس کے زرا دور جاتے ہی دھماکے کی آواز بلند ہوئی تھی۔اس نے بلا اختیار کانوں پر ہاتھ رکھ کر پیچھے دیکھا۔ورکشاپ میں لگایا گیا بم پھٹ چکا تھا اور ورکشاپ کے پرخچے فضا میں دھوئیں کے ساتھ اڑ رہے تھے۔

"داخدائی پاامان "اسی سمت دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کے آگے شیزہ کا چہرہ ابھرا تو اس کے منہ سے نکلا تھا۔اس کے ساتھ ہی آنسو اس کی آنکھوں سے چھلک گئے۔

"سر گل یار ٹھیک تو ہے؟ "رابطہ منقطع ہو گیا تھا اور اب آزر گل یار کا نمبر بار بار ملانے کی کوشش میں تھا جب دلاور پوچھنے لگا۔

"رابطہ اچانک منقطع ہو گیا ہے اور اب فون نہیں لگ رہا "آزر کے لہجے میں پریشانی تھی۔

تھوڑی دیر کوشش کے بعد بالآخر فون گل یار نے فون موصول کر لیا۔

"تم ٹھیک ہو؟ "

"سر۔۔۔ سر میں۔۔۔ میں اسے نہیں بچا سکا۔ میں نے اسے کہا تھا کہ میں اسے یہاں سے بچا کر اس کے گھر بھیج دوں گا لیکن "اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"دیکھو۔ تم نے جو کام کر دکھایا ہے وہ بہت بہادری کا کام ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم مزید وہاں رہو۔ واپس آ جاؤ۔ میں تمہاری واپسی کا کچھ بندوبست کرتا ہوں "آزر اسے سمجھانے لگا۔

"سر میرے یہاں آنے کا مقصد ابھی پورا نہیں ہوا۔ میں ایسے خالی ہاتھ واپس نہیں آ سکتا سر "

"وہاں تمہاری اپنی جان کو خطرہ لاحق ہے اب۔ تم اکیلے کیا کرو گے؟ انہیں زرا سا بھی شک ہوا تم پر تو وہ تمہیں وہیں ختم کر دیں گے اور ہمیں بھنک بھی نہیں پڑے گی "آزر نے اسے ڈانٹا

"مجھے جان کی پرواہ نہیں ہے سر۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ حق کبھی باطل سے ہار نہیں سکتا۔ میں ابھی واپس نہیں آؤں گا۔ میں آپ کو رپورٹ کرتا رہوں گا "وہ بضد تھا۔

"اور ایک بات سر۔۔ "وہ کہہ رہا تھا۔

"ہاں بولو میں سن رہا ہوں "

"سر شیزہ کی کہانی ان سنی نہیں رہنی چاہیئے۔ اس کے اور اس کے خاندان کے درد کا درماں ہمارا فرض ہے "وہ پورے عزم کے ساتھ کہہ رہا تھا۔آزر کو لگا وہ اس گل یار سے بات نہیں کر رہا جو اس کے سامنے بیوقوفی کر جاتا تھا۔

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔اپنا خیال رکھنا "آزر نے اس سے وعدہ کر کے فون کاٹ دیا۔اسی وقت علی وہاں آیا تھا۔

"بھائی آپ کو کتنے فون کیے ہم نے۔فون مسلسل مصروف۔کیا کر رہے ہیں آپ؟ "علی ہاتھ میں ایک سوٹ کور پکڑے ہلکے سرمئی کرتے کے ساتھ سفید پاجامہ پہنے آئی ٹی روم میں آیا۔

"اپنا کام کر رہا ہوں، نظر نہیں آرہا؟ تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟ "آزر سے اسے سر تا پاؤں دیکھا۔

"آپ کو لینے آیا ہوں۔آپ بھول گئے آج محد کا نکاح ہے اور ہمیں شرکت کرنی ہے؟ "

"اوہو۔یار مجھے بالکل بھی یاد نہیں رہا اور ابھی اس وقت تو میں جا بھی نہیں سکتا "آزر نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"سر یہاں کے معاملات ہم دیکھ لیں گے۔آپ جانا چاہیں تو چلے جائیں،ویسے بھی فی الوقت ایسی کوئی ایمرجنسی نہیں ہے کہ آپ کا رُکنا ضروری ہو۔پھر بھی ضرورت پڑی تو میں آپ کو اطلاع دے دوں گا "دلاور کہہ رہا تھا۔

"اب جلدی کریں ہمیں عصر تک وہاں پہنچنا ہے۔عصر کی نماز کے فوراً بعد نکاح ہے۔یہ پکڑیں اپنے کپڑے۔باہر گاڑی میں امی اور بھابھی انتظار کر رہے ہیں "علی نے ہاتھ میں پکڑا سوٹ کور اس کی طرف بڑھا دیا۔ آزر ناچاہتے ہوئے بھی جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"تم ابھی بھی فردان ساحر کے ساتھ کام کر رہے ہو؟ "راستے میں آزر علی سے پوچھ رہا تھا۔ گاڑی چلاتے علی نے لمحہ بھر کو آزر کی طرف دیکھا پھر نظریں سامنے سڑک پر مرکوز کر لیں۔

"ہماری موجودہ ڈیل اگلے ماہ ختم ہو جائے گی۔اس کے بعد دوبارہ اس کے ساتھ کام کرنے کا میرا ارادہ نہیں ہے "علی نے مختصر جواب دیا تھا۔

◇◇◇

جمعہ، 5 اکتوبر 2018- شام 5:30 بجے

پاکستان- اسلام آباد

موتیا رنگ کا گٹھنوں تک آتا سادہ شیفون کا امبریلا فراک، نیچے خوب کھُلے گھیر والا شیفون ہی کا ہم رنگ شرارہ جو پورا سنہری دھاگے کے کام سے بھرا ہوا تھا۔ اور سر پر ماسوری کا خاکستری رنگ کا دوپٹہ جس کا ایک سرا کندھے سے آکر سامنے لٹکا رہا تھا جبکہ دوسرا سرا اس نے سر پر لے کر بائیں کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ وہ خالہ کے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔ دوپٹے کے کناروں پر سنہری اور سفید دھاگے کی کڑھائی سے پھولوں کی بیل بنی ہوئی تھی۔ اس نے بال چُٹیا میں باندھ کر چٹیا میں جگہ جگہ موتیے کے پھول لگا رکھے تھے۔

وہ جازبِ نظر تو تھی ہی، آج حسین بھی لگ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں ناخنوں سے کھیل رہی تھی جب فاطمہ وہاں آئیں۔

"ڈر لگ رہا ہے؟ "وہ اس کے پاس آ بیٹھیں

"تھوڑا بہت "اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"لگتا ہے۔زندگی کے اس نئے دور کے آغاز پر کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے تھوڑا بہت ڈر تو لگتا ہے "وہ اس کے گال پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں،" لیکن میری دعا ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ یہ نیا دور تمہارے لئے بہت خوشیاں لائے گا "وہ انہیں دیکھ کر مسکرا دی۔

"سب لوگ آ گئے؟ "اس نے پوچھا

"خواتین آ گئی ہیں۔مرد حضرات تو سب جامعہ مسجد گئے ہیں۔محد چاہتا تھا کہ نکاح وہیں ہو۔ "انہوں نے بتایا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"علیشہ نہیں پہنچی ابھی تک؟ "اس نے گھڑی کی طرف نظر ڈال کر پوچھا۔

"وہ تو کب سے پہنچ چکی۔ملی نہیں تم سے؟ باہر عمارہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔میں بلا لاؤں؟ " انہوں نے پوچھا

اسی وقت زبیر نکاح نامہ لئے وہاں آیا تھا۔اس کے پیچھے ہی عمارہ،علیشہ، آمنہ خالہ اور طاہرہ بیگم بھی چلی آئیں۔

"کتنے برے ہیں آپ لوگ۔مجھے یہاں اکیلا بٹھا کر خود باہر مزے سے گپیں لگا رہے تھے " ان سب کو ایک ساتھ آتا دیکھ کر زونیشہ شکوہ کر رہی تھی،" اور تم علیشہ؟ تمہیں یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے مجھ سے ملنا چاہیئے تھا۔کیسی دوست ہو یار "

"اف تم کتنی پیاری لگ رہی ہو زونی ماشاء اللہ "علیشہ نے اس کی ساری باتوں کو قطعاً نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اور ایک طرف بیٹھ گئی۔

"چلیں بھئی نکاح کا وقت ہو گیا ہے۔باقی شکوے شکایتیں بعد میں "زبیر نے آگے بڑھ کر نکاح نامہ زونیشہ کے سامنے کر دیا۔ علیشہ نے اٹھتے ہوئے زبیر کو زونیشہ کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ دی تھی۔

زونیشہ بغور نکاح نامے کو دیکھنے لگی۔زبیر نے پنسل اس کے ہاتھ کی طرف بڑھائی۔

"میں ایک بار یہ پڑھ لوں؟ "اس نے پنسل تھامتے ہوئے زبیر سے پوچھا تو زبیر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اس نے پورے نکاح نامے پر نگاہ دوڑائی۔پوری توجہ سے پورا نکاح نامہ پڑھا۔پھر ایک گہری سانس لے کر ساتھ بیٹھی فاطمہ کو دیکھا جن کی آنکھیں نم تھیں مگر وہ مسکرا رہی تھیں۔پھر پنسل پر اپنی انگلیوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے دستخط کے لئے ہاتھ کو حرکت دی۔وہ ایک لمحہ اس کی سوچ سے زیادہ مشکل تھا کیونکہ وہ ایک لمحہ زندگیاں جو بدل دیتا ہے۔ اس نے ایک نظر زبیر کو دیکھا جس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔پنسل کی نوک کو دستخط والے خانے کی طرف بڑھایا، اس کے دل کی دھڑکن قدرے تیز ہونے لگی۔

"زونی۔محد سب لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔کیا سوچ رہی ہو؟ "زبیر نے پوچھا تو اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو جنبش دی اور دستخط کر دیئے۔دستخط کرتے ہی گویا اس کے سر سے ایک بوجھ اتر گیا۔دل پر سکون ہونے لگا اور اپنا آپ ہلکا پھلکا لگنے لگا تھا۔وہ سب باری باری اس سے مل کر اسے مبارک باد دینے لگے۔وہ خوش تھی یا نہیں البتہ دل سے مطمئین تھی۔یہ لمحات اتنے حسین ہو سکتے ہیں،اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

◇◇◇

وہ سب کھانے کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔زونیشہ کے ساتھ کمرے میں عمارہ بیٹھی تھی۔

"محد بھائی بہت اچھے ہیں زونیشہ۔اس لئے نہیں کہہ رہی کہ وہ میرے بھائی ہیں۔حقیقت بتا رہی ہوں۔انہیں رشتے نبھانے آتے ہیں "

"یار وہ تھوڑے سڑیل نہیں ہیں؟ "اس نے رازداری سے پوچھا تو عمارہ ہنس دی۔

"ہاں تھوڑے سڑیل تو ہیں۔بالکل اس طرح جس طرح آپ تھوڑی سنجیدہ مزاج ہیں "

"میں سنجیدہ مزاج تو نہیں ہوں "وہ حیران ہوئی۔" بس کم گو ہوں "

"ایک بات بتائیں۔آپ اس دن بھائی کو انکار کا کہنے آئی مگر جب آپ سے پوچھا گیا تو اقرار کر دیا، کیوں؟ "اسے تجسس تھا،" ایسا کیا نظر آیا ان میں آپ کو جو پہلے نہیں دیکھ پائیں آپ؟ "

زونیشہ نے پل بھر کو اس کی طرف دیکھا پھر نظریں جھکا لیں اور اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"عمارہ جب اس نے ماما کو یہ کہہ کر گھر بھیجا تھا ناں کہ اگر میں انکار کروں تو میرے انکار کا احترام کیا جائے۔ میں نے سوچا کہ جس شخص کو مجھ سے تعلق جُڑنے سے پہلے میرے حقوق کا اتنا خیال ہے، تعلق جُڑنے کے بعد وہ شخص کتنا مخلص ہو گا؟ تمہیں پتا ہے اس وقت میں خود کو بہت اکیلا محسوس کر رہی تھی جب کوئی مجھ سے پوچھ نہیں رہا تھا بلکہ میری شادی کے بارے میں صرف بتا رہا تھا۔ اس وقت مجھے شدت سے احساس ہوا کہ اگر بابا ہوتے تو وہ میرے ساتھ کھڑے ہوتے۔ مگر اس وقت محد نے وہ جگہ لی۔ محد کے ایسے میرے لئے بات کرنے پر مجھے اتنی ہمت مل گئی کہ میں بھائی سے دوٹوک بات کر سکوں۔ ان کے دل سے اپنے بارے میں ساری غلط فہمیوں کو مٹا سکوں۔ پھر جب بھائی بھی محد سے مل کر مطمئین تھے تو بس اسی بات سے مجھے یہ احساس ہوا کہ محد کو انکار کرنا صحیح فیصلہ نہیں ہو گا "

وہ اسے اپنی دلی کیفیات کے بارے میں بتاتی چلی گئی۔ شاید اس لئے کہ وہ عمارہ کو دل سے اپنا ماننے لگی تھی۔

"میں نے آپ سے کہاناں کہ بھائی کو رشتے نبھانے آتے ہیں"، عمارہ نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔" اچھا ویسے اب تو مجھے آپ کو بھابھی کہنا پڑے گا؟ "وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"جی نہیں۔ کوئی ضرورت نہیں یہ بھابھی وابھی کہنے کی۔ ہم دوست پہلے ہیں یار۔ نام ہی لیا کرو میرا "وہ اپنی دوستی کو کسی اور رشتے میں نہیں بدلنا چاہتی تھی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے "عمارہ ہنس دی

"تم یہاں آرام سے نقاب اتار سکتی ہو عمارہ۔ میں یہاں کسی کو نہیں آنے دوں گی۔ تمہارے لئے کھانا بھی ادھر ہی منگوا لیتی ہوں۔ بلکہ علیشہ کو بھی بلا لیتے ہیں۔ یہ علیشہ ہے کہاں ویسے؟ "

"کھانے کی فکر نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے خالو نے مرد حضرات کے کھانے کا انتظام باہر لان میں کیا ہے۔ "عمارہ اسے بتانے لگی۔

"چلو پھر ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔لاؤنج میں چلتے ہیں "اس نے کہااور اسی لمحے علیشہ کمرے میں آئی تھی۔

"زونیشہ۔وہ محد بھائی آ گئے ہیں اور تم سے ملنا چاہتے ہیں۔تم باہر جاؤ گی یا انہیں یہاں بلا لیا جائے؟ "علیشہ نے اندر آتے ہی کہا۔

"کیوں؟ "اس کے منہ سے بلا اختیار نکلا تھا۔

"کیا مطلب ہے کیوں؟تم اب ان کے نکاح میں ہو۔ظاہر سی بات ہے کہ وہ تمہیں دیکھنا چاہیں گے۔علیشہ کے اس کے سر پر چپت لگائی۔" اور کیا تم نہیں دیکھنا گی کہ وہ آج کے دن کیسے لگ رہے ہیں؟اب سوچ کیا رہی ہو؟ "

" میں چلی جاتی ہوں باہر۔۔۔ "

" جاؤ پھر۔ باہر لان میں ہیں وہ"

" کوئی اور تو نہیں ہے وہاں؟"

www.novelsclubb.com

" نہیں بھئی کوئی نہیں ہے۔اب جاؤ "علیشہ نے اسے کھینچ کر کھڑا کیا تھا۔اس نے چند پل وہیں کھڑے کھڑے اپنی محد سے ہوئی کچھ دن پہلے کی گفتگو کو سوچا جب وہ اسے انکار کرنے کا کہنے گئی تھی۔پھر ایک گہری سانس لی اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی آگے بڑھ گئی۔

خالہ کے گھر کا لان گھر کے عقب میں تھا، جس تک جانے کا راستہ پورچ کے آخری حصے پر بنی گیلری میں سے گزرتا تھا۔ گیلری میں خالہ نے کیاریوں میں سبزیاں اور کئی طرح کے پودے لگا رکھے تھے۔وہ اپنا شرارہ سنبھالتی گیلری کی طرف آئی تو محد وہیں گیلری کے آغاز پر کمر پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔اس کی طرف محد کی پُشت تھی۔وہ وہیں ٹھہر گئی۔ محد نے سفید کُرتا پاجامہ کے ساتھ خاکستری ویسکوٹ پہن رکھی تھی۔اسے دیکھتے ہی زونیشہ نے بلا اختیار اپنے لباس پر نظر ڈالی، پھر اس کے کپڑوں کے انتخاب پر زیرِ لب مسکرا دی۔وہ اس کی موجودگی سے بے خبر کھڑا تھا۔

"مجھے بُلایا تھا؟ "اس نے مدھم آواز میں پوچھا تو محد پیچھے مڑا۔زونیشہ نے ایک ہاتھ سے دوپٹے کو اپنی ٹھوڑی سے زرا نیچے سے پکڑ رکھا تھا تاکہ ریشمی دوپٹہ سر سے نہ سرکے اور

دوسرے ہاتھ سے اپنے دوپٹے میں سے نکل کر چہرے پر گرتے بالوں کو پیچھے ہٹا رہی تھی۔ محد کی نگاہ اس پر پڑی تو جیسے پلٹنا بھول گئی تھی۔'کیا وہ ہمیشہ سے اتنی خوبصورت تھی؟ یا یہ اس رشتے کی خوبصورتی تھی جس رشتے میں وہ آج اس کے ساتھ منسلک ہو گیا تھا'اس نے سوچا

"کیسی ہو؟ "چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ کنکھار کر بولا تھا

"ٹھیک "مختصر جواب دے کر وہ چپ ہو گئی۔وہ شاید کسی اور بات کا منتظر تھا،سو کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"دیکھ لیا تو میں جاؤں؟ "وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کی جانب دیکھتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔اس کی خود پر مرکوز نظریں محسوس ہونے پر اس نے پوچھا۔

"کیا؟ "اس کے سوال پر محد نے حیرت سے پوچھا۔پھر بات سمجھ آنے پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں "وہ غیر محسوس انداز میں ایک قدم اس کی طرف بڑھا تھا۔

"جانتی ہوں "اس نے کہا تو محد ایک بار پھر حیران ہوا تھا۔

"تو پھر۔۔۔بتاؤ؟ "وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کیا جانتی ہے

"میں نے نکاح کے لئے اس لئے ہاں کر دی کہ ۔۔۔ "

"میں یہ نہیں پوچھنا چاہ رہا زونیشہ "محد نے اس کی بات کاٹی،" تمہارا اقرار ہی میرے لئے کافی تھا۔یہ پوچھنا ہوتا تو نکاح سے پہلے پوچھتا ناں "وہ ایک قدم اور آگے بڑھا تھا۔

"تو پھر؟"اس نے حیرانی سے محد کو دیکھا۔محد نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بات شروع کی۔

"میری جب ہانیہ سے منگنی ہوئی تھی تب منگنی ہونے سے ٹوٹنے تک میں شاید خوش تو تھا۔مگر دل ہی دل میں کسی الجھن کا شکار تھا۔میں نہیں جانتا تھا کہ کیوں۔اور اب جب تمہارا ساتھ قبول کر چکا ہوں تو دل سے مطمئین ہوں۔ جانتا ہوں کہ میرا فیصلہ بالکل صحیح ہے۔اپنا آپ مکمل لگ رہا ہے مجھے۔ "وہ ایک قدم اور آگے بڑھا تھا۔

"تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم مطمئین ہو؟ تمہارا دل میرے ساتھ پر کسی الجھن کا شکار تو نہیں؟ "وہ سوالیہ نظروں سے اس کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چند لمحے سوچنے لگی جیسے مناسب الفاظ تلاش کر رہی ہو۔

"میں خوش ہوں اور مطمئین بھی "اس نے پہلی بار بغیر ہچکچائے محد کو دیکھ کر جواب دیا تھا، جواب مختصر تھا مگر یہ سنتے ہی محد مسکرا دیا۔ وہ مسکراتا تھا تو اس کی آنکھیں بھی مسکراتی تھیں۔ اس لمحے زونیشہ کو یہ انکشاف ہوا کہ وہ کتنا دلفریب تھا۔ ابھی وہ اس کی مسکراتی آنکھوں کے سحر میں تھی کہ محد نے اپنی کمر پر بندھے ہاتھ آگے کئے اور ایک ہاتھ اس کی کلائی تھامنے کے لئے آگے بڑھایا۔ زونیشہ نے چونک کر اسے دیکھا، اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک سنہری برسلیٹ موجود تھا۔ زونیشہ نے ہچکچاتے ہوئے اپنی کلائی اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی طرف بڑھادی تو محد وہ برسلیٹ اس کی کلائی پر باندھنے لگا۔

وہ پہنا چکا تو زونیشہ برسلیٹ کو دیکھنے لگی جس کی باریک زنجیر کے عین وسط میں دو ایک دوسرے کے اندر جاتے دائرے بنے تھے۔ایک دائرہ چوٹا تھا اور دوسرا بنسبت بڑا۔دونوں دائروں پر سفید باریک نگ جڑے ہوئے تھے۔

"بہت خوبصورت ہے "وہ برسلیٹ دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی

"ہاں۔بہت "وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اور مجھے بالکل پورا بھی "اس نے برسلیٹ سے نظریں ہٹا کر محد کو دیکھا۔

"ہاں۔عمارہ ٹھیک کہہ رہی تھی کہ تمہیں عمارہ کا سائز پورا ہو گا "محد کے منہ سے بے دھیانی میں نکلا تھا

"ایک منٹ۔یہ برسلیٹ گفٹ کرنے کا آئیڈیا بھی عمارہ کا تو نہیں تھا؟ "اس نے خیال آتے ہی جھٹ سے کہہ دیا۔

www.novelsclubb.com

"جی نہیں "وہ اس کے ردِ عمل پر چونک سا گیا۔" یہ میں خالص اپنی طرف سے تمہیں دینا چاہتا تھا۔ہاں البتہ عمارہ سے مشورہ ضرور کیا تھا۔دیکھو مجھے لڑکیوں کی چیزوں کا اتنا پتا نہیں ہے تو۔۔۔ "وہ صفائی دے رہا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے "اسے جیسے اطمینان ہوا" مجھے بریسلیٹ پسند ہیں۔باقی کسی جیولری وغیرہ کا مجھے خاص شوق نہیں ہے "

"ہاں عمارہ نے بتا۔۔۔ "اس کے منہ سے دوبارہ نکلا اور اگلے کی لمحے اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔زونیشہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔محد اور کیا کیا پوچھا عمارہ سے میرے بارے میں؟ "اسے تجسس ہونے لگا تھا۔

"میں نے اس سے تمہارے بارے میں نہیں پوچھا "محد نے بات بنائی

"جھوٹے "وہ دوسری جانب منہ کر کے بڑبڑائی

"دیکھو زونیشہ۔میں تھوڑا سڑیل ہوں،مانتا ہوں۔لیکن جھوٹا تو نہیں ہوں "

"اچھا؟ جیسے میں تمہیں جانتی نہیں ہوں، ہے ناں "اس نے اسے آنکھیں دکھائیں۔اسے اسکا اس روز سڑک پر بولا جھوٹ یاد آیا تھا۔اگر اس نے اس روز کلینک میں اس کی گفتگو نہ سنی ہوتی تو یقیناً وہ اسے سچا لگتا۔

"تو کیا جانتی ہو مجھے؟ "محد اسے تنگ کرنے لگا تھا۔

"میں۔۔۔ "زونیشہ کچھ کہنے والی تھی کہ عمارہ کے کنکھارنے کی آواز پر وہیں چپ ہو گئی۔

"آپ لوگ کیا لڑ رہے ہیں؟ "عمارہ ان کے پیچھے کھڑی حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔ان دونوں نے چونک کر اسے دیکھا پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر سر نفی میں ہلا دیئے۔

"اچھا زونیشہ وہ فاطمہ آنٹی بلا رہی ہیں آپ کو۔ملاقات ہو چکی ہو تو اندر آجائیں "عمارہ مسکرا کر کہتی ہوئی وہیں سے پلٹ گئی۔زونیشہ نے ایک نظر محد کو دیکھا۔پھر واپسی کے لئے مڑی تھی۔

"سنو "محد کی آواز پہ اس کے قدم رکے

"نکاح مبارک "اس نے مسکرا کر کہا اور لان کی طرف جانے کے لئے مڑ گیا۔وہ اس کی بات پر جواباً مسکرائی تھی۔

"خیر مبارک "اس نے کہا۔

◇◇◇

عمارہ زونیشہ کو بلا لائی تو علیشہ اسے ساتھ لئے لاؤنج میں آ گئی جہاں آزر فاطمہ کے پاس بیٹھا تھا۔ قریب ہی زبیر اور فہد بھی موجود تھے۔ گویا وہ سب مسجد سے وہیں آ گئے تھے، سوائے علی کے۔

"چلیں محد اور زونیشہ کے رشتے کی بدولت آپ سے ملاقات بھی ہو گئی آنٹی۔ انکل عبداللہ کے انتقال کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ مگر آپ سب سے ایسے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے قسمت کبھی آپ لوگوں سے ایسے ملوائے گی "آزر کہہ رہا تھا

"میرے لئے بھی یہ کافی ناقابلِ یقین بات تھی کہ آخری بار میں آپ سے دس سال قبل فیصل آباد کے پولیس اسٹیشن میں ملا تھا، اور اب یہاں ایسے مل رہا ہوں "زبیر نے آزر کی طرف

www.novelsclubb.com

دیکھتے ہوئے کہا۔" مجھے ایس پی فاخر کے قتل پر بہت دکھ ہے۔اس ایماندار اور باہمت شخصیت کو میں آج تک بھلا نہیں پایا۔بس زونیرہ کو انصاف ملنا شاید مقدر میں نہیں تھا "

وہ سبھی ایک جیسے دکھوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر لئے زندگی میں آگے بڑھ گئے تھے۔اور آج قسمت نے ان سبھی کو ایک ہی جگہ پر اکٹھا کر دیا تھا۔اور وہ ایک ساتھ ایسے بیٹھے تھے تو گویا ان سب نے خود کو ایک دوسرے سے جُڑا ہوا پایا تھا۔

کیا ایسا اصل زندگی میں بھی ہوتا ہے؟ شاید ہاں۔ زندگی ایسے لوگوں سے ضرور ملواتی ہے جن کے دکھ ہمارے دکھوں جیسے ہوتے ہیں۔جن کے تجربے ہمارے تجربات جیسے ہوتے ہیں۔ جن کے ساتھ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے وہ سب باتیں کہی جاسکتی ہیں جنہیں ہم خود میں چھپائے پھر رہے ہوتے ہیں۔ کبھی جلدی، کبھی دیر سے، کبھی کچھ دیر کیلئے، کبھی بہت دیر تک، مگر ایسے لوگ ایک بار ہماری زندگی کا حصہ ضرور بنتے ہیں۔

"السلام علیکم آزر بھائی "علیشہ آگے بڑھی تھی۔جِسے دیکھتے ہی آزر چونک کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"واعلیکم اسلام علیشہ؟تم یہاں؟کیسے؟ "وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہی سوال تو میں آپ سے پوچھنے والی تھی "وہ مسکرائی،" میں یہاں اپنی بیسٹ فرینڈ کے نکاح میں شرکت کے لئے آئی ہوں "

"اور آزر بھائی ہمارے فرسٹ کزن ہیں۔ماموں زاد "عمارہ نے اس کی الجھن دور کی۔

"ایک منٹ ایک منٹ "فہد اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر ان کے پاس آیا تھا،" علیشہ آپی آپ زونیشہ بھابھی کی دوست ہیں اور زونیشہ بھابھی کی بہن زونیرہ کے کیس کی تفتیش فاخر ماموں نے کی تھی۔یہاں تک بات سمجھ آگئی۔ لیکن علیشہ آپی اور آزر بھائی آپ دونوں ایک دوسرے کو کیسے جانتے ہیں بھئی؟ "فہد نے سر کھجایا تھا۔

"علیشہ دراصل میرے بچپن کے دوست حماد کی بہن ہے۔وہی حماد جو اس وقت پولیس اسٹیشن میں میرے ساتھ تھا جب ہم ملے تھے،یاد ہے زبیر؟ "آزر نے زبیر کی طرف دیکھا

"مجھے واضح طور پر یاد نہیں ہے۔مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ چشم دید گواہوں میں دوسرا نام حماد کا ہی تھا "

"اوہ میرے خدا۔ایسے اتفاقات تو صرف ناولوں میں ہوتے ہیں۔میں کہیں کسی ناول کا ہی کردار تو نہیں ہوں "فہد نے ڈرامائی انداز میں کہا تو وہ سب ہنس دیئے۔

"آپ کیا کہتی ہیں فاطمہ آنٹی؟ کیا آپ کو یہ سارے اتفاقات سمجھ میں آرہے ہیں؟ "فہد اب فاطمہ کے ساتھ آبیٹھا تھا۔

"تم اب آنٹی کو ستانا مت شروع ہو جانا۔ فاطمہ آنٹی یہ تنگ کرے تو ایک رکھ کر لگایئے گا اس کے کان کے نیچے۔ عجیب و غریب قسم کے ناول پڑھ پڑھ کر یہ خود کو بھی ناول کا ہیرو سمجھنے لگا ہے "عمارہ کہہ رہی تھی۔

"دیکھو میرے بارے میں غلط باتیں مت پھیلاؤ، "فہد نے اسے گھورا اور پھر فاطمہ کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس رونق سے خوب لطف اٹھاتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ سجائے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔" آنٹی میں فضول ناول نہیں پڑھتا۔ اچھی معیاری کتابیں پڑھتا ہوں۔اچھا آپ بتا رہی تھیں کہ احسان خالو کی الماری میں بہت ساری کتابیں ہیں، کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ وہ الماری کہاں ہے؟ "وہ آنکھوں میں چمک لئے پوچھ رہا تھا۔فاطمہ ہنس دیں۔

"ابھی نہیں بتا رہی میں۔ابھی چلو باہر لان میں جاؤ کھانا کھاؤ۔پھر دکھاؤں گی الماری "انہوں نے صاف منع کر دیا تو فہد منہ بناتا ہوا باہر کی طرف چل دیا کہ عمارہ نے اسے پکارا۔

"زرا میری بات سننا فہد "وہ اپنا برقعہ سنبھالتی ہوئی اس کے قریب آئی تھی۔

"علی بھائی نہیں آئے؟ "اس نے رازداری سے پوچھا۔فہد اسے بغور دیکھنے لگا۔

"علی بھائی یا ارمغان بھائی؟ فہد نے پراسرار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔اب اسے گھورنے کی باری عمارہ کی تھی۔

"سیدھی طرح بتانا ہے تو بتاؤ۔نہیں تو جاؤ "وہ واپس مڑی تھی۔

"آئے ہوئے ہیں۔علی بھائی بھی۔ارمغان بھائی بھی۔اور کمال انکل بھی۔سب باہر لان میں ہیں۔اور ہاں آپ کی ہونے والی ساس لاہور گئی ہوئی ہیں اپنے بھانجے ارشمان کے ساتھ اس لئے وہ نہیں آسکیں "فہد سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدگی سے بتانے لگا۔

"اتنی تفصیلات نہیں پوچھی تھی میں نے "عمارہ نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔فہد نے کندھے اچکائے اور لاؤنج سے نکل گیا۔

"علی کا پوچھ رہی تھی؟ "خولہ نا جانے کب اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی،اس کی آواز پر عمارہ چونک کر مڑی۔" وہ تو آہی نہیں رہا تھا مگر پھر محد کی خاطر آ گیا۔وہ کہہ رہا تھا کہ وہ نہیں چاہتا کہ تم سے سامنا ہو۔اس لئے کسی سے ملنے اندر نہیں آیا "خولہ اسے بتانے لگی۔اس نے سرد آہ بھری تھی۔

"آؤ ڈرائنگ روم میں چلیں "خولہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لئے آگے بڑھ گئی۔کہ وہیں لاؤنج میں کھڑے آزر اور علیشہ کو باتیں کرتا دیکھ کر اس کے قدم ٹھہر گئے۔

"ٹھیک ہے آزر بھائی آپ مجھے شیزہ کی ساری تفصیلات ای میل کر دیجئیے گا۔پھر میری ٹیم اس کی فیملی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ آگے کا کام آپ مجھ پر اور حیدر بھائی پر چھوڑ دیں "علیشہ کہہ رہی تھی۔

"آزر آج تو کھانا وقت پر کھالیں "خولہ نے ناراضگی سے کہا،" یہ سب باتیں تو کھانے کے بعد بھی ہو جائیں گی "

"اوکے بیگم۔ٹھیک ہے علیشہ، رابطے میں رہنا "آزر فرمانبرداری سے کہہ کر باہر کے جانب چل دیا۔

"خولہ بھابھی مجھے آپ سے بھی کچھ کیس ڈسکس کرنے ہیں۔آپ کو یاد ہے وہ ریپ کا کیس جو پچھلے ماہ درد کا درماں نے نشر کیا تھا؟ "علیشہ ان کے ساتھ ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف چلتے ہوئے کہنے لگی۔جبکہ عمارہ کو خولہ کی باتوں نے کسی اور سوچ میں مبتلا کر دیا تھا۔

◇◇◇

کمرے میں آکر وہ کتنی ہی دیر اپنی کلائی میں بندھے برسلیٹ کو دیکھتی رہی۔

"محد نے دیا ہے؟ "فاطمہ نا جانے کب وہاں آئی تھیں،اسے پتا ہی نہیں چلا۔اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا

"جی ماما۔دیکھیں "اس نے کلائی ان کے آگے کر دی۔فاطمہ اس کی کلائی تھام کر برسلیٹ دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔آج وہ مسلسل مسکرا رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"ماما آپ کو بابا نکاح سے پہلے زیادہ اچھے لگے تھے یا نکاح کے بعد؟ "وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔ فاطمہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر جیسے کسی سوچ میں گم ہو گئیں۔

"نکاح سے پہلے تو انسان شکوک و شبہات میں ہی مبتلا رہتا ہے زونی۔ ہمارے دور میں تو عین شادی کے دن ایک دوسرے کو دیکھا کرتے تھے۔ پھر بھی عبداللہ نے کہا تھا کہ وہ چاہتے ہیں کہ میں انہیں ایک بار نکاح سے پہلے دیکھ لوں کہ یہ ہم دونوں کا حق ہے۔ لیکن سچ بتاؤں؟ جب نکاح کی ڈور بندھ جاتی ہے تو سمجھو محبت کا بیج بو دیا گیا ہے۔ اب اس بیج کو قربت کی روشنی اور خلوص کا پانی ملتا رہے گا تو وہ پودا بنے گا اور پودے سے مضبوط درخت۔ اور تم جانتی ہو کہ بیج کو درخت بننے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے "وہ کہہ رہی تھیں،" آج کل کے نکاح سے پہلے کے تعلقات اس رشتے کی خوبصورتی کو مٹا دیتے ہیں اور پھر ایمان بھی تو خراب کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم اپنی خواہشات کے خلاف جا کر اللہ کے لئے غلط راستے کو چھوڑ دیتے ہیں اور درست راہ منتخب کرتے ہیں تو اللہ ہمیں ہماری خواہشات اور سوچ سے کہیں بڑھ کر بہترین سے نوازتا ہے"

"لیکن ماما میں ساری زندگی کے لیے آپ سے دور نہیں جانا چاہتی "اس نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

"تم کہاں زیادہ دور جا رہی ہو، یہاں پاس میں ہی تو ہے سسرال تمہارا "فاطمہ نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"خالہ کے گھر کے پاس ہے نا۔ ہمارا گھر تو فیصل آباد میں ہے اور اس گھر سے میرا سسرال خاصا دور ہے "اس نے منہ بنایا۔

"تمہیں زبیر نے بتایا نہیں کہ ہم اسلام آباد شفٹ ہو رہے ہیں؟ "انہوں نے پوچھا تو وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا؟ واقعی؟ کب؟ "وہ ایک ساتھ کئی سوال پوچھ گئی۔ اس کی آواز میں جوش تھا۔ اور خوشی بھی

"کچھ عرصے تک۔ زبیر تو کافی عرصے سے چاہ رہا تھا لیکن اس کی بوتیک کو اسلام آباد منتقل کرنا اور پھر یہاں گھر وغیرہ دیکھنا، ان سب کاموں میں بہت وقت لگ جاتا ہے۔ احسان بھائی سے

www.novelsclubb.com

رابطے میں تھا وہ اس حوالے سے۔ تو بس تھوڑے عرصے تک ہم بھی یہیں آجائیں گے" وہ مسکراتے ہوئے بتانے لگیں۔

"اف ماما میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ میں کتنی خوش ہوں۔ "

"تمہیں بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ تمہارے چہرے سے صاف ظاہر ہے "وہ ہنسی تھیں

"بس بابا کی کمی ہے "اسے اچانک خیال آیا تو اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں

"تمہارے بابا کی دعائیں تو ہیں نا ہمیشہ تمہارے ساتھ۔ سو ان کی کمی کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے آج افسردہ نہیں ہونا تم نے، آئی سمجھ؟ "وہ اسے پیار سے سمجھانے لگیں تو اس نے نم ہوتی آنکھوں کے کنارے انگلی سے صاف کرتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"تمہیں بھوک نہیں لگی؟ آؤ ڈرائنگ روم میں چلیں "

"بہت بھوک لگی ہے ماما اور آج آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلائیں گی"

"اچھا بھئی اب چلو "وہ اس کی بات پر ہنس دیں

"یار ماما ہم محد کو اس کے سسرال رخصت کروالیں؟ "وہ ہنسی

"پاگل ہو گئی ہو تم بالکل "فاطمہ نے اس کے سر پر پیار سے چپت لگائی۔وہ دونوں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

◇◇◇

وہ چاروں ڈرائنگ روم میں باقی سب خواتین سے زرا ہٹ کر بیٹھی تھیں۔

"عمارہ تم نے محد کو کیا کیا بتایا میرے بارے میں؟ "وہ پوچھ رہی تھی۔

"وہی سب جو میں آپ سے گاہے بگاہے باتوں باتوں میں پوچھتی رہی۔کیونکہ پچھلے دس بارہ دنوں سے بھائی کو جب موقع ملتا تھا،میرے پاس آکر بیٹھ جاتے تھے۔زونیشہ کو کیا پسند ہے؟ زونیشہ کو کون سا رنگ اچھا لگتا ہے؟ زونیشہ کو کسی چیز سے الرجی تو نہیں ہے؟زونیشہ کو کون سی جگہ جانے کا شوق ہے؟زونیشہ کا اور کوئی فوبیا تو نہیں ہے؟وغیرہ وغیرہ وغیرہ "وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی

"سچ کہہ رہی ہو؟ "اسے حیرت ہوئی تھی۔

"بالکل۔ پھر جب میں آپ کے ساتھ پچھلے ہفتے نکاح کا جوڑا لینے گئی تھی ناں، تو واپس آکر میں نے بھائی کو خود ہی بتا دیا کہ سفید یا خاکستری رنگ کا کُرتا بنوالیں۔ اچھا کیا ناں؟ "عمارہ نے اس سے شرارت سے پوچھا تو زونیشہ نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دیا۔

"کون سی دلہن اپنے نکاح پر ایسے کھانا کھاتی ہے جیسے تم کھا رہی ہو زونیشہ۔ سدا کی بھوکی ہو کیا؟ "علیشہ نے اسے مٹن کڑاہی سے خوب انصاف کرتے دیکھا تو کہنے لگی

"دیکھو علیشہ۔ بہت بھوک لگی ہے، نکاح کا سوچ سوچ کے اتنے دنوں سے کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا میں نے"

"خوب اچھے سے کھاؤ زونی۔ میں نے بھی اپنی شادی کا کھانا ڈٹ کر کھایا تھا۔ بھئی اپنی شادی کا کھانا دوبارہ تھوڑی ملتا ہے "خولہ زونیشہ کی حمایت کرتے ہوئے گفتگو میں شامل ہوئی۔

"اچھا اب جلدی ٹھونسو۔ تمہاری تصویریں بھی بنانی ہیں محد بھائی کے ساتھ "علیشہ نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

◇◇◇

وہ رات گئے تک احسان خالو کے گھر پر تھے۔آج کا دن اس کی زندگی کا خوبصورت ترین دن تھا۔سب کچھ اتنے وقت پر اور اتنا بہترین ہو جائے گا،اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

سچ کہتے ہیں کہ جب ہم اللہ کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اور اللہ کی خاطر اپنی خواہشات پر قابو پاتے ہیں،تو اللہ ہمارے راستے اور زندگی میں حائل مشکلات کو ہمارے لئے آسان بنا دیتا ہے۔ ہم جہاں اس سے پھول مانگتے ہیں،وہ پورا باغ عطا کرتا ہے۔اس سے رحم مانگتے ہیں،وہ رحمت کے سایے سے ہمیں ڈھانپ دیتا ہے۔ اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں،تو وہ اپنی محبت میں ہمیں مبتلا کر دیتا ہے۔اس کی حمد کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے قریب تر کر لیتا ہے۔ہماری زرا سی کوشش کا صلہ ہزار گنا بڑھا کر عطا کرتا ہے۔البتہ ان سب مراحل میں صبر اور مسلسل کوشش کرتے رہنا لازم ہے !

اس نے گھر آتے ہی سب سے پہلا کام شکرانے کے نوافل ادا کرنے کا کیا تھا کہ جس رب سے مشورہ یعنی استخارے کے بعد اس رب نے اس کے لئے فیصلہ کرنا آسان کر دیا اور اس کے دل کو مطمئین کر دیا۔اس رب کا شکر ادا کرنا تو اس پر لازم تھا۔

نوافل پڑھ کر وہ سونے کے ارادے سے اپنے بستر کی جانب بڑھا تھا کہ اس کا موبائل واٹس ایپ پر تسلسل سے آتے پیغامات سے بجنے لگا۔

"کون پاگل ہو گیا ہے اس وقت "اس نے آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔ عمارہ نے اسے آج کی تصویریں بھیجی تھیں۔ اس نے جھٹ سے عمارہ کی چیٹ (chat) کھولی اور وہیں بستر پر بیٹھ کر تصاویر دیکھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

ساری تصوریں دیکھنے کے بعد وہ اٹھ کر کمرے سے نکلا اور لاؤنج میں بیٹھی عمارہ کے پاس آ بیٹھا۔

"یہ اتنی خراب تصویریں لیں ہیں تم نے "اس نے اپنے موبائل کی اسکرین پر ایک تصویر کھول کر اس کے سامنے کی۔

"کیا خرابی ہے اس میں؟ "عمارہ نے حیرت سے تصویر کو اور پھر محد کو دیکھا تھا۔

"زونیشہ کی آنکھیں بند آئی ہیں عمارہ۔ اور اور یہ دیکھو۔اس تصویر میں اس کا دوپٹہ منہ پر آرہا ہے۔اور یہ والی تصویر دیکھو، اس میں ہم کیمرے میں نہیں دیکھ رہے۔اور یہ اس تصویر میں زونیشہ کا چہرہ دوسری طرف ہے "وہ ایک ایک تصویر باری باری نکال کر اسے دکھاتا جارہا تھا۔

"اللہ! محد بھائی، آپ کب سے تصویروں کو لے کر اتنے سنجیدہ ہونے لگے۔آپ کو تو کبھی ایسا شوق نہیں رہا "عمارہ نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا جو کھا جانے والی نظروں سے اسی کو گھور رہا تھا۔

"عمارہ اتنی پیاری لگ رہی تھی وہ۔تم نے ایک بھی اچھی پکچر نہیں بنائی "وہ افسردگی سے کہہ رہا تھا۔

"اچھا؟ کتنی پیاری لگ رہی تھی وہ؟ بتانا زرا۔اور آپ نے ان کو بتایا کہ وہ آپ کو بہت پیاری لگ رہی تھی؟ "اس لطف اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"مجھ سے مار مت کھالینا تم۔ میں تم سے بات ہی نہیں کر رہا۔ بھلا اس کی ایک تصویر تو اچھی سی بنا لیتیں تم "اس کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"آپ کو پتا ہے مجھ سے فوٹو گرافی نہیں ہوتی۔ لیکن میں نے کوشش تو کی نا "اس نے صفائی دی

"یہ فہد کہاں ہے؟ "

"فہد صاحب احسان خالو کی الماری سے نئی کتابیں لائے ہیں، سو اب اگلے دو تین دن تک آپ اسے غائب ہی سمجھیں "اس کی بات پر سر ہلا کر محد خاموشی سے وہیں بیٹھا رہا۔ جیسے ابھی تک وہ تصاویر کے غم میں مبتلا ہو۔

"اچھا علیشہ نے بہت اچھی پکچرز لی ہیں سب کی۔ میں اس سے کہتی ہوں کہ مجھے بھیجے "اس نے موبائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو جلدی منگواؤ نا "محد یکدم چہکا تھا۔

www.novelsclubb.com

تھوڑی ہی دیر میں علیشہ اسے بہت ساری تصاویر بھیج چکی تو اس نے وہ سب محد کو فارورڈ کر دیں۔اور محد وہیں لاؤنج میں بیٹھا نا جانے کتنی دیر تک وہ تصاویر دیکھ کر مسکراتا رہا۔

" محد بات سنو بیٹا "رضا احمد نے لاؤنج میں بیٹھے پایا تو اس کے قریب آ بیٹھے۔ان کے پکارتے ہی اس نے موبائل ایک طرف رکھ کر ان کی جانب دیکھا۔

"جی ابو؟ "

"یہ فہد کیا کرنا چاہتا ہے آگے ؟میڈیکل نہیں کرے گا کیا؟ "

"میڈکل میں جانا تو چاہتا تھا وہ مگر میرٹ خاصا زیادہ تھا سو اس کا نام نہیں آیا۔اس لئے وہ اب لٹریچر کی طرف جانا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ گریجویشن کے بعد اپنی کوئی پبلشنگ کمپنی کھولے "محد بتا رہا تھا

"ہاں اس نے سرسری سا ذکر تو کیا تھا مجھ سے۔تو تمہارا کیا مشورہ ہے۔اسے کیا پڑھنا چاہیئے آگے جس کو پڑھ کر وہ کم از کم اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو سکے "وہ واقعی فہد کے لئے فکر مند تھے۔

"میرے خیال سے اگر اسے رائٹر کی بجائے بلشنگ کمپنی کھولنی ہے تو اسے صحافت پڑھنی چاہیئے ابو۔ جنرلزم اس کے لئے بہت سارے دروازے کھول سکتی ہے۔اس بارے میں میں نے اس سے بات کی تھی،ابھی وہ سوچ رہا ہے۔ پھر جیسے ہی وہ کوئی فیصلہ کر لے اور یونیورسٹیز کے داخلے کھل جائیں تو اس کا بھی داخلہ کروادیں گے "وہ انہیں تفصیل سے بتانے لگا۔

"ہاں چلو یہ بھی اچھا ہے۔ تم دیکھ لینا پھر اس کے داخلے کے سبھی معاملات "وہ اٹھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"جی جی میں دیکھ لوں گا۔آپ بے فکر رہیں "اس نے انہیں تسلی دینے کے سے انداز میں کہا۔

ان کے جانے کے بعد اس کا رخ سٹڈی کی طرف تھا۔

چند روز بعد فہد اپنی پسندیدہ یونیورسٹی میں صحافت کے شعبے میں خوشی خوشی داخلہ لے آیا۔

◇◇◇

3نومبر2018

وہ کھانا کھاتے ہوئے بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے محد؟ کہیں جانا ہے تم نے؟ "طاہرہ نے اس کی عجلت محسوس کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

"نہیں تو "اس نے کہہ کر اپنی توجہ کھانے پر مرکوز کرنا چاہی تھی۔ عمارہ نے شک بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"بھابھی سے ملنے جانا ہے؟ "فہد نے باآواز بلند پوچھا تو محد کا نوالے سے بھرا چلتا ہوا منہ رک گیا۔ سب کی نظریں اسی کی طرف تھیں۔

"نہیں تو "وہ صاف مکر گیا تھا۔ اور کھا جانے والی نظروں سے فہد کو گھورنے لگا۔ فہد نے اسے زبان دکھائی تھی۔ آج کتابوں کی دنیا میں رہنے والا باہر کی دنیا سے بھی خوب باخبر تھا۔

"اچھا محد بھائی صبح مجھے آپ یونیورسٹی چھوڑنے جائیں گے کیونکہ میری وین کا کوئی مسئلہ ہے، وہ صبح نہیں آسکے گی "فہد بتا رہا تھا۔

"تم واقعی علی کا دوسرا ورژن ہو۔مجھے پِک اینڈ ڈراپ سروس بنا دیتے ہو۔ چھوڑ آؤں گا تمہیں یونیورسٹی "محد نے ناچاہتے ہوئے بھی حامی بھر لی۔پھر گھڑی کا نگاہ پڑتے ہی یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آتا ہوں تھوڑی دیر تک۔مجھے کچھ کام ہے "وہ کہتے ہی تیزی سے کچن سے نکلا اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟ "رضا احمد نے حیرت سے پوچھا تھا۔

عمارہ ہنسنے لگی۔" آپ کو یاد ہے ایک بار علی بھائی نے کہا تھا کہ اس وقت محد بھائی پر ایک چڑیل حملہ آور ہوتی ہے؟ سمجھیں آج بھی وہی ہوا ہے "اس نے کہا تو فہد ہنسنے لگا۔

"بھائی سمجھتے ہیں کہ ہم بیوقوف ہیں۔یہ نہیں پتا کہ وہ خود کتنے بڑے بیوقوف ہیں۔ بھلا اب تو نکاح ہو چکا ہے،اب تھوڑی ماں ابو کچھ کہیں گے۔ہے ناں ماں؟ "فہد ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

" صحیح کہہ رہے ہو۔آج کل یہ روز اس وقت بہانے سے نکل جاتا ہے باہر "طاہرہ نے کہا

"لیکن بھائی خوش ہیں۔پہلے جیسے ہو گئے ہیں۔بیچ میں کافی عجیب ہو گئے تھے "عمارہ نے کہا تو فہد نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"عمارہ کھانے کے بعد اپنے کمرے میں جانے سے پہلے میری بات سننا "طاہرہ کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے اس سے کہنے لگی تو اس نے نا سمجھی کے عالم میں سر ہلا دیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تم ارمغان سے کچھ دور دور بھاگتی ہو۔نہ اس کے میسیج اور فون وغیرہ کا خوش ہو کر جواب دیتی ہو۔اور اس روز محد کے نکاح کے دن ارمغان سے کافی کچھی کچھی سی تھی عمارہ۔ایسے تو نہیں کرتے ناں بیٹا۔وہاں سب نے محسوس کیا تھا "رضا احمد اور فہد نے کچن سے چلے جانے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"ماں۔میں کچھی کچھی سی تھی؟میں کیا اس کے ساتھ جا کر بیٹھ جاتی؟کیا یہ مناسب ہوتا؟ "وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی

"میں نے یہ تھوڑی کہا۔لیکن خوش ہو کر ملا کر واس سے،اس کی فیملی سے۔آخر منگیتر ہے وہ تمہارا "وہ سمجھانے لگیں

"صرف وہ میرا منگیتر نہیں ہے ماں، میں بھی اس کی منگیتر ہوں۔آپ کو وہ نظر نہیں آیا کہ وہ کتنے پھیکے سے انداز میں آپ لوگوں سے مل رہا تھا؟ مجھے تو اس نے ایک نظر بھی نہیں دیکھا۔ اور آپ کہہ رہی ہیں کہ میں کچھی کچھی سی تھی؟اور کیا یہ منگنی کا معمولی رسمی رشتہ مجھے شرعی طور پر اجازت دیتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہر موقع پر گھُل مل جاؤں؟ "اسے ان کی بات پر حیرانی تھی،اور افسوس بھی۔ کہہ کر وہ ان کی بات سنے بغیر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

◇◇◇

"آج دیر نہیں لگادی؟ میں واپس جانے والی تھی "وہ تقریباً دوڑتا ہوا باہر واک کرتی زونیشہ کے قریب پہنچا تھا۔پہلے کئی دنوں سے اس کا یہی معمول تھا۔وہ واک کرنے آتی تو یہ اس سے ملنے چلا آتا تھا۔اسے آتا دیکھتے ہی زونیشہ کہنے لگی۔

"آسفؔ یاز وجتي "وہ پھولتی ہوئی سانس سے ساتھ بمشکل بولا۔اس نے اپنا ایک ہاتھ کمر کے پیچھے کر رکھا تھا۔

"کیا؟ "زونیشہ ناسمجھی کے عالم میں پوچھنے لگی۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ معافی چاہتا ہوں، اے میری زوجہ "اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو زونیشہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"معافی کی کیا ضرورت بھلا "وہ مسکرائی

"کیف حالک یا زوجتي (کیسی ہو اے میری زوجہ) "اس نے پوچھا

"انا بخیر (میں ٹھیک ہوں) "اس نے فخر سے اسے عربی میں ہی جواب دیا تھا تو محد ہنسنے لگا۔

"ہنس کیوں رہے ہو؟ یہی کہتے ہیں ناں جواب میں؟ "اس نے پوچھا

"ہاں یہی کہتے ہیں۔ ہنس نہیں رہا، اپنی بیوی کی ذہانت پر خوش ہو رہا ہوں "وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ تم نے بتایا نہیں کہ کہاں رہ گئے تھے؟ "

www.novelsclubb.com

"یار وہ آج ابو دیر سے آئے تھے۔تو کھانا بھی دیر سے کھایا ہم نے۔اس لئے دیر ہو گئی "وہ بتانے لگا۔پھر اس نے اپنی کمرے کے پیچھے کیا ہاتھ آگے کر دیا جس میں ایک گلاب کا پھول موجود تھا۔

"ارے یہ کہاں سے لے آئے اس وقت "وہ خوشی سے اسے دیکھنے لگی اور ہاتھ بڑھا کر گلاب تھام لیا۔

"مجھے آسمان سے عشق ہے۔لیکن تمہیں پتا ہے تم میں اور آسمان میں کیا فرق ہے "وہ پوچھ رہا تھا۔

"کیا فرق ہے؟ "اس نے ایک نظر آسمان پر ڈالی پھر اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی

"یہ فرق ہے کہ تم ہنستی ہو تو میں آسمان کو بھول جاتا ہوں "اس لمحے اس کی آنکھوں میں محبت کو دیکھا جا سکتا تھا۔زونیشہ اسے دیکھے گئی پھر جیسے اسے کچھ یاد آیا۔

"یہ۔۔۔یہ سطریں بھی کسی عربی شاعری سے نکالی ہوں گی تم نے۔ہے ناں؟ "اس نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا تو محد کا قہقہہ چھوٹا تھا۔

"ہاہاہاہاں۔عربی نظم کی سطریں ہیں "وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے پتا تھا۔میں جانتی تھی۔اتنا تو تمہیں جانتی ہوں میں محد رضا احمد "وہ منہ پھیر کر آگے بڑھ گئی۔محد اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"کتنا جانتی ہو مجھے؟ "وہ شوق سے پوچھنے لگا۔

"یہ پھول بھی کسی اور نے لا کر دیا ہو گا؟ "اس نے ہاتھ میں پکڑا گلاب اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا کر پوچھا۔

"جی نہیں۔یہ ابھی یہاں آتے ہوئے راستے میں ایک گھر کے باہر کیاری میں لگا ہوا تھا۔میں نے خود اپنے ان ہاتھوں سے توڑا ہے، خاص تمہارے لئے "اس نے زونیشہ کے آگے آ کر اس کا راستہ روکا تھا۔

"محد! شرم تو نہیں آئی تمہیں کسی کے گھر سے گلاب توڑتے ہوئے وہ بھی بغیر اجازت کے " زونیشہ نے اسے آنکھیں دکھائیں

"اجازت کس بات کی۔اگر انہیں گلاب سنبھال کر رکھنے ہوتے تو گھر کے باہر کیاری میں تھوڑی لگاتے۔باہر لگے ہونے کا مطلب کہ جو چاہے لے جائے "اس نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بات بھی ٹھیک ہے۔کتنا پیارا ہے ناں یہ اور کتنی پیاری خوشبو ہے اس کی "اس نے خود سونگھ کر گلاب محد کے چہرے کے اگے کیا تھا۔

"ہاں۔پیاری تازہ گلاب کی خوشبو۔تمہیں پسند ہے ناں؟ "وہ پوچھ رہا تھا

"تمہیں کیسے پتا؟ "زونیشہ نے حیرت سے اسے دیکھا،" یہ تو میں نے عمارہ کو بھی نہیں بتایا "

"یار زونیشہ۔اب میں تمہاری ہر بات عمارہ سے تھوڑی پوچھتا پھروں گا "اسے برا لگا تھا

"ہاہاہا۔پھر؟ کیسے پتا؟ "وہ ہنسی

"نکاح والے دن میں نے تمہیں دیکھا تھا۔ تم اتنے شوق سے اپنے ہاتھوں میں پہنے سرخ گلاب کے گجروں کو دیکھ رہی تھی اور بار بار سونگھ رہی تھی "

"یہ کہاں کہاں سے چھپ چھپ کر مجھے دیکھتے رہے تم؟ "وہ ایک بار پھر حیران ہوئی تھی۔

"کھڑکی سے "وہ ہنسا تھا، میرا مطلب ہے آمنہ خالہ کے لاؤنج کی کھڑکی سے۔ لیکن دیکھو، میں نے آج تک کبھی کسی کے لئے ایسے گلاب نہیں توڑے، نا ہی کسی کو ایسے کبھی دیکھا ہے "وہ جتا رہا تھا۔ اسے اس کے سامنے اپنی محبت جتانے میں مزہ آتا تھا۔

"جھوٹے! یہ دوسری بات تو جھوٹ ہے۔ پکا جھوٹ ہے "

"کہاں سے جھوٹ ہے یار۔ سو فیصد سچ کہہ رہا ہوں میں "

"اچھا؟ نہیں دیکھا کبھی کسی لڑکی کو ایسے "وہ پوچھ رہی تھی۔

محد نے پورے اعتماد سے سر نفی میں ہلا دیا

"اچھا!؟ اتنے شریف لگتے تو نہیں ہو شکل سے "وہ اسے ابھی نہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ کوئی بات جانتی ہے۔

"کیوں؟میری شکل کو کیا ہے؟اتنا خوش شکل تو ہوں "وہ دوبارہ اس کے سامنے آکر اس کا راستہ روکے کھڑا ہو گیا۔" دیکھو مجھے "

زونیشہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ہلکی بھوری آنکھیں، باریک اونچی ناک، چہرے پر داڑھی کے نام پر ہلکا سا خط۔وہ کتنا دلفریب تھا، اس احساس نے اس کے دل کی دھڑکن تیز کی تھی۔

"بتاؤ ناں "محد اس کے سامنے کھل کر بات کر لیا کرتا تھا۔شاید اس لئے کہ وہ اس کے ساتھ شرعی رشتے میں جُڑی ہوئی تھی۔

ہاں ہاں شکل سے شریف لگتے ہو محد اللہ نے بہت پیارا بنایا ہے تمہیں، خاصے ہینڈسم ہو "اس نے برملا اعتراف کر لیا تاکہ محد اس کے سامنے سے ہٹ جائے اور اس کے دل کی دھڑکن بحال ہو جائے۔ محد اس کے جواب پر مسکرا کر دوبارہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"چلو شکر ہے کہ میری بیوی نے مجھے آج ہینڈسم تو تسلیم کیا "وہ خوشی سے چہکا تھا۔اس نے اس کے ساتھ چلتے چلتے اس کا ہاتھ تھام لیا۔کیا کسی لڑکی کا ہاتھ تھامنا اس کے لئے اتنا آسان بھی

ہو سکتا تھا؟ہاں،اس کی شریکِ حیات کا! جس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس کا دل مسرور تھا اور روح پر سکون۔زونیشہ نے لمحہ بھر کو مسکرا کر اسے دیکھا، پھر اسے ہاتھ تھامنے دیا تھا۔وہ بھی جواباً مسکرایا تھا۔اسے اس وقت کچھ دن پہلے پڑھی ایک عربی نظم یاد آنے لگی۔

"تم میرا نام نہیں جانتے؟

یہ طلوع ہوتا ہے اس کی مسکان سے

اور اس کی ہنسی پر غروب ہوتا ہے

اور ان کے درمیان

وہ سبھی لمحے ہیں

جب اس کے ہاتھ میرے ہاتھوں سے ملے

میرا نام ایک کہانی ہے

www.novelsclubb.com

ہر اس وقت کی جب میں نے دیکھا

اس کی آنکھوں میں

اور سوچا

کہ اس سے ملاقات سے پہلے

میرا یہ دل ادھورا تھا

اور اب

اس کی موجودگی میں

یہ مکمل ہے !

جگمگاتا ہے، چمکتا ہے"!

)نظم: 'اتعرف اسمی؟'-شاعر: السید ہاشم المحفوظ (

www.novelsclubb.com

"ہاں لیکن مجھے ہینڈسم لڑکوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے "سچ اگلوائے بغیر وہ اتنی آسانی سے خوش ہونے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"اتنی شریف لگتی تو نہیں ہو۔۔۔شکل سے "محد نے اس کی نقل کرتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔

"اور تم بہت بڑے جھوٹے ہو "

"تم مجھ پر اعتبار ہی نہیں کرتی "محد نے ناراض ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے منہ بنایا۔

"اچھا پھر بتاؤ زرا! یہاں کھڑکی سے کس کو دیکھتے تھے جس کے پیچھے بھی گئے تھے؟"اس نے سڑک کے دوسری طرف کھڑے ہو کر اس جانب موجود محد کے کمرے کی نظر آتی کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟ یہ اس دن فہد نے بتایا تھا نا؟ "وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔

"میں نے خود سنا تھا تمہیں فون پر کسی کو بتاتے ہوئے ہسپتال میں "اس نے محد کو گھورا۔ محد کو اس کی بات سمجھنے میں تھوڑا وقت لگا تھا۔ پھر یاد آنے پر وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"دیکھو تمہارا جھوٹ پکڑا گیا ہے۔اب صاف صاف بتاؤ مجھے۔کیا وہ ہانیہ تھی؟ یا کوئی اور بھی تھی تمہاری زندگی میں؟ "وہ اسے مسلسل گھورتے ہوئے پوچھ رہی تھی جبکہ محد مسلسل ہنس رہا تھا۔

"وہ تم تھی پاگل "اس نے ہنسی روک کر بمشکل کہا۔

"کیا مطلب؟ "

"زونیشہ وہ تم تھی۔تم یہاں اکثر واک کرنے آتی تھی اور میری کھڑکی سے دکھائی دیتی تھی " وہ اسے تفصیل سے بتانے لگا۔

"اف۔کیا واقعی وہ تم تھے؟ جس نے میرا پیچھا کیا تھا؟ مجھے علیشہ یونہی ذرا مے باز کہہ رہی تھی کہ مجھے وہم ہوتے ہیں۔جبکہ وہ وہم نہیں تھا، حقیقت تھی "اسے سب یاد آیا،" تم کیسے جاسوس بن کر میرا پیچھا کرتے رہے "اس نے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تھا۔محد نے خطرہ بھانپ کر،ہنستے ہوئے فوراً آگے کی طرف دوڑ لگا دی۔

"آج تم نہیں بچو گے میرے ہاتھوں سے "زونیشہ اس کے پیچھے بھاگی تھی

◇◇◇

"عمارہ آؤ تمہیں ایک چیز دکھاؤں "

فہد اپنی عادت کے مطابق اچانک ہی اس کے کمرے میں آدھمکا تھا۔

"تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ اندر آنے سے پہلے دروازے پر دستک دیا کرو فہد "عمارہ نے اسے غصے سے دیکھا۔

"اچھا دے دوں گا۔ابھی چلو تمہیں ایک چیز دکھاتا ہوں "وہ آگے آکر اس کا بازو کھینچتے ہوئے بولا۔

"اچھا نا آرہی ہوں، کیا جلدی ہے؟ "اس نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جلدی آؤ، وہ چلے جائیں گے "

"کون؟ "عمارہ نے پوچھا مگر فہد اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے محد کے کمرے میں لے گیا۔جہاں کھڑکی سے سڑک کے دوسری طرف کھڑے وہ دونوں دکھائی دے رہے تھے۔

"ان کو دیکھو زرا۔کتنے تیز ہو گئے ہیں یہ نکاح کے بعد "عمارہ نے کھڑکی کے شیشے سے سر لگائے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

"فہد ان کی پکچر لو زرا، آج رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔اب تو انہیں ہم ایسے نہیں جانے دیں گے "عمارہ کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

فہد نے فوراً پینٹ کی جیب سے موبائل نکالا اور ان کی تصویر بنانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد زونیشہ محد کے پیچھے بھاگتی دکھائی دی تھی تو ان دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"لگتا ہے بھائی کا کوئی جھوٹ پکڑا گیا ہے "فہد نے کہا تو عمارہ نے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

"آؤ یہ ثبوت ماں حضور کی عدالت میں پیش کرتے ہیں "عمارہ نے کہا تو ان دونوں نے طاہرہ کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد محد گھر لوٹا تو لاؤنج میں ان تینوں کو اپنا منتظر پایا۔وہ تینوں اسی کو گھور رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہیں ایسے؟ خیریت؟ "اس نے پوچھا

"کہاں گئے تھے؟ "طاہرہ پوچھ رہی تھیں۔ اس نے جواب دینے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ طاہرہ نے ہاتھ سے اسے روکا۔

"اب اگر تم یہ کہو گے کہ ایک کام سے گئے تھے تو ہم جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔سچ بتاؤ " طاہرہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھیں۔

"میں۔۔۔اپنی زوجہ سے ملنے گیا تھا "اس نے لمحہ بھر سوچ کر جواب دیا۔اس کا جواب سنتے ہی ان تینوں کے قہقہے لاؤنج میں گونجے تھے

"تو بیوقوف لڑکے !اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟ "طاہرہ نے ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر اس کے سر پر چپت لگائی۔

"اگر آپ جھوٹ بولتے تو ہمارے پاس آپ کے خلاف ثبوت بھی تھا "عمارہ نے موبائل پر کی گئی وہ تصویر محد کی آنکھوں کے سامنے کر دی،" بتائیں زرا یہ کون ہے؟ "

"یہ آپ سب ہماری جاسوسی کر رہے تھے؟ "اس نے تصویر دیکھ کر انہیں حیرت سے دیکھا۔

"ہم جاسوسی نہیں کر رہے تھے، تم مجرموں والی حرکتیں کرتے ہو "طاہرہ کہہ رہی تھیں۔

"دراصل بھائی کو نکاح کے باوجود چھپ چھپ کر محبت میں لطف آتا ہے "فہد نے لقمہ دیا۔

"تم تو چپ کرو بے شرم، مزے لیتے رہتے ہو "عمارہ نے اس کی کمر پر ہاتھ مار کر اسے چپ کروایا تھا۔

"اے بہن! مارتی کیوں ہو۔ہاتھ چلائے بغیر بھی زبان چل سکتی ہے، کبھی ٹرائے کرنا "فہد نے درد سے کراہنے کی اداکاری کرتے ہوئے اپنی کمر پر ہاتھ پھیرا۔

"محد بھائی صبح ہسپتال سے چھٹی لے لیں پلیز۔اتوار ہے، ہم سب کہیں چلیں گے۔زونیشہ کو ساتھ لے کر "عمارہ کہہ رہی تھی،" آپ کیا کہتی ہیں ماں؟ "

"بالکل ضرور جاؤ۔وقت پر جانا اور وقت پر واپس آنا۔زیادہ دیر نہیں لگنی چاہیئے "طاہرہ نے انہیں تاکید کی اور سونے کے ارادے سے وہاں سے اٹھ آئیں۔

"بھائی؟آپ کا کیا خیال ہے؟ "عمارہ اب محد سے پوچھ رہی تھی۔

"چھٹی تو نہیں کر سکتا۔البتہ کل زرا جلدی آجاؤں گا۔لیکن جانا کہاں ہے؟ "محد نے سوچتے ہوئے کہا۔

"فیصل مسجد؟ "فہد نے آپشن دیا۔

"نہیں۔لیک ویو پارک چلیں؟ "عمارہ نے پوچھا

"ہاں۔لیک ویو چلتے ہیں۔زونیشہ کو جھیلیں پسند ہیں "محد نے کہا تھا،" میں زونیشہ کو بتا دیتا ہوں پھر "وہ جیب سے موبائل نکالتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا

◇◇◇

"دیکھیں فردان ساحر صاحب۔میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں آپ کی کمپنی کے ساتھ دوبارہ کام نہیں کرنا چاہتا "علی صاف صاف کہہ رہا تھا۔اس نے آج آخری بار ڈیل کے اختتام پر فردان کو اپنے آفس بلایا تھا۔

"لیکن یہ آفر آپ کے لئے بہت منافع بخش ثابت ہو گی۔اور پھر ہماری پچھلے تین چار ماہ میں لانچ ہونے والی نئی پراڈکس آپ ہی کے زریعے مارکیٹ میں متعارف ہوئیں ہیں اور ہمیں

بہترین نتائج مل رہے ہیں۔ منافع بھی دگنا ہوا ہے۔اس لئے ہم آپ کے ساتھ مزید کام کرنا چاہتے ہیں "فردان بضد تھا،" آپ مجھے اگر مزید ساتھ کام نہ کرنے کی وجہ بتادیں گے تو ---"

"وجہ جاننا چاہتے ہیں تو سنیں۔آپ کے یہ نئے وزن کم کرنے کے سیرپ اور وٹامن اینڈ پروٹین جوس کے اجزاء میں چند حرام اجزاء شامل ہیں۔اور آپ نے ان اجزاء کا ذکر اجزاء کی فہرست میں نہیں کیا ہوا۔ بھلے آپ کے کسٹمرز کو وقتی طور پر ان مشروبات سے فائدہ مل رہا ہو، مگر میں حلال کا لیبل لگا کر یہ پراڈکس نہیں بیچ سکتا۔اگر مجھے پہلے سے علم ہو جاتا تو میں آپ کے ساتھ ڈیل سائن ہی نہ کرتا۔ مگر افسوس کہ مجھے یہ مشروبات فوڈ لیب میں ٹیسٹ کروانے کا خیال بہت دیر بعد آیا "علی اسے وضاحت سے بتا رہا تھا۔جسے سن کر فردان کے چہرے کے تاثرات میں غیر معمولی فرق آیا تھا گویا اسے علی کی بات بری لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ارے علی احمد صاحب آپ اتنی سی بات پر کچھ زیادہ ہی ردِ عمل دکھا رہے ہیں۔ان مشروبات میں حرام اجزاء کی بہت ہی معمولی سی مقدار موجود ہے،اس سے کیا فرق پڑتا ہے "وہ عام سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تو پھر آپ ان پراڈکس سے یہ حلال کا ٹیگ ہٹا دیں اور اجزاء کی فہرست میں حرام اجزاء کا نام بھی شامل کریں "علی نے بھی اسی کے انداز میں کہا تھا۔

"یہ ڈیل کے اختتام پذیر ہو جانے کے کاغذات ہیں۔ابھی آپ شکر منائیں کہ میں نے آپ کے خلاف ایف آئی آر درج نہیں کروائی ورنہ آپ کے اس غیر قانونی کام پر پورا کیس بنتا ہے۔میں آپ کے ساتھ مزید کام نہیں کرنا چاہتا۔ آپ جا سکتے ہیں پلیز"

www.novelsclubb.com

علی نے مضبوط ارادے سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دوٹوک کہا تھا۔فردان جواب میں کچھ کہے بغیر بغور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھنے لگا۔چند لمحے یونہی دیکھتے رہنے کے بعد اس نے چٹکی بجائی تھی۔علی کو ایک لمحے کے لئے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس مگر پھر وہ فوراً سنبھل گیا۔

"آپ نے سنا نہیں فردان ساحر کہ میں نے کیا کہا؟ "علی نے دوبارہ کہا۔تو فردان نے چونک کر اسے دیکھا۔پھر بادل ناخواستہ اپنے دانت چباتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے جانے کے بعد علی نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ پھر اپنا موبائل اٹھا کر خولہ کا نمبر ملانے لگا۔

"بھابھی آپ کا شک صحیح نکلا۔آج ہی فوڈ لیب کی رپورٹ آئی ہے اور ان مشروبات میں حرام اجزاء شامل ہیں "وہ کہہ رہا تھا۔" لیکن اپ کو کیسے شک ہوا؟ "

"دیکھو علی جیسے تم مجھے بتا رہے تھے کہ اس آدمی کا تعلق برما سے ہے اور یہ پراڈکس راولپنڈی کی مارکیٹ میں پہلی بار متعارف ہونے جا رہے ہیں۔مجھے تبھی شک ہوا کہ اس نے ان پراڈکس کی کہیں پبلیسٹی نہیں کی تو ہو سکتا ہے کہ ان میں کچھ گڑبڑ ہو۔اور ہیزل کا سمیٹکس برما میں تو خاصی مشہور ہے مگر پاکستان میں اتنی خاص نہیں چلتی۔تم خود بھی تو اپنا دماغ استعمال کیا کرو نا "خولہ کہہ رہی تھی

"بھابھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنی بڑی کمپنی ایسے غیر قانونی کام کر سکتی ہے "وہ ابھی تک حیران تھا۔

"اچھا اب آزر کو ضرور بتانا تاکہ وہ مزید تفتیش کر لیں اس حوالے سے۔آج کل پاکستان میں ایسی کئی کمپنیاں اسی غیر قانونی طریقے سے کما رہی ہیں۔شکر کرو کہ وقت پر علم ہو گیا اس سارے معاملے کا۔ورنہ اتنے منافع سے تم جتنے خوش تھے، تم تو آنکھیں بند کر کے اس کے ساتھ مزید ڈیل سائن کر بیٹھتے "خولہ اسے سمجھانے لگی۔

خولہ سے بات کر کے اس نے آزر کا نمبر ملایا تھا۔

◇◇◇

4نومبر 2018

www.novelsclubb.com

آج موسم خاصا خوشگوار تھا۔آسمان کی چھت کو سفید اور سرمئی بادلوں نے ڈھکا ہوا تھا جن کے پیچھے سے سورج آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ فضا میں کہیں قریب میں ہوئی بارش کی خوشبو بکھری ہوئی تھی۔نومبر کی آمد پر گرمی الوداع کہہ گئی تھی اسی لئے ہوا خاصی ٹھنڈی لگ رہی تھی۔ اسلام آباد کے لیک ویو پارک میں ہر اتوار کے دن کی طرح آج بھی لوگوں کا خوب ہجوم تھا۔

پارک میں کسی جگہ ہاتھ میں بندر کی رسی تھامے ایک شخص ڈگڈگی پر بندر نچا رہا تھا۔دوسری طرف چند لوگ دری بچھائے بیٹھے ڈھول اور بانسری سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے۔قریب ہی کچھ لوگ گھوڑے پر سواری کر رہے تھے۔جگہ جگہ بیٹھنے کے لئے بینچ بھی موجود تھے۔وہ چاروں اس جگہ کی رونق میں سے باتیں کرتے کرتے گزر رہے تھے۔

راول جھیل کے کناروں پر موجود کشتیوں میں بیٹھنے کے لئے لوگ اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔چند کشتیاں جھیل کے وسط میں چلتی دکھائی دے رہی تھیں۔ جھیل کے پانی کا رنگ کہیں سے گہرا سبز اور کہیں سے گہرا نیلا دکھائی دیتا تھا۔ جھیل کے اس پار مارگلہ کی سبز پہاڑیاں دکھائی پڑتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"کشتی میں بیٹھیں؟ "فہد کشتیاں دیکھتے ہی چہکا

"ہاں تاکہ پچھلی بار کی طرح تم عین جھیل کے بیچ جا کر چیخنے لگو کہ ہائے اللہ مجھے ڈر لگ رہا ہے "عمارہ نے آخری جملہ کہتے ہوئے اپنے منہ کے زاویئے بنائے تو زونیشہ ہنسنے لگی۔

"اوہو یار تب میں چھوٹا تھا۔ ویسے ہم کتنے عرصے بعد یہاں آئے ہیں، ہیں ناں "فہد کہہ رہا تھا۔

"چلو پھر کشتی پر بیٹھتے ہیں۔ میرا ووٹ فہد کے ساتھ "زونیشہ نے ہاتھ کھڑا کیا تھا۔

"بھئی میرا ووٹ زونیشہ کے ساتھ ہے "محد کہہ رہا تھا۔

"مجھے پتہ تھا۔ شادی کے بعد بھائی لوگ بدل جاتے ہیں "عمارہ نے ناراض ہونے کی اداکاری کی اور خود کشتیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"اب بیٹھنا ہے تو آؤ نا "اس نے مڑ کر انہیں پکارا تھا۔

"زونیشہ بھابھی آپ کبھی کشتی پر بیٹھی ہیں؟ "فہد ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ زونیشہ نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"اوہ پھر تو آپ کشتی میں بیٹھنے سے پہلے یہ جان لیں کہ اس جھیل کی گہرائی اکتیس میٹر ہے۔ یعنی پورے ایک سو دو فٹ۔ یعنی آپ کے پانچ فٹ چار انچ کے قد سے کئی گنا زیادہ۔ سوچیں اگر ہم ڈوب گئے تو "فہد اس کو ڈرانے کی مکمل تیاری کے ساتھ آیا تھا۔

"فہد انسان بنو۔ کیوں ڈرا رہے ہو۔ زونیشہ کچھ نہیں ہو گا۔ تم بس یہاں کے مناظر دیکھو۔ جھیل کی گہرائی نہیں "محد نے اسے تسلی دی۔

"میں تو سچ بتا رہا ہوں۔ ڈرا تھوڑی رہا ہوں "فہد نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ کشتیوں کے پاس پہنچ چکے تھے۔ محد نے خود کشتی پہ چڑھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا جسے اس نے فوراً تھام کر کشتی میں پاؤں رکھ دیا۔

"کشتی میں بیٹھنا بھی ایک ایڈونچر ہے، اور اگر آپ پہلی بار بیٹھ رہے ہوں تو مزہ اور بھی دوبالا ہو جاتا ہے "محد کہہ رہا تھا۔

"فہد وہ دیکھو سورج۔ کتنا حسین لگ رہا ہے "عمارہ نے گردن موڑ کر شام کے زرد پڑتے سورج کو دیکھ کر کہا جس کے چاروں طرف سفید بادلوں نے گھیرا بنا رکھا تھا۔

"ہاں۔ بالکل فرائی انڈے کی زردی کی طرح "فہد نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو عمارہ نے مڑ کر اسے گھورا جبکہ زونیشہ اور محد کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اس سے فضول مثال نہیں ملی تھی تمہیں؟ "عمارہ بولی

"اتنی بہترین مثال دی ہے۔دیکھو تو سہی، یہ بادل انڈے کی سفیدی اور بیچ میں سورج زردی۔ پورا فُل فرائڈ ایگ ہے "فہد اپنی مثال کو سورج پر اتارتے ہوئے ہاتھ سے سورج کی طرف اشارہ کر کے سمجھا رہا تھا۔

"مثال تو واقعی پوری اتر رہی ہے "عمارہ نے دوبارہ سورج کو دیکھتے ہوئے کہا۔زونیشہ بھی سورج کے جھیل کے پانی میں اترتے عکس کو دیکھ رہی تھی۔

اسی لمحے محد نے ہاتھ کشتی سے نیچے لٹکا کر تھوڑا سا پانی لیا اور اپنے سامنے بیٹھی زونیشہ پر اچھال دیا۔پانی کے چھینٹے زونیشہ اور عمارہ دونوں پر پڑے تھے۔

"محد "!

"محد بھائی "

وہ دونوں یک بیک بولی تھیں۔

"یہ مزے کا کام ہے بھائی "فہد کو تو ایک نئی شرارت مل گئی تھی۔اس سے پہلے کے فہد پانی عمارہ کی طرف اچھالتا،ان دونوں نے پانی محد اور فہد کی طرف اچھال دیا۔

www.novelsclubb.com

"اتنی ٹھنڈی ہوا ہے اور میرا پورا عبایہ بھیگ گیا ہے "کشتی سے اتر کر عمارہ نے اپنا عبایہ جھاڑا۔

"ہاں لیکن مزہ آیا "زونیشہ کہہ رہی تھی۔

"آؤ یہاں بینچ پر بیٹھ کر خشک کر لیتے ہیں "محد نے قریبی بینچ کی طرف اشارہ کیا تو وہ چاروں اسی طرف چل دیئے۔

بینچ جھیل کے آس پاس لگی جالی کے ساتھ تھا۔ زونیشہ بیٹھنے کی بجائے وہیں جالی کے ساتھ آ کھڑی ہوئی اور جھیل کے پانی میں سورج کی کرنوں کے چمکتے رنگوں کو دیکھنے لگی۔ محد بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"پانی میں ڈوبتے سورج کا عکس مجھے بہت فیسینیٹ کرتا ہے (دل موہ لیتا ہے) "وہ کہہ رہی تھی

"بھائی ہم کھانا کسی ریسٹورنٹ میں کھائیں؟ "فہد نے اسے آواز دی

"نہیں۔ باہر کسی فوڈ اسٹریٹ سے کھائیں گے "عمارہ نے صاف منع کر دیا۔

www.novelsclubb.com

"تم سے مشورہ تو نہیں مانگا ہم نے "فہد لڑائی کے پورے موڈ میں تھا۔

"تم سے کس نے مانگا مشورہ، یہ بتاؤ زرا؟ "عمارہ بھی مقابلے پر لڑنے کو تیار رہتی تھی۔

"زونیشہ "محد نے ان دونوں کو لڑتا دیکھ کر اس کو سرگوشی میں پکارا۔

"یہ دونوں تو لڑتے رہیں گے۔ تمہیں سورج اس سے بھی حسین جگہ سے دیکھنا ہے؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔ زونیشہ نے اثبات میں سر ہلایا تو محد نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔

"تو پھر بھاگو "اس نے کہا تو زونیشہ نے جھٹ سے اس کا ہاتھ تھاما اور ان دونوں نے ایک طرف کو دوڑ لگا دی۔

"ارے۔ کہاں جا رہے ہیں آپ لوگ؟ "وہ دونوں انہیں بھاگتا دیکھ کر ایک ساتھ چِلائے تھے۔ مگر وہ کہاں رکنے والے تھے۔

"ہم جا کہاں رہے ہیں؟ "زونیشہ نے بھاگتے بھاگتے پوچھا۔

"راول دیم۔ یہاں قریب ہی ہے "وہ دونوں پارک کی حدود سے نکل آئے تھے۔اور ڈیم کی طرف جاتے راستے پر چلنے لگے تھے۔

وہ لگ بھگ پندرہ بیس منٹ چلتے رہے، پھر ڈیم کی حدود میں داخل ہو گئے۔ محد اس کا ہاتھ تھامے اسے ڈیم دکھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ڈیم کے آخری حصے پر جھونپڑی نما چھت بنائی گئی تھی۔اس حصے پر کھڑے ہو کر دور تک پھیلا راول جھیل کا پانی دیکھا جا سکتا تھا۔جو مارگلہ کی پہاڑیوں کے ساتھ ملتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔پہاڑوں کے عین اوپر سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ محد اسے ساتھ لئے وہیں پہنچ گیا۔

"یہ کتنی خوبصورت جگہ ہے "زونیشہ چاروں طرف لگی جالی کے قریب آکر سامنے کے منظر میں کھونے لگی۔

"ہم ان دونوں کو بھی ساتھ لے آتے "وہ کہنے لگی۔

"وہ لڑ لڑ کر تھک جائیں گے تو آجائیں گے۔عمارہ کو سمجھ آجائے گی کہ ہم کہاں ہیں "اس نے کہا تو وہ ہنس دی اور دوبارہ سورج کی طرف متوجہ ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"میری ڈائری میرے پاس ہوتی تو میں یہاں اس جگہ بیٹھ کر کچھ لکھتی۔بہت پر سکون احساس ہے اس جگہ کا۔ہلکی ہلکی ہوا اور چلتے ہوئے پانی کا یہ شور، سورج کی آخری کرنوں کی نرم سی چمک!ایک مکمل منظر ہے یہ۔ "اس نے ایک آہ بھری تھی۔

محد اس کے قریب کھڑا اسے دیکھنے لگا۔پھر سامنے دیکھتے ہوئے اسے زونیشہ کی ڈائری سے پڑھی ایک نظم یاد آگئی۔وہ زونیشہ کو دیکھ کر کھنکھارا۔پھر مسکراتے ہوئے نگاہ سامنے پانی پر مرکوز کر لیں۔

"سرِ شام، ڈھلتی چھاؤں

جھیل کنارے، ننگے پاؤں

تمہاری یاد میں ہم گنگنایا کرتے ہیں "وہ کہہ رہا تھا اور زونیشہ آنکھیں پھیلائے منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم سے مل کر، تم سا ہو کر

تمہاری باتیں، تم میں کھو کر

www.novelsclubb.com

پانی میں اترے سورج کو بتلایا کرتے ہیں "اس نے نظم کہہ کر زونیشہ کو دیکھا اور پھر اس کی حیرت زدہ صورت دیکھ کر ہنس دیا۔

"یہ نظم کہاں سے ملی تمہیں؟ میرا مطلب ہے کہ تمہیں یہ نظم کیسے آتی ہے؟ یہ تو میں نے اپنی ڈائری میں لکھی تھی اور۔۔۔ایک منٹ۔۔۔ کہیں؟ "زونیشہ ذہن میں آتے سوال پوچھتے پوچھتے خود ہی جس نتیجے پر پہنچی تھی، اس کی تصدیق کے لئے سوالیہ نظروں سے محد کو دیکھنے لگی۔

"ہاں جی بالکل۔ وہ ڈائری میرے پاس ہے "محد بڑے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن۔۔۔کیسے؟ وہ تمہارے پاس کیسے آئی؟ "

"تم نے اپنے فیسبک پیج پر کافی عرصے سے کوئی نئی تحریر نہیں لکھی؟ "اس نے زونیشہ کے سوال کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ زونیشہ کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔ وہ اسے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ حیران کر رہا تھا۔'کیا وہ فیسبک پیج کے بارے میں بھی جانتا تھا' اس نے سوچا

"تم کیا میری جاسوسی کرتے رہے ہو؟ "وہ پوچھ رہی تھی اور وہ ہنس رہا تھا۔

"محد میں یہ دانت توڑ دوں گی تمہارے "

"کوئی بات نہیں۔ میں جوڑ لوں گا۔ آخر شوہر کے دانت ساز ہونے کا بیوی کو اتنا فائدہ تو ہو "وہ اطمینان یہ کہہ رہا تھا۔

"بتاؤ میری ڈائری تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ اور تم نے مجھ سے پوچھے بغیر پڑھی کیسے"

"تم خود چھوڑ گئی تھی میرے کمرے کے دروازے پر "

"میں؟ ایسا نہیں ہو سکتا "

"ایسا ہی ہے۔ یاد کرو اس دن جب لالٹین ٹوٹی تھی "محد کے یاد دلانے پر اسے یاد آ گیا تو اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"لیکن تم نے وہ پڑھی کیوں؟ میری اجازت کے بغیر "

"یار وہ ایک صفحے پر نظر پڑی تو تمہاری تحریر سے پتا چلا کہ تم وہی زونہ ہو جس کی تحریریں میں فیس بک سے پڑھا کرتا تھا۔بس پھر رہا نہیں گیا اور۔۔۔ "اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اور؟ "وہ پوچھ رہی تھی

"اور میں نے پوری ڈائری پڑھ ڈالی "

"محد کتنے برے ہو تم۔ایسے کسی کی ڈائری نہیں پڑھتے،اتنا بھی اخلاقیات کا نہیں پتہ تمہیں؟ "اسے واقعی برا لگا تھا۔اس نے منہ دوسری جانب پھیر لیا۔

"اچھا زونیشہ سوری "اسے ناراض ہوتا دیکھ کر محد کہنے لگا۔زونیشہ مکمل نظر انداز کیے کھڑی تھی۔

"آسفٌ یا زوجتي "اس نے کہا

"ہاں بس یہی ایک عربی کا جملہ رٹ لیا ہے تم نے "وہ خفگی سے کہہ رہی تھی۔اسے واقعی برا لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں۔اور بھی بہت سے جملے آتے ہیں مجھے "وہ فخر سے سینہ تان کر کہنے لگا۔

"اچھا؟مثلاً؟ "

"جیسے کہ۔۔۔اِسمی محمد...اِسمُ والدي رضا احمد...أسكن في اسلام آباد "وہ کہہ رہا تھا۔

"بس۔اتنا ہی؟ "زونیشہ نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا

"هذه المدينة تعجبني جِداً(یہ شہر مجھے بہت پسند ہے "(

زونیشہ اسے نظر انداز کرنے کی اداکاری کرتے ہوئے پہاڑوں کے پیچھے ڈوبتے آدھے نظر آتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔

"انا مع زوجتي(میں اپنی بیوی کے ساتھ ہوں) "

"انا بحبك يا زوجتي "وہ کہہ کر اسے دیکھنے لگا۔

"انا بحبك يا زوجتي "اس نے دوبارہ کہا۔زونیشہ نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟ "وہ جاننا چاہتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"نہیں بتاؤں گا "اس نے کہااور وہاں سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"محد!اس کا مطلب بتاؤ مجھے "!وہ اس کے پیچھے لپکی مگر محد نے اپنی رفتار بڑھادی

"جلدی چلواندھیرا ہو جائے گا۔ "محد اس سے آگے بھاگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم کیا ساری عمر مجھے یونہی اپنے پیچھے بھگاتے رہو گے؟ "وہ اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی تقریبا چلائی تھی۔

"میرا ارادہ تو یہی ہے "وہ ہنسا، " لڑکی! کھانا کہاں کھاؤ گی؟ "وہ پوچھ رہا تھا

"پہلے مجھے مطلب بتاؤ محد کے بچے "اس کی سانس پھولنے لگی۔ محد نے اپنی رفتار آہستہ کر دی۔اور اسے دیکھتے ہوئے الٹے قدم چلنے لگا۔

"میرے بچے؟ کہاں ہیں؟ میرے پاس تو نہیں ہیں "اس نے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر خالی ہاتھ باہر نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔زونیشہ کی نظر اس کے پیچھے سے آتے عمارہ اور فہد پر پڑی تھی۔

"فہد! اپنے بھائی کو پکڑو۔ یہ بھاگنے نہ پائے "وہ چلائی۔

فہد اور عمارہ فوراً محد کو پکڑنے اس کی طرف لپکے تھے

◇◇◇

لیک ویو سے واپسی پر وہ لوگ زونیشہ کو گھر تک چھوڑنے گئے تو آمنہ خالہ نے انہیں وہیں روک لیا۔ فہد تو سیدھا احسان خالو کے کمرے میں جا گھُسا تھا۔ جبکہ محد اور عمارہ کو ماما کے پاس لاؤنج میں بٹھا کر وہ کچن میں چلی آئی۔

"خالہ۔ چائے بناؤں کیا؟ "وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔

"دیکھ لو، ان سے پوچھ لو ناں کہ کیا پینا چاہیں گے "خالہ اسے مشورہ دے کر خالو کی چائے لئے کمرے کی طرف چل دیں۔ وہ کچن سے نکل کر لاؤنج میں آئی تھی۔

"عمارہ چائے بنالوں یا ملک شیک وغیرہ کا موڈ ہے؟ اس نے پوچھا۔

"میں تو کچھ نہیں لوں گی زونیشہ۔ پیٹ بہت فُل ہے "اس نے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"محد! آپ کیا پیئیں گے؟اس نے پوچھا تو محد نے چونک کر اسے دیکھا۔'سب کے سامنے اتنا احترام؟'وہ دل ہی دل میں مسکرایا۔

"جو آپ پیئیں گی "اس نے لفظ 'آپ 'پر زور ڈالتے ہوئے شرارتاً کہا تھا۔زونیشہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔عمارہ نے کھنکھار کر انہیں وہاں اپنی اور فاطمہ کی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

"بیٹا تھوڑی تھوڑی چائے تو سبھی پی لیں گے۔تم بنالو "فاطمہ نے اس کی مشکل آسان کی تھی۔

ان کے وہاں سے جاتے ہی وہ موبائل کھول کر بیٹھ گئی کہ اسے مطلب جاننا تھا جو اس کے ہزار بار پوچھنے پر بھی محد نے نہیں بتایا تھا۔ سو وہ گوگل کرنے لگی۔

"انا بَحِبّک یا زوجتي "

"مجھے تم سے محبت ہے اے میری زوجہ "اس نے زیرِ لب دہرایا اور مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔پھر وہ کسی جملے کا عربی ترجمہ تلاش کرنے لگی

"لایمکنک تخیل کم أحبک) "تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں(

"أنت الجزء الأهم في حياتي) "تم میری زندگی کا اہم ترین حصہ ہو(

اس نے پیغام محد کے نام بھیج دیا۔اگلے لمحے محد نے اسے دل بنا کر بھیجا تھا۔

اگلی صبح وہ سو رہی تھی جب اس کا فون مسلسل بجنے لگا۔اس نے نیند سے بھری ہوئی آنکھوں سے بمشکل نام پڑھا۔ محد کا فون تھا۔

"اتنی صبح صبح؟ "اس نے سوچا اور فون موصول کر لیا

"کب سے کال کر رہا ہوں تمہیں "فون ملتے ہی وہ بولنے لگا

"کیا ہو گیا ہے؟ خیریت ہے نا؟ میں سو رہی تھی "وہ آنکھیں ملتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کتنی گہری نیند ہے تمہاری۔میں نے تین بار کال کی تمہیں "

"ہاں میں بھی حیران ہوں۔میری نیند ہمیشہ سے کچی رہی ہے مگر آج کل بہت اچھی نیند آتی ہے "اس نے چہرے پر پانی کے چھپٹے مارتے ہوئے کہا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا بھلا؟ جانتی ہو؟ "

"کیا؟ "

"کہ تم خوش ہو۔اور مطمئین بھی "اس نے کہا تو وہ مسکرادی۔

"کال کیوں کی تم نے؟ "وہ دوبارہ پوچھ رہی تھی۔

"باہر آؤ "

"باہر؟ابھی؟ "وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"ہاں ابھی۔جلدی آؤ میں انتظار کر رہا ہوں "اس کے ساتھ ہی محد نے فون کاٹ دیا۔

"ہو کیا جاتا ہے اس لڑکے کو "اس نے سوچا اور دوپٹہ پھیلا کر لیتے ہوئے باہر آگئی۔

"السلام وعلیکم یا قمري(تم پر سلامتی ہو اے میرے چاند "(دروازہ کھُلتے ہی اس نے تازہ سرخ گلابوں کا گلدستہ اس کے آگے کرتے ہوئے کہا۔

"واعلیکم السلام۔یہ؟ "وہ حیرانی اور خوشی کی ملی جُلی کیفیت میں تھی۔اس نے ہاتھ بڑھا کر گلدستہ تھام لیا۔

"اف کتنی حسین خوشبو ہے۔اور یہ قمری تو چاند کو کہتے ہیں نا؟ "اس نے خوشبو سونگھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔میری زندگی کے چاند کی چودھویں ہو تم "وہ اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اتنے بڑے بڑے ڈائلاگ کہاں سے سیکھے تم نے؟ "محد کی بات پر اس کے گال سرخ ہونے لگے تھے۔

"محبت سے "وہ کہہ رہا تھا۔اس کی خود پر مرکوز نظریں دیکھ کر اسے خیال آیا کہ اس نے منہ بھی ٹھیک سے نہیں دھویا تھا۔

"ایسے نہیں دیکھو یار محد، میں ابھی سو کے اٹھی ہوں "اس نے گلدستہ اپنے چہرے کے آگے کر لیا۔

"پتا ہے مجھے۔اچھا میں چلتا ہوں۔رات کو ملاقات ہو گی؟ "

"نہیں۔زبیر بھائی آرہے ہیں بھابھی اور معاز کے ساتھ۔اگلے کچھ دن مصروف گزریں گے کیونکہ نئے گھر میں شفٹینگ کرنی ہے "وہ بتانے لگی۔

"اوہ ہاں۔زبیر بھائی فون پر بتا رہے تھے۔ "

"اب جاؤ بھی،دیر نہیں ہو رہی تمہیں ہسپتال سے؟ "اس نے کہا تو محد نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا اور ہاتھ لہرا کر اسے خدا حافظ کہتا ہوا چل دیا۔

اندر آکر اس نے اپنے کمرے میں سائیڈ ٹیبل پر رکھے گلدان سے پہلے کے خشک گلاب ہٹائے اور تازہ گلاب کا گلدستہ اس میں لگا کر مسکرا دی۔اس کے کمرے میں تازہ گلابوں کی خوشبو پھیل رہی تھی اور اس کے اندر بوئے گئے حلال محبت کے بیج سے پھوٹتی تازہ کونپلوں نے سر اٹھایا تھا کہ اس بیج کو قربت کی روشنی اور خلوص کا پانی جو مل رہا تھا۔

◇◇◇

26نومبر2018

"سر گل یار نے یہ کچھ اور لڑکیوں کی تصویریں بھیجی ہیں۔ان سب کا تعلق پاکستان کے مختلف علاقوں سے ہے "جنید بتا رہا تھا۔

"لیکن یہ فون کیوں نہیں اٹھا رہا "آزر کے لہجے سے پریشانی چھلکتی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہیں مصروف ہو "دلاور کہہ رہا تھا۔

"خود کو بہت خطرے میں ڈال رکھا ہے اس نے "آزر بولا۔

"سر! فاکس ایرک کی تصویر بھیجی ہے گل یار نے ابھی "جنید جوش سے بولا تو آزر تزی سے کمپوٹر کی طرف لپکا۔

ایک کلین شیو، پینٹ کوٹ میں ملبوس، سر پر ہیٹ پہنے شخص کی کئی تصاویر کمپوٹر کی سکرین پر آ جا رہی تھیں

"اوہ میرے خدا "!آزر نے اسکرین پر نظریں جمائے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔یہ شخص تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"سر یہ آدمی کون ہے؟ "دلاور نے آزر کے رد عمل پر پوچھا مگر آزر نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا

"دلاور۔ میں آئی جی سر کے پاس جا رہا ہوں۔ ہمیں فوری طور پر فلوریڈا جانے کے لئے ٹیم تیار کرنی ہے "اس نے دلاور کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور تیزی سے آئی ٹی روم سے نکل گیا۔

دلاور حیرت زدہ اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔

◇◇◇

جاری ہے۔۔۔۔۔

قسط نمبر 7 :

www.novelsclubb.com

آزر بہت عجلت میں ڈی آئی جی سہیل شیراز کے دفتر پہنچا اور انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کرنے لگا۔

"سر مجھے اجازت دیں کہ میں وہاں جا کر اس سارے قصے کو ختم کر دوں۔اس کے علاوہ اس جرم کے تسلسل کو توڑنے اور اسے جڑ سے ختم کرنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے "وہ کہہ رہا تھا۔ سہل شیراز چند لمحے سوچ میں پڑے رہے، پھر گویا ہوئے۔

"تمہیں کتنے افراد چاہییں؟ "وہ پوچھ رہے تھے

""سر اگر فوج کی مدد مل جائے تو ہمارے لئے اچھا ہے۔اور امریکہ کی پاکستان ایمبیسی سے بھی رابطہ کرنا ہے تاکہ وہ وہاں موجود پاکستان کی بیٹیوں اور گل یار کی واپسی کو محفوظ اور یقینی بنانے میں ہماری مدد کریں "وہ کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے ایس پی آزر۔آپ فلوریڈا جانے کی تیاری کریں۔باقی کام میں دیکھ لیتا ہوں " سہیل شیراز نے کہا اور اپنی میز پر رکھے فون کا ہینڈل اٹھا کر کوئی نمبر ملانے لگے۔آزر وہاں سے تھانے چلا آیا کہ اسے فوری طور پر ٹیم کو پورے منصوبے سے آگاہ کرنا تھا۔

◇◇◇

اگلی صبح وہ پندرہ سے سولہ گھنٹے کی فلائٹ کے بعد فلوریڈا پہنچ گیا تھا۔ پہنچتے ہی سب سے پہلا کام اس نے گل یار سے رابطہ کرنے کا کیا۔اس کے بعد وہ سہیل شیراز کا نمبر ملا رہا تھا۔

"سر پاکستان ایمبیسی سے بات ہو گئی؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔

"ہاں ان سے ساری بات ہو گئی ہے۔ مگر ہمارے ملیٹری ہیلی کاپٹر اتنی آسانی سے امریکہ کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتے آزر۔بہت خرچہ آئے گا اور اس میں خطرہ ہے "وہ خدشہ ظاہر کر رہے تھے۔

"سر ہمارے ملک کی بیٹیوں یہاں نیلام ہو رہی ہیں۔ان کی عصمتیں ان کی جانیں یہاں نیلام ہو رہی ہیں،ان کے لئے اگر یہ خطرہ مول لے بھی لیں تو کیا حرج ہے؟ "آزر پھٹ پڑا تھا۔

"آزر یہ سب کام عملی طور پر آسان نہیں ہوتے۔میں نے بہت کوشش کی ہے مگر ہمیں ایک ہی ہیلی کاپٹر مل سکتا ہے۔میں اسد اور دلاور کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھیج رہا ہوں۔لیکن وہ بیچ

راستے میں رک جائے گا۔آگے انہیں پاکستان ایمبیسی ریسیو کرے گی اور فلوریڈا میں داخل کرے گی۔اس سے زیادہ ایمبیسی بھی ہماری مدد نہیں کر سکتی۔ "وہ کہہ رہے تھے

"مگر سر ہم ان تمام لڑکیوں کو ایک ہیلی کاپٹر میں واپس کیسے بھیج سکتے ہیں؟ان کی تعداد کا بھی ابھی کچھ اندازہ نہیں ہے اور ۔۔۔ "

"دیکھو آزر۔تم جتنی جانیں بچا سکتے ہو، بچاؤ۔مگر اس سے زیادہ اس مشن میں ہمیں مدد نہیں مل سکتی۔مخالف ملک امریکہ ہے،معاملات بہت سنگین ہو سکتے ہیں "

"ٹھیک ہے سر!اب جو کروں گا،میں خود کروں گا۔اس کہانی کو میں یہاں ختم کر کے ہی واپس آؤں گا "اس نے کہا اور اب کی بات سنے بغیر فون کاٹ دیا۔

اس کا رخ ٹرپل ایس کی طرف تھا

◇◇◇

"گل یار "

www.novelsclubb.com

ہاتھ میں سگار لئے، سرمئی پینٹ کوٹ، میرون ٹائی اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ پہنے وہ کسی رئیس سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ٹرپل ایس میں داخل ہو کر وہ چاروں اطراف نگاہ دوڑا رہا تھا کہ ایک طرف موپ ہاتھ میں لئے سرخ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس گل یار پر اس کی نگاہ ٹھہر گئی تو وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اسے پکارا۔

گل یار نے مڑ کر اسے دیکھا، پھر اپنا وہم سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ مگر اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں اور وہ دوبارہ مڑ کر اپنے قریب دوسرے طرف منہ کر کے کھڑے شخص کو دیکھنے لگا۔

"بیوقوف! حیران ہونا بند کرو۔ آزر ہوں "

"خدا کا شکر ہے سر کہ آپ یہاں آ گئے۔ میرے لئے اب یہاں رہنا خاصا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ کو پتا ہے کچھ روز قبل انہیں مجھ پر شک ہو گیا کہ میں بار کے پیچھلے حصے میں جاتا ہوں۔ مجھ سے میرا آئی ڈی کارڈ اور پاسپورٹ مانگا گیا۔ جب یہاں آیا تو یہاں کے مینیجر کو چکما دے دیا تھا میں نے۔ مگر اس بار بُرا پھنسا "

"اس وقت کیسے چکما دیا تھا"

"میں نے کہا تھا کہ میں مینجر کی بیوی کے قتل کا چشم دید گواہ ہوں، اگر مجھ غریب کو کام پر نہ رکھا تو پولیس کو بتا دوں گا۔ خود تو ڈوبوں گا ہی، مینجر کو بھی لے ڈوبوں گا۔ مینجر خود ہی قاتل تھا، مگر وہ میری سوچ سے زیادہ بزدل نکلا۔ اور اس نے مجھے کام دے دیا۔ "وہ فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا اس نے اپنی بیوی کا قتل کیا تھا؟ "

"سر آپ مجھے جتنا بیوقوف سمجھتے ہیں، میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں۔ بار میں آتے ہی اپنا ہوم ورک پورا کر لیا تھا میں نے "

"گُڈ شاباش۔ فاکس ایرک کو تم پر شک تو نہیں ہوا؟ "

"ہو گیا ناں سر۔ تبھی تو اس نے مجھے بلایا تھا کہ اسے پاسپورٹ شناختی کارڈ وغیرہ دکھاؤں۔ اس وقت میں اس کی تصویریں لینے میں کامیاب ہو گیا مگر اس سے میں نے دو دن کا وقت مانگا تھا کہ مجھ غریب اور معصوم انسان کو کام سے نہ نکالے، میں اسے پاسپورٹ دکھا دوں گا "

www.novelsclubb.com

"چلو اس فاکس ایرک کو میں مصروف کرتا ہوں۔ تمہیں سارا منصوبہ یاد ہے؟ "اس نے پوچھا تو گل یار نے اسے اوکے کا سائن دیا۔آزر معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔

"ویلکم مسٹر اے زی۔آپ پریفر (ترجیح) کیا کرتے ہیں؟یقینا پاکستانی؟ "مینیجر پوچھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے خباثت ٹپک رہی تھی۔آزر نے دل ہی دل میں اس پر تھوک دیا۔

"پاکستانی "وہ بمشکل مسکرایا۔

ہمیں لگتا ہے کہ اگر ہم حرام کو محظ اپنی ذات کی حد تک حرام سمجھیں گے تو یہ کافی ہے۔ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ حرام تعلقات، حرام پیشے، حرام رزق اور ہر حرام کام سب کے لئے حرام ہیں اور اگر انہیں عام ہوتا دیکھیں تو انہیں اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق روکنے کی کوشش کرنا ایمان کا تقاضا ہے،ایک ایمانی فریضہ ہے۔کیونکہ جو چیز حلال کی حد سے نکلتی ہے، اس کی کوئی حد نہیں رہتی۔ اس دنیا میں گمراہی کی کوئی حد نہیں ہے۔یہ زمین ہماری سوچ سے کئی گنہ بڑھ کر بُری جگہ ہے۔یا یوں کہنا چاہیے کہ زمانہ اخیر میں رہنے کی سب سے بُری جگہ ہے

کہ اس زمانہ میں برائی کو محض اچھائی سے الگ کرنا ہی بے حد مشکل ہے،اس کو روکنا تو بہت دور کی بات ہے۔

"کیش یا چیک؟ "مینجر پوچھ رہا تھا۔

"چیک۔ہر روز "آزد نے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے کہا،" لیکن یاد رہے کہ ہم دو لوگ ہیں۔اسی لئے قیمت بھی دوگنی ہے"

دشمن کو جڑ سے مٹانے کے لئے دشمن کو سمجھنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔اگر آپ اپنے دشمن کی صلاحیتوں اور ذرائع سے آگاہ نہیں ہیں تو آپ کبھی اسے ہرا نہیں سکتے۔سو دشمن کو سمجھنے کے بعد اس پر وار کرنے کے لئے یعنی سانپ کو مارنے کے لئے ضروری تھا کہ سانپ کے بل میں ہاتھ ڈال دیا جائے۔

"اوکے سر میں سمجھ گیا۔آئیے ہم آپ کو وی آئی پی کمرہ دکھا دیتے ہیں " مینیجر کہتے ہوئے اٹھا تو آزر بھی اس کے ساتھ اٹھ گیا۔وہ لوگ مینیجر کے کمرے سے نکل کر مے خانے کے پچھلے حصے کی طرف چل دیئے۔جہاں پہنچ کر مینجر نے اسے ایک کمرہ دکھایا۔

"سر آپ کچھ دیر انتظار کیجئیے "وہ خبیث مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔آزر نے کچھ کہے بغیر سر ہلا دیا اور کمرے میں آ کر دروازہ بند کر دیا۔اب وہ پورے کمرے کی چھان بین میں مصروف ہو گیا تھا کہ کہیں کوئی خفیہ کیمرہ موجود ہو تو اس سے کیسے بچ کر اپنے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔

تھوڑی دیر بعد اس کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ آزر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ایک آدمی ایک لڑکی کے ساتھ دروازے پر کھڑا تھا۔ آزر نے لڑکی کو اندر آنے دیا اور وہ شخص وہیں سے واپس مڑ گیا۔

"بیٹھ جاؤ"آزر نے اسے صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ لڑکی حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ گویا اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"بیٹھ جایئے پلیز "اس نے اسے دیکھ کر دوبارہ کہا۔وہ لڑکی نا سمجھی کے عالم میں آہستگی سے قدم بڑھاتی صوفے پر آ بیٹھی۔ آزر نے دروازے کو اندر سے لاک کیا اور پھر وہیں ٹہلنے لگا۔

"تم یہاں کب سے ہو؟میرا مطلب ہے کہ اس بار میں؟ "وہ اب اردو میں پوچھ رہا تھا۔لڑکی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔اسے یقین تھا کہ لڑکی اس کی بات سمجھ جائے گی

"مجھے یاد نہیں۔شاید سات آٹھ ماہ سے۔ یا شاید ایک سال سے،کچھ کہہ نہیں سکتی "وہ سوچتے ہوئے بتا رہی تھی۔

آزر کے ماتھے پر کئی بل ابھر آتے تھے۔وہ اس کے سامنے کے صوفے پر بیٹھ گیا اور ایک آہ بھری۔

"آپ کون ہیں "وہ پوچھ بیٹھی۔

"میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔میری بات سنو۔کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم یہاں سے باہر نہیں جا سکتی؟ "

"جانتی ہوں۔دو بار کوشش کی تھی،مگر یہ لوگ ڈھونڈ نکالتے ہیں۔نشے کا عادی بنا دیا ہے ان لوگوں نے ہمیں۔ہم ان کے کسی کلائینٹ کے پاس جانے سے انکار کر دیں یا لڑیں تو یہ ہمیں نشہ نہیں دیتے۔ہم ترستے رہتے ہیں، اور بالآخر ہمیں اس نشے کے لئے ان کی ہر بات ماننی پڑتی

ہے "وہ رونے لگی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ نا جانے کتنے عرصے سے اپنے اندر کی یہ بھڑاس نکالنا چاہتی تھی۔

"تم لوگوں کو یہ لوگ اس لئے ڈھونڈ نکالتے ہیں کہ تم لوگوں کے جسم میں ایک آلہ موجود ہے۔ جس کے ذریعے یہ تمہاری لوکیشن کا پتہ لگا لیتے ہیں "آزر اسے بتا رہا تھا۔اس لڑکی نے چونک کر آزر کو دیکھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ "وہ اس بات سے لاعلم تھی

"تمہارے جسم پر کوئی نشان موجود ہے؟ جس کے بارے میں تمہیں یاد نہ ہو کہ یہ کس چیز کا نشان ہے؟ "

"ہاں ایک ہے۔ یہاں بازو پر "اس نے دائیاں بازو اس کے سامنے کر کے اسے دکھایا۔

آزر اٹھ کر اس کے ساتھ آ بیٹھا اور بغور اس کے بازو کو دیکھنے لگا۔ وہ بظاہر کسی گہرے زخم کا نشان لگتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اب میری بات دھیان سے سنو۔یہ آلہ تمہارے بازو سے نکالنا ہو گا۔مگر اسے تم اپنے پاس ہی رکھو گی۔تاکہ کسی کو شک نہ ہو اور انہیں تمہاری لوکیشن ٹھیک نظر آتی رہے۔ہم کچھ دنوں میں تمہیں اور باقی لڑکیوں کو یہاں سے نکال لیں گے۔یاد رہے کہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ ہو۔کسی کو بھنک تک نہیں پڑنی چاہیئے۔ نہیں تو سب بگڑ جائے گا" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"تم ایک بہادر لڑکی ہو۔فائٹر ہو،جنگ جو ہو۔اور باطل کے خلاف یہ جنگ تمہیں جیتنی ہے " وہ اس کے زہن میں اس کے حوصلے کو بلند کرنے کے لئے کتنی ہی دیر ایسی باتیں کرتا رہا۔اسے سمجھا چکا تو اس نے اپنا موبائل نکالا

"پٹھان۔ڈاکٹر ڈان کو بھیج دو "اس نے کہا اور فون ایک طرف رکھ دیا۔اور اٹھ کر دروازے کا لاک کھول دیا۔

کچھ دیر کے انتظار کے بعد ایک لگ بھگ پچاس سال کی عمر کا لمبے چوڑے قد کا شخص بہترین پینٹ کوٹ میں ملبوس اندر آیا تھا۔

'ڈاکٹر ڈان کو اپنے ساتھ فلوریڈا لانے کا فیصلہ درست تھا' انہیں اندر آتا دیکھ کر اس نے سوچا۔

"ان کے ہاتھ میں ایک عدد بیگ تھا جس میں سبھی ضروری سامان موجود تھا۔اندر آتے ہی انہوں نے آلے کو لڑکی کے بازو سے نکالنے کا کام شروع کر دیا۔کام مشکل تھا مگر ڈاکٹر ڈان کے لئے مشکل نہیں تھا۔اس دوران آزر کمرے کی ہر چیز الٹ پلٹ کرتا رہا تاکہ کسی کو ان پر شک نہ ہو۔

وہ ایک لیمو کے سائز جتنا آلہ تھا،ڈاکٹر ڈان نے آلہ ایک پلاسٹک کے لفافے میں ڈالا اور لڑکی کے بازو پر ٹانکے لگا کر اسے کچھ ادویات دیں اور آلہ اسے تھما دیا۔

"پہلا مرحلہ کامیاب رہا ڈاکٹر ڈان "

لڑکی کے واپس چلے جانے کے بعد مے خانے سے نکلتے ہوئے آزر ڈاکٹر ڈان سے کہہ رہا تھا

◇◇◇

4 دسمبر 2018

پچھلے ایک ہفتے سے وہ خاموشی سے اپنے مشن پر کام کر رہے تھے۔آزر ٹرپل ایس کے جبّے جبّے سے واقف ہو چکا تھا۔یہ مشن اسے ہر حال میں پورا کرنا تھا۔اس جنگ کو ہر قیمت پر جیتنا لازم تھا۔اب تک سب کچھ ان کے منصوبے کے تحت ٹھیک چل رہا تھا۔

آزر مینجر کے کمرے میں آہستگی سے داخل ہوا تھا۔مینجر وہاں نہیں تھا۔اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، مگر کوئی غیر معمولی چیز دکھائی نہیں دی تھی۔پھر وہ میز کی طرف بڑھا اور میز پر رکھی چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا مگر وہاں کچھ نہ ملا۔وہ مایوسی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور پورے دفتر میں نگاہ دوڑاتے ہوئے میز پر رکھے سیاہ پنسل اسٹینڈ پر رکھے اکلوتے سیاہ پین سے کھیلنے لگا۔ پھر غیر ارادی طور پر اس نے پین کو پکڑ کر اسٹینڈ سے نکالنا چاہا تو کلِک کی آواز کے ساتھ وہ پین اپنی جگہ سے تھوڑا اونچا ہو گیا مگر اسٹینڈ سے جُدا نہیں ہوا۔اس نے چونک کر اسٹینڈ کو دیکھا، پھر پورا اسٹینڈ اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ میز کے ساتھ غالباً جُڑا ہوا تھا۔اب وہ اسٹینڈ کو میز پر رکھے رکھے ہی حرکت دینے کی کوشش کرنے لگا۔اسٹینڈ دائیں رُخ پر ہلکا سا مڑا تھا، اس نے زرا سا زور لگایا تو اسٹینڈ میز پر پورا گھوم گیا۔اب اسٹینڈ کی پشت اس کے سامنے تھی اس کے ساتھ ہی دائیں طرف کی دیوار میں چھپا دروازہ ابھر کر دیوار سے الگ دیکھائی دینے لگا۔دیوار اور

دروازے کا رنگ بالکل ایک جیسا تھا اسی لئے وہاں دروازے کی موجودگی کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔وہ آہستگی سے کرسی سے اٹھا اور دبے پاؤں چلتا ہوا اس دروازے کے قریب آ گیا۔اس کا دایاں ہاتھ خود بخود اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں موجود پستول کی جانب بڑھ گیا تھا۔ پستول ہاتھ میں پکڑ کر اس نے آگے بڑھ کر ایک ہی جھٹکے میں دروازہ کھولا اور اندر موجود افراد کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر پستول سے ایک ہی منٹ میں سب پر اندھا دھند فائر کر دیئے۔

وہ چار لوگ تھے جو اس کمرے سے سی سی ٹی وی سسٹم کیمروں پر نظر رکھتے تھے۔اس نے آگے بڑھ کر کچھ بٹن دبائے اور کیمروں کو فریز کر دیا۔ پھر باہر نکل کر دوبارہ میز پر منعقص پنسل اسٹینڈ کو گھما کر پین کو اندر کی طرف دبا دیا تو دروازہ دیوار کے برابر ہو کر چھپ گیا۔

"اگر یہاں یہ لوگ سی سی ٹی وی فوٹیج پر نظر رکھے ہوئے تھے تو یقیناً اس کمرے میں بھی مجھے وہ لوگ دیکھ چکے ہوں گے۔اور ممکن ہے کہ اگے اطلاع دے دی گئی ہو "اس نے سوچا اور پھر چاروں اطراف کیمرے کی تلاش میں نظر ڈالنے لگا۔مگر اسے ناکامی ہوئی کہ وہاں کوئی کیمرہ اسے نہیں ملا تھا۔اب وہ مینجر کے دفتر سے نکلا اور گل یار کے قریب جا کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"جو پلین کل کا تھا، وہ کام ہمیں ابھی کرنا ہو گا گل یار "اس نے سرگوشی کی،" ہم کل تک کا انتظار نہیں کر سکتے۔تب تک انہیں شک ہو گیا تو مشکل ہو جائے گی "وہ چپ ہوا تو گل یار نے لمحہ بھر سوچتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر سر اثبات میں ہلا دیا۔کچھ ہی دیر بعد وہ، گل یار اور ڈاکٹر ڈان تینوں بھیس بدلے، چہرے پر بڑے بڑے ٹیٹو والے اسٹیکر لگائے پورے مے خانے میں جگہ جگہ پھیل گئے تھے۔ان تینوں کے پاس کئی پنسل کی شکل کے لمبے اور باریک بم تھے جنہیں وہ چپکے سے جگہ جگہ فٹ کرتے جاتے اور اس پر بنا اکلوتا بٹن دبا دیتے۔بٹن دبتے ہی پنسل پر ایک گھنٹے بعد بلاسٹ کا وقت طے ہو جاتا۔

اسی لمحے اس کا فون بجا تھا۔

"یہ مینجر فون کر رہا ہے مجھے۔اسی کا تو انتظار تھا "آزر مسکرایا۔

"ہمارے پاس وقت کم ہے۔گل یار تم ڈاکٹر ڈان کے ساتھ پچھلے راستے سے ہو کر سبھی لڑکیوں کو یہاں سے نکالو "

www.novelsclubb.com

انہیں تاکید کر کے اس نے فون موصول کیا اور اپنے چہرے کو اصلی حالت میں لوٹانے کے لئے واش روم میں گھُس گیا۔

"مسٹر اے زی آپ کے دیئے ہوئے چیک کیش نہیں ہو رہے " مینیجر فون پر کہہ رہا تھا۔

"کیوں نہیں کیش ہو رہے۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ "وہ غصے سے بولا۔

"آپ ہمارے آفس آجایئے پھر بات کرتے ہیں "

"میں تمہارے آفس میں ہی ہوں۔اتنی بڑی رقم میں تم لوگوں کو ادا کر رہا ہوں،اور تم کہہ رہے ہو کہ چیک ٹھیک نہیں ہیں؟ "

"ٹھیک ہے سر آپ میرے آفس میں بیٹھئیے، میں آتا ہوں "

آزر واش روم سے نکلا تو سوٹ بوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کا رخ دوبارہ مینجر کے کمرے کی طرف تھا۔اور وہیں بیٹھ کر مینجر کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مینجر دفتر میں داخل ہوا تھا۔ آتے ہی اس نے سات آٹھ چیک اس کے سامنے رکھ دیئے۔

"سر یہ سبھی چیک باؤنس ہو گئے ہیں "وہ کہہ رہا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں اتنا بڑا رئیس ہو کر تمہیں یہ چیک دوں گا؟ یہ تو وہ چیک نہیں ہیں جو میں نے دیئے تھے۔ یہ تو میرے دستخط ہی نہیں ہیں۔ دیکھو مینجر۔ تم مجھے پھنسانے کی کوشش تو نہیں کر رہے؟ "آزر نے اسے آنکھیں دکھائی تو مینجر بھوکھلا گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔ ہم اپنے کلائینٹ کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ وہی چیک ہیں "وہ منت کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تم جیسے مینجر ایسے ہی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں پیسے بٹورنے کے لئے "آزر چلایا،" بلاؤ اپنے سی ای او کو۔ اب جو بات ہو گی تمہارے سی ای او سے ہو گی "وہ دبنگ انداز میں کہنے لگا۔

"لیکن سر "مینیجر کچھ کہنے والا تھا کہ آزر نے اس کی بات کاٹی،" تم جیسے چھوٹے موٹے مینجرز کے منہ نہیں لگنا چاہتا میں۔ ابھی اور اسی وقت اپنے سی ای او کو بلاؤ۔ نہیں تو تمہیں یہیں ختم کر دوں گا میں۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پر اتنے بڑے فراڈ کا الزام لگانے کی؟ "آزر

نے اسے آنکھیں دکھائیں تو وہ تیزی سے باہر نکلتے ہوئے نمبر ملانے لگا۔آزر کمر پر ہاتھ باندھے اس کے دفتر میں ٹہلتے ہوئے کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

فاکس ایرک کو بلا کر مینجر دفتر سے نکلنے لگا تھا کہ آزر نے اس کا راستہ روکا۔

"سی ای او کے آنے سے پہلے تم یہاں سے ہل نہیں سکتے۔کہاں بھاگ رہے ہو؟اپنے انجام سے ڈر گئے ہو؟ "آزر اس کے انتہائی قریب کھڑا گھمبیر آواز میں کہہ رہا تھا۔

"ارے نن نہیں سر۔میں تو محض معمولی سا ملازم ہوں۔سی ای او یہاں قریب ہی ہیں،کچھ دیر میں آتے ہوں گے۔آپ یہیں ان کا انتظار کریں۔میں چلتا ہوں "

"چپ چاپ یہیں بیٹھ جاؤ جیک کے بچے،ورنہ تمہیں تمہاری بیوی کے قتل کے جرم میں اندر کروادوں گا "آزر اس کے قریب کھڑا سرگوشی کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔مینجر کی آنکھوں میں حیرانی در آئی اور اگلے ہی لمحے حیرانی کی جگہ خوف نے لے لی۔اس نے بمشکل تھوک نگلا تھا۔

اسی لمحے دفتر کا دروازہ کھلا اور چمکتے سیاہ سوٹ بوٹ کے ساتھ سر پر ہیٹ رکھے فاکس ایرک اندر داخل ہوا۔

"ہمارے کلائیٹ کو کوئی مسئلہ ہو یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔آخر ہمارے کلائینٹ ہی تو ہمارا سب کچھ ہیں "وہ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ آزر نے اس کے ہاتھ کو مکمل طور پر نظر انداز کیا تھا۔فاکس ایرک نے آزر کی خشک مزاجی دیکھ کر ہاتھ خود ہی پیچھے ہٹا لیا۔

"ارے جیک! جاؤ مسٹر اے زی کے لئے کوئی ٹھنڈا گرم کا انتظام کرو "وہ مینجر سے کہہ رہا تھا۔ مینیجر اس کا حکم سنتے ہی یس سر کہہ کر تیزی سے باہر بھاگا۔فاکس ایرک میز کے دوسری طرف رکھی دفتری کرسی کی طرف بڑھ گیا تھا اور اپنے سر سے ہیٹ اتار کر میز پر رکھ دی۔

"بیٹھئیے ناں مسٹر اے زی۔بیٹھ کر مسئلہ ڈسکس کرتے ہیں "وہ کہہ رہا تھا۔آزر نے اس کے مکروہ چہرے پر ایک نگاہ ڈالی تو اس کی آنکھوں میں بے شمار نفرت اتر آئی تھی۔مگر وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"ویسے تو ہمارے کلائنٹ کو ہماری طرف سے کوئی مسئلہ ہو تو ہم اسے حل کرنے کے لئے پیش پیش رہتے ہیں۔ مگر اگر کلائنٹ ہمارے لئے مسئلہ کرنے لگے تو آپ کے خیال سے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ "فاکس ایریک کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔آزر نے پہلو بدلا۔اس کا شک درست تھا کہ اسے کسی خفیہ کیمرے سے دیکھ کر آگے اطلاع پہنچادی گئی تھی۔

"اگر آپ اپنے بہترین کلائنٹ سے بھاری رقم کی وصولی کے بعد بھی اس کی ڈیمانڈز پوری نہیں کریں گے تو کلائنٹ تو آپ کے لئے مسئلہ کرے گا ہی مسٹر فاکس ایرک"

"چلیئے پھر کلائنٹ کی ڈیمانڈ بھی سن لیتے ہیں۔ایسا کیا ہے جو ہم پورا نہیں کر سکتے "فاکس ایرک کرسی گھسیٹ کر ذرا آگے ہوا۔

"مجھے تمہارے پاس کام کرنے والی کچھ لڑکیوں کی معلومات چاہیئے "آزر نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی تھی۔فاکس ایرک نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"ہمارے ہاں صرف سروس دی جاتی ہے۔کسی کے حوالے سے معلومات فراہم کرنا ہمارے کام کا حصہ نہیں۔اور یہ بات کسی بھی کلائنٹ سے معاہدہ کرنے سے پہلے واضح طور پر بتائی جاتی ہے"

"کیوں؟جب اپنے ملک کی بیٹیوں کر بیچ سکتے ہو تو ان کے بارے میں کسی کو جان کاری دیتے ہوئے کیسی شرم شکیل احمد؟ "وہ اردو میں کہہ رہا تھا۔اس کے سامنے کرسی پر بیٹھے شخص نے آبرو اچکا کر ششدر نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

آمنے سامنے بیٹھے دونوں وجود لمحہ بھر کو ساکت ہوئے تھے۔دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پلکیں جھپکنے سے انکاری تھے۔ ایک کی آنکھوں میں حیرت کا سمندر تھا اور دوسرے کی آنکھیں نفرت سے بھڑک رہی تھیں۔کمرے میں دیوار پر آویزاں گھڑیال کی ٹِک ٹِک محض چند لمحوں کے لئے رُکی تھی اور وہ چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے تھے۔ پھر آزر نے اپنی بات جاری رکھی۔

"ہماری بہنوں اور بیٹیوں سے اپنا ناپاک ہاتھ اٹھا دو شکیل "

"کون ہو تم؟ "اس نے آزر کو دیکھتے ہوئے اردو میں پوچھا اور ہاتھ آہستہ آہستہ اپنی جیب کی طرف بڑھائے۔اس کے ہاتھوں کی معمولی سی حرکت اسی لمحے میں آزر نے محسوس کر لی۔

"ہینڈز اپ! کوئی چالاکی نہیں شکیل! آج کوئی چالاکی نہیں چلے گی "آزر نے پھرتی سے کھڑے ہو کر پستول نکالی اور اس کے سامنے تان دی۔

"ہو کون تم اور کیا چاہتے ہو؟ "شکیل کی آواز سے خوف ظاہر تھا۔

"میں؟ "آزر ہنسا، " مجھے ایس ایس پی آزر زمان کہتے ہیں۔آزر زمان ولد فاخر زمان۔نام تو سنا ہو گا "آزر کہہ رہا تھا۔شکیل کی آنکھیں حیرت، پریشانی اور خوف سے قدرے پھیل چکی تھیں۔گھڑیال کی سوئیاں تیزی سے الٹے رُخ پر دوڑنے لگی تھیں۔جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا وہ آج ٹرپل ایس کے اس کمرے میں ہو چکا تھا۔وہ جو خود کو فلوریڈا میں بنائی گئی اس دنیا کا بادشاہ سمجھ رہا تھا، لمحہ بھر میں گیارہ سال پیچھے چلا گیا تھا۔

"میں وہی ہوں جس کے باپ کے سینے میں تم نے بے دردی سے کئی گولیاں اتار دی تھیں " آزر نفرت سے کہہ رہا تھا۔شکیل کی آنکھوں کے سامنے سبھی منظر ایک کے بعد ایک کر کے

دکھائی دینے لگے تھے۔نشاط آباد کی ریلوے لائن پر پڑی زخمی سسکتی ہوئی زونیرہ۔حویلی کے کمرے میں اپنے حواس کھو کر چیزیں اٹھا کر زمین پر پٹختا ہوا قاسم۔حویلی میں اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہوتے ہوئے شاہ جی، سرادر سبکتگین شاہ!اس کے حوالے کئی افراد اور اسلحہ کرتے ہوئے شاہ جی۔مشن پر اپنی ٹیم کے ساتھ نکلے فاخر زمان پر حملہ کرنے والا وہ خود اور اس کے ساتھی۔

اس کے ساتھ ہی شکیل نے سر جھٹکا۔

"سیکورٹی "!اس نے چلا کر کسی کو پکارا تھا۔آزر کو اس کی کسی پکار کی پرواہ نہیں تھی۔وہ ہر خوف سے خود کو آزاد کر کے یہاں آیا تھا۔اسے آج اس قصے کو ختم کرنا تھا۔شکیل نا سمجھی کی عالم میں کبھی اسے اور کبھی دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"آج میں تمہیں وہی تکلیف پہنچانے آیا ہوں جو تم نے گیارہ سال پہلے میرے باپ کو پہنچائی تھی۔اور میں اس نیک کام میں اب مزید دیر نہیں کر سکتا۔پہلے ہی گیارہ سال کی تاخیر ہو چکی ہے "اس کے ساتھ ہی آزر نے شکیل کی طرف تانی پستول کا ٹریگر دبا دیا اور فائر کرتا چلا گیا۔

بغیر آواز کے کئی گولیاں شکیل کے سینے کو چھلنی کرتی ہوئی گزر گئیں۔ محض ایک لمحہ لگا تھا۔ ایک لمحہ یا شاید اس سے بھی کم! ایک روح کا ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال ہونے میں۔ شکیل وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔ اسے کوئی رد عمل کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ اس کی پھیل کر کھُلی آنکھوں میں خوف برقرار تھا۔ جو شاید اب ہمیشہ برقرار رہنے والا تھا!

◇◇◇

آزر نے ٹرپل ایس سے نکلتے ہوئے گھڑی پر وقت دیکھا۔ بم پھٹنے میں تیس منٹ باقی تھے۔ اس نے تیزی سے گل یار کا نمبر ملایا۔

"کہاں ہو؟ "

"ہم لڑکیوں کو لے کر مے خانے کی حدود سے نکل آئے ہیں۔ پاکستان ایمبیسی کے کچھ لوگ ہماری مدد کو آئے ہیں۔ لیکن سر ہمارے ساتھ اکتالیس لڑکیاں ہیں۔ ان سب کو ہیلی کاپٹر میں واپس نہیں لے جایا جا سکتا "گل یار بتا رہا تھا۔ آزر فون سنتے ہوئے تیزی سی آگے بڑھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"گل یار جتنے لوگ ہیلی کاپٹر میں جا سکتے ہیں، انہیں دلاور کے ساتھ بھیجو۔ڈاکٹر ڈان، اسد اور تم باقی رہ جانے والی لڑکیوں کے ساتھ قریبی بندرگاہ پر پہنچو۔وہاں ایک کارگو بحری جہاز پاکستان کے لئے۔۔۔ہیلو؟ ہیلو؟ گل یار؟ "آزر بات کر رہا تھا کہ اچانک ایک شور کے بعد فون کٹ گیا۔

آزر تیزی سے دوبارہ نمبر ملا رہا تھا مگر نمبر نہیں ملا۔

اس نے قریب آتی ٹیکسی روکی اور طے شدہ مقام کی طرف بڑھ گیا۔لگ بھگ پچیس منٹ بعد زوردار دھماکوں کی آواز آئی تھی، پوری زمین لرز کر رہ گئی تھی۔آزر نے ٹیکسی کے شیشے سے پیچھے اٹھتے دھوئیں کو دیکھا جہاں ٹرپل ایس اپنی تمام تر تاریکیوں کے ساتھ جل اٹھا تھا۔

"خس کم جہاں پاک "آزر نے دل ہی دل میں کہا۔وہ پورے راستے نمبر ملانے کی سعی کرتا رہا مگر ان میں سے کسی سے رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

وہ مطلوبہ مقام پر پہنچا تو منظر خلافِ قیاس تھا۔وہ سب زخمی تھے۔ان میں چار لڑکیوں کے وجود ایک طرف خون میں لت پت ڈھیر تھے، گویا ان میں جان نہ ہو۔اسد اور دلاور بھی زخمی تھے۔

کئی اور لوگوں کی لاشیں بھی وہاں موجود تھیں جنہیں آزر نہیں جانتا تھا۔ڈاکٹر ڈان خود زخمی ہونے کے باوجود باقی لڑکیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔اور گل یار۔ گل یار وہاں نہیں تھا۔

"یہ سب۔۔۔یہ کیسے ہوا؟ "آزر نے پوچھا۔

"کسی نے ہم پر حملہ کر دیا تھا سر۔کافی سارے لوگ تھے، شاید بیس پچیس کے لگ بھگ۔ہم نے بچاؤ کی بھرپور کوشش کی مگر چار جانیں ہمارے ہاتھ سے نکل گئیں "دلاور بتا رہا تھا۔

"ایسے کون کروا سکتا ہے حملہ آخر! آپ لوگوں کا کسی نے پیچھا تو نہیں کیا تھا؟ "وہ داکٹر ڈان نے پوچھ رہا تھا۔

"معلوم نہیں آزر۔فی الوقت ان سب کو پاکستان بھیجنے کی جلدی کرو۔یہاں ان سب کی زندگی خطرے میں ہے، حملہ دوبارہ بھی ہو سکتا ہے۔ محفوظ مقام پر پہنچا سب سے ضروری ہے "ڈاکٹر ڈان نے خدشہ ظاہر کیا تو اس نے سر ہلا دیا۔

دلاور اور ڈاکٹر ڈان کو چند زخمی لڑکیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بھیج کر وہ باقی سب کو لئے بندرگاہ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جہاں ایک کارگو بحری جہاز ان کا منتظر تھا۔ اس جہاز کا انتظام آئی جی سہیل شیرازنے کروایا تھا۔

"گل یار کہاں چلا گیا ہے آخر؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔

"سر وہ ہمارے ساتھ ان لوگوں سے لڑ رہا تھا۔ لیکن اچانک کہیں غائب ہو گیا۔ معلوم نہیں کہاں چلا گیا "اسد بتانے لگا۔

"ایسے کیسے غائب ہو سکتا ہے وہ "وہ بندرگاہ پہنچ چکے تھے مگر گل یار کے بغیر آزر کیسے انہیں بھیج سکتا تھا۔

"صاحب جلدی کریں۔ اس سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔ موسم کی خرابی کے امکانات ہیں، جس کی وجہ سے ہمیں قدرتی طور پر اور بھی دیر ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہاں سے جلدی نکلنا ہے "جہاز کا کیپٹن کہہ رہا تھا۔

"اسد۔ تم لوگ چلو۔ میں گل یار کو ڈھونڈ کر اسے لے کر آؤں گا "آزر نے کہا

www.novelsclubb.com

"لیکن سر؟ "اسد کچھ کہنا چاہتا تھا مگر آزر اس کی بات سنے بغیر گل یار کو ڈھونڈنے کے لئے واپس مڑ گیا۔

اسی لمحے اس کا فون بجا تھا۔ خولہ اسے واٹس ایپ پر فون کر رہی تھی۔ اس نے فون کو نظر انداز کر کے گل یار کو ڈھونڈنے پر توجہ رکھی۔

فون دوبارہ بجا تھا۔ اس نے بادل ناخواستہ فون موصول کیا۔

"آزر آزر وہ "خولہ کی پریشانی سے بھرپور آواز سنائی دی تھی۔

کیا ہوا؟ "آزر کے چلتے قدم رک گئے تھے۔

"وہ عمارہ اور زونیشہ کو کسی نے اغوا کر لیا ہے "خولہ کہہ رہی تھی۔ وہ آگے بھی کچھ بتا رہی تھی مگر آزر کے کان اس جملے کے بعد سائیں سائیں کے علاوہ کچھ نہ سن سکے۔ اسے لگا جیسے کسی نے اس کے کانوں کے قریب کوئی دھماکہ کر دیا ہو۔ فون تھامے ہوئے ہاتھ میں زرا سی لرزش ابھری تھی۔

"کیا وہ اتنے جہاد کے بعد بھی ناکام ہو گیا تھا؟ "اس نے سوچا

◇◇◇

ایک روز قبل، 3 دسمبر 2018

پاکستان، اسلام آباد

"کل آپ لوگوں کے پاس وقت ہوگا؟ اگر نہیں ہے تو وقت نکال لیجئیے پلیز "

رات کو اس نے کھانے کی میز پر پوچھا تھا

"کیوں؟ کل کیا ہے؟ "محد نے ٹفن میں سے روٹی نکالتے ہوئے پوچھا

"کل منگل ہے "فہد نے کہا جس کی بات کو سب نے مکمل طور پر نظر انداز کیا تھا

"میرا پراجیکٹ جس پر میں کافی عرصے سے کام کر رہی تھی، پچھلے ہفتے مکمل بھی ہو گیا تھا اور وہ پورے پاکستان میں پہلے نمبر پر آیا ہے "وہ بتا رہی تھی۔" اور یہ پراجیکٹ کل پاکستان کونسل

آف آرٹس کی جانب سے ہونے والی نمائش کا حصہ بنے گا۔اس لئے میں چاہتی ہوں آپ سب لوگ میرے ساتھ چلیں کل نیشنل آرٹ گیلری کی ایگزیبیشن میں "

"شاندار ماڑو جان "!رضا احمد خوشی سے چہکے تھے

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے "

آخر مشورہ کس کا تھا،آئیڈیا کس کا تھا "محد فخریہ کہہ رہا تھا

"جی جی اس پراجیکٹ کی کامیابی کا آدھا کریڈٹ محد بھائی کو ہی جاتا ہے۔اور اسی لئے کل کا لنچ میری طرف سے۔اور ہاں، ہم زونیشہ کو بھی ساتھ لے کر جائیں گے "عمارہ نے کہا تو محد نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"لیکن عمارہ کل تو ہمیں ایک شادی میں شرکت کے لئے جانا ہے "طاہرہ بتانے لگیں،" تو نمائش میں کیسے جا سکیں گے "

"آپ چلی جایئے گا بچوں کے ساتھ۔شادی میں میں حاضری لگوا آؤں گا۔آخر عمارہ کے لئے یہ بڑی خوشی کا موقع ہے "رضا احمد نے کہا

www.novelsclubb.com

"ابو۔آپ نہیں چلیں گے ہمارے ساتھ؟ "

"میں کوشش کروں گا "انہوں نے کہتے ہوئے اپنی توجہ کھانے پر مرکوز رکھی،" ارمغان کو پوچھ لینا اگر وہ ساتھ چلنا چاہے "

"بتایا تھا اسے میں نے۔اسے ان چیزوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ "عمارہ سر جھکائے سنجیدگی سے کہہ رہی تھی

"ابو ویسے آپس کہ بات ہے یہ ارمغان کافی مختلف ہے۔میرا مطلب ہے کہ رشتوں میں زیادہ گھُلتا ملتا نہیں ہے "محد نے عمارہ کی سنجیدگی محسوس کرتے ہوئے کہا

"ہاں تو اتنے سال اس نے ملک سے باہر گزارے ہیں۔انسان کی فطرت بدل جاتی ہے "رضا احمد نے کمزور سی دلیل دی

"لیکن روایات اور اقدار کا پاس تو ہونا چاہیئے نا ابو۔ بھلے آپ ساری زندگی باہر رہے ہوں۔ہم بھی تو ایک عرصہ ملک سے باہر گزار کر آئے ہیں "محد کہہ رہا تھا،" خیر۔میں تو صبح کی چھُٹی لے رہا ہوں ہسپتال سے۔اس نمائش کا مجھے بہت انتظار تھا سو میں تو ضرور جاؤں گا "

"میں بھی کل یونیورسٹی نہیں جاؤں گا۔اور عمارہ کل تم مجھے لنچ کے بعد شاپنگ بھی کرواؤ گی " فہد کو اپنی پڑی تھی۔

"میں کھانا کھا چکی۔اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔اور ابو، آپ کی خاطر ارمغان سے ساتھ چلنے کا بھی کہہ دوں گی۔پھر وہ آئے یا نہ آئے، یہ اس کی مرضی "اس نے کہا اور کسی کی طرف دیکھے بغیر وہاں سے اٹھ آئی۔کمرے میں آ کر اس نے ارمغان کا نمبر ملایا تھا۔

"صبح ایگزیبیشن میں ساتھ چلنا چاہیں گے؟ "اس نے پوچھا تھا

"تم چاہتی ہو کہ میں چلوں؟ "وہ پوچھ رہا تھا

"تبھی فون کیا ہے "

"میں ضرور چلتا لیکن تمہیں بتایا تھا کہ مجھے ایسی چیزوں میں دلچسپی نہیں ہے "

"زندگی میں کاروبار اور حساب کتاب ہی سب کچھ نہیں ہوتا ارمغان۔کچھ چیزیں اور رشتے احساسات اور وقت مانگتے ہیں۔ایگزیبیشن میں میرے کام کی شمولیت اتنی اہمیت بھی نہیں رکھتی آپ کے لئے کہ آپ مروتاً ہی آنے کا کہہ دیں؟ "وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گئی۔

www.novelsclubb.com

"دیکھو عمارہ مجھ سے یہ مروت والے دل رکھنے والے کام نہیں ہوتے۔مجھے خوشی ہے تمہاری کامیابی پر لیکن میرے صبح کچھ اور پلینز تھے۔پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ آجاؤں "اس نے کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔

"بلاوجہ میں نے اس شخص سے دوبارہ پوچھا "اس کا دل بُرا ہوا تھا۔کچھ دیر وہ یونہی بستر پر بیٹھی رہی۔پھر عِشا کی نماز کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔آج اس کا ضبط جواب دے رہا تھا۔ناجانے ارمغان کی باتیں تھیں جن پر وہ اداس تھی یا وہ ارمغان میں بھی علی کو ڈھونڈ رہی تھی،اس لئے دکھی تھی۔

نماز پڑھ کر اس نے معمول کے مطابق قرآن پاک کھول لیا تھا۔ سورہ البقرہ کی 186 ویں آیت اس کے سامنے تھی۔

ترجمہ:

"اور (اے پیغمبر) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا

ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں "
)البقرہ-آیت 186(

اس کے کئی مہینوں سے ضبط کیئے ہوئے آنسو پلکوں کی چادر کو بھگوتے ہوئے ٹپک کر اس کے سامنے کھُلے قرآن کے صفحات پر گر کر جذب ہونے لگے، وہ وہیں جھک گئی تھی۔ سجدے کی حالت میں اس نے پوری دلجمعی سے پکارا تھا" اے پروردگار "!

"اے پروردگار! میں نے شاید زندگی میں کبھی تجھ سے ایسی تڑپ کے ساتھ کچھ نہیں مانگا۔ کیوں کہ تُو نے تو سبھی کچھ بن مانگے عطا کر دیا۔ صحت، عزت، ہدایت، نعمتیں سب کچھ تو نے بن مانگے نواز دیا۔ اے پروردگار تیری یہ بندی تیرا شکر تک ادا نہ کر سکی۔ تجھے اس طرح نہ پکار سکی جیسے پکارے جانے کا تجھے حق ہے۔ اس طرح تیری طرف نہ بڑھ سکی جس طرح تیری طرف آنے کا حق ہے۔

www.novelsclubb.com

اے پروردگار میں آج تجھ سے علی کا ساتھ مانگتی ہوں۔ میرا ضبط میرا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ تیرے اُس بندے کے ساتھ کے بغیر زندگی گزارنے کا سوچ کر تیری اِس بندی کا دم گھُٹ رہا ہے۔ تو نے کیسے دلوں کو اتنا جوڑ دیا اے اللہ!

اے دلوں میں محبت ڈالنے والے رب! میرے پروردگار! مجھے علی عطا کر دے۔ علی کا ساتھ عطا کر دے۔ کبھی نہ ختم ہونے والا ساتھ عطا کر دے۔ مجھے علی عطا کر دے۔ اے ناممکن کو ممکن بنانے والے رب، اے مشکل کو آسان بنانے والے رب، اے بدترین کو بہترین بنانے والے رب، اے گناہگاروں کے رب۔ اے میرے رب! مجھے علی عطا کر دے "!وہ سبھی صحیح غلط کے دائروں سے نکل کر دعا گو تھی۔ وہ اس سے مانگ رہی تھی جو غلط کو صحیح اور بدترین کو بہترین بنا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ جس کے خزانوں میں جھولیاں بھر بھر کر عطا کرنے کے بعد بھی زرا برابر بھی کمی نہیں آتی۔ جس کے سامنے اپنی لامحدود خواہشات دل کھول کر بیان کی جا سکتی ہیں کہ صرف وہی ہے جو ان لامحدود خواہشات کو جاننے کا اور ان کو پورا کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ اس کا دل مسلسل اس ربِ عظیم کو پکار رہا تھا۔ زبان لڑکھڑا رہی تھی، آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ کتنی ہی دیر وہ یونہی دعا گو رہی تھی۔

دعا کے اور اپنا سبق پڑھنے کے بعد وہ خود کو قدرے بہتر محسوس کر رہی تھی۔ مگر ایک کسک تھی جواب بھی دل میں باقی تھی، جو کب سے دل میں باقی تھی۔ انہی سوچوں میں ساتھ وہ کمرے میں ٹہلنے لگی۔ پھر زونیشہ کا خیال آیا تو اس نے موبائل اٹھالیا۔

"میں آپ کی طرف آرہی ہوں "اس نے زونیشہ کو پیغام بھیجا تھا۔ پھر سمو کی کو ساتھ لئے گھر سے نکل آئی۔ کچھ دیر بعد وہ آمنہ خالہ کے گھر موجود تھی۔

"کیسی ہو؟ "زونیشہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی

"ٹھیک ہوں۔ "اس نے بے دلی سے جواب دیا تھا۔ سمو کی اس کی گود میں سے پھدک کر لاؤنج میں ٹہلنے لگا۔

"یہ سمو کی جس کی امانت تھی، اس کو لوٹاؤ گی کب؟ "زونیشہ کو یاد آیا تو پوچھنے لگی

"جس کی امانت ہے، شاید وہ نہیں چاہتا کہ میں اسے بھولوں۔ اسی لئے تو اپنے اس بلے کو واپس نہیں لے کر جاتا "

www.novelsclubb.com

"علی کا ہے یہ بلا؟ "زونیشہ نے انکشاف ہونے پر حیرت سے پوچھا تو عمارہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چلو اب بتاؤ، کیا بات پریشان کر رہی ہے تمہیں؟ "اس نے پوچھ لیا۔

"مجھے ایک بات بتائیں "وہ کہنے لگی،" زندگی میں جن کا ساتھ ممکن نہ ہو وہ دل و دماغ سے نکل کیوں نہیں جاتے "!اس کی آواز میں اداسی تھی۔

"وہی تو نہیں نکلتے عمارہ۔۔۔جو لوگ زندگی میں نہیں رہتے وہ دل میں کہیں نہ کہیں رہ جاتے ہیں ساری زندگی کے لئے۔آپ لاکھ کہیں کہ وقت کے ساتھ سب بھول جاتا ہے انسان، مگر وہ لوگ پکے یاد ہوتے ہیں، کبھی نہیں بھولتے۔وقت بس ہمیں ان کو یاد کرنے کے اوقات سمجھا دیتا ہے۔جب ہم زندگی کی الجھنوں سے زرا ہٹتے ہیں تو یہی دل میں بسنے والے ذہن کے کسی کونے کھدرے سے امڈ آتے ہیں۔بھولتے کبھی نہیں "!زونیشہ نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا،

"مجھے بتاؤ عمارہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں؟"

"آپ میرے لئے دعا کر سکتی ہیں؟ کہ اللہ مجھے اپنی رضا میں راضی کر لے "وہ رونے کے قریب تھی، " مجھے ایسا لگتا ہے جیسے زندگی میں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ میں خود بھی ٹھیک نہیں ہوں۔ میں نے لاکھ چاہا کہ خود کو حالات کے سپرد کر دوں۔ ارمغان کے بارے میں سوچوں۔ اپنی آگے کی زندگی کے بارے میں سوچوں۔ اور اب تک میں یہی کرتی آئی ہوں لیکن اب تھکنے لگی ہوں میں۔ میری ہمت ختم ہو رہی ہے۔ ایسے جیسے اللہ نے مجھے بے سہارا چھوڑ دیا ہو "وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کبھی ایسے نہیں روتی تھی۔ کسی کی بے مروتی ایسے رلاتی ہے، یہ اسے آج پتا چلا تھا۔ زونیشہ کا اسے روتے دیکھ کر دل بھر آیا۔ وہ اس کے قریب آ بیٹھی۔

"عمارہ اللہ اپنے بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتے "وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے کیسے دلاسہ دے۔

"میں جانتی ہوں "اس نے اپنے گالوں پر ٹپکتے آنسو اپنی انگلیوں سے پونچھے اور خود کو گہری سانس لے کر زرا پر سکون کیا، " میں جب کوئی پینٹنگ بناتی ہوں تو ہر نئی پینٹنگ میرے دل میں

اپنی ایک جگہ بنالیتی ہے۔مجھے اس پینٹنگ سے ایک خاص لگاؤ ہو جاتا ہے۔اس کو کوئی خراب کرنے کی کوشش بھی کرے تو مجھے بے حد بُرا لگتا ہے اور ظاہر ہے کہ میں اپنی اس پینٹنگ کو سنبھال کر رکھتی ہوں۔۔۔ "وہ کہہ رہی تھی،" تو ہم انسان، ہم میں سے ہر ایک انسان اللہ کی تخلیق ہے۔اللہ نے ہمیں بنایا ہے۔تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ہمیں بھول جائے؟ اللہ کو تو اپنی ہر تخلیق سے بے حد محبت ہو گی نا۔اس لگاؤ سے کئی گنا بڑھ کر جو مجھے اپنی پینٹنگز سے ہوتا ہے۔ اللہ بھی تو اپنی ہر تخلیق کو بچاتا اور سنبھالتا ہے۔ کبھی نقصان دہ خواہشوں سے، کبھی نقصان دہ لوگوں سے۔وہ کیسے کسی کو اپنی تخلیق کے ساتھ کچھ غلط کرنے دے سکتا ہے؟ وہ کیسے ہمیں بے سہارا چھوڑ سکتا ہے!؟ پھر بھی۔۔۔میرا دل کیوں ایسے ناامید ہو رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا "

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں۔اللہ نے تمہیں بے سہارا نہیں چھوڑا عمارہ۔ تمہیں ایسا لگ رہا ہے کیونکہ وقتی طور پر حالات ایسے بنے ہوئے ہیں۔اور پھر ارمغان کی بے اعتنائی، مجھے دکھ ہے کہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر پا رہی۔کیا میں بات کروں رضا انکل سے؟ "

www.novelsclubb.com

"نہیں زونیشہ۔کوئی فائدہ نہیں ان سے بات کرنے کا "

"تم علی کو بہت یاد کرتی ہو، ہے نا۔اور ارمغان کا موازنہ بھی علی سے کرتی ہو۔حالانکہ ان دونوں کا موازنہ بنتا ہی نہیں۔دونوں بہت مختلف ہیں "

"یہی تو۔ارمغان بہت مختلف ہے زونیشہ اور۔۔۔چھوڑیں ! ہم کیوں یہ سب ڈسکس کر رہے ہیں "عمارہ نے بات وہیں ختم کرنا چاہی تھی۔

"آآآہ ہائے میرے اللہ۔اے زونی یہ۔۔۔یہ کہاں سے آگیا "! خالہ کی گھبراہٹ بھری چیخ سنائی دی تھی۔

"اوہ نہیں ! سمو کی "! ان دونوں کے منہ سے بلا اختیار نکلا تھا۔پھر وہ تیزی سے خالہ کے کمرے کی طرف دوڑ گئیں۔وہاں سمو کی خالہ کے بیڈ پر نیم دراز تھا اور خالہ جو ابھی بیت الخلاء سے نکلی تھیں، اپنے بیڈ پر بیٹھے بلے کو دیکھتے ہی چیخ اٹھی تھیں

عمارہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر سمو کی کو بیڈ سے اٹھالیا۔

"یار خالہ اتنے معصوم بلے سے کون ڈرتا ہے بھلا "! زونیشہ ان کی طرف بڑھی تھی۔

"میری غلطی ہے آمنہ آنٹی۔مجھے بالکل خیال نہیں رہا اور باتوں باتوں میں پتہ ہی نہیں چلا کہ کب یہ آپ کے کمرے میں آگیا "عمارہ انہیں حواس باختہ دیکھ کر پشیمان ہونے لگی۔

زونیشہ نے خالہ کو کندھوں سے پکڑ کر چلاتے ہوئے بیڈ پر لا کر بٹھایا۔

"آپ ادھر بیٹھیں اور گہری سانس لیں۔کوئی ڈرنے کی بات نہیں ہے "وہ انہیں بچوں کی طرح سمجھانے لگی۔

"خالہ ویسے یہ واقعی بہت معصوم اور پیار کرنے والا جانور ہے۔آپ ایسے ڈر کر سہم کر میرے سمو کی معصومیت پر انگلی اٹھا رہی ہیں "عمارہ نے مسکرا کر وضاحت دینا چاہی

"ہے تو جانور ہی نا۔تم لوگ جانتے بھی ہو مجھے ان کتے بلیوں سے کتنا ڈر لگتا ہے "خالہ روہانسی ہونے لگیں

"دیکھا زونیشہ۔میں نے کہا تھا نا کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی خوف ضرور ہوتا ہے۔اچھا خالہ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔اگلی بار سے میں کبھی سمو کی کو ساتھ نہیں لاؤں گی "عمارہ معذرت کرنے

لگی،" لیکن اگر آپ اپنے خوف کا کھل کر سامنا کریں گی تو یہ خوف جاتا رہے گا۔ایسے کبوتر بن جانے سے خطرے ٹل تو نہیں جاتے نا "

"نہ بھئی۔میں کبوتر ہی ٹھیک ہوں۔بس اس بلے کو مجھ سے دور رکھو "خالہ نے فوراً ہاتھ اٹھا دیئے تو وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"ویسے باقی لوگ کہاں ہیں؟فاطمہ آنٹی وغیرہ؟ "

"باقی سب نئے گھر میں ہیں۔شفٹینگ کر رہے ہیں نا۔پھر تم جانتی تو ہو کہ نئے گھر میں سامان سیٹ کرنا کتنا مشکل کام ہے۔میں بھی وہیں تھی، تھوڑی دیر پہلے ہی واپس آئی ہوں۔ایک دو دن تک ہم وہاں شفٹ ہو جائیں گے "وہ بتانے لگی

"ارے ہاں یاد آیا۔زونیشہ صبح آپ ہمارے ساتھ ایگزیبیشن دیکھنے جائیں گی "

"ہاں محد نے بتایا تھا مجھے۔کتنے بجے جانا ہے؟"

"واہ، بڑی تیز سروس ہے بھائی کی۔خالہ دیکھ رہی ہیں آپ؟ "عمارہ مسکرائی

"ہاں ہاں خوب دیکھ رہی ہوں۔آج کل تو اکثر صبح صبح کوئی پھول والا بھی آتا ہے اور تازہ گلابوں کا گلدستہ دے کر جاتا ہے "خالہ نے شرارتاً کہا تو عمارہ نے ہنستے ہوئے ان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا

"کیا ہے بھئی۔پھول والا نہیں ہے وہ۔اسے میرا شوہر کہتے ہیں خالہ۔اور مجھے تنگ نہ کریں آپ لوگ۔اچھا عمارہ بتاؤ کیا کھاؤ گی؟آج میں نے پاستہ بنایا تھا،لے آؤں؟ "زونیشہ نے بات بدلی

"میں کچھ نہیں کھا رہی۔بس اب واپس جاؤں گی کافی دیر ہو گئی ہے "وہ اٹھنے لگی تھی زونیشہ نے آگے بڑھ کر اسے دوبارہ بٹھا دیا

"کہیں واپس نہیں جا رہی تم۔آج رات یہیں رک جاؤ نا۔ باتیں کریں گے "زونیشہ اسے ایسے نہیں جانے دینا چاہتی تھی کہ وہ عمارہ کی دلی کیفیت سے واقف تھی اور یہ وقت وہ اس کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔

"میں تو رک جاؤں گی لیکن ماں سے آپ بات کریں گی "عمارہ نے کہا

"ہاں ہاں میں کرلوں گی بات۔تم یہاں بیٹھو اور خالہ کے دل سے سموکی کا خوف بھگاؤ۔میں آتی ہوں "اس نے کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آکر موبائل اٹھایا اور محد کا نمبر ملانے لگی۔

"مجھے یاد کیا جارہا تھا؟ "محد نے فون موصول کرتے ہی چہکتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔خوش فہمی ہے تمہاری"

"نہیں،دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ابھی ابھی میں نے تمہاری ڈائری کھولی تھی اور دیکھو تم نے فون کرلیا مجھے "وہ بستر پر بیٹھا میز پر خود سے خاصی دور پڑی ڈائری کے متعلق بڑے آرام سے جھوٹ بول رہا تھا۔

"اللہ! محد تم باز نہیں آؤ گے؟میں نے تمہیں بالکل اجازت نہیں دی میری ڈائری کو ہاتھ لگانے کی"

"باز آنے کا میرا ارادہ تو نہیں ہے "وہ ہنسا

"بہت برے ہو تم "

www.novelsclubb.com

"دیکھو لڑکی۔ مجھ سے اچھا شوہر تمہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا "وہ اترایا تھا۔اس کا اترانا بنتا تھا۔'وہ واقعی ایک اچھا شوہر تھا'اس نے سوچا مگر کہا نہیں۔

"میں تم سے بات ہی نہیں کر رہی۔ناراض ہوں میں۔اور تم مجھے مناؤ گے۔اور ہاں یہ بھی بتا دوں کہ میں اتنی آسانی سے مان جانے والوں میں سے نہیں ہوں "وہ رعنائی سے کہہ رہی تھی۔اب اسے بھی اپنے شوہر پر حق جتانا آگیا تھا۔

"تم ناراض بھی ہوتی ہو؟ "

"تو اور کیا۔آخر بیوی ہوں۔بیویاں اپنے شوہر سے اکثر ناراض ہوتی ہیں "وہ ہنسی۔

"فکر نہیں کرو میں منالوں گا۔مجھے منانا آتا ہے۔رشتوں کو نبھانا جانتا ہوں میں "اس نے پورے اعتماد سے کہا،" اچھا ویسے زونیشہ "!وہ کہہ رہا تھا،" ہم رخصتی کروالیں؟ "

"رخصتی؟اب یہ خیال کیسے آیا؟تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ ابھی رخصتی کے لئے وقت درکار ہے "اسے حیرت ہوئی تھی

"ہاں میں نے کہا تھا۔ لیکن اب میں اپنے اس فیصلے پر پچھتا رہا ہوں کیونکہ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ ابھی سے، آج سے، ایک چھت تلے، ہمیشہ "وہ بہت مان سے کہنے لگا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ کوئی اسے ایسے چاہے گا، اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

"اللہ تمہارا یہ خواب جلد پورا کرے لیکن یہ مت بھولو کہ میں تم سے ناراض ہوں "اس نے اسے اپنی جھوٹ موٹ کی ناراضگی یاد دلائی۔

"میں کہہ رہا ہوں ناں کہ میں منالوں گا تمہیں لڑکی "اس نے لڑکی کو لمبا کیا تھا

"اچھا یہ سب چھوڑو فیالحال۔ ابھی میں نے عمارہ کے بارے میں بات کرنے کے لئے فون کیا تھا "وہ اسے عمارہ کے متعلق بتانے لگی تھی

◇◇◇

عمارہ پریشان تھی، یہ جان کر وہ خود بھی پریشان ہوا تھا۔ وہ کسی کو واقعی اپنی دلی کیفیت کا پتا نہیں چلنے دیتی تھی۔ زونیشہ سے بات کر کے وہ کچھ دیر تک اسی بارے میں سوچتا رہا۔ پھر

www.novelsclubb.com

موبائل ہاتھ میں لہراتا ہوا کمرے سے نکلا، ماں کو عمارہ کے زونیشہ کے پاس رُکنے کا بتا کر خود فہد کے کمرے میں چلا آیا تھا۔

"فہد۔ عمارہ کیا واقعی بہت پریشان ہے؟ "وہ پوچھ رہا تھا

"ارمغان بھائی کے لئے یا علی بھائی کے لئے؟ "وہ جو اپنے بستر پر لیٹا ٹانگیں اٹھا کر دیوار پر رکھے، ہاتھوں میں کتاب پکڑے مگن تھا، کتاب پر نظریں جمائے بولا۔

محد نے آگے بڑھ کر کتاب اس کے ہاتھ سے چھینی تھی۔

"اوہو بھائی وہ فراڈیا پکڑا جانے والا تھا، بس دو سطریں آگے پڑھنے دیں "فہد یک دم سیدھا ہوا تھا۔

"تمہاری یونیورسٹی میں یہی سب پڑھاتے ہیں کیا؟ "اس نے بغور کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھا

"نہیں۔ لیکن صبح تو چھٹی کرنی ہے نا یونیورسٹی سے۔ اس لئے سوچا ناول مکمل کر لوں۔ آخری حصہ ہے، پلیز پڑھنے دیں "

www.novelsclubb.com

"پہلے میری بات سنو۔ صبح علی کو بلالیں؟ "محد پوچھنے لگا

"کیوں؟ کس خوشی میں؟ "

"تمہارے ناول مکمل ہونے کی کوشش میں "! محد نے اسے آنکھیں دکھائیں،" بیوقوف عمارہ کے لئے کہہ رہا ہوں "

"عمارہ کے لئے؟ تو پھر ارمغان بھائی کا کیا بنے گا؟ "فہد نے معصومیت سے پوچھا تھا۔

"ارے یار ارمغان کا کچھ بننا ہوتا تو علی کو بلانے کی ضرورت ہی کیا تھی "

"کیا بنانا ہے ارمغان بھائی کا پھر؟ اور کیوں؟ "فہد واقعی نہیں سمجھ پایا تھا۔

"تمہیں میری بات سمجھ نہیں آرہی؟ یا ڈرامے کر رہے ہو؟ "محد چڑ گیا

"آپ کو کیا لگتا ہے؟ "فہد ہنسا

"دیکھو فہد۔ میری برداشت کی ایک حد ہے "

"اور میں وہ حد پار کرنا چاہتا ہوں۔ میری سادگی دیکھ میں کیا چاہتا ہوں "فہد نے ہاتھ ہلا ہلا کر شعر ادا کیا تھا۔

"میں بھی پتہ نہیں کیوں تم سے مشورہ کرنے آگیا ہوں "محد نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔" پکڑو یہ اپنی کتاب اور گھُس جاؤ اس میں۔ میں خود ہی کچھ سوچتا ہوں "اس نے کتاب فہد کی طرف اچھال دی

"بھائی زرا پیار سے۔ کتابوں کے ساتھ پیار سے پیش آیا جاتا ہے۔ کتابیں اس زیادتی کی حقدار قطعی نہیں ہوتیں۔ اس نے آگے بڑھ کر کتاب اٹھائی اور سنجیدگی سے کہنے لگا،" اور آپ مجھ سے مشورہ کرنے اس لئے آئے ہیں کیونکہ عمارہ کو آپ سے بہتر میں جانتا ہوں "وہ کہہ رہا تھا۔

"ہاں۔ شاید اسی لئے "محد اس کے ساتھ بیڈ پر آ بیٹھا

"مسئلہ کیا ہے؟ "

www.novelsclubb.com

"زونیشہ بتا رہی تھی کہ عمارہ ارمغان کے رویے کہ وجہ سے پریشان ہے۔بلکہ کافی زیادہ پریشان ہے اس بار "وہ بتانے لگا۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے؟ کل ملاقات کے لئے علی بھائی کو بلائیں گے تو وہ آجائیں گے؟ "فہد نے کہا تو محد نے کندھے اچکا دیئے۔

"نہیں آئیں گے بھائی۔آپ کے نکاح پر بھی نہیں آرہے تھے وہ صرف اس لئے کہ عمارہ سے سامنا نہ ہو۔وہ بزدل نہیں ہیں۔صرف عمارہ کے ان کو انکار کر دینے کے بعد پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ورنہ وہ اتنے آرام سے بیٹھنے والا بندہ ہی نہیں ہے "فہد کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔پھر اب؟ کیا کریں؟ یہ ارمغان میرے اپنے حواسوں پر طاری ہو رہا ہے عمارہ کے ساتھ بے اعتنائی کر کے"

"بھائی ویسے یہ ارمغان والی باتیں کیا علی بھائی جانتے ہیں؟ "فہد نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔میرے خیال سے وہ یہ سب نہیں جانتا "محد نے سوچتے ہوئے جواب دیا

"تو بس پھر، "فہد نے تالی بجائی،" ملائیں علی بھائی کا نمبر اور انہیں بتاتے ہیں یہ ساری بات " اس نے کہا تو محد کو اس کی بات سمجھنے میں تھوڑا وقت لگا۔

"اوہ ہاں۔جب علی کو پتہ چلے گا تو وہ صبح ضرور آئے گا ارمغان سے دو دو ہاتھ کرنے "محد نے بات سمجھتے ہی موبائل نکالا اور علی کا نمبر ملانے لگا۔مگر فون نہیں لگا۔

"کیا ہوا؟ "فہد نے پوچھا

"نمبر مصروف جا رہا ہے "محد نے دوسری کوشش کرتے ہوئے کہا

◇◇◇

"سکندر صاحب! آزر بھائی فلوریڈا سے کب واپس آئیں گے، کوئی اندازہ؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔ دوسری جانب سے اسے کچھ بتایا گیا

"اور وہ فردان کے خلاف کاروائی کا آغاز ہوا یا نہیں؟ "

"سر وہ نہ تو اپنے مطلوبہ پتے پر ہمیں ملا اور نہ ہی اس کی کمپنی کے اسلام آباد والی پرانچ کے آفس سے کچھ برآمد ہو سکا ہے۔ ممکن ہے اسے بھنک پڑ گئی ہو تبھی وہ غائب ہو گیا "ایس ایچ او سکندر بتا رہے تھے۔

"آزر کا فون ہے؟ "کوئی سکندر صاحب سے پوچھ رہا تھا

"نہیں سر۔ علی کا فون ہے "

"انکل سہیل اس وقت تھانے میں ہیں؟ "علی نے ڈی آئی جی کی آواز سنی تو پوچھنے لگا۔

"سکندر صاحب میری ان سے بات کروائیں "علی نے کہا تو سکندر نے فون ڈی آئی جی کو تھما دیا۔

"ہاں علی، خیریت؟ "

"انکل آپ اس وقت تھانے میں؟ سب ٹھیک تو ہے؟ "علی کی آواز سے تشویش ظاہر تھی

"ہاں دراصل ہمارے کافی سپاہی مشن پر نکلے ہیں تو تھانے کے معاملات دیکھنے آیا تھا۔ تم بتاؤ"

www.novelsclubb.com

"جس مشن پر بھائی گئے ہیں؟اسی کی بات کر رہے ہیں؟ "

"ہاں اسی مشن کی۔دعا کرو کہ وہ کامیاب لوٹیں "سہیل شیراز کہہ رہے تھے،" اور ہاں وہ فردان ساحر کے خلاف جو کیس ہے،اس پر کام جاری ہے مگر میں ابھی جنید سے بات کر کے آ رہا ہوں۔ پچھلے ایک ماہ سے ابھی تک فردان کی لوکیشن تو برما کی نظر آ رہی ہے۔بظاہر یہی لگتا ہے کہ وہ پاکستان سے جا چکا ہے تو اس لئے فی الوقت ہم اس سے زیادہ اہم کیسز پر توجہ دے رہیں ہیں۔فردان نے تم سے خود دوبارہ رابطہ کیا تو اطلاع دینا،اول تو ممکن نہیں ہے کہ ایسا ہو "وہ کہہ رہے تھے۔اسی وقت محد کا فون آنے لگا۔ سہیل شیراز سے بات کر کے اس نے محد کو کال بیک کی تھی

◇◇◇

"آ گیا فون "محد نے کہا اور فون موصول کر کیا۔

'اسپیکر آن کریں "فہد اس کے بالکل قریب آ کر بیٹھ گیا۔

رسمی سلام دعا کے بعد محد اسے ساری صورتحال سے آگاہ کرنے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیا کہہ رہے ہو؟عمارہ کچھ نہیں کہتی اسے؟ "علی حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ کیا کہے اسے؟ "

"میں مان ہی نہیں سکتا محد، عمارہ ایسی ہے ہی نہیں۔ اس کے ساتھ کوئی بے رخی دکھائے تو عمارہ اسے فوراً احساس دلاتی ہے کہ وہ اتنی بے وقعت نہیں ہے جو ہر کسی کی بے رخی سہہ لے " وہ کہہ رہا تھا۔وہ عمارہ کو کتنا جانتا تھا" !ارمغان کو اگر کوئی مسئلہ ہے تو منگنی توڑ دے یا صاف کہہ دے۔ایسے کیوں کر رہا ہے وہ "

"لیکن عمارہ بھی تو کچھی کچھی رہتی ہے۔ہو سکتا ہے عمارہ کے رویے کی وجہ سے وہ ایسا کر رہا ہو " محد نے کہا

www.novelsclubb.com

"میں نہیں مان سکتا۔میں نے اسے ایک بار ارمغان کے ساتھ کہیں جاتے ہوئے دیکھا تھا گاڑی میں کالج سے واپسی پر "علی کو تعجب ہوا تھا

"یہ کب کی بات ہے؟تم جانتے ہو فہد؟ "محد نے پوچھا

"ہاں وہ تب ارمغان بھائی لنچ پر لے کر گئے تھے عمارہ کو "فہد بتانے لگا،" آپ کے نکاح سے پہلے کی بات ہے لیکن علی بھائی آپ اس وقت اسلام آباد میں تھے؟ "

"ہاں وہ۔۔۔مجھے کچھ کام تھا تب "کام تو محض بہانہ تھا۔یہ بات وہ جانتے بوجھتے خود سے بھی چھپا رہا تھا،" لیکن مجھے یہی تاثر ملا کہ عمارہ خود کو حالات کے مطابق ڈھال رہی ہے اور ڈھال لے گی۔اسی لئے میں پیچھے ہٹ گیا۔"

"وہ تو کوشش کر رہی تھی۔مگر ارمغان بھائی نے اسے کہا تھا کہ انہیں فرق نہیں پڑتا۔انہوں نے اپنی امی کی پسند پر منگنی کر لی اور شادی بھی کر لیں گے "فہد نے کہا تو محد گھور کر اسے دیکھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"اور یہ بات تم مجھے اب بتا رہے ہو؟عمارہ نے خود بتایا تمہیں؟ "

"بتایا کہاں۔میں نے اگلوایا۔اس دن اس کے کمرے میں گیا تھا تو وہ رو رہی تھی۔اور اس نے مجھے کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا۔اور شاید ارمغان کی انہی باتوں کی وجہ سے وہ زیادہ ہرٹ ہوئی تھی"

"ارمغان کو اندازہ ہی نہیں ہے کہ کتنے قیمتی دل کی ناقدری کر رہا ہے وہ۔ "علی ہارے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"پھر علی بھائی آپ کل آرہے ہیں یا نہیں؟ "فہد نے پوچھا

"علی اگر تم آجاتے ہو تو ہم سب مل کر ارمغان اور عمارہ دونوں سے بات کر لیں گے۔ "محد کہہ رہا تھا۔

"عمارہ مجھے بہت عزیز ہے محد۔ دنیا کے سبھی قیمتی نوادرات سے زیادہ قیمتی ہے وہ مجھے۔ میں صبح آؤں گا۔ ہم مل کر ارمغان سے دوٹوک بات کریں گے کہ عمارہ کو یا صحیح طرح اپنائے، یا صحیح طرح چھوڑ دے۔ کیونکہ پھوپھا کو تو یہ باتیں سمجھا پانا تقریبا ناممکن ہے "علی کے کہہ کر فون بند کر دیا۔

◇◇◇

4 دسمبر 2018، صبح دس بجے

نیشنل آرٹ گیلری، اسلام آباد

"ماں! ابو نہیں آئے پھر ہمارے ساتھ؟ "زونیشہ اور عمارہ کو محد آمنہ خالہ کے گھر سے لے چکا تھا۔اور اب وہ سب گاڑی میں بیٹھے آرٹ گیلری کی طرف جاتے راستے پر گامزن تھے۔

"میں نے ان سے کہا تھا لیکن اس وقت ان کی کوئی میٹنگ ہے، اسے ملتوی نہیں کر سکتے۔اور پھر ایک شادی میں بھی شرکت کے لئے جانا ہے انہوں نے۔ اور ارمغان بھی کمال بھائی کے ساتھ اسی میٹنگ میں شامل ہے سو میرے خیال سے وہ بھی نہیں آئے گا "طاہرہ اسے تفصیلاً بتا رہی تھیں۔اس نے ان کی بات سن کر اپنا رخ کھڑکی سے باہر نظر آتی سڑک پر کر لیا۔اگلے سارے راستے وہ خاموش رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

لگ بھگ ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد محد نے گاڑی پارکنگ ایریا میں کھڑی کی۔پارکنگ ایریا کے سامنے نظر آتی آرٹ گیلری کی خاکستری عمارت دسمبر کے آسمان سے امڈتی سورج کی کمزور کرنیں پڑنے پر چمکتی تھی۔یہ لمبی چوڑی عمارت کسی محل سے کم نہیں لگتی تھی۔عمارت

کے اوپر آسمان پر سرمئی بادل عمارت کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔انہی بادلوں کے پیچھے سے سورج چپکے سے انہیں دیکھ رہا تھا۔موسم میں خنکی پہلے کی نسبت بڑھ گئی تھی۔

وہ سب آرٹ گیلری کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئے تھے کہ دروازے کے ایک طرف کمر پر ہاتھ باندھے کھڑے علی کو دیکھ کر عمارہ کے قدم وہیں ٹھہر گئے۔

"ارے علی۔تم "!طاہرہ خوشی اور مسرت سے آگے بڑھی تھیں

"کیسی ہیں آپ پھوپھو "اس کے زرا سا جھک کر ان سے پیار لیا اور کن اکھیوں سے عمارہ کو دیکھا۔جس نے نگاہیں چرا لی تھیں۔

"اندر چلیں یا ارمغان بھائی کا انتظار کریں؟ "سلام دعا کے بعد زونیشہ نے عمارہ سے پوچھا تو عمارہ کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھ گئی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اندر چلیں "فہد نے عمارہ کو آگے بڑھتا دیکھ کر کہا اور اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔اس کے پیچھے سبھی باری باری اندر داخل ہونے لگے۔

گیلری کا شفاف فرش شیشے کے طرح صاف تھا۔اتنا صاف کہ سفید دیواروں پر لگی پینٹنگز کا عکس اس فرش کی ٹائلوں میں دکھائی دیتا تھا۔چاروں اطراف لگے برقی قمقموں سے اٹھتی سفید روشنی نے ماحول کو اور بھی شفاف کر دیا تھا۔عمارہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے آگے چلتے چلتے انہیں ہر پینٹنگ اور آرٹ کے نمونے کے متعلق بتاتی جا رہی تھی۔اور وہ سب اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"عمارہ ہمیں تمہاری پینٹنگ دیکھنی ہے "زونیشہ نے کہا تو وہ ہنس دی

"جی جی ہم اسی طرف جا رہے ہیں "وہ مسکرا کر کہتی ہوئی دائیں طرف کو مڑ گئی۔سامنے کی پوری دیوار پر ایک ہی بڑے سائز کی پینٹنگ آویزاں تھی۔جو لگ بھگ دیوار کی آدھی لمبائی کو گھیرے ہوئے تھی جس کے ساتھ لگے لیبل پر عمارہ کا نام اور پینٹنگ کے متعلق معلومات درج تھیں۔

"القلب؟ "پینٹنگ پر نظر پڑتے ہی ان سب نے زیرِ لب کہا۔کیوں کہ وہاں یہی لکھا تھا۔

'القلب' یعنی دل۔

"یہ کیا عمارہ؟ صرف تھوڑا رنگ برنگا اور فینسی سا القلب لکھنے پر تمہیں پہلا انعام مل گیا؟ " فہد نے سر کھجایا۔

"ہاں عمارہ۔ یہ تو وہ آئیڈیا نہیں ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا؟ "محد حیرت سے پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔ میرے خیال سے یہ ایک آپٹیکل الوژن پینٹنگ ہے "زونیشہ نے کہا اور پینٹنگ کے قریب جا کر بغور دیکھنے لگی۔

"بالکل! یہ ایک آپٹیکل الوژن پینٹنگ ہے۔ یعنی فریبِ نظر۔ وہ پینٹنگز جو پہلی نظر میں کچھ اور دکھائی دیتی ہیں اور غور کرنے پر کوئی اور تصویر نظر آتی ہے۔ زونیشہ آپ کیسے جانتی ہیں؟ " عمارہ نے پوچھا

"میں زیادہ نہیں جانتی۔ زری آپی کو پینٹنگ سے خاصا لگاؤ تھا۔ انہوں نے بتایا تھا ایک بار " زونیشہ ابھی بھی پینٹنگ کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"اور محد بھائی یہ وہی آئیڈیا ہے۔بس میں نے اس کو اپنے انداز میں عملی جامہ پہنایا ہے۔ قریب آکر دیکھیں "عمارہ نے کہا تو سب آگے بڑھ کر پینٹنگ پر غور کرنے لگے۔

پینٹنگ کے لیبل پر پینٹنگ کا نام تھا" گولڈن ریشو " جسے فزکس کی زبان میں فائی کہتے ہیں۔ لیبل کے نیچے لکھی گئی تفصیلات کچھ یوں تھیں:

"قدرت کی ہر شے ایک مخصوص تناسب پر پوری اترتی ہے۔پھر چاہے وہ زمین ہو،درخت ہوں،پہاڑ ہوں،سیاروں کے بیچ کا فاصلہ ہو،یا انسانی جسم ہو ! سب ایک مخصوص تناسب پر پورے اترتے ہیں اور یہ تناسب فائی کہلاتا ہے۔اس کی مقدار ہے 1.618 ۔اگر جسم کے کوئی سے دو حصوں کا بھی تناسب نکالا جائے،درخت کے کوئی سے دو حصوں کا تناسب نکالا جائے یا زمین کے کوئی سے دو حصوں کا تناسب نکالا جائے،یہ سب پائی کے برابر آتا ہے۔تو کیا یہ مخصوص اور متوازن ترتیب پر بنی دنیا خود بخود وجود میں آسکتی ہے؟ہر گز نہیں ! پوری دنیا میں اس ایک تناسب پر پوری اترنے والی چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں کہ صرف وہی وحدہ لاشریک ان سب کو ایسی ترتیب سے بنانے کی قدرت رکھتا ہے"

www.novelsclubb.com

وہ سب لیبل بڑھ کر پینٹنگ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

قلب کے ق میں دراصل سیارہِ زمین بنایا گیا تھا۔ جس پر مکہ کے مقام پر نشاندہی کر کے مکہ سے زمین کے شمالی قطب اور جنوبی قطب تک فاصلہ لکھا تھا۔ ان دونوں فاصلوں کا تناسب نکالا جائے تو یہ فائی کے برابر بنتا ہے۔یعنی 1.618۔سو مکہ زمین کے عین وسط میں واقعہ نظر آتا تھا،اور مکہ کے مقام سے روشنی کی شعائیں نکلتی ہوئی پوری زمین پر پھیل رہی تھیں، جیسے مکہ اس زمین کا دل ہو۔اور یہ دل پوری زمین کو غذا دے رہا ہو۔

قلب کے ل میں انسانی دل کی شکل تھی، جس کی جسم میں پوزیشن جسم کے باقی حصوں کے ساتھ عین فائی کے تناسب پر بنتی ہے۔یعنی اس دل کی جگہ اپنی اصل جگہ سے زرا سی ادھر سے ادھر ہوتی، تو جسم کے تمام حصوں کو خون کی فراہمی میں خلل آ جاتا۔پینٹنگ میں جسم کے مختلف حصوں سے دل تک آتی سیاہ لکیریں دل میں داخل ہو کر ختم ہوتی دکھائی دے رہی تھیں اور دل سے نکل کر واپس جسم کے مختلف حصوں تک جاتے ہوئے وہ لکیریں سفید ہو چکی تھیں۔

وہ سب پینٹنگ پر بنی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کو بغور دیکھتے آگے بڑھ رہے تھے۔

پینٹنگ کے آخری حصے یعنی قلب کے ب پر ایک سیاہ چکور بنا ہوا تھا، جو بظاہر مقناطیسی بارد کھائی پڑتا تھا۔ چکور کے گرد لوہے کے بے شمار ٹکڑے طواف کی شکل میں بنائے گئے تھے جیسے وہ لوہے کے ٹکڑے مقناطیس کی کشش کے باعث اس کے آس پاس گول دائرے کی شکل میں جمع ہو گئے ہوں۔ بالکل اس طرح جس طرح طواف کے وقت دنیا بھر سے آئے مسلمان قبلہ خانہ کعبہ کے گرد دکھائی دیتے ہیں۔

"ارے! یہ تو ویسی ہی پینٹنگ ہے نا جو سعودی آرٹسٹ احمد ماطر نے بنائی تھی؟ "فہد نے کعبہ کے اس منظر کو دیکھتے ہی کہا۔

"ہاں بالکل، یہ وہی کانسیپٹ ہے "عمارہ نے جواب دیا۔

اس منظر کے عین نیچے ایک آیت لکھی گئی تھی۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 143

"اور اِسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک " امت وسط "بنایا ہے (یعنی افضل قوم) تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔ پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے، اس کو تو ہم نے

www.novelsclubb.com

صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت، مگر اُن لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت نہ ثابت ہوا، جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے اللہ تمہارے اس ایمان کو ہر گز ضائع نہ کرے گا، یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفقت کرنے والا اور رحیم ہے"

)سورہ البقرہ-آیت 143(

"عمارہ اس آیت کو واضح کرو زرا "زونیشہ نے آیت پڑھ کر کہا۔

"اس آیت پر آپ لوگ غور کریں، یہ اسی لئے یہاں لکھی ہے کہ دیکھنے والے اس پر غور کریں "عمارہ نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"یہ پینٹنگ ایک بہت گہرا مگر خوبصورت پیغام دے رہی ہے"، علی جو ایک قدم آگے بڑھا تھا، کہنے لگا" جس طرح دل اس گولڈن ریشو کے مطابق جسم کے وسط میں موجود ہے، اور جسم کے سبھی حصوں سے آنے والے استعمال شدہ خون کو لے کر ان تک صاف اور مفید آکسیجن سے بھرپور خون لوٹاتا ہے، اسی طرح زمین کے وسط میں موجود مکہ اس زمین کا اور اس زمین

کے باسیوں کے ایمان کا دل ہے، کہ جب یہ گناہگار باسی اپنے گناہوں کی گندگی لئے اس دل یعنی قبلہ کی طرف مڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک کر دیتے ہیں، میں صحیح پہنچا ہوں؟ "وہ پوچھ رہا تھا

"آپ آدھی بات سمجھ گئے ہیں علی بھائی "اس نے اس کی جانب دیکھے بغیر کہا پھر کہنے لگی۔

"یہ آیت سورہ البقرہ کی عین درمیانی آیت ہے اور اللہ کی شان دیکھیں کہ اس آیت میں امت محمدیہ کو درمیانی امت کہا گیا۔اور اس کے فوراً بعد یہ کہہ دیا کہ تاکہ رسول اللہ تم پر گواہ رہیں اور تم لوگوں پر۔یعنی ہم رسول اللہ اور لوگوں کے درمیان میں ہیں۔ہمیں دین سیکھنے اور سیکھانے کی تلقین کی گئی ہے۔وہ دین جو خاتم النبین نے ہم تک پہنچایا اور اب ہمیں تا قیامت اس دین کو آگے لوگوں تک پہنچانا ہے۔اسی لئے ہمیں افضل قوم کہا گیا ہے "

"یہ تو ہے اس آیت کا پہلا حصہ، آگے کسی اور کو کچھ سمجھ آیا؟ "وہ پوچھ رہی تھی۔

"دوسرا حصہ مجھے کچھ ایسے سمجھ آرہا ہے "طاہرہ نے کہا،" کہ بات کی گئی ہے اس وقت کی جب قبلہ تبدیل کیا گیا اور اللہ نے کہا کہ پہلے جو قبلہ تھا وہ صرف یہ دیکھنے کے لئے تھا کہ کون

اللہ کے رسول پر اور اللہ پر یقین رکھتا ہے۔اور پھر جب قبلہ بدلا تو یہ دیکھنے کے لئے کہ کون اللہ کے فیصلوں پر ایمان کے ساتھ بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ کا حکم آجانے پر پچھلی باتوں پر ڈٹا نہیں رہتا۔یعنی جو وہ پہلے درست سمجھتا تھا،اللہ کے حکم پر اسے چھوڑ دیتا ہے اور اللہ کی طرف رخ کر لیتا ہے۔اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جن چیزوں کی ہمیں طلب ہوتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے درست ہیں مگر اللہ اس کی جگہ کوئی اور چیز ہمیں عطا کر دیتا ہے تو ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے کہ ہم اللہ کی مصلحت اور حکمت پر یقین رکھیں۔ اللہ کی عطاؤں کو دل سے قبول کریں اور اپنے لئے بہترین جانیں۔"

"ارے ماں آپ تو سب سمجھ گئیں "وہ چہکتی ہوئی ان کے قریب آئی تھی،" اور آخری حصہ ؟ "اس نے سوالیہ نظروں سے سب کی جانب دیکھا۔

"آخری حصے میں اللہ تعالی کہتے ہیں "زونیشہ کہنے لگی،" کہ اُس وقت لوگ جو عبادتیں پچھلے قبلے کی طرف رخ کر کے کرتے رہے،وہ قبلہ تبدیل ہونے پر ضائع نہیں کی جائیں گی۔کیونکہ اللہ بہت شفیق اور رحیم ہے۔اور ہمارے لئے یہ پیغام ہے کہ جب ہم امتِ وسط ہونے کے

تحت اللہ کا پیغام پہنچائیں اور لوگ اسے قبول کر کے اللہ کی طرف لوٹ آئیں تو اللہ ان پر رحم اور شفقت فرماتے ہیں اور ان کے پچھلے سبھی گناہ جو انہوں نے عمر بھر کئے، وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ سو وہ اس بات کا غم نہ کریں کہ انہوں نے ساری عمر گمراہی میں گزار دی "

" بالکل زونیشہ۔ اور پتہ ہے اس میں ہم سب کے لئے ایک اور بہت پیاری بات بھی ہے؟، "عمارہ کہہ رہی تھی،" وہ یہ کہ جب ہم دنیا کی خواہشات میں بھٹک کر اللہ کو بھول جاتے ہیں، اپنی مصروفیات میں اللہ کو بھول جاتے ہیں، اللہ سے دور ہو جاتے ہیں تو ایک وقت آتا ہے جب ہماری روح اللہ کی طرف کشش محسوس کرتی ہے اور ہم دنیا سے تھک کر اللہ کے قریب چلے آتے ہیں، جیسے طواف کرتے وقت لوگ قبلہ کے قریب بڑھتے ہیں، جیسے لوہے کے ٹکڑے مقناطیس کی کشش محسوس کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد جب ہم واپس پلٹتے ہیں پورے ایمان اور توبہ کے ساتھ تو وہ رب ہمیں بڑی شفقت اور رحم سے قبول کر لیتا ہے۔ ہم سے راضی ہو جاتا ہے۔ ہمارے ایمان کی آکسیجن اللہ کا ذکر ہے، اللہ کا قرب ہے۔ یہ ہمیں ملتا رہے گا تو ایمان تازہ رہے گا، مضبوط رہے گا۔ اور دل کا یہ ایسا تعلق ہوتا ہے اللہ کے ساتھ کہ دلوں کا حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اس دل کو سکون بھی اللہ کے قرب میں ملتا ہے۔ اور یہی پیغام ہے

www.novelsclubb.com

میری اس پینٹنگ گا۔القلب "!عمارہ کہہ کر چپ ہوئی تو خاموشی چھا گئی۔چند لمحے یونہی بیت گئے۔وہ سبھی اب بات سمجھ آجانے پر دوبارہ پینٹنگ کو دیکھ رہے تھے۔اب وہ پینٹنگ ان کے لئے محض ایک آبجیکٹل الوژن نہیں رہی تھی،وہ ایک پیغام بن گئی تھی۔اللہ کی وحدانیت کا پیغام،اللہ کی طرف لوٹ جانے کا پیغام،اپنی روح کی کشش کو سمجھنے کا پیغام،اللہ کی رضا میں راضی رہنے کا پیغام،اور اللہ کی شفقت ورحم پر یقین رکھنے کا پیغام۔اس لمحے طاہرہ نے آگے بڑھ کر عمارہ کو گلے لگایا تھا۔" مجھے تم پر فخر ہے عمارہ۔ایسی باتیں تو تمہاری دادی اماں کیا کرتی تھیں،آج تم میں مجھے اماں کا عکس دکھائی دے رہا ہے "

"ماں۔یہ سب شروع ہی دادی کے اس رجسٹر سے ہوا تھا۔جو میں اس دن سٹور سے نکال لائی تھی۔اللہ نے دادی کو میری راہنمائی کا ذریعہ بنایا "وہ مسکرائی۔اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں

"تبھی میں کہوں کہ میں نے تمہیں صرف گولڈن ریشو والا آئیڈیا دیا تھا پینٹنگ کے لئے،اس آیت کو یہاں لکھنے کا مجھے گمان بھی نہیں گزرا "محد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہترین بھئی بہترین۔میرا تو دل خوش ہو گیا ہے۔یقین کرو عمارہ میں اتنا خوش ہوں،اتنا خوش ہوں کہ آج تم جو کہو گی،میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا "فہد نے تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔ان سب کا قہقہہ چھوٹا تھا

"سوچ لو فہد۔عمارہ ایسے موقعوں پر کوئی چھوٹی خواہش نہیں کرتی "علی ہنسا تھا۔

"جی ہاں۔اور فہد میری خواہش ہے کہ تم اپنی پبلشنگ کمپنی میرے نام پر بناؤ گے "

"ہیں جی؟ یہ کیسی خواہش ہے۔میری کمپنی تمہارے نام پہ کیوں بنے گی بھلا۔میں نہیں کر رہا تمہاری یہ خواہش پوری "فہد نے ہاتھ اٹھا دیئے

"کیسے بھائی ہو یار۔پل بھر میں اپنے وعدے سے پھر گئے، ویسے میری بہت سی خواہشیں ہیں۔ پتا نہیں وہ پوری ہوتی ہیں یا نہیں "آخری جملے ہر اس کی آواز میں اداسی اتر آئی تھی۔

"جیسا کہ؟ "زونیشہ نے پوچھا

"جیسا کہ میں زندگی میں ایک بار یہاں جانا چاہتی ہوں"، اس نے پینٹنگ پر بنے کعبہ کی طرف اشارہ کیا تھا،" یہاں جہاں روح کو مرہم ملتا ہے،اور دل جوڑے جاتے ہیں۔ "اس نے کہا تو

علی نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔اس کے چہرے کی اداسی پر اس کا دل کٹ کے رہ گیا۔کچھ کہنے کے لئے اس نے لب کھولے تھے مگر پھر لبوں کو نیم وا چھوڑ دیا۔

"اور مجھے اس بات کی بھی فکر ہے کہ ہمارے بعد ہماری نسلیں بھٹک نہ جائیں۔وہ ایک اللہ کے سوا کسی کو اپنا خدا نہ بنالیں "وہ سنجیدہ تھی۔

"عمارہ تمہاری خواہشیں ہم سن لیں گے بعد میں،ابھی ہمیں ٹریٹ چاہیئے بس "محد نے کہا تو سب نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"تو پھر اب ہم کھانا کھانے کہاں جا رہے ہیں؟ "فہد نے آرٹ گیلری سے نکلتے ہوئے گھڑی پر وقت دیکھ کر کہا جو دوپہر کا ایک بجا رہی تھی۔ کسی کا جواب نہ پا کر اس نے سب پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔

زونیشہ محد نے کان میں کچھ کہہ رہی تھی۔اس کی بات سن کر محد طاہرہ کی طرف بڑھا

"ماں آپ میرے ساتھ آئیں گی زرا؟ "وہ انہیں ایک طرف کے جانے لگا،" آپ سب یہاں قریبی ریسٹورنٹ چلیں، ہم آتے ہیں۔ علی لے جاؤ گے ناں سب کو؟ "اس نے چلتے چلتے گردن موڑ کر کہا تو علی نے سر ہلا دیا

"کہاں جانا ہے؟ "طاہرہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"وہ میں سوچ رہا تھا کہ عمارہ کے لئے کوئی گفٹ نہیں لیا ہم نے۔ لے لینا چاہیئے نا؟ "وہ پوچھ رہا تھا

"ہاں۔ ٹھیک کہہ رہے ہو، گفٹ تو بنتا ہے "

"تو چلیں پھر ہم لے آتے ہیں ابھی "محد نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تھا۔ باقی تینوں علی کے ساتھ علی کی گاڑی کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"ارے علی بھائی! آپ نے یہ گاڑی کب لی؟ "فہد نے گاڑی دیکھتے ہی کہا

"کرایے کی ہے "صاف گوئی اور سنجیدگی سے جواب آیا تھا۔ فہد نے زبان دانتوں میں دبائی اور خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ریسٹورنٹ تک کا سفر خاموشی سے گزرا تھا۔ ریسٹورنٹ

پہنچتے ہی علی گاڑی کو ایک طرف لگا کر ان سب کو ساتھ لئے اندر جانے لگا کہ سامنے سے گزرتے شخص کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

"کیا ہوا؟ "اس کے رُکنے پر عمارہ نے مڑ کر پوچھا تھا

"کچھ نہیں وہ۔۔۔میرا وہم تھا شاید "وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔وہ سب ریسٹورنٹ میں ایک کونے پر رکھی ٹیبل کی طرف بڑھ گئے تھے۔وہاں اس وقت اکا دکا لوگ ہی دکھائی دے رہے تھے۔علی ان تینوں کو وہاں بیٹھنے کا اشارہ کر کے ایک طرف کو ہو گیا اور موبائل نکال کر سہیل شیراز کا نمبر ملانے لگا۔

"انکل آپ ابھی فردان ساحر کی لوکیشن چیک کر سکتے ہیں کہ وہ ابھی کہاں موجود ہے؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔

دوسری جانب سے کچھ کہا گیا۔چند لمحے خاموشی سے فون کان سے لگائے وہ انتظار کرنے لگا۔

"پکی بات ہے کہ وہ برما میں ہے؟مجھے شک سا ہوا کہ میں نے اسے دیکھا ہے اسلام آباد میں۔اس لئے پوچھ رہا تھا۔ہو سکتا ہے میرا وہم ہو"

"اچھا مطلب ابھی بھی ٹیم اس کے اسلام آباد والے گھر اور آفس کی نگرانی پر ہے؟"

"چلیں ٹھیک ہے۔میں فون رکھتا ہوں"

اسے ڈی آئی جی سے بات کر کے کچھ تسلی ہوئی تو وہ فون بند کر کے ان سب کی طرف بڑھ گیا۔

"اور سنائیں علی بھائی۔آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟ "فہد نے پوچھا

"اللہ کا کرم ہے،اچھا چل رہا ہے!اور شاید تمہاری بہن کی دعائیں بھی "اس نے کن اکھیوں سے عمارہ کو دیکھا تھا۔

"میں نے کوئی دعا نہیں کی "عمارہ نے بغیر کسی تگ ودو کے ایک طرف دیکھتے ہوئے انکار کر دیا

"آہ!ایک ہی خوش فہمی باقی تھی۔آج وہ بھی جاتی رہی "اس نے آہ بھری تھی۔

www.novelsclubb.com

"ارے یہاں بھی کتابوں کے اسٹال لگتے ہیں!؟ "فہد کی سامنے نظر پڑی تو وہ اپنی جگہ سے یکدم اٹھ کھڑا ہوا، "میں ابھی آتا ہوں "کتابیں دیکھ کر بھلا وہ کہاں رک سکتا تھا سو کسی کی بات سنے بغیر چل دیا۔

"آپ دونوں بات کریں، میں۔۔۔ "فہد کے جانے پر زونیشہ بھی کہتے ہوئے اٹھنے والی تھی کہ علی نے اسے وہیں روک لیا

"بھابھی آپ یہیں بیٹھی رہیں۔مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ کے سامنے بات کرنے میں۔ لیکن ہاں اگر آپ چلی گئیں تو جو بات میں کرنے جا رہا ہوں، اسے سن کر یہ جنگلی بلی میرا منہ نوچ لے گی "علی نے کہا تو عمارہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔زونیشہ نے سوالیہ نظروں سے عمارہ کو دیکھا۔عمارہ نے بھی اسے آنکھوں آنکھوں میں وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔اسی لمحے علی کی نظر سامنے پڑی تو وہ ایک بار پھر ٹھٹکا تھا۔ریسٹورنٹ میں داخل ہوتا شخص وہی تھا۔اسے ایک ہی دن میں دو بار وہم نہیں ہو سکتا تھا۔

"کیا ہوا؟ "عمارہ نے اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھے تو پوچھا۔وہ شخص ایک لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔لڑکی شکل سے غیر ملکی لگتی تھی۔ وہ غالباً علی کی موجودگی سے بے خبر تھا۔علی اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر اس کے قریب گیا تھا۔

"فردان تم؟ "اس نے بلا اختیار کہا،" تم تو برما میں نہیں تھے؟"

"ارے علی احمد زمان صاحب! آپ سے یہاں ملاقات کی توقع نہیں تھی "وہ لمحہ بھر کو چونکا پھر طنزیہ کہنے لگا۔

"تم برما فرار ہو گئے تھے نا؟ "علی نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔

"کیوں؟ کیا میں ایک وقت میں دو جگہ نہیں ہو سکتا؟ "فردان نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے اپنی فرنچ کٹ داڑھی پر ہاتھ پھیرا تو علی کی نظر اس کے ہاتھ کی پہلی انگلی میں پہنی انگوٹھی پر پڑی۔ وہاں انگوٹھی میں جڑا پینائیٹ اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔علی کی آنکھیں حیرت کے دھچکے سے پھیل گئیں۔

"یہ۔۔۔یہ پینائیٹ! چور کہیں کے، یہ تمہی نے چرایا تھا "! علی کی آواز تپش سے بھرپور تھی۔اس کی بات پر فردان نے چونک پر اپنی انگوٹھی کی طرف دیکھا پھر اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"ابے یار! یہ پتھر تو تم سے چھپانا تھا "فردان نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"تم پر ایک کیس تو میں کروا چکا ہوں فردان۔اب اس چوری کا کیس بھی کرواؤں گا۔بچ کر نکل نہیں سکو گے تم"

"ایسے کیسے نہیں بچ سکوں گا بزنس مین صاحب۔آپ نے مجھے جاننے میں خاصی دیر کر دی۔ فرار کے لئے گاڑی بدلنے، بھیس بدلنے اور شناخت بدلنے میں ماہر ہوں میں۔ان چھوٹے موٹے کیسیس سے بچنا کوئی مشکل کام تھوڑی ہے "

"سمجھ تو میں واقعی نہیں سکا کہ کس قسم کے آدمی ہو تم۔ بہر حال، یہ پینائٹ لوٹاؤ مجھے، ابھی"!

"کس خوشی میں؟ تم میرے ماموں کے بیٹے لگتے ہو؟ "فردان اس کی دھمکی پر ہنسا تھا۔اس کی ہنسی اور ڈھٹائی علی کو غصہ دلانے کے لئے کافی تھی۔ علی اسے مکا جڑنے کے لئے تیزی سے اس کی طرف لپکا۔فردان نے علی کی آنکھوں میں آنکھیں دیکھتے ہوئے اپنے انگوٹھی والے ہاتھ

سے ہی چٹکی بجائی۔ چٹکی بجتے ہی آگے بڑھتا علی رک گیا اور اس کا جو مکا ہوا میں ٹھہر گیا تھا، آہستہ آہستہ نیچے آنے لگا۔

"علی "!عمارہ تیزی سے ان کی طرف بڑھی تھی۔اس کی مداخلت فردان کو زرا نہیں بھائی، اس نے ساتھ کھڑی لڑکی کو اشارہ کیا۔اگلے ہی لمحے وہ لڑکی اپنی پینٹ کی جیب سے پن نما شے نکال کر عمارہ کی طرف بڑھی اور اسے حملہ کرنے کا موقع دیئے بغیر اس کا بازو پکڑ لیا۔پن عمارہ کے بازو میں جذب ہوئی اور عمارہ اپنا ہوش کھونے لگی۔

اگلے پل میں اس لڑکی نے ایک اور پن زونیشہ کی طرف اچھال دی جو عین زونیشہ کے حجاب کو کاٹتی اس کی گردن پر جا لگی۔اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آنے لگا۔

"لے چلو ان لڑکیوں کو ساتھ۔میں اپنے بزنس پارٹنرز کے ساتھ ایسے کام نہیں کرتا مگر اس آدمی نے مجھے مجبور کر دیا۔تو اسے مزہ چکھائے بغیر نہیں جانے دے سکتا تھا "اس نے اپنی سرمئی آنکھوں میں غصہ بھرے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو لڑکی نے پیچھے کسی کو اشارہ

کیا۔چار آدمی اشارہ ملتے ہی اندر آئے اور بے ہوش پڑتی عمارہ اور زونیشہ کو اٹھا کر لے جانے لگے۔

فہد جو ایک کتاب ہاتھ میں لئے مسکراتا ہوا واپس آرہا تھا، یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔

"یہ کیا؟ کون ہو تم لوگ؟ کہاں لے جا رہے ہو انہیں؟ "وہ حواس باختگی میں کتاب وہیں پھینک کر چلاتا کر دوڑتا ہوا چلا آرہا تھا۔چاروں آدمی ان دونوں کو لئے باہر جا رہے تھے،وہ لڑکی بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دی۔جبکہ علی سر جھکائے چپ چاپ کھڑا تھا۔

"علی بھائی!؟ "فہد پوری قوت سے چلایا تھا۔فہد کو قریب آتا دیکھ کر فردان کی تیوری پر بل آنے لگے۔

"اب یہ کیسی مداخلت ہے "!اس نے پستول نکالتے ہوئے کہا اور پیچھے دیکھے بغیر بازو گھما کر فائر کر دیا۔گولی فہد کے بازو کو چیرتی ہوئی گزر گئی۔درد کی ایک شدید لہر کے ساتھ وہ وہیں ڈھے گیا۔

"آبادی سے ہٹ کر اس ہوٹل میں دو گھڑی انجوائے کرنے آیا تھا، کمبختوں نے سارا مزہ کرکرا کر دیا "فردان بڑبڑایا۔

ریسٹورنٹ میں گولی چلتے ہی ہلچل مچ گئی تھی۔ریسٹورینٹ کا عملہ مارے خوف کے باہر نہیں نکل رہا تھا فردان نے واپسی کے لئے مڑتے ہوئے وہاں لگے اکلوتے کیمرے پر شوقیہ گولی چلائی۔ پھر علی کے کانوں کے قریب چٹکی بجا کر آگے بڑھ گیا۔ علی جو سر جھکائے کھڑا تھا، یک دم گر پڑا۔

"علی بھائی "! فہد نے کراہ کر پکارا تھا۔اس کا دایاں بازو لہولہان ہو رہا تھا۔وہاں موجود اکا دکا لوگ بھی اب جا چکے تھے۔ریسٹورنٹ کا عملہ فردان کے ریسٹورنٹ سے نکلتے ہی علی اور فہد کی طرف لپکا تھا۔اسی لمحے ہانپتا ہوا محد اور پیچھے پیچھے طاہرہ اندر آئے۔سامنے کا منظر ان کے قدم روکنے کے لئے کافی تھا۔

"علی! فہد "!!ان دونوں پر نظر پڑتے ہی وہ چلاتا ہوا تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔جبکہ طاہرہ دروازے پر ساکت کھڑی رہ گئیں۔ان کے قدموں نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

"محد بھائی وہ۔۔وہ عمارہ۔۔۔زو۔۔بھابھی "فہد کہہ رہا تھا۔درد کے باعث اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"فہد کہاں ہیں دونوں؟عمارہ اور زونیشہ کہاں ہیں!؟ "محد چلایا

"سر وہ لوگ انہیں لے گئے "ریسٹورانٹ کا مینجر آگے بڑھا، "میں نے صورتحال بھانپ کر پولیس کو فون کر دیا ہے مگر وہ ابھی پہنچی نہیں۔ ایمبولینس بھی بلالی ہے،بس ابھی آتی ہو گی۔

محد نے اس کی پوری بات نہیں سنی۔وہ تیزی سے باہر کی جانب بھاگا تھا۔ریسٹورنٹ سے نکل کر وہ ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھتا آگے کی طرف بھاگ رہا تھا۔اس نے تیزی سے زہن دوڑایا،

"سیاہ عبایہ۔۔۔سبز۔۔۔ "وہ سوچتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔

"زونیشہ نے سبز فراک پہنا تھا۔۔لمبا پاؤں تک "

"عمارہ کا عبایہ۔۔۔سیاہ"

www.novelsclubb.com

وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔لوگوں کو، گاڑیوں کے بیچ،اس جگہ سے نکلتی گاڑیوں کے بیچ۔ مگر اسے نہ عمارہ دکھائی دی تھی،نہ زونیشہ ملی تھی۔اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔اسے اچانک زخمی فہد اور بے ہوش پڑے علی کا خیال آیا تو وہ واپس بھاگا۔جاتا تو کہاں جاتا،اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ واپس ریسٹورنٹ میں داخل ہوا تو دروازے پر ساکت طاہرہ ابھی تک وہیں بیٹھی آنکھوں میں خوف اور آنسو لیے دیکھ رہی تھیں۔

"ماں "اس نے انہیں دیکھتے ہی پکارا۔" ماں پہلے۔۔۔ابھی فہد کو ہسپتال لے چلتے ہیں۔ چلیں "اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔اس نے انہیں سہارا دے کر کھڑا کیا۔ایمبولینس کا سائرن سنائی دیا تھا۔وہ اب فہد کی طرف بڑھا۔فہد ابھی ہوش میں تھا۔ مگر درد کی شدت سے کراہ رہا تھا۔

"چلو فہد "ایمبولینس پہنچتے ہی عملہ اسٹریچر اٹھاتے اندر آنے لگا۔فہد کو ایمبولینس میں منتقل کر کے اس نے طاہرہ کو فہد کے ساتھ بھیجا اور پھر وہ علی کی طرف بڑھا تھا۔جس کے چہرے پر مینجر پانی کے چھپٹے مار رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

علی نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔اسے اپنا سر بے حد بھاری لگا۔ بلا اختیار اس نے سر پکڑا اور آنکھیں میچتے ہوئے اٹھنے لگا۔

"علی! علی کون لے گیا انہیں؟ مجھے بتاؤ؟ کون تھا؟ مجھے بتاؤ کہاں ہیں عمارہ اور زونیشہ؟"

محد نے آگے بڑھ کر علی کو کندھوں سے پکڑا علی کو بات سمجھنے میں وقت لگا۔وہ خالی خالی نظروں سے محد کو دیکھنے لگا۔پھر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا جس میز پر عمارہ اور زونیشہ تھے،اب وہ وہاں نہیں تھے۔دوسری طرف فرش پر پڑے خون کے داغ! اب اس کی آنکھیں میں خالی پن کی جگہ الجھن نے لے لی۔ محد نے اسے خاموش پا کر جھنجھوڑا۔

" علی خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔ کہاں ہیں عمارہ اور زونیشہ؟"

"محد، میں کچھ۔۔۔کچھ یاد نہیں کر پا رہا ہوں "علی نے بے بسی سے کہا

"ایسے کیسے یاد نہیں کر پا رہے "محد کی آواز بلند ہوئی تھی" علی میں انہیں تمہارے ساتھ چھوڑ کر گیا تھا۔میری بہن، میری بیوی، کون لے گیا انہیں؟ "اس نے علی کو جھٹکا دے کر

پوچھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے تھے۔علی نے دیکھا کہ وہ رو رہا تھا۔اس کا سب سے اچھا دوست اس کے سامنے رو رہا تھا۔

" محد مجھے بتاؤ کک۔۔۔کیا ہوا ہے "علی نے بمشکل تھوک نگلتے ہوئے پوچھا تھا۔علی کی حواس باختہ حالات محد کی بے بسی میں اضافہ کر رہی تھی۔

مینجر آگے بڑھ کر اسے ساری بات بتانے لگا۔اور علی نے اپنے بال دونوں ہاتھوں سے نوچ لئے۔

"یہ فردان! میں۔۔۔مجھے یاد کیوں نہیں آرہا یہ سب "ساری کہانی سننے کے بعد علی بڑبڑایا

"علی آزر بھائی کو فون لگاؤ۔انہیں بتاؤ اس۔۔۔اس سب کا۔۔۔فردان کا۔۔۔انہیں کہو ان دونوں کو ڈھونڈیں۔ "محد کہہ رہا تھا،التجا کر رہا تھا۔علی نے کچھ سمجھ آنے پر سر ہلاتے ہوئے تیزی سے موبائل نکالا اور آزر کا نمبر ملایا۔نمبر نہیں لگ رہا تھا۔" آزر بھائی تو۔۔۔وہ تو پاکستان میں نہیں ہیں "وہ بے بسی سے کہہ رہا تھا

"کوئی اور۔انکل سہیل؟انہیں اطلاع دو۔علی میں۔۔۔تم کیسے بھائی ہو میرے؟تم۔۔۔علی تم ان کی حفاظت نہیں کر سکے زرا سی دیر کے لئے!یہ کیا کر دیا تم نے "محد کی آواز بھر آئی تھی۔

"محد میں کرتا ہوں فون۔تم حوصلہ کرو۔ہم ڈھونڈ لیں گے انہیں۔ہم ڈھونڈ لیں گے۔۔۔ ڈھونڈ لیں گے "علی نے اپنی حالت بحال کرتے ہوئے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری اور اسے تسلی دینے کی اپنی سی کوشش کی۔اب وہ ڈی آئی جی کا نمبر ملا رہا تھا۔دوسری گھنٹی پر فون موصول ہوا تو علی کی جان میں جان آئی تھی۔انہیں پوری صورتحال سے آگاہ کر کے وہ خولہ کا نمبر ملانے لگا۔

◇◇◇

3 دسمبر 2018،رات ایک بجے

ریاست فلوریڈا

)یاد رہے کہ فلوریڈا پاکستان سے نو گھنٹے پیچھے ہے (

www.novelsclubb.com

دھندنے چند قدم آگے کا منظر بے حد دھندلایا ہوا تھا۔ فلوریڈا کی میامی بندرگاہ پر موجود ہونے کے باعث ٹھنڈ قدرے زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ کارگو بحری جہاز باقی سب کو لیے اپنے سفر پر نکل چکا تھا۔ جبکہ وہ خود گل یار کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ ایک امید سی تھی کہ گل یار خود یہاں آ جائے گا۔ سو وہ کافی دیر بندرگاہ پر اسے پکارتا رہا۔ مگر وہاں چند ایک کارگو بحری جہازوں اور کچھ ساز و سامان کے علاوہ کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔

اسی لمحے اس کا فون بجا تھا۔ خولہ اسے واٹس ایپ پر فون کر رہی تھی۔ اس نے فون کو نظر انداز کر کے گل یار کو ڈھونڈنے پر توجہ رکھی۔ فون دوبارہ بجا تھا۔ اس نے بادل ناخواستہ فون موصول کیا۔

www.novelsclubb.com

"آزر۔۔۔ آزر وہ "خالہ کی پریشانی میں ڈوبی آواز سنائی دی تھی۔

"کیا ہوا خولہ؟ "آزر کے چلتے قدم رک گئے تھے۔

"وہ عمارہ اور زونیشہ کو کسی نے اغوا کر لیا ہے "خولہ کہہ رہی تھی۔ وہ آگے بھی کچھ بتا رہی تھی مگر آزر کے کان اس جملے کے بعد سائیں سائیں کے علاوہ کچھ نہ سن سکے۔ اس کے ارد گرد پھیلی

دھند اس کے اندر اترنے لگی تھی۔ اس کے ذہن میں بنتی دھند باہر کی دھند سے کہیں زیادہ تھی۔اندر کے سمندر نے طوفان کے آنے کی اطلاع تک نہیں دی تھی۔اور لہریں شدت اختیار کر چکی تھیں۔اس نے فون کانوں سے ہٹا دیا اور وہیں فلوریڈا کی اس بندرگاہ کی ٹھنڈی یخ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ گل یار نہیں مل رہا تھا۔اور جس کیس نے اسے اس شعبے میں یہاں تک پہنچا دیا تھا،اتنا سب ہو جانے کے بعد آج پھر ویسا ہی ایک کیس اسے کئی برس پیچھے دھکیل گیا تھا۔اغوا کا کیس!

"کیا وہ اتنے جہاد کے بعد بھی ناکام ہو گیا تھا؟ "اس نے خود سے سوال کیا۔وہ اس انجان سرزمین پر سر جھکائے رات کی تاریکی میں گڈمڈ کرتی دھند کے بیچ بیٹھا تھا۔اتنا شکست خوردہ اس نے خود کو کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔فاخر زمان کی موت پر بھی نہیں کہ اس موت کو ٹالنا تو اس کے بس میں نہیں تھا۔مگر اب،" کیا وہ واقعی ناکام رہا؟ مگر کیسے؟ "یہ خیال آتے ہی اس نے سر اٹھایا۔

"کون ہے جس نے حملہ کروایا ہم پر، جس نے گل یار کو غائب کیا۔ شکیل مر چکا تھا، پھر کون؟ قاسم؟ "وہ سوچ رہا تھا، کڑی سے کڑی ملا رہا تھا۔

"مینجر! ٹرپل ایس کا وہ مینجر "اس خیال کا ذہن میں کوندنا تھا کہ وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور اس جانب چل دیا جہاں ان سب پر حملہ ہوا تھا۔

دھند کے باعث وہ راستے میں پڑی لاشوں سے بار بار ٹکرا رہا تھا۔ اس نے موبائل کی ٹارچ جلا رکھی تھی، مگر اس کی روشنی بھی منظر واضح نہیں کر پا رہی تھی۔ چاند کی آخری تاریخوں کی وجہ سے چاند بھی دکھائی نہیں پڑتا تھا۔ وہ گل یار کو پکارتا آگے بڑھ رہا تھا۔ حتی کہ وہ ان لاشوں پر بھی روشنی ڈال کر دیکھتا جو وہاں پڑی تھیں کہ کہیں ان میں سے کوئی گل یار کی نہ ہو۔

"گل یار "اس نے باآواز بلند پکارا۔ مگر اس کی آواز اس سنسان جگہ پر چند سیکنڈ کی گونج کے بعد ختم ہو گئی۔

اس نے موبائل نکالا اور ڈی آئی جی کا نمبر ملانے لگا۔

"آزر کیا رپورٹ ہے؟ مشن کامیاب رہا؟ "انہوں نے فون اٹھاتے ہی پوچھ ڈالا جیسے وہ اسی کے فون کے منتظر بیٹھے تھے۔

"سر مشن کامیاب رہا۔ ہم اپنے ملک کی بیٹیوں کو یہاں سے نکالنے میں کامیاب رہے۔ میں سب کو پاکستان کی طرف روانہ کر چکا ہوں۔ اگلی صبح دلاور اور ڈاکٹر ڈان وہاں پہنچ جائیں گے۔ اور جو سمندری راستے پر ہیں، ان کے حوالے سے میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کتنے دن لگ جائیں۔ اسدان کے ساتھ ہے۔ اور گل یار "وہ کہتے کہتے رک گیا تھا

"اور گل یار؟ "انہوں نے پوچھا

"گل یار گمشدہ ہے سر۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں مگر "اس کی آواز ٹوٹنے لگی۔

"آزر۔ گل یار کو تلاش کرنے پر بھی اگر وہ نہیں ملتا تو لوٹ آؤ۔ کیوں کہ یہاں بھی ہمیں تمہاری ٹیم کی ضرورت ہے "

"سر عمارہ اور زونیشہ کا کچھ پتہ چل سکا؟ "

"صاف ظاہر ہے کہ فردان ساحرا نہیں اپنے ساتھ لے کر گیا ہے۔اور علی کے مطابق وہ پینائیٹ فردان نے چرایا تھا۔ مگر علی اور محد اس وقت تھانے میں میرے پاس موجود ہیں اور علی کی زہنی حالت مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔ہوٹل کی سی سی ٹی وی فوٹیج سے بھی کچھ خاص نہیں مل سکا۔ "

"آپ مجھے کھل کر بتائیں سر "آزر کو تشویش ہونے لگی

"فی الحال تم جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرو۔یہاں کے معاملات میں دیکھ رہا ہوں " انہوں نے فون بند کر دیا تھا۔

آزر بے بسی سے اپنے ارد گرد دیکھنے لگا۔

"تم آخر کہاں ہو گل یار "!اس نے زیرِ لب کہا۔

"سر میرا یقین ہے کہ حق کبھی باطل سے ہار نہیں سکتا، میں ابھی واپس نہیں آؤں گا "گل یار کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔وہ ایک بار پھر ہمت ہارتا ہوا وہیں بیٹھ گیا۔

www.novelsclubb.com

" سر آپ مجھ پر بھروسا رکھیں۔ میں بیوقوف لگتا ضرور ہوں لیکن اتنا بیوقوف بھی نہیں ہوں"

وہ کسی بری خبر کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتا تھا۔

" سر میں کامیاب لوٹنا چاہتا ہوں "

وہ گل یار کو زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔

"سر یہ جنگ میں ہر حال میں لڑوں گا۔ لڑے بغیر میں ہار نہیں مان سکتا"

اس نے خود کو دوبارہ کھڑا کیا اور اسے تلاش کرنے کے لئے چاروں اطراف نظر دوڑانے لگا۔ وہ چلتا چلتا اس جگہ سے زرا دور آ گیا تھا جہاں حملہ کیا گیا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے وہ موبائل کی ٹارچ کی روشنی چاروں ڈالتا جا رہا تھا کہ ایک طرف اوندھے منہ پڑے سیاہ سوٹ بوٹ میں ملبوس آدمی کا وجود دیکھ کر ٹھٹک کر رک گیا۔ پھر اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے اور قریب آ کر ایک ہی جھٹکے میں اس وجود کو سیدھا کر کے روشنی کے چہرے پر ڈالی، وہ مینجر تھا۔ اس کی

گردن پر چاقو سے کٹ لگنے کا نشان تھا جس سے نکلنے والا خون سردی کے باعث جلدی جامد ہو گیا تھا۔

"تو تم ہی تھے حملہ کرنے والے "!اس نے زیرِ لب کہا۔اس کی نظر قریب گرے چاقو پر پڑی تو اس نے جھٹ سے لپک کو وہ چاقو اٹھالیا۔اسے وہ جانا پہچانا لگا تھا سو روشنی اس پر ڈال کر بغور دیکھنے لگا۔

"جی وائے کے "چاقو کے دستے پر کریدا گیا گل یار خان کا نام اسے دکھائی دے گیا تھا۔وہ ساری بات سمجھنے لگا کہ گل یار مینجر کو مارنے یہاں تک آیا تھا۔

"مگر مینجر کی پشت پناہی کون کر رہا تھا؟ یہ خود تو ایسا نہیں کر سکتا "اس نے سوچا۔یہاں آکر وہ اس پہیلی میں الجھ رہا تھا۔ مگر ابھی اسے گل یار کو ڈھونڈنا تھا سو وہ آگے بڑھنے لگا۔چند قدم چل کر اس کے پاؤں تلے کسی چیز کے چرمرانے کی آواز نے اسے روک دیا۔اس نے جھک کر نیچے دیکھا اور پھر نیچے پڑا موبائل اٹھالیا۔

"یہ۔۔۔یہ تو گل یار کا ہے "!اس نے موبائل کو چلانے کی کوشش کی مگر اس کی اسکرین پر موجود بے شمار لکیریں بتا رہی تھیں کہ وہ موبائل اب کسی کام کا نہیں رہا۔

"گل یار "!اس نے چلا کر پکارا۔ کتنی ہی دیر وہ وہاں گل یار کو پکارتا رہا۔ مگر اسے وہ نہیں ملنا تھا، سو نہ مل سکا!

◇◇◇

جاری ہے۔۔۔۔۔۔

قسط نمبر 8:

"محد تم فہد کے پاس جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ جیسے ہی کوئی خبر ملی، میں تمہیں اطلاع دے دوں گا" سہیل شیراز نے آزر سے بات کرنے کے بعد ان دونوں کی جانب رخ کیا تھا۔ وہ دونوں تھانے میں سر جھکائے بیٹھے گہری سوچ میں محو تھے کہ ان کی بات پر محد نے سر اٹھایا

"فہد کے پاس ماں اور ابو ہیں۔ میں وہاں چلا بھی جاؤں تو کیا کروں گا"

www.novelsclubb.com

"مجھے معاف کر دو محد" علی نے کافی دیر بعد لب کھولے تھے۔

"میں۔۔۔بہت شرمندہ ہوں۔وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی۔ان کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی میں کچھ نہیں کر سکا۔نہ ہی میں کچھ ٹھیک سے یاد کر پا رہا ہوں۔۔۔میں" اس نے آنکھوں میں بے بسی صاف واضح تھی۔اس کے کندھے شکست کے بوجھ سے جھکے ہوئے تھے۔"میری سمجھ سے باہر ہے جو یہ سب ہو رہا ہے"

"تمہارا قصور نہیں ہے علی۔فردان ساحر کے سحر نے تمہیں کچھ کرنے نہیں دیا۔اس موقع پر میں ہوتا تو شاید میرے ساتھ بھی یہی ہوتا" محد نے یہ کہتے ہوئے گویا خود کو تسلی دی تھی

"کیا ایسا ممکن ہے کہ اس نے تمہیں ہپناٹائز کر لیا ہو علی؟" سہیل شیراز نے اپنی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے اندازہ لگایا۔

"ہپناٹائز؟ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟" محد نے حیرانی سے پوچھا

"بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ وہ شخص ہپناٹزم جانتا ہے۔نہ صرف جانتا ہے بلکہ اس کام میں خاصا ماہر بھی ہے۔جو کچھ علی تم بتا رہے ہو اور جو کچھ اس وقت وہاں موجود لوگوں نے دیکھا اور بتایا۔اور جو تھوڑا بہت سی سی ٹی وی فوٹیج سے معلوم ہو سکا ہے،اس سب سے تو یہی واضح ہو رہا ہے۔

www.novelsclubb.com

تمہاری آنکھوں میں دیکھ کر اس کا چٹکی بجانا اور تمہارا ہوش میں ہوتے ہوئے بھی ہوش میں نہ رہنا، یہ سب ہپناٹزم کی طرف اشارہ کر رہے ہیں" سہیل شیراز کہہ رہے تھے، "میں اس بارے میں مزید جاننے کی کوشش کر رہا ہوں"

"تو اب ہمارا اگلا قدم کیا ہوگا انکل؟ پلیز زونیشہ اور عمارہ کو ڈھونڈ لیں۔ جتنی جلدی ہو سکے"

"محد میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ شہر سے نکلنے والے سبھی راستوں پر ناکا لگوا چکا ہوں۔ عمارہ کا فون وہیں ریسٹورنٹ میں گر گیا تھا، جبکہ زونیشہ کا بیگ اس کے کندھوں پر موجود تھا۔ اس کے فون کی لوکیشن پر ٹیم روانہ ہو چکی ہے۔ میں سکندر کے فون کا ہی منتظر ہوں۔ دعا کرو کہ وہ لوگ مل جائیں"

ابھی ان کی بات مکمل ہوئی ہی تھی کہ ان کا فون بجا۔ انہوں نے ایس ایچ او سکندر کا نام پڑھتے ہی جھٹ سے فون موصول کیا تھا۔

"سر۔ یہاں ہمیں ایک برگنڈی بیگ سڑک کے کنارے پڑا ملا ہے۔ اسی میں وہ فون ہے جس کی لوکیشن پر ہم یہاں تک آئے ہیں۔ یہ راستہ شہر سے باہر جاتا ہے"

"سکندر آدھی ٹیم کو اسی راستے پر آگے بھیجو۔ اور باقی ٹیم کو شہر کے اندر تلاش جاری رکھنے کا

کہو" انہوں نے آرڈر دیا اور فون رکھ دیا۔

"صرف برگنڈی بیگ ملا ہے، فون اسی میں ہے" انہوں نے مختصراً بتایا تھا۔ محد جو مسلسل ادھر ادھر چکر کاٹ رہا تھا، ہارے ہوئے شخص کی طرح کرسی پر آ بیٹھا۔ وہ کیا کر سکتا تھا، اسے کیا کرنا چاہیئے تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اسی لمحے زبیر ہانپتا ہوا وہاں آ پہنچا۔

"محد!" انہوں نے اندر آتے ہی اسے پکارا

"زبیر بھائی" محد نے چونک کر انہیں دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کوئی خبر؟" وہ پوچھ رہے تھے۔ محد نے سر نفی میں ہلا دیا۔ اس کے ضبط کا پیمانہ انہیں دیکھ کر قابو میں نہ رہا۔ اس کی آنکھیں یکدم آنسو برسانے لگیں۔ زبیر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔

"مل جائیں گی۔ دونوں بخیر و عافیت واپس مل جائیں گی محد۔ مجھے یقین ہے" وہ خود کو دلاسہ سے رہے تھے یا اسے، معلوم نہیں۔

"میں اسے کھونا نہیں چاہتا زبیر بھائی۔ میں اپنی اکلوتی بہن کو بھی نہیں کھونا چاہتا۔ میرے سب سے انمول رشتے۔۔۔ مجھے خوف آ رہا ہے۔ بہت خوف۔ میں کیسے بچاؤں انہیں" وہ رو رہا تھا۔ وہ

www.novelsclubb.com

بے انتہا رونے لگا تھا۔بچوں کی طرح اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔

"اللہ بچائے گا انہیں۔بچانے والی ذات اللہ کی ہے۔وہی بچائے گا۔تم ہمت رکھو" وہ اسے سمجھانے لگے۔علی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا۔

"محد۔میں فردان کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔میں اسے خود اپنے ہاتھوں سے ختم کروں گا۔تم۔۔۔تم فکر نہیں کرو۔میں انہیں ڈھونڈ کر لاؤں گا" وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔محد نے زبیر سے الگ ہو کر اسے دیکھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو؟ کہاں ڈھونڈو گے انہیں؟" محد نے اسے فکر مند نظروں سے دیکھا

"میں تمہیں ایسے ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔اور میں عمارہ کو نہیں کھو سکتا۔سب میری وجہ سے ہوا ہے" وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔

"بیوقوفی مت کرو۔یہاں رکو یا اپنے گھر جاؤ۔انہیں ڈھونڈنا پولیس کا کام ہے اور سزا دینا عدالت کا۔ان سب کے اوپر رب بیٹھا ہے جو حامی و ناصر بھی ہے اور منصف بھی! سو جس کا جو کام ہے اسے وہ کرنے دو۔آپ لوگ دعا کرو۔" سہیل شیراز نے اسے ڈپٹا تھا۔علی نے چھپ کر اپنی آنکھوں کے کناروں پر آتی نمی کو انگلی کے پوروں سے صاف کیا اور مزید امڈتے آنسوؤں کو

زبردستی واپس دھکیل دیا۔

دکھ تھا کہ وہ عمارہ سے اس آخری وقت میں کوئی بات نہیں کر سکا۔پشیمانی تھی کہ وہ ان دونوں کے لئے لڑ نہ سکا۔خوف تھا کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو۔اضطراب تھا کہ وہ اب بھی کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔اور محد! اسے دیکھتے ہوئے وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ٹوٹ رہا تھا۔اسے ایسے دیکھ کر اس کے دکھ، پشیمانی، خوف اور اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔اس نے ایک نگاہ محد پر ڈالی، پھر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

◇◇◇

دن سے رات ہو گئی تھی۔نہ کوئی خبر تھی نہ کوئی پتہ۔ عصر کے وقت زبیر اسے تھانے سے واپس لے آیا تھا۔اور تب سے وہ جامعہ مسجد میں موجود تھا۔اب نمازِ عشاء گزرے بھی خاصا وقت بیت گیا تھا۔ بھوک، نیند، تھکاوٹ اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔جامعہ مسجد کا وسیع صحن پورا بھر جاتا تب بھی اس کی آنسو اس کے اندر کا حال بتانے کے لئے کافی نہ ہوتے۔اسے آج احساس ہوا تھا کہ وہ کسی کو کھو دینے سے واقعی بہت ڈرتا تھا۔کسی اپنے کو کھو دینے سے اسے کس قدر خوف آتا تھا۔

اس نے ستون سے ٹیک لگا کر آسمان کی جانب دیکھا۔آج وہاں کوئی ستارہ نہیں تھا۔اور چاند، چاند نہ جانے کہاں تھا۔چاند اپنی چودھویں گزار چکا تھا سو اب آسمان پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔دور تک پھیلی آسمان کی یہ چھت آج تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔بالکل ویسے جیسے اس کا دل اپنی زندگی کے چاند کو کھو دینے کے خوف سے تاریک پڑ رہا تھا۔

اسے کچھ دن پہلے کی بات یاد آئی جب وہ لان میں بیٹھا زونیشہ سے فون پر بات کر رہا تھا۔شاید تب چاند کے اسی مہینے کا آغاز تھا جس مہینے کا چاند اب چودھویں گزار گیا تھا۔

"تم ابھی کہاں ہو؟"اس نے فون پر اس سے پوچھا تھا۔

"اپنے کمرے میں ہوں۔اور کہاں ہوں گی اس وقت؟"وہ حیرانی سے بتا رہی تھی

www.novelsclubb.com

باہر لان میں جاؤ"

"ابھی؟"

"ہاں ابھی"اس نے اصرار کیا۔

"کیوں؟پہلے مجھے وجہ بتاؤ"

جاؤ تو سہی، پلیز"اس کے بارہا کہنے پر وہ کمرے سے نکل کر لان کی جانب آئی تھی۔

"کیا ملا مجھے اتنی ٹھنڈ میں باہر بلا کر؟"اس نے جھوٹ موٹ کی خفگی سے کہا تھا۔

"آگئی باہر؟"

"ہاں آگئی۔۔۔اب؟"

"چاند دیکھا؟"اس نے پوچھا تو وہ سر مئی آسمان پر ابھرتے باریک کمان جیسے چاند کو دیکھنے لگی۔

"ہاں۔۔۔پہلی کا لگ رہا ہے"

"شاید۔لیکن کتنا پُرکشش ہے،ہے نا"وہ کتنے اشتیاق سے کہہ رہا تھا۔

"ہاں پُرکشش تو ہے"

"محبت بھی کتنے معجزے کرتی ہے نا زونیشہ۔دیکھو اب تم مجھ سے دور ہو کر بھی میرے قریب ہو"

"اچھا؟وہ کیسے؟"

"تم بھی وہی چاند دیکھ رہی ہو جو میں دیکھ رہا ہوں"اس نے کہا تو وہ کھِلکھلائی تھی۔پھر کتنی ہی دیر وہ اس کی اس بات پر ہنستی رہی تھی۔

اس نے ایک بار پھر چاند کو دیکھنا چاہا،کہ شاید اس وقت زونیشہ بھی اسی چاند کو دیکھ رہی ہو۔مگر

www.novelsclubb.com

چاند نے آج نہیں آنا تھا سو نہیں آیا۔

وہ اسی طرح بیٹھا آسمان کو تکتا فریاد کرنے لگا اپنے اس رب سے جس رب نے اسے گمراہ پایا تو راہِ راست دکھلائی۔ جس رب نے اسے اکیلا پایا تو اسے اپنا قرب دیا۔ جس رب نے اسے شریکِ حیات عطا کر کے اس کے ایمان کو مکمل کیا۔ ایسی شریکِ حیات جس کے ساتھ تعلق جڑ جانے پر اسے اس سے صدیوں سے جڑے تعلق کا گمان ہوتا تھا جیسے اس کی روح نے اپنے جیسی کسی روح کا ساتھ پالیا ہو۔ جیسے ازل سے وہ اس کے ساتھ کا مستحق ہو۔

میرا کھنڈر رات میں پڑا دل

تیرے ہاتھوں کی پناہ ڈھونڈتا تھا

اور تو نے میری ذات کو

کسی تحفے کی طرح قبول کیا

تو جائے امان ہے!

ان اداس ستاروں کی

اور پھیکی مسکراہٹوں کی

www.novelsclubb.com

تیرا نام نہیں جاتا خالی

یہاں تک کہ

یہ ہر ٹوٹے دل کو شفا دے جائے

ان نم آنکھوں کے لئے

تُو ایک باعثِ سکون نظارہ ہے

اور اس سمندر کے لئے بھی

جو اپنے موتی کھو بیٹھے

تُو وہ عطا (کرتا) ہے

کہ جس کا کوئی زی روح

تصور بھی نہیں کر سکتا

(السید ہاشم المحفوظ)

وہ دل ہی دل میں پکار رہا تھا، اس رب کو جس کے قریب ہونے پر اس رب نے اس کی سبھی مشکلیں آسان کی تھیں، جس کی جانب ایک قدم بڑھانے پر وہ رب دس قدم اس کی طرف آیا

www.novelsclubb.com

تھا۔ سو وہ اس یقین کے ساتھ وہاں بیٹھا تھا کہ وہ رب اب بھی اس کی مشکلیں آسان کرے گا کہ صرف وہی یہ کر سکتا تھا۔ صرف وہی اسے وہ سب لوٹا سکتا تھا، جس کے کھو دینے سے اسے خوف آ رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اسے کسی کو کھو دینے سے خوف آتا ہے، کیا اس کا یہ خوف آزمایا جا رہا تھا؟ اگر واقعی ایسا تھا تو وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس آزمائش میں سرخرو کیسے ہو گا، ہو گا بھی یا نہیں۔ لیکن وہ اتنا ضرور جانتا تھا کہ اس کا رب رحیم بھی ہے اور شفیق بھی۔ وہ اپنے کرم اور رحم سے سب کر سکتا ہے۔ کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں، سو وہ اسی رب سے مانگ رہا تھا۔ دوبارہ مانگ رہا تھا۔ مسلسل مانگ رہا تھا۔۔۔

◇◇◇

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک کمرے میں موجود پایا۔ اسے اپنا وجود اکڑا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے جسم کے باہنی حصے میں شدید درد کی لہر محسوس ہوئی، جیسے وہ اس حصے کے بل بہت زور سے گری ہو۔ بلکہ پٹخی گئی ہو۔ اس نے ہلنے کی کوشش کی تو خود کو ہلا نہ سکی۔ اسے یہ سمجھنے میں تھوڑی دیر لگی کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے تھے۔ کمرہ یخ ہو رہا تھا۔ اور ٹھنڈے فرش پر موجود ہونے کے باعث سردی گویا براہِ راست جسم میں داخل ہو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے

وہ کسی سرد خانے میں موجود ہو۔

'یہ سب کیا ہے، یہ کیسے ہوا'اس نے سوچا اور پھر یاد کرنے کی کوشش کی۔زرا سی کوشش پر اسے سب یاد آنے لگا۔'زونیشہ !'اس نے زیرِ لب انتہائی مدھم آواز میں کہا۔اتنی مدھم آواز کہ اس کے علاوہ کسی کو سنائی نہ دے۔کمرے میں نیم تاریکی تھی۔غالباً رات ہو چکی تھی۔اس نے لیٹے لیٹے ہی تاریکی میں ٹٹولنا چاہا،اسے خود سے زرا فاصلے پر دوسرے کونے میں کوئی وجود پڑا دکھائی دیا۔اس نے آنکھوں پر زور ڈالتے ہوئے دیکھنے کی کوشش کی، پھر ایک نگاہ پورے کمرے میں ڈالی۔کسی تیسرے کی موجودگی اسے محسوس نہیں ہوئی سو اس نے سرگوشی کے سے انداز میں پکارا

"زونیشہ !"مگر وہ وجود بے حس و حرکت پڑا تھا۔چند لمحے اس کے جواب کے انتظار میں گزرے۔پھر اس نے خود کو حرکت دینے کی کوشش کی۔اس کے جسم کے ہر حصے سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں مگر پھر بھی وہ ہلنے کی کوشش کرتی رہی۔اور خود کو گھسیٹتی اس دوسرے وجود کی طرف بڑھنے لگی۔

'زونیشہ۔۔۔زونی!اس نے دوبارہ پکارا۔اس وجود میں ہلکی سے حرکت ہوئی تھی،"زونیشہ !"

اس نے پھر پکارا۔اس وجود کے منہ سے درد کے باعث کراہنے کی آواز نکلی تھی۔

"عمارہ۔ہم کہاں ہیں؟"اس نے بمشکل پوچھا

"میں نہیں جانتی"

"میرے۔۔۔میرے جسم میں بہت درد ہو رہا ہے،ہلا نہیں جا رہا"

"میں جانتی ہوں۔لیکن ہم۔۔۔ہمیں یہاں سے نکلنا ہے سو ہمت کرنی ہو گی"وہ سرگوشی میں کہہ رہی تھی۔"میں اپنی جگہ واپس جا رہی ہوں،وہ سامنے والے کونے میں"اس نے سر گھما کر اشارہ کیا،"ہمیں انہیں پتہ نہیں لگنے دینا کہ ہم ہوش میں آ چکے ہیں،آپ میری بات سمجھ رہی ہیں؟"

"عمارہ کیا۔۔۔کیا ہمیں اغوا کر لیا گیا ہے؟"اس کی آواز سے خوف ظاہر تھا۔

"زونیشہ!جب تک ہم دونوں ساتھ ہیں،مل کر ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"لیکن کیسے۔یہ لوگ جو بھی ہیں یہ ہمیں جانے نہیں دیں گے"

اسی لمحے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ان دونوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔اور اگلے ہی لمحے عمارہ نے اپنے وجود کو دوسرے کونے کی طرف گھسیٹنا شروع کر دیا۔خود کو

تیزی سے گھسیٹتے ہوئے اس کے وجود کا انگ انگ دکھ رہا تھا۔ کوئی دروازے پر لگا لاک کھول رہا تھا۔ زونیشہ خوفزدہ نگاہوں سے کبھی عمارہ کو اور کبھی دروازے کو دیکھتی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں میچ لیں۔ دروازہ کھلنے سے ٹھیک ایک سیکنڈ قبل عمارہ اپنی جگہ پہنچ کر بے ہوشی جیسی حالت میں لیٹ چکی تھی۔

دروازہ کھلا تو ایک لڑکی کے ساتھ دو آدمی اندر آئے تھے۔

"یہ ابھی تک بے ہوش ہیں میڈم" ان میں سے ایک آدمی نے کہا جو ہاتھ باندھے مدب کھڑا تھا۔

"انہیں بے ہوش ہی رکھو۔ ایک گھنٹے بعد ایک اور ڈوز دے دو۔ ہوش میں آئیں گی تو تنگ کریں گی۔" وہ لڑکی ٹوٹی پھوٹی اردو میں پوری بات سمجھا کر گئی تھی۔

ان آدمیوں نے مدب انداز میں سر ہلا دیا۔ لڑکی کمرے سے نکلی تو وہ دونوں آدمی بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔

"زونیشہ" کچھ لمحے خاموشی سے گزر جانے کے بعد اس نے سرگوشی کی

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے عمارہ۔ ہم مر جائیں گے۔ یہ لوگ ہمیں مار دیں گے۔ زری آپی بھی اغوا

ہوئی تھی تو واپس نہیں آ سکی تھیں" وہ رو دینے کے قریب تھی۔

"ایسا نہیں سوچیں۔ موت تو آ کر رہے گی لیکن ان لوگوں کے مارنے سے نہیں۔ اللہ کے حکم سے آئے گی۔ ہم موت کے ڈر سے یہاں یونہی پڑے تو نہیں رہ سکتے"

"تم۔۔۔ تم جانتی ہو مجھے خوف آتا تھا اغوا ہونے سے۔۔۔"

"یہی وقت ہے! زونیشہ یہی وقت ہے اپنے خوف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے کا۔ زری آپی کی موت ایسے ہی لکھی تھی، لیکن یاد کریں زری آپی نے وہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ اتنی ہی زندگی لائی تھی جتنی انہوں نے جی لی" وہ سمجھانے لگی، "آپ کو خولہ بھابھی کی بات یاد ہے؟ جب انہوں نے خولہ بنت ازور کا واقعہ سنایا تھا؟"

"ہاں کچھ کچھ یاد ہے"

"وہ ایک بہادر جنگجو تھیں، ایک لیڈر تھیں۔ اتنی بہادر کہ لوگ ان کا موازنہ خالد بن ولید رضی اللہ سے کرتے تھے۔ وہ ضرار رضی اللہ کی بہن تھیں اور ضرار رضی اللہ نے انہیں سب کچھ سیکھایا، انہیں لڑنا سیکھایا۔ کون کہتا ہے ہمارا دین عورت کو قید کرتا ہے؟ کمزور بناتا ہے؟ ہمارا دین تو اسے بہادر بناتا ہے۔ دشمن کے سامنے ڈٹ جانا سیکھاتا ہے، ایک اللہ کی خاطر، حق کی خاطر لڑ

www.novelsclubb.com

جانا سیکھاتا ہے زونیشہ۔اور ہاں خولہ بنت ازور بہت اچھی شاعرہ بھی تھیں اور حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں جو ثنیۃ العقاب کا معرکہ پیش آیا تھا،اس میں خولہ بنت ازور نے میڈیکل ٹینٹ لگائے تھے، مجاہدین کی طبّی امداد کے لئے۔اور پتہ ہے یہ واقعہ آج کی جدید نرسینگ کی ایجاد سے بہت پہلے کا ہے، سترہویں صدی کا! وہ مسکرائی تھی۔وہ درد کی شدت کے باوجود،اس بند کمرے اجنبی کمرے کی قید میں ہونے کے باوجود مسکرائی تھی۔زونیشہ انہماک سے سن رہی تھی۔

"وہ جنگ کے میدان میں جانے سے بالکل نہیں گھبراتی تھیں۔اور پھر جنگ اجنادین جو فلسطین میں لڑی گئی تھی،اس جنگ کے دوران ان کا نیزہ ٹوٹ گیا اور انہیں قید کر لیا گیا۔اور پتہ ہے جب انہیں اطلاع ملی کہ رومیوں نے خواتین کے کیمپ پر حملہ کر کے اکثر خواتین کو گرفتار کر لیا ہے اور اپنے کمانڈروں میں تقسیم کر دیا۔اس وقت ان کے لیڈر نے خولہ کو اپنے کیمپ میں بلایا مگر خولہ بنت ازور کو مر جانا قبول تھا۔انہوں نے باقی قیدی خواتین کو لڑنے کے لئے اکٹھا کیا۔ان کی سربراہی کی،انہیں اپنی ولولہ انگیز شاعری سے جوش دلایا۔ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا زونیشہ۔مقابلہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی۔پھر بھی وہ خاموشی سے بیٹھ نہیں گئیں۔

انہوں نے کسی شہزادے کا انتظار نہیں کیا کہ جو آتا اور انہیں بچا لیتا۔ان خواتین نے اپنے خیمے کے کھمبے نکالے اور خولہ بنت ازور نے ان سب خواتین کی قیادت تھی۔خیمے کے کھمبے سے رومی پہرداروں سے مقابلہ کیا، وہ ایک دائرے کی شکل میں خیمے سے نکلی اور حملہ کرتی ہوئی آگے بڑھتی گئیں۔اور کہا جاتا ہے کہ اس وقت ان نہتی مسلم عورتوں نے تیس رومیوں کو مار ڈالا تھا"

"کیا ہم ان کے جیسے بہادر ہو سکتے ہیں عمارہ؟ ہمیں تو لڑنا نہیں سکھایا گیا"

"یہی تو ہمارا قصور ہے کہ ہمیں کمزور بنا دیا گیا۔ہمارے دین نے نہیں، ہماری تہذیب نے، ہمارے معاشرے نے"

"پھر کیا ہوا؟" زونیشہ آگے جاننا چاہتی تھی۔

"پھر جب رومیوں کے سربراہ کو اس سارے واقعہ کا علم ہوا، تو اس نے ان خواتین کو بڑے دعوں اور وعدوں سے بہلانا چاہا۔حتی کہ اس نے خولہ بنت ازور کو شادی کا پیغام بھیجا اور یقین دلایا کہ وہ انہیں دمشق کی خاتونِ اول بنائے گا۔خولہ نے اسے جواب دیا کہ وہ شخص اس قابل بھی نہیں کہ خولہ اسے اپنے اونٹوں کا چرواہا بنائے، اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ اس بدبخت کی اس بات کی وجہ سے اس کا سر قلم کر دیں گی۔اور پھر انہوں نے جنگ جاری رکھی، یہاں تک کہ

خالد بن ولید اپنی فوج کے ساتھ وہاں آ پہنچے اور انہوں نے رومیوں کے خلاف جنگ لڑی۔ یہاں بات ختم نہیں ہوتی۔ خولہ بنت ازور نے بعد میں اس رومی لیڈر کو تلاش کر کے خود اس کا سر قلم کیا تھا"

"عمارہ۔ تم نے یہ واقعہ مجھے پہلے کیوں نہیں سنایا۔ مجھے لڑنا کیوں نہیں سکھایا۔ تم اتنی بہادر ہو۔ تم نے اپنی دوست کو بہادر کیوں نہیں بنایا" وہ شکوہ کرنے لگی۔ اس کی آنکھیں نم تھیں۔ وہ واقعی بہادر نہیں تھی۔ وہ اندر سے بے حد خوفزدہ تھی۔ یہ تو عمارہ کا ساتھ تھا جو اسے سانس لینے کی ہمت دیئے ہوئے تھا۔

"اب بنا رہی ہوں نا۔ تو اب کریں گی آپ مقابلہ؟"

"ہاں۔ مجھے بتاؤ کہ کرنا کیا ہے۔ ان بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کے ساتھ ہم کیا کر سکتے ہیں؟" اس نے پوچھا تو عمارہ کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سب سے پہلے یہی کرنا ہے۔ ان ہاتھوں کو کھولنا ہے"

"لیکن کیسے؟ منہ سے؟" زونیشہ نے پوچھا۔

"گُڈ آئیڈیا۔ دانتوں سے! میں آپ کے پاس آتی ہوں" اس نے کیا اور اپنے وجود کو زونیشہ کی

طرف گھسیٹنا شروع کیا۔زونیشہ نے بھی یہی کیا حتی کہ وہ ایک دوسرے سے قریب آ گئی۔

"ہمارے پاس وقت نہیں ہے عمارہ۔منہ سے کھولنے میں بہت وقت لگ جائے گا۔ایک گھنٹے بعد وہ لوگ واپس آ جائیں گے"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے؟"عمارہ نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا کہ اس وقت اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا۔زونیشہ نے عمارہ کے ہاتھوں پر بندی رسی کو دانتوں سے کھولنا شروع کیا، یہ کام اس کے اندازے سے زیادہ مشکل تھا۔وہ کچھ دیر کوشش کرتی رہی مگر رسی اپنی جگہ سے زرا نہ ہلی

"عمارہ۔یہ نہیں ہو گا مجھ سے"وہ رو دینے کے قریب تھی۔

"سب ہو جاتا ہے زونیشہ۔کوشش اور اللہ کی مدد سے سب ہو جاتا ہے۔لائیں میں کوشش کرتی ہوں"

"نہیں میں دوبارہ کوشش کرتی ہوں"کہہ کر زونیشہ نے اپنی محنت جاری رکھی۔کافی دیر وہ دانتوں سے اس رسی کو کترنے اور کھولنے کی کوشش کرتی رہی"

"اگر انہوں نے ہمارے منہ بھی بند کر رکھے ہوتے، پھر ہم کیا کرتے؟"زونیشہ نے وقفہ لے

کر پوچھا

"پھر اللہ ہمارے ذہن میں کوئی اور خیال ڈال دیتا" عمارہ یقین سے کہہ رہی تھی۔

"تم ان حالات میں بھی اتنی پر سکون کیسے ہو؟" زونیشہ نے پوچھا تو وہ فقط مسکرا دی۔

زونیشہ نے توجہ رسی کھولنے پر مرکوز کی۔ کچھ ہی دیر بعد رسی کھل چکی تھی۔

"کھل گئی!، عمارہ یہ دیکھو، یہ کھل گئی" زونیشہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ "تم نے ٹھیک کہا تھا، کوشش اور اللہ کی مدد سے سب ہو جاتا ہے۔"

ایک امید سی بندھی تھی۔ عمارہ نے تیزی سے اپنے ہاتھ رسی سے آزاد کیے پھر اپنے پاؤں۔ اس کے بعد اس نے زونیشہ کی رسیاں کھولی تھیں۔

"اب؟ اب کیا کریں؟ ہم یہاں سے باہر تو نہیں نکل سکتے۔ ممکن ہے باہر کوئی پہرے دار موجود ہو اور اللہ جانے یہ کیسی جگہ ہو" زونیشہ پوچھ رہی تھی

"ہمیں ان لوگوں کے دوبارہ یہاں آنے سے پہلے کچھ سوچنا ہو گا" عمارہ نے کہا

"ہمارے پاس کیا ہے جو ہتھیار کے طور پر استعمال ہو سکے۔ ان جنگجو خواتین کی طرح خیمے کے کھمبے تو نہیں ہیں" زونیشہ نے آس پاس نگاہ دوڑا کر کہا

تھوڑی دیر میں وہ دونوں اپنے پاس موجود چیزوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی تیاری کر چکی تھیں۔

"ایک آدمی ہوا تو ہم باآسانی اس سے نمٹ لیں گے، لیکن اگر زیادہ ہوئے تو پھر تو ہم گئے" زونیشہ نے سرگوشی کی۔

"دو بھی ہوئے تو ہم نمٹ سکتے ہیں" عمارہ نے حوصلہ بڑھایا۔ وہ دونوں دروازے کے دونوں اطراف بیٹھی تھیں۔ عمارہ دائیں طرف اور زونیشہ بائیں طرف۔ دروازہ چونکہ بائیں طرف کھُلتا تھا، سو زونیشہ دروازے کے اتنے فاصلے پر تھی کہ جب دروازہ کھُلے تو وہ رکاوٹ نہ بنے۔ ان دونوں نے اپنے اپنے ہاتھوں میں عمارہ کا عبایہ لمبا کھینچ کر زمین سے زرا اوپر پکڑ رکھا تھا ایسے کہ وہ دروازے کے سامنے ایک باڑ بنا رہا تھا۔

دروازے کے لاک میں چابی گھومنے کی آواز آئی تھی۔ زونیشہ کا سانس وہیں اٹک گیا۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے عمارہ کو دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تیار رہنے کا اشارہ کر گئی۔

ان دونوں نے عبایے پر اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کر لی۔ دروازہ کھلا تھا۔ ایک شخص ہاتھ میں کوئی ڈبہ اٹھائے اندر آیا تھا۔ دروازے سے اندر آ کر تین قدم چلا، پھر اس کا پاؤں اس

کے راستے میں کھینچے گئے عبایے میں اڑا اور وہ دھڑام سے جا گرا۔اس کا گرنا تھا کہ ان دونوں نے عبایہ چھوڑا،زونیشہ نے دروازے کو بند کر دیا اور عمارہ گرنے والے کی کمر پر جا بیٹھی۔وہ شخص اٹھنے کے لئے پورا زور لگا رہا تھا۔اس سے پہلے کے وہ چلاتا،عمارہ نے اپنے اونچی سول والے سینڈل جو اس نے پہلے سے اتار کر قریب رکھے تھے،اٹھائے اور اس کے سر پر پوری قوت سے دے مارے۔اتنی دیر میں زونیشہ اس شخص کے قریب پڑا ڈبہ کھول کر اس میں موجود انجیکشن نکال چکی تھی جن میں کوئی محلول بھرا ہوا تھا۔

"زونیشہ جلدی"عمارہ نے اپنے دوپٹہ اس شخص کے منہ کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا تاکہ وہ شور نہ مچا سکے۔زونیشہ انجیکشن ہاتھ میں لئے تیزی سے اس شخص کی طرف آئی اور ایک جھٹکے میں سوئی اس کی گردن میں گھُسا دی۔وہ شخص درد سے بلبلا اٹھا مگر انہیں پرواہ نہیں تھی۔زونیشہ نے انجیکشن کو اس کی گردن میں خالی کیا،کچھ ہی سیکنڈ میں عمارہ کو اس کا تنا ہوا وجود ڈھیلا پڑتا محسوس ہوا تو وہ گہری سانس لے کر اس کے اوپر سے اٹھ گئی۔ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔پہلا مرحلہ وہ پار کر گئی تھیں۔

"تیار ہیں؟"عمارہ نے دوپٹہ جھاڑ کر اپنے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔زونیشہ نے اثبات میں سر ہلایا اور

عمارہ نے سینڈل اٹھا کر اس کی جانب کیئے۔

"پہننے کا فائدہ نہیں ہے۔اسے ہتھیار بنائیں گے۔"عمارہ نے سینڈل پکڑے۔پھر آہستگی سے زرا سا دروازہ کھول کو باہر جھانکا۔دروازے سے زرا فاصلے پر دو آدمی کھڑے تھے،جو آپس میں محو گفتگو تھے۔اگر وہ دروازے کے قریب ہوتے تو یقیناً اندر سے آنے والی آوازوں پر چوکنا ہو چکے ہوتے۔عمارہ نے سامنے دیکھا جہاں آگے جاتی ایک راہداری تھی جس میں روشنی قدرے مدھم تھی۔وہاں کی گہری خاموشی کے ساتھ اس مدھم روشنی نے ماحول کو سنسنی خیز بنا رکھا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ جگہ آسیب زدہ ہو۔

"ہم سامنے جائیں گے،بغیر کوئی آواز کیئے۔"عمارہ نے مڑ کر زونیشہ کو دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔اس نے سر ہلا دیا اور اپنا سانس روک لیا۔ان دونوں نے ادھ کھلے دروازے سے باہر قدم رکھا،اور ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔پھر وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے آدمیوں کو جو اس طرف پشت کئے کمر پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔اور پھر دبے پاؤں سامنے کی طرف بڑھنے لگی۔راہداری اور کمرے کے بیچ کا رستہ بمشکل پانچ قدم کا تھا،جسے انہوں نے تین قدم میں طے کیا اور راہداری کی دیوار کے ساتھ لگ کر سانس بحال کرنے کو کھڑی

ہو گئیں جوان دونوں نے تقریباً روک رکھا تھا۔اب انہیں آگے جانا تھا اور آگے کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ مگر انہیں کوشش کرنی تھی سو وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے راہداری میں آگے بڑھنے لگی۔آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے یہ بمشکل ان کا دسواں قدم تھا کہ پیچھے موجود آدمیوں نے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ لیا،وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے اور اتنی ہی تیزی سے باہر نکلے۔سامنے دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی دونوں لڑکیوں کے قدم لمحہ بھر کو رکے، وہ آدمی کمرے سے نکلتے ہی انہیں دیکھ چکے تھے اور ان کی طرف لپکے تھے

"بھاگنا ہو گا"عمارہ نے خطرہ بھانپ کر کہا اور ان دونوں نے دوڑ لگا دی۔ان میں سے ایک آدمی نے ان کی طرف چاقو پھینکا تھا۔جبکہ دوسرا پستول نکال چکا تھا۔

"آہ!"زونیشہ کے کراہنے پر عمارہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔اس کا سبز فراک ان کی طرف پھینکے گئے چاقو میں اڑ گیا تھا،جس کی وجہ سے بھاگتے بھاگتے اس کا پاؤں مڑا۔اور عمارہ کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ چھوٹ گیا۔وہ دونوں آدمی قریب آ رہے تھے۔

"زونیشہ اٹھیں"عمارہ چلائی۔زونیشہ نے زور لگایا تو اس کا فراک جہاں سے اڑا تھا،وہاں سے پھٹ گیا مگر اتنی دیر میں وہ آدمی اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

"عمارہ بھاگو" زونیشہ نے چلا کر کہا۔ دوسرے آدمی نے عمارہ کی جانب پستول کا فائر کھول دیا مگر وہ خطا ہو گیا۔ عمارہ نے اللہ اکبر کہہ کر اپنے ہاتھ میں پکڑا ایک سینڈل اس آدمی کی طرف پھینکا، جو سیدھا اس کے سر پر جا لگا۔ وہ آدمی سر پر ہاتھ رکھ کر فائر کرتا رہا مگر اس کے نشانے خطا ہوتے گئے۔ دوسرا آدمی زونیشہ کو دونوں بازوں سے دبوچ چکا تھا۔ عمارہ ننگے پاؤں سرپٹ بھاگتے بھاگتے رکی کہ سامنے سے کوئی لڑکا ہاتھ میں ڈبہ اٹھائے اس طرف آ رہا تھا۔ عمارہ نے سانس روک کر خود کو دیوار کے ساتھ لگا لیا۔ پھر مڑ کر دیکھا، پیچھا کرنے والا شخص ابھی اس کی نظروں سے اوجھل تھا۔ وہ لڑکا ایک کمرے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنی جیب سے چابی نکال کر اس کمرے کے لاک میں گھُما دی۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس سے بہتر موقع دوبارہ شاید میسر نہ ہوتا، عمارہ دبے پاؤں اس کے پیچھے کمرے میں چل دی۔

کمرے میں کئی ڈیپ فریزر نما ڈبے موجود تھے اور دیواروں میں بنے خانوں میں طرح طرح کے رنگوں کی بوتلیں اور شیشیاں رکھی گئی تھیں۔ وہ لڑکا سب سے آخری فریزر پر پِن کوڈ لگانے لگا۔ چند نمبر دبانے پر کلِک کی آواز آئی اور وہ فریزر کھول کر اس میں ڈبہ رکھنے لگا جو اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ عمارہ اس کی پشت پر موجود فریزر کے پیچھے بغیر آہٹ پیدا کیے چھُپ کر بیٹھ گئی

'یہ باہر جائے گا تو تالہ لگا جائے گا، اس سے پہلے کچھ کرنا ہو گا' اس نے سوچا اور آس پاس نظر دوڑائی مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اسی لمحے اس کے پیچھے آنے والا آدمی وہاں آ دھمکا۔ عمارہ نے خود کو فریزر کے پیچھے سمیٹتے ہوئے سانس روک لی۔

"کیا ہوا؟" اس آدمی کو ہانپتے ہوئے دیکھا تو لڑکا پوچھنے لگا

"ایک لڑکی فرار ہو گئی ہے۔ دوسری کو قابو کر لیا ہے، تم اسے ڈوز لگا دو۔ تب تک میں ڈھونڈتا ہوں اسے۔ یہاں سے باہر تو جا نہیں سکتی، ادھر ہی کہیں ہو گی" اس آدمی نے کہا

"چلو" لڑکے دیوار میں بنے خانے سے کوئی دوا اٹھائی، ایک سرنج پکڑی اور وہ دونوں وہاں سے چل دیئے۔ لڑکا باہر سے دروازہ لاک کر رہا تھا۔

"اوہ نہیں!" عمارہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ چند لمحوں کا وقفہ لے کر اس نے دروازے کو ہلکا سا دھکا لگایا۔ مگر وہ پوری طرح بند تھا۔ وہ اس لیبارٹری نما کمرے میں پھنس چکی تھی۔

اسے نہیں معلوم تھا کہ دن ہے یا رات، اسے بس یہاں سے باہر جانے کا راستہ تلاش کرنا تھا یا کسی سے رابطہ کرنے کا ذریعہ۔ اس نے پورے کمرے میں نگاہ ڈالی مگر وہ مکمل طور پر بند تھا۔

"یہاں کے کسی کمرے میں کھڑکی کیوں نہیں ہے" اس نے بے زاری سے سوچا۔ بڑھتی ہوئی ٹھنڈ سے اس نے خود کو فریزر کے پیچھے بیٹھ کر سمیٹ لیا۔ اسے یقین تھا کہ کچھ گھنٹوں بعد کوئی ڈوز لینے وہاں ضرور آئے گا سو وہ اس کے انتظار میں وہیں بیٹھ گئی کہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔

◇◇◇

دروازہ کھُلنے سے پیدا ہونے والی آہٹ پر اس کی آنکھ کھُلی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے فریزر کے پیچھے سے جھانکا۔ وہی لڑکا تھا اور وہ دیوار میں بنے خانوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمارہ نے دوپٹہ اپنے منہ کے گرد اچھی طرح لپیٹ لیا اور اسے مطلوبہ دوائیوں نکالنے کی مہلت دی، وہ مطلوبہ چیزیں لے کر واپس مڑا ہی تھا کہ عمارہ نے اپنے پاس موجود اکلوتے سینڈل پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کی، اور اٹھ کر پھرتی سے لڑکے کی طرف جھپٹی۔ لڑکا جو اپنے دھیان میں تھا، ٹھٹک کر رک گیا۔ اس کے رکتے ہی عمارہ نے ایک ہاتھ سے سینڈل اس کے سر پر دے مارا، اور ساتھ ہی اس کی ٹانگ پر ایک لات رسید کی، وہ سر پکڑ کر لڑکھڑایا۔ اس کے ہاتھ میں موجود چیزیں گر گئیں۔ عمارہ نے کوئی لمحہ ضائع کیئے بغیر اس کے منہ پر سینڈل سے ایک دو تین وار ایک ساتھ کر

ڈالے۔لڑکا یقیناً لڑنا نہیں جانتا تھا سو نڈھال ہونے لگا۔

"کون ہو تم؟" وہ بمشکل کہہ پایا۔

"میں انجیکشن لگانا نہیں جانتی،" عمارہ نے اسے نڈھال ہو کر دیوار سے لگتے دیکھا تو گری ہوئی چیزوں میں سے جھٹ سے ٹیکا اٹھالیا۔جو ابھی خالی تھا،"لیکن پھر بھی ٹھوکوں گی" یہ کہتے ہی نے خالی سرِنج کا ڈھکن نکالا اور آگے بڑھ کر سوئی اس کے بازو میں گھُسادی۔

"یہ میں نے آج ہی اپنی بھابھی سے سیکھا ہے" وہ کراہ کر رہ گیا اور بازو کے ماس میں گھُسا ٹیکا نکالنے کی کوشش کرنے لگا

اب وہ دوسری سرِنج اٹھا رہی تھی۔اس لڑکے نے اس پر حملہ کرنے کے لئے ٹانگ اس کی طرف بلند کی، جسے عمارہ نے جھٹ سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا،

"آج میں تمہیں بتاؤں گی کہ دوسروں کو ایسی سوئیاں چبھانے کی کیا سزا ہوتی ہے" کہتے ہی اس نے لڑکے کی اسی ٹانگ میں دوسرا انجیکشن گھُسادیا جو اس نے عمارہ کی طرف وار کرنے کے لئے بلند کی تھی۔

اب وہ تیسری سرنج اٹھا رہی تھی جو کسی محلول سے بھری ہوئی تھی، جس پر اس کی ابھی نظر پڑی

تھی۔

"کیا چاہتی ہو تم" وہ پوچھ رہا تھا مگر عمارہ نے اسے مکمل نظر انداز کیا۔

"میں نہیں جانتی کہ یہ کیسی دوا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ تم پر خاصا اثر کرے گی"

ابھی اس نے کہا ہی تھا کہ لڑکا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ عمارہ نے جھٹ سے اس کا بازو پکڑ کر موڑا اور اسے دھکا دے کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ پھر کوئی لمحہ ضائع کیئے بغیر اس کی گردن کی ابھری ہوئی نس کو دیکھا اور انجیکشن کی سوئی اس میں چبھا کر محلول اس کے اندر انڈیل دیا۔ وہ مذاحمت کر رہا تھا مگر اس کا واسطہ عمارہ سے پڑا تھا۔ ہاں اگر اس بے ضرر لڑکے کی جگہ وہ پہرے دار آدمی ہوتا تو عمارہ کی شکست طے تھی کہ ان کا مقابلہ کرنا واقعی مشکل ہوتا۔ لڑکا کچھ ہی سیکنڈ میں ڈھیلا پڑنے لگا۔

"امید ہے تم تین چار گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آؤ گے" اس نے سوچا۔ پھر تیزی سے اس کی پینٹ کی جیبیں ٹٹولنے لگی۔ اگلے لمحے اس کا موبائل عمارہ کے ہاتھ میں تھا۔

اس نے موبائل کا پاور بٹن دبایا تو وہ فنگر پرنٹ مانگنے لگا، عمارہ نے اس لڑکے کی انگلیوں کو موبائل کے سینسر پر لگانا شروع کیا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی لگتے ہی موبائل کا

لاک کھل گیا۔'اسے کس کو فون کرنا چاہیئے؟'اس نے سوچا اور پھر زہن میں آزر کا نمبر دہرانے لگی۔

◇◇◇

اگلی صبح دلاور باقی لوگوں کو ساتھ لئے باحفاظت پاکستان کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔جبکہ آزر کو بذریعہ ہوائی جہاز اسلام آباد پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔اس نے پہنچتے ہی ڈی آئی جی سہیل شیراز کے آفس میں حاضری دی،اپنے مشن کی تفصیلات دیں اور پھر گل یار کا چاقو اور ٹوٹا ہوا موبائل ان کی میز پر رکھ کر بغیر کچھ کہے واپسی کے لئے مڑ گیا

"ایس پی آزر! جو لڑکیاں صبح پہنچی ہیں انہیں فوری طور پر بحالی مرکز بھیج دیا گیا ہے۔ان کے لواحقین کی تلاش بھی جاری کر دی گئی ہے۔سو اب آپ اگلے مشن کی تیاری کریں"ان کی آواز پر وہ وہیں ٹھہر گیا تھا۔

"جی سر۔آپ بے فکر رہیں۔لیکن ہمارا یہ مشن ابھی بھی ختم نہیں ہوا"اس نے چند لمحوں کا وقفہ کیا۔سہیل شیراز اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"سر ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں کہ پاکستان سے فلوریڈا بھیجنے کا کام کون کرتا رہا ہے۔یہاں بیٹھ کر کون اس سارے سسٹم کو

کنڑول کر رہا ہے۔مینجر کی پشت پر کون تھا۔اور عمیر کا قاتل بھی ابھی تک آزاد ہے"

"میں جانتا ہوں۔لیکن اس وقت ہماری ترجیح وہ دو لڑکیاں ہیں جن کی جان اور عزت جانے سے پہلے ہمیں انہیں بازیاب کرنا ہے۔شہر بھر میں کل سے ناکا لگوا رکھا ہے مگر فردان گدھے کے سر سے سینگ کی طرح روپوش ہے۔"

"سہیل شیرازنے اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا تو اس نے تھانے کا رخ کیا جہاں علی، محد اور فہد اسی کے منتظر تھے۔اس نے ان تینوں پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر سکندر صاحب کی طرف دیکھا

"سکندر صاحب سب کو کانفرنس روم میں آنے کا کہہ دیں، تم لوگ بھی آؤ" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"سر؟ گل یار؟" ایس ایچ او سکندر نے آزر کے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔آزر سپاٹ چہرہ لیے انہیں دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے پر کوئی رنج کوئی دکھ دکھائی نہیں پڑتا تھا۔شاید اس کا کام اسے اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے روک رہا تھا۔وہ کوئی جواب دیئے بغیر کانفرنس روم کی طرف بڑھ گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں تفصیلات سے آگاہ ہوں لیکن تم سب کا بیان تم لوگوں کی زبانی سننا چاہتا ہوں۔مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیسے ہوا"اس نے کہا تو وہ تینوں باری باری اسے بتانے لگے۔

"اگر فردان پاکستان میں تھا تو لوکیشن برما کی کیسے دکھائی دیتی رہی؟"اس نے پوچھا

"سر جدید ٹیکنولوجی سے ایسا کرنا ممکن ہے۔اور ہمارے پاس اس کے فون نمبر کے علاوہ اسے ٹریس کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا سو ہم دھوکہ کھا گئے"جنید نے اسے تفصیلاً بتایا۔

"یہ فردان مجھے بہت پراسرار شخص لگا ہے۔علی بھائی آپ نے کیسے اتنے پراسرار آدمی کے ساتھ پارٹنرشپ کر لی؟"فہد پوچھ رہا تھا

"مت ماری گئی تھی یار میری"علی نے افسوس سے کہا

"فہد تمہارا زخم کیسا ہے؟"آزر پوچھ رہا تھا

"بہت درد ہے آزر بھائی۔لیکن میرے دل کو کچھ ہو رہا تھا یہ سوچ سوچ کر کہ عمارہ اور بھابھی کہاں ہوں گی۔کیسی ہوں گی سو میں یہاں چلا آیا"

"سر پراسیکیوٹر خولہ کہہ رہی تھیں کہ وہ اپنے ذرائع سے فردان کے بارے میں معلوم کروائیں گی۔میں حیران ہوں کہ اس کے حوالے سے کوئی ریکارڈ نہیں ملتا"سکندر صاحب نے کہا

"فردان ساحر جیسا دکھائی دیتا ہے یہ ویسا نہیں ہے" آزر نے تشویش ظاہر کی

"عمارہ کی پینٹنگ کی طرح لگتا ہے" فہد نے خود کلامی کی تھی مگر کانفرنس روم میں سب کو اس کی آواز سنائی دی۔ سب نے چونک کر فہد کی جانب دیکھا۔

"عمارہ کی پینٹنگ کی طرح مطلب؟" آزر حیرت سے پوچھنے لگا۔

"وہ کہتے ہیں ناں کہ ہر تصویر کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ اور عمارہ کی وہ پینٹنگ جو کل ہم نے دیکھی۔ اس سے کتنے سارے پہلو نکلتے تھے۔ ہے نا محد بھائی؟" اس نے گواہی چاہی۔ محد نے اس کے حق میں سر ہلا دیا، "فردان بھی ضروری تو نہیں ہے کہ صرف ایک بزنس مین ہو۔"

"فہد ٹھیک کہہ رہا ہے آزر بھائی۔ اور پھر وہ لڑکی جو اس کے ساتھ تھی۔ وہ سنہری بالوں والی" علی نے کل کا منظر آنکھوں کے آگے دہراتے ہوئے کہا

"سنہری بالوں والی؟" دلاور یک دم چونکا تھا

"کہیں یہ تو نہیں؟" دلاور نے جھٹ سے موبائل کی سکرین پر ایک لڑکی کی تصویر نکال کر علی کے سامنے کی۔

"یہی تو ہے۔ یہی تھی فردان کے ساتھ" علی تصویر کو دیکھتے ہی اچھلا تھا۔

"دلاور اس بات کا کیا مطلب ہوا؟ یہ لڑکی تو وہی ہے نا جو شظفا کو لے جا رہی تھی۔ تو پھر فردان کے ساتھ یہ کیسے "آزر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا

"جی سر۔ یہ تصویر اسد نے لی تھی اس وقت ائرپورٹ پر۔ اور گل یار کے مطابق اسی نے لڑکیوں کو ٹرپل ایس تک پہنچایا تھا۔ اس کا نام ہیزل ہے "دلاور نے کہا ہی تھا کہ علی بری طرح چونکا۔

"ہیزل؟ آزر بھائی فردان ساحر کی کمپنی ہیزل کا سمیٹکس ہی تو ہے "علی کہہ رہا تھا

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ فردان ٹرپل ایس کا حصہ ہے؟ اور ایک منٹ! شظفا کی بازیابی کے دن اس لڑکی سے پہلے شظفا کو کوئی آدمی ائیرپورٹ پر لایا تھا "آزر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا، "اور اسی آدمی نے ہمارے دو سپاہی مارے تھے۔ کیا وہ آدمی فردان تھا؟ عمیر کا قاتل بھی کیا فردان ہے؟ "آزر بورڈ کی طرف بڑھا اور مارکر اٹھا کر سارے امکانات کو بورڈ پر لکھ رہا تھا۔

"اور سر وہ پتھر! اسی دن وہ پتھر ہمیں جائے وقوعہ سے ملا تھا "دلاور نے یاد دلایا

"اور وہ پتھر میں فردان ساحر کو دکھا بیٹھا، جس پر اس نے مجھے پیباٹائز کیا اور پتھر لے اڑا۔ کل

میں جب اس سے ملا تب اس کی انگوٹھی میں وہی پینائٹ جڑا تھا" علی نے بتایا تو آزر نے اپنا سر پکڑ لیا۔ایک ہی لمحے میں اسے لگا جیسے اس کے جسم سے ساری توانائی ختم ہونے لگی ہے۔وہ جہاں سے شروع ہوا تھا،وہی آ کھڑا تھا۔اس سوچ کے آتے ہی اس کے قدم لڑکھڑائے تھے۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟" دلاور اس کی طرف لپکا

"اس سب سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ یہ سب فردان کنٹرول کر رہا تھا۔اغوا ہونے سے فلوریڈا بھیجے جانے تک شطفا فردان کے پاس تھی۔عمیر کا قتل فردان نے کیا۔عامر کو فردان نے مارا۔ مینجر کی پشت پر بھی فردان تھا۔اور اب عمارہ اور زونیشہ کو بھی وہی لے کر گیا۔یہ سب یہی آدمی کنٹرول کر رہا تھا۔شروع سے۔مگر کہاں سے؟آخر کہاں سے یہ سب سسٹم چلا رہا ہے وہ"

"بھائی کیا ایسا ممکن ہے کہ اس نے مجھ سے بزنس پارٹنر شپ بھی جانتے بوجھتے کی ہو؟" علی نے تشویش ظاہر کی تھی۔تو آزر نے اس کی طرف پھر دلاور اور پھر جنید کی طرف دیکھا۔

"سر علی کی رپورٹ کے بعد فردان پر شک پڑتے ہی ہم نے ہیزل کا سمیٹکس کی تفتیش کی تھی۔ یہ برما کے ایک رئیس کی کمپنی ہے اور ہیزل اسی کی بیٹی ہے۔فردان اس کمپنی کا حصہ ہیزل سے شادی کے بعد بنا اور چونکہ فردان کے کمپنی میں آجانے سے کمپنی کا منافع دگنا ہو گیا تو رئیس نے

وہ کمپنی اسی کے حوالے کر دی۔البتہ برما جانے سے پہلے فردان کیا کرتا تھا،اس کا ریکارڈ کہیں موجود نہیں ہے" جنید نے تفصیلاً بتایا

"اور فردان چھ سال قبل پاکستان واپس آیا اور سر۔۔۔" دلاور نے چند کاغذات آزر کی طرف بڑھائے،"فوزیہ عمیر،رضوان کائنات،اور شظفا عامر جیسے کیس پچھلے چھے سال سے ہی آہستہ آہستہ سامنے آتے رہے۔اور پچھلے ایک سال سے ان کی تعداد واضح طور پر بڑھی جس کی وجہ سے اس مشن کا آغاز ہوا"

"فردان کے ہمارے سامنے آجانے سے اس کہانی کے سبھی سرے ملتے جا رہے ہیں" آزر نے ان کاغذات پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"علی مجھے نہیں لگتا کہ وہ جانتے بوجھتے تمہارے پاس آیا ہو۔اگر اسے پتہ ہوتا کہ تم ایس پی آزر کے بھائی ہو تو تمہارے پاس آنا تو اس کے سارے پول کھول دیتا" محد کہنے لگا۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو اور اس کا علی کے ساتھ پارٹنر شپ کرنا،پینائیٹ چرانا،اور پھر اس کے پراڈکس کی حقیقت سامنے آنا اتفاقیہ تھا۔اور یہی اتفاق ہمارے لئے مفید ثابت ہوا کہ ہم اس کی اصلیت تک پہنچ رہے ہیں" سکندر صاحب کہہ رہے تھے۔

"سر یہ ڈاکٹر ڈان نے فہد کی رپورٹ بھیجی ہے "کوئی شخص رپورٹ اٹھائے وہاں آیا تھا۔آزر نے رپورٹ لے کر تیزی سے کھولی تھی۔

"گولی اسی پستول سے چلی ہے جس سے عمیر اور ہمارے دو سپاہی ہلاک ہوئے۔سو یہ بات طے پا گئی کہ فردان اس سب کا سرغنہ ہے۔مگر سوال یہ کہ وہ یہ سب کہاں سے چلا رہا ہے؟اور قاسم؟ وہ کہاں ہے؟کیا وہ اس سب میں شامل ہے؟"آزر کہہ رہا تھا۔

"آزر بھائی ہو سکتا ہے یہ سب وہیں سے چل رہا ہو جہاں زونیشہ اور عمارہ کو لے جایا گیا ہے؟آپ پلیز انہیں ڈھونڈ نکالیں۔چوبیس گھنٹوں سے زیادہ کا وقت بیت چکا ہے "محد منت کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"محد، علی اور فہد۔آپ تینوں گھر چلیں۔یہاں اب مزید جو کام ہے وہ ہمارا ہے۔مجھے جیسے ہی کچھ پتا چلے گا، میں فوری طور پر اطلاع دے دوں گا۔لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ گھر جائیں "آزر نے کہا تھا

وہاں رک کر کچھ کیا بھی تو نہیں جا سکتا تھا، سو ان تینوں نے ان کی بات مان لینے کو بہتر سمجھا۔

-

"تمہاری جدائی

ایسی شے بن گئی ہے

جو میرے ذہن میں

ہر لمحہ بھٹکتی ہے

اور تمہاری الفت

وہ واحد شے ہے جو

میری روح طلب کرتی ہے

اس غمِ جدائی نے چھین لیا ہے

مجھ سے

میرے دل کا شباب

ایسے جیسے یہ دل ابد سے

مصائب اور دکھوں کا بوجھ

www.novelsclubb.com

اٹھائے پھرتا رہا ہو!"

(السید ہاشم المحفوظ)

وہ اپنی کرسی پر بیٹھا میز پر رکھی سرخ ڈائری پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ کھڑکی کے پار ہلکی ہلکی دھند دکھائی دینا شروع ہو گئی تھی۔ 4 دسمبر کی رات اپنے یخ بستہ احساس کے ساتھ آسمان کی وسعتوں میں داخل ہو رہی تھی۔ چاند آج بھی گمشدہ تھا۔ تارے آج بھی لاپتہ تھے۔ اور وہ ڈائری پر نگاہ جمائے خالی ذہن کے ساتھ بیٹھا تھا۔

وہ زونیشہ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ یہ ڈائری اس نے اسے شادی کے بعد لوٹانی ہے۔ ابھی وہ اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے کہ اس ڈائری نے ان کے رشتے کو اور بھی خوبصورت بنایا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اسے منا لے گا مگر ڈائری ابھی نہیں لوٹائے گا۔ بس وہ لوٹ آئے تو وہ اسے منا لے گا اور کبھی ناراض نہیں کرے گا۔ ڈائری کے نام پر اسے کبھی تنگ نہیں کرے گا۔ بس وہ لوٹ آئے۔

"بھائی" فہد جانے کب وہاں آیا تھا۔

"تم سوئے نہیں؟ تمہارا زخم تازہ ہے، تمہیں آرام کرنا چاہیئے فہد۔ ایک تو تم ایک ہی دن میں

اس تازہ زخم کے ساتھ ہسپتال سے چھٹی لے آئے ہو" وہ اسے دیکھتے ہی بولا۔ فہد نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے ایک آہ بھری تھی

"ہسپتال میں میرا دل گھبراتا ہے اور مجھے نیند نہیں آرہی۔ کوئی کتاب بھی نہیں پڑھی جارہی۔ مجھے۔۔۔ عمارہ یاد آرہی ہے بھائی۔" اس نے سر جھکائے کہا تھا۔

"علی بھائی کے علاوہ میں بھی تو وہاں موجود تھا مگر میں کچھ نہیں کر سکا" اس کے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔ محد اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھا۔

"خود کو الزام نہیں دیتے۔ تم اس شاطر انسان کے سامنے کیا کر پاتے؟"

"مجھے عمارہ بہت یاد آرہی ہے۔ اسے کچھ ہو گیا تو؟" وہ بچوں کی طرح رو پڑا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔ تم عمارہ کو جانتے نہیں ہو؟ کسی سے نہیں ڈرتی وہ۔ رمیز یاد ہے تمہیں؟ علی بتا رہا تھا کہ وہ آج بھی عمارہ کا نام سنتا ہے تو منظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ساتھ زونیشہ کو بہادر بنانا جانتی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ۔۔۔ وہ مل جائیں گے۔ صحیح سلامت۔ باحفاظت مل جائیں گے۔" وہ خود کو تسلی دے رہا تھا یا فہد کو، وہ نہیں جانتا تھا۔

"بھائی یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی کہ رمیز اور فردان میں بہت فرق ہے"

"میں جانتا ہوں فہد"

"آزر بھائی نے کچھ بتایا؟ ماں اور ابو بہت پریشان ہیں۔ کل سے سوئے نہیں دونوں اور ابھی بھی لاؤنج میں بیٹھے ہیں" فہد نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے اس کے کمرے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"آجائیں" محد کے کہتے ہی دروازہ کھلا اور زبیر اندر آیا تھا۔

"محد تم پولیس اسٹیشن گئے تھے۔ کیا کہہ رہا تھا آزر؟ کوئی خبر؟" وہ پریشانی کی عالم میں چلے آئے تھے۔

"زبیر بھائی فی الحال کوئی خبر نہیں ہے۔ میں آزر بھائی سے فون کر کے دوبارہ پوچھتا ہوں" محد آزر کا نمبر ملانے لگا۔ دوسری گھنٹی پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔ محد نے اسپیکر آن کر دیا۔

"محد میں جانتا ہوں کہ تم پریشان ہو۔ لیکن ابھی تک میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا" آزر فون اٹھاتے ہی کہنے لگا، "اور ہاں مجھے بتاؤ کہ علی تم لوگوں کے ساتھ ہے؟"

"نہیں تو۔ ہم تو گھر واپس آ گئے کب کے۔ وہ بھی تھانے سے نکلا تھا تو بغیر کوئی بات کیے چلا گیا" محد بتا رہا تھا۔

"کہاں چلا گیا ہے یہ بیوقوف۔گھر بھی نہیں ہے اور نہ ہی اپنے آفس میں ہے۔مجھے لگا تم لوگوں کے ساتھ نہ چلا گیا ہو۔خیر میں پتہ کر لیتا ہوں۔تم لوگ پریشان نہیں ہو اور دعا کرو۔"

"کچھ تو پتا چلا ہو گا؟کل کا دن بھی گزر گیا اور آج کا بھی۔میرا تو دل ہول رہا ہے۔زونیرہ کی طرح زونیشہ اور عمارہ کو کھو دینے کی سکت نہیں ہے"زبیر نے بسی سے کہہ رہا تھا۔

"زبیر دیکھو۔ابھی یہی معلومات ہیں کہ یہ سب فردان ساحر کا کیا دھرا ہے۔اور فردان کو ڈھونڈنے کی ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔وہ ملے گا تو عمارہ اور زونیشہ بھی مل جائیں گی انشاء اللہ۔اللہ پر بھروسہ رکھو"آزر نے یقین سے کہا

"آزر بھائی مجھے تو اس فردان سے خوف آرہا ہے۔یہ خوبصورت لنگڑا حقیقت میں اتنا بھیانک ہو گا،میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا"فہد نے کہا

"خوبصورت لنگڑا؟لنگڑا مطلب؟"آزر فہد کی آواز سنتے ہی چونکا۔

"ہاں۔اس کی چال معمولی سی لنگڑی ہے،کیا آپ نہیں جانتے؟"

"تمہیں کیسے پتہ؟تم تو اس سے کافی فاصلے پر تھے اور زخمی تھے"محد نے حیرت سے پوچھا

"اوہو محد بھائی۔میرے پاس آنکھیں ہیں اور یہ کام کرتی ہیں۔ہاں مانا کہ اس وقت مجھے گولی لگی

تھی مگر اس کے ریسٹورنٹ سے نکلنے تک اسے دیکھتا رہا تھا میں۔ لنگڑا کر چلتا ہے وہ" فہد نے تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

"ایک منٹ! مجھے یاد آ گیا۔ مجھے یاد آ گیا کہ پہلی بار ملنے پر فردان مجھے دیکھا دیکھا کیوں لگا تھا۔ شاباش فہد۔ اس طرف میرا دھیان کیسے نہیں گیا"

"کیا؟ کیا یاد آ گیا آزر بھائی؟" محد نے اس کی بات سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور آنکھوں میں امید کی کرن لئے زبیر اور فہد کو دیکھتے ہوئے آزر سے پوچھنے لگا۔

"سرمئی ترچھی انکھیں، سرخ و سپید رنگت، فرنچ کٹ داڑھی، لنگڑی چال، بالکل یہی آدمی تھا۔ وہ فردان ہی تھا جو وہاں مجھ سے ٹکرایا تھا"

"کہاں؟" ان تینوں نے بیک وقت کہا۔

"مجھے ایک کال آ رہی ہے، تمہیں کال بیک کرتا ہوں محد" آزر نے کہتے ہی فون کاٹ دیا۔

"کیا ہمیں تھانے جانا چاہیئے؟" کال کے کٹ جانے پر فہد نے پوچھا۔

"میں جا رہا ہوں۔ مجھ سے یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھا جائے گا" محد نے کہا اور باہر کی طرف جانے لگا۔

"میں بھی آرہا ہوں" زبیر اس کے پیچھے لپکا تھا۔ فہد نے ایک نظر اپنے زخمی بازو کو دیکھا پھر اٹھ کر ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

"علی کو فون لگاؤ اور اسپیکر آن رکھو" گاڑی گھر کے پورچ سے نکالتے ہوئے محد نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے فہد سے کہا

"کہاں ہو تم" فون موصول ہوتے ہی محد نے پوچھا تھا

"گھر ہو؟" کوئی جواب نہ پا کر اس نے سوال بدلا۔

"نہیں۔ ابھی میں کسی کا بھی سامنا نہیں کر سکتا" اس کی آواز میں لاچاری تھی۔

"علی بھائی آپ سامنا کر سکتے ہیں یا نہیں یہ بعد میں دیکھ لیں گے، ابھی آپ تھانے پہنچیں۔ فوراً"

"کیوں؟ خیر تو ہے؟"

"آزر بھائی کو کوئی سراغ ملا ہے شاید"

"اچھا مجھے راستے سے پِک کر لینا" علی نے جگہ کا بتا کر فون کاٹ دیا۔ محد نے گاڑی کے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھ دیا تھا

www.novelsclubb.com

◇◇◇

محد کا فون کاٹ کر اس نے دوسرے نمبر سے آتا فون موصول کرنا چاہا مگر کال آنا بند ہو چکی تھی۔اس نے کال بیک کی مگر وہ نمبر بند جانے لگا۔کسی خیال کے تحت وہ آئی ٹی روم کی طرف بھاگا تھا۔

"جنید یہ نمبر ٹریس کرواور جیسے ہی لوکیشن پتا چلے، مجھے اطلاع دینا" اسے عجلت میں نمبر لکھوا کر اس نے وہیں کھڑے کھڑے حماد کا نمبر ملایا تھا۔

"حماد، تمہاری مدد درکار ہے ابھی دستی طور پر" حماد کو ساری بات سمجھا کر وہ جنید کی طرف مڑا

"سر نمبر بند ہونے کے باعث لائیو لوکیشن تو نہیں بتا سکتا البتہ یہ نمبر بند ہونے سے پہلے جس جگہ تھا،اس کا پتہ چل گیا ہے" جنید نے اسے کمپیوٹر کی اسکرین پر ہاتھ لگا کر جگہ کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا۔اسکرین دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔

"نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتۡحٌ قَرِیۡبٌ ؕ" (مدد اللہ کی طرف سے ہے اور فتح قریب ہے) اس نے زیرِ لب کہا اور آئی ٹی روم سے نکل آیا۔

"سکندر صاحب سب ٹیمز کو نکلنے کا کہہ دیں۔ابھی فوراً سے پہلے !دلاور چلو میرے ساتھ !"

انہیں کہہ کر ان کا جواب سنے بغیر وہ تھانے سے نکل آیا تھا۔ دلاور نے گاڑی میں بیٹھتے ہی آزر کے کہنے پر گاڑی ڈی آئی جی سہیل شیراز کے آفس کی طرف دوڑا دی۔ سہیل شیراز کو ساری بات سے آگاہ کر کے وہ ان کے آفس سے نکلا تو ٹیم کی گاڑیاں اس کے پیچھے تھیں۔

اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی سبھی گاڑیاں اس کے پیچھے روانہ ہونے لگیں۔

◇◇◇

اس نے نمبر ملایا، دو گھنٹیوں کے بعد فون بند ہو گیا۔

"یہ کیا" عمارہ نے فون کی سیاہ سکرین کو حیرت سے دیکھا۔ پھر فون کو چالو کرنا چاہا مگر وہ بیٹری لو کا اشارہ دکھا کر دوبارہ بند ہو گیا۔

"فون تو چارج کر لیا ہوتا کم بخت مارے" عمارہ کو اس لڑکے پر شدت سے غصہ آیا تھا۔ فون اس کے قریب پھینک کر اس نے وہاں سے اپنا سینڈل اور ایک سرنج احتیاطاً اٹھائی، پھر دروازے کا رخ کیا تھا۔ دروازہ کھول کر احتیاط سے باہر جھانکا، وہاں کسی کو نہ پا کر اس نے آہستہ آہستہ اپنے قدم نکالے۔ باہر نکل کر ان نے دونوں طرف نگاہ ڈالی۔ دائیں جانب سے وہ یہاں تک آئی تھی اور بائیں جانب کا راستہ اسے کہاں لے کر جاتا، اسے نہیں معلوم تھا۔ ہمت کر کے وہ بائیں طرف

قدم بڑھانے لگی۔ جس کمرے سے وہ نکلی تھی وہ غالباً اس طرف کا آخری کمرہ تھا کہ اس سے آگے لمبا راستہ نا جانے کہاں جا رہا تھا۔

وہ چند قدم چل کر احتیاطاً پیچھے مڑ کر دیکھ لیتی پھر آگے بڑھنے لگتی۔ بہت دیر بعد اس سیدھے راستے میں موڑ آیا تھا۔ اس نے موڑ کے آغاز پر کھڑے ہو کے چپکے سے آگے جھانکا۔ وہاں اسے دو دروازے دکھائی دیئے۔ ایک بالکل سامنے جو اس راستے کو ختم کرتا تھا۔ اور ایک اس دیوار کے اندر جس کے ساتھ لگ کر وہ کھڑی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور آگے بڑھ گئی۔ اس کے لئے انتخاب کرنا مشکل تھا کہ کس دروازے کو کھولے۔ ابھی وہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ سامنے والے دروازے پر ہلکی سے حرکت کے ساتھ آہٹ سنائی دی۔ آہٹ ہوتے ہی اس کے کان کھڑے ہوئے اور اس نے جھٹ سے دوسرا دروازہ کھولا اور اندر گھُس کر اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کر کے اپنی سانس روکے وہ چند لمحے وہیں ساکت کھڑی رہی۔

"اس راستے پر تالہ لگا دو شمبو۔ دوسری طرف پہلے سے پہرے دار موجود ہیں، وہ لڑکی فرار نہیں ہو سکتی۔ اندر ہی کہیں چھپ کر بیٹھی ہو گی۔ اس طرف کا کیمرہ خراب ہے تو ہم نظر نہیں رکھ سکتے۔ تالہ لگانا بہتر رہے گا" دروازے سے باہر کوئی کہہ رہا تھا۔ ٹھیک اگلے لمحے اسے اس

دروازے پر تالہ لگانے کی آواز آئی تھی۔یعنی اب وہ جہاں تھی،وہیں قید ہو چکی تھی۔

اس نے اس جگہ کسی کمرے کی توقع کی تھی مگر وہاں سے ایک تنگ گلی شروع ہوتی تھی،جیسے کوئی سرنگ ہو۔اس کی چھت قدرے نیچی تھی اور وہاں گھپ اندھیرا تھا۔وہاں داخل ہوتے ہی سردی کی ایک لہر اس کے وجود سے گزری تھی۔

اس کی آنکھوں کو گھُپ اندھیرے کا عادی ہونے میں کچھ وقت لگا۔کچھ دیر وہی کھڑے رہنے کے بعد اس کی بصارت نے اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو اس نے اس تنگ راستے پر چلنا شروع کر دیا۔

"اب یہ تاریک راستہ کہاں جائے گا؟انہوں نے تالہ لگایا ہے تو یقینا کہیں باہر نکلتا ہو گا یہ راستہ" اس نے سوچا اور آگے بڑھنے لگی کہ جتنا خطرہ اسے واپس پیچھے جانے میں تھا،اتنا ہی آگے جانے میں تھا سو بہتر تھا کہ وہ آگے بڑھتی رہتی۔البتہ اندھیرا ہونے کے باعث وہ بہت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی تھی۔

اس کی طبیعت پر بوجھل پن طاری ہو رہا تھا۔دو دن سے اس نے نہ کچھ کھایا تھا،نہ کچھ پیا تھا۔ننگے پاؤں اس تنگ گلی نما راستے پر چلتے چلتے وہ زونیشہ کے بارے میں سوچنے لگی۔اسے یہ راستہ بے

حد کٹھن لگنے لگا۔

بھوک کے احساس پر اسے یاد آیا کہ اسے ان سب کو لنچ پر لے کر جانا تھا۔'ہم جو سوچتے ہیں سب کچھ ویسا کہاں ہوتا ہے'اس نے تلخی سے سوچا۔تنگ راستے پر چلتے ہوئے اس کا بازو کسی چیز پر لگا تھا۔

"آہ"اس کے منہ سے بلا اختیار نکلا۔اس نے رک کر دیوار کو دیکھا۔وہاں ایک دیوار میں نسب لالٹین لٹک رہی تھی۔خستہ حال پرانی طرز کی لالٹین! جس پر نگاہ پڑتے ہی اسے علی یاد آیا تھا۔ پوری شدت سے!اور یہ بھی کہ آخری بار علی نے اس سے کوئی بات کرنی تھی۔اس کا ضبط ٹوٹنے لگا۔اس نے اپنے گالوں پر آنسوؤں کی نمی اور حرارت محسوس کی تھی۔وہ وہیں ٹھہر گئی۔ اس سے مزید آگے نہیں بڑھا جا رہا تھا۔اسے لگا اس کی ٹانگوں میں اب جان باقی نہیں رہی ہے۔ جذبات انسان کو کتنا کمزور بنا دیتے ہیں۔اور پھر جذبہ بھی محبت کا ہو تو انسان طاقت اور کمزوری کی حدیں چھو سکتا ہے۔وقت چاہے تو اس محبت کو ہماری سب سے بڑی طاقت بنا دیتا ہے اور وقت چاہے تو یہی محبت ہماری ذات کی سے سے بڑی کمزوری بن جاتی ہے۔

"اے میرے پروردگار! یہ کیسی آزمائش ہے"اس نے دل ہی دل میں پکارا تھا۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خدا ہی کی ہے، اور خدا کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔"(2:107)

"اور ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور خوف و خطر سے، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات سے اور آمدنیوں کے گھاٹے میں ڈال کر"(2:155)

"ایسے حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"(2:156)

اسے اپنی پسندیدہ سورت سورہ البقرہ کی آیتیں یاد آنے لگی تھیں۔ بلا اختیار روتے روتے اس نے لب وا کیئے۔

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

وہ اس دیوار سے ٹیک لگائے بار بار دہرانے لگی۔

"انہیں خوش خبری دے دو کہ ان پر ان کے رب کی جانب سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی

رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں"(2:157)

اسے یاد آرہا تھا اور مسلسل دہرا رہی تھی

"اور ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

"میرے پروردگار! میں اپنی کوشش کر چکی۔آپ مدد کا وعدہ کرتے ہیں، مدد فرما دیجیئے۔ غیب سے مدد فرما دیجیئے" وہ پکار رہی تھی

"پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایسے ہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزرا تھا۔ان پر سختیاں آئیں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے یہاں تک کہ وقت کا رسول اور اہلّ ؔ ِ ایمان چیخ اٹھے کہ کب آئے گی اللہ کی مدد۔اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے"(2:214)

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

"بے شک اللہ کی مدد قریب ہے"

"اللہ کی مدد قریب ہے"

اس تاریک تنگ سرنگ میں تنہا بیٹھی وہ اپنے رب کو پکار رہی تھی۔اپنی زندگی اس وقت اسے

اسی تنگ سرنگ جیسی دکھائی دے رہی تھی، جس کا اختتام کب ہو جائے، جس میں روشنی کب ہو جائے، جو اچانک کسی اچھے یا کسی برے موڑ پر مڑ جائے، کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

"تمہیں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی بہتر ہو تمہارے حق میں اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے"(2:216)

"اے میرے پروردگار! یہ مشکل ہے۔ یہ وقت میرے لئے جہاد سے کم نہیں اور یہ ناگوار ہے۔ بہت مشکل ہے مگر اس میں چھپی مصلحت میں نہیں جانتی، اس میں چھپی حکمت میں نہیں جانتی۔ آپ جانتے ہیں۔ میری، زونیشہ کی اور ہم جیسوں کی مدد فرمادیجیئے"

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

"بے شک اللہ کی مدد قریب ہے" وہ آنکھیں بند کیے دیوار سے ٹیک لگائے دہرا رہی تھی۔

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے"(2:257)

"اے میرے پروردگار! مجھے اور مجھ جیسوں کو اس گھٹن زدہ تاریکی سے نکال دیجیئے"

"اور ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے۔اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما"(2:286)

"اے میرے پروردگار! طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیئے۔ان ظالموں پر غلبہ عطا کر دیجیئے۔رحم فرما دیجیئے"

www.novelsclubb.com

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

اس نے جی بھر کر دعا کر کے دیوار کی ٹیک چھوڑی، نم آنکھیں کھولیں۔اپنے ہاتھوں کی پشت سے آنسوؤں سے تر ہوتے گال صاف کیے۔ایک گہری سانس بھری اور لالٹین کا سہارا لے کر کھڑی ہونے لگی۔لالٹین جس کا رخ اوپر کی طرف تھا، اس کے سہارا لینے کے زور سے نیچے کی طرف مڑ گئی اور مڑتے ہی روشن ہو گئی۔اس نے چونک کر لالٹین کو دیکھا جس کے اندر کسی تیل یا موم

بتی کی بجائے ایک چھوٹا بلب لگا تھا۔ سرنگ میں دھیمی دھیمی روشنی پھیل گئی تھی۔اس کی ہلکی بھوری آنکھیں چمکنے لگیں۔ سامنے راستہ واضح تھا اور چند قدم کے بعد وہ سرنگ ختم ہو رہی تھی۔

"بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی سرنگ کے اختتام پر پہنچی۔ جہاں دیوار کے ساتھ ساتھ پتھر جوڑ کر چھت تک جاتی سیڑھیاں بنائی گئی تھیں۔اس نے چھت کو بغور دیکھا۔

"کیا مقصد ہے ان سیڑھیوں کا۔ چھت تو بند ہے" اس نے خود کلامی کی۔

'لیکن دیکھنے میں کیا حرج ہے' اس نے سوچا اور سیڑھیاں چڑھنے لگی۔اوپر پہنچ کر اس نے ہاتھ میں پکڑے سینڈل کو چھت پر مارنا شروع کیا اور آواز محسوس کرنے لگی۔ عین درمیان میں آواز کھوکھلی ہو جاتی تھی اور اطراف پر سینڈل مارنے سے آواز ٹھوس سنائی پڑی تھی۔ مدھم روشنی میں اس نے چھت پر غور سے دیکھا۔اسے وہاں ایک باریک سطر نما نشان دکھائی دیا۔اس پر ہاتھ پھیرتی وہ سطر کا رخ سمجھنے لگی۔ وہ سطر ہر تھوڑے فاصلے پر نوّے کے زاویے پر مڑ جاتی تھی۔

"یہ تو پورا چکور بنتا ہے۔ کیا یہ کھل سکتا ہے؟" اس نے سوچا اور اس چکور کے عین وسط میں ہاتھ

رکھ کر اوپر کی جانب زور لگایا۔ اس کے زور لگانے پر چھت کا وہ حصہ حرکت کرتا تھا۔اس نے اپنے ہاتھ میں موجود 'ہتھیار' نیچے پھینکے اور پھر دونوں ہاتھوں سے پوری قوت کے ساتھ دھکا لگایا تو وہ اوپر کی جانب دروازے کی طرح ایک ہی جھٹکے میں کھل گیا

◇◇◇

"آزر میں اس مزار پر پہنچ چکا ہوں۔آدھی رات ہونے کے باعث یہاں اکا دکا لوگ ہی ہیں۔ میری ٹیم میرے ساتھ ہے اور مزار کو گھیر چکے ہیں ہم۔میں اندر جاؤں ابھی یا نہیں؟تم لوگ کب تک پہنچ رہے ہو؟" وہ فون کال سے لگائے کہہ رہا تھا

"ابھی ہمیں کچھ وقت لگ جائے گا حماد۔لگ بھگ ایک گھنٹہ یا شاید اس سے کچھ زیادہ۔تم اندر جا کر جائزہ لے سکتے ہو؟کیونکہ جس نمبر سے مجھے فون آیا تھا،اس کی آخری لوکیشن یہی جگہ ہے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ وہ فون عمارہ یا زونیشہ نے کیا تھا۔اور پھر اس لنگڑے شخص سے بھی میں اسی مزار پر ٹکرایا تھا۔" آزر اندیشہ ظاہر کر رہا تھا۔

"اوکے یعنی فجر ہو جائے گی تمہیں پہنچتے پہنچتے۔میں دیکھتا ہوں اندر جا کر۔ہمارا شک یقین میں بدلا تو میں چھاپہ مارنے میں دیر نہیں کروں گا۔احتیاطاً ایمبولینس بھی ساتھ لایا ہوں میں اور

علیشہ بھی اپنی ٹیم کے ساتھ یہیں ہے"

"ٹھیک ہے حماد۔ ہماری ٹیم کے علاوہ رینجرز بھی بیک اپ کے لئے آ رہی ہے۔ کیونکہ اس فردان سے کچھ بعید نہیں کہ وہ کیا کر گزرے۔ ممکن ہے وہ ہم سے پہلے پہنچ جائیں۔اور میں دوبارہ کہہ رہا ہوں حماد کہ یہ آپریشن پوری رازداری سے ہونا چاہیئے۔ فردان کو زرا سی بھی بھنک پڑی تو وہ فرار ہونے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرے گا" آزر نے بتا کر فون کاٹا۔ یہ سفر کاٹنا اسے بے حد مشکل لگ رہا تھا۔اس کا فون بجا تھا۔ علی کا نام پڑھ کر اس نے فون موصول کیا۔

"آزر بھائی ہم لوگ جا کہاں رہے ہیں؟" اس نے سلام دعا کی رسم نبھانے کو فی الواقعہ ضروری نہیں سمجھا۔

"کیا مطلب ہم لوگ؟ تم لوگ کہاں ہو؟" آزر نے ناسمجھی کے عالم میں گاڑی کے شیشے سے پیچھے دیکھا۔

"ہم آپ کی ٹیم کی گاڑیوں کے عین پیچھے۔ میں محد وغیرہ کے ساتھ ہوں"

"تم لوگوں کو کس نے کہا ساتھ آنے کے لئے؟ میں نے کہا بھی تھا کہ گھر رہو" وہ ناراض ہو رہا تھا۔

"آزر بھائی یہ تو بتائیں کہ ہم اتنی تیاری کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں۔اور کیا اطلاع ہے آپ کے پاس؟ میں تجسس اور ٹینشن سے مر نہ جاؤں کہیں۔زبیر بھائی کہہ رہے ہیں کہ یہ راستہ فیصل آباد جاتا ہے، کیا ہم وہیں جا رہے ہیں؟" فون کی دوسری جانب سے فہد کی آواز سنائی دی تھی

"یہ اس بیچارے زخمی کو بھی ساتھ لے آئے ہو!؟ بہر حال، ہاں ہم فیصل آباد جا رہے ہیں۔میں حماد سے رابطے میں ہوں اور تم لوگ وہاں کوئی ہیرو گیری نہیں کرو گے۔یہ ہمارا کام ہے" آزر نے سختی سے کہتے ہوئے فون کاٹ دیا۔

"آج یہ لوگ مجھے گل یار کی کمی محسوس نہیں ہونے دے رہے" فون بند کر کے اس نے پھیکی سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"سر۔گل یار آخر کہاں گیا؟" دلاور نے بالآخر پوچھ ہی لیا۔

"معلوم نہیں۔لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ ہے" وہ کھڑکی کے پار دیکھنے لگا۔

◇◇◇

حماد اپنی ٹیم کو ہدایات دے کر علیشہ کی طرف بڑھا تھا۔

"آزر کی معلومات کے مطابق وہ لوگ یہیں ہیں"

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ وہ یہاں کیسے ہو سکتے ہیں۔ بہر حال کیا آزر بھائی نے ریڈ(raid) کرنے کا کہا؟"علیشہ نے مزار پر نظر ڈال کر پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ ہمیں بالکل اندازہ نہیں ہے کہ اس مزار کے پیچھے کیا حقیقت ہے۔ کوئی خفیہ راستہ وغیرہ یا خدا جانے کیا۔ سو اگر ابھی چھاپہ مارا تو ممکن ہے وہ لوگ کسی خفیہ راستے سے فرار ہو جائیں اور مشن ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس لئے ہم ٹیم آزر اور رینجرز کا انتظار کریں گے۔ تب تک مزار کا سرسری جائزہ لینا ہے مگر میں یونیفارم میں ہوں اور انہیں محتاط نہیں کرنا چاہتا"

"صرف جائزہ ہی لینا ہے تو میں اور حیدر بھائی چلتے ہیں، کیوں حیدر بھائی؟"اس نے قریب کھڑے کیمرے کو سیٹ کرتے حیدر کو پکارا۔

"ہاں چلو۔ ہم اپنے پروگرام کے لئے فوٹیج بھی لے لیں گے ساتھ"

"دھیان سے۔ اور یہ واکی ٹاکی لے جاؤ۔ کوئی گڑبڑ لگے تو رابطہ کرنا"حماد نے واکی ٹاکی حیدر کی طرف بڑھادیا وہ دونوں مزار کی طرف جاتی چوڑی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ سیڑھیوں اور مزار کی عمارت کے بیچ لگ بھگ ایک میٹر کا فاصلہ تھا۔ اور اس ایک میٹر کے فاصلے پر تاریکی تھی۔ آخری سیڑھی پر کھڑے ہو کر مزار کے وسیع صحن میں جلتا بلب دکھائی دیتا تھا۔

آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی علیشہ نے ہاتھ میں پکڑی ٹارچ روشن کی اور ٹارچ کی روشنی سے راستہ ٹٹولنے لگی۔

"ایک منٹ علیشہ۔ٹارچ کو ذرا اس جانب کرنا" حیدر نے اس راستے میں لگے برگد کے درخت کے قریب اشارہ کیا تھا۔علیشہ نے ہاتھ میں پکڑی ٹارچ کا رخ اس کے اشارے کے تعاقب میں موڑا۔

"وہاں کوئی ہے۔ چلیں" انہیں درخت کے مضبوط تنے کے ساتھ لگ کر بیٹھا ایک نڈھال وجود دکھائی دیا تھا۔وہ تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے۔

"اللہ کی مدد قریب ہے۔"

www.novelsclubb.com

"اللہ کی مدد قریب ہے۔"

وہ وجود ٹوٹتی آواز میں یہی الفاظ دہرا رہا تھا۔علیشہ نے قریب پہنچتے ہی روشنی اس کے چہرے پر ڈالی،اس کی آنکھیں بند تھیں اور لب حرکت کر رہے تھے۔وہ بے ہوش نہیں تھی۔

"عمارہ!" علیشہ نے بے ساختہ کہا۔حیدر نے سنتے ہی واکی ٹاکی کا بٹن دبایا تھا۔

"حیدر اسپیکنگ۔عمارہ مزار کی عمارت کے باہر برگد کے درخت کے نیچے موجود ہے۔اسٹیبل

نہیں لگ رہی مگر ہوش میں ہے"اس نے واکی ٹاکی اپنے منہ کے قریب کر کے کہا۔اگلے لمحے واکی ٹاکی میں کھڑ کھڑ سنائی دینے لگی۔پھر حماد کی آواز ابھری

"نوٹِڈ! پیرامیڈک عملہ پہنچ رہا ہے"

علیشہ عمارہ سے بات کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اللہ کی مدد قریب ہے"وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

"اللہ کی مدد آگئی عمارہ۔کیا تم آنکھیں کھول سکتی ہو؟مجھے سن سکتی ہو؟"وہ اسے سہارا دیتے ہوئے اسے بلا رہی تھی۔عمارہ نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔اسے اپنا وجود بے جان ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔تھکاوٹ سے چُور آنکھوں کے پردے بدقت آنکھیں وا کرنے لگے۔اس کی ادھ کھلی آنکھوں کا منظر بے حد دھندلا تھا۔اسے سامنے والے کا چہرہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

عمارہ تم مجھے سن سکتی ہو؟"وہ پوچھ رہی تھی۔

"علیش۔۔۔علیشہ؟"اس نے آواز کو پہنچاننے کی کوشش کی۔

"ہاں میں علیشہ ہوں"علیشہ کی آواز میں اسے جواب دیتا پا کر خوشی اتر آئی

"تم۔۔۔یہاں کیسے۔۔۔اسلام آباد میں؟"اس نے ٹوٹتی آواز میں پوچھا

"میں اسلام آباد میں نہیں، تم فیصل آباد میں ہو"

اتنی دیر میں پیرامیڈک کے دو افراد اسٹریچر اٹھائے ان کے قریب آئے تھے۔ عمارہ کو اسٹریچر پر منتقل کر دیا گیا۔ علیشہ اور حیدر اس کے ساتھ ایمبولینس تک آئے تھے۔

"ہم بالکل صحیح جگہ پر ہیں۔ عمارہ بات کر سکتی ہے؟" حماد نے عمارہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مشکل سے مگر ہاں" حیدر بتانے لگا۔

علیشہ عمارہ کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑے ایمبولینس میں بیٹھی تھی۔

"بخار 105°، ان کا بلڈ پریشر بھی خطرناک حد تک کم ہے۔" پیرامیڈک نے تیز رفتار ہاتھوں سے نارمل سیلائن کی ڈرپ سیدھی کرتے ہوئے کہا پھر وہ کینولا لگانے کے لئے اس کے ہاتھ پر نبض تلاش کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"انہیں ابھی ہسپتال لے جانا ضروری ہے؟" اس نے عمارہ پر کمبل ڈالتے ہوئے پوچھا

"فی الوقت انہیں ڈرپ لگا کر بخار کی دوا دے رہا ہوں۔ حالت وقتی طور پر سنبھل جائے گی۔ لیکن ظاہر ہے کہ تفصیلی جانچ تو ہسپتال جا کر ہی ہو سکے گی"

"عمارہ بات کر سکتی ہے؟" حماد نے ایمبولینس کے اندر جھانک کر پوچھا تو علیشہ نے کندھے اچکا

دیئے کہ معلوم نہیں

"عمارہ" حماد نے قریب آکر اسے پکارا

"حماد بھائی" اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں، "وہ زونیشہ۔۔۔ ہم نکل آئے تھے۔۔۔ لیکن زونیشہ کو پکڑ لیا ان۔۔۔ آدمیوں نے"

"پھر؟ تم کیسے بچ کر نکلیں؟"

"سرن۔۔۔ گ سے"

سرنگ سے؟؟" حماد نے اس کے ٹوٹتے لفظوں کو جوڑا، "کیا اس مزار کے نیچے کوئی سرنگ ہے؟" اس نے دوبارہ پوچھا۔ عمارہ نے آنکھیں بند کر لیں

"بھائی وہ نہیں بات کر پا رہی۔ تھوڑا انتظار کر لیتے ہیں۔ ویسے بھی ابھی آزر بھائی لوگ نہیں پہنچے" علیشہ نے اسے ٹوکا تھا۔ حماد نے ایک نگاہ عمارہ پر ڈالی اور ایمبولینس سے اتر آیا۔

اگر سرنگ مزار سے نکلتی ہے تو اس کا دوسرا سرا کہاں نکلتا ہے؟" اس نے خود کلامی تھی۔ اسی پل اس کا موبائل وائبریٹ کرنے لگا۔ فون پر بات کر کے وہ اپنی ٹیم کی طرف بڑھا اور انہیں ہدایات دینے لگا۔ رینجرز پہنچ چکی تھی اور انہیں سرنگ کا دوسرا سرا تلاش کر کے وہاں گھیراؤ

کرنا تھا۔آج دشمن کو کسی صورت فرار کا راستہ نہیں ملنا چاہیئے تھا۔

جب تک وہ سبھی ٹیمز کے ساتھ کاروائی کی تیاری کرتا رہا، ٹیم آزر بھی پہنچ گئی۔عمارہ کے مل جانے کی خبر سنتے ہی وہ چاروں پہنچتے ہی ایمبولینس کی جانب دوڑے تھے۔محد لپک کر ایمبولینس کی گاڑی میں سوار ہوا تھا۔

"عمارہ!"اس نے پورے جوش سے پکارا۔گاڑی کے باہر کھڑے اندر جھانکتے فہد، علی اور زبیر عمارہ کی طرف سے کسی جواب کے منتظر تھے۔مگر وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

"کیا یہ بے ہوش ہے؟اسے کیا ہوا ہے؟کیسے ملی آپ لوگوں کو"فہد نے پوچھا

"بے ہوش نہیں ہیں، نیند میں ہیں۔البتہ گھنٹہ بھر پہلے ان کی حالت اتنی نازک تھی کہ۔۔۔" پیرامیڈک انہیں اگاہ کر رہا تھا۔علی پریشان نظروں سے وہاں لیٹی عمارہ کو دیکھتے ہوئے خود کو کوس رہا تھا۔

"ہم ریڈ کے لئے تیار ہیں۔سرنگ کا دوسرا سرا مل چکا ہے اور فرار کے ہر راستے پر پہرہ ہے۔ آپ سب لوگ یہیں رہیں گے، کوئی کسی قسم کا خطرہ مول لینے آگے نہیں آئے گا۔سمجھ گئے؟" آزر نے ان کی طرف آتے ہی کہا تو ان سب نے فرمانبرداری سے سر ہلا دیئے۔

"میں گھر میں اطلاع دے دیتا ہوں۔رضا انکل دو بار فون کر چکے ہیں" زبیر کُرتے کی جیب سے فون نکالتے ہوئے کہنے لگا۔

"عمارہ" محد نے اس کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پکارا۔اس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔

"عمارہ! میری بہن!" فہد اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر تقریباً چلایا۔

"تم ٹھیک ہو؟" محد پوچھ رہا تھا۔اس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"عمارہ بازیاب کیسے ہوئی؟" علی نے علیشہ سے پوچھا تھا۔

"عمارہ نے اپنی جنگ خود لڑی ہے۔یہ اس مزار سے خود نکلی، ہمیں اس برگد کے درخت کے پاس ملی"

"یہ مزار؟ کیا یہیں رکھا گیا تم لوگوں کو؟" محد نے حیرانی سے پوچھا۔

"مزار تو قبروں پر بنتے ہیں۔اغوا کرنے کے لئے تو نہیں" فہد نے بے دلی سے کہا

"قبر۔۔۔قبر تو خالی ہے" عمارہ کہہ رہی تھی۔ان سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"خالی ہے مطلب؟" آزر جو واپس جانے لگا تھا، عمارہ کی بات سن کر پوچھنے لگا

www.novelsclubb.com

"اسی قبر سے تو نکلی ہوں میں۔۔۔اس کے نیچے سے سرنگ نکلتی ہے" وہ بتا رہی تھی

"کیا چیز ہے یہ فردان!! شاباش عمارہ۔مجھے فون بھی تم نے کیا تھا؟" آزر نے اپنی تسلی کے لئے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

آزر واپس اپنے ٹیم کی طرف مڑ گیا جو اس مشن کے آغاز کے لئے تیار کھڑی تھی۔

"تم قبر سے نکلی؟" فہد نے جھرجھری لی۔"تمہیں کسی نے نکلتے ہوئے دیکھا نہیں"

"اگر دیکھتا تو کوئی بدروح سمجھ کر شور مچا دیتا" وہ پھیکا سا ہنسی۔

"آپ لوگ آ گئے ہیں تو میرے خیال سے عمارہ کو ہسپتال لے جانا چاہیئے۔کیونکہ میں ابھی ساتھ جا نہیں سکتی۔مجھے یہ سب ریکارڈ کرنا ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہاں سے اٹھ گئی۔محد نے اسے گاڑی سے اترنے کی جگہ دی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ہم زونیشہ کے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے" وہ کہنے لگی۔

"لیکن عمارہ۔تم وہاں سے ان سے بچ کر نکلی کیسے؟" فہد اپنے تجسس پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا، پوچھنے لگا۔عمارہ انہیں لیٹے لیٹے موٹی موٹی تفصیلات بتانے لگی جبکہ علی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا خاموشی سے اسے بات کرتے دیکھتا رہا۔وہ ٹھیک تھی،اس کے دل کی تسلی کے لئے یہی کافی

تھا۔

◇◇◇

5دسمبر2018- صبح6بجے

فیصل آباد، پاکستان

آسمان کی سیاہی سفیدی میں بدل رہی تھی۔ بھینی بھینی ہوا نے بھی وہاں کا رخ کیا تھا جہاں آج میدانِ جنگ چھڑ چکا تھا۔ سبھی جماعتیں اندر پہنچ کر اپنی اپنی پوزیشن لے چکی تھیں۔

انہیں اندر گئے ایک گھنٹے سے زیادہ کا وقت بیت چکا تھا۔ محد ایمبولینس کے قریب کافی دیر سے ٹہل رہا تھا۔ ہر طرح کے خیال اس کے ذہن کے دریچوں سے گزرتے جا رہے تھے اور وہ ہر برے خیال کو جھٹک رہا تھا۔ زبیر اسے کئی بار گاڑی میں بیٹھنے کا کہہ چکا تھا کہ باہر ٹھنڈ خاصی زیادہ تھی۔ مگر وہ ہر بار انکار کر دیتا۔ فہد ایمبولینس میں عمارہ کے ساتھ بیٹھا بیٹھا غنودگی کا شکار ہو رہا تھا۔ اور علی۔۔۔ علی نا جانے کہاں تھا۔ قریب کھڑی ایمبولنس میں پیرامیڈک عملہ چند زخمی بچوں کو لا چکا تھا۔ اور کچھ لڑکیوں کو بھی۔ کچھ گاڑیاں ہسپتال اور کچھ بحالی مرکز کی طرف روانہ ہو رہی تھیں۔ مگر وہ ابھی تک نہیں آئی تھی جس کے مل جانے کے انتظار میں اس کا آرام پچھلے

دو دن سے مسلسل اس پر حرام ہو رہا تھا۔وہ بے بسی سے کبھی آسمان کو، کبھی سامنے دکھائی پڑتے مزار کو اور کبھی قریب کھڑی گاڑیوں کو دیکھتا ٹہل رہا تھا۔

اسی پل پیرامیڈک عملہ ایک اور اسٹریچر پر کسی کو اٹھائے تیزی سے ایک ایمبولنس کی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ محد کی نگاہ پڑی تو اس کو لگا جیسے کسی نے آسمان اٹھا کر اس پر مار پھینکا ہو۔وہ بے جان قدموں سے اس طرف بھاگا تھا۔اسٹریچر پر موجود وجود ہوش میں نہیں تھا۔

"زونیشہ "وہ بمشکل پکارتا ہوا اس گاڑی کے بالکل پاس پہنچ گیا جس میں وہ سٹریچر منتقل کیا جا رہا تھا۔

عملے نے اسے نہیں روکا، وہ فوراً ہی گاڑی میں سوار ہو کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔گاڑی قریبی ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئی۔

"زونیشہ "اس نے اس بے ہوش لڑکی کو پکارا۔اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔اس کے سیاہ لمبے بال جنہیں اس نے کبھی بکھرے ہوئے نہیں دیکھا تھا، بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔وہ دوسرے ہاتھ سے اس کے بال ٹھیک کرتا ہوا پکار رہا تھا

www.novelsclubb.com

"زونیشہ"

قریب بیٹھا پیرامیڈک اس کو ضروری ادویات کا انجیکشن لگا رہا تھا، ساتھ ساتھ ضروری جانچ کر رہا تھا۔

محد نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔اس کے جسم پر موجود سبز فراک ملگجا ہو چکا تھا اور کئی جگہ سے پھٹ چکا تھا۔اس کی نم آنکھوں نے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا۔

'زونیشہ "اس نے پکارا۔

"کتنی خوب صورت لگی تھیں تم

اس گہری سبز پوشاک میں

کہ اس کے بعد

جو کچھ بھی سبز تھا،

وہ میری آنکھوں کے لئے

بے رنگ ہو گیا

اور اب

www.novelsclubb.com

میں اپنی نگاہ کے سامنے موجود

سبھی سبز رنگوں میں

تمہیں پاتا ہوں

ایسا لگتا ہے کہ جیسے

میرے گردان سبھی

حسین سبز رنگوں نے

مجھے چیر کر

میرے سینے سے ہوتے ہوئے

میرے دل کو پالیا ہو

ایسے جیسے

میرے گرد موجود سبھی سبز رنگ

میری آنکھوں میں دیکھتے ہوں

اور مسکراتے ہوں

www.novelsclubb.com

جب بہار کی آمد ہوتی ہے

اور بہار اپنے ساتھ

سبھی کچھ سرسبز لاتی ہے

تو میں ہوش کھونے لگتا ہوں

کہ یہ ایک رنگ

تم سے ملنے کے بعد

میری سمجھ میں آیا ہے

کہ یہ ایک رنگ

جو ایک بار تم نے پہنا تھا

میرے دل میں سمایا ہے!"

(السید ہاشم المحفوظ)

◇◇◇

زونیشہ کو ہسپتال کی ایمرجنسی وارڈ میں لے جایا گیا۔ وہ تیز قدم اٹھاتے ہوئے عملے کے ساتھ

www.novelsclubb.com

ساتھ چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہاں پہنچتے ہی ایک ڈیوٹی پر مبینہ ڈاکٹر ان کی طرف آیا تھا۔ پیرامیڈک اسٹاف سے مریض کے متعلق پوچھنے کے بعد وہ زونیشہ کا معائنہ کرنے لگا۔وہ خود زرا فاصلے پر وارڈ میں ہی ڈاکٹر کے لوٹ آنے کے انتظار میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔

انتظار ہمیشہ مشکل ہوتا ہے۔ہر کام اور ہر شے وقت کو ہمارے ہاتھوں سے بہالے جاتی ہے مگر انتظار عجیب شے ہے جو وقت بڑھا دیتا ہے۔اتنا بڑھا دیتا ہے کہ لمحے صدیاں بن جاتے ہیں۔

ڈاکٹر کے پلٹتے ہی وہ ان کی طرف لپکا تھا اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ تیز نشہ آور ادویات کے زیرِ اثر ہیں اور انہیں ڈوز کافی زیادہ دی گئی ہے۔ہم نے ضروری اینٹی ڈوٹ اور احتیاطاً دیگر ادویات دے دی ہیں۔مگر یہ ہوش میں کب آئیں گی،اس حوالے سے فی الوقت کچھ کہا نہیں جا سکتا"ڈاکٹر اسے بتا کر آگے بڑھ گیا تھا۔اور وہ بھاری قدموں سے چلتا زونیشہ کی جانب بڑھ گیا۔

ایمرجنسی وارڈ میں صبح کا آغاز ہونے کے باعث زیادہ مریض نہیں تھے۔چند مریض تو وہی تھے جنہیں مزار سے بازیاب کیا جا رہا تھا اور وہ کسی وجہ سے زخمی تھے۔مگر وہ اپنے ارد گرد سے بالکل لاتعلق تھا۔اس کی توجہ اور نگاہوں کا مرکز وہ ایک لڑکی تھی جس کے ساتھ وہ اپنی پوری زندگی

گزارنا چاہتا تھا، ابھی سے، آج سے، ایک چھت تلے، ہمیشہ! اس سے پہلے کہ زونیشہ کے قریب پہنچتا، زبیر دوڑتا ہوا ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہو رہا تھا۔

"کسی ہے زونی؟" اس نے محد کو دیکھتے ہی پوچھا۔ محد نے واڑد کے بستروں میں سے ایک بستر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ زبیر اشارے کے تعاقب میں دیکھ کر اس طرف لپک گیا۔ اس کے ساتھ ہی فہد، علیشہ اور علی عمارہ کو لئے وہاں آ پہنچے، جو زونیشہ کے بازیاب ہو جانے کی خبر ملتے ہی تھکن اور نیند کے غلبے کے باعث سو چکی تھی۔ عمارہ کو اسٹریچر سے بستر پر منتقل کرنے کے بعد فہد ڈاکٹر کو بلانے لگا۔

"ڈاکٹر نے بتایا نہیں کہ یہ کیوں بے ہوش ہے؟ ٹھیک تو ہے؟" زبیر بے قراری سے پوچھ رہا تھا۔ محد نے ڈاکٹر کی کہی بات لفظ بلفظ دہرا دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ ابھی کچھ پتہ نہیں کہ چھٹی کب ملے؟" علیشہ نے پوچھا تو محد نے سر ہلا دیا۔ اتنی دیر میں ڈاکٹر عمارہ کا معائنہ کر چکا تھا

"یہ ٹھیک ہیں؟" فہد عمارہ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

"جی یہ اسٹیبل ہیں" ڈاکٹر اسے مطمئین کر گیا تو اس نے سکھ کی آہ بھری۔

"آپ سب لوگ ہمارے گھر چلیں۔ مسلسل جاگ رہے ہیں اور سب کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں یہاں رک جاتی ہوں عمارہ اور زونیشہ کے ساتھ "علیشہ کہہ رہی تھی

"نہیں علیشہ۔ میں یہیں رہوں گا۔ مجھ سے وقت نہیں گزرے گا کہیں اور چلا گیا تو، زونیشہ سے دور چلا گیا تو" محد زونیشہ کے بیڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ علیشہ نے اصرار نہیں کیا۔

"زبیر بھائی آپ بھی نہیں جائیں گے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"علیشہ اسے ہوش آجائے تو۔۔۔"

"زبیر بھائی،" محد نے اس کی بات کاٹی تھی، "آپ آرام کر لیں کچھ دیر گھر جا کر۔ میں آپ سے رابطے میں رہوں گا۔ جیسے ہی زونیشہ کو ہوش آئے گا، آپ دوبارہ آجایئے گا"

"محد بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ فہد کو بھی بخار ہو رہا ہے۔ میں اور محد بھائی ہیں یہاں۔ آپ سب گھر چلیں، باہر حیدر بھائی آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں" علیشہ اور محد کے اصرار پر انہیں جانا ہی پڑا تھا۔ فہد کا زخم تازہ تھا اور بے آرامی اور ٹھنڈ کے باعث بخار نے آن لیا تھا۔ علی نے عمارہ کے پر سکون چہرے پر نگاہ ڈالی اور پھر فہد اور زبیر کو ساتھ لئے ہسپتال سے نکل آیا۔

"آپ کو بھوک نہیں لگی؟" ان سب کے چلے جانے کے بعد علیشہ نے پوچھا تو محد نے چونک کر

اسے دیکھا

"بھوک؟ بھوک کا خیال ہی نہیں آیا مجھے۔ لگتی تو شاید خیال آجاتا" وہ کہہ کر چپ ہو گیا تھا۔

علیشہ خاموشی سے عمارہ کے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

"علیشہ" اس نے پکارا تو علیشہ اسے دیکھنے لگی، "یہ جاگ جائے گی نا؟" وہ اپنے وسوسوں پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔ اپنے سامنے لیٹی لڑکی کو مسلسل بے ہوش پڑے دیکھ کر اسے وسوسے ستانے لگے تھے۔

"ان شااللہ۔ ڈاکٹر نے کہا ہے نا کہ ہوش آجائے گا۔ بس زرا انتظار کرنا پڑے گا"

"تم گواہ رہنا علیشہ" وہ آہستگی سے کہہ رہا تھا، "گواہ رہنا کہ میں ایک لمحے کے لئے بھی زونیشہ کے خیال سے آزاد نہیں ہوا ہوں۔ تم گواہ رہنا کہ میں واقعتاً اس لڑکی کی محبت میں شدت سے مبتلا ہوں۔ پتہ نہیں کب کیسے یہ مجھے ساری دنیا سے عزیز ہو گئی۔ میرے پچھلے دو دن اور دو راتیں اس کی واپسی کے لئے دعا مانگتے ہوئے گزری ہیں۔ اور یہ میرے لئے میری زندگی کی سب سے طویل دن اور سب سے بے چین راتیں تھیں" وہ کہنے لگا تو کہتا چلا گیا، نم انکھوں اور کانپتی آواز کے ساتھ۔ علیشہ اسے خاموشی سے سنتی اسے دیکھتی رہی۔

"رب سے کچھ شدت سے مانگیں تو وہ رب عطا کرتا ہے نا؟ تم گواہ رہنا کہ میں نے اسے اپنے رب سے شدت سے مانگا ہے۔ پوری دل جمعی اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ مجھے ہنستی مسکراتی ہوئی زونیشہ لوٹا دے اور مجھے اسے ہنستا مسکراتا رکھنے کی استطاعت دے دے۔ کیوں کہ ایک وہی تو ہے جو یہ سب کر سکتا ہے"

"زونیشہ آپ کے سامنے ہے۔ صرف بے ہوش ہے محد بھائی۔ آپ اتنا سوچیں گے تو خود کو بہت تھکا دیں گے"

"میں خود کو سوچنے سے روک نہیں پا رہا۔ دیکھو اسے۔۔۔ اس کا پھٹا ہوا لباس، اس کے ہاتھوں اور پاؤں پہ یہ۔۔۔ یہ زخم، یہ اس کا دو دن میں کمزور پڑ جانے والا بے رونق چہرہ، اور یہ۔۔۔ یہ بازو۔۔۔ کیا کیا چبھا دیا گیا ہے یہاں! ایسی تو نہیں تھی میری زونیشہ!" وہ باری باری علیشہ کو اشارہ سے دکھانے لگا اور پھر اس کی آستین ہلکی کی ہٹانے پر بازو پر کئی سوئیوں کے نشان دکھائی دیئے۔ اس کا دل گویا کٹ سا گیا۔

"کتنی۔۔۔ تکلیف سے گزری ہو گی یہ۔ تمہیں پتا ہے اسے خوف آتا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ اسے اغوا ہونے سے خوف آتا ہے"

"محد بھائی وہ اپنے خوف سے لڑ کر آ رہی ہے۔ خوف کب کا پیچھے رہ گیا۔ خوف کی اس جنگ میں اس نے جو زخم کھائیں ہیں وہ بھر جائیں گے۔ اللہ نے اسے زندہ لوٹا دیا ہے۔ اس پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ ان شااللہ زونی ٹھیک بالکل ٹھیک ہو جائے گی" علیشہ نے تسلی دینے کی اپنی سی کوشش کی تھی

"اور میں۔۔۔ میں تو ابھی اپنے خوف سے لڑ رہا ہوں اور مجھ سے لڑا نہیں جا رہا۔ تکلیف ہو رہی ہے لڑتے ہوئے اور یہی تکلیف مجھے اس کی تکلیف کا احساس دلا رہی ہے۔ اسے کچھ ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اسے کھو نہیں سکتا"

علیشہ نے اسے کہہ دینے دیا سب جو وہ دو دن سے کہنا چاہتا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ زہنی طور پر کتنی تھکن کا شکار تھا اور دلی طور پر کتنے امتحان کا۔

محد اس کا بازو تھامے بیڈ کے ساتھ رکھے سٹول پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی بصارت کے منظر میں عربی نظم سے بھرا ورق سمانے لگا۔ یہی الفاظ وہ زونیشہ سے کہنا چاہتا تھا۔ اور شاید خود سے بھی۔

"اداس مت ہو

ان مشکلوں کی آمد پر

اداس مت ہو

کہ تاریک بادل چھٹتے ہیں

تو بارش برساتے ہیں

اور کتنی ہی تلخ رہی ہوں

یہ بڑی بڑی مصیبتیں

جو تم نے سہیں،

اداس مت ہو!

یہاں تک کہ

یہ مصیبتیں اوجھل ہو جائیں

جیسے ان سیاہ بادلوں سے برستی

تیز بارش جاتے جاتے

www.novelsclubb.com

پھولوں کو بقا دے جاتی ہے!"

(السید ہاشم المحفوظ)

علی ہاتھ میں چند شاپر اٹھائے وارڈ میں داخل ہوا تھا۔

"تم گئے نہیں؟" محد نے چونک کر اسے دیکھا

"یہ ناشتا لایا ہوں۔ پلیز کر لو۔ کل سے کچھ نہیں کھایا تم نے۔ اپنا خیال کرنا تو نہیں چھوڑ دیتے نا اور علیشہ! عمارہ تو شاید دو دن سے کچھ کھا نہ سکی ہو۔ جاگ جائے تو اسے بھی ضرور کھانا کھلا دیجیئے گا" علی نے ایک شاپر علیشہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اور یہ بھی۔۔۔ عمارہ کو دے دیجیئے گا" اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑا شاپنگ بیگ بھی اس کی طرف بڑھایا جسے علیشہ نے نا سمجھی کے عالم میں پکڑ لیا۔

"چلو تم اس طرف آؤ۔ کچھ کھا لو" اپنے ہاتھ میں باقی رہ جانے والا ایک شاپر لئے وہ محد کی طرف بڑھا۔

"میں کھا لوں گا علی۔ ابھی دل نہیں چاہ رہا"

"کھانا شروع کرو گے تبھی میں جاؤں گا محد۔ باہر باقی سب میرے انتظار میں کھڑے ہیں" اس

نے دوٹوک کہاتو محد کو بادل ناخواستہ کھاناپڑا۔ علی کی تسلی کے لئے اس کے سامنے اس نے چند نوالے لے کر پانی کا گھونٹ بھرا تھا۔

"بھابھی کے بارے میں بتاتے رہنا۔ مجھے آزر بھائی نے بلایا ہے۔ میں دوبارہ چکر لگاؤں" علی واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔ یوں بھی وہ زیادہ دیر محد اور عمارہ کا سامنا کرنے سے ارادتاً گترا رہا تھا۔

◇◇◇

"عمارہ کیسا محسوس کر رہی ہو؟" اس کو آنکھیں کھولتا دیکھ کر علیشہ اس کی طرف بڑھی تھی۔ لگ بھگ پانچ گھنٹے بعد وہ جاگی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولنے کے بعد ارد گرد دیکھتے ہوئے صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کی۔

"تم ٹھیک ہو؟" علیشہ نے دوبارہ پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔ پھر اس کی نگاہ قریبی بیڈ پر لیٹی زونیشہ پر پڑی جس کے ساتھ رکھے سٹول پر بیٹھے، بیڈ کے کنارے پر سر رکھے محد کی آنکھ لگ چکی تھی۔ اس نے انہیں دیکھ کر پریشان نگاہوں سے واپس علیشہ کو دیکھا۔

"زونی کو ابھی تک ہوش نہیں آیا ہے۔ معالج وقتاً فوقتاً دیکھ رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ ہوش آ جائے گا بس انتظار کرنا ہوگا" علیشہ اس کے ذہن میں آنے والے سوالات بھانپ کر بتانے لگی،

"اور محد بھائی یہاں سے کہیں جانے کو تیار نہیں ہیں۔"

"زونیشہ محد بھائی کو بہت عزیز ہے" وہ آہستگی سے کہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔علیشہ نے اسے بیٹھنے میں مدد دینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھائے تھے۔

"اور تم جسے عزیز ہو وہ یہ دے کر گیا ہے۔" وہ بیٹھ گئی تو زونیشہ نے لفافہ اس کی جانب بڑھادیا۔ وہ حیرانی سے علیشہ کو اور پھر لفافے کو تکنے لگی۔

"کون؟" عمارہ نے لفافے تھامتے ہوئے کہا

"تم خوب جانتی ہو عمارہ۔ میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو لے آتی ہوں۔ جو کھانا علی لایا تھا وہ تو ٹھنڈا ہو چکا کب کا" وہ ہلکی سے مسکراہٹ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی، "ویسے کیا کھانے کا دل چاہ رہا ہے؟"

"کچھ ہلکا پھلکا سا بس" وہ پھیکا سا مسکرائی تھی۔

علیشہ کے جانے کے بعد اس نے لفافہ کھولا تھا۔ لفافے میں پیک سیاہ عبایہ دیکھ کر اس کی آنکھیں بے ساختہ ہی بھیگنے لگیں۔ اس نے اپنے وجود پر نگاہ دوڑائی۔ اس کا عبایہ نہ جانے کہاں تھا اور کپڑے سرنگ سے نکل کر مزار کے برگد کے درخت کے پاس آتے آتے بے انتہا ملگجے ہو چکے

www.novelsclubb.com

تھے۔اسے اچانک یاد آیا کہ اس دن ریسٹورنٹ میں علی اس سے کوئی بات کرنا چاہتا تھا۔یہ خیال آتے ہی وہ بے چین ہونے لگی۔عبایہ والا لفافہ ایک طرف رکھ کر بستر سے اترنے لگی کہ لیٹے لیٹے اب وہ تھک رہی تھی۔بستر سے اتر کر وہ محد کی طرف بڑھی تھی جو ابھی تک نیند میں تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا، محد نے زونیشہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔سٹول پر بیٹھ کر سر بستر کے کنارے پر رکھے وہ نا جانے کتنی دیر سے جھکا ہوا تھا۔

علیشہ ہاتھ میں سینڈوچ اور چائے کے دو کپ اٹھائے وہاں آئی تھی۔

"علیشہ آپ کے پاس موبائل ہے ابھی؟"اس نے پوچھا تو علیشہ نے سر ہلا کر قریب رکھے میز پر موجود بیگ کی جانب اشارہ کیا۔پھر اسی میز کی طرف بڑھ گئی۔ہاتھ میں تھامی چیزوں کو میز پر رکھا اور اپنے ہینڈ بیگ سے موبائل نکالنے لگی۔

"ان دونوں کی ایک تصویر تو لیں"وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔علیشہ نے اسے لمحہ بھر کو حیرت سے دیکھا تھا۔پھر مسکراتے ہوئے موبائل کا کیمرہ نکال کر محد اور زونیشہ کی مختلف زاویوں سے تصویریں بنانے لگی۔

"ہم یہاں کہیں واک کر سکتے ہیں؟"عمارہ نے پورے وراڈ میں نگاہ دوڑائی تھی۔

"ہسپتال کے باہر باغیچہ بنا ہے۔ کہو تو وہاں چلتے ہیں" علیشہ موبائل واپس بیگ میں رکھ رہی تھی۔

"ہاں وہیں چلتے ہیں۔ میں تھوڑا چلنا پھرنا چاہتی ہوں" عمارہ کہتے ہوئے اس بستر کی طرف بڑھی جہاں کچھ دیر پہلے وہ لیٹی تھی اور وہاں سے لحاف اٹھا کر محد کی کمر پر پھیلا کر ڈال دیا۔ پھر لفافے میں سے عبایہ نکال کر پہننے لگی۔

"سینڈوچ کھالو گی نا؟ یہاں اور کچھ مناسب نہیں لگا مجھے۔ ویسے حیدر بھائی لوگ چکر لگائیں گے تھوڑی دیر تک۔ ان سے منگوا لیتے ہیں کچھ جو تمہارا دل چاہے" علیشہ پوچھ رہی تھی۔

"نہیں بس فی الحال یہ کافی ہے" اس نے عبایہ پہننے کے بعد ساتھ موجود حجاب اوڑھا اور علیشہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑنے لگی۔

"چلو جیسے تم اچھا فیل کرو" علیشہ نے جواباً مسکرا کر کہا تھا۔

وہ ہسپتال کے عقب میں بنے چھوٹے سے باغیچے میں آہستہ آہستہ چلتی آ رہی تھیں۔ دسمبر کا چھوٹا سا دن تیزی سے گزر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں سورج ڈھل جاتا اور مغرب کی صدائیں فضا میں گونجنے لگتیں۔

"مشکلیں سردیوں میں آدھمکیں تو کیا جلدی کٹ جاتی ہیں؟ سردیوں کے جلدی سے گزر جانے والے دنوں کی طرح؟" عمارہ نے چائے کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے بے جان آواز سے پوچھا تھا۔

"مشکلیں وقت نہیں دیکھتیں عمارہ۔ موسم نہیں دیکھتیں۔ جب آدھمکتی ہیں موسم اور وقت کو اپنے انداز میں ڈھال لیتی ہیں۔ دل پریشان ہو تو اچھا موسم بھی دل کو نہیں بھاتا۔ دن کٹ بھی جائے تو رات نہیں کٹتی۔ اور سردیوں کی رات تو خاصی طویل ہوتی ہے" علیشہ کہہ رہی تھی۔

"زونیشہ کو رات سے پہلے ہوش آجائے تو یہ رات آسان ہو جائے گی۔ وگرنہ پچھلی رات کی تھکن سے میرا وجود ابھی تک چور ہے۔۔۔ مجھے یاد آیا، سرنگ کا دوسرا سرا کہاں ملا؟" عمارہ نے اچانک بات کا رخ بدلتے ہوئے علیشہ کی جانب دیکھا۔

"تم حیران ہو جاؤ گی۔"، علیشہ کہہ کر اسے دیکھنے لگی جو سوالیہ نظروں سے اسی کو دیکھ رہی تھی،

"فردان ساحر کے آبائی گھر میں۔ وہ گھر جو مرکز تھا اس کے سارے تاریک کاموں کا"

"کیا مطلب؟" وہ حیرت سے اسے تکنے لگی، "فردان وہ علی کا بزنس پارٹنر؟ وہ اس سب میں ملوث تھا؟"

"وہ محض ملوث نہیں تھا بلکہ وہی سربراہ تھا۔ آزر بھائی ٹیم کے ساتھ مزید کاروائی کے لئے فردان کو لے جا چکے ہیں۔ مزار پر مکمل پہرہ ہے اور گرفتاریاں جاری ہیں۔ مزار کی قبر کا خالی ہونا اور اس کے نیچے سرنگ کا موجود ہونا اس علاقے کے لوگوں کے ایمان پر ایک زوردار تھپڑ ہے جو غیر اللہ سے مانگتے ہیں اور اپنی مرادوں منتوں کے لئے مزاروں کا رخ کرتے ہیں"

"اتنی اندھی تقلید ایک اشرف المخلوقات کیسے کر سکتا ہے۔ اور وہ بھی وہ جس کے پاس کتابِ ہدایت موجود ہو!؟"

"انسان ہی کرتا ہے اندھی تقلید جب وہ سوچنا اور غور و فکر کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ انسان ہی اپنا سب سے بڑا دشمن ہے عمارہ۔ تم نے وہ برگد کا درخت نہیں دیکھا، جہاں باندھے گئے بے شمار دھاگے وہاں کے اشرف المخلوقات کی عقلوں پر سوالیہ نشان ہیں۔ لوگوں کو کیوں لگتا ہے کہ دھاگے باندھنے سے مرادیں پوری ہوتی ہیں؟ کیا یہ بت پرستی نہیں ہے؟ کسی مزار کو، کسی درخت کو، کسی قبر کو اپنی دعاؤں کی جگہ بنا لینا، براہِ راست خود اپنی ذات کو اللہ سے جوڑنے کی بجائے غیر اللہ کے وسیلے تلاش کرنا، کیا یہ جہالت نہیں ہے؟ ہم تو آج بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نکالنا چاہتے تھے۔ جہاں سے ابراہیم علیہ السلام ہمیں نکالنا چاہتے تھے۔

ان سارے انبیاء کی، ہمارے نبی کی ساری تعلیم کو، تبلیغ کو ایک لمحے میں ضائع کر دیا ہم نے؟ ایسے مزار اور مرادیں پوری کروانے والے پیر بنا کر۔ اور مزار بھی وہ جس کے پردے میں گھناؤنے ترین جرم جڑ پکڑتے رہے۔ لوگ جس مزار پر اپنا مال و دولت نذر کرنے آتے رہے۔ اسی مزار کے لوگ ان جہالت میں غرق لوگوں کی بیٹیوں کو اور بچوں کو کھا گئے۔ میرے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے عمارہ۔ کہاں تک سنو گی تم "علیشہ کہتی چلی جا رہی تھی۔

"بچے بھی؟" عمارہ نے تصدیق چاہی تھی۔

"ہاں۔ سردار سبکتگین شاہ جس کی جعلی قبر پر یہ مزار بنا تھا، وہ چائلڈ ٹریفکنگ کا بہت بڑا سرغنہ تھا۔ بچوں کو اغوا کر کے مختلف شہروں میں بیچتا تھا جہاں انہیں گداگر بنا دیا جاتا تھا۔ اسی نے قاسم اور شکیل جیسوں کو اتنا سفاک بنا دیا۔ قاسم وہی جس نے زری آپی کو اغوا کیا اور شکیل جو فلوریڈا میں اپنے گھناؤنے جرم کرتا رہا۔ البتہ فردان اس سب میں کیسے شامل ہوا اور قاسم کہاں ہے، اس بارے میں ابھی کچھ پتہ نہیں چلا" علیشہ نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا تو اس نے ایک آہ بھری۔

"مجھے بہت مایوسی ہوتی ہے ایسے موقعوں پر۔ ہر بار ہم جرم کے خلاف لڑتے ہیں اور ہر بار پہلے

سے بڑے جرائم سامنے آتے ہیں، پہلے سے بدتر نتائج ملتے ہیں"

"ہم خود کو بچا لینے کو، خود اپنی عبادات سدھار لینے کو دین سمجھتے ہیں"، عمارہ کہنے لگی، "حالانکہ دین تو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی بچا لینے کا نام ہے۔ اور یہی کام آپ کرتی ہیں۔ بس سب کے طریقے مختلف ہیں نیکی کے مگر مقصد ایک ہے۔ آزر بھائی جرائم کو روکنے کی تگ و دو کرتے ہیں تو قوم کے لئے۔ آپ پروگرام چلاتی ہیں تو عوام کے لئے۔ اللہ وسیلہ بناتے ہیں لوگوں کو لوگوں کی مدد کا۔ جب آپ اپنے پروگرام میں لوگوں کو اس بارے میں آگاہی دیں گی تو یہ سب جو ہمارے ساتھ ہوا، جو ہم نے دیکھا اور جانا۔ یہ ہم تک محدود نہیں رہے گا۔ کہیں نہ کہیں آگاہی ضرور پہنچے گی"

"مگر لوگ پھر بھی یہی کریں گے عمارہ۔ ان کی عقلوں پر پردے ہیں۔ پچھلے دو سال سے 'درد کا درماں' کے توسط سے نجانے کتنے قصے اپنی تمام تر تلخیوں اور حقیقتوں کے ساتھ منظرِ عام پر لائے گئے ہیں اور لوگوں کو آگاہی دی گئی کہ لوگ کچھ عقل کریں۔ مگر آج اس سارے واقعے نے مجھے ایک بار پھر مایوسی میں لا کھڑا کیا ہے۔ اللہ نے پہلی وحی میں تعلیم کا پیغام دیا، کہ انسان کو پڑھنا لکھنا سکھا کر، شعور دے کر اللہ نے انسان پر اپنا کرم کیا ہے۔ اور انسان کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

"عقلوں سے پردے ہٹانا تو اللہ کا کام ہے علیشہ۔ وہ جب چاہے تب کرے، اس وجہ سے ہم اپنے حصے کا کام کرنا تو نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ ہوتا کہ کون ایمان لائے گا اور کون نہیں، تو آپ صرف مخصوص لوگوں کو سیدھی راہ کی طرف بلاتے ناں۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ کب کس کو کیسے ہدایت دینی ہے، یہ اللہ کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔ ہم سب نے بس اپنے اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔ اپنے وسائل، ہنر اور کوشش کو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بچانے میں سرف کرنا ہے"

"تم شاید ٹھیک کہتی ہو"

"اور بے شک یہ سب عبادت کا حصہ ہے۔ اللہ کو یاد کرنے کے طریقے ہیں کہ جب ان سب کاموں میں ہماری نیت اللہ کی رضا بن جائے تو یہ سب کام عبادت بن جاتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے اللہ تعالی نیکی کسے کہتے ہیں؟" اس نے علیشہ کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کسے کہتے ہیں؟"

اللہ فرماتے ہیں کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور آخرت کے دن کو اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کردہ

کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتے داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے، اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگدستی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ تقوی والے ہیں"(البقرہ-آیت 177)

علیشہ یہ وہ سب کام ہیں جو معاشرہ بناتے ہیں۔ معاشرے میں رہنے والوں کو ایک دوسرے کا ہمدرد بناتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اور معاملات کو بہتر کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر نظم اور امن لاتے ہیں۔ اگر ہم انہی کاموں کو دل سے کر لیں، تو یہ ہماری آخرت تو سنوارتے ہیں، ہماری زندگیاں بھی سنوار دیتے ہیں علیشہ۔ اور مزے کی بات پتا کیا ہے کہ ہماری نیکیاں گنی نہیں جائیں گی، تولی جائیں گی۔ نیکیاں کم ہیں یا زیادہ، اس سے فرق نہیں پڑتا۔ نیکیاں وزن رکھتی ہیں یا نہیں، اخلاص رکھتی ہیں یا نہیں، اس سے فرق پڑتا ہے۔ اس لئے جو کام آپ کرتی ہیں، اس میں مایوس نہ ہوں اگر آپ دل سے لوگوں کی بھلائی کی نیت سے، عبادت کی نیت سے کرتی ہیں تو اللہ صلہ دینے والے ہیں۔ اللہ ایمان والوں کی، نیکی کی طرف بڑھنے والوں کی

مدد کرتے ہیں۔اور سچ کہوں تو مجھے آپ پر رشک آتا ہے"

"عمارہ تمہاری پسندیدہ چیز کیا ہے؟میرا مطلب ہے کہ اپنی پسندیدہ شے کو اللہ کی راہ میں دینا نیکی ہے نا۔جبکہ ہم اپنی پرانی یا ضرورت سے زائد چیزوں کو دے دینا نیکی سمجھتے ہیں"

"میری پسندیدہ چیز۔۔۔شاید یہ علم جو میں آج کل سیکھ رہی ہوں۔میں اس علم کو اللہ کی راہ میں دینا چاہتی ہوں۔بلکہ سچ کہوں تو شاید میرے پاس یہی ایک سب سے قیمتی شے ہے جو اللہ نے مجھے دی ہے۔اور اللہ کہتے ہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو۔تو میں اپنا اسلامک سکول کھولوں گی جو کسی یتیم خانے سے منسلک ہو،تاکہ یتیم اور غریب بچے کسی سردار سبکگتین اور فردان ساحر کے ہتھے نہ چڑھیں اور قاسم اور شکیل جیسے سفاک انسان نہ بنیں۔یہ بھی اگر اللہ نے چاہا تو"وہ مسکرائی تھی۔

"انشااللہ"علیشہ نے مسکرا کر جواب دیا،"اندر چلیں؟مغرب ہونے والی ہے اور مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے"

"ہاں چلیں"

وہ دونوں ہسپتال کے اندر کی طرف چل دی۔

◇◇◇

وہ اس کے پاس سے اٹھا بھی تھا تو صرف نمازوں کے اوقات میں۔اس لئے کہ جو اس کا اور اس کے عزیزوں کا رکھوالا ہے،اسے یاد کرنا وہ کیسے بھول سکتا تھا۔

ہسپتال کے پریئر ایریا میں فجر کی نماز ادا کر کے وہ واپس وارڈ کی طرف چلا آرہا تھا۔زونیشہ کو ملے پورے چوبیس گھنٹے بیت چکے تھے۔اسے مزید انتظار سے بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔وہ بس زونیشہ کی صحت یابی چاہتا تھا۔اس کی مسکراتی،اسکی باتوں پر تنگ آتی زونیشہ چاہتا تھا۔

وہ لوٹا تو وارڈ میں عمارہ اور علیشہ کے علاوہ زبیر اور فہد بھی موجود تھے۔وہ سب زونیشہ کے بستر کے قریب کھڑے تھے۔ان پر نظر پڑی تو اس کے قدم لمحہ بھر کو رُکے پھر وہ جیسے کرنٹ کھا کر آگے بڑھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"زونیشہ!"اس نے پکارا۔وہ آنکھیں کھول رہی تھی۔اس کی آنکھیں نیم وا تھیں۔وہ ہوش میں آچکی تھی۔وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا تھا۔اس کی نیم وا بھوری آنکھوں اسے دیکھ رہی تھیں۔وہ ان آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا دیا۔اس کی اپنی آنکھیں نم ہونے لگیں۔وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

"زونیشہ!"اس نے پھر پکارا۔زونشہ نے اس کی پکار پر پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔وہ سن سکتی تھی۔زبیر بھائی آگے بڑھے تھے

"زونی تم ٹھیک ہو؟"وہ آواز میں مسرت لئے پوچھ رہے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔بھائی"وہ بمشکل کہہ پائی۔

فہد معالج کو بلالایا جس نے تفصیلی معائنہ کے لئے چند ٹیسٹ کروانے کا کہا۔جب تک ٹیسٹ ہوتے،انہیں وہیں رکنا تھا۔زبیر گھر میں اطلاع دینے کے ارادے سے ایک طرف ہو کر موبائل پر نمبر ملانے لگا۔عمارہ زونیشہ کو تکیے سے ٹیک لگوا کر بٹھانے کے بعد اس کے قریب بیٹھ گئی اور ساری صورتحال سے آگاہ کرنے لگی۔

"مجھے وہ آدمی گھسیٹ کر واپس اسی کمرے میں لے گیا۔پھر کوئی انجیکشن لگا دیا،اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں"زونیشہ اسے یاد کرتے ہوئے بتانے لگی۔محد خاموشی سے اس کے پاس بیٹھا اسے باتیں کرتا دیکھ رہا تھا۔

"بس یاد کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔تم بالکل ٹھیک ہو اور مجرم پکڑا گیا ہے،یہی ہماری فتح ہے"علیشہ کہہ رہی تھی

"علی کہاں ہے؟" محد کو اچانک یاد آیا۔

"وہ تو کل ہی واپس چلے گئے تھے آزر بھائی کے ساتھ اور عمارہ تمہیں پتا ہے؟ وہ فردان ہپناٹزم جانتا ہے" فہد کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟" عمارہ نے چونک کر اسے دیکھا

"مطلب یہ کہ وہ اپنے سامنے موجود شخص کو ہپناٹائز کر لیتا ہے۔ علی بھائی کو کئی بار ہپناٹائز کر چکا ہے۔ اور ٹھیک ٹھاک ماہر بندہ ہے وہ۔ لیکن ہے بڑا خوبرو۔ اتنا حسین مجرم میں نے پہلی بار دیکھا ہے"

'علی نے اس دن کوئی بات کرنی تھی۔ کیا بات کرنی تھی؟' عمارہ نے سوچا پھر سر جھٹک دیا۔

"اور ہاں وہ ارمغان بھائی کی امی کا بھی فون آیا تھا۔ تمہاری خیریت دریافت کر رہی تھیں" وہ عمارہ سے مخاطب تھا

"ارمغان کا فون نہیں آیا؟" اس نے پوچھا۔ فہد نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اور ہاں۔ یہ برسلیٹ آپ کا ہے نازونیشہ بھابھی؟ آزر بھائی نے دیا تھا" فہد نے جیب سے ایک سنہری برسلیٹ نکال کر ان کی آنکھوں کے سامنے لہرا دیا۔ برسلیٹ پر نظر پڑتے ہی زونیشہ نے

اپنی باہنی کلائی ٹٹولی جو خالی تھی۔ محد نے فہد کے ہاتھ سے برسلیٹ تھام لیا۔

"ہاں یہ زونیشہ کا ہے"

"زونیشہ کچھ کھاؤ گی؟ کیا دل چاہ رہا ہے بتاؤ" زبیر اس طرف آتے ہی پوچھنے لگا

"کچھ نہیں بھائی۔ بس گھر جانا ہے"

"رپورٹس آجائیں اور ڈاکٹر تمہیں ڈسچارج کر دیں تو بس نکلتے ہیں گھر کے لئے۔ وہاں بھی سب بہت پریشان ہیں" وہ اسے تسلی دینے کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ویسے بھابھی۔ آپ کو مزہ تو آیا ہو گا اتنے بڑے ایڈونچر کا" فہد الگ دنیا میں تھا

"شرم کرو۔ بال بال بچے ہیں ہم لوگ۔ تمہیں ایڈونچر کی پڑی ہے" عمارہ نے اس کی کمر پر ایک چپت رسید کی تھی۔

"آوچ! میں بھی زخمی ہوں۔ زخمی بھائی کو مار رہی ہو، کیسی ظالم بہن ہو!" اس نے اپنے زخمی بازو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے منہ بنایا۔

"بھابھی اب تو آپ اغوا ہونے سے نہیں ڈریں گی۔ اب تو آپ کا اچھا خاصا تجربہ ہو گیا ہے۔ ہے نا؟" فہد باز آنے والوں میں سے نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"ڈھیٹ کہیں کے!" عمارہ اسے مار نے اپنی جگہ سے اٹھ چکی تھی۔ زونیشہ ان کی نوک جھوک پر ہلکا ہلکا مسکرا رہی تھی۔

◇◇◇

زیادہ تر ملزموں کو فیصلآباد تھانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں مزید تفتیش ہونا تھی۔ آئی جی اور عدالت سے کسٹڈی حاصل کر لینے کے بعد فردان ساحر کو راولپنڈی لے آیا گیا تھا۔ جہاں پولیس نے اپنی تفتیش ثبوتوں، گواہوں اور بیانات کے بعد مکمل کر کے عدالت تک پہنچانا تھی۔

وہ تھانے پہنچا تو سکندر صاحب اسی کے منتظر تھے۔

"سر یہ پراسیکیوٹر خولہ نے بھیجا ہے" اس کے اندر آتے ہی انہوں نے لفافہ آزر کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ان کے ہاتھ سے لفافہ لے کر اندر موجود صفحات نکالے، ان پر لکھی سطریں پڑھیں۔ چند لمحے کے لئے حیرت نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا اور پھر معنی خیز مسکراہٹ اس کے لبوں پر رقص کرنے لگی۔

"سکندر صاحب، فردان ساحر کی جِرح کی تیاری کریں"

"سر وہ یو ایس میں موجود پاکستان ایمبیسی سے فون آیا تھا۔ ڈی آئی جی سر آپ کے آفس میں

ہیں"انہوں نے بتایا تو اس کے کان کھڑے ہوئے

"گل یار!"اس نے زیرِ لب کہا اور تیزی سے اپنے آفس کی جانب دوڑ گیا۔

"سر گل یار کا کچھ پتہ چلا؟"

"گل یار آج شام تک پاکستان پہنچا دیا جائے گا"

"پہنچا دیا جائے گا؟ مطلب؟"آزر چونکا۔اندیشے نے اس کے دل میں سر اٹھایا تھا۔

◇◇◇

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔

قسط نمبر 9: آخری قسط!

www.novelsclubb.com

"پہنچا دیا جائے گا؟ مطلب؟"آزر چونکا۔اندیشے نے اس کے دل میں سر اٹھایا تھا۔

"ایمبیسی اس کی کوماٹوز باڈی کو وہیں علاج کے لئے رکھنے کا پوچھ رہی تھی مگر گل یار کی والدہ چاہتی ہیں کہ وہ جیسا بھی ہے،اسے پاکستان لایا جائے"،وہ کہہ کر رُکے تھے۔آزر ابھی بھی سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔انہوں نے اس کی نظروں میں چھپے سوال کو محسوس کیا تو

بات آگے بڑھائی۔

"ٹرپل ایس کے مینجر سے لڑائی کے دوران گل یار کے سر پر چوٹ لگی تھی۔اور وہ اس چوٹ کر نظر انداز کر کے بند گاہ پر پہنچ بھی گیا مگر تب تک تم باقی سب کو روانہ کر چکے تھے۔بندر گاہ کے مقام پر وہ بے ہوش پایا گیا تو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔تب سے وہ کوما میں ہے۔وہاں اس کی شناخت کرتے خاصا وقت لگ گیا۔ہم نے ایمبیسی کو چونکہ گل یار کی گمشدگی کا بتا رکھا تھا، سو انہیں جیسے ہی اطلاع ملی انہوں نے ہم سے رابطہ کیا" سہیل شیرازا سے تفصیلات سے آگاہ کرنے لگے۔وہ جو تن کر کھڑا تھا، گل یار کی حالت کا سن کر گویا اس کے کندھے ڈھے گئے۔

"کیا وہ ٹھیک ہو جائے گا؟" اس نے سوچا

سہیل شیرازا اٹھ کر اس کی طرف آئے تھے۔

"عدالت نے فردان کی کسٹڈی فراہم کر دی ہے۔تفتیش کا آغاز کرو" انہوں نے اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

وہ بوجھل قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل آیا۔

-

مجسٹریٹ تھانے میں موجود تھا کہ اس کے سامنے سبھی بیانات قلمبند ہونا تھے۔

"نام؟"

"فردان" وہ بڑے اطمینان سے اس کے سامنے بیٹھا کہہ رہا تھا۔ چہرے پر کوئی خوف یا پریشانی کے آثار نہیں تھے۔ ہلکی سرمئی آنکھوں والا، فرنچ کٹ داڑھی، سرخ و سپید رنگت اور پر اعتماد شخصیت۔

"اصلی نام!"

"فردان ساحر"

"اور پورا نام سردار فردان ساحر شاہ!" آزر نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ آزر کے منہ سے پورا نام سن کر لمحہ بھر کو چونکا تھا مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنی حیرت کو رفع دفع کر دیا۔

"ہاہاہا۔ بہت دیر کر دی مہربان مجھے پہنچاننے میں" وہ کھسیانی ہنسی ہنسا۔ آزر نے اس کی ہنسی کو مکمل طور پر نظر انداز کیا تھا۔

"کیا کرتے ہو؟"

"ڈکیتی کا شوق رکھتا ہوں"

"کب سے؟"

"بچپن سے۔ مگر میں صرف وہی چیزیں چراتا ہوں جو مجھے پسند آجائیں۔ جیسے یہ پینائیٹ" اس نے اپنا ہاتھ لہرایا جس میں پہنی انگوٹھی پر پینائیٹ چمک رہا تھا، "ویسے جدی پشتی ڈاکو ہیں ہم" کتنا اعتماد تھا اس کے انداز میں جیسے یہ بہت فخر کی بات ہو۔

"جدی پشتی ہپناٹسٹ ڈاکو؟"

"نہیں۔ ہپناٹزم تو میں نے برما میں سیکھا"

"کہاں پیدا ہوئے؟"

"اپنے باپ کے گھر میں"

"باپ کا گھر کہاں ہے؟"

"فیصل آباد"

"برما کب گئے؟"

"دس سال قبل"

www.novelsclubb.com

"برما جانے کی وجہ؟"

"برما کی لڑکی سے عشق لڑایا تھا فیس بک پر۔بس اسی کی خاطر چلا گیا"

"پھر؟"

"پوری داستانِ عشق سناؤں کیا؟"

"ہاں تو اور "آزر نے اسے گھورا

"وہ مجھ پر فدا تھی اور میں اس پر فریفتہ۔ برما کے ایک بڑے تاجر کی بیٹی ہے۔ہیزل نام ہے اس کا۔نام تو سنا ہو گا؟"وہ طنزیہ ہنسا

"آگے چلو"آزر کا چہرہ سپاٹ اور بے تاثر تھا

"ہیزل کا سمیٹکس ہیزل کے باپ کی کمپنی ہے۔اسی نے مجھے ہپناٹزم سکھایا۔وہ مر گیا تو اس کی کمپنی میرے حوالے کر دی گئی۔میں بیٹھے بٹھائے اتنی بڑی کمپنی کا مالک بن گیا۔مگر چار سال بعد یہاں میرا باپ سبکتگین شاہ مر گیا۔تو اس کی خاطر واپس آنا پڑا۔یہاں میرے باپ کے چیلے شو کی بھائی۔۔۔میرا مطلب ہے کہ شکیل نے باپ کی جگہ سنبھال لی۔لوگ میرے باپ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے سو شکیل نے یہاں سارا سیٹ اپ بنایا۔اور یہ مزار میرے سپرد کر کے فلوریڈا

چلا گیا۔ جہاں کچھ عرصہ پہلے بنائے گیا ٹرپل ایس بار جو کہ شانی بھائی نے بنایا تھا، مگر وہ چھوڑ چھاڑ کر کہیں چلا گیا تھا تو شو کی بھائی نے اسی بار کو ری اوپن کیا۔"

"شانی کون؟"

"قاسم شان۔ اسے ہم شانی بھائی کہتے تھے۔ خیر اس کے جانے کے بعد شکیل نے فاکس ایر ک کے نام سے دوبارہ اس مے خانے کو چلایا"

"اور پھر تم لوگوں نے یہ جرائم کا نیا سلسلہ شروع کیا"

"بالکل۔ میں تو بس اوپری معاملات دیکھتا تھا۔ باقی سارا کام دیکھنے کے لئے تو پورا عملہ تھا۔ ہیزل میرے ساتھ شامل ہو گئی۔ ہم اپنی کمپنی بھی چلاتے رہے اور پاکستان میں رہ کر ٹرپل ایس کے معاملات بھی نمٹاتے رہے۔ مزار کے نیچے سارا سیٹ اپ بنایا۔ کنٹرول سسٹم بھی وہیں تھا جہاں ہر نئی آنے والی لڑکی کی تفصیلات اینٹر کی جاتی تھیں جو کہ آن لائن ٹرپل ایس کے ساتھ منسلک ہوتی تھیں۔ دیکھ تو لیا ہو گا؟" اس نے بات کرتے کرتے سوال داغا

"ہاں بالکل۔ جہاں بیس کمپیوٹر تھے اور وہ سب ٹرپل ایس سے منسلک تھے۔۔۔ خیر! کمپنی کے مالک بننے کے بعد بھی اس ڈکیتی کے کام کو کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تمہیں؟

"شوق، عادت اور ولدیت سے مجبور! اور پیسہ تو جتنا بھی ہو کم ہی ہوتا ہے نا۔"

"بچوں کو کیوں اغوا کرتے تھے؟"

"زیادہ نہیں بس باپ کے کاروبار کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھا۔ بچے فروخت ہو جاتے ہیں۔ بچے نہ فروخت ہوں تو ان کے اعضا فروخت ہو جاتے ہیں، بھاری قیمت میں"

"عمیر کو کیوں مارا؟"

"عمیر! کام کا آدمی تھا۔ اسلام آباد میں اس کے ذریعے ٹرپل ایس کے لئے ایک نیا سیٹ اپ بنانا تھا میں نے۔ اسی سلسلے میں اسے لبارٹری بنا کر دی۔ مگر وہ زرا ڈرپوک واقع ہوا۔ اس کی بیوی فوزیہ نے خودکشی کر لی کیوں کہ وہ سب جان گئی تھی اور عمیر نے اس پر خاصا دباؤ ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ فرار چاہتا تھا سو میں نے اسے فرار دے دی۔ دنیا سے فرار!"

"فلوریڈا میں ٹیم پر حملہ بھی تم نے کروایا؟"

"مجھے جیسے ہی مینجر نے اطلاع دی کہ ٹرپل ایس میں کچھ گڑبڑ ہے، میں نے مینجر کو ڈیوٹی پر لگایا کہ پتہ لگائے کس نے حملہ کروایا ہے۔ لیکن اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ نکما ہی نکلا مینجر بھی۔ اس سے رابطہ کرنے کی کوششوں میں ہوں مگر ممکن نہیں ہوا۔ آج مجھے خود فلوریدا کے لئے

نکلنا تھا کیونکہ میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ سب کس نے کیا اور کیوں"

"اور اس طرح تمہارا یہ نکما مینجر بھی مارا گیا" آزر نے چند تصاویر اس کی جانب اچھال دیں جن میں مینجر کی لاش کو دیکھا جا سکتا تھا۔

"بے چارہ!" فردان نے ایک جانب تھوک دیا۔

"قاسم کہاں ہے؟"

"معلوم نہیں"

"صاف صاف بتاؤ"

"ابھی تک کچھ گندا بتایا؟ صاف صاف ہی بتا رہا ہوں" وہ ڈھٹائی سے کہہ رہا تھا۔

"تمہارے باپ سبکتگین شاہ کا پسندیدہ آدمی تھا وہ۔ ایسے کیسے نہیں معلوم تمہیں؟"

"وہ عجیب آدمی تھا۔ کسی پر عاشق تھا اور سنا تھا کہ وہ لڑکی مر گئی۔ راتوں میں اٹھ اٹھ کر چیختا چلاتا تھا۔ پھر نشے کی لت لگا بیٹھا۔ اس کے بعد وہ رکا نہیں۔ شاید دنیا کا ہر غلط کام کرتا چلا گیا۔ چوری، ڈکیتی، قتل و غارت، نشے، عصمت فروشی، سب!۔ پھر وہ امریکہ چلا گیا۔ وہاں ٹرپل ایس کی بنیاد رکھی۔ کچھ عرصہ وہاں اپنے اندر کا دوزخ بھرنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر اچانک وہاں سے بھی

غائب ہو گیا۔اس دن کے بعد سے معلوم نہیں وہ کہاں گیا"

"کب سے غائب ہے؟"

"لگ بھگ پچھلے تین سال سے"

"علی احمد زمان کے ساتھ پارٹنر شپ کا مقصد؟"

"آہ! علی احمد زمان! یہیں سے تو میری کامیاب پر سکون زندگی کے ٹھہراؤ میں ارتعاش اٹھا"

"وہ کیسے؟"

"مقصد صرف ہیزل کا سمیٹکس کی ترقی تھا۔کیونکہ میں کمپنی کو یہیں منتقل کرنا چاہتا تھا۔مگر میری اچھی قسمت نے علی احمد زمان کے آفس میں میرا ساتھ چھوڑ دیا۔البتہ اس کے پاس موجود اپنا پینائیٹ دیکھ کر میں چوکنا ہو گیا تھا"

"پھر دوبارہ کیوں ملے اس سے؟"

"تسلی کے لئے۔کہ اگر کھٹکا تو مار دوں گا۔مگر بھلا آدمی تھا۔ذہنی طور پر الجھا ہوا۔تبھی آرام سے ہپناٹائز ہو جاتا تھا۔سو اسے چھوڑ دیا۔آہ کتنا رحم دل ہوں میں مگر ستیاناس ہو میری رحم دلی کا"

"وہ تو ہو ہی گیا ہے۔اور غالباً اسی لئے تم مجھے ہپناٹائز نہیں کر پا رہے کہ میں ذہنی طور پر خوب

چوکناہوں "آزر طنزیہ مسکرایا

"ہاہاہا۔یہ اچھا تھا"

"تمام شہادتیں اور بیانات تمہارے خلاف ہیں۔سزا کی تیاری کرو "آزر کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"اسے جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھیج دیں۔اگلی کروائی اور جِرح عدالت میں ہو گی "وہ عملے سے کہہ کر وہاں سے نکل آیا تھا۔

"خس کم جہاں پاک "نکلتے ہوئے وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔

اسے گل یار کی آمد کا انتظار تھا۔وہ اپنے آفس میں آکر مسلسل فون کو دیکھ رہا تھا کہ کب اس کے پاکستان پہنچنے کی خبر ملے۔دو گھنٹے یونہی بیت گئے تھے۔بالآخر اس نے تنگ آکر ڈی آئی جی کا نمبر ملایا۔

"سر گل یار کی کوئی اطلاع؟"

"کون سے ہسپتال میں؟"

"اوکے سر میں پہنچ رہا ہوں"

رابطہ منقطع ہوتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور آفس سے نکل آیا۔

"سر خیریت؟" اسے اجلت میں باہر جاتا دیکھ کر دلاور پوچھنے لگا۔ دلاور کو سرسری سا بتا کر وہ تیزی سے نکل آیا۔ دلاور اس کے پیچھے لپکا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ گاڑی چلاتا، دلاور گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی گاڑی مطلوبہ ہسپتال کی جانب روانہ ہو گئی۔

وہ جب ہسپتال پہنچے، گل یار کو ہسپتال کے کمرے میں منتقل کیا جا رہا تھا۔ اس بے حس و حرکت وجود میں ابھی سانس باقی تھی اور یہی بات نئی امید جگانے کے لئے کافی تھی۔ گل یار کو کمرے میں منتقل کر کے اس کے ساتھ کئی مشینیں لگا دی گئی جس پر چلتی سانس کی لکیریں دیکھی جا سکتی تھیں۔ معالج کی اجازت کے بعد وہ آہستگی سے قدم بڑھاتا اندر چلا آیا۔

گل یار کے وجود میں کسی بھی پل حرکت لوٹ سکتی تھی۔ اور کسی بھی پل سانس کی لکیر اپنی ترتیب کھو کر سیدھی ہو سکتی تھی۔ ایک لمحے کا کھیل تھا بس۔ زندگی کو بقا مل سکتی تھی یا زندگی قضا ہو سکتی تھی۔

"سر گل یار کو کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے اس پر پورا اعتماد ہے" اسے اپنے کہے الفاظ یاد آئے جب گل یار کے فلوریڈا چلے جانے پر سہیل شیراز نے اسے ڈپٹا تھا۔

"سر میں اتنی جلدی ہار نہیں مان سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ باطل کبھی حق سے جیت نہیں سکتا، میں لڑے بغیر واپس نہیں آؤں گا" گل یار کی کہیں دور سے آتی آواز اس کے ذہن کے گوشوں میں گونجنے لگی تھی۔

"گل یار! حق کی جیت ہوئی۔ باطل ہار گیا، اب تم بھی واپس آجاؤ" اس نے گل یار کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے زیرِ لب کہا تھا

◇◇◇

15 دسمبر 2018

بحریہ ٹاؤن-اسلام آباد

دروازے کی گھنٹی بجی تھی۔ وہ خاکستری رنگ کا لانگ کوٹ اوڑھے تازہ موسمی پھل اور گلاب کا ایک ننھا سا گلدستہ ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ پچھلے چند دنوں سے اس کا یہی معمول تھا کہ وہ اپنی ڈیوٹی کے بعد سیدھا یہیں آتا تھا۔ سو آج بھی وہ اپنی عادت کے مطابق احسان خالو کے گھر کے باہر کھڑا دروازہ کھل جانے کا منتظر تھا۔

"آجاؤ بیٹا۔ تمہارا ہی انتظار تھا" آمنہ خالہ نے دروازہ کھولتے ہی کہا تو وہ مسکرا کر اندر چلا آیا۔

"زونیشہ کیسی ہے؟"

"محد تم روز آتے ہو اور یہی سوال کرتے ہو"

"میں تو زرا سی دیر کے لئے آتا ہوں خالہ۔آپ سارا دن ساتھ ہوتی ہیں۔اس لئے پوچھ لیتا ہوں"

"ٹھیک ہے زونیشہ۔آجاؤ اندر، یہاں خاصی ٹھنڈ ہے" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔وہ ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔اسے معلوم تھا کہ زونیشہ کا کمرہ کون سا ہے سو وہ ہاتھ میں پکڑے سامان سمیت اس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا اور کمرے کے بند دروازے پر ہلکی سے دستک دی۔

"آجاؤ محد" فاطمہ کی آواز سنائی دی تھی۔

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔فاطمہ بستر پر لیٹی ہوئی زونیشہ کے سرہانے بیٹھی اس پر رُقیہ پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔

"کیا ہوا؟"

"وہی برے خواب۔کل رات بھی نیند سے کئی بار جاگی یہ" وہ اسے بتانے لگیں

"میں ٹھیک ہوں یار ماما" وہ جاگ رہی تھی۔انہیں محد کو بتاتے سن کر آنکھیں کھولیں اور اٹھنے

لگی۔

"پکی بات ہے؟ تم ٹھیک ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔ بالکل ٹھیک ہوں۔اب تو بخار بھی اتر گیا ہے میرا۔مجھے ایسے ٹریٹ کر رہے ہیں آپ لوگ جیسے مجھے کوئی موذی مرض ہو گیا ہو" وہ چڑنے لگی

"چائے پیو گے بیٹا؟" انہوں نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں آنٹی، میں نے ہسپتال میں پی لی تھی" اس نے مسکرا کر کہا تو وہ باہر کی طرف چل دیں۔

ان کے جاتے ہی زونیشہ بستر سے اٹھنے لگی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

"کہیں نہیں۔بس اٹھ رہی ہوں۔لیٹی رہوں گی تو تمہیں لگے گا کہ بیمار ہوں"

"تم نے کہہ دیا کہ تم ٹھیک ہو تو میں نے مان لیا"

"ہاں میں تو جیسے تمہیں جانتی نہیں ہوں" اس نے منہ بنایا

"تو کیا جانتی ہو مجھے؟"

"جی ہاں۔بہت اچھی طرح" وہ اترائی تو وہ ہنس دیا

"اچھا! ؟کیا جانتی ہو بتاؤ"

"محد میں بہت ماروں گی تمہیں"

"دیکھو تم کتنا چڑ رہی ہو بات بات پر۔تو میں کیسے مان لوں کہ تم ٹھیک ہو؟ کھانا کھایا تھا تم نے آج؟"

"ہاں کھایا تھا۔اب بیٹھ جاؤ تم۔ کیا ایسے ہی کھڑے رہنا ہے؟ ماما نے دیکھ لیا تو مجھے ڈانٹیں گی کہ ان کے اتنے عظیم داماد کو کھڑا رکھ کر میں نے تمہاری شان میں سخت گستاخی کی ہے"

"مزہ آئے گا۔میں بھی دیکھوں تم ڈانٹ سنتے ہوئے کیسی لگتی ہو" وہ اسے تنگ کر رہا تھا یا وہ تنگ ہو رہی تھی، معلوم نہیں

"محد کے بچے!" اس نے قریب رکھا تکیہ اٹھا کر محد کی طرف دے مارا۔جو حملے کے لئے پوری طرح تیار کھڑا تھا سو فورا تکیہ کیچ کر لیا۔

"اب مجھے واقعی یقین ہو گیا ہے کہ تم ٹھیک ہو" اس کا قہقہہ چھوٹا۔

"خوابوں میں مجھے کیوں نہیں دیکھتی تم؟" وہ اچانک سنجیدہ ہوا

"برے خوابوں کے ساتھ میرا بچپن کا ساتھ ہے"

"اور میرے ساتھ؟"

"تمہارے ساتھ۔۔۔ تمہارے ساتھ تو میرا شاید بہت پرانا تعلق ہے، شاید عالم ارواح کا ساتھ ہے۔ تبھی تو تم مجھے ایسے اچانک ملے تو اپنے اپنے سے لگے" وہ بڑے مان سے کہہ رہی تھی

"اس بات کو میں اظہارِ محبت سمجھوں؟" وہ کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری مرضی" اس نے کندھے اچکا دیئے

"یازوجی!" اس نے پکارا تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی

"کہیں باہر چلیں؟"

"آج نہیں۔ کچھ دن بعد"

"آج کیوں نہیں؟"

"کیوں کہ آج میرا تمہارے پیچھے پیچھے بھاگنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے"

"ہاہاہا"

"تمہیں مزہ آتا ہے مجھے اپنے پیچھے بھگانے کا؟"

"ہاں۔ بہت"

www.novelsclubb.com

"کتنے بُرے ہو تم محد" اس نے اپنے کھُلے بالوں کو گول کر کے جوڑا بناتے ہوئے کہا

"ارے ہاں۔ مجھے یاد آیا۔ تم نے کہا تھا تمہارے سر پر بال نہیں ہیں۔ کتنی توہین کی تھی تم نے اپنے ان خوبصورت بالوں کی"

"کب؟ اوہ اچھا تب!" وہ ہنسی، "بس میرے منہ میں جو آیا میں نے بول دیا۔ اور تم کتنے شریف بن رہے تھے اس دن"

"بن نہیں رہا تھا۔ میں بہت شریف ہوں!"

"اچھا وہ تم نے پوچھا آزر بھائی سے؟" اسے اچانک یاد آیا تھا۔

"قاسم کے بارے میں؟ ہاں پوچھا تھا۔ انہیں ابھی تک کچھ علم نہیں ہے"

"ایسے کیسے وہ شخص غائب ہو سکتا ہے۔ اسے بھی سزا ملنی چاہیئے۔ کہیں چھپ کر بیٹھا ہو گا یقیناً"

"زونیشہ۔ تم کیوں سوچ رہی ہو اتنا؟ چھوڑ دو بس۔ اپنے ذہن سے نکال دو۔ اسے سزا ملنی ہو گی تو مل جائے گی"

"میں اسے ذہن سے نہیں نکال سکتی محد۔ میں اس شخص کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ اور جب تک اسے قانون کے ہاتھوں سزا نہیں ملتی، مجھے چین نہیں آئے گا" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

محد نے اس وقت اس سے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ حالانکہ وہ دل سے چاہتا تھا کہ زونیشہ ان سبھی باتوں کو زہن سے نکلادے۔ شاید تبھی وہ اپنے برے خوابوں سے بھی چھٹکارا پا سکے۔

"اگلا تھراپی سیشن کب ہے؟" یاد آنے پر اس نے پوچھا۔

"دو دن بعد"

"میں لے چلوں گا تمہیں" اس نے کہا تو زونشہ نے سر ہلادیا۔

◇◇◇

"اللہ! سمو کی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں سب چیزیں توڑنے لگے ہو؟" چکور میز پر رکھا کافی مگ سمو کی کا پنجہ لگنے کے باعث فرش پر گر کر چکنا چور ہو چکا تھا۔ مگ ٹوٹنے کی آواز پر عمارہ تیزی سے کچن سے نکلی اور سمو کی کو اٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے آج کل" فہد بیسمینٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم گھر پر ہی تھے؟ آج پھر یونیورسٹی نہیں گئے؟"

"بس دل نہیں چاہا۔ کبھی کبھی دل کی سن لینی چاہیئے سو آج میں نے بھی سن لی"

"تمہارے بازو کا زخم تو بھر گیا ہے کافی حد تک اور پچھلے کئی دن تم یونیورسٹی نہیں جا سکے، چھٹی کرنے سے نقصان نہیں ہوتا؟"

"ہوتا ہے۔ مگر دل نفع نقصان کہاں دیکھتا ہے دوشیزہ!" وہ صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کوئی حال نہیں ہے تمہارا"

"سموکی کو علی بھائی کے حوالے کر دو، اس نے کل میرے کمرے میں رکھا اکلوتا گلدان بھی توڑا ہے۔ اسے ٹیوننگ کی ضرورت ہے"

"نہیں اسے میں وقت نہیں دے پا رہی۔ یہ توجہ مانگنے کے لئے ایسی حرکتیں کرتا ہے" عمارہ نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"علی سے تمہارا رابطہ ہوا؟" اسے اچانک خیال گزرا تو پوچھنے لگی۔

"نہیں۔ وہ تو غائب ہی ہو گئے ہیں۔ کہو تو رابطہ کرنے کی کوشش کروں؟" فہد پوچھ رہا تھا۔

"نہیں میں نے ایسے ہی پوچھ لیا" وہ نظریں چراتے ہوئے سموکی کو ایک طرف بٹھا کر فرش پر گرے کانچ سمیٹنے لگی۔ اس کا فون بج رہا تھا مگر وہ شاید زہنی طور پر وہاں نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

"عمارہ تمہارا فون بج رہا ہے" فہد نے اسے پکارا تو وہ چونک کر مڑی تھی۔ پھر میز پر رکھا اپنا فون اٹھا لیا جس کی جگ مگ کرتی سکرین ارمغان کا فون آنے کی اطلاع دے رہی تھی۔ وہ فون موصول کرتے ہوئے لاؤنج کا جالی دار دروازہ عبور کرتی پورچ میں آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو کچن میں موجود طاہرہ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"ماں۔ وہ ارمغان آج آسٹریلیا چلا جائے گا تو لنچ میرے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔"

"کب ابھی؟"

"ہاں اس کا فون آیا تھا۔ آج شام کی فلائٹ ہے"

"تو کھانا گھر پر ہی کھا لیتا ہمارے ساتھ"

"وہ آئے تو پوچھ لیجیئے گا اسے۔ ویسے وہ نہیں کھائے گا"

"چلو پھر چلی جانا تم۔ آسٹریلیا سے کب آئے گا اگلی بار؟"

"میں نے پوچھا نہیں" اس نے کندھے اچکا دیئے۔

"پوچھا کیوں نہیں۔ شادی بھی تو کرنی ہے تمہاری۔ ویسے مسز کمال کہہ رہی تھیں کہ اگلے سال کریں شاید"

"ہاں تو ٹھیک ہے اگلے سال"

'میری بلا سے اگلے تین چار سال تک بھی نہ کریں' اس نے دل ہی دل میں سوچا

"ٹھیک نہیں ہے ناں۔ محدا گلے چند ماہ تک شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور رضا چاہ رہے تھے کہ ساتھ ہی تمہاری شادی بھی کریں"

"ایک تو ابو!! خیر دیکھ لیں آپ لوگ۔ جو بھی کرنا ہے۔ میں اپنا حُلیہ ٹھیک کرنے جا رہی ہوں۔ عبایہ بھی استری کرنا ہے۔ آئے گا ارمغان تو آپ بات کر لیجیئے گا" وہ بات کرتے کرتے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

جب وہ تیار ہو کر عبایہ اوڑھ کر نیچے آئی تو ارمغان لاؤنج میں موجود تھا۔ اسے آتا دیکھ کر وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔

"چلیں؟" اس نے پوچھا تو عمارہ نے سر ہلا دیا۔ پھر وہ طاہرہ سے مل کر باہر کی جانب چل دیا۔

"آپ کا فون آنے پر حیرت ہوئی تھی مجھے" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ بیٹھی۔

"کیوں؟" وہ دھیمے انداز میں مسکرایا

"کیونکہ خیریت تو دریافت کی نہیں آپ نے ایک بار بھی۔ آج اچانک فون آیا تو حیرت تو ہونی

تھی نا"

"میں تھوڑا مصروف تھا۔اور تمہاری خیریت کی اطلاع امی دیتی رہتی ہیں"

"آئی سی۔آج بھی آپ کی امی نے بھیجا ہو گا کہ لنچ کر آؤ جانے سے پہلے" وہ طنز کر رہی تھی۔

"طنز کر رہی ہو؟" اس نے محسوس کر لیا۔

"آپ کو طنز لگ رہا ہے تو یہی سمجھ لیں"

"ایسی بات نہیں ہے۔میں خود بھی تم سے ملنا چاہتا تھا جانے سے پہلے۔آخر منگیتر ہو تم میری۔ لیکن بس مجھے لگا کہ اغوا کے حادثے کی وجہ سے تم ابھی ڈسٹرب ہو گی تو۔۔۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا کہ عمارہ کی نگاہ ونڈ سکرین کے باہر پڑی جہاں کسی راہگیر سے گاڑی ٹکرانے والی تھی

www.novelsclubb.com

"ارمغان دیکھ کے!" وہ چلائی مگر اس کے چلانے سے پہلے ہی گاڑی راہگیر کو لگ چکی تھی۔

ارمغان نے لمحہ بھر کو بریک لگائی۔اور پھر اچانک گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

"ارمغان! کسی کو لگی ہے گاڑی۔دیکھ تو لیتے رک کے!" وہ حیران پریشان سی کبھی گاڑی کے شیشے سے پیچھے دیکھتی اور کبھی ارمغان کو۔

"میرا نہیں خیال اتنی زیادہ لگی ہو گی"

"لگی تو ہے، کم لگی ہو یا زیادہ۔ زرا دیر رک کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے" اسے ارمغان کا رویہ واقعتاً برا لگا تھا۔

"دیکھو عمارہ۔ لوگ پہنچا دیں گے اس آدمی کو ہسپتال اگر زخمی ہوا ہے تو"

"اور ہم؟ ہم رک کر، اسے دیکھ کر، خود ہسپتال پہنچا کر اپنی غلطی کی تلافی نہیں کریں گے؟" وہ ہموار لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"ہماری غلطی نہیں ہے۔ وہ کیوں آیا اچانک آگے؟ ایک طرف ہو کر چلتا نا"

"چلو یہ بحث چھوڑ دیتے ہیں کہ غلطی کس کی تھی۔ مگر انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے ارمغان!"

"عمارہ یہ پاکستان ہے۔ پتا نہیں کیسا بندہ ہو گا وہ۔ بلاوجہ مجھ پر پولیس کیس بنا دیتا تو میں واپس نہیں جا پاتا۔ بات کو سمجھو مجھے آج ہی کچھ گھنٹوں بعد آسٹریلیا واپس جانا ہے" وہ اپنی سی صفائی دینے لگا۔ عمارہ نے بے یقینی سے بھرپور نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"ارمغان تم!" وہ مزید کچھ نہ کہہ سکی۔ مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ لنچ

www.novelsclubb.com

کے دوران بھی اس کا ذہن بار بار اسی راہگیر کی طرف جا رہا تھا۔ ارمغان کے چہرے اور باتوں سے کہیں ظاہر نہیں تھا کہ وہ کچھ دیر پہلے کسی کو گاڑی مار کر آیا ہے۔ وہ بالکل مطمئین بیٹھا اس سے ادھر ادھر کی گفتگو کرتا رہا۔ لنچ کے بعد ارمغان نے اسے گھر تک چھوڑا تھا۔ وہ بے دلی سے قدم بڑھاتی اندر آئی تھی۔

"عمارہ عمارہ ارمغان بھائی کہاں ہے؟" اسے اندر آتے دیکھتے ہی فہد اس کی جانب لپکا

"چلا گیا ہے وہ۔ ایسے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ارے یار! ان کے ساتھ ہسپتال جانا تھا۔ ابو کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے" فہد بتا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں فوراً اسی راہگیر کا عکس گھومنے لگا۔ وہ راہگیر کو ٹھیک سے دیکھ نہیں سکی تھی۔ اس نے ناسمجھی کے عالم میں فہد کو دیکھا۔

"ابو نے آج کس رنگ کا لباس پہنا ہے؟" اسے صرف راہگیر کے لباس کا رنگ یاد تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔ یہ کوئی سوال ہے ابھی پوچھنے والا" فہد نے چڑ کر کہا اور پھر وہیں ٹہلنے لگا۔

"محد بھائی کو بتایا؟"

"محد بھائی کا ہی تو فون آیا تھا۔ انہوں نے ہی بتایا ہمیں۔ وہ ماں کو لے گئے ہیں اپنے ساتھ

www.novelsclubb.com

ہسپتال۔میں نے سوچا تم ارمغان بھائی کے ساتھ آؤ گی تو ہم اکٹھے چلے چلیں گے۔ تمہیں فون بھی کیا تھا"

"مجھے فون کا پتا نہیں چلا۔ محد بھائی کو کال ملاؤ، پوچھو کیسے ہیں ابو"

"ملا چکا ہوں۔بھائی نے فون نہیں اٹھایا"

"یااللہ سب خیر ہو"اس کے لب بلا اختیار دعا گو ہوئے تھے۔

"احسان خالو کو بتائیں؟ان کی گاڑی میں چلتے ہیں ہسپتال"

"انہیں بتانا چاہیئے؟"فہد نے احتیاطاً پوچھا

"ہاں فیملی کا حصہ ہیں اب وہ۔ محد بھائی اکیلے کیسے سنبھالیں گے۔ابو کی نجانے کیسی حالت ہو۔ احسان خالو یا زبیر بھائی کو کال ملاؤ۔مجھے ابھی ہسپتال جانا ہے"عمارہ نے کہا اور پریشانی سے لاؤنج میں ٹہلنے لگی۔وہ راہگیر بار بار اس کے ذہن کے آئینے میں جھلک رہا تھا۔اس سے رہا نہیں جا رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں احسان خالو کے ساتھ ان کی گاڑی میں ہسپتال کی طرف روانہ ہو چکے تھے

◇◇◇

"ابو کیسے ہیں؟" ہسپتال میں داخل ہوتے ہی لابی میں ڈاکٹر کے ساتھ کھڑے محد کو دیکھ کر وہ اس طرف بڑھے تھے۔ محد ان کی طرف متوجہ ہوا تو عمارہ نے جھٹ سے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہیں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ گاڑی کا بمپر لگنے سے بائیں ٹانگ میں فریکچر آیا ہے" محد تسلی دینے کے سے انداز میں بتا رہا تھا۔

"شکر! میں اتنا ڈر گئی تھی"

"نہیں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جاؤ اندر ہیں اس کمرے میں۔ ماں بھی وہیں ہیں" اس نے قریبی کمرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ سب تیزی سے اس طرف بڑھے تھے۔

"عمارہ" کسی نے اسے پکارا تھا۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔ یہ آواز وہ کئی آوازوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔ اس آواز پر وہ خود بخود رک جانا چاہتی تھی۔ وہ دھیرے سے مڑی تھی۔ اس کے عقب میں علی کھڑا تھا۔ وہی ڈھیلی ڈھالی سی سیاہ سویٹ شرٹ کے ساتھ لال ٹراؤزر۔ ایسے لباس میں وہ دور سے بھی پہچان سکتی تھی کہ وہ علی تھا۔

"آپ یہاں؟" اس کے لبوں سے پھسلا تھا۔ وہ چند قدم چل کر اس کے قریب آیا تھا۔ اس کے

ہاتھ میں کچھ تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ عبایہ تمہیں پورا ہو گا" وہ اسے سرتاپا عبایہ میں دیکھ کر بولا تو وہ دھیما سا مسکرا دی۔

"عبایہ کے لئے شکریہ"

"محد بتا رہا تھا کہ سمو کی نے وہ لالٹین توڑ دی ہے۔ میرے پاس یہی پڑی تھی سو بس یہی لے آیا" اس نے ہاتھ میں پکڑا گفٹ پیک اس کیطرف بڑھا دیا۔ جسے عمارہ نے تھام لیا۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

"ضرورت تو خیر بہت تھی۔"

"یہ پیک کیوں کر دی۔ مجھے دیکھنی ہے"

"بس یونہی۔ دل چاہا"

اس نے تحفہ پکڑتے ہوئے آس پاس دیکھا۔ قریب ہی بینچ رکھا تھا۔ وہ اس بینچ پر بیٹھ کر پیکنگ کھولنے لگی۔

"میں شاید تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکا عمارہ" وہ کہہ رہا تھا، عمارہ کے پیکنگ کھولتے ہوئے

ہاتھ رک گئے۔اس نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ اسے اداس لگا تھا۔ہر وقت چھیڑ چھاڑ کرنے والا،رونق لگانے والا علی اس وقت آج اداس تھا۔اتنا اداس کہ اداسی اس کی آنکھوں سے خوب واضح تھی،"مجھے معاف کر دو کہ میں شاید تمہارے دل میں محبت کی قندیل جلانے کے سوا کچھ نہیں کر سکا۔"

اس نے کہا تو عمارہ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں۔آج سے پہلے اس لاپرواہ نظر آنے والے شخص نے کبھی اس سے محبت کا یوں برملا اعتراف نہیں کیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے۔آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے"اس نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیر کر کہا اور لالٹین نکال لی۔وہ وہی لالٹین تھی جو آزر بھائی کی شادی کے دنوں میں علی نے دکھائی تھی۔وہی لالٹین جس کی مدھم روشنی میں وہ علی کو بھا گئی تھی۔لالٹین عمارہ کے ہاتھوں میں دیکھ کر ایک امنگ سی علی کے دل میں جاگی تھی۔

"اسے جلائیں؟"اس نے عمارہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔عمارہ نے بھنویں اچکا دیں۔علی نے اپنی جیب سے ایک لائٹر نکالا،گویا وہ جانتا تھا کہ اسے لالٹین جلانی پڑے گی،اور لالٹین کا دروازہ کھول کر اس میں رکھی موم بتی کو روشن کر دیا۔لالٹین کے شیشوں سے چھن چھن کر تی روشنی

لالٹین کے احاطے میں پھیل گئی۔ مدھم میٹھی زرد مائل روشنی، جسے دیکھ عمارہ کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی۔ عمارہ کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کے منظر میں آس پاس کے سبھی مناظر دھندلے پڑنے لگے اور نگاہیں سامنے دکھائی دیتے لالٹین کی زرد روشنی سے چمکتے چہرے پر ٹھہر گئیں۔اس کا جی چاہا کہ اسی وقت عمارہ کو روک لے،اسے روک لے کہ وہ ارمغان کی طرف نہ جائے۔اسے بتادے کہ وہ اسے بے حد عزیز ہے۔اور یہ کہ وہ دنیا کی پہلی اور یقیناً آخری لڑکی ہے جسے اس نے اپنی قیمتی قدیم لالٹین تحفے میں دے دی کیوں کہ وہ اس کے لئے اس لالٹین سے زیادہ قیمتی ہے۔

'تم آسمان کی طرح ہو عمارہ' وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا، 'پہنچ سے دور مگر ہمیشہ سامنے۔جو اپنی انتہا اونچائیوں پر بڑے شان سے قائم ہو۔جو آنکھوں میں تو سما جائے لیکن اپنی دسترس سے بے حد دور ہو'

عمارہ کی یہ ایک مسکراہٹ اسے ہمت دینے لے لئے کافی تھی کہ وہ دل کو پتھر کر کے کسی فیصلے کو زیرِ عمل لا سکے۔

"اس لالٹین کا یہ جلتا شعلہ مجھے آپ کا عکس لگتا ہے علی" وہ کہہ رہی تھی۔آج وہ دل سے کہہ

رہی تھی۔ برملا کہہ رہی تھی۔ ہچکچائے بغیر دل کی بات کہہ رہی تھی۔ مگر دوسری طرف مکمل خاموشی تھی۔اس نے اپنی بات جاری رکھی، "یہ ننھا سا شعلہ! بڑی بڑی روشنیوں کے آگے اس کی کوئی حیثیت نہیں لگتی۔ لیکن جب چاروں طرف اندھیرے ہوں اور ان اندھیروں میں یہ شعلہ ساتھ ہو تو کم از کم اتنی روشنی دے دیتا ہے کہ راستہ دکھائی دے۔ان چکاچوند روشنیوں کی طرح نہیں جو آنکھوں میں پڑیں تو آنکھیں چندھیا جائیں، آنکھوں میں چبھن کا احساس ہونے لگے۔اسی جیسی زرا سی روشنی نے مجھے سرنگ میں۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔اس نے لالٹین سے نظریں ہٹا کر وہاں دیکھا جہاں علی کھڑا تھا۔وہ اب وہاں نہیں تھا۔وہ جا چکا تھا۔وہ ایک بار پھر اس کی بات سنے بغیر چلا گیا تھا۔

"کہاں چلا گیا" اس نے سوچ کر چاروں اطراف نظر ڈالی مگر علی وہاں نہیں تھا۔کیا یہ سب خواب تھا؟ گمان تھا؟اس نے سوچا۔ مگر پھر ہاتھ میں موجود جلتی ہوئی لالٹین نے احساس دلایا کہ وہ حقیقت تھی۔وہ اٹھ کر ہسپتال کی لابی سے باہر آئی۔اسے وہ کہیں دکھائی نہ دیا۔

"عمارہ" فہد باہر آیا تھا۔شاید اسی کو بلانے آیا تھا۔

"کہاں رہ گئی تم؟" وہ پوچھ رہا تھا۔عمارہ نے سر جھٹکا۔اپنے ہاتھ میں پکڑی لالٹین کو کھول کر اندر

موجود موم بتی پر پھونک مار کر سے بجھا دیا۔

"اسے گاڑی میں رکھ دو گے ؟"اس نے پوچھا تو فہد نے نا سمجھی کے عالم میں سر ہلا دیا۔ عمارہ نے لالٹین اسے پکڑائی اور خود اندر چلی گئی۔ جہاں باقی سب موجود تھے۔

"ابو آپ کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا"اندر آ کر اس نے ناچاہتے ہوئے بھی ان سے پوچھ لیا۔

"میں ڈسچارج لیٹر کا پتہ کر کے آتا ہوں۔ پھر گھر چلتے ہیں" محد اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہنے لگا۔ عمارہ محد کی جگہ آ بیٹھی۔

"میری گاڑی کام نہیں کر رہی تھی آج۔ طبیعت نڈھال ہونے کے باعث جلدی آنا چاہتا تھا۔ ایک دوست کے ساتھ اس کی گاڑی پہ آ رہا تھا گھر۔ مگر وہ بھی جلدی میں تھا تو اسے میں نے کہا بس یہیں ڈراپ کر دے، آگے پیدل چل جاؤں گا۔ زرا دور ہی پیدل چلا کہ سر چکرانے لگا۔ بس اسی لمحے گزرتی گاڑی سے ٹکر ہو گئی۔ شکر ہے کہ گاڑی تیز رفتار نہیں تھی۔"

رضا احمد سے حادثے کے متعلق بتانے لگے، وہ خاموشی سے سنتی رہی۔

"ابو آپ کو پتہ ہے کہ آج میں ارمغان کے ساتھ لنچ پر گئی تھی"ان کی ساری بات سن کر وہ کہنے لگی۔ طاہرہ اور رضا دونوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو؟"

"تو راستے میں گاڑی کسی راہگیر سے ٹکرا گئی۔ مگر ارمغان نے گاڑی نہیں روکی۔اس نے اتنی زحمت نہیں کی کہ وہ گاڑی روک کر،اتر کر محض دیکھ لے کہ کوئی زخمی ہوا ہے"

"کیا کہہ رہی ہو"رضا احمد نے تعجب سے پوچھتے ہوئے ٹیک چھوڑ دی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں ابو۔اور آپ کو پتا ہے کہ وہ کیوں نہیں رُکا؟ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی وجہ سے وہ پاکستان پولیس کیس میں پھنسے۔وہ ڈر گیا تھا کہ شاید کوئی مر مرا نہ گیا ہو۔اور اسے آج ہی آسٹریلیا واپس جانا تھا سو وہ نہیں رکا۔آپ کو جس گاڑی سے ٹکر لگی،وہ اسی شخص کی گاڑی تھی جس سے آپ میری شادی کروانا چاہتے ہیں"وہ خاموش ہوئی تو کمرے میں خاموشی در آئی۔

"چلیں ابو۔چھٹی دے دی ہے ڈاکٹر نے۔آپ گھر جا سکتے ہیں۔بس احتیاط کرنی ہے۔دفتر سے بھی چھٹی کریں اگلے چند ہفتوں تک"محد اندر آتے ہوئے وہاں ہونے والی گفتگو سے بے خبر کہنے لگا۔چند لمحوں کے لئے وہاں دوبارہ خاموشی ٹھہر گئی تھی۔

"کیا بیٹھے بٹھائے ٹانگ تڑوا بیٹھا ہوں"انہوں نے اس کی دفتر والی بات سن کر ایک آہ بھری

www.novelsclubb.com

تھی۔

"بیٹھے بٹھائے تو نہیں، چلتے چلتے تڑوائی آپ نے" فہد اندر آرہا تھا۔ان کی بات سن کر کہنے لگا۔

"تم لوگ نہ سنبھالنا اپنے بوڑھے باپ کا بزنس۔کیسے بیٹے ہو" انہوں نے موقع دیکھتے ہی گلہ کر ڈالا۔

"چھیڑ دیا نا تم نے ابو کو" محد نے اسے گھورا تھا

"میں نے کب چھیڑا۔وہ خود چھڑے" اس نے کندھے اچکائے

"اچھا آپ لوگ چلیں گھر۔میں احسان خالو کے ساتھ ایک کام سے جارہا ہوں"

"کہاں؟"

"وہ انہوں نے کچھ نئی کتابیں لینی ہیں تو میں نے سوچا آپ کے لئے بھی لے آؤں۔آپ دفتر تو جانے سے رہے۔گھر بیٹھے بیٹھے کوئی کتاب ہی پڑھ لیجئے گا۔آپ کا وقت اچھا گزر جائے گا۔" وہ کہتا ہوا نکل گیا

"باپ کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور ان کو کتابوں کی پڑی ہے" رضا احمد بڑبڑائے تھے۔محد نے انہیں سہارا دے کر اٹھتے ہوئے اپنی ہنسی دبائی۔جبکہ عمارہ ان سے پہلے ہی کمرے سے باہر جاچکی

تھی۔

◇◇◇

"محد بھائی۔آپ تواس وقت آن ڈیوٹی تھے ناجب ابو کا ایکسیڈنٹ ہوا، پھر آپ کو کیسے علم ہوا؟"گھر پہنچ کر رضا احمد کے کمرے میں قریب بیٹھی طاہرہ کو کافی کا مگ تھما کر اب وہ محد کی طرف متوجہ تھی جو بستر پر نیم دراز رضا احمد کا سر دبا رہا تھا۔

"مجھے علی کا فون آیا تھا"

"علی یہاں آیا تھا؟"انہوں نے چونک کر آنکھیں کھولیں تواس نے سر دبانا چھوڑ دیا اور ایک طرف ہو گیا۔

"جی ابو۔علی اس وقت ہماری طرف آرہا تھا ماں سے ملنے۔اس نے کسی راہگیر کو گاڑی سے ٹکراتے دیکھا تو اسی وقت یوٹرن لیا۔آپ کو شاید نیم بے ہوشی میں پتا نہیں چلا کہ کون آپ کو ہسپتال لے جا رہا ہے۔اس نے جب دیکھا کہ یہ آپ ہیں تو ہسپتال پہنچتے ہی مجھے فون کر دیا"

عمارہ حیرت سے محد کو دیکھے گئی۔

'علی آیا تھا۔علی واقعتا آیا تھا'وہ اپنے دل کو یقین دلانے لگی۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟اب کیا واپس پنڈی چلا گیا وہ؟"

"نہیں اس کی تو فلائٹ تھی شام چھ بجے کی۔جانے سے پہلے ماں سے ملنا چاہ رہا تھا"اس نے کہتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا جو شام کے سوا چھ بجا رہی تھی۔

"کیا مطلب؟کہاں جا رہا ہے وہ؟"

"معلوم نہیں ماں۔اس نے مجھے بھی نہیں بتایا۔بس اتنا کہا کہ دنیا کے عجائبات دیکھنے کے لئے جا رہا ہے"

عمارہ خاموشی سے سنتی بے یقینی کی کیفیت میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کمرے سے چلی آئی۔

"چلا گیا وہ۔کچھ کہے بتائے بغیر،کچھ سنے بغیر۔چلا گیا!"اس نے سوچا۔وہ کمرے کے قریب کھڑی تھی۔محد کمرے سے نکلا تو اسے وہاں پا کر رک گیا۔

"بھائی۔ایسے کیسے چلا گیا وہ؟کچھ اور نہ سہی بس بتا دیتا کہ جا رہا ہے۔تو میں روک لیتی اسے۔کیوں چلا گیا؟"وہ اسے دیکھتے ہی کہنے لگی۔محد نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔عمارہ اس سے براہ راست ایسی کوئی بات نہیں کرتی تھی۔

"بھائی اسے فون کریں۔ہو سکتا ہے وہ نہ گیا ہو؟ایک بار!صرف ایک بار۔پلیز؟"وہ التجا کر رہی

تھی۔ محد نے دیکھا وہ رو دینے کے قریب تھی مگر آنسو ضبط کیئے ہوئے تھی۔اسے لگتا تھا کہ وہ وقت کے ساتھ بہل جائے گی،اس کے بغیر رہ لے گی۔اب اس کے ملک سے باہر چلے جانے کا سن کر اتنی پریشان ہو رہی تھی۔ محد کو اسے ایسے دیکھ کر یہ طے کرنے میں چند لمحے لگ گئے اسے کیا کرنا چاہیئے۔

"عمارہ تم۔۔ تم بیٹھو یہاں۔ میں فون کرتا ہوں اسے۔بہت بے وفا آدمی ہے۔دیکھو اپنے جگری دوست کو بھی مل کر نہیں گیا" وہ اس کا ہاتھ پکڑے تسلی دینے کے سے انداز میں کہتے ہوئے اسے لاؤنج کے چکور میز کے گرد رکھے صوفے تک لے آیا۔پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے وہاں بٹھایا اور خود بھی قریب بیٹھ گیا۔اب وہ موبائل نکال کر علی کا نمبر ملا رہا تھا۔

"اس کا نمبر بند جا رہا ہے عمارہ" دوسری بار نمبر ملاتے ہوئے اس نے کہا۔عمارہ نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا۔اسی لمحے جالی دار دروازہ کھلا تھا۔فہد ہاتھ میں وہی لالٹین اور چند کتابیں اٹھائے چلا آ رہا تھا۔

"عمارہ یہ تم نے رکھوائی تھی گاڑی میں۔۔۔ تم رو رہی ہو؟" ان کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی نگاہ عمارہ پر پڑی تھی۔

"کس نے رلایا تمہیں؟"

"نہیں رو رہی میں۔ میں کیوں روؤں اس کے لئے جو بغیر کچھ بتائے بغیر کچھ سنے چلا گیا" اس نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر غصے سے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھنے لگی کہ فہد نے لالٹین اس کے سامنے کر دی۔

"یہ تو لیتی جاؤ۔۔۔اور ایسا نہیں ہے کہ وہ کچھ کہے سنے بغیر چلے گئے" اس نے عام سے انداز میں کہا تو ان دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟ تم جانتے ہو؟"

"یاد کرو اس دن وہ تم سے کوئی بات کرنا چاہتے تھے۔ لیکن پھر وہ سارا حادثہ ہو گیا اور وہ اس میں خود کو قصوروار سمجھتے رہے۔ اس لئے اس دن کے بعد کسی سے رابطہ نہیں کیا انہوں نے۔ اور کہیں چلے جانے کا سوچ لیا۔ انہوں نے چند روز پہلے مجھے فون کیا تھا۔ میں نے ہی انہیں منایا کہ کم از کم ایک بار مل لیں جانے سے پہلے۔ وہ صرف ماں سے نہیں بلکہ تم سے بھی ملنے آنا چاہ رہے تھے۔ ایک آخری بار، لیکن بیچ میں آ گئے وہ ارمغان بھائی۔ اور تم چل پڑی ان کے ساتھ لنچ کرنے۔ اور پھر ہو گیا ابو کا ایکسیڈنٹ۔ مطلب سب الٹا پلٹا ہو گیا" وہ تفصیلاً آگاہ کر رہا تھا۔

"اور تم یہ سب ابھی بتا رہے ہو؟ تم نے پہلے بتا دیا ہوتا تو یہ سب نہ ہوتا" محد نے اسے ہاتھ کا مکا بنا کر دکھایا۔

"یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔ میرا کیا قصور اس میں۔ اور یہ سنبھال لو اب سمو کی کے ہاتھ نہ لگے۔ ویسے تم سے علی بھائی کی ملاقات تو ہو گئی تھی نا ہسپتال میں؟" اسے اچانک خیال آیا

"ایسی ملاقات سے بہتر تھا کہ نہ ہوتی۔ دو مجھے یہ" عمارہ نے اس کے ہاتھ سے لالٹین والا لفافہ کھینچنے کے سے انداز میں لیا۔

"اب تم اپنے اندھیرے کمرے میں اس لالٹین کی مدد سے علی بھائی کی یادیں روشن کرنا۔ اف تم پر تو کہانی لکھی جانی چاہیئے۔ عمارہ اور علی کی ادھوری کہانی" وہ کسی بھی حالت میں باز آجانے والوں میں سے نہیں تھا۔

"مجھ پر کہانی لکھی جائے یا نہیں، تم اپنا منہ بند کر لو نہیں تو تمہارا مقبرہ بنا دوں گی" اس نے فہد کو گھورا تھا۔ جو اپنی ہنسی دبا گیا۔

یہ کیا ہے؟" اس نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھائے تھے کہ فہد نے فرش پر دیکھتے ہوئے کہا، وہ وہیں ٹھہر گئی۔ فہد فرش پر گرا کارڈ اٹھا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"یہ غالباً اس لالٹین کے ساتھ ہو گا" اس نے کارڈ عمارہ کی طرف بڑھا دیا۔

"بہت مزہ آ رہا ہے تمہیں بہن کو تنگ کرنے کا۔ چلو جا کر ابو کی ٹانگیں دباؤ" محد نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو کیا دباؤں"

"اوہو ایک ٹانگ تو سلامت ہے نا" محد اسے ساتھ لئے رضا احمد کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ عمارہ نے ہاتھ میں تھاما کارڈ کھولا۔ ایسا ہی ایک کارڈ علی اسے پہلے بھی دے چکا تھا، اس کی سالگرہ پر۔ وہی سیاہ پھولوں والا سفید کارڈ!

"تم میری آنکھوں کے سامنے رہو یا نہ رہو، بس یہ خبر ملتی رہے کہ تم ٹھیک ہو، خوش ہو، مطمئین ہو تو میرے لئے یہی کافی ہے۔ چلتا ہوں" وہ کارڈ پر لکھی سطریں پڑھ رہی تھی۔

"بڑا احسان کیا یہ بتا کر!" اس نے پڑھتے ہی غصے سے دانت دبائے اور کارڈ کو ہاتھوں میں مروڑ کر قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھا دیئے۔

◇◇◇

چالیس دن بعد۔۔۔ فروری 2019

"سر کارگو جہاز کراچی بندگاہ پر پہنچ چکا ہے۔ان کے ریسکیو کے لئے عملہ وہاں موجود ہے۔کچھ ہی دیر میں اسد اپنی ٹیم کے ساتھ سبھی لڑکیوں کو لے کر اسلام آباد کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ اور آج پراسیکیوٹر خولہ فردان ساحر کے خلاف کیس جیت گئی ہیں۔ مشن فور ٹنائٹ ہیز بین اکمپلیشڈ" وہ ڈی آئی جی کے آفس میں مودب کھڑا کہہ رہا تھا۔

"ویل ڈن ایس ایس پی آزر زمان۔ گل یار کی کیا خبر ہے؟" انہوں نے پوچھا تو آزر کے تنے ہوئے اعصاب قدرے ڈھیلے پڑ گئے۔

"سر ابھی تک وہ کوما میں ہے۔ میں آپ سے ملنے کے بعد اسی کی طرف جا رہا ہوں"

ڈی آئی جی سہیل شیراز سے کچھ مزید بات چیت کے بعد اس نے ہسپتال کا رخ کیا تھا۔دن میں ایک بار نہیں تو ہر دوسرے دن وہ ضرور گل یار سے ملنے جاتا تھا۔اور ہر بار اس امید کے ساتھ کہ شاید آج گل یار آنکھیں کھولے، کچھ بات کرے مگر۔۔۔اس کے بوجھل قدم گل یار کے کمرے کی جانب اٹھ رہے تھے۔دروازے کے دستے پر ہاتھ رکھ اسے کھولتے ہوئے وہ یک دم رکا تھا۔کوئی پشتو شاعر غازی خان کی نظم زہ زہ گُنگنا رہا تھا۔

پہ رنا باندي مئن، خو تیار و نہ نہ یریکم

(مجھے پسند ہے روشنی،

مگر اندھیرے سے بھی ڈرتا نہیں ہوں)

(اپنے گناہوں پر ابھی پچھتاوا نہیں ہے

مگر ان گناہوں پر اتراتا نہیں ہوں

کل ایک بیج تھا

آج ایک گل

کل اسی خاک میں ہے واپسی

میں گویا موج ہوں ہوا کی

جو صحرا اور باغات سے گزرتی ہے

کبھی طوفان ہوں

تو کبھی بارش

اور کبھی آگ میں جل جاتا ہوں

www.novelsclubb.com

مگر میں چلتا رہتا ہوں

اپنے راستے پہ

کہ اگر رُکا

تو بھٹک جاؤنگا)

آزر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔اس نے جھٹ سے دروازہ کھولا اور تیزی سے چلتا ہوا سیدھا گل یار کے بیڈ تک جا پہنچا"زرگے زرگے (میرے پیارے، میرے پیارے)"آزر اسے گلے لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا جو بیڈ پر تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"سر زرگے نہیں ہوتا یہ زooo ہوتا ہے"وہ آزر کی کمر پر اپنا ہاتھ بمشکل پہنچاتے ہوئے مسکرایا۔

"جو بھی ہوتا ہے۔کیسے ہو تم؟"

"آپ کو کیسا لگ رہا ہوں؟"اس نے پوچھا تو آزر ہنس دیا

"بہت کمزور اور لاغر"اس نے صاف صاف بتایا۔

"قربان دے شم"

"کب آیا تمہیں ہوش۔مجھے ہسپتال انتظامیہ نے بتایا کیوں نہیں"

"آج صبح ہی۔میں نے منع کر دیا تھا انہیں"

"مور جاناں (امی) سے ملے؟"

"ہاں ابھی کچھ دیر پہلے ہی گئی ہیں وہ یہاں سے۔میرے لئے پرہیزی کھانا بنا کر لائی تھیں" وہ اسے بتانے لگا۔آزر اس کے قریب رکھا سٹول گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"میں واپس کیسے آیا؟اور کیس کا کیا بنا" اس نے پوچھا

"تم ٹھیک کہتے تھے گل یار خان۔باطل کبھی حق سے جیت نہیں سکتا۔فورٹنائٹ کامیاب رہا۔ اور اس مشن کے ہیرو تم ہو" آزر دل سے کہہ رہا تھا۔

"آخر میری ہیرو گیری کام آئی کہ نہیں؟" اس نے کن اکھیوں سے آزر کو دیکھا، "اب آپ مجھے ہر بات پر ڈانٹیں گے تو نہیں سر؟" اس نے کہا تو آزر اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اس کی گردن کے گرد اپنے بازو کا گھیرا بنا لیا

"ڈانٹ نہیں پڑے گی، پوری کلاس ہو گی تمہاری۔اور تم پورا ایک ہفتہ تھانے برقع پہن کر آؤ گے جیسے برقع پہن کر فلوریڈا بھاگے تھے۔بیوقوف کہیں کے"

"آہ سر ابھی میری گردن میں درد ہے" اس نے آزر کے بازو کے گھیرے اپنی گردن نکالتے

ہوئے کہا، "اور یہ برقع والی تو سراسر زیادتی ہے"

"ہاہاہا۔اچھاوہ تم گا کیا رہے تھے ابھی؟"

"وہ۔۔۔بہت دن اندھیرے میں رہا ہوں نا۔آنکھیں بند کئے، بغیر حس و حرکت۔اٹھتے ہی کچھ اشعار یاد آ گئے"

"مجھے بھی سناؤ"

"ارے نہیں سر۔بہت بے سُرا ہوں"

"ہاں مجھے پتہ ہے۔پھر بھی سناؤ"

"اپنی زمے داری پر سننا سر۔میں بے سُرا ہوں" وہ جھجک رہا تھا۔

"سنا بھی دو بے سُرے" آزر نے ہنستے ہوئے اصرار کیا تھا۔گل یار گلا کھنکھار کر وہی اشعار گنگنانے لگا۔

پہ رنا باندي مئن، خو تیار و نہ نہ یریکم

(مجھے پسند ہے روشنی،

مگر اندھیرے سے بھی ڈرتا نہیں ہوں)

◇◇◇

"اب بتا بھی دو کہ آج ہم کہاں جا رہے ہیں؟"گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھی زونیشہ نے اس نے پوچھا۔گاڑی اسلام آباد کی سڑکوں پر کافی دیر سے رواں تھی۔

"پہنچ تو جائیں۔پھر پتہ چل جائے گا تمہیں۔فاطمہ آنٹی بتا رہی تھی کہ تم بہت سڑتی ہو گھر رہ رہ کر۔بات بات پر چڑ جاتی ہو۔اس لئے میں نے آج کا دن تمہارے نام کرنے کا سوچا ہے۔آج ہم بہت ساری جگہیں گھومیں گے۔اور تمہیں شام کا ڈھلتا سورج پسند ہے سو ہم کسی اچھی سی جگہ پر آج کی شام کے غروب ہوتے سورج سے لطف اٹھائیں گے"

"یہ ماما کیا تمہیں میری شکایتیں لگاتی رہتی ہیں؟"اسے برا لگا تھا۔اسے باقی ساری باتوں میں صرف ماما کی کہی بات یاد رہ گئی۔

"ہاہاہاہاں۔وہ کہتی ہیں کہ صرف میں ہی تمہیں سمجھا سکتا ہوں"

"واہ!یہ کب ہوا؟"

"جب سے تم نے مجھے اپنا ہنڈسم شریف شوہر تسلیم کیا ہے"

"شریف تو خیر تم کہیں سے نہیں ہو۔میں وہ بات بالکل نہیں بھولی کہ تم نے میرا پیچھا کیا تھا۔

اور یہ کہ تم بہت بڑے جھوٹے ہو۔اور یہ بھی کہ تم نے میری ڈائری میری اجازت کے بغیر پڑھ ڈالی۔ارے یاد آیا، میری ڈائری کب واپس کرو گے تم؟"

"ڈائری لوٹانے کا میرا ارادہ تو نہیں ہے۔۔۔لو دیکھو ہم پہنچ گئے "اس نے موقع ملتے ہی بات بدلی۔گاڑی فیصل مسجد کر باہر آ کھڑی ہوئی تھی۔

"ارے! یہ تو فیصل مسجد ہے ناں؟ تمہیں پتا ہے میں یہاں بچپن میں آئی تھی۔میں اور آپی یہاں بہت کھیلے تھے"

"واقعی؟ بہت مزہ آیا ہو گا پھر تو تمہیں زری آپی کے ساتھ؟"وہ اسے سننا چاہتا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ وہ سب کچھ کہہ دے جو وہ کسی سے نہیں کہتی تھی۔جو وہ سوچتی رہتی ہے۔وہ دونوں گاڑی سے اتر رہے تھے

"ہاں ناں، بہت! انہوں نے یہاں میرا جوتا بھی چھپا دیا تھا۔اور پھر وہ ملا ہی نہیں۔آپی کو بابا نے بہت ڈانٹا تھا۔اُف کیا دن تھا!"وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی کہتی چلی جا رہی تھی۔محد مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے تب سوچا کہ وہ لڑکی کم گو نہیں تھی۔بس کچھ مخصوص لوگوں کے ساتھ بولتی تھی۔اور وہ واقعتاً بہت بولتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پھر آج میں تمہارا جوتا چھپاؤں گا۔اور ایسی جگہ جہاں تمہیں کبھی نہ ملے"

"خبر دار۔بہت ماروں گی میں تمہیں!"اس نے مسکراتے ہوئے محد کو آنکھیں دکھائیں۔

"زونی تمہیں ابھی تک وہ خواب آتے ہیں؟"اسے اچانک یاد آیا تھا۔

کیا؟خواب!ہاں۔لیکن کم کم۔زیادہ نہیں آتے اب"وہ مسجد کے صحن کے ایک طرف جوتا اتارتے ہوئے کہہ رہی تھی۔سردی ابھی کم نہیں ہوئی تھی سو وہ آج اپنے سفید پاؤں تک آتے لمبے فراک کے ساتھ سفید جا گرز پہنے ہوئے تھے۔محد نے اپنے سفید کرتے کی جیب سے ایک کپڑے کا بنا بیگ نکالا اور اس کا منہ کھول کر زونیشہ کی طرف کر دیا۔

"اس میں ڈال دو اپنے جا گرز،ادھر ادھر رکھو گی تو ہو سکتا ہے گم ہو جائیں"اس نے کہا تو زونیشہ نے جوتے اس میں ڈال دیئے۔اب محد اپنے جوتے اتار رہا تھا۔

"چلیں اندر؟"اس نے جوتوں والا بیگ ایک مناسب جگہ ڈھونڈ کر رکھنے کے بعد کہا تو زونیشہ نے سر ہلا دیا۔وہ اس کا ہاتھ تھامے اندر داخل ہوتی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔پاؤں میں پہنی جرابیں انہیں ٹھنڈے فرش سے بچائے ہوئے تھیں۔

جامع شاہ فیصل مسجد میں اپنی سی رونق تھی۔پوری مسجد گھوم لینے کے بعد وہ واپسی کے لئے نکل

www.novelsclubb.com

رہے تھے۔ محد اپنے جوتے نکال کر پہن رہا تھا جب زونیشہ آہستہ آہستہ چلتے اس کے قریب آئی تھی۔

"میرے جوگرز تو دو"

"وہ میں نے چھپا دیئے۔ڈھونڈ سکو تو ڈھونڈ لو" وہ ہنسا۔

"محد! ایسے تو نہیں کرتے ناں یار!" وہ اس کے پیچھے آئی تھی۔اس کے قریب آنے سے پہلے ہی محد بھاگ نکلا تھا۔

"اگر تم نے مجھے پکڑ لیا تو جوگرز تمہارے۔ نہیں تو تمہیں خود ڈھونڈنے ہوں گے" وہ بھاگتے بھاگتے ہسنا

"اف! یہاں بھی تم مجھے اپنے پیچھے بھگاؤ گے؟ میں نہیں آرہی!" اس نے آگے بھاگتے ہوئے محد کو آواز لگائی اور ناراضگی ظاہر کرتی ہوئی چلتی چلتی سیڑھیوں پر آ بیٹھی۔

تھوڑی دیر بعد محد ہاتھ میں چائے کے کپ لئے چلا آرہا تھا۔

"کہاں گئے تھے تم؟"

"آپ کے لئے چائے لینے یا زوجی۔ کیا آپ کچھ اور لیں گی؟" وہ اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے

شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔میرے جو گرز"

"وہ تم نے ڈھونڈے نہیں ابھی تک؟"

"چپ چاپ مجھے دے دو محد۔بہت ماروں گی میں تمہیں"

"چھوڑو جو گرز کو۔وہ دیکھو یہاں سے تم غروبِ آفتاب بھی دیکھ سکتی ہو"اس نے سامنے نظر آتے آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"محد!"

"حکم یازوجي"اس نے تابعداری سے کہا

"مجھے ٹھنڈ لگ جائے گی"اس نے بہانا ڈھونڈا

"تو میرے شوز پہن لو"اس نے فوراً حل نکالا تھا

"نہیں ناں۔مجھے اپنے جوتے پہننے ہیں"

"تو جو میرا ہے،وہ سب تمہارا ہی تو ہے"وہ کہہ کر اپنے پیروں میں سے جوتے نکال کر ایک سیڑھی نیچے اترا اور اپنے جوتے زونیشہ کے قدموں کے قریب رکھ کر اس کی جانب تکتے ہوئے

کہا۔کتنے دل سے کہا تھا اس نے۔زونیشہ کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ اور رخسار پر ابھرتی لالی نے اسے پہلے سے زرا اور خوبصورت بنایا تھا۔اس نے اپنے پاؤں محد کے اس کے ناپ کی بنسبت خاصے بڑے جوتوں میں ڈال لیئے

"ایک بات پوچھوں تم سے محد؟"اسے اچانک خیال آیا تھا۔

"ہاں پوچھو"

"تمہارے دل میں مجھے لے کر کوئی شبہ تو نہیں؟یا میرے اغوا ہو جانے کی وجہ سے ایسی کوئی بات جو تمہیں کھٹکتی ہو؟لوگ بہت کچھ کہہ دیتے ہیں نا ان لڑکیوں کے لئے جو کسی وجہ سے کہیں جا کر لوٹتی ہیں۔کردار پر بات کر دیتے ہیں۔"وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں پوچھ رہی تھی۔

"تم نے ایسا کیوں سوچا زونیشہ؟کیا میں باقی لوگوں جیسا ہوں تمہاری نظر میں؟"وہ وہیں اس سے ایک سیڑھی نیچے جھک بیٹھا اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"نہیں۔بالکل نہیں"

"یا تمہارا مجھ سے جو تعلق ہے،کیا باقی لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی رشتہ ہے؟

زونیشہ نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"تو پھر میں باقی سب غیر لوگوں کی طرح کیسے سوچ سکتا ہوں؟" وہ سنجیدگی سے کہنے لگا،

"میری آنکھوں میں دیکھو، تمہیں اپنا آپ ان آنکھوں میں واضح نظر آتا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

زونیشہ نے اس کی ہلکی بھوری بادامی شکل کی آنکھوں میں جھانک کر اپنا عکس دیکھا تھا۔

"میرے دل میں جھانکو گی تو وہاں بھی خود کو ایسے ہی واضح اور روشن پاؤ گی زونیشہ!" اس نے زونیشہ کا ہاتھ تھاما تھا۔ کتنا مکمل منظر تھا۔ اس کے محض ہاتھ تھامنے سے زونیشہ کا یقین اور اعتماد بحال ہو جاتا تھا۔ کیا محض کسی کا ہاتھ تھام لینا اتنا بامعنی بھی ہو سکتا تھا؟ اس نے اپنا دوسرا ہاتھ محد کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

"بس اب میں سنوں گی ہی نہیں جو کچھ بھی لوگ کہتے پھریں" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تم بس مجھے سننا۔ اسی طرح جس طرح میں تمہیں سننا چاہتا ہوں۔ ساری عمر کے لئے" وہ اٹھ کر اس کے ساتھ آ بیٹھا۔

"سوچ لو۔ تھک جاؤ گے سن سن کر"

"میں ایسی تھکاوٹ سے نہیں ڈرتا" وہ دھیمی ہنسی ہنسا، "چائے پی لو۔ اب تو ٹھنڈی ہو گئی ویسے

www.novelsclubb.com

بھی "اس نے قریب رکھے چائے کے کپ کی جانب اشارہ کیا جو ابھی بھی آدھا چائے سے بھرا ہوا تھا۔اس نے محد کی بات پر مسکرا کر چائے کا کپ اٹھایا اور لبوں سے لگا لیا۔

"چلو ایک ڈیل کرتے ہیں "اس کی چائے ختم ہوئی تو وہ کہنے لگا۔

"کیسی ڈیل؟"

"اگر تم نے اگلے دس منٹ میں اپنے جو گرز ڈھونڈ لیئے تو میں تمہیں کسی اچھی جگہ سے کھانا کھلاؤں گا "وہ اٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ تم مجھے ویسے بھی کھلا دو گے محد۔چپ چاپ جو گرز دو مجھے "

"ویسے میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اپنی زوجہ کو ستانے میں اتنا مزہ آتا ہے "وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

www.novelsclubb.com

زونیشہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے اس کی جانب آئی تھی جسے دیکھتے ہی محد نے ایک طرف کو دوڑ لگائی۔زونیشہ کی نگاہ سامنے سے آتے شخص پر پڑی تو وہیں ٹھہر گئی۔وہ شخص آہستہ قدموں سے چلتا قریب آ رہا تھا۔اس کی نگاہ زونیشہ پر پڑی تو وہ ٹھٹک کر وہیں ٹھہر گیا۔اس کی انکھیں خوف اور حیرت سے پھیل گئیں۔پھر جیسے اس کی حالت غیر ہونے لگی۔

"زز۔۔۔زونیرہ"اس کے لبوں سے نکلا تھا۔زونیشہ ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"زونیرہ ہونا۔۔تم؟"وہ ٹوٹے پھوٹے جملے میں پوچھ رہا تھا۔

"کیا ہوا زونی؟"محد نے زونیشہ کے چہرے کا رنگ اڑتے دیکھا تو اس کی طرف آتے ہوئے پوچھا

"تم۔۔زونیرہ ہونا؟مج۔۔مجھے معاف کر دو"وہ شخص یک دم اس کے قدموں میں گرا تھا۔وہ یکدم مزید پیچھے ہٹی۔

"مجھے معاف کر دو۔خدا کے لئے۔۔۔خدا کے لئے مجھے نجات دے دو"وہ شخص رونے لگا تھا۔اس کی آواز مدھم تھی۔انتہائی کمزور تھی۔وہ اسی آواز میں مزید بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر زونیشہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کے زمین پر جھکے وجود کو دیکھ رہی تھی۔

"کون ہے یہ"محد نے اسے کندھوں سے پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے کہا۔وہ اس شخص کے جھکے سر کے باعث اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

"مجھے سکون نہیں ہے۔میں اذیت میں ہوں۔۔۔میں سراسر اذیت میں ہوں۔۔۔مسلسل اذیت میں ہوں۔۔۔خدا کے لئے۔۔۔بس خدا کے لئے۔۔۔مجھے معاف کر دو"وہ کہہ رہا تھا۔

"قاسم!" محد کے سوال پر زونیشہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آنے لگا۔اس کا وجود محد کے بازوں میں ڈھیر ہونے لگا۔وہ اسے تھامے فرش پر بیٹھ گیا۔

"زونیشہ!" اس نے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے پکارا۔اس شخص نے اپنا جھکا سر اٹھایا تھا۔محد کی اس پر نگاہ پڑی تو وہ حیرانی سے دیکھنے لگا۔وہ شخص بھی محد کو دیکھ کر لمحہ بھر کو چونکا تھا۔

"مؤزن صاحب! آپ؟" اس نے زیرِ لب پوچھا۔

◇◇◇

"واقعی بہت ہی بے سرے ہو۔بس کرو مجھے مزید نہیں سننا" آزر نے ہنستے ہوئے اسے مزید گنگنانے سے منع کیا تھا۔

"دیکھیں سر آپ اب میرے منہ پر ایسے نہ کہیں۔میں نے تو کہا تھا کہ میں بہت بے سرا ہوں۔آپ سہہ نہیں پائیں گے" گل یار ہنسا

"ہاں یار تم نے ٹھیک کہا تھا۔تم جیت گئے آج"

اس کا فون بجا تھا۔اس نے بات کرتے کرتے فون جیب سے نکالا۔محد اسے فون کر رہا تھا۔محد سے بات کر کے اس نے رابطہ منقطع کیا اور کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔رابطہ ملتے ہی اس نے ہاتھ

کے اشارے سے گل یار کو خدا حافظ کیا اور باہر نکل آیا۔

"ہاں ٹیم تیار کرو۔ قاسم مل گیا ہے" وہ چند مزید ہدایات دیتا ہوا اپنی جیپ میں آ بیٹھا۔ اس کا رخ اسلام آباد کے مطلوبہ ہسپتال کی جانب تھا۔ جہاں محدز ونیشہ کو لے کر گیا تھا۔

"زیادہ خوف یا اچانک ذہنی دباؤ کی شدت سے ہو جاتا ہے ایسا۔ اسے ویزو ویگل ری ایکشن کہتے ہیں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے. یہ اب ٹھیک ہیں" معالج اسے زونیشہ کے متعلق آگاہ کر رہا تھا۔

اس کے تنے ہوئے اعصاب قدرے ڈھیلے پڑے اور کچھ تسلی ہوئی۔ اس کا رخ قاسم عرف مؤزن کیطرف تھا جو لابی میں بینچ پر اپنا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

"آپ واقعی وہی قاسم ہیں؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا تو قاسم نے اپنا سر اٹھایا۔

"ہنم۔۔۔ میں ہی ہوں۔۔۔ قاسم شان"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا! آپ وہی شخص ہیں جس کی بالواسطہ رہنمائی میرے لئے گناہوں کی دلدل سے نکلنے کا وسیلہ بنی۔ اور آپ ہی وہی شخص ہیں جو۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"لمبی کہانی ہے میرے دوست۔ کئی سالوں سے اپنے کیئے کی سزا کاٹ رہا ہوں۔ کہیں چین نہیں

پڑتا مجھے۔ کہیں سکون نہیں ہے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ شاید اس معافی سے ہی میری روح قرار پالے۔۔۔ شاید" وہ رو رہا تھا۔ آج بھی اس کی آنکھوں میں وہی ویرانی تھی۔ شاید پہلے سے بھی زیادہ ویرانی۔ مگر آج وہ اس ویرانی کی وجہ جان گیا تھا۔

"میں جو خود کو خدا سمجھنے لگا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ میں جو چاہوں گا، وہ میرا ہو جائے گا۔ مگر زونیرہ کی موت نے مجھے جیسے۔۔۔ جیسے آسمان سے اٹھا کر زور سے زمین پر پٹخ دیا ہو۔ وہ میری بے سکونی کی ابتدا تھی، خود کو پر سکون کرنے کے لئے میں نے ہر غلط کام کر ڈالا۔ نشے کی لت لگا بیٹھا، امریکہ چلا گیا۔ عصمتوں کا کاروبار کرنے لگا۔ مگر۔۔۔ مگر نہیں ملا سکون مجھے۔ پھر بھاگ گیا ہر چیز سے جو میرے پاس تھی۔ ہر شے مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی۔ نو دس سال کی عمر میں بھوک نے مجھے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا تھا تو ان سب کاموں میں پڑ گیا۔ اس وقت یہی لگتا تھا کہ۔۔۔ یہ حرام کام کروں گا تبھی کھا سکوں گا۔ اور اب اتنے سالوں بعد جب جہاں جا کر بیٹھا، میرے آگے کوئی نہ کوئی راہ چلتا شخص کھانا ڈال جاتا تھا۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی وسیلے سے مجھ تک پیٹ کی دوزخ بھرنے کو کچھ مل جاتا تھا۔ پھر ایسا ہونے لگا کہ تو لوگ تھوڑی سی محنت مزدوری کروا کر اجرت بھی دینے لگے۔ حلال اجرت! مجھے اس پل یہ انکشاف ہوا کہ دینے والی ذات، جو خالق بھی ہے

اور رازق بھی، وہ پیٹ بھرنے کو دے دیتی ہے۔ بندے نے طے کرنا ہے کہ وہ حرام سے لینا ہے یا حلال سے۔ بہت دیر لگی مجھے یہ سمجھنے میں۔۔۔ اور اپنے جرائم کا احساس ہونے میں"

"تو پھر اقبالِ جرم کیوں نہ کیا ابھی تک؟ آج اچانک مل جانے پر ہی اعتراف کیوں؟" محد نے پوچھا تھا۔

"شکریہ محد۔ آگے کی کہانی میں اگلوالوں گا" اس سے پہلے کہ قاسم کوئی جواب دیتا، آزر اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر محد اپنی جگہ سے کھڑا ہوا

"کیسی ہے زونیشہ؟"

"ٹھیک ہے" اس نے مختصراً کہا۔

"تم نے بتایا تھا کہ قاسم اقبالِ جرم کرنا چاہتا ہے"

"جی آزر بھائی۔ آپ ان کا بیان لے لیجیئے گا۔ میں چلتا ہوں" محد نے کہا تو آزر نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ اور قاسم کو ساتھ لئے ہسپتال سے نکل کر تھانے کی طرف روانہ ہو گیا۔

محد نے زونیشہ کے بیڈ کا رخ کیا تھا۔ جو ٹیک لگائے آنکھیں موندے لیٹی تھی۔

"کیسی ہو؟ ٹھیک ہو؟" اس نے زونیشہ کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر درجہ حرارت محسوس کرتے

www.novelsclubb.com

ہوئے پوچھا

"میں ٹھیک ہوں۔ کہاں گیا وہ؟ بھاگ گیا پھر سے؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھ ڈالا۔

"نہیں بھاگا زونی۔ وہ تو خود سبھی اعتراف کرنے کو تیار تھا۔ آزر بھائی لے گئے ہیں اسے"

"واقعی؟ آزر بھائی نے گرفتار کر لیا اسے؟" وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے سر ہلا دیا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے تم نے کتنا ڈرایا مجھے آج۔ ایسے بے ہوش ہوتا ہے بھلا کوئی؟" وہ خفا نہیں تھا۔ فکر مند تھا۔ فکر مندی اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھی۔ زونیشہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں یار"

"اور کیسے ہوتے ہیں بے ہوش؟ کوئی جانتے بوجھتے تھوڑی بے ہوش ہوتا ہے"

"بہر حال۔ اب تم نے بالکل ٹھیک ہونا ہے۔ کوئی ٹینشن کوئی پریشانی نہیں۔ اب تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ قاسم بھی پکڑا گیا اب تو۔ پلیز اب کسی چیز کو اپنے ذہن پر حاوی مت کرنا زونیشہ"

"جب تک اسے سزا نہیں مل جاتی، مجھے چین نہیں آئے گا محد" اس نے دو ٹوک کہا۔ اس کی بات سن کر محد خاموش ہوا تھا۔ پھر ایک گہری سانس بھری۔

"زونیشہ۔۔۔تم قاسم کو معاف کیوں نہیں کر دیتی؟"وہ لمحہ بھر کے توقف نے بعد بولا تھا۔

زونیشہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے محد؟میں اسے معاف کر دوں؟کیوں؟"

"کیونکہ وہ آج تک اپنے کیئے کی سزا جھیل رہا ہے اور آگے بھی مزید سزا کاٹے گا۔اللہ سے بڑا منصف کوئی نہیں ہے زونیشہ۔تم اسے معاف کر کے یہ معاملہ اللہ کے سپرد کر دو اور خود کو آزاد کرو اس سب سے"

"محد میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔اور میں اس حوالے سے تم سے بحث میں بھی نہیں پڑنا چاہتی"اس نے سپاٹ تاثرات کے ساتھ کہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔چلو گھر چلتے ہیں۔میں نے گھر میں کسی کو نہیں بتایا۔رات ہو رہی ہے،فاطمہ آنٹی پریشان نہ ہو رہی ہوں"اس نے بات بدلی تھی۔زونیشہ نے خاموشی سے لحاف اتارا اور بیڈ سے اترنے لگی۔

"محد۔میرے جوتے؟"بیڈ کے نیچے فرش پر جوتے نہ پا کر اسے اپنے جو گرز یاد آئے تھے۔

"اوہ!وہ تو وہیں رہ گئے۔فیصل مسجد"محد نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"ہاہاہا۔ یہ دوسری بار ہوا ہے کہ میرے جوتے وہیں رہ گئے ہیں" وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔ محد اسے ہنستے ہوئے دیکھنے لگا۔

"اگر جوتوں کے یوں گم ہو جانے پر تم اتنی بے فکری سے ہنستی ہو۔ تو میں تمہیں روز فیصل مسجد لے جا کر تمہارے جوتے چھپا دوں گا"

"اس کے لئے تمہیں مجھے ہر بار نئے جوتے دلانے پڑیں گے۔ کنگال ہو جاؤ گے تم"

"کوئی بات نہیں۔ جب تک اللہ نے تمہیں مجھے نوازا رکھا ہے، میں کنگال ہو ہی نہیں سکتا" وہ پورے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ میرا اصل قیمتی سرمایہ تو تم ہو"

"تم کتنے ڈائلاگ باز ہو گئے ہو، تم نے نوٹس کیا ہے؟" اس نے ہنس کر کہا

"ہاں۔ ایک عدد ڈرامے باز کی صحبت میں جو آ گیا ہوں"

"میں تمہیں ڈرامے باز لگتی ہوں؟" اس نے کہہ کر قریب رکھا تکیہ اٹھایا تھا۔

"اچھا اچھا معافی" اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے، "معافی یا صداع رأسي (اے میرے سر درد)"

"اب اس کا کیا مطلب ہے؟"اس نے تکیہ پھینکنے کے لئے تیار ہاتھ کر روک کر پوچھا۔

"آکر بتاؤ گا"

"کہاں جا رہے ہو؟"

"تمہارے لئے جوتا لینے"وہ جاتے جاتے کہہ رہا تھا۔

◇◇◇

مارچ2019

بارش گویا قریبی قبرستان کی وحشت زدہ خاموشی سے مقابلے پر برس رہی تھی۔بارش کے شور میں پولیس کی گاڑی کے سائرن کی آواز سنی جاسکتی تھی۔

سڑک پر گرے ایک لفافے سے سرخ گلاب کی پتیاں نکل پر ارد گرد پھیل گئیں تھیں۔انہی پتیوں کے قریب پڑا ایک بے حس و حرکت وجود شاید بے جان ہو چکا تھا۔

اس وجود کے ہاتھ میں سفید پتھروں والی تسبیح ابھی بھی موجود تھی۔جو ہاتھ سے بہنے والے خون کے باعث سرخ ہو رہی تھی۔اس وجود کی آنکھیں بند تھیں اور ان بند آنکھوں سے بہنے والے آخری آنسوؤں کے نشان کو بارش نے اپنے قطروں میں گُم کر دیا تھا!

یہ منظر ٹی وی کی اسکرین پر بار بار چل رہا تھا۔ زبیر کوئی خبروں کا چینل لگائے بیٹھا تھا۔ آج بارش واقعی موسلا دھار تھی۔ وہ جو زبیر کو چائے دینے ٹی وی لاؤنج میں آئی تھی، منظر دیکھ کر وہیں ٹھہر گئی۔ اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔

"اللہ سے بڑا منصف کوئی نہیں ہے زونیشہ" محد کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے تھے۔ وہ وہیں بیٹھ گئی۔

"آج اتوار ہے نا؟ آٹھ بج رہے ہیں۔ علیشہ کا پروگرام آگیا ہوگا" زبیر بھائی نے خود کلامی کی اور یو ٹیوب پر پروگرام چالو کر دیا۔

"السلام وعلیکم۔ پروگرام درد کا درماں کے ساتھ میں ہوں آپکی میزبان علیشہ خان" پروگرام کا آغاز ہو چکا تھا۔ زبیر اس کی حالت سے بے خبر چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتے ہوئے پوری توجہ سے پروگرام دیکھ رہا تھا۔

"کچھ عرصہ پہلے ہم نے آپ کو مائی سگراں کے متعلق بتایا تھا۔ جو اپنے گمشدہ بیٹے کی تلاش میں ہم تک پہنچی، ذہنی اور جسمانی تکان کا شکار وہ بزرگ عورت اپنے بیٹے سے ملے بغیر ہی اس دارِ فانی سے چل بسی۔ ہمیں لگتا تھا کہ یہ کہانی یہیں ختم ہو گئی ہے۔ مگر کچھ روز قبل ہمیں خبر ملی کہ

مائی سگراں کا بیٹا مل چکا ہے۔ مگر افسوس کہ وہ کئی جرائم میں ملوث ہونے کے باعث عدالت کی پیشیاں بھگتتا رہا۔ اور اسی دوران یہ انکشاف ہوا کہ نشے کی لت نے اسے جگر کے سرطان میں مبتلا کر رکھا ہے۔ بے حد تکلیف، رنج و علم میں وہ اب تک اپنی ماں کی تلاش میں تھا۔ اور چاہتا تھا کہ ماں سے ملنے کے بعد اعتراف جرم کر لے۔ مگر قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔

آج میں بات کر رہی ہوں اس انصاف کی جو رب کرتا ہے۔ ہمارے ہاں کے قانون سے بھلے کوئی مجرم بچ جائے۔ مگر اللہ کی عدالت میں کوئی چھوٹ نہیں! وہ رب سب سے بڑا منصف ہے۔ مائی سگراں کے بیٹے قاسم شان۔۔۔"،

یہ جملہ سنتے ہی اس کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ زبیر نے ایک نظر اسے اور اس نے زبیر کو دیکھا تھا۔ زبیر بھی قاسم کا نام سنتے ہی چوکنا ہوا تھا۔

"۔۔۔ قاسم شان کی گرتی طبیعت اور آخری خواہش کے اظہار کے تحت عدالت نے اسے اس کی والدہ کی قبر پر پہلی اور آخری بار فاتحہ پڑھنے کی اجازت دے دی تھی۔ مگر قبرستان کی طرف جاتے راستے پر موسم کی خرابی کے باعث ٹرک الٹ جانے سے ہونے والے حادثے نے قاسم کو اپنی ماں کی قبر تک جانے سے قبل ہی ہلاک کر دیا۔

بتاتی چلوں کہ قاسم کچھ ماہ قبل سامنے آنے والے پیشہ ور مجرم گروہ کا حصہ رہ چکا ہے۔وہی گروہ جس نے مزار کو اپنے سیاہ جرائم کی آماجگاہ بنا رکھا تھا،اور جس کو چلانے والے فردان ساحر کو چند روز قبل ہی کڑی سزا سنائی گئی ہے۔

میرا آپ سب سے سوال ہے کہ ہمارے ہاں سردار، شکیل، قاسم اور فردان جیسے لوگ کیوں بنتے ہیں؟آج کے دور میں ہماری جنگ ان غزوات جیسی نہیں ہوتی جو آغازِ اسلام میں لڑے گئے تھے۔اس وقت تو باطل مقابل بن کر سامنے آتا تھا۔جنگ کا میدان ہوتا تھا جس کی ایک جانب حق ہوا کرتا تھا اور دوسری جانب باطل۔

آج کی جنگیں اُس اَن دیکھے باطل سے ہے،جو ہمارے اندر کہیں چھپا بیٹھا ہے،جو چپکے سے گمراہ کر دیتا ہے اور ہمیں پتہ تک نہیں چلتا۔آج کی جنگ اس باطل کو پہچاننے کی ہے کہ وہ کہاں کس روپ میں موجود ہے۔کیا وہ موسیقی کے ذریعے ہمیں گمراہ کر رہا ہے؟دولت اور نوکریوں کے خواب دیکھا کر گمراہ کر رہا ہے؟یا حرام کو خوبصورت بنا کر گمراہ کر رہا ہے؟آج کی جنگ ان فتنوں سے ہے جو ہمارے معاشرے میں روز نئے روپ میں سر اٹھاتے ہیں۔ہماری جنگ ہماری اپنی زات میں موجود اس برائی سے ہے،جسے روکا نہ جائے تو وہ فردان اور شکیل جیسوں کو جنم

دیتی ہے۔میری اور آپ کی جنگ اپنے ارد گرد پھرتے ان گناہوں سے ہے جنہیں ہم نے گناہ سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔میری اور آپ کی جنگ اپنی نسلوں کو فتنوں سے بچانے کی ہے۔میری اور آپ کی جنگ یہ آگاہی پھیلانے کی ہے کہ دین ہمارا ہے۔ہمارے لئے ہے۔اور اس دین کے عطا کردہ ضابطہ حیات کو، قانون کو،اقدار کو،فرائض کو کیسے بچانا ہے اور اپنی زندگیوں میں کیسے لاگو کرنا ہے"

وہ سن رہی تھی اور اس کے آنسو رواں تھے۔

'انسان کی انا بڑی طاقتور ہوتی ہے اور اس انا کو جھکانے کے لئے موت کا وار ضروری ہے۔جیتے جی بھلا کون کسی کو معاف کرتا ہے!'اس نے سوچا۔

◇◇◇

چھ ماہ بعد۔۔۔

وہ لاؤنج میں چکور میز کے گرد رکھے صوفوں میں سے داہنی طرف کے صوفے پر بیٹھا فون کان سے لگائے کسی سے محو گفتگو تھا۔

"اب مجھے فائنل بتاؤ کہ تم نے فلائٹ بُک کروائی ہے یا نہیں۔دیکھو تم نے عمارہ کی شادی پہ

نہیں آنا، مت آؤ! میرے ولیمے میں تو شریک ہو جاؤ یار۔ تم میرے اکلوتے بھائی ہو علی"

"کیوں میں مر گیا ہوں کیا؟" فہد جو ابھی یونیورسٹی سے لوٹا تھا، اس کی بات سن کر لقمہ دینے سے باز نہیں رہا۔ محد نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں بھئی کروالی ہے بُکنگ کل کی فلائٹ کی، آجاؤں گا تمہارے ولیمے میں شرکت کے لئے"

فون کے دوسری طرف علی اسے تسلی بخش جواب دینے کی پوری پوری کوشش کر رہا تھا۔

"تم اب قابلِ اعتبار شخص رہے نہیں ہو جب سے تم مجھ سے ملے بغیر گئے ہو۔ چھ ماہ بیت گئے اور اپنی خیر خبر دینے کے لئے بھی تمہیں جھڑکنا پڑتا ہے۔ کرتے کیا رہے ہو تم ان چھ ماہ میں؟ ٹھیک ٹھاک عرصہ ہوتا ہے یہ" محد پوچھ رہا تھا۔

"اٹلی میں تھا پہلے۔ آج کل ہسپانیہ میں ہوں۔ اس کے بعد فرانس جانے کا ارادہ ہے"

"گھوم لیئے تم نے اٹلی اور ہسپانیہ کے عجائبات؟"

"ہاں۔ دنیا عجائبات سے بھری پڑی ہے۔ اور بس میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ میں اپنا عجائب گھر بناؤں گا۔ اسی پر کام کر رہا ہوں آج کل"

"عجائب گھر بنا لینا لیکن فرانس سے پہلے تو پاکستان آؤ انسانوں کی طرح۔ ساری جمع پونجی لُٹا چکے

ہو گے ویسے بھی تم"

"ہاں بھئی سن لی میں نے تمہاری حب الوطنی پر تقریر۔اب دوبارہ مت شروع ہو جانا۔فرانس کے بعد ایک چکر تو لگانا ہی تھا پاکستان کیونکہ اس کے بعد مجھے مصر جانا ہے"

"چلو پھر فلائٹ کے پہنچنے کا وقت بتا دینا مجھے۔میں ایئرپورٹ سے لینے آجاؤں گا"

اس نے چند مزید باتیں کر کے رابطہ منقطع کیا تھا۔

"فہد کہاں ہو؟"عمارہ سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے آرہی تھی۔

"میں ادھر ہی ہوں۔یہی میرا گھر ہے،یہی میرا ملک ہے۔میں نے بھلا کہاں جانا ہے"وہ تھکا ہارا صوفے پر اوندھے منہ لیٹا کہہ رہا تھا۔

"تم کیوں جذباتی ہو رہے ہو؟میرا مطلب تھا کہ یونیورسٹی سے آگئے ہو تو میرا ایک کام کر دو"

"ہاں تم مجھ سے کام کرواتی رہتی ہو۔اور آج تو محد بھائی نے بھی غیر ملکیوں کو اپنا اکلوتا بھائی ڈکلیئر کر دیا ہے۔اور مجھ غریب کو تو کوئی پانی تک کا نہیں پوچھتا"

"اوہو۔محد بھائی اس سے پانی کا تو پوچھ لیتے آپ۔بیچارہ یونیورسٹی سے تھک کر آیا ہے۔پانی پیو گے فہد؟"عمارہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"زہر لگ رہی ہو تم مجھے۔پی لیا ہے میں نے پانی۔اب پوچھ کر احسان نہ کرو"

"دیکھو میری شادی ہونے والی ہے۔میں چلی جاؤں گی"

"شادی کی تیاری تو کر لو بہن۔اسی جوڑے میں رخصت ہونا ہے؟"

"شادی کی تیاری کر لی ہے میں نے جو کرنی تھی۔تم مجھے یہ کچھ فائلز کے پرنٹ تو نکلوا کر لا دو پلیز"اس نے فہد کو یو ایس بی تھماتے ہوئے کہا۔

"یہ کس چیز سے متعلقہ فائلز ہیں؟وہی تمہارے اسلامک انسٹیٹیوٹ کے تو نہیں ہیں؟"

"ہاں وہی ہیں۔پلیز آج ہی پرنٹ نکلوا لانا"

"یار تم کن چکروں میں پڑ رہی ہو؟تمہیں رخصت ہو کر جانا نہیں ہے؟سسرال جا کر بنا لینا ناں اپنا یہ سکول وغیرہ"

www.novelsclubb.com

"چپ چاپ میرا کام کر دو نہیں تو چھپکلی اٹھا کر رکھ دوں گی تمہارے سر پر۔وہ دیکھو تمہارے عقب کی دیوار پر بیٹھی ہے"

"میں نہیں ڈرتا ورتا اب چھپکلی سے"اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی؟"محد جو کافی دیر سے موبائل پر مصروف تھا،اب ان کی نوک جھوک کی طرف

متوجہ ہوا تھا۔

"ہاں تو اور کیا۔اب عمارہ میری بہن ہے۔جب میں اس سے نہیں ڈرتا تو یہ چھپکلی کیا چیز ہے"

"محد بھائی کدھر ہے وہ چھپکلی جو ہم نے صبح ماری تھی۔اسے میں بتاتی ہوں کہ چھپکلی کیا چیز ہے اور میں کیا چیز ہوں"

"باہر پڑی ہو گی کوڑے دان کے پاس" محد نے ہنستے ہوئے کہا تو عمارہ جھٹ سے اٹھ کر باہر کی طرف بھاگی تھی۔

"ابھی بھی وقت ہے بیٹا۔بھاگ جاؤ" محد نے اسے تنبیہ کی

"نہیں ملے گی اسے چھپکلی۔گل سڑ گئی ہو گی اب تک تو وہ" فہد نے صوفے سے ٹیک لگا کر اطمینان سے آنکھیں موند لیں۔

"ادھر آنا زرا" اسی لمحے عمارہ مری ہوئی چھپکلی کو دم سے پکڑی اس کی طرف بڑھی تھی۔

"آآہ ابو جی! عمارہ اسے واپس پھینک کر آؤ۔دیکھو ایسے نہیں کرتے" فہد اٹھ کر جوتوں سمیت صوفے کر اوپر چڑھ گیا

"محد بھائی پکڑیں اسے۔بھاگنے نہ پائے یہ" عمارہ نے اس کی چیخ و پکار کو قطعی طور پر نظر انداز کیا

www.novelsclubb.com

تھا۔ محد ہنستے ہوئے عمارہ کی بات پر عمل کرنے کے ارادے سے فہد کی طرف بڑھا تھا۔

اگلی شام علی پاکستان پہنچ چکا تھا۔ محد اسے ائیر پورٹ سے راولپنڈی اس کے گھر تک کے سفر کے دوران پچھلے چھ ماہ کے متعلق پوچھتا بتاتا رہا۔

"تمہارے لئے سوٹ خرید رکھے ہیں ہم نے۔ میں بھجوادوں گا۔ اگلے ہفتے ولیمے کی تقریب میں وہی پہن کر آنا ہے لازمی! سمجھ گئے؟" اسے گھر چھوڑ کر واپسی پہ وہ کہہ رہا تھا۔

"عمارہ کی بارات بھی اسی دن ہے؟" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا۔

"ہاں"

"وہ خوش ہے؟"

"ہاں"

محد نے مختصر جواب پر اکتفا کیا تھا۔

◇◇◇

ایک شام قبل زونیشہ رخصت ہو کر ثبیتہ ہاؤس میں لائی گئی تھی۔ اور آج ولیمے کے لئے اسے تیار کرنے عمارہ نے گھر پر ہی کسی کو بلا رکھا تھا۔ تقریب گھر ہی کے لان میں ہونا تھی۔ یہ عمارہ اور

www.novelsclubb.com

محد دونوں کی خواہش تھی۔

وہ محد کے کمرے میں، یعنی اپنے کمرے میں تیار بیٹھی تھی۔ ہلکے فالسئی رنگ کا لمبا پاؤں تک آتا جوڑا جس پر فالسئی اور روپہلے رنگ کے دھاگے اور موتیوں کا کام تھا۔ ہم رنگ دوپٹے کا ایک سرا اس نے داہنے بازو کے گرد لے رکھا تھا جبکہ دوسرا سرا پیچھے سے آگے لا کر باہنے کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ اسے حجاب کرنا تھا سو سر پر نہیں ٹکایا۔ فالسئی رنگ کے حجاب سے چہرے کا احاطہ کیئے اس نے الماری کے وسط میں بنے لمبے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ گہرے جامنی رنگ کے پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔ کوٹ کے نیچے پہنی سامنے سے نظر آتی سفید شرٹ کے ساتھ کوٹ کی اوپر والی جیب میں سے لیوینڈر کا پھول جھانک رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیسا لگ رہا ہوں میں؟" اس نے کمرے میں آتے ہی پوچھا۔

"تمہیں کتنا شوق ہے میرے لباس کے ساتھ میچنگ کرنے کا" وہ اسے دیکھتے ہی بولی تھی۔

"وہ تو ہے۔ بتاؤ نا کیسا لگ رہا ہوں"

"یہاں قریب آؤ ذرا" اس نے کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"یہاں میرے ساتھ آؤ محد!!" وہ اسے کندھے سے پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کرنے لگی۔

"ہاں! اب اچھے لگ رہے ہو" سامنے لمبے آئینے میں اپنا اور اس کا عکس دیکھتے ہوئے کہا تو محد ہنس دیا۔

"ہاں۔اور تم بہت حسین"، وہ کہہ کر لمحہ بھر کو رکا۔زونیشہ مسکرائی تھی، "کیا یہ میک اپ کا کمال ہے؟" اس نے لہجے میں دنیا جہاں کی معصومیت بھر کر پوچھا۔زونیشہ کے چہرے پر آئی مسکراہٹ غائب ہوئی۔اس نے محد کو آنکھیں دکھائیں۔

"کیا اتنا اچھا لگ رہا ہوں جو اپنی یہ کتھئی آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہی ہو" اس کی بات پر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ہنسنے لگی۔

"چلیں لان میں؟ یا ربیط البیت! (اے گھر کی ملکہ)" اس نے اپنا داہنا ہاتھ اس کی سامنے پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"اب اس کا کیا مطلب ہے؟ دیکھو پچھلی بار والی بات کا بھی مطلب نہیں بتایا تم نے" اس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا

"بتادوں گا۔بتادوں گا۔کیا جلدی ہے" وہ اسے ساتھ لئے کمرے سے نکل کر لان کی طرف

چل دیا جہاں تقریب کی سبھی تیاریاں مکمل تھیں اور بلائے گئے مخصوص مہمانوں میں سے اکثر پہنچ چکے تھے۔وہ سبھی مہمانوں سے مل رہا تھا جب اس کا فون بجا۔علی کا فون تھا۔اس نے جھٹ سے فون موصول کیا اور ایک طرف آ گیا۔

"محد یہ لباس مجھے ہی پہننا ہے؟ یا غلطی سے کسی کے کپڑے مجھے بھیج دیئے ہیں؟" وہ رابطہ قائم ہوتے ہی بول پڑا۔

"کیوں تم موٹے ہو گئے ہو؟ یا قد بڑھ گیا ہے؟ تمہارے ماپ کا نہیں ہے لباس؟"

"اوہو ماپ کا مسئلہ نہیں ہے، وہ ٹھیک ہے۔لیکن یہ"

"جو بھی ہے، یہی پہن کر آنا ہے۔ہم سب نے ایسے ہی کپڑے پہنے ہیں۔یوں سمجھو کہ آج کا ڈریس کوڈ ہے یہ۔اور جلدی پہنچو۔تم اچھے خاصے لیٹ ہو" محد نے کہہ کر اس کی بات سنے بغیر فون کاٹ دیا۔

علی نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہینگر پر لٹکے لباس کو بے بسی سے دیکھا اور بادل ناخواستہ واش روم میں گھس گیا۔کپڑے بدل کر بے دلی سے اپنے گھنگریالے بالوں کو ہاتھ سے ہی کچھ الٹا سیدھا کیا کہ کنگھا کرنے کو اس کا جی نہیں چاہا۔کلائی پر گھڑی باندھی اور پرفیوم کے دو چار سپرے خود پر

چھرک کر گھر سے نکل آیا۔ باقی سب صبح سویرے ہی نکل چکے تھے۔اس کی جب آنکھ کھُلی، تب وہ گھر میں اکیلا تھا۔

راولپنڈی سے اسلام آباد کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے اسے خیال آیا کہ جانا کہاں ہے۔یہ تو اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ تقریب کہاں ہو رہی ہے۔اس نے گاڑی ایک طرف کو لگائی اور دوبارہ محد کا نمبر ملانے لگا۔

"ہاں بولو؟ہو کہاں تم؟" محد نے پہلی ہی گھنٹی پر فون موصول کر لیا گویا وہ اسی کے فون کا منتظر بیٹھا ہو۔

"یار میرج ہال کی لوکیشن بھیج دو جہاں پہنچنا ہے"

"کیا مطلب؟کارڈ تک کھول کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی تم نے؟" محد کے انداز میں شکوے کا تاثر نمایاں تھا۔

"معذرت کے ساتھ، میں نے نہیں دیکھا کارڈ کھول کر۔اب بھیج دو لوکیشن۔بہت دیر کر چکا ہوں پہلے ہی"

"ہاں دیر تو تم نے خاصی کر دی۔گھر ہی آنا ہے۔کسی میرج ہال شال میں نہیں جانا"

"کون سے گھر؟"

"میرے باپ کے کتنے گھر ہیں؟ ظاہر ہے ثبیتہ ہاؤس کی بات کر رہا ہوں۔اب جلدی آؤ اور میں نہیں چاہتا تم مزید میرے ولیمے کی تقریب خراب کرو سو فون بند کر رہا ہوں اپنا"

"بے وفا آدمی! تم سے اور امید ہی کیا ہے مجھے" فون کٹ جانے کر بعد وہ موبائل کی سکرین کو گھورتے ہوئے دانت پیس کر بڑبڑایا۔اور پھر گاڑی ثبیتہ ہاؤس کے راستے پر ڈال دی۔

گھر کے سامنے گاڑی روک کر گاڑی سے نکلنے سے پہلے اس کے ساتھ والی سیٹ سے ایک سفید اور سیاہ رنگ کا شماغ نما سکارف اٹھایا تھا، جو اس کے لباس کے ساتھ موجود تھا اور سر پر باندھنے لگا۔پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھی بلی کو اٹھائے گاڑی سے اتر گیا۔

گھر کا دروازہ کھلا تھا سو وہ دبے پاؤں اندر چلا آیا۔نیاز چچا اسے دیکھتے ہی دوڑ کر اس کی طرف آئے تھے۔چچا نے اسے لان کی طرف جانے کا اشارہ کیا تو وہ وہیں چل دیا۔لان میں زیادہ لوگ نہیں تھے۔خواتین کی طرف پردہ لگا تھا سو وہ وہاں نہیں دیکھ سکا۔

"علی بھائی آ گئے" اسے لان کی طرف بڑھتے دیکھ کر فہد تقریباً چلایا تھا۔وہ فہد کی آواز پر خود بھی چونک سا گیا۔

"آخر کار!" وہاں بیٹھے مرد حضرات ایک ایک کر کے کھڑے ہونے لگے۔اسے محسوس ہوا کے پردے کے اس پار بھی فہد کی آواز کے بعد ہلچل سی مچی تھی۔

"جھوٹے کہیں کے! تم تو کہہ رہے تھے کہ سب نے ایسے ہی کپڑے پہنے ہیں" علی محد کو دیکھتے ہی بول پڑا۔

"ارے واہ! جُبے اور شماغ میں تو بڑے سج رہے ہو یار علی۔عمارہ کے انتخاب کو داد دینی پڑے گی۔اور ایسے نہ کہتا تو کیا تم پہنتے یہ جُبہ؟" محد اس سے مل کر اسے سرتاپا دیکھتے ہوئے بولا۔علی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"عمارہ کا انتخاب؟ کیا مطلب؟" اس نے پوچھا مگر اس کا معصومانہ سوال نظر انداز کر دیا گیا۔

"ارے علی بھائی! یہ کون ہے؟ نئی بلی لے لی آپ نے؟ اس کا کیا نام ہے؟" فہد اس سرتاپا سفید بلی کو اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"زلیخا" اس نے کہا تو فہد حیرت سے کبھی علی کو اور کبھی بلی کو دیکھنے لگا۔

"زلیخا؟ یہ بلی؟" وہ بڑبڑایا

"یہاں آجایئے۔دلہے میاں!" رضا احمد نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اور پھر کندھوں سے

پکڑتے ہوئے عین وسط میں رکھے صوفے پر بٹھا دیا۔

"دلہا؟ میں سمجھا نہیں پھوپھا۔۔۔آزر بھائی یہ سب کیا ہو رہا ہے" اس نے نا سمجھی کے عالم آزر کی جانب مدد طلب نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"تمہاری شادی ہو رہی ہے بھئی اور کیا!" آزر نے عام سے انداز میں کہا تھا۔"قاضی صاحب نکاح شروع کریں۔ہمارا لڑکا حاضر ہے" آزر نے اسے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا۔وہ حیرت اور بے یقینی سے ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے ہوئے بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔مجھے صورتحال سمجھنے کا موقع تو دیں"

"تم نے موقع دیا تھا جاتے ہوئے ہمیں تم سے ملنے کا؟ قاضی صاحب آپ نکاح پڑھائیں" محد نے دوٹوک کہا تو علی کسمسا گیا۔وہ ان سب کی قید میں آ چکا تھا سو اب خاموش ہو جانا بہتر تھا۔

نکاح خواں نے دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ نکاح کا آغاز کیا تھا۔

"عمارہ بنت رضا احمد آپ کو قبول ہے؟" انہوں نے کافی لمبی چوڑی تمہید باندھی تھی مگر اسے صرف 'عمارہ بنت رضا احمد' سنائی دیا تھا۔نکاح خواں نے اسے خاموش پا کر دوبارہ پوچھا تھا۔

"جلدی کر لیں علی بھائی۔اس سے پہلے کہ عمارہ کا ارادہ بدلے۔وہ ہے بھی ایسی ہی۔کبھی بھی

دماغ گھوم جاتا ہے اس کا" فہد نے قریب آکر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔اس نے تھوک نگلا تھا۔اتنے غیر متوقع نکاح کو سمجھنے میں کچھ وقت تو لگنا تھا۔اس نے اپنے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری پھر ایک گہری سانس بھر کر اپنے دل کی حالت کو بحال کیا کہ اس خاص لمحے میں اس کے دل کی دھڑکن ترتیب کھو رہی تھی۔

"قبول ہے"

"پورے دل سے قبول ہے"

اس نے کہا تو قہقہوں کا اک شور سا اٹھا تھا۔نکاح نامہ دستخط کے لئے کسی نے اس کے آگے کیا تھا۔وہاں موجود عمارہ کے دستخط دیکھ کر بھی وہ بے یقین تھا۔کچھ دیر وہ ان دستخط کو دیکھتا رہا۔

"آپ کیا رخصت ہو رہے ہیں جو اتنا سوچ رہے ہیں؟ عمارہ نے فٹافٹ سائن کر دیئے تھے۔

ارے جلدی کریں ناں علی بھائی" سب سے زیادہ جلدی تو فہد کو تھی۔

"تمہاری بہن تو چیتی ہے۔اس جیسا کوئی نہیں" وہ مسکرایا۔پچھلے چھ ماہ میں شاید وہ آج پہلی بار دل سے مسکرایا تھا۔پردہ ہٹا دیا گیا تھا۔اس کے سامنے برقع پوش عمارہ بیٹھی تھی۔اس نے حیرت اور مسرت کے ملے جلے احساس سے عمارہ کو دیکھا اور پھر خود پر ایک نگاہ ڈالی۔اس کے سیاہ برقع

کے ساتھ تو یہ سفید جُبّا اور شماغ ہی اچھا لگنا تھا، اس نے سوچا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"چلیں بھئی میرے خیال سے اب جلدی سے کھانا کھلا دیں اس نئے جوڑے کو۔ پھر نکلنا بھی تو ہے انہوں نے" ثمینہ ممانی علی کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ علی نے چونک کر انہیں دیکھا

"امی آپ بھی شامل ہیں اس سب میں؟ مجھے بتایا تک نہیں!؟ اور کہاں نکلنا ہے؟"

"ثمینہ ممانی کا ہی ہاتھ ہے اس سب کے پیچھے۔ خود تو تم فرار ہو گئے ایسے اچانک۔ اب تمہیں سزا بھی تو دینی تھی تو کیوں بتاتے تمہیں" محد ہنسا۔

"ہاں اور اس سے بڑی سزا کیا ہو گی" فہد نے عمارہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"محد، علی کا سامان گاڑی میں رکھوا دیا ہے میں نے۔ ٹکٹ وغیرہ تمہارے پاس تھے نا؟"

"جی جی۔ یہ رہے ٹکٹ!" محد نے اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹکٹ کا لفافہ نکالا اور علی کی طرف بڑھا دیا۔

"کہاں کے ٹکٹ؟ کہاں جانا ہے؟ عمارہ تم ہی بتا دو؟" اس نے بے بسی سے عمارہ کو دیکھا جو

خاموش نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم دونوں کی فلائٹ ہے آج رات کی" رضا احمد کہنے لگے

"کہاں کی؟"

"کراچی کی"

"کیوں؟" علی ناسمجھی کے عالم میں پوچھنے لگا۔

"اور پھر کراچی سے شووں۔۔۔جدّہ" یہ فہد تھا۔

"ہم عمرہ کرنے جارہے ہیں علی" بالآخر عمارہ بولی تھی.

"کب؟"

"آج رات"

"ایسے اچانک؟" علی نے تعجب سے پوچھا

"اچانک؟ کیا کہا اچانک؟"، محد کہہ رہا تھا، "میرے بھائی بہت محنت لگی ہے اس میں میری۔ پہلے تمہیں وقت پر واپس بلانے میں۔ پھر ثمینہ ممانی کی مدد سے تمہارے پاسپورٹ وغیرہ چُرانے میں۔ لیکن چلو، اپنی اکلوتی بہن کے لئے اتنا تو مجھے کرنا ہی چاہیئے تھا۔ اور میری بات سن

www.novelsclubb.com

لو علی! تم نے میری بہادر بہن کو بہت رلایا ہے۔اب اسے بہت خوش رکھنا"

"محد بھائی،اس بات کی فکر نہیں ہے کیوں کہ اب تو ساری عمر یہ خود رونے والے ہیں" فہد نے کہا تو وہاں موجود سبھی کا قہقہہ چھوٹا تھا۔

◇◇◇

چند دن بعد۔۔۔مکہ!

"میں ایک بات سوچ رہا تھا عمارہ" وہ کہہ رہا تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں آرام دہ کرسی پر بیٹھی وہ اپنی پسندیدہ سورت البقرہ کی تلاوت کر رہی تھی، ہاتھ میں پکڑے قرآن پاک پر سے نگاہ اٹھا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہم انسان بڑے بیوقوف ہوتے ہیں۔ہم ان چیزوں اور لوگوں کو اپنا سمجھ بیٹھتے ہیں جو کبھی ہمارے نہیں ہوتے۔نا کبھی ہو سکتے ہیں تب تک جب تک اللہ نہ چاہے۔بلکہ در حقیقت اس دنیا میں کچھ بھی ہمارا نہیں ہوتا۔ہم خود بھی اپنے نہیں ہوتے۔ہم اللہ کے ہیں۔ہماری صلاحتیں، ہماری خوبصورتیاں، ہماری سانس، ہماری صفات، یہ سب اللہ کا ہے۔یہ اس رب کی مہربانی ہے کہ وہ ہمیں عطا کرتا ہے۔کبھی جلدی، کبھی زرا انتظار کروا کر۔"

" صحیح بات ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ سراسر غلط کہتے ہیں۔ اللہ کے ہاں نہ دیر ہوتی ہے۔ نہ اندھیر۔ جو ملتا ہے وہ اپنے مقررہ وقت، مقررہ جگہ اور مقررہ انداز میں ملتا ہے۔ جو وقت اللہ نے ہمارے لئے طے کر رکھا ہوتا ہے۔ یہ ہم ہی ہیں جو عجلت میں رہتے ہیں، بے صبرے ہو جاتے ہیں۔ اور اس صحیح وقت کو دیر سمجھتے ہیں۔ اور میں سوچتی ہوں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے۔ وہ خاص ہمارے لئے ہوتا ہے۔ وہ اللہ نے بالخصوص ہمارے لئے رکھا ہوتا ہے۔ اور خاص چیزیں پروٹوکول کے ساتھ ملا کرتی ہیں ناں۔ اس لئے اللہ نے بھی کچھ پروٹوکولز رکھے ہوتے ہیں۔ کہ اپنے کس خاص بندے کو کس خاص وقت پر، اور کس خاص رنگ میں عطا کرنا ہے" وہ کہہ کر چپ ہوئی تو علی اسے دیکھتے ہوئے مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"مجھے اللہ نے اتنا عطا کیا ہے کہ اب زندگی سے کچھ نہیں چاہیئے علی۔ میں بس چاہتی ہوں کہ اللہ مجھے چن لے، ان لوگوں میں کر لے جنہیں وہ اپنے قریب رکھتا ہے، جو لوگ اسے پیارے ہوتے ہیں"

"اب دعاؤں میں مجھے شامل نہیں رکھو گی؟" وہ شکوہ کر رہا تھا۔

"دعا ہے کہ اللہ ہمیں چن لے۔ آمین" اس نے اس کا شکوہ دور کیا تو وہ مسکرا دیا۔

"اچھا حرم میں چلیں؟اس وقت رش نہیں ہو گا وہاں۔مزے سے طواف کریں گے۔فجر میں بھی تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے" علی نے سر پر شماغ باندھے ہوئے پوچھا۔وہ اسے دیکھ کر بے اختیار مسکرا تھی۔

"کیا ہوا؟" اسے مسکراتا دیکھ کر وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں۔شُماغ میں اچھے لگتے ہیں آپ"

"جانتا ہوں۔ تبھی تو باندھتا ہوں۔ورنہ تم جانتی ہو میرے گھنگریالے بال مجھے کتنے پسند ہیں۔۔۔اچھا اب چلو نا"

"ایک منٹ بس۔یہ آخری دو آیات رہ گئیں"

"وہ تمہیں یاد ہیں زبانی،راستے میں پڑھ لینا"

"اچھا۔۔۔چلیں پھر۔چلتے ہیں۔کل یوں بھی ہم واپس چلیں جائیں گے"

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں۔پھر پتا نہیں کب یہاں آنا ہو"

اس نے کہا تو عمارہ نے قرآن پاک بند کر کے اس پر خلاف چڑھایا اور نماز چادر اوڑھتے ہوئے اس سے ساتھ ہوٹل سے نکل آئی۔

اس وقت صحنِ حرم میں واقعی زیادہ رش نہیں تھا۔اکادکا لوگ ہی دکھائی دے رہے تھے۔اس نے کعبہ پر محبت بھری نگاہ ڈالی تھی۔اسے یاد آیا کہ آرٹ گیلری میں کھڑے ہو کر اس نے ایک خواہش کی تھی کہ وہ زندگی میں ایک بار یہاں آنا چاہتی ہے۔اس نے یہ بھی چاہا تھا کہ اسے علی کا ساتھ نصیب ہو۔آج اسے خود پر رشک آنے لگا تھا۔کیا واقعی رب اتنا نواز دیتا ہے،اس نے سوچا اور علی کا ہاتھ پکڑے طواف کرنے لگی۔

میں تہجد کے نفل پڑھنے لگی ہوں" طواف پورا ہوا تو اس نے علی سے کہا۔

"ہاں مجھے بھی پڑھنے ہیں۔آؤ اس طرف پڑھتے ہیں" وہ اس کا ہاتھ تھامے ایک طرف کو لے گیا۔عمارہ اس سے زرا پیچھے کھڑی ہو گئی۔وہ نفل پڑھ چکا تو اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا،وہ سجدہ ریز تھی۔اس نے مسکرا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لئے۔کچھ دیر دعا مانگ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا،وہ اب بھی سجدہ ریز تھی۔وہ اس کے قریب آیا تھا۔

"سو گئی کیا؟"اس نے سوچا اور جھک کر عمارہ کے کندھے پر ہلکا سا ہاتھ رکھا تھا۔ہاتھ رکھتے ہی اس کا وجود ایک جانب ڈھلک گیا۔اس کی بند آنکھوں کی پلکیں نم تھیں۔چہرے پر گہرا سکوت تھا۔علی ٹھٹک کر پیچھے ہٹا تھا۔پھر یکایک عمارہ کے قریب آ بیٹھا۔

"عمارہ" اس نے اسے آہستہ سے جھنجھوڑا۔

"عمارہ اٹھو!" دوسری پکار پر وہ تقریباً چلایا۔ صحنِ حرم میں اس کی آواز گونجی تھی۔ اس کی آنکھیں اس ان چاہی حقیقت کو اپنے سامنے پا کر خوف سے پھیل گئی تھیں۔ وہ بے یقینی سے عمارہ کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔ "عمارہ کیا ہوا؟" اس نے پوچھنا چاہا تھا۔

"عمارہ!! اٹھو" وہ سن نہیں رہی تھی۔ ایسے جیسے اس کے وجود میں کوئی حرکت باقی نہیں تھی۔ کوئی سانس باقی نہیں تھی۔ پچھلی بار وہ اسے بغیر کچھ کہے چلا گیا تھا۔ آج وہ اسے بغیر کچھ کہے جا چکی تھی۔ بہت دور جا چکی تھی۔

جب خوشیاں عطا کی جاتی ہیں تو ہم انہیں بے یقینی میں گزار دیتے ہیں۔ شاید یہ مل جانے کی بے یقینی ہی ہوتی ہے کہ خوشیوں کے لمحے ہمیشہ تھوڑے لگتے ہیں۔ یوں جیسے پلک جھپکنے میں گزر گئے ہوں۔

آسمان کی سیاہی اس کے دکھ کا اعلان کر چکی تھی۔ تہجد کا وقت کسی اللہ کے پیارے کو اللہ سے ملوا چکا تھا۔ کسی چُنے ہوئے انسان کو منزل تک لے جانے کے لئے فرشتے کو حکم دے دیا گیا تھا۔ اور اللہ جسے چاہتا چُن لیتا ہے۔ جیسے چاہتا ہے، چُن لیتا ہے۔

اس نے بے بس نگاہوں سے سامنے کعبہ کو دیکھا اور پھر عمارہ کو۔

"وہیں جہاں روح کو مرہم ملتا ہے اور دل جوڑے جاتے ہیں" عمارہ نے اس جگہ کے متعلق کہا تھا۔

اس کی روح کو اس کا اصل مل گیا تھا۔ اس کے دل کو رب نے جوڑ دیا تھا۔ اس نے منزل پالی تھی۔ وہ منزل جو اس کے روبرو تھی۔ وہ منزل جو اس کا اصل تھی۔

جب اس نے خود کو اللہ کی راہ پر چلایا تو اللہ نے اسے آزمایا بھی بہت اور نوازا بھی بہت۔ مگر منزل تو رب ہوتا ہے۔ ہر بشر کی منزل رب ہے۔ منزل کی طرف بڑھتے راستے پر بہت کچھ ملتا ہے اور بہت کچھ کھو جاتا ہے۔ مگر جب بالآخر رب مل جائے تو کیا کھویا، کیا پایا، وہ سب بے معنی ہو جاتا ہے۔

www.novelsclubb.com

وہ اسے جتنی پیاری لگتی تھی۔ آج اللہ کو وہ اس سے بھی زیادہ پیاری ہو گئی۔ اور جو اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے، اس کا دنیا میں کوئی کام باقی تھوڑی رہتا ہے۔

"عمارہ!!" وہ بے یقینی کے عالم میں اسے پکار رہا تھا۔ کہ وہ اس کی ایک پکار پر رک جاتی تھی۔ وہ اس کی آواز سب آوازوں میں فوراً پہچان لیتی تھی۔ اس کی آنکھیں اضطراب میں کبھی سامنے

موجود کعبہ پر اور کبھی عمارہ کے چہرے پر بھٹک رہی تھیں۔ کتنی بے بسی تھی۔ کتنی بے بسی تھی!

کعبہ کے سامنے بیٹھ کر وہ چاہتے ہوئے بھی اسے مانگ نہیں پا رہا تھا۔ جہاں سب کچھ مانگا جاتا ہے، جہاں دل کھول کر مانگا جاتا ہے، جہاں بلا جھجک مانگا جاتا ہے، وہاں وہ اسے نہ مانگ سکا کہ وہ جا چکی تھی۔ وہ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اس کے ساتھ نہیں تھی۔ اس نے علی کے ساتھ یہاں آنے کہ خواہش کی تھی۔ یہاں سے جانے کی نہیں۔ شاید وہ ہمیشہ یہیں رہنا چاہتی تھی۔

موت کی حقیقت اتنی ہی تلخ ہوتی ہے۔ انسان خود اپنے قدموں سے چل کر اس مقام تک جاتا ہے جہاں اس کی آخری سانس طے ہے۔ وہ اپنی نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ کعبہ کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ صحنِ حرم اس کے دکھ کی انتہا کا گواہ تھا۔

کیا انسان اتنا بے بس بھی ہو سکتا ہے!؟ وہ عمارہ کے بے جان وجود کو سینے سے لگائے بچوں کی طرح رو دیا۔

◇◇◇

وہ اس کے ساتھ گیا تھا مگر واپسی پر تنہا تھا۔ یہ اکیس دن اس کی زندگی کے سب سے خوبصورت دن تھے۔ شاید یہ اکیس دن ہی اس کی کل زندگی تھے۔

اب جب زندگی گزر گئی تھی تو وہ اپنے وجود کا بوجھ اٹھائے چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔اسے اپنے پیچھے ثمینہ اور خولہ کی دبی دبی سسکیوں کی آواز سنائی دی رہی تھی۔اس نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

زندگی کی ہیپی اینڈنگ بھی کبھی ہوئی ہے بھلا؟زندگی تو موت پر ختم ہوتی ہے۔اور موت تو غم لاتی ہے اپنے ساتھ۔ہاں اتنی کوشش ضرور کرنی چاہیئے کہ موت کے بعد کی زندگی کی ہیپی بِگِننگ ضرور ہو کہ وہی اصل زندگی ہے۔ورنہ ہم جو جی رہے ہیں،وہ تو محض ایک خواب کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ایک مشکلات سے،آزمائشوں سے،اچھے برے حالات سے بھرا خواب۔اس خواب میں کچھ لمحے اگر خوشی میں گزریں تو ان پر شکر واجب ہے اور خوشی پلٹ جائے تو صبر۔یہ سفر صبر و شکر کا ہے۔اس کی منزل اس دنیا کے حاصل یا لاحاصل پر انحصار نہیں کرتی۔یہ رب کے ساتھ بہترین تعلق پر منحصر ہے۔

اس کے بستر پر کچھ رکھا تھا۔وہ بیڈ کے قریب آ کھڑا ہوا۔بستر پر موجود شے کو دیکھ کر اس نے اسے تھامنے کے لئے ہاتھ بڑھائے تھے۔اس کے ہاتھوں میں لغزش واضح تھی۔وہ عمارہ کی پینٹنگ تھی۔عمارہ کی آخری پینٹنگ!جو بظاہر ادھوری تھی۔مگر اس کے لئے وہ ایک مکمل پینٹنگ

تھی۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے پینٹنگ پر ہاتھ پھیرا تھا۔خشک آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔ کینوس پر ع بنا ہوا تھا جو عین بیچ میں آ کر ختم ہو جاتا تھا۔گویا وہ ع بھی پورا نہیں لکھ سکی تھی۔

وقت یونہی تو پلٹا کھا جاتا ہے۔لمحہ بھر میں منظر کیا سے کیا ہو جائے،کسے معلوم۔پھر ہم انسانوں کے پاس بچتا کیا ہے سوائے صبر کے۔سو صبر ہی انسان کو کل اثاثہ ہوتا ہے۔زندگی میں کبھی کچھ نہ ملنے پر صبر! کبھی مل جانے کے بعد کھو جانے پر صبر! زندگی کی اَن ہونیوں کے ہو جانے پر صبر! سانسوں کے ختم ہو جانے تک صبر!

یہ پینٹنگ اسے فہد نے بھیجی تھی۔پینٹنگ کے ساتھ ایک ننھا کارڈ چسپاں تھا۔اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے وہ کارڈ کھولا۔

"میرا اس پینٹنگ کو مکمل کرنے کا جی نہیں چاہا۔مگر یہ ادھوری چھوڑ کر بھی مجھے مکمل لگ رہی تھی۔اس میں وہ سبھی کچھ ہے جو مجھ سے منسلک ہے۔اس ع میں عمارہ بھی ہے، علی بھی ہے۔ اور عشق بھی۔

عمارہ تم سے عشق کرتی ہے علی۔لوگ کہتے ہیں کہ عشق لازوال ہوتا ہے۔مر کر بھی نہیں مٹتا۔ یہ باتیں تو میں نہیں جانتی۔بس اتنا جانتی ہوں کہ عمارہ نے اللہ سے تمہارا کبھی نہ ختم ہونے والا

ساتھ مانگا ہے، اور اسے یقین ہے کہ اللہ اس کی دعا رد نہیں کرے گا۔اس جہاں میں نہیں تو اُس جہاں میں۔ عمارہ تمہارا انتظار کرے گی علی!"

"جب آپ ملک سے باہر چلے گئے تھے تب یہ پینٹنگ اور کارڈ وہ آپ کو بھجوانا چاہتی تھی۔ نجانے کیوں نہیں بھجوا سکی۔ سو یہ آپ کی امانت تھی۔ آپ کو لوٹا رہا ہوں" فہد نے ساتھ ایک کاغذ پر یہ نوٹ لکھ کر بھیجا تھا۔اس نے کاغذ کو تہہ لگا کر اپنے گال پر پھسلتے آنسو کے قطرے کو صاف کیا اور بیڈ پر لیٹ کر چھت کو تکنے لگا۔

"کیا زندگی واقعی اتنی ناقابلِ یقین ہے؟ اتنی بے درد ہے؟" اس نے خود سے سوال کیا تھا۔

"تمہیں اتنی جلدی تھی جانے کی عمارہ؟" اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں اب روانی تھی۔ آنکھوں میں جلن کے احساس پر اس نے انہیں میچا تھا۔"کاش میں نے تمہارے لئے، ہمارے لئے کچھ کیا ہوتا عمارہ۔ کاش میں نے تمہاری میرے لئے اس بے لوث محبت کو بہت پہلے اپنایا ہوتا عمارہ" اس نے اپنا دایاں بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

اس کا فون بجا تھا۔اس نے آنکھوں سے بازو ہٹائے بنا فون کو یونہی بجنے دیا۔چند لمحوں بعد فون دوبارہ بجنے لگا تو اسے بادل ناخواستہ فون موصول کرنا پڑا۔

"علی۔کیسے ہو؟" محد پوچھ رہا تھا۔اس کی آواز بھاری تھی۔صاف محسوس کیا جاسکتا تھا کہ وہ بھی روتا رہا ہے۔

"میں نہیں جانتا" وہ زار زار رو دینے کے قریب تھا۔

"تم عمارہ کو وہیں چھوڑ آئے علی۔تمہارے ساتھ اسے اس لئے تو نہیں بھیجا تھا۔اس کی خواہش کی تکمیل کے لئے بھیجا تھا۔اس کے خواب کی تعبیر کے لئے بھیجا تھا علی۔تم اسے ساتھ کیوں نہیں لائے"

"میں کیسے لے آتا جب اسے اللہ نے آنے ہی نہیں دیا۔شاید وہ خود نہیں آنا چاہتی تھی۔میں ۔۔۔میں اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا ناں محد۔دیکھو اس نے بدلہ لے لیا مجھ سے۔وہ ہمیشہ مجھ سے بدلہ لے لیا کرتی تھی۔دیکھو اب کیسے چھوڑ گئی وہ مجھے" محد اس کی ہچکیاں سن سکتا تھا جو رو رو کر بندھ گئی تھی۔

"محد وہ میری ایک پکار پر رک جاتی تھی۔میں اسے پُکارتا رہا، بلاتا رہا۔وہ کیوں نہیں رُکی؟ اس بار تو میں نے اسے پوری طرح اپنا کر پکارا تھا۔پوری محبت سے پورے حق سے پکارا تھا۔وہ پھر بھی نہیں رُکی؟ وہ میری آواز ہجوم میں بھی پہچان لیتی تھی۔وہ میری ہر بات کا جواب دینا اپنا فرض

سمجھتی تھی۔ لیکن میں اسے پُکارتا رہ گیا محد۔اس نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں،اس نے سُنا تک نہیں کہ وہ مجھے کتنی عزیز ہے۔اس کے بغیر کیسے گزرے گی یہ زندگی اب؟"

وہ رو رہا تھا۔بلک بلک کر تو رہا تھا۔فون کے دوسری طرف محد کی آنکھیں مسلسل بہہ رہی تھی۔ وہ اپنی بہن کے جانے کا غم منائے یا اپنے دوست کی تکلیف کا،وہ طے نہیں کر پا رہا تھا۔

"تم نے تو اس کے جاتے جاتے اس کی خواہش پوری کر دی۔ مگر میں۔۔۔میں تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکا محد۔میں کیسے رہوں گا اب؟ کیسے جیوں گا؟"

"میں آجاؤں تمہاری طرف؟"اس سے کوئی اور بات نہ بن پائی تھی۔

"تمہارے آنے سے کیا وہ آجائے گی؟ عمارہ آجائے گی؟"وہ پوچھ رہا تھا۔محد اس کی بات کا کوئی جواب نہ سکا۔کتنی دیر تک وہ فون کے دوسری طرف علی کی سسکیاں سنتا رہا تھا۔

گھنٹے بھر بعد ثمینہ علی کو دیکھنے اس کے کمرے میں آئی تھیں کہ وہ کافی دیر سے کمرے میں بند تھا۔عمارہ کی ادھوری پینٹنگ اس کے قریب رکھی تھی اور وہ خود شاید روتے روتے سو گیا تھا۔ فون کان سے زرا فاصلے پر تکیے پر پڑا تھا۔انہوں نے قریب آکر اس کے ماتھے پر آتے گھنگریالے بالوں کو ہٹایا تو انہیں اس کا ماتھا بخار کی شدت سے دہکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔بلا اختیار ان کی آنکھیں

بھیگنے لگیں۔وہ اس کے لئے دوا اور ٹھنڈے پانی کی پٹیاں لینے کی غرض سے کمرے سے نکل آئی تھیں۔

"خولہ کوئی بخار کی دوا نکال دو بیٹے" لونگ روم کی طرف آتے ہوئے انہوں نے خولہ سے کہا تھا جو کسی کیس کی فائل کھولے بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا خالہ جان؟ آپ کو بخار ہے؟" وہ فوراً اٹھ کر ان کے قریب آئی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔وہ علی۔۔۔" ان کی آواز بھرا گئی۔

"میں دوا دیکھتی ہوں" خولہ نے ان کی ادھوری بات سمجھ کر کہا۔اور دوا لینے کے لئے پلٹی کہ ثمینہ فاخر کی آواز پر ٹھہر گئی۔

"میرا بچہ کیسے رہے گا عمارہ کے ساتھ کے بغیر خولہ۔چند دنوں میں اس کے چہرے سے برسوں کی نقاہت دکھائی دینے لگی ہے" ان کے ضبط نے دم توڑ دیا تھا۔

خولہ نے بے بسی سے انہیں دیکھا پھر کندھوں سے تھام کر قریبی کرسی پر بیٹھایا۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی خالہ۔علی نے ایک بار کہا تھا کہ وہ عمارہ کے بغیر رہ تو لے گا لیکن کبھی خوش نہیں رہ سکے گا۔۔۔اس نے عمارہ کو ٹوٹ کر چاہا ہے۔اسے سنبھلنے میں بہت وقت لگ

جائے گا۔تب تک ہمیں اسے سنبھالنا ہے خالہ جان" وہ انہیں پیار سے سمجھا رہی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا۔اس نے ثمینہ کا کندھا تھپتھپا کر انہیں تسلی دینے کے سے انداز میں دیکھا اور پھر فون کی طرف بڑھ گئی۔

"ہاں علیشہ ؟ کیسے یاد کیا؟" رسمی سلام دعا کے بعد اس نے پوچھا تھا۔

"خولہ بھابھی میرے پاس علی کا نمبر نہیں تھا۔عمارہ کے جانے کے بعد کئی دنوں سے میں فون کرنا چاہ رہی تھی۔اس لئے آپ کو کر لیا"

"سب خیریت؟"

"اس روز فیصل آباد ہسپتال میں باتوں باتوں میں عمارہ نے مجھے بہت کچھ بتایا۔اپنی زندگی کے مقصد کے بارے میں۔مجھے لگا کہ اس حوالے سے علی کو ضرور معلوم ہونا چاہیئے "علیشہ اسے تفصیل سے بتانے لگی تھی۔

◇◇◇

پانچ سال بعد۔۔۔

5 اکتوبر 2023-اسلام آباد

وہ سیاہ جینز اور سفید شرٹ جس کی آستین کہنیوں تک مڑی ہوئی تھی، زیب تن کیئے لاؤنج عبور کرتا ہوا محد کے کمرے کے سامنے آرکا تھا۔پل بھر کو ٹھہر کر اس نے دائیں ہاتھ میں تھامے خاکی لفافے کو دیکھا۔ پھر کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دے دی۔

چند سیکنڈ کے انتظار کے بعد دروازہ کھل گیا۔وہ اپنے گرد دوپٹہ لپیٹ کر دروازہ کھولے باہر دیکھنے لگی، سامنے فہد کھڑا تھا۔دروازہ کھُلتے ہی فہد نے ہاتھ میں پکڑا پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا لائے ہو فہد؟"

"میری پبلشنگ کمپنی کی پہلی کتاب!" وہ سنجیدہ آنکھوں سے مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔زونیشہ نے دیکھا کہ وہ کتنے دنوں بعد بولا تھا۔اب وہ بلاضرورت بولتا ہی نہیں تھا۔وہ حیرت سے لفافے کی جانب دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

اس نے فہد کے ہاتھ سے پیکٹ پکڑا تو فہد وہیں سے واپسی کے لئے پلٹا۔

"کہاں چل دیئے؟ کتاب پر میری رائے نہیں لو گے؟" اس نے پوچھا تو وہ جاتے جاتے پلٹا

"آپ کی اور محد بھائی کی رائے شام میں لوں گا بھابھی۔جب باقی سب بھی پہنچ جائیں گے۔یہ تو محد بھائی نے کہا تھا کہ آپ کو پہلے دے جاؤں، اس لئے۔اب میں چلتا ہوں مجھے بہت سارے

کام نمٹانے ہیں" وہ تیزی سے کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

وہ لفافہ اٹھائے کمرے میں آئی اور کھڑکی کے پاس رکھی کرسی پر آ بیٹھی۔ کھڑکی کے شیشے کے اس پار آسمان سے پھوٹتی پانچ اکتوبر کی صبح اپنے ساتھ بادل اور ہوا کی سوغات لائی تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ ٹیبل پر سجایا گیا چھوٹا سا فریم جو کتاب کی طرح کھُلتا تھا، اس کے ایک حصے میں وہ تصویر تھی جو فہد اور عمارہ نے اسی کھڑکی سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کھینچی تھی۔ جبکہ دوسرے حصے کی تصویر میں ہسپتال کا منظر تھا جب محد زونیشہ کے ہوش میں آجانے کے انتظار میں اس کے قریب سر رکھ کر بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا۔ اس نے مسکرا کر ان تصاویر پر نگاہ ڈالی اور پھر ٹیبل پر رکھے لفافہ کو کھولنے لگی۔

کچھ ہی دیر بعد کتاب اس کے ہاتھ میں تھی جس پر موٹے حروف میں لکھا عنوان 'منزلِ روبرو' اسے ایک ہی لمحے میں چونکا دینے اور خوش کر دینے کے لئے کافی تھی۔ عنوان کے نیچے اس کا اپنا نام زونیشہ کومل جگمگا رہا تھا۔

"تمہاری کتاب شائع ہو گئی؟" اسی لمحے محد بالوں میں تولیہ پھیرتے ہوئے بیت الخلاء سے نکلا تھا۔ اسے کتاب پکڑے دیکھ کر پوچھنے لگا، "کیسا لگا سرپرائز"

"یہ۔۔۔مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ یہ کب دی تم نے فہد کو۔اور تمہیں کیسے پتا کہ میں نے کہانی مکمل کرلی یا نہیں؟"وہ حیرت اور مسرت کی ملی جلی کیفیت میں پوچھ رہی تھی۔

"تم سے متعلق ہر بات کی خبر رکھتا ہوں میں۔شادی کی سالگرہ مبارک یار بیٹ البیت!"وہ اپنائیت سے کہہ رہا تھا

"اس کا کیا مطل۔۔۔"

"اے گھر کی ملکہ"وہ پوچھنے ہی والی تھی کہ محد نے جھٹ سے اسے مطلب بتایا تو اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"دیکھاؤ زرا۔کیسی ہے کتاب؟"اس نے مسکرا کر کتاب محد کی جانب بڑھادی۔

"بہت خوبصورت لگی مجھے۔کتنا پیارا ہے اس کا سرِ ورق،اور یہ دیکھیں۔فہد نے صفحات کی کوالٹی بھی اچھی رکھی ہے"وہ اسے شوق سے کتاب دکھانے لگی۔وہ کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔محد نے کتاب کو الٹ کر دیکھا تو کتاب کی پشت پر"العمار پبلیشرز"دیکھ کر اس کے ہاتھ ٹھہر گئے۔اس نے نرمی سے انگلیوں کے پوروں سے اس نام کو چھوا تھا۔زونیشہ کی آنکھوں کے پیالوں میں پانی ابھر آیا۔اس کی آنکھوں کے منظر میں آرٹ گیلری کا منظر دکھائی

دینے لگا۔

"آج تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا، میں تمہاری اس پینٹنگ سے اتنا خوش ہوں" فہد کہہ رہا تھا۔

"سوچ لو فہد۔ عمارہ ایسے موقعوں پر چھوٹی موٹی خواہش نہیں کرتی" علی نے اسے تنبیہ کی تھی۔

"بالکل۔ فہد میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی پبلشنگ کمپنی میرے نام پر بناؤ" عمارہ نے بڑے مان سے کہا تھا۔

"ہم۔۔۔ آج کے دن آخری بار عمارہ سے ملے تھے" یاد آنے پر آنسو اس کی پلکوں سے چھلکنے لگے۔ محد کی آنکھیں نم تھیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گالوں پر بہتے آنسو پونچھے تھے۔ مگر کہا کچھ نہیں۔ کہتا بھی تو کیا کہتا کہ وہ خود اسی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

"علی بھائی سے رابطہ ہوا تمہارا؟"

"ہاں۔ ہر سال کی طرح اس بار بھی وہ اگلے ہفتے عمرہ کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ اور تمہیں پتا ہے؟ میں نے کچھ دن پہلے اسے دیکھا تھا۔ وہ جُبا اور شماغ پہنے ہوئے تھا۔ ممانی بتا رہی تھیں کہ اب وہ اپنی ڈھیلی ڈھالی رنگ برنگی شرٹ ٹراوزر نہیں پہنتا" وہ نم آنکھوں کے ساتھ بتا رہا تھا۔

"عمارہ کی جدائی نے کتنا بدل دیا ہے انہیں۔ وہ تھی ہی ایسی محد۔ عمارہ ان چُنے ہوئے لوگوں میں سے تھی جن کا ساتھ ہونا ہی بہت معنی رکھتا ہے۔ جن کی شخصیت دوسروں کو انسپائیر کرنے کے لئے ہوتی ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ایسی ہی تھی وہ!"

"عمارہ کے اسلامک انسیٹیوٹ کے پروجیکٹ کا زمہ خود اٹھا لینا ہی علی بھائی کی عمارہ سے لازوال محبت کا ثبوت ہے۔ اور انہوں نے جو عجائب گھر کا کام شروع کیا تھا جو پانچ سال پہلے ہی بیچ میں چھوٹ گیا، اس پر دوبارہ کام نہیں کریں گے وہ؟" اسے خیال آیا تو پوچھنے لگی۔

"نہیں۔ اسے اب نوادرات اچھے نہیں لگتے۔ وہ کہتا ہے کہ باقی رہ جانی والی یہ سب چیزیں صرف تکلیف دیتی ہیں اور بار بار یہ احساس دلاتی ہیں کہ ان کو استعمال کرنے والے اب نہیں رہے۔ ورنہ تمہیں پتا ہے؟ علی کو جنون تھا اپنا عجائب گھر بنانے کا۔ نوادرات کا انتہا کا شوقین تھا وہ۔ کبھی نہیں سوچا تھا کہ عمارہ کے ایسے اچانک چلے جانے کے بعد اس کی ترجیحات اتنی بدل جائیں گی"

یہ نوادرات کیا ہوتے ہیں؟" چار سالہ بدر آنکھیں ملتا ان کے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"ارے۔ میرا بیٹا اٹھ گیا۔ آؤ پہلے منہ ہاتھ دھوئیں گے، پھر بتاتا ہوں کہ نوادارات کسے کہتے

ہیں" محد نے کتاب میز پر رکھ کر اسے گود میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

زونیشہ نے کتاب پر ہاتھ پھیرا اور اسے بعد میں تسلی سے دیکھنے کے ارادے سے وہیں چھوڑ کر کچن کی طرف آ گئی۔

"اسلام و علیکم ماں" کچن میں کھڑی طاہرہ رضا کو دیکھ کر اس نے کہا۔ مگر ان کی طرف سے جواب نہ پا کر آگے بڑھی۔ وہ سِنک کے پاس کھڑی سر جھکائے رو رہی تھیں۔ زونیشہ نے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگایا تھا۔

"کتنی بے یقینی ہے نا زونی۔ موت کتنی بے یقین ہوتی ہے" رونے سے ان کی آواز بھر آئی تھی۔

"وہ اس لئے کیونکہ ہمیں اپنی سانس کے ساتھ ساتھ چلنا ہوتا ہے۔ جو زندہ ہیں انہیں بھوک بھی لگتی ہے، نیند بھی آتی ہے، روزمرہ کے کام بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اور زندگی کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔ اس لئے موت بے یقین لگتی ہے۔ ہاں بس جانے والے سے جُڑی باتوں، کاموں اور جگہوں پر اس کی کمی تو ہمیشہ رہتی ہے۔ اس کمی کو، اس خلا کو کوئی چاہ کر بھی پُر نہیں کر سکتا۔ ایسے میں ہمیں صبر کرنا ہے ناں؟" وہ انہیں گلے لگائے نرمی سے کہہ رہی تھی۔ انہوں نے اس سے الگ ہوتے ہوئے اپنے آنسو پونچھے۔ اور پھیکا سا مسکرائیں۔

"آپ کو پتہ ہے ماں؟ میں نے عمارہ کو بہت بہادر پایا ہے۔اس دو دن کی قید میں عمارہ نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا۔اس کی چند ماہ کی دوستی نے مجھے بہت کچھ سکھایا۔وہ چُنے ہوئے لوگوں میں سے تھی۔اور ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔آپ کو تو اپنی بیٹی پر فخر ہونا چاہیئے۔"

"ہاں مجھے عمارہ پر بہت فخر ہے زونی۔بس کبھی کبھی دل بھر آتا ہے۔۔۔چلو چھوڑو یہ سب باتیں"

"ابو چلے گئے؟"اس نے گلاس میں پانی لیتے ہوئے پوچھا

"ہاں۔ان کی کوئی میٹنگ تھی، سو جلدی نکل گئے"

"آج ثمینہ ممانی لوگ آرہے ہیں ناں؟ کیا اہتمام کریں ان کے لئے۔میرے خیال سے کڑاہی بنا لیتے ہیں۔علی بھائی اور آزر بھائی دونوں ہی شوق سے کھاتے ہیں۔اور ثمینہ ممانی کے لئے کوئی سبزی بنالیں؟ان کا کولیسٹرول کافی بڑھا ہوا ہے، خولہ بھابھی بتا رہی تھیں۔"اس نے محد کے لئے چائے چولہے پر رکھتے ہوئے پوچھا تو طاہرہ نے اسے رشک سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"وہ تو رات میں کہیں پہنچیں گے زونی۔رات کا ہی کھانا کھائیں گے۔فکر نہیں کرو۔آرام سے تسلی سے کرلیں گے اہتمام ہم مل کر"انہوں نے اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

"اچھاوہ۔۔۔ماں کل بھی بدر اور بریرہ کی سیرت النبی کی کلاس چھوٹ گئی تھی" اسے اچانک یاد آیا تو طاہرہ کو یاد دہانی کرانے لگی جو روز بچوں کو سیرت النبی سے واقف کرنے کے لئے انہیں پڑھایا کرتی تھیں۔

"ہاں مجھے بالکل یاد ہے۔آج بھی یہ دونوں اٹھتے ہیں تو پڑھا دیتی ہوں۔شام میں تو آج وقت نہیں ملے گا، ہے نا؟"

"چلیں ٹھیک ہے۔بدر تو اٹھ گیا ہے۔بریرہ ابھی سو رہی ہے" اس نے سینڈوچ میکر کی آواز پر اسے کھول کر سینڈوچ نکالتے ہوئے کہا۔

"زونیشہ! بریرہ اٹھ گئی" محد نے اسے آواز لگائی تھی۔اس نے چونک کر طاہرہ کو دیکھا

"جاؤ دیکھ لو۔وہ تو تمہیں پاس نہیں پائے گی تو خوب روئے گی۔محد کو ناشتا میں دے دیتی ہوں" انہیں نے اسے مسکرا کر دیکھا

"شکریہ ماں" اسے تسلی ہوئی تھی۔وہ ناشتہ ان کے حوالے کر کے تیزی سے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

◇◇◇

"محد اب تو ماشااللہ سے کلینک بہترین چل رہا ہے، گھر کب لے رہے ہو؟ زونیشہ کا حق ہے کہ اس کا الگ گھر ہو بیٹا"

"ماں میں جانتا ہوں مگر آپ کی بہو کو آپ سے الگ رہنا ہی نہیں۔ وہ نہیں مانتی" محد نے چائے کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"کیوں بھلا؟ کیوں نہیں مانتی؟"

"یہ تو آپ اسی سے پوچھیئے گا۔ فی الحال آپ ابو سے کہیں کہ فہد کے لئے اوپری منزل کو زرا اچھا سا سیٹ کروا دیں۔ اوپر کا پورشن فہد کو دے دیں اس کی شادی کے بعد۔ اور میرا ذاتی خیال ہے کہ بچوں کی پرورش آپ کے سائے میں ہوتی رہے تو زیادہ اچھا ہے۔ پیار اور محبت کے یہی تو رشتے ہوتے ہیں۔ بچوں کو احساس ہونا چاہیئے کہ یہ رشتے کتنے قیمتی ہیں۔ یوں بھی زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ یہ اتنے حسین رشتے کب اچانک ہاتھ سے چھوٹ جائیں، کسے خبر۔ بچے بڑے ہو جائیں تو الگ گھر بھی بنا لیں گے۔ یا جب زونیشہ کہے گی، تب"

"چلو جیسے تم دونوں کو ٹھیک لگے۔ لیکن دیکھو کہیں زیادتی نہ کر دینا اس کے ساتھ"

"ماں! فکر نہیں کیا کریں۔ میں جانتا ہوں۔ آپ سب میری زمہ داری ہیں۔ اور میں اپنی حتی

الامکان کوشش کرتا رہوں گا کہ آپ میں سے کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔اور باقی آپ ہیں نا میری رہنمائی کے لئے "اس نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا میں نکلتا ہوں۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔کچھ منگوانا تو نہیں آپ نے؟ واپسی پہ لیتا آؤں گا" وہ کچن سے نکلتے ہوئے پوچھنا نہیں بھولا تھا۔انہوں نے مسکرا کر سر نفی میں ہلا دیا

◇◇◇

لاؤنج میں چکور میز کے گرد رکھے صوفوں پر بیٹھے سبھی لوگوں کے بیچ فہد نے کتاب علی کی طرف بڑھائی تو وہ حیرت سے کبھی کتاب کو اور پھر فہد کو دیکھنے لگا۔

"عمارہ باتوں باتوں میں اپنی خواہشات بتا گئی۔میں چاہ کر بھی اپنی کمپنی کا کوئی اور نام نہیں رکھ سکتا تھا۔بھلے وہ بات مذاق میں ہی ہوئی ہو مگر اس بات کو اب نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔سو یہی نام منتخب کیا" وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

علی نے مسکرا کر اسے داد دی۔کتنا ٹھہراؤ تھا اس بار اس کی شخصیت میں۔فہد نے علی کو سر تا پا دیکھا تھا۔وہ آج بھی خاکستری جُبے میں ملبوس تھا۔گھنگریالے بال اس کے ماتھے پر گرے ہوئے تھے

"علی بھائی آپ کو پتا ہے جب آپ وہ شوخ رنگ پہن کر یہاں آتے تھے تو عمارہ آپ کو کیا کہتی تھی؟"اس نے پوچھا تو علی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بسنتی" فہد نے کہا اور علی کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"عمارہ سے کچھ بعید نہیں کہ اس نے یقیناً ایسے بہت سے ناموں سے مجھے یاد رکھا ہو گا"

"پولیس تایا! پولیس تایا! آپ کی بیٹی عیناء نے سمو کی کے بال کاٹ دیئے" بدر کی جڑواں بہن بریرہ نے آزر کے قریب آکر اطلاع دی۔ سب چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"اللہ! یہ عینا بہت شرارتی ہو گئی ہے۔ میں دیکھتی ہوں" خولہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"انسٹیٹیوٹ کیسا چل رہا ہے علی؟" محد نے باتوں کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا چلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پچھلے دو سال خاصے مشکل رہے مگر اب الحمد اللہ سب کچھ انڈر کنٹرول ہے" وہ اسی ٹھہراؤ کے ساتھ کہہ رہا تھا،

"ایسے لاوارث بچے جنہیں اپنی زندگی بے مقصد لگتی ہے، یا یہ لگتا ہے کہ زندگی کا مقصد محض اچھا پہننا اور اچھا کھانا ہے انہیں جب انسٹیٹیوٹ میں آکر یہ سمجھ آنے لگے کہ زندگی کا اصل مقصد اللہ سے ملاقات کی تیاری ہے۔ باقی آسائشیں محض زندگی کا حصہ ہیں۔ اور وہ بچے اپنے

نظریات درست کرنے کی فکر میں سوالات کرتے ہیں، غور و فکر کرتے ہیں، مسلم شناخت کا مطلب پہنچاتے ہیں اور خود کو اس زمانے کی فکری جنگوں کے لئے تیار کرنے لگتے ہیں تو سمجھو ہمارا مقصد پورا ہو رہا ہے" اس نے بات مکمل کی تو طاہرہ اسے فخر سے دیکھ کر مسکرا دی۔ "کیا یہ وہی علی ہے؟" انہوں نے سوچا۔

"محد تمہیں ایک جاب آفر کرنا چاہتا ہوں میں" اس نے اچانک موضوع بدلا تو محد نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیسی جاب؟"

"میں عمرہ کے لئے نکل رہا ہوں اگلے ہفتے۔ دیکھو اللہ نے کیسے عمارہ کو اپنے پاس بلا کر مجھے اپنے پاس بار بار بلانے کا وسیلہ بنا دیا ہے۔ عمارہ وہاں ہے اور اس سے ملنے مجھے وہاں جانا ہی ہے۔ سو ہر سال کی طرح اس بار بھی جا رہا ہوں۔ سکول امی اور باقی استاذ سنبھال لیں گے لیکن عربی کی کلاس کا مسئلہ ہے۔ تو تم پڑھا سکتے ہو؟" اس نے ایک بزنس کارڈ محد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو محد نے نا سمجھی کے عالم میں عمارہ کو اور پھر زونیشہ کو دیکھا۔

"میں جانتا ہوں تمہارے لئے مشکل ہو گا لیکن ہمیں عربی کا کوئی استاد فی الوقت میسر نہیں ہے۔

اوقات کار کا مسئلہ نہیں ہے۔تم کلینک کے بعد شام کے وقت بھی پڑھا سکتے ہو۔میں نہیں چاہتا کہ بچوں کے قرآن کی عربی سمجھنے میں کوئی تاخیر ہو"

"مجھے بہت خوشی ہو گی علی اگر میں کسی طرح کام آسکوں۔انشاءاللہ میں حاضر ہو جاؤں گا"اس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد بزنس کارڈ تھامتے ہوئے حامی بھر لی۔

"ایک منٹ ایک منٹ"فہد کی کارڈ پر نظر پڑی تو اس نے لپک کر محد کے ہاتھ سے کارڈ پکڑا۔

"یہ۔۔۔یہ انسٹیٹیوٹ کا لوگو! یہ میں نے پہلے غور سے کیوں نہیں دیکھا۔یہ تو وہی ادھورا ع ہے ناپینٹنگ والا"اس نے کارڈ پر دی اسلامک انسٹیٹیوٹ کے ساتھ بنے ع پر انگلی رکھی۔

"بہت دیر کر دی تم نے پہنچاننے میں فہد۔ہاں یہ وہی پینٹنگ والا ع ہے۔مگر اس ع سے علم اور عمل کی شاخیں نکلتی ہیں"علی کہتے ہوئے مسکرایا تھا۔فہد نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے داد دی۔

"عمارہ کو بہت مشکل ہوئی تھی یہ لوگو طے کرنے میں۔اور اب دیکھیں کہ اسی کے ہاتھ سے بنی پینٹنگ لوگو کا آئیڈیا دے گئی"

"کیا وہ خوش ہو گی؟میں جو کر رہا ہوں،اس کی محبت میں اس کے لئے کر رہا ہوں۔اللہ اس سے

راضی ہوں،اس لئے کر رہا ہوں۔کیا وہ وہاں خوش ہو گی؟"علی کی آنکھیں بھرنے لگیں۔چند لمحے پہلے کا ٹھہراؤ اس کا ساتھ چھوڑنے لگا۔محد اس کے قریب آیا تھا۔

"وہ بہت خوش ہو گی علی۔اللہ نے اگر اس کے ذریعے تمہیں بار بار اپنے گھر بلانے کا وسیلہ بنا دیا ہے تو تم بھی تو وسیلہ بنے ہو عمارہ کے لئے صدقہ ءجاریہ کا۔اور یہی تو ضروری ہوتا ہے اصل زندگی،ابدی زندگی کے لئے۔مجھے یقین ہے وہ بہت خوش ہو گی۔لیکن تمہاری خوشی بھی اتنی ہی اہم ہے علی"

"محد میں عمارہ سے شادی سے پہلے بھی یہی کہتا تھا اور اب بھی یہی کہوں گا کہ عمارہ کے بغیر بھی زندگی گزر جائے گی۔لیکن میں خوش نہیں رہ سکوں گا۔کسی کو نا پا سکنے کا درد اپنی جگہ۔مگر پا کر کھو دینے کی اذیت کا شمار نہیں ہوتا محد۔اور وہ تو مجھ سے وہاں بچھڑی ہے جہاں زخموں کو مرہم ملتا ہے اور دل جوڑے جاتے ہیں۔مگر میں تو وہیں سے زخمی اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ نکلا ہوں۔میرے شاید بار بار وہاں جانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ میں وہ مرہم ڈھونڈ رہا ہوں جو میرے زخم بھر سکے۔میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں محد؟عمارہ تو اپنا سفر پورا کر گئی۔اس نے اپنی منزلِ روبرو کو پہچان لیا اور پا لیا۔میرا سفر تو گویا ابھی شروع ہوا ہے۔اور مجھے یہ عمارہ کے بغیر

طے کرنا ہے"

"محد! کھانا تیار ہے۔سب کو بلالیں" زونیشہ نے کچن سے آواز لگائی تو ان کی باتوں کا سلسلہ ٹوٹا۔ اور وہ سب کھانے کی میز کے گرد جمع ہونے لگے۔

◇◇◇

"آپ دونوں کیا کھسر پھسر کر رہے ہیں؟اب کس مجرم کو پکڑنے کی منصوبہ بندی چل رہی ہے؟" کھانے کے بعد فہد کی نظر خولہ اور آزر پر پڑی جو ان سب کی باتوں سے لاتعلق ایک دوسرے کے ساتھ کسی گفتگو میں مصروف تھے۔فہد کی بات پر ان دونوں نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔اسی لمحے آذر کا فون بجا تھا۔

"ہاں گل یار؟بولو" فون کان سے لگاتے ہی اس نے پوچھا

"سر۔آپ نے کب آنا ہے؟آپ کو پتہ ہے اب اس دمے کے باعث میرا سانس جلدی پھولنے لگتا ہے" وہ ہانپتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا گویا خاصی دیر سے بھاگتا رہا ہو۔

"ہوا کیا ہے؟کہاں ہو تم؟"

"چور کو پکڑ رہا ہوں سر۔کم بخت مارا بھاگ گیا۔بینک سے چوری کر کے نکلا ہے"

"تو فوری طور پر کیوں نہیں پکڑ لیا؟اس چوری کے خدشے کی اطلاع تو پہلے سے مل گئی تھی"آذر نے اسے ڈانٹنے کے سے انداز میں کہا۔لاؤنج میں مکمل خاموشی تھی،سب بغور اس کی بات سن رہے تھے

"ماڑا یہ اطلاع تو نہیں تھا کہ چور نے برقع اوڑھ رکھا ہو گا۔ہائے!آجائیں سر۔مجھ سے نہ ہو پائے گا"

"اوہو!اسد ساتھ نہیں ہے تمہارے؟یاد لاور؟انہیں فون لگاؤ۔میں ایک گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں"اس نے کہہ کر فون کاٹا اور ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میرے خیال سے ہمیں نکلنا چاہیئے اب"

"ہاں کافی دیر ہوئی۔عینا بھی سونا چاہ رہی ہے اب۔نکلتے ہیں۔میں دیکھوں یہ سب بزرگ کہاں ہیں"خولہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"باہر لان میں بیٹھے ہیں"زونیشہ نے کہا۔

"چلو پھر انہیں بلا لیتے ہیں"خولہ نے مسکرا کر کہا تو زونیشہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی جالی دار دروازہ عبور کر گئی۔

◇◇◇

"ایک بات پوچھوں تم سے؟" وہ بریرہ اور بدر کو سلا کر عشاء کی نماز پڑھ کر جائے نماز طے کر رہی تھی کہ محد نے پوچھا۔

"کیا تم جاب کرنا چاہتی ہو" اس نے پوچھا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"خیریت تو ہے؟"

"ہاں ہاں سب ٹھیک ہے۔ بس یونہی خیال آیا۔ کہ تم پڑھی لکھی ہو۔ ہو سکتا ہے تمہارا دل چاہتا ہو اپنے شعبے میں آگے بڑھنے کا اور کہیں میں نے تمہیں گھر میں محدود نہ کر رکھا ہو" وہ چپ ہوا تو وہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"کیا؟" محد نے اس کی خود پر موجود خاموش نظروں کو دیکھ کر پوچھا

"میں اگر یہ کہوں کہ میرا دل نہیں چاہتا تو یہ غلط ہو گا۔ بالکل دل چاہتا ہے۔ لیکن پتہ ہے محد۔ انسان کو اپنی ترجیحات سیٹ کرنی چاہیئے۔ میری ترجیح میرا گھر ہے، بچے ہیں، تم ہو۔ اور پھر خدا ناخواستہ حالات ایسے نہیں کہ ہم دونوں کو کمانے کی ضرورت پڑے۔ ہاں اگر ضرورت ہے تو تم مجھے بتاؤ۔ ہم دونوں مل کر دیکھ لیں گے سب۔ کیا ہمیں ضرورت ہے کہ میں بھی کماؤں؟" اس

نے اس کے قریب آکر پوچھا۔

"نہیں۔اللہ نے بہت نوازا ہے ہمیں" وہ مسکرایا تھا۔

"تو بس پھر۔بچے زرا سمجھدار ہو جائیں اور میرے پاس وقت ہو تو پھر میں اس بارے میں سوچوں گی ضرور"

"زونیشہ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا علم ضائع ہو"

"علم کبھی ضائع نہیں ہوتا یا زوجي!" اس نے محد کا ہاتھ تھاما تھا، "میرے علم سے سب سے پہلے میرے گھر کو فائدہ پہنچتا ہو تو اس سے اچھا کیا ہو گا؟ مجھے پتہ ہے کہ مجھے اپنے بچوں کو، آپ کو اور خود کو کیسی غذا دینی ہے جو ہمیں تندرست رکھے۔زہنی، جسمانی اور روحانی ہر لحاظ سے" وہ کہہ رہی تھی۔ محد سے محبت سے دیکھے گیا۔

"اچھا بس باتیں ختم۔سونے کی تیاری کرو۔ صبح سے تمہیں ڈبل ڈیوٹی دینی ہے۔یاد ہے ناں عربی کی کلاس؟" اس نے اسے کھینچ پر کرسی سے کھڑا کیا تو وہ ہنستے ہوئے بستر کی طرف بڑھ گیا۔

زونیشہ نے وہیں کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے کتاب اٹھائی اور اس کے صفحات پلٹنے لگی۔

آنکھیں یکایک ڈبڈبانے لگی تھیں۔یہ کتاب اس کی زندگی کے ان تمام لوگوں سے منسلک تھی جو

اپنی اپنی منزل پا چکے تھے۔کچھ وہ جو منزلِ روبرو کی طرف سفر طے کرتے رہے۔کچھ وہ جو راستے میں بھٹک گئے اور ایسا بھٹکے کے کبھی لوٹ نہ سکے۔اور کچھ وہ جنہیں گمراہی سے نکال کر روشنیوں میں لے آیا گیا۔جنہیں چن لیا گیا۔اس نے بہتے آنسوؤں کو ہاتھ پھیر کر صاف کیا اور توجہ کتاب پر مرکوز کر لی

"ہر اس شخص کی داستان جو باطل سے اپنی اپنی جنگ لڑتا رہا" کتاب کے پہلے صفحے پر لکھی سطر اس نے زیرِ لب دہرائی تھی۔پھر آہستہ آہستہ صفحات پلٹتے ہوئے وہ سرسری سی نگاہ ڈالنے لگی۔

"الفاظ سے ٹپکے

کچھ قطرے لہو کے

کچھ اشک تھے

رکھتے تھے سبھی گُن

گفتگو کے

بکھری ہوئی پتیوں کی

نزاکت تھی کہ گویا

www.novelsclubb.com

بکھرے ہوئے ٹکڑے تھے

اس دلِ آرزو کے

زمانہِ بہاراں بھی

خزاں خزاں سا تھا

یہاں پھول کھل رہے تھے

بغیر رنگ و بو کے

گمنام کسی رستے پر

چلتے تھے یہ قدم

بھٹکے ہوئے تھے راہی

منزلِ روبرو کے

تھیں اُلفتیں،

بہاریں

زندگی میں بے شمار

www.novelsclubb.com

سبھی عشق کھو گئے تھے،

سوائے اللہُ کے !!"

"کچھ حقائق زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔زندگی میں شامل کر دیئے جاتے ہیں۔ان کی وجوہات یا دلائل تلاش نہیں کیے جاتے کہ وہ کسی وجہ، کسی دلیل پر پورے نہیں اترتے۔ جس طرح اللہ کی نعمتوں کو ہم اس کی عطا سمجھتے ہیں اسی طرح اس کی طرف سے آنے والی آزمائیشوں اور دکھوں کو بھی بس مان لیا جاتا ہے۔قبول کر لیا جاتا ہے۔اس کی رضا سمجھ کر۔اس کا فیصلہ سمجھ کر۔ لاحاصل کے پیچھے اتنا نہیں بھاگنا چاہیئے کہ حاصل بھی اپنی قدر و قیمت کھونے لگے۔

ہزاروں کاش زندگی میں شامل ہوتے رہتے ہیں مگر انہیں دل کا حصہ نہیں بتانا چاہیئے۔ مشکلیں، آزمائشیں اور مصیبتیں ! یہ تو ہمیں اس رب کے قریب کرنے آتے ہیں جو ہر زرے اور ہر سانس پر قادر ہے۔ منزل ہمارے روبرو دکھائی دیتی ہے۔اور بے شک اس منزل تک کا راستہ بھی سیدھا ہے۔بس ہوتا یہ ہے کہ اس راستے کی زمین کبھی تو ہموار ہو جاتی ہے تاکہ ہم شکر سیکھ سکیں اور کبھی راستہ کانٹوں سے بھر جاتا ہے تاکہ صبر سیکھ سکیں۔یہ راستہ طے کرنا آسان نہیں ہوتا۔اہم ہے اسی راستے پر ڈٹے رہنا اور گرتے پڑتے ہی صحیح مگر چلتے رہنا۔ تھک جانے پر رفتار

بھلے بہت مدھم ہو جائے مگر راستہ مت بدلنا۔اور پھر یہی شکر و صبر کے ہتھوڑے ہمیں ایسے تراش دیتے ہیں کہ ہم ہیرا بن کر واقعتاً اس منزل کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اور زندگی کی یہ کہانی اس موڑ پر ختم ہوتی ہے جہاں سے ایک نیا سفر شروع ہوتا ہے۔رب سے ملاقات کا سفر!

وہ کتاب کا آخری صفحہ کھولے پڑھ رہی تھی۔

ختم شد!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: